UNIVERSAL LIBRARY
OU_226573
UNIVERSAL LIBRARY

UnEven Page Numbers within the book only

OUP—881—5-8-74—15,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY PG

Call No. Accession No. U 1487

Author

Title

This book should be returned on or before the date last marked below.

نظام المشائخ

جلد ۱۵	بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۴ ہجری	نمبر ۱

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	حمد	جناب مولانا حسن مرتضیٰ صاحب شفق عماد پوری	۳
۲	لبیک عرس اجمیر شریف	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۶
۳	حضرت سلمان فارسی	جناب مولوی عبدالسلام صاحب ندوی	۱۳
۴	گلدستہ فراق	جناب مولانا سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۱۹
۵	شرافت انسانی	جناب مولوی حکیم نواب علی صاحب برق کانپور	۲۵
۶	روح کی تعریف	جناب مولانا حاجی محمد اسد صاحب کاکاخیل اویسی	۳۲
۷	نفس آمدہ	جناب مولوی سید محمد مسعود علی صاحب میرٹھی	۳۹
۸	ماہ رجب	جناب قاضی بدرالحسن صاحب بدر جلالی	۴۴
۹	نعتیہ اپیل	جناب سید محمد اسد علی صاحب ایم آر اے ایس حیدرآباد	۴۸
۱۰	شانِ علیؑ	جناب ممتاز الرحمٰن صاحب بدنام۔ امروہوی	۴۹
۱۱	کیفی کا کشکول	جناب مولانا کیفی صاحب چڑیاکوٹی	۵۰
۱۲	مخمس	جناب مولوی نور اللہ صاحب نعیش راگوگڈھی	۵۱
۱۳	نظم ولی	جناب پیرزادہ محمد ولی الدین صاحب سب رجسٹرار	۵۲
۱۴	تضمین غزل جامی رح	جناب صاحبزادہ محمد کرم غنی خانصاحب اجمیر شریف	۵۴
۱۵	لشک عابد	جناب مولانا حکیم محمد منیر صاحب عرشی (مولوی فاضل)	۵۵
۱۶	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولوی محمد شفیع الدین خانصاحب مراد آبادی	۵۶

ہمارے معاونین

CHECKED 1965

جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب محمد خاں صاحب بنگلور	ایک فریک	جناب آصف الدولہ صاحب ضلعدار علاقہ چیٹلر	ایک
جناب شیخ حسن صاحب اورنگ آباد دکن	ایک	جناب شیخ قادر صاحب چرکھاری	ایک
جناب سید محمد علیم اسد صاحب مظفر پور	ایک	جناب محمد علی صاحب ثناویلی	ایک
جناب محمد عبداللہ صاحب جبلپور	ایک	جناب مولوی محمود از صاحب یاست بیلاں	ایک
جناب رحمت علی صاحب اکبرپور	ایک	جناب رحیم بخش صاحب کمپونڈر پشاور	ایک
جناب محمد عبدالحمید صاحب بڑنبہ	ایک	جناب سید محمد شاہ صاحب گنج چک نمبر ۵۸	ایک
جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب بھوپال	ایک	جناب سید محمد کرم حسین صاحب چوہا سیدن شاہ	ایک
جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن	چار	جناب محمد عثمان صاحب کنزکپور	ایک
جناب مولانا عبدالرؤف شاہ صاحب بندکی	ایک	جناب عبدالرحمن صاحب انبالہ چھاؤنی	ایک
جناب منیجر صاحب نظامیہ پریس احمد آباد گجرات	ایک	جناب میاں محمد ابراہیم صاحب جالندھر شہر	ایک
جناب محمد سیف الدین صاحب گلید گڑھ	۲	جناب خلیل الرحمن صاحب کوئٹہ	ایک
جناب حافظ علی احمد صاحب پشاور	۳	جناب عزیز الرحمن صاحب بنگلوری	ایک
جناب اختر الزماں صاحب آگر (مالوہ)	ایک	جناب شاہ نظیر الحسن صاحب ہتوراپور	ایک
جناب سید احمد ناصر الدین صاحب پوربندر	ایک	جناب وزیر احمد صاحب گنگ وہار	ایک
جناب منشی خواجہ نذیر الدین صاحب اکونہ	ایک	جناب ضیاء اللہ صاحب گورکھپور	ایک
جناب شیخ بشیر احمد صاحب میانوالی	ایک	جناب عبدالرحمن صاحب ٹیلیگراف انسپکٹر ملتان	ایک
جناب محمد امیر خاں صاحب گرداور شکرگڈھ	ایک	جناب حاجی غلام محی الدین صاحب بٹالہ	ایک
جناب منشی مبارک حسن صاحب انسپکٹر آبکاری	ایک	جناب فضل محمد صاحب آدم پور	ایک

بسم اللہ

نظام المشائخ

حمد

اے بڑی شان کے معبود بڑائی والے! اے مرے ایک خدا ساری خدائی والے!
واہ اے کوزے میں دریا کی سمائی والے! پہنچے ابتک نہ تری تہ کو رسائی والے!

آب گوہر میں ہے تو آب میں گوہر تو ہے
لعل ہے سنگ میں تو لعل میں جوہر تو ہے

حسن آنکھوں میں ترا حسن میں طلعت تیری رنگ پھولوں میں ترا کلیوں میں نکہت تیری
جلوہ گر پردۂ کثرت میں ہے وحدت تیری سیکڑوں آئینوں میں ایک ہے صورت تیری

تو وہ صنّاع کہ صنعت تری حیران تجھ پر
تو وہ نقاش کہ نقشا ترا نازاں تجھ پر

ذکر پریوں میں ترا، حوروں میں افسانہ ترا
شیخ دیوانہ ترا، رند بھی مستانہ ترا

حرم و دیر میں ہے جلوۂ جانانہ ترا
کعبہ گھر تیرا ہے، بتخانہ ہے کاشانہ ترا

شورِ ناقوس ہے تو، نعرۂ تکبیر ہے تو
نغمہ ہے نے میں تو، اور نغمے میں تاثیر ہی تو

سینے میں قلب ہے تو، قلب میں ارماں ہی تو
جسم میں جان ہی تو، جان میں ایماں ہے تو

سب کا رکھوالا ہی تو، سب کا نگہبان ہی تو
مالک الملک ہی تو، رب ہی تو، رحمان ہے تو

مرحبا! جلوہ گہِ ناظر و منظور ہے تو
پتلیاں آنکھوں میں تو، پتلیوں میں نور ہے تو

برہمن کہہ کے "صنم" تجھ سے گلا کرتا ہے
شیخ کہہ کہہ کے "صمد" تیری ثنا کرتا ہے

نام تیرا کوئی سمرن پہ جپا کرتا ہے
کوئی تسبیح کے دانوں کو گنا کرتا ہے

دانہ ہے سبحے میں تو، رشتہ ہے زنار میں تو
سُر ہے ساز میں تو، نغمہ ہے ہر تار میں تو

آہ قمری ہے تو ہی، نالۂ بلبل تو ہی
چمنِ قدس کا شاداب ہے اِک گُل تو ہی

چشمِ نرگس ہے تو ہی، گیسوئے سنبل تو ہی
مختصر یہ ہے کہ ہے جزو تو ہی کُل تو ہی

مستِ مرغانِ چمن گا کے ترانہ تیرا
لبِ جُو خضر کے لب پر بھی فسانہ تیرا

شیخ کہتا ہے کہ پردے میں حرم کے تو ہے
برہمن کہتا ہے گھونگھٹ میں صنم کے تو ہے

بے نشاں دور میں ہستی و عدم کے تو ہے
لامکاں پھیر میں امکان و قدم کے تو ہے

جس نے پایا تجھے خود کھو گیا اللہ اللہ!!

پاکے بندہ تجھے کیا ہو گیا۔ اللہ اللہ!!

تو جدا بھی ہے ملا بھی ہے ترا کیا کہنا؟ — تو صنم بھی ہے خدا بھی ہے ترا کیا کہنا؟
تو مرض بھی ہے شفا بھی ہے ترا کیا کہنا؟ — درد بھی تو ہے دوا بھی ہے ترا کیا کہنا؟

تیرے عشاق کو راضی برضا کہتے ہیں
تیری منزل میں فنا کو بھی بقا کہتے ہیں

شہرتِ زندگی و نام قضا ہے تجھ سے — مرنے والوں کی فنا اور بقا ہے تجھ سے
نحنُ اقرب کا عجب رمز کھلا ہے تجھ سے — اُسپہ طرّہ یہ کہ دوری کا گلا ہے تجھ سے

تو ہی نزدیک رگ جاں سے تو ہی دور بھی ہے
تو نظر میں ہے نظر سے تو ہی مستور بھی ہے

قرب پر بُعد ہے تجھ سے کئی منزل مجھکو — تشنہ لب رکھتا ہے دریا لبِ ساحل مجھکو
کھو گیا مجھ سے وہی جو ہوا حاصل مجھکو — ملکے بھی ہو گیا ملنا ترا مشکل مجھکو

دل جدا تجھسے نہ تو دل سے جدا ہے آجا!
بارہا کھو کے بھی تو مجھکو ملا ہے آجا!

آ مجھے وصل کا اک جام پلا دے ساقی! — تیرا بیخود ہوں خودی میری مٹا دے ساقی!
عقل گم ہو وہ مئے ہوش ربا دے ساقی! — ہوش آجائے وہ بیہوش بنا دے ساقی!

کیف توحید میں آجائے وہ مستی ساقی!
اُترے مستی میں مرا نشۂ ہستی ساقی!

شفق رضوی عمادپوری۔ از رفیع گنج گیا

لبیک عرس اجمیر شریف

جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

بگولوں کا وقت آگیا۔ رقص خاک عروج بر افلاک کا زمانہ قریب ہے۔ ہوا خواجہ معین الدین کے چاند کو لیکر آئی ہے۔ ذروں کو جگائے گی۔ وجد میں لائے گی۔ اور بگولا بناکر آسمان پر چڑھائیگی +

رجب کی چھٹی کو سلطان الہند کا اجمیر میں دربار ہے۔ یہ مہینہ جمادی الثانی ہے مگر ہندوستان میں اسکو خواجہ معین الدین کہتے ہیں۔ کیونکہ اسی ماہ میں عرس اجمیر شریف کی تیاریاں شروع ہوتی ہیں +

آؤ۔ ہم بھی اپنی جھولی کندھے پر ڈالیں۔ مرگ چھالا بغل میں دبائیں اور لبیک اجمیر لبیک اجمیر کہتے ہوئے کوچۂ حبیب میں چلیں +

خیال کرنا۔ یہ سال گزرگیا۔ دنیا میں کیسے کیسے انقلاب ہوگئے۔ ملکوں کے جغرافیے بدل گئے۔ قوموں نے زندگی کی خاطر موت کی مہمانداریاں کیں۔ ہر برادری جینے اور سلامت رہنے کی غرض سے ہتیار لیکر میدان ہستی میں متحرک ہوئی۔ ہندوستان پر بفضل خدا یہ جنون سوار نہ تھا۔ پروردگار نے اسکو خونریزی سے بچایا۔ اور یقین ہے کہ آیندہ بھی بچائے گا مگر لڑنا دیوانگی ہے تو چپکا بیٹھا رہنا بھی دیوانہ پن کی ایک شاخ ہے۔ حرکت میں برکت مشہور ضرب المثل ہے۔ اس زمین پر چلنا پھرنا۔ اپنے فرائض کو ادا کرنا۔ ہاتھ سے پاؤں سے دل سے۔ دماغ سے کام لینا۔ لازمۂ زندگانی ہے۔ کوئی نہیں کہتا۔ تلوار چلاؤ۔ بندوق اٹھاؤ اور مرنے مارنے کی لڑائی لڑو۔ مگر فطرت پکارتی کہتی ہے کہ بزم حیات ایک رزم مسلسل ہے

ملتی ہے۔ پس جینا چاہتے ہو تو آدمیت کی لڑائی سے منہ نہ پھیرو اور مرتے دم تک میدانِ زیست میں جنگ کرتے رہو۔

وہ حرب ضرب کیا ہی؟

جس جماعت میں۔ جس پیشہ میں۔ جس گھر میں۔ جس عقیدہ میں پیدا ہوئے ہو اسکی حفاظت۔ اسکی اشاعت۔ اسکی ترقی اور استحکام کے لیے دوڑ دھوپ کرو۔ علم سے عقل سے۔ لگاتار کام کرنے سے اسکو آگے بڑھاؤ۔ دوسروں کو دیکھو۔ اگر وہ کامیاب ہو رہے ہیں تو تم بھی اپنی کامیابی کے راستے نکالو تقلید نہ کرو۔ چراغ دیکھو تو لیمپ ایجاد کرنے کا ارادہ رکھو۔

نشتر اور پھوڑے

ہم مسلمان ہیں۔ دنیا پر چھائی ہوئی ایک عظیم الشان قوم ہیں۔ آبادی جہان کا جزو اعظم ہیں۔ باہر سے ہم سب کا ایک وجود ہے۔ دوسروں کی نگاہوں میں ہماری ہستی ایک ہے اور واقعہ بھی یہ ہے کہ ہماری اخوت سب انسانوں سے زیادہ مستحکم اور پائدار ہے۔

مگر اندر سے ہم میں صدہا حصے ہیں۔ شاخیں ہیں۔ ٹکڑے ہیں۔ یہ افسوس کی بات نہیں ہے۔ فطرت کا دستور یہی ہے۔ ہر وجود کے اندر نیرنگی اور اجزائے متفرق کا ہونا لازمی ہے۔

بڑی قوموں کے اجزا کا باہم ٹکرانا۔ اور ہر وقت جنبش میں رہنا نظام شمسی کا پرتو ہے۔ بغیر اسکے ان اجزا کی زندگی اور انکے ذریعہ کل کی سلامتی محال ہے۔

شیعہ باہر کی "وحدت قومی" میں ہمارے بھائی ہیں۔ غیر مقلد۔ وہابی نیچری قادیانی۔ وغیرہ بازو کی قوت اور جسم کے اعضا ہیں۔

لیکن اندر کی قدرتی جنگ میں ہر ایک دوسرے کا حریف اور غنیم ہی۔ ہر فرقہ کی علامت زندگی یہ ہی کہ وہ اپنی تعداد بڑھائے۔ اپنے اثر کو قوی کرے اور دوسرے فرقوں کو دبائے یا اپنے اندر جذب کرلے۔

میں دیکھتا ہوں۔ ہندوستان میں جسقدر اسلامی جماعتیں ہیں۔ شیعہ ہوں یا اہلِ حدیث۔ علی گڈھی ہوں یا دیو بندی قادیانی ہوں یا چکڑالوی ہر ایک اپنی قوت بڑہا رہا ہی شیعوں نے اپنا کالج علیحدہ قائم کرلیا۔ علی گڈھ اپنی نئی معاشرت کا اثر چپکے چپکے سب پر ڈال رہا ہی۔ دیوبندی اپنے مدارس عربیہ کی ترقی اور اپنے خاص عقائد کی اشاعت میں ہمہ تن سرگرم ہیں۔ قادیانی سب سے آگے ہیں ظاہر میں دو فرقے ہوگئے ہیں۔ ایک دوسرے پر وار کررہا ہے۔ لیکن حقیقت میں مقصود دونوں کا یہ ہے کہ قادیانی دائرہ اثر وسیع ہو۔ غیر قادیانی علما کا نعرہ گھٹے۔ انکا رعب کم ہو۔ اور جمہور انکے اقتدار سے نکلکر قادیانی اثر میں آجائیں۔ یہ انہوں نے یورپ سے سیکھا ہے۔ ایک فرقہ مرزا صاحب کو پیغمبر کہتا ہی اور اس رشتہ میں اپنی جماعت کو باندھ کر مستعد۔ پُرجوش کارگزار بنا رہا ہے۔ گویا اس فرقہ کو مضبوط کررہا ہی جسکو قادیان کے مرزا صاحب نے بنایا تھا +

برٹش سلطنت کی آزادی اور امن سے فائدہ اٹھا رہا ہے۔

دوسرا مرزا صاحب کی پیغمبری سے انکار کرتا ہے۔ اور اسطرح غیر فرقوں کی بھڑک دور کرکے اپنی بات سنانے کا رستہ نکالتا ہی۔ ولایت میں تبلیغ اسلام کا عمل دکھاکر دوسری جماعتوں کے جذبات اسیر کرتا ہی۔ مگر جب فلسفیانہ گہرائی سے نتائج پر غور کروگے تو وہ پہلے فرقہ سے زیادہ خطرناک ہی۔ اور اسکے ملنسار منہ کے اندر بڑا حلق ہے جس میں وہ سب کو نگل جانے کی تدبیر کررہا ہے +

کیا تم دیکھتے نہیں۔ ان دونوں کے کاموں کو۔ ہر ایک فرقہ نے تبلیغ کے نام سے اپنے مبلغ سارے ہندوستان میں پھیلادیئے ہیں جو دوسرے اسلامی گروہوں کے پیشواؤں سے مناظرے کرتے ہیں اور ایسے مغالطے دیتے ہیں جس سے عوام بدظن ہوجائیں اور قادیانی عقائد تسلیم نہ کریں تو کم از کم اُن کا لوہا تو مان جائیں +

اسوقت میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی خاص فرقہ سے مباحثہ کروں۔ میں نے اپنے فرقہ صوفیہ کو اپنے اندر کی جنگ کا نظارہ دکھایا ہے تاکہ وہ سوچے کہ آیا وہ بھی کچھ کررہا ہی

یا نہیں۔ اس نے بھی زندگی کی اس لڑائی میں کوئی مورچہ بنایا یا نہیں۔ وہ دیکھینگے کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ وہ سب کے سب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اپنی ہستی کے حریفوں کا احساس بھی نہیں ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ انکے قلعہ پر کتنے غنیم حملہ کر رہے ہیں۔ کتنی سرنگیں ان کی دیواروں تک آگئی ہیں +

مجھے نظر آتا ہے کہ صوفیوں کے جسم جماعت پر بیشمار پھوڑے ہوگئے ہیں۔ اسواسطے میرا فرض ہے کہ میں ان سب کو نشتر مار مار کر پھوڑ ڈالوں کیے دیتا ہوں۔ گلا ہوا گوشت کاٹ ڈالا جائے گا۔ بتائے دیتا ہوں۔ انکے پھوڑے انکو ہلاک کر دینگے اگر انہوں نے شگاف دلوانے میں پس و پیش کیا +

رنگیلے فقیر

میرے دل کو تڑپ ہو۔ میں نے تو صوفیوں کی ہر اندرونی خرابی کو اسپر لکھ لیا ہے۔ کوئی بات نہیں چھوڑی گھر کی بات ہے کس سے کہتا۔ لکھا بھی تو سینہ میں چھپا کر رکھا + مگر کب تک چھپاتا۔ وقت جھنجوڑتا ہے کہ ان میں سے کچھ شکوے قلم کی زبان پر لاؤں۔ اور بیماروں کو ان کے مرض بتاؤں +

تم میں اے درویشو! کچھ رنگیلے فقیر پیدا ہوگئے ہیں۔ یہ وہ ہیں جنکی صورتیں اچھی ہیں۔ شباب کی عمریں ہیں۔ جذبات نفسانی کے متوالے ہیں لیکن مفلس ہیں شوق پورا کرنے کو روپیہ پاس نہیں ہے۔ جاہل ہیں۔ روپیہ کما بھی نہیں سکتے کاہل وجود ہیں محنت بھی نہیں کر سکتے۔ اسواسطے وہ چاروں طرف سے مایوس ہو کر تم میں آتے ہیں۔ تمہارا خرقہ پہنتے ہیں۔ اور آرام سے شاہ صاحب بنجاتے ہیں۔ یہی وہ کوچہ ہے جہاں عیب ہنر سمجھا جاتا ہے۔ جہاں گناہ پر رسوائی نہیں ہوتی اسواسطے وہ تمام آوارگیاں کھلم کھلا کرتے ہیں۔ اور تمہارے حساب میں اس خرچ کو لکھواتے ہیں +

کیا دیکھا نہیں رنگیلے فقیروں کو۔ ڈاڑھی منڈی ہوئی۔ زلفیں بڑھی ہوئیں۔ جسم میں

چنبیلی کا تیل۔ ہاتھوں میں مہندی۔ ہلکے رنگ کے ریشمی کرتے۔ پان کا لاکھہ جمائے ہوئے رات دن رنڈیوں کے ہاں پڑے رہتے ہیں۔ عرسوں میں آتے ہیں۔ مرید کرتے ہیں ملامتیہ بنتے ہیں۔ زبان پر عشق اللہ کی صدا ہے۔ دلمیں عشق اللہ دی کی ادا ہے +

خلقت فقیری بانے کا لحاظ کرتی ہے۔ بزرگوں کی پرانی روایتوں کی بنا پر انکو فقیری رمز سمجھتی ہے۔ اور یہ کھلے خزانے شراب خواری۔ زناکاری۔ دغاشعاری کرتے رہتے ہیں اور کوئی اُف نہیں کرتا +

کب تک شریعت و طریقت کی یہ بیحرمتی رہے گی۔ کبتک اِن شیطانوں کو آزاد رکھو گے میں تم کو پکارتا ہوں۔ للّٰہ سُنو اور اُٹھو۔ میں اِن ملعونوں کو ملیامیٹ کرنا چاہتا ہوں میری مدد کرو۔ میں نے انکے خلاف قلم کی تلوار سیاہی سے کھینچ لی ہے۔ میرے جھنڈے کے نیچے آؤ +

اے مسلمانو! دھوکا نہ کھاؤ۔ انکے رنگے کپڑوں پر نہ جاؤ۔ پیغمبر کے خلاف ایک انچ بھی جسکو چلتا دیکھو۔ جان لو گمراہ ہے +

فقیروں نے رنگین لباس اسلیئے اختیار کیا تھا کہ سفید کپڑے جلد میلے ہوتے تھے اور انکو دہونے کی فرصت نہ تھی۔ حرامکاری کے بناؤ کی غرض سے کسی درویش نے جھمجھماتے کپڑے نہیں پہنے۔ یہ رنگیلے فقیر نہیں ہیں۔ خداوالے نہیں ہیں۔ نفس کے بندے ہیں اُن کو ایک پیسہ نہ دو۔ انکو گھروں میں نہ ٹھیراؤ۔ تمہاری غیرت اور عزت کے یہ دشمن ہیں

صوفیو! سُنتے ہو۔ تم پر اِن بدبختوں سے دھبہ لگتا ہے۔ یہ گندی مچھلیاں تمہارے پاک چشمہ کو گندہ کرتی ہیں۔ انکو اپنے اندر سے نکالکر پھینکدو +

اجمیر شریف کے عرس میں جاتے ہو تو دھیان رکھنا۔ جہاں ایسی صورت نظر آئے اُس سے پوچھنا کس کے حکم سے اُس نے یہ بانا اختیار کیا ہے۔ کسکا مرید ہے۔ فقیری کے کن کن احکام سے واقف ہے +

جواب ٹھیک نہ دے تو اسکو درگاہ سے دھکے دیکر نکال دو۔ مجمع عام میں تمہارا حکم اسکی رسوائی کا اعلان کردے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

اپنی طاقت پہچانو۔ تم کو خدا نے عزت دی ہے قدرت دی ہے۔ لحاظ نہ کرو، اور اپنی قوت کام میں لاؤ۔

سُن چکے کہ دوسرے فرقے کس کوشش میں ہیں۔ وہ تمہاری سلطنت چھین لینگے اگر تم نے اپنے اندر کا انتظام کرکے اور پھر باہر نکلکر ان کا مقابلہ نہ کیا۔

میں ظاہر کی زبان میں تم سے یہ گفتگو کررہا ہوں۔ باطن کی بولی اسوقت نہ بولو۔ یہ نہ کہو کہ فقیر کو اپنی حالت سنبھالنے سے فرصت کہاں جو وہ دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہو نہیں یہ خود تمہاری اصلاح ہے۔ خود تمہارے وجود کا معاملہ ہے۔ اِس کا عرفان تم پر فرض ہے۔

ہتیار بناؤ

مقابلہ شروع کرنیسے پہلے میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اول ہتیار بناؤ۔ اور وہ علم ہے ایسا علم جسکو تم نے اپنے بزرگوں کی کتابوں اور طرز عمل میں سُنا تھا۔ اور جس کو اب تم بھول گئے ہو۔

اجمیر شریف میں مدرسہ قائم ہوگیا ہے۔ حضور نظام نے معقول امداد سے اسکو کھڑا کیا ہے۔ بنیاد رکھی جا چکی۔ عمارت بننے لگی۔ اب تو تمہیں کچھ زیادہ تردد کی ضرورت نہیں ایک توجہ درکار ہے۔ اپنی ضرورتوں کو محسوس کرو۔ اپنے خطروں کو پہچانو۔ عرس میں جاؤ تو اس مدرسہ کو دیکھو اور سوچو کہ کیونکر اس سے کام لینا چاہیئے۔

میں عرس سے چند روز پہلے اپنے ذہن کا مختصر سا خاکہ تمہارے سامنے رکھتا ہوں یہ ضرور نہیں کہ میری تجویزیں ہی تسلیم کرلو۔ سیاجو میں بتاتا ہوں اُنہی سے کام چلیگا۔ میں نے تو ایک رائے دی ہے کہ میں بھی تم میں سے ایک ادنےٰ فرد ہوں۔ تم ان تجاویز کو صرف غور سے

پڑھ لو۔ اور پھر جو بات مناسب جانو کرو ÷

مدرسہ معینیہ عثمانیہ کے کام

میرے خیال میں یہ ہونے چاہئیں

(۱) طلبا کو علم دین و فلسفہ جدید و قدیم کی پوری تعلیم دیجائے ÷

(۲) چند طلبار کو ایک ایک مخصوص صوبہ کے لیے نامزد کرکے تیار کیا جائے یعنی پہلے سے ارادہ کرلینا چاہیئے کہ فلاں طالب علم کو فلاں صوبہ میں کام کرنا ہوگا۔ تاکہ وہ طالب علم ابتدا سے اسی خیال میں رہے۔ اُس صوبہ کا جغرافیہ پڑھے۔ وہاں کے عقائد۔ رسم و رواج وحالات سے آگاہ ہو۔ اور جب وہ فارغ التحصیل ہوجائے تو اسکو اسی صوبہ کے کسی نامور بزرگ کی خدمت میں بھیجا جائے۔ جہاں وہ اُنکے فیض صحبت میں سلوک تصوف حاصل کرے اور ان بزرگ کی جانب سے مسند ارشاد پر مقرر ہو ÷

خاندان اور سلسلہ کی خصوصیت نہ رکھنی چاہیے۔ قادری ہوں یا چشتی۔ نقشبندی ہوں یا سہروردی۔ جو بزرگ ہوں اُنہی کا سلسلہ چلانا چاہیئے ÷

(۳) مدرسہ کے طلبار کی ایک انجمن ہو۔ جہاں وہ ہفتہ وار ملک کی تازہ صوفیانہ ضرورتوں پر تقریریں کیا کریں۔ اور اُنکے علاج پر مباحثہ ہوا کرے ÷

(۴) طلبا کو انشا پردازی اور موجودہ روش کی مضمون نویسی بھی سکھائی جائے ÷

(۵) طلبائے مدرسہ کا ایک مخصوص لباس مقرر کیا جائے ÷

اِن پانچ میں دوسری تجویز نہایت اہم اور قابل غور ہے ÷

میں نے عرس اجمیر کو لبیک کہا۔ اور یہ خیر مقدم لکھدیا۔ اب مشائخ طریقت کا خیر مقدم دیکھنا ہے کہ اسمیں کہاں تک توجہ کرتے ہیں۔ نیز مسلمانوں کی فقیر دوستی کا امتحان لیتا ہے کہ وہ اپنا فرض کیونکر ادا کرتے ہیں۔ دونوں جہان میں بامراد ہونگے۔ اگر اس مضمون کو علیحدہ چھپواکر اپنے شہر میں اور عرس اجمیر شریف میں تقسیم کریںگے۔ اللھم انصر من نصر دین محمد ÷

حسن نظامی

۶۵۶ء

حضرت سلمان فارسیؓ

(۲)

(غزوات)

بدر و احد کی لڑائیاں جسوقت واقع ہوئیں۔ حضرت سلمان فارسی غلامی کی حالت میں تھے۔ اِسلیئے مجبوراً شریک نہو سکے۔ بدل کتابت ادا کر کے جب وہ آزاد ہو گئے تو غزوہ خندق پیش آیا۔ اور یہ پہلی لڑائی تھی جسمیں وہ شریک ہوئے۔ اِسکے بعد تمام لڑائیوں میں عام طور پر شریک ہوتے رہے۔ غزوہ خندق میں حضرت سلمان فارسی ہی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی تھی اُسکے کھودنے کے لیئے انصار اور مہاجرین میں غالباً مسابقت کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چونکہ حضرت سلمان فارسی نہایت قوی آدمی تھے۔ اِس بنا پر اُن کے متعلق انصار و مہاجرین میں بحث ہوئی۔ انصار کہتے تھے۔ سلمان ہم میں سے ہیں' اور مہاجرین انکو اپنی طرف کھینچتے تھے۔ حضرت سلمان فارسی کی فضیلت اِس سے زیادہ کیا ہوسکتی ہے کہ جناب رسول اللہؐ نے اِس جھگڑے کو اِن الفاظ میں چکا دیا کہ:۔

سلمان منا اھل البیت + سلمان ہمارے اہل بیت میں سے ہیں +

غالباً کسی مذہب کے بانی نے ایک اجنبی غلام کو اسقدر عزت نہ دی ہوگی کہ اِسکو اپنے اہل بیت میں شامل کر لیا ہو۔ یہ مساوات اسلام ہی نے قائم کی تھی۔ اور یہ اُسیکا خاصہ لازمی ہے

(اخلاق و عادات)

حضرت سلمان فارسی بیحد حلیم، منکسر المزاج، قانع، رحم دل، زہد پیشہ۔ اور فیاض طبع تھے بیت المال سے انکو چار ہزار درہم ملتے تھے لیکن وہ اُنکو تقسیم کر دیتے تھے۔ اور خود اپنے ہاتھ کی کمائی پر بسر کرتے تھے۔ وہ جس زمانہ میں مدائن کے امیر تھے۔ کھجور کی چٹائیاں وغیرہ بنا کر

معاش پیدا کرتے تھے چنانچہ کچھ لوگ اُنکی طرف گزرے۔ اور یہ حالت دیکھکر کہا:۔ آپ تو یہاں کے امیر ہیں۔ اور آپ کو بیت المال سے بھی وظیفہ ملتا ہے۔ پھر آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟۔ اُنھوں نے کہا۔ میں اپنے کسب کا مال زیادہ پسند کرتا ہوں بعض روایتوں میں ہے کہ اُن کا وظیفہ پانچہزار تھا۔ اور وہ تیس ہزار آدمیوں کے حاکم تھے۔ لیکن اِس حالت میں بھی وہ لکڑیاں چُن لاتے تھے۔ اور اُن کے پاس صرف ایک عبا تھی جسکا آدھا حصہ بچھاتے تھے۔ اور آدھا پہنتے تھے۔ جو وظیفہ ملتا تھا۔ اُسکو تقسیم کردیتے تھے۔ اور کماکر گزر اوقات کرتے تھے۔ اُنھوں نے اپنے لیئے کوئی مکان نہیں بنایا تھا۔ جہاں کسی کا گھر ملجاتا۔ اُسکے سایہ میں پڑرہتے تھے۔ ایک مرتبہ حذیفہ رضہ نے اُنسے کہا۔ ہم آپکے لیئے گھر کیوں نہ بنادیں۔ اُنھوں نے فرمایا۔ کیا مجھے بادشاہ بنانا چاہتے ہو؟ کیا میرے لیئے ویسا ہی گھر بناؤگے جیساکہ تمہارا مدائن میں ہے؟ اُنھوں نے کہا نہیں۔ ہم تمہارے لیئے بانس کا گھر بنائینگے۔ اور اُسکی چھت نرکل کی ہوگی۔ وہ اِسقدر پست ہوگا کہ جب تم کھڑے ہوگے تو تمہارا سر اُس سے لگ جائیگا۔ اور اِسقدر تنگ ہوگا کہ جب سونا چاہوگے تو تمہارے پہلو اُسکے دونوں کناروں سے ملجائینگے۔ اُنھوں نے کہا۔ اب تم نے میرے دل کی بات کہی!

امارت اور حکومت سب کو عزیز ہے۔ لیکن حضرت سلمان رضہ زہد کی وجہ سے اِس کو ہمیشہ مکروہ سمجھا کیئے۔ ایک بار اُن سے اِسکا سبب پوچھا گیا تو فرمایا:۔

حلاوۃ رضاعتھا و ۔ یعنی اسکے دودھ کی شیرینی اور اسکے دودھ چھوڑنے کی تلخی اِسکا مرارۃ فطامھا ۔ سبب ہے۔

عمر بھر کسی سے سوال نہیں کیا۔ زکوٰۃ وخیرات کا مال کھانے سے اِسقدر بچتے تھے کہ ایک مرتبہ اُن کے غلام نے درخواست کی کہ مجھے مکاتب بنادیجے۔ اُنھوں نے فرمایا تمہارے پاس کچھ مال ہے۔ اُس کہا نہیں۔ آپنے کہا پھر یہ کیونکر ہوگا؟۔ اُس نے جواب دیا کہ میں لوگوں سے سوال کرکے یہ مال ادا کردونگا۔ آپنے فرمایا کیا مجھے لوگوں کا دھوون کھلانا چاہتے ہو؟

وہ زہد و قناعت کی وجہ سے معمولی سے معمولی سامان کو بھی وبالِ جان سمجھتے تھے
وہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سعد بن ابی وقاص اُن کی عیادت کو آئے
حضرت سلمانؓ اُنکو دیکھکر رونے لگے اُنہوں نے کہا رونے کی کوئی وجہ نہیں۔ رسول اللہ
آپ سے بہت خوش تشریف لیگئے۔ آپ قیامت کے دن اپنے ساتھیوں سے ملیں گے
اور حوض کوثر پر رسول اللہؐ سے بھی ملاقات ہوگی۔ حضرت سلمانؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم
میں موت کی گھبراہٹ یا دنیا کی طمع سے نہیں روتا۔ لیکن رسول اللہؐ نے وصیت کی تھی
کہ تمہاری معاش ایک مسافر کی زادراہ سے زیادہ نہ ہونی چاہیئے۔ حالانکہ ہمارے آس
پاس یہ سانپ ہیں۔

جس سامانِ دنیا کو اُنہوں نے سانپ کا خطاب دیا تھا۔ وہ صرف ایک پیالہ لوٹے کے سوا کچھہ نہ تھا۔

حضرت سلمان فارسی کا توکل اور اُن کی قناعت عام طور پر مشہور تھی۔ یہاں تک کہ
بعض صحابہؓ نے اُنکی وفات کے بعد خواب میں بھی توکل و قناعت ہی کو دیکھا۔

عبداللہ بن سلام کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت سویا ہوا تھا۔ مجھے نیند
آگئی تو سلمان آئے۔ اور سلام کیا۔ میں نے سلام کا جواب دیا۔ اور پوچھا کہ تم نے کیسا گھر
پایا۔ اُنہوں نے کہا نہایت عمدہ۔ توکل اختیار کرو۔ کیونکہ توکل نہایت عمدہ چیز ہے
اور اس جملہ کو بار بار دُہراتے رہے۔

رحم دلی کی یہ کیفیت تھی کہ اپنے غلاموں سے دو کام لینا کبھی نہیں گوارا فرماتے
تھے۔ ایک دفعہ ایک شخص اُنکے پاس آیا۔ وہ اُس وقت آٹا گوندھ رہے تھے۔ اُس نے
کہا آپ کا خادم کہاں ہے؟ آپنے فرمایا ہم نے اُسکو ایک ضرورت کے لیئے بھیجا ہے۔ ہم نے
پسند نہیں کیا کہ اسپر دو کاموں کا بار ڈالا جائے۔

حلم و خاکساری کا تو وہ گویا مجسم نمونہ تھے۔ وہ مدائن کے امیر تھے۔ ایک مرتبہ

نکلے تو ایک شخص بانس کا بوجھ لیئے جاتا تھا۔ اُس سے اُنکے جسم میں خراش آگئی۔ وہ رک گئے۔ اور پاس آکر اُسکا بازو ہلاکر کہنے لگے۔ جبتک جوانی کا لطف نہ اُٹھالو خدا تم کو زندہ رکھے +

ایک مرتبہ ایک شخص شام سے انجیر کا گٹھا لیئے آتا تھا۔ اُس نے حضرت سلمان فارسی کو دیکھا تو اُنکے بدن پر صرف ایک چھوٹی سی عبا تھی۔ اُسکو چونکہ یہ معلوم نہ تھا کہ مدائن کے حاکم یہی ہیں۔ اسلیئے اُسنے بلاکر کہا کہ یہاں آؤ۔ یہ بوجھ اُٹھا لیچلو۔ حضرت سلمانؓ کو بوجھ لے جاتے ہوئے لوگوں نے دیکھا تو اِس سے کہا یہ تو یہاں کے گورنر ہیں اُس نے کہا مجھے کیا معلوم تھا؟ حضرت سلمان نے فرمایا۔ جب تک اِسکو تمہارے گھر تک پہنچا دونگا ہرگز نہ اُتارونگا +

ایک بار ایک شخص نے گھاس خریدی۔ وہ حضرت سلمان کو نہیں جانتا تھا۔ اُس نے اُنکے سر پر وہ گھاس لاددی۔ وہ راستے سے گزرے تو لوگوں نے کہا۔ آپکے بدلے ہم اُٹھا لیتے ہیں۔ اُس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ رسول اللہؐ کے صحابی ہیں۔ اُس نے معذرت چاہی۔ مگر اُنھوں نے کہا کہ میں نے تو یہ نیت کرلی ہی کہ اِس کو تمہارے گھر تک پہنچاؤنگا +

ایک دفعہ وہ فوج کے امیر ہوکر گئے۔ فوج کے نوجوانوں کے پاس ہوکر گزرے تو ان سبھوں نے اُنکی ہنسی اُڑائی۔ ایک شخص نے کہا آپ سُنتے ہیں؟ اُنھوں نے فرمایا اِن سے درگزر کرو۔ خیر و شر کا فیصلہ قیامت کے دن ہوگا +

وہ اگرچہ مدائن کے امیر تھے۔ لیکن جب کبھی نکلتے تو لوگ کہتے "کرک آمد۔ کرک آمد" وہ پوچھتے کہ یہ کیا کہتے ہیں تو لوگ کہتے کہ یہ سب آپکو گدڑیئے سے تشبیہہ دیتے ہیں لیکن وہ اِن سے درگزر کرتے +

لیکن باوجود اِس زہد اور حلم و انکسار کے اُن میں رہبانیت کا شائبہ تک نہ تھا۔

اور صرف یہی نہیں کہ خود رہبانیت سے بچتے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچانیکی کوشش کرتے حضرت ابوالدرداء سے رسول اللہ ؐ نے ان کی مواخاۃ کرادی تھی۔ ایک دن حضرت ابوالدرداء کی بی بی نے اُن سے شکایت کی کہ وہ رات بھر تو نماز پڑھتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں (یعنی میرا حق ادا نہیں کرتے) اس لیئے حضرت سلمان فارسیؓ نے وہ رات وہیں بسر کی۔ جب ابوالدرداء نماز کو اُٹھے۔ تو انہوں نے روک لیا۔ صبح ہوئی تو کھانا تیار کروایا اور جب تک ابوالدرداء نے روزہ نہ افطار کرلیا۔ وہاں سے نہ ٹلے۔ ابوالدرداء رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا۔ سلمان تم سے زیادہ عالم ہیں۔ اعتدال کے ساتھ عبادت کرو۔

(مناقب)

حضرت سلمان رضؓ کو زہد، عبادت، حلم و انکسار، اور اخلاق حسنہ کی وجہ سے وہ درجہ حاصل تھا جو اکثر صحابہ کو حاصل نہ ہوا ہوگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت تین شخصوں یعنی حضرت علی، عمار، اور سلمان کی مشتاق ہے۔ (رضی اللہ عنہم) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سلمان کو رسول اللہ سے وہ قربت حاصل تھی کہ قریب تھا کہ ہم لوگوں پر غالب آجائیں۔ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سلمان کو آخر و اول کا علم حاصل ہے۔ وہ ایک ایسا دریا ہیں جو کبھی خشک نہیں ہو سکتا۔ وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا وظیفہ ساڑھے تین ہزار اور حضرت سلمان فارسی کا چار ہزار تھا۔ لوگوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ ان کو امیر المومنین کے بیٹے پر کیا فضیلت ہے جو ان کا وظیفہ زیادہ مقرر کیا گیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ سلمان جن جن لڑائیوں میں رسول اللہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ اُن میں ابن عمرؓ نہیں ہوئے +

(وفات)

حضرت سلمان فارسی کی وفات کا واقعہ بھی نہایت عجیب ہے جب انکی موت کا وقت آیا

تو اُنھوں نے اپنی بی بی سے کہا کہ جو چیز میں نے چھپا رکھی ہے ۔ اسکو اُٹھا لاؤ ۔ وہ مشک کی ایک تھیلی اُٹھا لائیں ۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے پیالے میں پانی منگوایا ۔ اور مشک کو اُسمیں حل کر دیا ۔ پھر بی بی سے فرمایا ۔ اِسکو میرے اِردگرد چھڑک دو ۔ کیونکہ میرے پاس ایک ایسی مخلوق آنے والی ہے جو خوشبو کو بہت پسند کرتی ہے ۔ اور کھانا نہیں کھاتی ۔ (ملائکہ) اور دروازہ بند کر کے تم یہاں سے چلی جاؤ ۔ اُن کی بی بی تعمیل حکم کر کے تھوڑی دیر تک باہر بیٹھی تھیں کہ اُنھوں نے ایک نہایت آہستہ آواز سُنی ۔ جا کر دیکھا تو اُنکا وصال ہو چکا تھا ۔

(البلاغ) عبد السلام ندوی

بزم فرید ۔ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فرید الدین گنجشکر کے ملفوظات اور مجالس کے حالات راحۃ القلوب کے نام سے فارسی میں جمع فرمائے تھے ۔ اِس کا اردو میں ملا محمد الواحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ و خطیب نے ترجمہ کیا ہے ۔ اور بزم فرید نام رکھا ہے ۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگلے زمانہ کے بزرگوں اور آجکل کے نام نہاد فقیروں میں کیا فرق ہے ۔ تو اسکو پڑھیئے ۔ نہایت سبق آموز ۔ مفید ۔ دلچسپ اور تسکین بخشنے والی کتاب ہے ۔ ضخامت ۱۱۶ صفحے قیمت صرف ۸ ؍ علاوہ محصول ڈاک وغیرہ ۔

وجدانی نشتر اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے جس میں اہل درد کے لیے راندۂ دنیا ۔ سوز و ساز ۔ سکون و اضطرار اور وجد و وصال کا ایک لازوال معانی خزانہ جمع کیا گیا ہے جس کی قدر و قیمت ملاحظہ کرنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے ۔ عربی ۔ فارسی اردو ۔ پنجابی ۔ ہندی سب بانوں کی چاشنی اسمیں موجود ہے ۔ ان زبانوں کے وہ اشعار اور قرآن شریف کی وہ آیتیں وجدانی نشتر میں درج ہیں جنکے سُننے یا پڑھنے سے اہل درد صاحب حال ۔ اور اہل اللہ بزرگوں پر حالت وجد طاری ہو گئی تھی ۔ قیمت ۸؍

حضرت داتا گنج بخش ۔ پنجاب کے سب سے پہلے اعظم الاسلام حضرت علی مخدوم ہجویری عرف داتا گنج بخش کے سبق آموز حالات جنکی ابتدا ۔۔۔ سے شروع ہوتی ہے ۔ لکھائی ۔ چھپائی اعلیٰ ہے قیمت باوجود ۱۶۸ صفحوں کی حجم کے صرف ۱۰ ؍

مینیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

۷۸۶

گلدستۂ فراق

آئیں نہ کیونکر وہاں کے جن و بشر اجمیر میں ہے اللہ اللہ عرس کی کیا کر و فر اجمیر میں
آسودہ ہے شبیر کا لختِ جگر اجمیر میں شانِ خدا اسواسطے ہے جلوہ گر اجمیر میں
اللہ کی سرکار کا ہے تار گھر اجمیر میں عرش بریں کی ملتی ہے ہر دم خبر اجمیر میں
دھوتی ہیں حوریں خلد کی درگاہ عالیجاہ کو دیتے ہیں جھاڑو آنکر شمس و قمر اجمیر میں
یہ رنگ وحدت دیکھنا تاثیر الفت دیکھنا ہندو مسلماں رہتے ہیں شیر و شکر اجمیر میں
دو سال سے محروم ہوں اسواسطے مغموم ہوں پہنچا مجھے مجکو اے خدا تو جلد تر اجمیر میں
آداب میرا عرض کر خواجہ کی تو درگاہ پر بادِ صبا تیرا گزر ہوئے اگر اجمیر میں
اسلام کا ڈنکا بجا اسلام پھیلا جا بجا خواجہ کے ڈیرے پڑگئے جب آنکر اجمیر میں
تو پوچھ اپنی عقل سے ممکن بھی ہے جائز بھی ہے تشریف فرما ہوں اگر خیر البشر اجمیر میں
خواجہ کرم فرماتے ہیں خواجہ کو زندہ پاتے ہیں جس وقت حاضر ہوتے ہیں اہلِ نظر اجمیر میں
میں نے سنی ہے یہ صدا کانوں سے دل کے بارہا پڑھتے ہیں کلمہ خواجہ کا سنگ و شجر اجمیر میں
جبرئیل و میکائیل کو جو عمر بھر تعلیم دے رونق فزا ہے دین کا وہ راہبر اجمیر میں
جسدن سے خواجہ آئے ہیں انوار سے چھائے ہیں سب بن گئے ہیں نور کے دیوار و در اجمیر میں

باندھو فراق اپنی کمر دل سے رہا ہے یہ خبر
حاصل تمہیں ہوجائیگی فتح و ظفر اجمیر میں

ماہ رجب کی برکتیں اور فضیلتیں حدیث سے ثابت ہیں۔ حضور پرنور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ اللّٰھم بارک لنا فی رجب و شعبان وبلغنا الی شہر رمضان۔ اے اللہ تو رجب اور شعبان میں ہم لوگوں کو برکت دے۔ اور رمضان تک پہنچا۔ معراج آپ کو اسی مہینہ میں ہوئی

جسکا خلاصہ فراق دہلوی اس طرح عرض کرتا ہے ؎

ملے بالمشافہ خدا سے رسولؐ　　　تفاوت نہ کچھ درمیاں رہگیا

آج اسے تیرہ سو چونتیس برس سے بھی زیادہ زمانہ ہولیا۔ مگر حجاز کے مسلمانوں میں معراج کی خوشی اب تک منائی جاتی ہے۔ رجب کا چاند کیا دکھائی دیتا ہے۔ گویا میخانے کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ مکہ۔ مدینہ میں دہوم مچ جاتی ہے۔ مبارک سلامت ہونے لگتی ہے۔ سوکھے پہاڑ اور صحرائے عرب کی گرم ریت پر ڈیرے ڈالنے والی قومیں اور قبیلے اپنے اونٹ اور سانڈنیوں پر محمل اور کجاوے کس لیتے ہیں۔ اور رسول اُمّی کی روح پر درود اور سلام پڑہتے ہوئے مدینے کو چل دیتے ہیں۔ رجبی شریف کے موقع پر مدینہ طیبہ کے اندر زائر اور عاشقوں کا اسقدر ہجوم ہوجاتا ہے کہ حج کا موسم یاد آنے لگتا ہے۔ بڑی چہل پہل بڑی دہوم دہام بڑی رونق ہوتی ہے۔ اسی مہینہ میں سیدنا خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کو معراج الوصال حاصل ہوئی ہے۔ کیا ہندو کیا مسلمان جنکے دلمیں خواجہ کی لگن لگی ہوتی ہے وہ سال بھر کا ایک ایک دن گن گن کر کاٹتے ہیں۔ اور جب کے چاند کا عید کے چاند کی طرح انتظار کرتے ہیں ہلال دکھائی دیا اور کھلبلی پڑی۔ وہ غریب جنہیں تن ڈہانکنے کو چیتھڑا اور پیٹ بھرنے کو روٹی کا ایک ٹکڑا نہیں جڑتا ہے۔ اجمیر کو چلدیتے ہیں۔ حضرت خواجہ کا تصرف کہیئے یا انگریزی حکومت کی مہربانی سمجھیئے ریلوے کمپنی بھی عرس کے لیئے ریل کا کرایہ کم کردیتی ہے اور سو کی جگہ ہزاروں اور ہزاروں کے بدلے لاکھوں آدمی اجمیر پہنچتے ہیں۔ جسوقت ریل نہ تھی اور راستہ چلنے میں قزاق ڈاکو۔ چوروں کے ہاتھ سے جانیں جاتی تہیں۔ اُسوقت بھی اجمیر شریف کی حاضری کا لوگوں کو یہی ذوق شوق تہا۔ مہینوں پہلے چلتے تھے۔ برسات کی تکلیفیں۔ گرمی سردی کی مصیبتیں۔ دکھہ درد اُٹھاتے تھے مگر زائر اجمیر میں داخل ہوتے تھے۔ خواجہ کو خدا اور رسولؐ کی درگاہ سے ایک ابدی زندگی حاصل ہوئی ہے۔ خواجہ سچ مچ زندہ ہیں اور ہندوستان کے شاہنشاہ ہیں۔ خواجہ کے آستانہ پر ہندو راجہ اور مسلمان

بادشاہوں نے ہمیشہ سر جھکائے ہیں۔ اور انگریزی سلطنت کے فرماں روا بھی خواجہ کی زیارت
کے لئے اجمیر آتے ہیں۔ آپکے اوصاف سات سو برس سے برابر کتابوں میں لکھے جاتے ہیں
مگر اب تک درحقیقت ایک شمہ بھی نہیں لکھا گیا۔ ستر برس تک خواجہ دن رات بالکل نہیں سوئے
ہیں۔ اور صبح کے وضو سے عشاء کی نماز ادا کی۔ ایک قرآن دن بھر میں اور ایک قرآن رات بھر
میں ہمیشہ ختم فرما لیتے تھے۔ ہمیشہ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اور ساتویں دن خواجہ قطب الدین
بختیار کاکی اوشی چشتی (رحمۃ اللہ علیہ) سے فرماتے کہ آج ہم کچھ کھانا کھائینگے مگر بھائی احتیاط
کرنا۔ مقدار معمول سے زیادہ نہ ہوجائے۔ حضرت قطب صاحب افطار سے تھوڑی دیر پہلے جَو
کی ایک خشک روٹی حضور کے سامنے لاکر رکھتے۔ اور اُسمیں سے ایک ٹکڑا توڑ کر ایک تولہ ساڑھے
دس ماشہ کانٹے میں ایسا ٹھیک تولتے جس طرح کوئی صراف سونا تولتا ہے۔ پھر اُس
ایک تولہ ساڑھے دس ماشہ جَو کی روٹی کو پانی میں بھگو دیتے۔ جب مغرب کی اذان ہوتی
تو خواجہ اُسے نوش فرما لیتے۔ اور اسیطرح پھر ساتویں دن کھانے کی نوبت آتی۔ ایک دن
حضور کے پاس ایک بڑھیا آکر فریاد کرنے لگی۔ اے خواجہ تیرے راج میں یہ اندھیر۔ اس
بندی کے بچے کو حاکم نے بے قصور پھانسی پر چڑھا دیا۔ اب میں کیا کروں۔ حضور نے کچھ
جواب نہ دیا۔ اور وضو کرکے ہاتھ میں عصا لے بڑھیا کے ساتھ ہولیئے۔ بڑھیا آپکو مقتل میں
لے گئی۔ آپنے اور آپکے ساتھیوں نے دیکھا کہ ایک نوجوان نونہال کی لاش بیجان پھانسی
پر لٹک رہی ہے۔ اور حسرت و بیکسی اُسکے سرہانے کھڑی آٹھ آٹھ آنسو رو رہی ہے۔ نوجوان
کے حُسن و جمال کو دیکھکر سب کو رونا آگیا۔ خواجہ نے اپنا عصا اُٹھا کر لاش سے کہا۔ اے اللہ
کے بندے اگر تو بے گناہ مارا گیا ہے تو خدا کے حکم سے زندہ ہوجا۔ اور دار پر سے اُتر آ
اتنا فرماتے ہی ریشم کا پھندا ٹوٹ گیا۔ نوجوان دھڑام سے نیچے گرا۔ اور کلمہ پڑھکر اُٹھ کھڑا ہوا

---

۵۱ و ۵۲ مناسب ہو جو مضمون نگار صاحبان ایسے واقعات بیان کرتے وقت ان کتابوں کا بھی حوالہ دیدیا
کریں جنسے وہ اخذ کیے جائیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ کتابیں مستند ہوں ۱۲ ایڈیٹر

اور دونوں ماں بیٹے حضور کا شکر کرتے ہوئے اپنے گھر گئے۔ جیپال جوگی اور پرتھی راج کے مقابلہ میں جو کرامتیں حضور سے ظاہر ہوئی ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں سے کم نہیں ہیں +

میرے دوستو! اس زہد و تقوے اور اس اعجاز مسیحائی پر اگر خواجہ نبوت کا دعوے کرتے تو میں اس دور کے تجربہ کے لحاظ سے کہہ سکتا ہوں کہ خواجہ کا دعوے ضرور پھولتا پھلتا۔ اور آج آٹھ سو برس میں ہندوستان سے لیکر افغانستان تک خواجہ کی اُمت کے سوا اور کوئی قوم مسلمانوں میں نہ دکھائی دیتی۔ لوگ کہتے۔ آخر ابراہیم۔ اسمٰعیل علیہم السلام کی اولاد ہیں۔ شیر خدا کے پوتے۔ اور محمد رسول اللہ کے نواسے ہیں مگر قربان خواجہ تیرے سچ کے۔ تو نے اپنے تئیں محمد رسول اللہ کا غلام ہی سمجھا۔ اور ادب کے دائرے سے قدم نہیں نکالا۔ یہ اُسی عاجزی اور نیازمندی کا پھل ہے کہ تجھے بقائے دوام حاصل ہو گئی ہے۔ دنیا تیرے گُن گا رہی ہے۔ ملکوں ملکوں میں تیرے نام کی دوہائی دیجاتی ہے۔ موسم اور بے موسم رات اور دن بلا ناغہ نئے حاجتی نئے امیدوار نئے مشتاق۔ نئے عاشق تیرے دروازے پر حاضر ہوتے ہیں۔ تیری خانقاہ کی تیاری پر قیصر و کسرے کو رشک ہے۔ تیرے مرقد کے غلاف بہشت کے حلہ جات ہیں۔ تیرے جھالرے میں سلسبیل کی سوت آملی ہے۔ خواجہ کی آنکھیں بڑی رسیلی اور متوالی تھیں۔ اسلیئے بہت کم کھُلتی تھیں۔ اور جب کھُلتی تھیں تو کافر کو مسلمان اور فاسق کو ولی بنادیتی تھیں۔ آپ کی باتیں بھی بڑی میٹھی تھیں جو سخن آپکے مُنہ سے نکلتا تھا۔ اُسمیں معرفت کے بھید ہوتے تھے۔ آپ ارشاد کرتے ہیں مرید ایک معشوق ہے اور مرشد ایک مشاطہ ہے۔ مشاطہ کے ہاتھ میں جتنا سلیقہ ہوگا اُتنا ہی وہ معشوق کو کنگھی چوٹی سے ٹھیک کریگا۔ آپ فرماتے ہیں۔ فقیر وہ ہے کہ جو کچھ خدا سے کہے۔ خدا کی درگاہ سے پالے اور اگر یہ رتبہ نہیں تو فقیر ہی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ سالک کے لیئے کم کھانا۔ کم سونا۔ کم بولنا ضرور ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ میں نے ایک

مدت تک کعبہ کا طواف کیا۔ مگر جب مجھے خدا کا وصال ہو گیا تو کعبہ میرے گرد طواف کرنے لگا۔ آپ فرماتے ہیں۔ اس دنیا میں مسلمانوں کے لیئے دو باتوں سے بڑھ کر اور کوئی بات نہیں۔ ایک یہ کہ فقیروں کی صحبت اختیار کرے۔ دوسرے اولیاء اللہ کی تعظیم بجالائے۔ آپ فرماتے ہیں۔ صوفی کے لیئے دس شرطیں لازم ہیں:۔

ایک مرشد کامل	چھٹے۔ پرہیزگاری
دوسرے حق کی طلب	ساتویں پابندی شریعت
تیسرے ادب	آٹھویں کم کھانا کم سونا
چوتھے رضا	نویں۔ گوشہ نشینی
پانچویں محبت	دسویں۔ نماز

خواجہ فرماتے ہیں۔ تصوف نہ رسوم ہے نہ علوم ہے۔ مگر اہل محبت نے صرف اتنا پتہ دیا ہے کہ تصوف تخلقوا باخلاق اللہ سے مراد ہے۔ صوفی اپنے تئیں مٹا کر اور فنا ہو کر خدا کے اخلاق قبول کرے +

خواجہ فرماتے ہیں۔ جس شخص نے اپنے لیئے کوئی ورد مقرر کر لیا ہو تو اسے ترک نہ کرے اگر کسی سبب سے ورد۔ دن میں ناغہ ہو تو رات کو ادا کرے۔ اور اگر رات میں ناغہ ہو تو دن میں پورا کرے۔ کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ تارک الورد ملعونٌ۔ یعنی اپنے معمول اور ورد کو چھوڑ دینے والا لعنتی ہے +

خواجہ کے عرس میں حاضر ہونا بڑی سعادت ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر برس دن میں ایک بار شہیدوں کی قبر پر ضرور تشریف لیجایا کرتے تھے۔ کان یاتی قبود الشھداء علی راس کل حول۔ عرس میں غافلوں کی طرح حاضر ہونا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ عرس تو عرس اگر آدمی غفلت کے ساتھ کعبہ کی زیارت کو جاتے تو بھی کچھ فائدہ نہ اٹھائے گا اسی لیئے شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہوں

کی طرح جح نہیں کیا۔ عرس کی فضیلتیں اور برکتیں ملفوظات میں تو بزرگوں نے لکھی ہی ہیں مگر ہم اور آپ اگر اپنی عقل پر نظر دیں تو اسکی ظاہری فلاسفی بھی ضرور کھل جائے گی۔ اور اس کے بہت سے فائدے معلوم ہوں گے۔

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

انرولی۔ روڈ گراں مدرسہ دادمند خاں مکان میر ظریف صاحب

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی چند تصنیفات

سفر نامہ مصر و شام و حجاز۔ اردو میں آج تک ایسی پر لطف عبارت اور عجیب معلومات کا سفرنامہ شائع نہیں ہوا۔ بلاد اسلامیہ کی بھی تصویریں۔ تیس عکسی فوٹو کے ساتھ قیمت تین روپے اور بغیر انکے عہر علاوہ محصول

روزنامچہ ہندوستان بمبئی کے قابل دید نظارے۔ مندر سومنات کی سیر۔ گجرات کاٹھیاواڑ کے اولیا کے مزارات آغا خانی و امام شاہی مخفی تحریکوں کا تذکرہ۔ قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول۔

اُردو دعائیں پیغمبری اشارہ سے نصف شب میں لکھی گئی تھیں۔ ہر مرد و عورت۔ چھوٹے بڑے کو حرز جان بنانی چاہئیں۔ قیمت ۴ر علاوہ محصول۔

تسخیر مہر و قہر یعنے اعمال حزب البحر جنہیں مؤلف ممدوح نے زمانہ سیاحت میں ہندوستان، مصر، بیت المقدس و دمشق۔ مراکو اور مدینہ منورہ کے مشائخ اور عاملوں سے حاصل کیا تھا بطرز تحریر لکھا۔ قیمت صرف ۸ر

غدر ۱۸۵۷ء کے افسانے۔ وہ واقعات جو بادشاہ اور انکے خاندان کو پیش آئے۔ پڑھکر بے چین ہو جائیے گا۔ قیمت صرف ۴ر

رسول کی عیدی۔ امت کے بچوں کیلئے نہایت مفید اور کام کی چیز ہے قیمت ۲ر

سترھویں نامہ۔ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی لائف اور سترھویں شریف کے حالات قیمت ۳ر

اسلام کا انجام۔ المستقبل الاسلام مصنفہ شیخ المشائخ مصر کا اردو ترجمہ۔ فلسفیانہ استدلال قیمت ۴ر

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب ہوئیے

۱۲۵

شرافتِ انسانی

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابنِ فلاں چیزے نیست

کائنات ارضی کی بہترین پیداوار وہ خاکی نشاد پتلا ہے جسکے قالب میں لقد کرمنا بنی آدم کی زندہ روح موجود ہے۔ دستِ قدرت کی اعلےٰ فیاضی وہ مخلوق ہے جسکے سر اقدس پر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔ کا تاج رکھا گیا ہے۔ نظم و نسق کرۂ ارضی کی غیر محدود قوتیں اُس عقل میں ودیعت رکھی گئی ہیں جسے خلیفۃ اللہ فی الارض قرار دے کر اور عقلِ کل کا خوشہ چیں بنا کر عالم میں بھیجا گیا ہے۔ انسان کی شرافت اسکی صنفی نوعیت سے لازم ملزوم ہے۔ انسانیت شرافت ہے۔ اور شرافت انسانیت۔ شرافت انسانی کا معیار اُس سے باہر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ جسقدر انسانیت کامل ہے اتنی ہی شرافت کامل۔ اگر انسانیت کے مفہوم پر غور کر لیا جائے تو افرادِ انسانی کی عزت کا مسئلہ منقح اور مشرح ہوجاتا ہے انسانیت الوہیت کا ظلِ اول ہے۔ آدمیت عبدیت کاملہ کا نام ہے۔ مگر انسانیت کے اخلاق کا ظہور خارجی اور بیرونی تاثیرات سے مختلف ہوگیا ہے جسے قرآن حکیم ثم رددنٰہ اسفل سافلین سے تعبیر کرتا ہے۔ انسانیت کا وہ حصۂ مشترک جس پر اسکی نوعی سعادت کا انحصار ہے اُسکی عزت کا کفیل ہے۔ مگر ملکی۔ قومی تعلیمی اور سوسائٹی کے خارجی آثار اُسکی فطری شرافت اور صلاح و عزت کو تہ خاک کر دیتے ہیں۔ اور وہ مضمر قوتیں دبی کی دبی رہجاتی ہیں جنہیں تہذیب اور اخلاق کہا جاتا ہے۔ اسی محک پر مسئلہ شرافۃ الانسان کی جانچ کی جائے تو انسان کی شرافت فطرۃ اللہ قرار پاتی ہے جسپر وہ مخلوق ہوا۔ اور وہ دین قیم (اسلام) جو فطرت مسلمہ شرافت مجسم ہے۔ اور جسقدر فطرت مسلمہ سے دوری ہوگی اُسیقدر عزت اور شرافت میں کمی۔

اختلاف اقوام

انسان جبتک اپنی سادہ فطرت یا دینِ الٰہی پر قائم رہا۔ تو شریفوں کا ایک شریف تھا لیکن جسپر مختلف ممالک کی آب و ہوا نے اثر انداز ہو کر اُسکی صورت اور سیرت میں اختلافات پیدا کئے تو ان ملکی اختلافات سے بھی ایک فطرت ثانیہ پیدا ہو گئی۔ جسکے رو سے اُسکی بدنی ساخت۔ دماغی احساسات۔ قلبی جذبات میں اختلافات کا ظہور ہوا۔ چینی۔ ہندی۔ منگولین افغانی۔ عربی وغیرہ اقوام کی بدنی ترکیب اور اندرونی قوٰی کے اختلافات اُن ممالک کی تاثیرات کے ماتحت ہیں۔ پھر بھی کسی صورت میں فطرت مسلمہ کے عالمگیر اثر سے اقوام عالم کی فطرت ثانیہ متصادم اور متناقض نہ تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تعلیم و سوسائٹی کے بیرونی اثرات نے اُسے اُبھرنے کا موقع نہ دیا ہو یا کم دیا ہو۔ اس لحاظ سے ایک مسلم چینی ایک مسلم عربی سے ذاتی شرافت میں دوش بدوش ہے۔ اگر دونوں اپنی اصلی فطرت پر قائم ہیں +

نسبی تفاخر

مسلم فطرت کو جو خارجی اثرات تباہ کر دیتے ہیں۔ اُن میں سب سے بڑا مُہلک مرض جہل مرکب ہے جسے غرور کہئیے یا قوت ابلیسی کا ظہور سمجھئیے۔ انسان غلط فہمی یا حقیقت ناشناسی سے اپنے میں کچھ ایسے فضائل ماننے لگتا ہے۔ جنسے وہ حقیقتاً خالی ہوتا ہے۔ یہ صرف اُسکا علمی دھوکا اور شیطانی مغالطہ ہے۔ انسان عارضی اور نمائشی حالات سے فریب میں آجاتا ہے۔ وہ اسلاف کی سلطنت کا خواب اپنے افلاس اور تنگدستی میں بھی دیکھتا ہے۔ وہ مورثوں کی روحانیت اور کمالات ذاتی کو اپنی بدمذہبی اور جہالت میں بھی دائر و سائر خیال کرتا ہے اُسکی عزت پسندی اور جاہ طلبی نہ صرف خود اُسکو مغالطہ دیتی ہے بلکہ وہ اپنے دیگر ابنائے جنس کو بھی غلطی میں ڈالنے کا مرتکب ہوتا ہے۔ بعثت حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ)

سے قبل اعراب جاہلیت جو کمالات علمی اور اخلاقی سے خالی مگر بلحاظ استعداد فطری تمام کمالات کے لیئے تیار تھے۔ ابراہیمی اور اسماعیلی نسب پر خاص طور سے متفاخر تھے اسیطرح یہود کو اسرائیلی نسبت پر ناز تھا قرآن کریم نے جو انسانی غلط فہمیاں دور کرنے کا ذمہ دار تھا بلند آہنگی سے اعلان کیا۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ (سورہ مومنون ع ۶ پ ۱۸) پھر آنحضور نے فرمایا (من ابطاء به عمله لم یسرع به نسبه انظر الی ابن آدم قابیل و ابن نوح کنعان هل نفعهما نسبهما) مشکوٰۃ شریف کتاب التعلیم۔ حضور انور کے ارشادات ذیل بھی قابل ملاحظہ ہیں۔ (یہ آئیں اسواسطے نہیں ہیں کہ تم اوروں کو برا کہو تم سب آدمی ایک آدم کی اولاد ہو۔ کمی اور نقصان میں ایک دوسرے کے برابر ہو بجز پرہیزگاری کے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں (مشکوٰۃ شریف) جو لوگ اپنے مرے ہوئے باپ دادوں پر فخر کرتے ہیں انہیں اس سے باز رہنا چاہیئے۔ وہ دوزخ میں جل بھنکر کوئلہ ہو گئے۔ اگر یہ لوگ فخر کرینگے تو خدا انکو نجاست کے کیڑے سے زیادہ ذلیل سمجھیگا۔ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ایہا الفاخر جهلاً بالنسب * انما الناس لام و لاب * هل تراهم خلقوا من فضة * ام حدید ام نحاس ام ذهب * انما الفخر لعقل ثابت * وحیاء وعفاف وادب

تمام رمز شناسان حقیقت کا ہر قوم و ہر ملک میں یہی مسلک رہا کہ نسبی تفاخر شیطانی عمل ہے۔ اور نفس کا فریب و اغواء اس نمائش کا سرچشمہ ہے۔ اگر نسبی مفاخر کی تحلیل کیجائے تو آخر میں انتہا ذاتی شرافت پر ہوتی ہے۔ عرب کیوں شریف ہیں؟ اس لیئے کہ ابراہیمی اور اسماعیلی خون ان میں موجود تھا۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کیوں اشرف ہیں؟ اس واسطے کہ وہ کمالات روحانیت کے مرکز تھے۔ یہود کا فخر و ناز بھی اسی اصول کے ماتحت تھا۔ اسی طرح آج سادات و شیوخ و بزرگ زادگان قوم کے مفاخر نسبی اسی اصول کے نیچے مندرج ہیں جسکا سبب یہ ہے کہ خاص خاص حالات میں۔ آباؤ اجداد کے ملکات اخلاقی کا رنگ وراثۃً یا تعلیماً اولاد میں بھی

ساری ہوتا ہے۔ گو بہتیری صورتیں اسکے مخالف بھی دیکھی گئی ہے۔ اسلیئے شرافت نفس کا عام فلسفہ تقوےٰ ہی ہے جسے قرآن کریم نے ان الفاظ میں ظاہر فرمایا ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔

کفو کا لحاظ اسلام میں

مگر اس سے بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ معاشرتی ضروریات کی بنیاد پر اسلام میں ایک واجب اور مناسب حد پر کفو کا لحاظ کیا گیا۔ اگرچہ اسلام نے جو اسکے جھنڈے کے نیچے آگیا۔ مذہبی حیثیت سے سب کو ایک سطح پر رکھا اور کوئی مذہبی امتیاز قائم نہیں کیا۔ اور یہی اسکی بے نظیر رو۔ اور حیرت خیز اشاعت کا راز تھا۔ لیکن تدبیر منزل کی معاشرانہ ضروریات کی بنا بر آنحضورؐ نے یہ حکم بھی دیا۔ لا تنکحوا النساء الا من الاکفاء۔ نہ کرو نکاح عورتوں کا مگر برابر والوں سے (سنن دارقطنی و سنن بیہقی) پھر کفو کی صراحت بھی کردی۔ العرب بعضهم اکفاء لبعض قبیلۃ بقبیلۃ و رجل برجل والموالی بعضها اکفاء لبعض قبیلۃ بقبیلۃ و رجل برجل الا حائک او حجام۔ (رواہ الحاکم) ترجمہ عرب باہم ایک دوسرے کے برابر ہیں۔ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے ایک مرد دوسرے مرد سے اور انکے سردار بھی برابر ہیں ایک دوسرے کے مگر جولاہے اور حجام۔

کفو کی فلاسفی یہ تھی کہ ایک عورت جو معزز قریشی خاندان کی ہے اگر اسکا عقد کسی غلام یا حجام یا جولاہے سے کردیا جاتا تو شوہر کی عزت اسکے دل میں ہونا مشکل تھی اور اس استخفاف کے نتائج معاشرتی حالات کے لیئے تلخ اور ناخوشگوار ہوتے۔ جیسا کہ حضرت زینبؓ کے نکاح میں پیش آیا۔ وہ زید کو آنحضورؐ کا آزاد کردہ غلام سمجھکر ہمیشہ ذلت کی نظر سے دیکھتی رہیں اور باہم اَن بَن قائم رہی۔ اسلیئے صاحبان صنائع خسیسہ صنائع شریفہ کے مقابلہ میں کفاءت کے لحاظ سے ادنےٰ قرار دیئے گئے۔ اور اسی اصول پر فقہائے اسلام نے بھی کفو کو نکاح میں ایک معتبر چیز خیال کیا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں۔ الکفاءۃ فی النکاح معتبرۃ۔ برابری

نکاح میں معتبر ہے۔ یہ بھی اصول فسخ قرار دیا کہ اذا زوجت المراۃ نفسہا من غیر کفو فلاولیاان یفرقو بینہما۔ اگر کوئی عورت اپنا نکاح غیر کفو سے کرے تو ولی اُس نکاح کو فسخ کروا سکتے ہیں۔

کفاءت اور مساوات صنائع اور مال اور دین میں فقہائے اسلام نے قرار دی جو بذاتِ خود مسلمان ہوا ہو اُسے اُسکے برابر نہیں سمجھا جاتا جسکا باپ مسلمان ہوا ہو اور جس کا باپ مسلمان ہوا ہو وہ اُسکے برابر نہیں سمجھا جاتا جسکا دادا مسلمان ہوا ہو۔

مگر غور طلب یہ امر ہے کہ اسلام میں یہ کفاءت باپ کی طرف سے لیجاتی ہے یا ماں کی طرف سے۔ اسلام کے مشہور واقعات کافی شہادت ہیں کہ تمام عربوں میں شروع سے آجتک نسب کا اعتبار باپ کی طرف سے کیا گیا ہے۔ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ عورتوں کا نکاح غیر کفو سے نہ کرو۔ حدیث میں اسکی روک نہیں کی گئی کہ مردوں کا بھی نکاح غیر کفو سے نہ کیا جائے۔ اِسی اصول کی بنیاد پر وہ حسینی سادات جو حضرت شہربانو کی اولاد کہے جاتے ہیں۔ دیگر سادات کے ہم رتبہ سمجھے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی والدہ بھی ایک جاریہ تھیں۔ اکثر ائمہ اہل بیت ام ولد تھے اور نسب میں قریشیوں کے ہم پلہ۔ فتوحات اسلام کے زمانہ میں اکثر مجاہدین نے رومی۔ شامی۔ مصری اور مجوسی عورات سے تعلقات مناکحت پیدا کئے۔ انہیں کی اولاد تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی۔ اور وہ نسب میں خالص عربی خون کے مساوی خیال کیئے گئے یہی رواج آج بھی عرب۔ روم۔ شام۔ ایران۔ کابل مصر اور مراکش وغیرہ میں موجود ہے۔ لیکن بدقسمتی سے جب مسلمان ہندوستان میں بحیثیت فاتح داخل ہوئے تو ان مسلمانوں میں عربوں کا سا انجذاب نہ تھا کہ اپنا تمدن اپنی معاشرت اپنی زبان اپنے مذہب سے مفتوحہ اقوام کو متاثر کردیتے اور خود اُنسے بہت کم اثر لیتے۔ ہندوستان کے فاتحین محض سپاہی تھے۔ اُن کا خود کوئی تمدن نہ تھا۔ نہ اسلام کی عربی روح اُن میں موجود تھی یہ اہل ہند سے شیر اور شکر تو ہوئے۔ لیکن بجائے انجذاب کے خود بہت جذب ہوگئے۔ ہندی

معاشرت نے اُنکی قدیم اور سادہ خصوصیات کو مٹا دیا اور ہندوانہ رسم و رواج ان میں
سرایت کر گیا۔ جو مراسم اُنکو ہندو سے ہاتھ آئے۔ اُن میں سے ایک نسب کی بھی جکڑ
بندی تھی۔ ہنود میں یہ مذہبی تقسیم تھی کہ ہندوستان کی چار ذاتیں ہیں۔ برہمن چھتری
ویش۔ شودر۔ مسلمانوں نے بھی اسلامی سانچہ میں اس تقسیم کو ڈھال دیا۔ اور ان چار
ذاتوں کے مقابلہ میں سید شیخ۔ مغل۔ پٹھان سمجھے گئے۔ حالانکہ شیخ اور سید ملکی تقسیم
اور احادیث رسولؐ کے مطابق ایک قوم ہیں۔ مغل اور پٹھان بیشک ملکی تقسیم کے رو سے
دو مختلف اقوام ہیں۔ ہندوستان میں پٹھان اور مغل ہندوستان کے بادشاہ تھے
اُنکے زمانہ حکومت میں بعض عربی قبائل بھی ترکستان و ایران و افغانستان و بلوچستان
ہوتے ہوئے ہند میں آبسے۔ لیکن ملک کے عالمگیر اثر سے وہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہے
اُنکے مورثوں نے عورات کی جانب سے نسب کا اعتبار نہیں کیا تھا۔ مگر یہ ہندو رواج کے
مطابق عورات کی طرف سے نسب کا اعتبار کرنے لگے اور اس طرح اسلام کا وسیع دائرہ
تنگ ہو گیا۔ یہ قیود معزز خاندانوں کے زمانۂ تمول میں کچھ عرصہ تک قائم رہیں۔ مگر جب دولت
اور ثروت رخصت ہوئی تو رفتہ رفتہ ضروریات نے اس بندھن کو ڈھیلا کیا۔ غیر نجی خاندانوں
سے تعلقات مناکحت قائم ہوئے۔ جن کے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔ یہ خاندان نام نہاد سادات
اور شیوخ تھے صرف زبانی ادعا اُنکو شریف ثابت کرنیکے لیئے کافی تھا۔ اُن میں عربی اور
قریشی خاندانوں کی سی نہ احتیاط تھی نہ ان میں وہ عربوں کا علم الانساب تھا۔ جس کے
واسطے وہ مخصوص تھے۔ یہاں تک کہ بہتیرے خاندانوں میں عہد قدیم کے قبچے بھی موجود
نہیں۔ اور اسوقت بھی نوخیز اور نو دولت اپنے کو سید السادات اور شیخ الشیوخ ثابت
کرنیکے لیئے ایک فرضی شجرہ تیار کر لیتا ہے یا کسی مشہور بزرگ کی طرف اپنے کو منسوب
کر دیتا ہے۔ ہندوستان میں نسبی عزت کا اول تو معیار ہی غلط تھا۔ اور نہایت افسوس ہے
کہ وہ بھی جہالت۔ بداخلاقی۔ افلاس اور غربت کے ہاتھوں پستی میں آگیا۔ ہندوستان

میں عربی نسلیں کیونکر خالص رہ سکتی تھیں۔ جبکہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں صرف دو خاندان شریف مکہ اور شریف مدینہ اور کلید برداران حرم قدیم عربی شرافت کے مطابق خالص النسل باقی ہیں ورنہ سارا حجاز مخلوط النسل ہوگیا ہے جسکے بغیر چارہ ہی نہ تھا۔ ہندوستان کے بعض قصباتی خاندانوں میں اب تک وہی قدیم اینٹھن باقی ہے مگر عمل پر اسکا کوئی اثر نہیں صرف شرافت کے لمبے چوڑے دعوے ہیں۔ عملاً دیکھئے تو تعلقاتِ مناکحت بیرونی خاندانوں سے قائم ہوکر اُنکے قرار داد اصول کو توڑ چکے ہیں۔ زمانہ کی طاقت کا دنیا کی کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ شیخوں کی شیخی میر صاحبوں کی سیادت عرصہ ہوا ختم ہوگئی۔ اور اگر کہیں باقی ہے تو اُس ہندوانہ اصول کے مطابق قائم رہنے والی نہیں۔ اس لیئے کفاءت نسبی کے ہندوانہ قیود کو شرعی اور عقلی اصول کے تحت میں لاکر باضابطہ طور سے اٹھا دینا چاہیئے+

موجودہ زمانہ میں شرافت نسبی کا کیا معیار ہونا چاہیئے

(۱) کسی شہر یا قصبہ میں عام شہرت ہو کہ باپ کی طرف سے ممبران خاندان معزز اور کسی ایسے مشہور مورث کی طرف منسوب ہیں جو اخلاقی یا علمی دنیا میں معزز رہا ہو+

(۲) چند پشتیں اسی علمی اور اخلاقی عزت کے ساتھ گزری ہوں+

(۳) نسلوں میں حرام کی آمیزش نہ ہوئی ہو+

(۴) لڑکے اور لڑکی کے موجودہ اخلاق اور مذہب میں کوئی نقص نہو+

(۵) بلحاظ پیشہ باہم مساوات ہو+

(۶) آبائی مورثوں میں کوئی شخص ایسا نہ گزرا ہو جسکا پیشہ کمینہ پیشہ ہو مثلاً دباغی۔ نوربافی۔ حجامی۔ غلامی وغیرہ+

یہ خاکہ نسبی شرافت کا اسلامی خاکہ ہے۔ جو ہمارے عربی مورثوں نے اختیار کیا تھا اور جسے عقل سلیم اور ضروریات معاشرت کی بنیاد پر حقائق شناسان اسلام و فقہائے ملت نے تجویز کیا تھا۔ اسکے علاوہ جو

روح کی تعریف

تصوف کے نقطہ نگاہ سے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ
فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ
كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ
یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ
مِنَ الْعَالِیْنَ ۝ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ
قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ۝ وَّاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْۤ اِلٰى یَوْمِ الدِّیْنِ ۝
قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ۝ اِلٰى یَوْمِ
الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۝ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ
الْمُخْلَصِیْنَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ ؗ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ
تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ
الْمُتَكَلِّفِیْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ

(اے پیغمبر! فرشتوں کی وہ بحث باہمی یہ تھی کہ) تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہوں تو جب میں اُسکو پورا کر لوں اور اپنی روح اسمیں پھونک دوں تو تم اُسکے آگے سجدے میں گر پڑنا۔ چنانچہ سب ہی فرشتوں نے سجدہ کیا۔ مگر (ایک) ابلیس نے کہ شیخی میں آگیا۔ اور نافرمان بن بیٹھا۔ خدا نے (ابلیس سے) پوچھا کہ اے ابلیس جس چیز کو ہمنے اپنے ہاتھوں سے بنایا اُسکو سجدہ کرنیسے کون سی چیز مانع ہوئی کیا تو شیخی میں آگیا یا تو (فی الواقع) بڑے لوگوں میں سے ہے (وہ) بولا اسکو

کیونکر سجدہ کروں) میں اس سے کہیں بہتر ہوں مجکو تو نے آگ سے بنایا۔ اور اسکو تونے مٹی سے بنایا۔ فرمایا تو یہاں سے نکل (باہر ہو) کہ تو (ہماری بارگاہ سے) راندہ بن گیا اور روز جزا تک تجھپر ہماری پھنکار (پڑی برسا کرے گی وہ) بولا تو اے میرے پروردگار مجکو اُس دن تک مہلت دے جبکہ (سب لوگ دوبارہ) اُٹھا کھڑے کیئے جاینگے۔ فرمایا (ہاں) تجکو اس دن تک کی مہلت ہی جس کا وقت (ہم ہی کو) معلوم ہے (وہ) بولا تو (مجھے بھی) تیری (ہی) عزت کی قسم ہے کہ ان (بنی آدم) میں جو تیرے خالص بندے ہیں اُنکو چھوڑکر اُن سب کو گمراہ کرکے رہوں توسہی فرمایا تو (ہم بھی) حق بات (کہے دیتے ہیں) اور ہم حق ہی کہا کرتے ہیں کہ ہم ہی تجہ سے اور جو تیری پیروی کریں ان سب سے جہنم کو بھر دینگے (اے پیغمبر! تم ان لوگوں سے) کہو کہ میں اس (تبلیغ رسالت پر) تم سے کچہ مزدوری تو مانگتا نہیں اور نہ مجکو تکلف کرنا آتا ہے یہ (قرآن جو میں تم کو سناتا ہوں) دنیا جہان کے لوگوں کے لیئے نصیحت ہی اور بس اور کچہ دنوں پیچھے تم (لوگوں) کو اسکی حقیقت معلوم ہوجائے گی۔ سورۂ ص ۳۸۔ پارہ۔ ۲۳۔ رکوع ۵ ۔

لفظ روح کئی معنوں میں آتا ہے انمیں ایک معنی زندگی کے ہیں جسکو جان کہتے ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے دودھ میں مکھن یا چنگاری میں آگ یا نباتات میں اُنکا ست۔ یہ روح ہر مرکب مادی اشیاء میں موجود رہتی ہے۔ جیسے اجرام فلکی جمادات۔ نباتات حیوانات اور انسان۔ کیونکہ بغیر اس روح کے کسی شئے کی نشوونما نہیں ہوتی اور نہ وہ باقی رہسکتی ہے۔ یہ ایک مرئی چیز ہے اور اطباء اسکو کیمیاوی ترکیب سے دیگر اجزا سے جدا کرسکتے ہیں۔ جیسے روح حیات یا روح جیون بوٹی۔ یا امرت دھارا وغیرہم۔ اس روح کو روح نامیہ کہتے ہیں۔ یہ روح معلوم شئے ہے۔ اور یہ وہ روح نہیں جو مسجود ملائک ہے۔ دوسری روح ایک بخار (اسٹیم) ہے جو قلب میں اخلاط سے پیدا ہوتی ہے اور مبدار شہوات نفسانی یہی روح ہے۔ جب یہ بخار قلب میں ہوتا ہے تو اسکو روح حیوانی کہتے ہیں۔ اور جب

جگر میں پہنچ جاتا ہے تو اسکو روح طبعی کہتے ہیں۔ اور جب دماغ میں آتا ہے تو اسکو روح نفسانی کہتے ہیں اور دیگر تمام قوائے ہاضمہ یا حواس وغیرہ انہیں ارواح سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس روح کو روح متحرکہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہی روح بمنزلہ سٹیم کے ہے اور بدن اس کا انجن ہے۔ اور ارادہ قلبی اس کا ڈرائیور ہے۔ اور قلب کے ارادہ سے بدن سکون اور حرکت کرتا ہے۔ یہ روح متحرکہ اور روح نامیہ ہر دو ناسوتی ہیں۔ اور عالم خلق سے ہیں۔ روح فرشتہ کو بھی کہتے ہیں جو خدا کی ایک مخلوق ہے جیسے کہ حیوان اور انسان خدا کے مخلوق ہیں وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۔ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۔ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ اور اے پیغمبر! قرآن میں مریم کا مذکور بھی لوگوں سے بیان کر کہ جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہوکر پورب رُخ ایک جگہ جا بیٹھیں اور لوگوں کی طرف سے پردہ کر لیا تو ہم نے اپنا فرشتہ انکی طرف بھیجا تو وہ اچھے خاصے آدمی کی شکل بنکر انکے روبرو آکھڑے ہوئے۔ ان آیات میں روح سے فرشتہ مراد ہے۔ روح ایک فرشتہ کا اسم علم بھی ہے يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ۝ جب کہ روح فرشتہ اور (اور) فرشتے (اسکے حضور میں) صف بستہ کھڑے ہوں گے کسی کے منہ سے بات تو نکلنے کی نہیں مگر جسکو (خدائے) رحمٰن اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہے +

جس طرح کہ روح نامیہ اور روح متحرکہ ناسوتی مخلوق ہے اسیطرح فرشتے ملکوتی ہیں ایک خدا کی وحی اور حکم کو بھی روح کہتے ہیں۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ خدا ہی اپنے حکم سے فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جس کی طرف چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) اس بات سے آگاہ کردو کہ ہمارے سوا اور کوئی معبود نہیں تو ہم سے ڈرتے رہو

آیت ہذا میں روح سے وحی مراد ہے۔

روح کے ایک معنی سے کلام اللہ (قرآن) بھی مراد ہے جیسا کہ مذکور ہے وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِىْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔ اور (اے پیغمبر) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے (دین) کی جان (یعنی یہ کتاب) تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان (کسکو کہتے ہیں) مگر ہم نے قرآن کو ایک نور بنادیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتے ہیں۔ اسکے ذریعہ سے دین کا رستہ دکھا دیتے ہیں اور (اے پیغمبر) اسمیں شک نہیں کہ تم (تو لوگوں کو) سیدھا ہی رستہ دکھاتے ہو۔
(سورۃ شوریٰ ۴۲ پارہ ۔ ۲۵ ۔ رکوع ۵)

کلام اللہ کو اسلیئے جان کہا گیا ہے کہ بغیر تلاوت کلام اللہ اور بغیر یاد الٰہی اور دعائے ماثورہ کے جو اکثر کلام اللہ سے ماخوذ ہیں۔ روح انسانی کی زندگی محال ہے۔ روح نامیہ اور روح متحرکہ عالم ناسوت سے ہیں اور اسکو تمام علما اور حکما جانتے ہیں۔ اور روح فرشتہ جو عالم ملکوت سے ہیں اسکو بھی اکثر لوگ جانتے ہیں اور کلام اللہ بھی معلوم چیز ہے تو وہ کونسی روح ہے۔ جس کی شناخت سے انبیاء اور رسل بھی لاچار ہیں۔ اور اگر انبیا کو اسکا علم تو تھا۔ مگر لوگوں پر ظاہر نہ فرمایا تو وہ روح کہاں سے آئی۔ اور وہ کس عالم سے ہے وہ روح انسانی ہے۔ وہ نہ عالم ناسوت سے ہے۔ اور نہ عالم ملکوت سے۔ وہ لاہوتی ہے و روح منفوخ ہے۔ وہی روح مسجود ملائک ہے۔ اسکی بابت اسقدر علم کافی ہے کہ وہ ایک امر ربی ہے۔ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ اور (اے پیغمبر) لوگ تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو (ان سے) کہدو کہ روح بھی میرے پروردگار کا ایک حکم ہے اور تم لوگوں کو (اسکا

الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے +

یہ روح عالمِ ناسوت میں ایک غریب اور مسافر ہے۔ یہاں زراعت اور تجارت کے لیے آئی ہے الدنیا مزرعة الاٰخرة اسکو بدن دیا گیا ہے جو روح نامیہ اور روح متحرکہ سے بنا ہوا ہے۔ بدن اور تن کی خواہش اور ہے اور روح انسانی کا تقاضا اور ہے تن سفلی ہے اور سفلہ ہے۔ روح علوی ہے اور عالی ہے تن اور روح میں ہمیشہ کشمکش رہتی ہے +

مثنوی

جاں یہ کہتی ہی کہ میں ہوں امر رب
میں مقید آب و گل کی ہوں گی کب

تن یہ کہتا ہی کہ میں ہوں آب و خاک
تو کہاں اور میں کہاں اے اصل پاک

پر نہ چھوڑوں گا تجھے اے نیک نام
تجھسے روشن ہی مرا خانہ تمام

قید تن سے جاں نہیں ہوتی رہا
تا کہ حاصل ہووے اس کو مدعا

کھینچتا ہے اسکو تن اپنی طرف
اس سبب سے جان کو ہوتا ہی شغف

اس تخالف کے سبب سے عاشقیں
دست دیا کو مارتے ہیں بزمیں

مولوی کا یہ کلام اے اہل دل
ہی اسی مضموں پہ بیشک مشتمل

روح مے بردت سوئے چرخ بریں
سوئے آب و گل شدی در اسفلیں

جسم بر خاک است و جاں بر لامکاں
لامکان ہست فوق وہم سالکاں

لامکانے نے کہ در وہم آیدت
ہر دمے در وے خیلے زائدت

از نیستاں چوں مرا ببریدہ اند
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

قدسیاں را عشق ہست و درد نیست
درد را جز آدمی در خورد نیست

اے خنک چشمے کہ آں گریان اوست
وے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

پس نہ مجرد روح کو انسان کہا جا سکتا ہے اور نہ تنہا تن و بدن پر انسان کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ روح انسانی اور قالب انسانی دونوں کا نام انسان ہے مگر افسوس یہ ہے

کہ اکثر لوگ روح نامیہ اور روح متحرکہ اور روح انسانی میں تمیز نہیں کرتے بغیر روح انسانی کے انسان حیوان مطلق ہوتا ہے اور بجز کھانے پینے اور دیگر خواہشات حیوانی کے اور کچھ کام نہ جانتا۔ عالم یا جاہل کامل یا ناقص۔ قادر یا عاجز۔ سخی یا بخیل مومن یا کافر روح انسانی کے اوصاف میں سے ہیں اور موٹا یا پتلا اور لمبا یا چھوٹا۔ اندھا یا بینا بدن کی صفتیں ہیں جو مخلوقات علوی ہیں۔ اور جو مخلوقات سفلی ہیں۔ اِن سب کا نمونہ انسان میں موجود ہے۔ اگر بدن یعنی قالب انسانی قوی اور زور آور اور تندرست اور توانا ہو اور روح انسانی کو مغلوب کرے تو انسان کا تمام کاروبار بجز تن پروری کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور ہمیشہ فسق و فجور میں لگا رہتا ہے جس سے انسان میں بداخلاق مثلاً کفر و شرک و نفاق و کبر و تعصب و غضب و جہل و تہوّر و حقد و حسد و حب دنیا و حب مال و الحاد و دہریت وغیرہم پیدا ہوتے ہیں۔ اور انسان حیوان مطلق بلکہ کافر مطلق ہو کر اپنے خالق کا عاصی اور نافرمان بنجاتا ہے۔ اور اگر روح انسانی کو غلبہ ہو اور اپنے قالب کو اعتدال پر رکھے تو اُس سے تقوے پیدا ہوتا ہے اور انسان میں نیک اخلاق مثلاً ایمان و اسلام۔ احسان و اخلاص و تواضع و غیرت و سخا و حیا و صبر و شکر و رضا و حکمت و شجاعت و عدالت و رفق و شفقت اور دیگر اوصاف فاضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ بدخلق کو شقی کہتے ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیگا اور نیک خلق کو سعید کہتے ہیں وہ ہمیشہ بہشت میں ہوگا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝ جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہونگے (اور) وہاں انکو چلانا و دہاڑنا لگا ہوگا (اور) جب تک آسمان و زمین (قائم) ہیں ہمیشہ (ہمیشہ) اسی میں رہیں گے۔ مگر اے پیغمبر! جسکو تمہارا پروردگار

(نجات دینا چاہے) بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور جو لوگ نیکبخت ہیں تو (وہ) بہشت میں ہونگے (اور) جب تک آسمان و زمین (قائم) ہیں (شروع سے) برابر اسمیں رہیں گے مگر جسکو خدا چاہے (سزا دیکر بدیر جنت میں داخل کرے یہ جنت خدا کا) عطیہ ہے جسکا کبھی خاتمہ ہی نہیں +

اگر زندگی رہی تو کسی دوسرے مقام پر یہ ظاہر کیا جاویگا کہ آیا سچ مچ انسان خدا[1] کا نمونہ اور خلیفہ ہے۔ اس موضوع پر اتنا لکھنا کافی ہو اگر درخانہ کس ہست اشارہ بس است

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ٥ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ٥ اے میرے پروردگار مجکو توفیق دے کہ میں نماز پڑھتا رہوں اور (نہ صرف مجکو بلکہ میری اولاد کو بھی) اور اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار جس دن (اعمال کا) حساب ہونے لگے مجکو اور میرے ماں باپ کو اور (سب) ایمان والوں کو بخش دیجیو +

(حاجی) محمد اللہ کاکاخیل اویسی (رئیس میاں گدی)

[1] اس عنوان سے بھی جناب حاجی صاحب نے ایک مضمون لکھ بھیجا ہے جو خطیب میں درج کیا گیا ہے + (ایڈیٹر)

خطیب

ہفتہ وار دینی و علمی رسالہ ہے

ظاہری و معنوی اعتبار سے ہندوستان بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتا
حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب اکثر اسی میں چھپتے
ہیں آپ نے اب تک نہ دیکھا ہو تو نمونہ مفت منگا کر دیکھئے +
باوجود غیر معمولی خوبیوں کے چندہ بہت کم یعنی سالانہ عہ
ششماہی عہ سہ ماہی ۱۲ر تاکہ غریب سے غریب شخص اس سے فائدہ
اٹھائے چونکہ کاغذ مہنگا ہو رہا ہے خطیب کے چندہ بڑھنے کا اندیشہ ہے
اسلئے آپ ابھی سے جلد جاری کرا لیں گے۔ اچھا ہوگا۔ منیجر خطیب

نمبر ۲

نفس امّارہ اور تقویٰ

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ

انسان کے اندر تین لطیفے ہیں ۔عقل ۔قلب ۔نفس ۔قلب ایک لطیفہ ربانی ہے ۔گو بظاہر صورت ایک گوشت کا لوتھڑا مخروطی شکل بائیں جانب سینے میں ہے مگر خداوند تعالیٰ نے اُسمیں لطائف و معارف رکھے ہیں ۔اس لیئے اُسکو تمام بدن میں بمنزلہ بادشاہ قرار دیا ہے ۔اور دوسرے دو لطیفوں کو اسکا وزیر بنایا ہے ۔

پس قلب کا کام علم ۔معرفت ۔عبادت ۔محبت اور کسی کام کا ارادہ و نیت ہے ۔

عقل کا کام ظاہری اور باطنی چیزوں کا اور بھلائی بُرائی اشیار کی دریافت کرنا جو آنکھ ۔کان ۔ناک حس سے نہیں معلوم ہوسکتی اُسکا محل دماغ ہے ۔

نفس کا کام خواہشات ۔لذات ۔ظاہری کھانا ۔پینا ۔پہننا وغیرہ ہے ۔اہلِ باطن کہتے ہیں اسکا محل زیر ناف ہے ۔

مانع عبادت نفس ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جو مجمع تمام بُرائیوں اور مخزن تمام خرابیوں کا ہے ۔اسکا تعلق خاص شیطان کے ساتھ ہے ۔

اِن تینوں کا کام بدون ایک دوسرے کے نہیں چلتا ۔فرق یہ ہے جس کی عقل قلب اور نفس پر غالب آتی ہے اُسکے تمام کام درست ہوتے ہیں ۔

اور جس کا نفس عقل اور قلب پر غالب ہوتا ہے اُسکے تمام کام بگڑتے ہیں ۔جس کا قلب دونوں پر غالب آیا ۔اگر خیر کی طرف متوجہ ہے تو کیا کہنا ۔اور اگر شر کی طرف ہو تو بڑی خرابی واقع ہوتی ۔

چونکہ اسکا بکھیڑا بہت ہے ۔اور اُسکی عداوت میں عقل اور نفس ہے ۔اور دونوں کے

لشکر جدا جدا۔ یعنی نفس کا لشکر خواہشات۔ لذات اور سب صفات مذمومہ تکبر۔ حرص بخل۔ نخوت۔ غرور۔ حسد وغیرہ اور شیطان +

اور عقل کا لشکر نیک۔ طہارت۔ صبر۔ رضا۔ تسلیم۔ توکل وغیرہ۔ اور فرشتہ ملہم پس دل دو لشکروں میں کبھی ادہر کبھی اُدہر مائل ہوتا رہتا ہے۔ اسیواسطے عوارضات یعنی پیش آنے والی باتیں جنکو خطرہ کہتے ہیں۔ تیروں کی بوچھاڑ یا یوں کہیئے اسکی بارش کی طرح برستی رہتی ہے۔ اور ہر دم ہزاروں خطرے آتے ہیں۔ پہر کبھی نفس اپنی خواہش طلب کرتا ہے۔ اور شیطان مددگار ہوتا ہے اور طرح طرح کے خیالات ناکارہ شہوت۔ غصہ تکبر ریا وغیرہ عجب عجب پیدا ہوتے ہیں +

اور کبھی عقل بہلائی۔ برائی۔ پنچ۔ اونچ چیزوں کا تبلاتی ہے۔ اور فرشتہ ملہم اُس کا ساتھ دیتا ہے۔ کبھی نصیحت اور کبھی ملامت سے سمجھاتا ہے +

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ بعض خطرے بطور امتحان یا اتمام حجت یا محض مہربانی اور عنایات رب سے ہوتے ہیں اور ایک تلاطم امواج پیش آتا ہے۔ غرض اسکی حفاظت اور ارادہ و نیت میں اُن افعال کی تمیز یہ ایک بڑا مجاہدہ ہے۔ اور اسکی خرابی اور درستی کی برسوں کیا عمر بھر بھی خبر نہیں ہوتی۔ نفس اور شیطان دہوکوں سے اپنا کام بنا لیتے ہیں اور انسان خواب غفلت سے آنکھ نہیں اُٹھاتا۔ اور یہ ظاہر ہے۔ ذرا سے خیال سے نیکی بُرائی ہو جاتی ہے اور ایک تصور بیہودہ سے ایمان کہویا جاتا ہے۔ اگر عبادت کرنے میں خود بینی آگئی۔ سب کیا کرایا اکارت۔ اگر کسی تکلیف و معصیت کی وجہ سے بےصبری اور کلمہ ناشکری یا بیہودہ کفر کا نکلا خوف کفر ہوا یا کافر بنا +

پس نفس امارہ جب عقل اور قلب پر غالب آتا ہے انسان کو ہلاک کر دیتا ہے پس جب انسان دیکھے۔ میری خواہشیں بڑہنے لگیں۔ خیال فاسدہ پیدا ہوئے۔ ممنوعات چیزوں کی لذت پر دل لگتا ہے۔ بھلی بُری چیز ہیں اور گناہ کی مضرت کا خیال نہیں آتا۔ سمجھ لے نفس امارہ غالب آگیا

غرض جبکہ عقل نفس اور قلب ان تینوں کا کام بدون ایک دوسرے کے نہیں چلتا اسلیے ہر وقت ان کی دیکھ بھال اور محافظت ضرور ہوئی - اور طریقہ محافظت د روک ٹوک بجز مقنن یعنی شارع کے نہیں معلوم ہوسکتا - اسلیئے اول شارع نے مطلع فرمایا - اعدی[۵۱] عدوك بين جنبيك - پھر اُسکے روکنے کا طریقہ بتایا - ولقد[۵۲] وصينا الذين اوتوا الكتب من قبلكم وايا كم ان اتقوا الله - معلوم ہوا کہ نفس کی نیاوتی و سرکشی تقوے سے دور ہوتی ہے - جب بندہ تقوےٰ اختیار کرتا ہے نفس اسکے قابو میں آجاتا ہے نیز وان[۵۳] تصبروا وتتقوا فذلك من عزم الامور سے معلوم ہوا کہ تقوےٰ بڑے کام کی چیز ہے - اس لیئے تقوے کے معنی اور اسکی تعریف بھی معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی ⁕

پس اول معنی معلوم کرو - تقوےٰ وقایہ سے نکلا ہے - اسکے معنی نگہداشتن اور شرع شریف میں شرک اور جمیع انواع گناہوں سے باز رہنا اور شبہات سے بچنا کہلاتا ہے اس لیئے اسکے تین مرتبہ ہیں ⁕

اول - والزمهم كلمة التقوىٰ - الجمهور على انها كلمة الشهادة - یعنی شرک اور کفر سے بچنا کلمۂ توحید اور شہادت کا سچے دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرنا

دوسرے - ومن يطع الله ورسوله ويخش الله ويتقه فاولئك هم الفائزون یعنی اتباع سنت فرمان الٰہی میں کرنا جسکے باعث گناہوں سے بچے ⁕

تیسرے - الحلال[۵۴] بين والحرام بين وبينهما شبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات الخ ⁕

پس شبہات و صغائر سے پرہیز کرنا یہ بھی تقوےٰ ہے - چونکہ فی زمانہ شبہات سے

---

۵۱ سب سے بڑا دشمن تمہارا تمہارے پہلو میں ہے ۔ ۵۲ اور تحقیق وصیت کی ہم نے تم سے پہلوں کو جنہیں کتاب دیگئی ہے کہ تقوےٰ اختیار کرو ۔ ۵۳ اگر تم صبر کرو اور تقوےٰ اختیار کرو تو یہ امر عظیم ہے ۔ ۵۴ حلال اور حرام بالکل الگ الگ اور ظاہر ہیں اور دونوں کے درمیان میں شبہات ہیں جنکو بہت سے لوگ نہیں جانتے جس شخص نے شبہات سے بچا گویا اس نے دین سے رستگاری طلب کی اور جو شبہوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا ⁕

احتراز بہت مشکل ہے۔ اس لیے اُن شبہات سے جو قریب حرام و مکروہ ہیں ضرور بچنا لازم ہے ؂

اب تعریف اور اوصاف تقوے کے دیکھو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہر ایک خیر و خوبی اور سعادت دنیا و دین اس تقوے پر موقوف رکھی ہے۔ اور بوجہ اختصار کے بارہ مقام منجملہ چھتیس کے بیان ہیں۔

اول دشمنوں سے حفاظت۔ وان تصبروا و تتقوا لا یضرکم کیدھم شیئًا

دوسرے اللہ کی امداد۔ انّ اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔

تیسرے سختیوں سے نجات۔

چوتھے۔ روزی کی کفالت۔ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب

پانچویں درستی اعمال۔ یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم ؂

چھٹے خدائے تعالیٰ سے محبت۔ ان اللہ یحب المتقین۔ یعنی اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے ؂

ساتویں قبول عبادت۔ انما یتقبل اللہ من المتقین۔ یعنی خدا تعالیٰ اہل تقوے کی عبادت ضرور قبول کرتا ہے ؂

آٹھویں باعث بزرگی۔ انّ اکرمکم عند اللہ اتقکم۔ یعنی خدا کے نزدیک بہت زیادہ بزرگ وہی جو زیادہ متقی ہے ؂

نویں دونوں جہان کی خوشی۔ الذین امنوا وکانوا یتقون لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے اور تقوے اختیار کیا۔ اُن کے لیے دین و دنیا کی زندگی میں بشارت و خوشخبری ہے ؂

۵۱ اگر صبر کروگے تم اور تقوے اختیار کروگے تم تو اُنکے مکر تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے ۔ ۵۲ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے اور نیز احسان کیا گیا ہے ۔ ۵۳ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے ... [illegible] ... بےشمار نہیں کیا جاتا ... [illegible] ... مغفرت ایسے ...

دسویں دوزخ سے نجات - اور اسکے بالمقابل تقویٰ نہ کرنے والوں کو ظالم بتایا گیا اور انکا مقام دوزخ ہو. ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا یعنی پھر ہم نجات دینگے اُن لوگوں کو جنھوں نے پرہیزگاری اختیار کی +

گیارھویں بہشت میں ہمیشہ رہنا۔ اُعدت للمتقین - یعنی متقی جنت میں ہمیشہ رہیں گے +

بارھویں تمام آسمان و زمین کی برکتیں کھولدینا - ولو ان اھل القریٰ اٰمنوا واتقوا الفتحنا علیھم برکات من السماء والارض - یعنی. اور اگر اہل دیہ ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا ہم اُنپر زمین و آسمان کی برکتوں کا دروازہ کھولدینگے +

پس جب تقویٰ ایسی چیز ہے اس لیئے ضرور ہوا کہ حصول تقویٰ میں کوشش کرے. واٰخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین. والصّلوٰۃ علی حبیبہ واٰلہ واصحابہ اجمعین +

سید محمد مسعود علی ابن حکیم مولوی سید یعقوب علی میرٹھی

خبر آگئی

کہ مصورِ فطرت مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال میں دو نئی کتابیں تالیف فرمائی ہیں ایک کا نام اتالیق خطوط نویسی حصہ اول عرف چار آنکھ کی مثانی ہے قیمت ۱۲ر + دوسری کا نام اتالیق خطوط نویسی حصہ دوم عرف نامی مسلمانوں کی خطوط - قیمت ۱۲ر + اس کتاب میں حضرت اکبر - مولانا ابو الکلام - علامہ شبلی - ڈاکٹر اقبال نواب محسن الملک - مولانا حالی - مولانا ذکاء اللہ - میرزا غلام احمد قادیانی. وغیرہ حضرات کے دستخطی مکتوبات ہیں + کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے -

نتیجۂ

ماہ رجب

پھر ہوا اپنا تخیل زینت پہلوئے شوق   پھر ہوئی چشمِ تمنا محو دیدِ روئے شوق
پھر بڑھا دستِ تفکر جانبِ گیسوئے شوق   پیار سے آخر لگا سلجھانے پیچ موئے شوق

مدتوں پابندِ زنجیرِ پریشانی رہا
آشنائے حق نہ دانی صرف حیرانی رہا

اب سکوت میں ہے طلسم صد سکوتِ خامشی   رخت بر دوشِ فنا ہے بیخودی و بیہشی
اب کہاں وارفتگی کی ہم نفس اصل کشی   اب کہاں وہ محویت میں ارتقائے سرخوشی

یاس افزا کس قدر تحریرِ فرقِ طور تھی
ہو حجابوں میں ابھی مستور برقِ طور تھی

پاؤں پھیلانے لگیں اپنی تمنائیں تمام   اب افق آرا ہوئی صبحِ امید بے مرام
آگئی ہے ہجر کی راتوں کی حدِ اختتام   اب سحر آغوش ہوتی ہے مری غربت کی شام

صورتِ دستِ مصور سالکِ راہِ خیال
بن گیا ہے ہر نفس اب سالکِ راہِ خیال

وہ نظر آیا افق پر غرۂ ماہ رجب   اڑ چلی روحِ تمنا لے کے سامانِ طرب
کٹ گئے گردش کے دن ہٹ گیا رنج و تعب   پھر دلِ ویراں میں اٹھا جوشِ صہبائے عرب

پھر لگا دی بادۂ دیرینہ نے سینہ میں آگ
بختِ خفتہ سے تمنائیں لگیں کہنے کہ جاگ

دیدۂ راحت طلب اب پردۂ مژگاں اٹھا   دیکھ غافل وہ نقاب چہرۂ امکاں اٹھا
تا بکے پیماں فراموشی سرِ پیماں اٹھا   باندھ لے رختِ سفر ہاں دوش پر ساماں اٹھا

ہو گیا ہے سارا عالم غیرتِ باغِ جناں
اک مگر تو ہے کہ مدہوشِ خراباتِ جہاں

زلف آرائے جہاں ہے پنجۂ ماہِ تمام   دُر فشانی کا کیا سیارگاں نے اہتمام
فرش گستر ہو رہی ہے کہکشاں شاد کام   کھولدی عقدِ ثریا نے وہ زلفِ سیم فام

آیت انا فتحنا کے لیئے بہرام فلک
سایہ گستر ہو رہا ہے عرش سے لے فرش تک

زہرۂ سیمیں جبیں رقاصہ و بادہ فروش   وہ نظر آنے لگی ساغر بکف مینا بدوش
حاملانِ چرخ دیتے ہیں صدائے ناؤنوش   اشتہارِ امنِ عام خلق کرتا ہے سروش

مشتری نے کھولدی ہے چرخ پر دکانِ حسن
بٹ رہا ہے قدسیوں میں دھوم سے سامانِ حسن

خازنِ جنت ہے مشغولِ نظامِ صد نشاط   نغمہ زا ہیں طائرانِ گلستانِ انبساط
ہے شگفتہ خاطری کو برگ و گل سے اختلاط   اب نہیں اشیارِ عالم کو خیالِ انحطاط

ہے ترنم ریز باغِ دہر میں مرغِ قدم
شعشۂ انوار سے ہے پر ضیا صحنِ ارم

ساغرِ سیمیں لیئے ہیں ساقیانِ سیم ساق   حور و غلمانِ جناں کا بڑھ چلا ہے طمطراق
چھڑ گئے سازِ جہاں میں نغمہ ہائے اشتیاق   صفحۂ عالم پہ ہے حرفِ غلط لفظِ فراق

تختۂ گلزارِ صد گل بن گئی لوحِ وجود
پھر جمایا نوکِ کلکِ قدرتِ نقشِ نمود

یک قلم سب بخت کا لکھا مبدّل ہو گیا   ہر ستارے کا اثر قطعاً معطل ہو گیا
چرخ کا اندازِ جور و ظلم مختل ہو گیا   آج تو دستِ اجل بھی پنجۂ شل ہو گیا

کھول ڈالے حضرتِ رضواں نے ابوابِ چمن

رکھہ دیا ہاتھوں سے اسرافیل نے صورِ کہن

ہے گروہِ انبیاء بھی صف بصف آراستہ — اور ملائک نے کیئے لوح و قلم پیراستہ

زینت آرائے ارم ہیں حوریاں نوخاستہ — سج گیا مصباحِ قدرت سے فلک کا راستہ

گرمیٔ نارِ جہنم کالعدم ہونے لگی

سختیٔ اعمالِ بد مُردوں پہ کم ہونے لگی

جبکہ چاہا باغبانِ گلشنِ ایجاد نے — نورسِ بستانِ وحدت کو نویدِ وصل دے

پھر تو نغمہ بلبلانِ شاخسارِ قدس کے — چار دانگ آسماں میں یہ ندا دینے لگے

صاحبِ لولاک ختم المرسلیں آنے کو ہے

دُرۃ التاج عُلا مہرِ مبیں آنے کو ہے

عرش و فرش و کاہ و کوہ و برق و باراں نار و نور — لوح و کرسی و قلم کرّوبیاں حور و قصور

ذرہ و نہر و ماہی کرم و جسم و مار و مور — شاخ و برگ و بیخ و بار غنچہ و گل قرب و دور

باغ و راغ و نخل و عسل نہر و جو و آب و رنگ

بحر و بر و دشت و کان و لعل و مرجان و نم و سنگ

کل موالیدِ ثلاثہ بے حیات و ذی حیات — سارے اجرامِ فلک کیا نحس کیا میموں صفات

ہیں نظامِ دہر میں دوّار جتنے کرہ جات — عرصۂ دنیا کے سارے چھوٹے بڑے منطقات

یہ ندائیں سُن کے سب جامے سے باہر ہو گئے

سارے عالم کے الم گنجِ عدم میں سو گئے

سب معطر ہو گئیں ارواح روحِ قدس سے — شاخِ وحدت پر ازل میں پھول کثرت کے کھلے

پردہ ہائے احدیت سب رفتہ رفتہ اٹھ گئے — دیدۂ حقانیت میں شوق کے نقشے جمے

خلوتِ توحید میں نقش و نگارِ عشق تھے

جتنے جلوے تھے وہ [illegible] عشق تھے

چاند سا چہرہ کسی کا یاد پھر آنے لگا — دیکھ کر الفت کسی کی حسن اترانے لگا
عقدہ ہائے عشق شوق وصل سلجھانے لگا — کوچۂ دلدار میں لو نامہ بر جانے لگا

موج افزا بحر الفت جوش پر ما نور میں تھا
جلوہ فرما کوئی پل میں حق کے ایوانوں میں تھا

دامن قدرت میں آیا چہرۂ عالم طراز — لمعۂ توحید میں شامل ہوئی ہانگ حجاز
تھا ادھر جذب محبت تھا ادھر جوش نیاز — اشتیاق وصل میں آخر کھلی آنکھ جو تھی باز

طرہ ہائے ادنیٰ از حق زیب فرق پاک تھے
شاہد قوسین او ادنیٰ شہ لولاک تھے

آ گئے حیرت میں بقراطی علوم منطقی — ارسطو کے فلسفہ کی عقل بھی چکر میں تھی
آج الٹی ہو گئی سب ڈارون کی تھیوری — کچھ تناسخ نے نہ بھلی بے بسی سقراط کی

بار حیرت نے دبائی عقل انسانی تمام
کون لیتا دہر میں خیام کا ہوتا جو نام

بس دل عاصی کیا کہے حیران ہے معذور ہے — چشم انسانی سے یہ راز خدا مستور ہے
درک کا مقدور کیا ہے عقل یاں مجبور ہے — غیر ممکن کچھ نہیں دونوں طرف جب نور ہے

جب رجوع اصل خود عالم کی ہر اک ذات ہے
جزو کا کیا کل سے ملنا غیر ممکن بات ہے

مژدہ باد اے امت بے جاں مسیحا مل گیا — تیرا شیدا تیرا والی تیرا آقا مل گیا
مغفرت کا تیری مولا کو وسیلہ مل گیا — ساحل رحمت سے خوش ہو آج بیڑا مل گیا

سلموا یا قوم بل صلوا علی الصدق الامین
مصطفیٰ ما جاء الا رحمۃ للعلمین

احقر بلا جلالی

نعتیہ اپیل

لقائے شہِ دین کی آرزو ہے
بغیر اُس کے دنیا میں میں ہوں نہ تو ہے

محمدؐ کی دل سے مجھے جستجو ہے
وہ مل جائیں یارب یہی آرزو ہے

تو دکھ جی میں الفت محمدؐ کہوں میں
زباں اور دل کی یہی گفتگو ہے

کہیں راہِ طیبہ کا مل جائے ہادی
طلب ہے یہی اور یہی آرزو ہے

بہت خوبرو ہیں زمانہ میں لیکن
محمدؐ سا عالم میں کب خوبرو ہے

تو اپنے ہی دل میں اُسے ڈھونڈ نادان
تو کس لئے پھرتا عبث کو بکو ہے

نہایت پریشان و بہکے ہوئے ہیں
مدد کر خدارا کہ بس تُو ہی تُو ہے

پریشانیِ حال کی یہ شکایت
اے اُمت کے والی ترے روبرو ہے

نہیں کوئی ہمدم نہ مونس نہ یاور
عزیز و اقارب ہر اک جنگ جو ہے

بداعمالیوں نے کیا خوار ہم کو
سہارا مگر ایک لاتقنطوا ہے

نفاق و جہالت خشونت تکبر
ہیں سب جمع ہم میں یہ عادت یہ خو ہے

یہ کیا ہوگیا حال اے میرے آقا
جسے دیکھئے آپ اپنا عدو ہے

نہ قلبِ صفا اور نہ رنگِ وفا ہے
شمیمِ محبت نہ خُلت کی بُو ہے

کروں عرض کیا آہ اس رنج و غم سے
ہوئی چشمِ تر صورتِ آبِ جُو ہے

سدا نام لیوا ہیں دل سے ترے ہم
ہمارا وسیلہ فقط ایک تو ہے

دعا کر خدا سے خدا کے لیئے اب
گنہگار اُمت کی یہ آبرو ہے

اسدؔ اس قدر ہوں میں محوِ تجلّی
جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

سید محمد اسد علی۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس
جودھپور

۷۸۶

شانِ علیؑ

لحمک لحمی علیؑ با ہما شانِ علیؑ — جانِ من اولادِ من صدبا قربانِ علیؑ
عقل انساں کے رسد در نعتِ شانِ علیؑ — چوں خدائے دو جہاں باشد ثنا خوانِ علیؑ
تاب سرتابی ندارد در دو عالم ہیچ شے — از ثریا تا سمک جاری ہست فرمانِ علیؑ
کوثر و تسنیم و جنت چیست اے موسفیہ — ہر دو عالم کرد خلاق جہاں آنِ علیؑ
حق عطا فرمود اورا از کرم طی اللساں — یک لمحہ بودے کہ میشد ختم قرآنِ علیؑ
فاطمہؓ زہرا انیس خاطر والائے او — چشمہا حسنینؑ بود و مصطفیٰ جانِ علیؑ
معرکہ بیرالالم سر کرد در یک ساعتے — قلعۂ خیبر شکستہ تیغ بُرّانِ علیؑ
چوں رضائے حق رضائے مرتضیٰؑ بُد نیں سبب — تیر جستہ باز راندن بود امکانِ علیؑ
رہن الطاف و کرم کردہ تمامی کائنات — جن و انسانؑ ملک ممنونِ احسانِ علیؑ
ذاتِ والا حاملِ علمِ رسول اللہ بود — بہرہ ور شد اولیا از گنجِ عرفانِ علیؑ
اکثرے را دیدہ ام تحقیق حالاتش کنند — در جہاں کم یافتم رتبہ شناسانِ علیؑ
قبلۂ جاں کعبۂ ایمانِ من آں محترم — چوں نباشم روزِ محشر زیرِ دامانِ علیؑ
در دو عالم میتواں شد بگرے ناممکن است — جز خدا و مصطفیٰؐ کے مرتبہ دانِ علیؑ

روزِ محشر یا الٰہی از طفیلِ مصطفیٰؐ
عاصیِ بد نام باشد با غلامانِ علیؑ

خاکسار ممتاز الرحمٰن بدنام امروہوی

اخباری لغات
اخباری مشکلات اور لغات اور اصطلاحات اس کتاب سے حل ہوجاتی ہیں قیمت ۱۰ار علاوہ محصول ڈاک ۔ منیجر نظام المشائخ دہلی

کیفی کا کشکول شہنشاہِ اجمیر قدس کے دربار میں

تضمین بر غزل حضرت حافظ شیرازیؒ

مرا کہ حال تبہ ساخت دیدۂ خوں باز — اسیر کرد بہ شبہائے پیچ و تاب دراز
نہ ہمدمے نہ شفیقے نہ مونسے دمساز — منم غریب دیار و توئی غریب نواز
دمے بحالِ غریبِ دیارِ خود پرداز

من آں نیم کہ بسازم بدیں نصیحت پند — بخاکِ کوئے تو خواجہ ہمیخورم سوگند
ہر آنچہ خود بہ پسندی منم دراں خرسند — بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند
بشرطِ آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

اگرچہ تمہ توئی آفتاب و ما ذرّہ — خطا پذیر کہ ہستم اسیر و دل دادہ
ز نارسائیِ بختم اگرچہ ناکارہ — بر آستینِ خیالِ تو میدہم بوسہ
بر آستانِ وصالت چو نیست دست دراز

ازاں زمانہ کہ بر خویش یافتم قابو — نظر بہ چشمِ تمنّا نمودہ در ہر سو
مگر چو قبلہ نما رفت سوئے کوئے تو — نہ ایں زماں من شوریدہ دل نہادم رو
بر آستانِ تو کاندر ازل نہادم باز

اگر بہ حکمِ شریعت ترا کنند پوست — چنیں بجور بہ انداز برائے دوست
عنانِ ضبط ز دستت مدہ اگر قابوست — ولا منال ز شامیکہ صبح در پے دوست
کہ نیش و نوش بہم باشد و نشیب و فراز

مرا بہ بندیِ آزار مے کنی سہل است — بجوئے خویش گرفتار مے کنی سہل است
طریقِ زیست چو دشوار میکنی سہل است — گرم چو خاکِ زمیں خوار مے کنی سہل است

خرام میکن و برخاک سایہ مے انداز

سوادِ قبلۂ اجمیر یا ہلالِ عید | زہے مکانِ ہمایوں خہے مکین سعید
چہ نقشہ در اقدس خیالِ ما بکشید | درونِ سینہ دلم چوں کبوتراں طپید

چہ آتشیست کہ برجانِ ما نہادی باز

تمام عمر بود گر غمِ تو حاصلِ من | بہ فخر فاش بگویم کہ ہست قابلِ من
ببیں کہ بستہ طوبے ست مرغِ بسملِ من | خیالِ قد بلندِ تو مے کند دلِ من

تو دستِ کوتہِ من بین و آستین دراز

کنوں کہ کیفیٔ بے خود کمال اندوز ہست | بسانِ موسیٔ عمراں بساد در سوز ہست
مرا کہ یادِ جمالِ تو آتش افروز ہست | حدیث دردِ من لے مئی نہ امروز ہست

کہ حافظ از ازل اور ند بود و شاہد باز

کیفی چڑیاکوٹی

مخمس

بر غزل مولانا کلیم رحمۃ اللہ علیہ

دو عالم میں ہوا شہرہ معین الدین چشتی کا | جسے دیکھو وہ ہے شیدا معین الدین چشتی کا
بیاں کیا کر سکوں رتبہ معین الدین چشتی کا | فلک پر جا بجا ڈنکا معین الدین چشتی کا

بنا ہے عرش نقارہ معین الدین چشتی کا

خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اُسنے مجکو دکھلایا | پھرے تھا جس لیئے آوارہ و گم گشتہ گھبرایا
جو مقصد تھا دلِ بیتاب کا وہ آج بھر پایا | مصور کھینچ سکا اتنا تصور رنگ پر آیا

کہ دل پر کھنچ گیا نقشہ معین الدین چشتی کا

جمی رنگت یہاں اللہ کچھ اسلام کی ایسی — مٹی خواہش دلوں سے کافروں کے بت پرستی کی
بتوں نے آپ توحید و رسالت کی گواہی دی — ہوا کیا بول بالا دین کا جڑ کفر کی اکھڑی
گڑا جب ہند میں جھنڈا معین الدین چشتی کا

مزے لو دید بازی کی کہاں بیٹھے ہو مشتاقو — عیاں گنبد سے ہی جلوہ کسی کا تم ذرا تاکو
نچھاور کرتے ہیں عثمانؔ جلدی ہاتھ پھیلاؤ — یہ دن ہیں عرس کے۔ دولہا کی شان دلبری دیکھو
عجب جوبن پہ ہے سہرا معین الدین چشتی کا

سخی دربار سے دیکھے نہیں جاتے ہیں نیک و بد — نہیں جود و کرم بخشش عطا کی۔ آپ کی کچھ حد
طلب کر عیشؔ تو بھی کچھ ملیگا صدقہ احمدؐ — کلیم اب کشتیاں بھر بھر کے لیلے گوہر مقصد
دل پر فیض ہے دریا معین الدین چشتی کا

نور اللہ عیشؔ۔ از راگھوگڑھ

نظم ولی

جو پچھلے سال اسی زمانہ عرس حضرت خواجہ غریب نواز میں بموقع جلسہ مدح معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف پڑھی گئی تھی +

کوئی طرز انگلستان پہ مٹ رہا ہے — کسی میں نئی روشنی کی ہوا ہے
خوشامد کی دلدل میں کوئی پھنسا ہے — کوئی بے پڑھے ویلکم بولتا ہے
فقیروں کی لیکن یہی اک صدا ہے — بھلا کر بھلا ہو۔ بھلا کر بھلا ہے
کوئی خاص اجداد کا مدعی ہے — کسی کو ترقی کی دھن لگ رہی ہے
کوئی اولڈ فیشن کا اک مولوی ہے — کسی کو ملی قوم کی لیڈری ہے
فقیروں کا طرز عمل ہی جدا ہے — اسی پہ عمل ہے جو حق کی رضا ہے

یہ جلسہ ہو جس مدرسہ کا الٰہی! رہے اُس کا نخل ماہ سے تا بماہی
جہاں میں رہے مفتخر اور مباہی یہ لڑکے بنیں دین حق کے سپاہی
اکھاڑے میں خم ٹھونک کر آئیں جس دم دلوں میں ہو اعدا کے محشر کا عالم
ضلالت کی بنیاد ڈھائیں یہ لڑکے رہِ حق جہاں کو دکھائیں یہ لڑکے
زمانے کے بگڑے بنائیں یہ لڑکے سبق غافلوں کو پڑھائیں یہ لڑکے
خدا کا کرم ہو مددگار ان کا ولی کی طرح ہو جہاں یاران کا

محمد ولی الدین چشتی سب جسٹرار

تضمین غزل جامیؒ

اے فروغ دین و ایماں از نگاہ چشم تو کافراں گشتہ مسلماں از نگاہِ چشم تو
عاشقاں سر در گریباں از نگاہ چشم تو نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ چشم تو
مست آہو در بیاباں از نگاہ چشم تو

ڈھونڈتے ہیں چار سو تیرا نہیں ملتا سراغ بادۂ فرقت سے گویا عمر کا پُر ہے ایاغ
آہ کیا دیکھا تھا میں نے جب گئے تھے سوئے باغ جامہ نیلی کردہ سوسن لالہ را در سینہ داغ
کاکل سنبل پریشاں از نگاہ چشم تو

ہو چنبیلی موتیا یا لالہ ہو یا نسترن لب نہیں کرسکتے وا حیراں ہیں ای غنچہ دہن
دیکھ لی تھی حسن و خوبی کی کہیں ان میں پھبن با ہزاراں حسن و خوبی دامن گل در چمن
چاک گشتہ تا گریباں از نگاہِ چشم تو

عاجز بیچارہ گشتہ در فراقت اشکبار رحم کن بر جان وے تا کے بماند بے قرار
موسم جوش جنون است آمدہ فصل بہار قمریاں کوکو نمایاں عندلیباں صد ہزار

بنا ہے کوئی مال و دولت کا بندہ   کسی کی عبادت ہے تحصیل چندہ
کوئی پاک طینت رہا کوئی گندہ   غرض کچھ نہ کچھ ہر بشر کا ہے دھندہ
فقیروں کا مطلب نرالا ہو سب سے   یہی دُھن لگی ہو کہ مل جائیں رب سے

جو نکلا کہیں لا اللہ زباں سے   تو رحمت برسنے لگی آسماں سے
غرض تیغ سے ہے نہ تیر و سناں سے   یہ بے پر دُھوئیں کی اُڑائیں کہاں سے
یہاں ہاتھ میں ہاتھ ہو مصطفےٰ کا   نہ اندر کا غم ہے نہ ڈر ہے بلا کا

یہ اسلام ہر بات سے بے خطر ہے   غمِ دوست ہی اور نہ دشمن کا ڈر ہے
نہ کچھ لیگ اور انجمن پر نظر ہے   نہ کالج علی گڈھ کا اِس کی سپر ہے
معاون ہی اسکی فقط حق پرستی   ہے تعلیم قرآن پر اِس کی ہستی

جو قرآں کو مضبوط پکڑا کسی نے   ملے آسمانوں پہ چڑھنے کے زینے
ترقی کے یاد آگئے سب قرینے   قدم پر رکھا آگے سر مدعی نے
بھلا جز خدا کون فریاد رس ہے   ہے اللہ بس اور باقی ہوس ہے

نہ یورپ کی تہذیب پر حصرِ دیں ہے   نہ سائنس کچھ چیز بہرِ یقیں ہے
ہمارے چمن کا ہر اک خوشہ چیں ہے   مسلمانو! قرآں میں کیا نہیں ہے
جو پایا نہیں خضر نے عمر بھر میں   وہ سب کچھ ہے شاہِ مدینے کے گھر میں

خدایا بحقِ شہیدانِ اُلفت   بحقِ امیرانِ ملکِ طریقت
عطا کر غلاموں کو اپنی محبت   کہ بن جائیں تیرے محمدؐ کی اُمت
کسی پر نہ قربان تیرے سوا ہوں   جو تجھ پر مٹے ہم اُسی پر فدا ہوں

ترے نام پر مال و دولت لٹائیں   زمانے کو کھو کر بھی ہم تجھکو پائیں
مٹائیں تو ہستی تجھی پر مٹائیں   ترے نام کے گیت مل جل کے گائیں
نہ باقی رہے فرق و تفریق ہم میں   نہ آئیں کبھی نفس و شیطاں کے دم میں

در فراقِ یار، نالاں از نگاہِ چشمِ تو

پھر رہا ہوں آجتک فرقت میں تیری دربدر
زندگی آوارگی میں طے ہوئی ہے بیشتر

کوہِ رنج و غم گرا ہے میری جانِ زار پر
حال جامی را چہ پرسی تیر خوردہ در جگر

گاہ افتاں گاہ خیزاں از نگاہ چشم تو

محمد اکرم غنی خاں از اجمیر شریف

خشک عابد

وہ شخص بھی عجیب ہے، ہو کیا طالب انعام
جو چاہتا ہے باتوں ہی باتوں میں بنے کام

پڑھ پڑھ کے گھسا دیتا ہے تسبیح کے دانے
اک دانۂ خیرات میں سَو سَو ہیں بہانے

اک بکری کی قربانی تو ہرگز نہ کرے گا
ہاں سورہ بقر پڑھنی ہو دس بار پڑھیگا

مسکیں کو دکھائے نہ کبھی خوان کی صورت
ہے وردِ شبانروزی مگر مائدہ سورة

درگاہ خدا میں تو سدا ہاتھ اٹھائے
سائل کی اجابت پہ زباں تک نہ ہلائے

داماں تو گو وقتِ دعا اشک سے تر ہو
محتاج کی زاری کا مگر کچھ نہ اثر ہو

اعمال کا یہ حال ہو پھر خواہشِ فردوس
افسوس ہے! افسوس ہے! افسوس ہے! افسوس

حکیم عرشی

صرف صوفیونکو اطلاع

دیجاتی ہے کہ حلقۃ المشائخ دہلی نے حال میں نہایت مفید چار رسالے شائع کیے ہیں جنکے نام یہ ہیں

طریقت کی پہلی + طریقت کی دوسری + اپنی آنکھ اپنے دیں + دستِ غیب

بصورت و سیرت دونوں اعتبار سے عورتوں اور بچوں میں مفت تقسیم کرنے کے قابل ہیں۔

چنانچہ اہل ہمت خرید خرید کر مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ چاروں کی قیمت ۸ آنے

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

یہ جلسہ ہے جس مدرسہ کا الٰہی! رہے اُس کا غل ماہ سے تابماہی
جہاں میں رہے مفتخر اور مباہی یہ لڑکے بنیں دینِ حق کے سپاہی
اکھاڑے میں خم ٹھونک کر آئیں جس دم دلوں میں ہو اعدا کے محشر کا عالم
ضلالت کی بنیاد ڈھائیں یہ لڑکے رہِ حق جہاں کو دکھائیں یہ لڑکے
زمانے کے بگڑے بنائیں یہ لڑکے سبق غافلوں کو پڑھائیں یہ لڑکے
خدا کا کرم ہو مددگار اِن کا ولی کی طرح ہو جہاں یار ان کا

محمد ولی الدین چشتی سب جسٹرار

تضمین غزل جامیؒ

اے فروغِ دین و ایماں از نگاہ چشمِ تو کافراں گشتہ مسلماں از نگاہِ چشمِ تو
عاشقاں سر در گریباں از نگاہ چشم تو نرگس اندر باغ حیراں از نگاہ چشم تو
مست آہو در بیاباں از نگاہ چشم تو

ڈھونڈتے ہیں چارسو تیرا انہیں ملتا سراغ بادۂ فرقت سے گویا غم کا پُر ہے ایاغ
آہ کیا دیکھا تھا ہم نے جب گئے تھے سوئے باغ جامہ نیلی کردہ سوسن لالہ را در سینہ داغ
کاکلِ سنبل پریشاں از نگاہ چشم تو

ہو چنبیلی موتیا یا لالہ ہو یا نسترن لب نہیں کرسکتے وا حیراں ہیں اے غنچہ دہن
دیکھ لی تھی حسنِ خوبی کی کہیں اک دن پھبن با ہزاراں حسنِ خوبی دامنِ گل در چمن
چاک گشتہ تا گریباں از نگاہِ چشمِ تو

عاجز بیچارہ گشتہ در فراقت اشکبار رحم کن بر جان وے تا کے بمانَد بے قرار
موسم جوشِ جنون است آمدہ فصلِ بہار قمریاں کو کو نمایاں عندلیباں صد ہزار

درفراق یار نالاں از نگاہ چشم تو

پھر رہا ہوں آجتک فرقت میں تیری دربدر
زندگی آوارگی میں طے ہوئی ہے سربسر
کوہِ رنج و غم گرا ہے میری جانِ زار پر
حال جامی را چہ پرسی تیر خوردہ در جگر
گاہ افتاں گاہ خیزاں از نگاہ چشم تو

محمد اکرم غنی خاں۔ از اجمیر شریف

خشک عابد

وہ شخص بھی عقبےٰ میں ہو کیا طالب انعام
جو چاہتا ہے باتوں ہی باتوں میں بنے کام
پڑھ پڑھ کے گھسا دیتا ہے تسبیح کے دانے
اک دانہ خیرات میں سَو سَو ہیں بہانے
اک بکری کی قربانی تو ہرگز نہ کرے گا
ہاں سورہ بقر پڑھنی ہو دس بار پڑھیگا
مسکیں کو دکھائے نہ کبھی خوان کی صورت
ہے ورد شبا روزی مگر مائدہ سورۃ
درگاہ خدا میں تو سدا ہاتھ اٹھائے
سائل کی اجابت پہ زباں تک نہ ہلائے
داماں تو گو وقت دعا اشک سے تر ہو
محتاج کی زاری کا مگر کچھ نہ اثر ہو
اعمال کا یہ حال ہو پھر خواہشِ فردوس
افسوس ہے! افسوس ہے! افسوس ہے! افسوس

حکیم عرشی

صرف صوفیونکو اطلاع

دیجاتی ہے کہ حلقۃ المشائخ دہلی نے حال میں نہایت مفید چار رسالے شائع کیے ہیں جنکے نام یہ ہیں

طریقت کی پہلی + طریقت کی دوسری + اپنی آنکھ اپنے دیں + دستِ غیب

یہ صورت اسیرت دونوں اعتبار سے عورتوں اور بچوں میں مفت تقسیم کرنے کے قابل ہیں۔

چنانچہ اہل ہمت خرید خرید کر مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ چاروں کی قیمت ۸/

کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب کیجیے

بقیہ صفحہ (۲)

			خریدار
جناب عبدالرؤف صاحب حیدرآباد دکن	ایک خریدار	جناب احمد خان صاحب برہانپور	۲
جناب محمد سعید صاحب گیانپور۔	ایک	جناب علی صاحب پورنیہ	۳
جناب شیخ امداد حسین صاحب گدیا	ایک	جناب منشی حبیب اللہ صاحب فدائی	ایک
جناب جان محمد صاحب شملہ	ایک	جناب امانت اللہ صاحب سوداگر بنا پور	ایک
جناب محمد خانصاحب بنگلور۔	ایک	جناب فیض محمد خانصاحب عزیز دہولی	ایک
جناب محمد ضیف صاحب علی گڈھ	ایک	جناب فضل الدین صاحب سیالکوٹ	ایک
جناب صاحبزادہ سید حامد علی صاحب ڈانچی نوالہ	ایک	جناب شمس الدین صاحب	۲
جناب حاجی غلام حیدر صاحب اٹک	ایک	جناب شیخ محمد شفیع صاحب چونیاں	ایک
جناب خیر اللہ صاحب رام نگر	ایک	جناب ابوالحسن شاہ محمد برہان الدین صاحب مدراس	۳
جناب ماسٹر محمد اسمٰعیل خانصاحب میرٹھ	ایک	جناب طیب علی رسول بھائی صاحب جبلپور	ایک
جناب سید عبدالحق صاحب بیکاپور	ایک	جناب مولا بخش صاحب بہا بھو	ایک
جناب بابو برکت علیصاحب رام بن	ایک	جناب میر فضل الرحمٰن صاحب حیدرآباد دکن	ایک
جناب سید اولاد حسین صاحب ڈیرہ دون	ایک	جناب امیر خانصاحب شکر گڈھ	ایک
جناب حکیم امیرالدین صاحب رام نظامی۔ ستیر	ایک	جناب محمد سیف للدین صاحب گلیگڈھ	۲
جناب جلال الدین صاحب کنجاہ	ایک	جناب ایس قاسم صاحب گوبند گڈھ	ایک
جناب فخر للدین صاحب فاروقی سردوار	ایک	جناب میاں نظام الدین صاحب رئیس	ایک
جناب محمد امام صاحب حیدرآباد دکن	ایک	جناب شیخ عبدالرحیم صاحب مہی پور	ایک
جناب مولا بخش صاحب اندور	ایک	جناب احمد ورانہ خانصاحب عطاپور	ایک
جناب محمد صالح صاحب کراچی	۲	جناب فضل الحسن صوفی صاحب	ایک
جناب سید مقصود علی صاحب پٹیالہ	ایک	جناب غلام محی الدین صاحب	ایک

ایک دفعہ حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رح و حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جمعہ مسجد کیلوکھری میں ادا فرمائی۔ بعدازاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء کے دولت خانہ پر تشریف لیگئے اُس وقت مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ برادر عم زادہ حضرت شیخ رکن الدین رح کو خیال گزرا کہ خوش قسمتی سے قران السعدین ہوا ہے۔ کیا خوب ہو کہ دونوں آفتاب و مہتاب علمی گفتگو فرمائیں۔ معاً یہ خیال آتے ہی دونوں بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ مولانا علم الدین رح جو تمہارے دلمیں آئے بیان کرو۔ مولانا صاحب نے فرمایا۔ آپ ہیں کیا مصلحت تھی کہ جناب رسالت مآب صلعم نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوالفتح رح نے فرمایا کہ میرے خیال میں بعض کمالات کا حصول اس ہجرت پر موقوف تھا۔ جب آپ مدینہ طیبہ تشریف لیگئے تو وہ نعمتیں حاصل ہوئیں۔
حضرت سلطان الاولیاء رح نے فرمایا۔ میرے خیال میں بعض ناقصانِ مدینہ منورہ کو قدرت و استطاعت مکہ معظمہ کے سفر کی نہ تھی۔ ان کا نقص آنحضرت صلعم کی صحبت فیض منزلت سے دور کرنے کی غرض سے حق سبحانہ تعالیٰ نے آپکو مدینہ طیبہ بھیجا۔ اور خلق خدا نے فیوض لامتناہی حاصل کیے +

سلطان قطب الدین مبارک شاہ کے عہد میں حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ تین مرتبہ تشریف لائے۔ اور حضرت سلطان الاولیاء شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے دولت خانہ مبارک پر قیام پذیر ہوتے تھے۔ سلطان حضرت شیخ کا نہایت ادب و احترام کرتا تھا۔ جب آپ دربار شاہی میں تشریف لیجاتے تو بادشاہ خود استقبال کرتا اور مودب بیٹھتا۔ اہل حاجت جسقدر عرائض حضرت رح کے توسل سے پیش کرتے اُنپر اپنے ہاتھ سے احکام لکھتا۔

حضرت امیر خسرو رح ارشاد فرماتے ہیں "حضرت شیخ فریدالدین مسعود گنجشکر رح کے عرس میں حضرت سلطان الاولیاء رح اور حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ دونوں بزرگ موجود تھے قوالوں نے راگ شروع کیا۔ اور حضرت سلطان الاولیاء رح کو وجد و حال آیا۔ آپ اُٹھنا چاہتے تھے

کہ حضرت رح نے دامن پکڑ لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر اُٹھے۔ اس مرتبہ آپ مانع نہوئے اور خود بھی شامل اور درویشان حاضر کے کھڑے ہوگئے۔ بعد الفراغ مولانا علم الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ پہلی مرتبہ دامن پکڑنے اور دوسری مرتبہ سکوت میں کیا راز تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی مرتبہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رح عالم ملکوت میں پہنچ گئے تھے۔ چونکہ میری بھی رسائی وہاں تک تھی۔ اس لیئے دامن پکڑ لیا اور دوسری دفعہ عالم جبروت میں گئے۔ وہاں میں نہ پہنچ سکتا تھا اسکے واسطے خاموش رہا۔

جب برضائے الٰہی حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ واصل ہوئے تو آپ دہلی تشریف لاکر لوازم زیارت سے فارغ ہوئے۔ اُسی زمانہ میں سلطان غیاث الدین تغلق کا واقعہ گزرا کہ اُسکے ولیعہد سلطان محمد تغلق نے قصبہ افغان پور میں ایک محل عالیشان بنایا تھا اور وہاں بادشاہ کی مع حضرت رح دعوت کی تھی حضرت رح نے ہر چند بادشاہ سے بعد الفراغ طعام چلنے کے لیئے کہا مگر وہ نہ اُٹھا۔ آخر کار محل مع چھت اسپر گر پڑا۔

مولانا محمد اسمٰعیل ذاکر رح فرماتے ہیں "حضرت مولانا رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصال سے تین ماہ پیشتر خلوت اختیار فرمالی تھی اور کسیوقت سوائے نماز فرض حجرہ سے باہر تشریف نہ لاتے تھے۔

۱۶ - رجب بروز پنجشنبہ بعد نماز عصر خادم خاص مولانا ظہیر الدین احمد رح کو طلب فرماکر کفن ودفن کے واسطے ہدایات فرمائیں۔ اور خرقہ خاص اپنی ایک بھائی صاحب کو رح چونکہ آپکے

سلہ ناظرین کو یہاں شبہ ہوگا کہ حضرت مولانا رکن الدین رح کا مرتبہ کچھ کم تھا۔ اسکی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ہندوستان کا وائسرائے دارالامرا انگلستان کا ایک رکن ہوتا ہے لیکن بہ نسبت اراکین کے شہنشاہ انگلستان اُسکو منتخب کرکے ہندوستان بھیجدیتے ہیں۔ دارالامرا میں سب امیر سمجھے جاتے ہیں اور وائسرائے بھی ایک امیر ہے۔ جب تک وہ دارالامرا میں برابر تھا اور جب ہندوستان آیا تو اُسے بلحاظ خدمت تفوق حاصل ہوگیا۔ اسی طرح فقرا بھی ہیں حضرت سلطان الاولیاء کو جو خدمت سپرد تھی اُسکے لحاظ سے حضرت مولانا رکن الدین رح پر قدرے فوقیت حاصل تھی اگر وہی خدمت ان کو بھی حاصل ہوجاتی تو آپ کا پایہ بھی عالم جبروت تک جا پہنچتا ۱۲

کوئی اولاد نہ تھی) عطا فرمایا۔ اور بعد نماز مغرب سجدہ میں سر رکھے ہوئے معشوق حقیقی کے وصل سے کامیاب ہوئے۔" اناللہ وانا الیہ راجعون +

مؤلف کتاب فقیر حقیر محمد قاسم فرشتہ کو نہیں معلوم کہ حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد کون کون بزرگ سلسلہ بسلسلہ جانشین ہوئے۔ لہذا ان کے مشہور مریدوں کے ذکر پر اس حصہ کو ختم کرتا ہے +

حضرت سید جلال بخاری قدس سرہٗ

حضرت سید صاحب سادات صحیح النسب ہیں اور آپ کا سلسلہ یہ ہے :۔ سید جلال رحمۃ اللہ علیہ ابن سید علی رح بن جعفر رح بن محمد رح بن احمد رح بن محمود رح بن عبداللہ رح بن علی اصغر رح ابن جعفر رح بن امام علی الہادی رح

آپ بخارا سے ملتان تشریف لائے اور حضرت سلطان الاقطاب شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ اتفاق سے موسم نہایت گرم تھا اور لُو چل رہی تھی۔ حضرت سید صاحب رح نے حضرت سے فرمایا کہ ایسی گرمی میں اگر بخارا کا برف ہوتا تو خوب ہوتا۔ حضرت شیخ رح کو صفائی باطن سے اس امر کا علم ہوا۔ آپ نے خادم سے ارشاد فرمایا کہ جماعت خانہ کی صفیں اٹھا کر جھاڑو دیدو۔ لوگوں کو تعجب بھی ہوا۔ لیکن خاموش ہو رہے دو پہر کے بعد آسمان پر ابر معلوم ہوا۔ اور مرغی کے انڈے کے برابر اولے گرے۔ یہاں تک کہ تمام صحن بھر گیا۔ لیکن باہر خانقاہ کے کچھ اثر نہ معلوم ہوا۔ حضرت سید صاحب رح بہت خوش ہوئے اور خوب اولے کھائے۔ اور اہالیان ملتان بھی خبر سُنکر بطور تبرک اُٹھا لیگئے۔ جب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نماز ظہر کے واسطے حجرہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا۔ کیوں سید جلال بخارا کا برف بہتر ہے یا ملتان کے اولے؟ سید صاحب نے فرمایا۔ حضور! ملتان کا ایک اولہ سو بخارا کے برف بخارا سے زیادہ ہے۔ اُسی دن حضرت شیخ نے خرقہ خلافت عطا

فرماکر سربلند فرمایا۔ آپ کا مزار مبارک اوچہ میں ہے اور وہیں آپ ارشاد الٰہی کی تکمیل فرماتے رہے۔

حضرت شیخ حسن افغان رحمۃ اللہ علیہ

یہ بزرگ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "جب خدائے تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ ہمارے واسطے زکریا کیا لائے۔ عرض کرونگا۔ حسن افغان کو لایا ہوں"۔ اس قول سے حضرت حسن رح کی بزرگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

حضرت سلطان الاولیاءؒ فوائد الفواد میں ارشاد فرماتے ہیں۔ "شیخ حسن اُمی محض تھے۔ ایک حرف نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ لیکن لوح محفوظ کا عکس اُنکے دل پر پڑتا تھا۔ لوگ اُنکے پاس آیات قرآن مجید۔ احادیث شریفہ۔ اقوال بزرگان دین لیجاتے اور دریافت کرتے کہ اِن کا فرق تبلائیے۔ آپ نہایت تفصیل و شرح کے ساتھ قرآن پاک۔ احادیث شریف۔ اور اقوال کی وضاحت فرماتے"۔

حضرت سلطان الاولیاءؒ سے منقول ہے۔ دہلی میں ایک مسجد کی سمت قبلہ میں اختلاف تھا اور اُس وقت علماء یہی بحث کر رہے تھے کہ حضرت شیخ حسن تشریف لے آئے۔ اور کل گفتگو سُن کر باادب قبلہ کی طرف ایستادہ ہوئے۔ تمام حاضرین سے فرمایا کعبۃ اللہ کی زیارت کرو۔ فوراً سب کو اللہ کا گھر نظر آیا۔ اُسی جانب سمت قبلہ مقرر کی۔ جملہ حاضرین نے قدمبوس ہو کر سعادت دارین حاصل کی۔

ایک دفعہ حضرت ممدوح مغرب کیوقت ایک کوچہ میں جا رہے تھے کہ اذاں ہوئی اور آپ نماز کے واسطے ایک مسجد میں تشریف لیگئے۔ جب نماز باجماعت ادا فرما چکے تو امام کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشہ میں لیگئے۔ اور فرمایا۔" خواجہ صاحب ہم بھی جماعت میں شریک تھے

اور تمہاری اقتدا کی۔ تم عین نماز میں دہلی سے بنگالہ گئے اور وہاں سے بردہ خرید کر ملتان آئے۔ بعد ازاں غزنین گئے۔ وہاں بردہ گراں قیمت پر فروخت کیا۔ ہم تمہارے پیچھے حیران و پریشان پھرتے رہے۔ بھلا اس نماز کو کیا کہنا چاہیئے"۔

حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ وطن قندھار تھا اور ابتدائے حال میں ہر وقت شراب پیے رہتے تھے۔ اپنے والد محمد قندھاری سے اجازت لیکر ملتان تجارت کیلئے تشریف لائے۔ اور مے و معشوق میں مشغول ہو گئے۔ اتفاق حسنہ سے ایک دن حضرت عارف رح حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رح کے مزار مبارک پر تشریف لیئے جا رہے تھے کہ ایک دکان پر شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے ہوئے آپ کو نظر آ گئے۔ وقت آ گیا تھا۔ حضرت شیخ رح نے خادم کو اشارہ فرمایا کہ ان صاحب کو ہمارے پاس لاؤ۔ لتنے ہم زیارت سے فارغ ہوتے ہیں۔ چنانچہ خادم حسب الارشاد دولت خانہ پر لیکر حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ کو حاضر ہوا۔ موسم گرم تھا۔ آپنے شربت طلب فرمایا اور تھوڑا سا نوش فرما کر شیخ احمد کو عنایت فرمایا۔ شربت کیا تھا۔ قاطع بدعات تھا۔ پیتے کے ساتھ ہی ابواب مغفرت کھل گئے اور فوراً تائب ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے جس قدر نقد و جنس تھا سب فقراء پر تقسیم کر دیا۔ اُسکے بعد یہ کیفیت ہوئی کہ سات برس تک ایک تنہا گوشہ میں بیٹھکر یاد حق میں مشغول رہے۔ ہر وقت حضرت شیخ رح سے ایک فیض تازہ حاصل فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ بہت بڑے اولیائے کرام میں سے ہوئے۔

فوائد الفواد میں حضرت سلطان الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"۔ آخر میں حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ پر اسقدر استغراق غالب ہوا کہ چشم ظاہر نہ کھولتے تھے۔ ایک دفعہ موسم سرما میں جبکہ نہایت کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ آپ غسل کرنے چلے اور ٹھنڈے

پانی میں دریا کے بہت دیر تک کھڑے ہو کر مناجات فرماتے رہے کہ الٰہی! تو بادشاہ ہے اور بندوں کی اطاعت سے بے نیاز ہے۔ اپنے بے اندازہ لطف و رحمت سے بندگان بے بضاعت پر کرم نوازی فرما۔ قسم ہے تیری محبت کی جبتک اپنا قرب و مرتبہ نہ جانونگا اس سر دریا پانی سے نہ نکلونگا۔ درگاہ رب العزت سے ندا آئی۔ تیرا وہ مرتبہ ہے کہ بہت سے گنہگار مخلوق کو تیرے وسیلے سے بخشدوں گا۔ اور انہیں آتش دوزخ سے رہائی نصیب ہوگی۔ شیخ احمد رح نے فرمایا۔ بار خدایا۔ تیری رحمت و رافت لا تعداد ہے۔ میں صرف اتنے پر اکتفا نہیں کرونگا۔ ندا آئی کہ ہم تجھے اپنا معشوق بناتے ہیں اور اپنے طالبوں کو ہمارا عاشق بنا۔ چنانچہ آپ نہایت مسرور و شاداں ہو کر پانی سے باہر آئے۔ پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ہر شخص جو آپ کو دیکھتا۔ شیخ احمد معشوق رح کہتا۔

اسکے بعد اسقدر جذب غالب ہوا کہ نماز کی سُدھ بھی نہ رہی۔ علماء نے بہت کچھ کہا کہ اس مستی سے باز آیئے اور نماز پنجگانہ تو ادا فرمالیا کیجیے۔ جواب دیا کہ نماز پڑھنے کی تو قدرت ہے۔ لیکن فاتحۃ الکتاب نہیں پڑھ سکتا۔ انہوں نے کہا نماز بغیر فاتحہ درست نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا فاتحہ پڑھوں گا لیکن اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ نہ کہونگا۔ علماء نے کہا یہ بھی جائز نہیں ہے۔ آخر جب آپ اصرار سے تنگ آگئے تو نماز کو کھڑے ہوئے اور پوری فاتحہ پڑھی۔ لیکن جب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ پر پہنچے تو ہر بن مو سے خون کا قطرہ ٹپکنے لگا۔ یہاں تک کہ خرقہ خون میں تر ہو گیا۔ علماء سے کہا۔ دیکھا تم نے اے بزرگو۔ میں مثل زن حائضہ کے ہوں۔ میرے اوپر نماز روا نہیں ہے۔ مجھے باز پرس مت کرو۔

حضرت مولانا شیخ حسام الدین نور اللہ مرقدہ

مولانا صاحب رح بھی حضرت شیخ صدر الدین عارف رح کے مرید اور بہت بڑے صاحب

کمال بزرگ تھے۔ ایک دفعہ حضرت عارف رحمۃ مع مولانا صاحب حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر تشریف لیگئے تو مولانا صاحب کو یہ خیال آیا کہ کاش اس مزار پُر انوار کے پائیں میری قبر کے موافق زمین ملجاتی تاکہ برکت سے حضرت قطب الاقطاب کے عذاب دوزخ سے رہائی پاتا۔ فی الفور حضرت شیخ صدرالدین عارف رحمۃ نے فرمایا کہ مولانا صاحب تمہاری قبر کے واسطے زمین موجود ہے۔ لیکن حضور رسالت آب صلعم نے تمہاری قبر بداؤں میں تعین فرمائی ہے۔ منقول ہے کہ بعدہ بداؤں میں ایک شب حضور صلعم کو خواب میں دیکھا کہ فلاں موضع میں وضو فرمارہے ہیں صبح کو اس جگہ جاکر دیکھا کہ زمین تر ہے۔ وصیت فرمائی کہ مجھے اس جگہ دفن کرنا۔ چنانچہ آپ کا مزار مبارک وہیں ہے۔

حضرت مولانا علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ

آپ بھی حضرت مولانا صدرالدین رحمۃ کے مریدین میں سے ہیں۔ بہت بڑے فاضل و محقق تھے۔ چار برس تک خدمت مبارک میں رہکر فیوض باطنی حاصل کیے۔ دن رات میں دو مرتبہ ختم کلام اللہ فرماتے۔ اور حضرت پیر و مرشد رحمۃ کے نزدیک نہایت محبوب تھے۔ اور آپنے محبوب اللہ کا خطاب عنایت فرمایا تھا۔ حضرت مولانا شیخ جمال الدین خجندی رحمۃ مرید حضرت سلطان الاقطاب شیخ بہاؤالدین زکریا رحمۃ کے تھے۔ لیکن تربیت حضرت عارف سے پائی تھی۔ علوم ظاہری و باطنی میں کامل تھے۔ اور آپسے خرق عادات بہت سی مسطور ہیں۔

حضرت شیخ وحیدالدین عثمان سیاح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ

وحید الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کھلوکھری میں دریا کے کنارے حضرت شیخ رکن الدین عارف قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ آپ ایسے زاہد بے نفس بزرگ تھے کہ سوائے ایک تہمد کے اور وہ بھی اسقدر کہ ستر چھپ جائے کچھ پاس نہ رکھتے تھے۔ اسی حالت سے حضرت عارف رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملتان سے ہے۔ اور نسخہ عوارف تالیف حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ سے پڑھا۔ اور قرآن مجید حفظ کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد رخصت لیکر سیاحی میں مشغول ہوئے سفر میں بھی وہی لنگی ہمراہ تھی۔ اور اسی حالت سے مکہ معظمہ پہنچکر فریضۂ حج ادا کیا۔ اور وہاں سے مدینہ طیبہ تشریف لیجاکر ایک سال تک مقیم رہے۔ دوبارہ حج بیت اللہ سے فائز ہوکر ملتان تشریف لائے۔ آپ اس پایہ کے بزرگ تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام دھوپ کی حالت میں آپ پر آستین کا سایہ کرتے تھے +

جب آپ ملتان تشریف لائے ہیں تو حضرت شیخ رہ نے فرمایا "خوب ہوا جو تم جلد چلے آئے۔ ورنہ فتنۂ خلق میں مبتلا ہوجاتے"۔ بعدازاں لباس خاص آپ کو پہنایا اور دستار مبارک عطا فرماکر حکمدیا۔ "دہلی جاؤ۔ اور اکثر اوقات حضرت سلطان الاولیار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر رہا کرو۔ اور جہاں وہ بزرگ تمہاری منزل مقرر فرمائیں۔ قیام کرو"۔ چنانچہ آپ دہلی تشریف لائے اور حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ کیخدمت مبارک میں رہنے لگے۔ حضرت ممدوح کو آپکے ساتھ خاص محبت تھی۔ آپ کو سماع بہت پسند تھا۔ اور سلطان غیاث الدین نے عام طور پر یہ حکمدیا تھا کہ اگر کوئی قوال گائے یا کوئی صوفی مجلس سماع منعقد کرے تو اس کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے۔ اسواسطے سماع بالکل بند تھا۔ اتفاق سے ایک دن شیخ وحید الدین رہ جماعت خانہ میں تشریف فرماتھے۔ اور میر حسن قوال جو حضرت سلطان الاولیار کا وظیفہ خوار اور دو سو قوالوں کا افسر تھا۔ حاضر ہوا۔ شیخ کی قدمبوسی حاصل کرکے بیٹھ گیا۔ آپنے ارشاد فرمایا کہ کوئی چیز سناؤ

بقیہ صفحہ ۵۶

جناب محمد فضل الرب صاحب پوسٹ ماسٹر پٹنہ (۱)	جناب محمد عبدالصمد صاحب محرر انجن گاؤں (۱)
جناب منشی فتح محمد صاحب سب انسپکٹر شاہ کوٹ (۱)	جناب محمد خانصاحب اسسٹنٹ پوپٹھیہ (۱)
جناب مولوی محمد اکبر خانصاحب حیدرآباد دکن (۱)	جناب خواجہ محمد حسین صاحب دلیاوا (۱)
جناب فتح محمد صاحب اسسٹنٹ سٹیشن ماسٹر برنالہ (۱)	جناب اللہ بخش صاحب درزی از جھرہ (۱)
جناب سہراب علی خانصاحب رئیس چھرو پور (۱)	جناب مولانا نامی کوہ سوار صاحب (۱)
جناب منشی امام الدین صاحب (۱)	جناب ملا تراب علی صاحب ناگپور (۱)
جناب میاں عبدالرحمن صاحب سب انسپکٹر ملتان (۱)	جناب وزیر علی صاحب پورنیہ (۱)
جناب سخاوت علی صاحب آگرہ (۱)	جناب ڈاکٹر قمر الدین صاحب حیدرآباد (۱)
جناب رفیع الدین صاحب نائب میر منشی (۱)	جناب محمد یعقوب علی صاحب متھرا (۱)
جناب غلام محمد حسین صاحب مدراس (۱)	جناب ایم ستار بیگ صاحب مدراس (۱)

جو خود خریدار ہوئے

جناب مولوی سید احمد صاحب ملدرگ	جناب میر احمد علی صاحب داروغہ حیدرآباد دکن
جناب عبدالحافظ صاحب ہیڈ ماسٹر گنور	جناب شاہ فتح محمد صاحب سجادہ نشین ہوشیارپور
جناب فضل علی صاحب محرر جوڈیشل گرمانی	جناب قاضی عبدالعزیز صاحب موضع بھوپال والا
جناب محمد عبدالرزاق صاحب بنگلہ شہر	جناب مولوی سید فضل صاحب بیابانی جاگیردار
جناب ہمشیرہ یوسف علی صاحب قدوائی سندیلہ	جناب شاہ محمد عبدالصبور صاحب بریلی چشتی کرنول
جناب شیخ عنایت علی صاحب سٹیشن ماسٹر امرتسر	جناب شہامت علی خانصاحب نقشہ نویس [illegible]
جناب عبدالعزیز صاحب سوداگر انجن گاؤں ہبرجی	جناب سکرٹری صاحب زمینداره بنک تنجل انبا
جناب حسن علی صاحب ڈرائیور نین پور	جناب ایم ستار بیگ صاحب مدراس
جناب آغا صاحب آغا صاحب شیرازی سلطانپور	جناب محمد عبدالعزیز صاحب اہلکار حیدرآباد

جناب فتح خانصاحب فیروزپور (۱)
جناب محمد شریف صاحب ملک چشتی دربھنگہ (۲)
جناب خدا بخش صاحب پٹواری نہر چک ۲۰۳
جناب غلام رسول صاحب سہروردی
جناب محمود خانصاحب انجن گاڈ لسمری
جناب مولوی جنگ بہادر خانصاحب انسپکٹر مدارس رشید پورہ گوجر
جناب شیخ سردار بخش صاحب القاری قریشی ملتان
جناب سید شاہ ابوالحسن صاحب قادری کالپور
جناب سید حشمت علی شاہ صاحب پٹواری نہر رپڑ
جناب محمد عبدالجلیل صاحب قریشی گنپت راؤ
جناب مولوی عطاء الحق صاحب پوریہ
جناب محمد امام الدین صاحب میر منشی مدہوبنی
جناب مولوی سید محمد صاحب نائب محاسب دربھنگہ
جناب احمد حسین صاحب اسادتاجیہ پیٹھیہ
جناب خانصاحب چودہری رحمۃ اللہ خانصاحب سرگودہا
جناب منشی عبدالاحد صاحب متھرا
جناب لالہ ظہور علی صاحب متھرا۔

جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب دیپاوا
جناب عبدالفتاح خانصاحب چیک برانچ لاہور (۱)
جناب شاہ محمد صاحب اسسٹنٹ گڈس کلرک سہارنپور
جناب مصطفے خانصاحب سوداگر انجن گاڈن بجی
جناب ارسلا خانصاحب کلرک پشاور
جناب محمد قمر الدین خانصاحب موضع بیر تیرا مالیہ
جناب محمد قاسم خانصاحب ناگپور کلاں
جناب محمد غوث شاہ صاحب قریشی ریچ پیرل
جناب غلام محمد رحیم الدین صاحب ناگپور
جناب منشی فیض محمد خانصاحب آگرہ
جناب دوست محمد صاحب سب انسپکٹر منٹگمری
جناب مولوی انوار الحق صاحب سررشتہ دار مدہیزہ
جناب شیخ امین صاحب حوالدار کیمپ پونہ
جناب سید ابوالحسن صاحب پوریہ
جناب محمد عبدالرحیم صاحب مدراس
جناب محمد عبداللہ صاحب دہولنوال
جناب بابو صاحب اینڈ کمپنی مدراس

اعلان عام

(۱) خواہشمندان اولاد و طالبان حب و مریضان مایوس کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ناچیز سے خط و کتابت کر کے مقاصد دلی حاصل کریں۔ (۲) ادویہ مجربہ ہر ایک مرض کی حسب الحکم تیار کر کے پیشگی قیمت آنے پر روانہ کی جاسکتی ہیں ملنے کا پتہ۔ خادم الفقراء علی محمد خاں ہاشمی جام پوری ضلع ڈیرہ غازیخان

عالم پاک کی خاک

چٹکی میں بیڑے پار

چند روز سے ایک اشتہار ان صفحات پر خاک کی چٹکی کے عنوان سے چھپ رہا ہے۔ لوگوں نے سمجھا ہوگا یہ بھی اشتہاری جدت ہے۔ مگر جن لوگوں نے اس کو منگوایا اور استعمال کیا ان کی تعریفوں نے دھاک بٹھا رکھی ہے۔ خلقت حیران ہے کہ اس بے اثری کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خاک کی چٹکی سے مدتوں کے دکھ درد دور کر سکتے ہیں۔ اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ اس چٹکی نے برسوں کے قبض کو دور کر دیا ہے۔ اداس چہرے شگفتہ کر دیئے۔ ٹوٹی ہوئی ہمتیں بلند و بالا کر دیں۔ موذی مرض جریان نے جن لوگوں کو زندہ درگور کر رکھا تھا۔ اب وہ اپنے بدن میں نئے قسم کے ولولے اور جذبے پاتے ہیں۔ اس گھن سے خدا نے ان کو نجات دی۔ معدے کے صدہا بیمار لکھتے ہیں کہ ہزاروں چورن کھلے نمک استعمال کئے۔ رات کا کھانا چھوڑا مگر خاک فائدہ نہیں ہوا۔ کمبخت معدے کے ہاتھوں کھانیکا مزہ بھی جاتا رہا تھا۔ لیکن اس چٹکی نے مسیحا کا کام دیا۔ سات دن کے اندر بھوک کا یہ عالم ہو گیا کہ چار چار دفعہ رات دن میں کھاتے ہیں اور سب ہضم ہو جاتا ہے۔ سوکھی سوکھی روٹی پلاؤ قورمہ کا مزہ دیتی ہے۔ جگر کے مریض لکھتے ہیں کہ خدا دروپشو کا بول بالا کرے موت کے منہ سے نکال لیا۔ جگر نے زندگی خراب کر رکھی تھی بدن میں خون کا نام نہ رہا تھا۔ جو کھاتے تھے انگ کو نہیں لگتا تھا خبر نہیں کہاں غائب ہو جاتا تھا۔ جو شخص صورت دیکھتا یہ کہتا میاں کیا حال ہے خیر تو ہے۔ تمہاری تو دن بدن حالت ہی خراب ہوتی جاتی ہے۔ جب سے اس چٹکی کا استعمال کیا ہے ہاتھ پاؤں میں چستی اور پھرتی آ گئی چہرہ پر سرخی آ چلی ہے۔ ہم تو ایسی اکسیر کا دوامی استعمال رکھیں گے۔ ان سب تعریفوں اور کامیابیوں کو معلوم کر کے ہمنے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ یہ سب اسی کی کارسازیاں ہیں۔ بندہ ہر حال میں بندہ ہے۔ اسنے اپنی قدرت سے دکھا دیا کہ ولایت والے جن دواؤں کی مٹھیاں بھر بھر کے روپیہ لیتے ہیں ہندوستان میں خدا کے بندے چند پیسوں میں اس سے بڑھکر دوا دیتے ہیں۔ آج کو اگر یہ دوا کسی یورپین کے پاس ہوتی تو لاکھوں روپیہ کما لیتا۔ اور وہ اپنے نام پیٹنٹ کراتا۔ مگر ہم تو عام مخلوق کے فائدے کیلئے اس کو ویسے ہی کم داموں پر فروخت کرتے رہیں گے۔ الٰہی تو اس دوا میں اس سے زیادہ تاثیر دے جو کھائے اپنی مراد کو پہنچے آمین۔ جن لوگوں نے اسے ہمیشہ استعمال میں رکھنے کا ارادہ کیا ہے یقیناً انکو فائدہ ہوگا۔ آٹھ دن کی دوا ایک روپیہ میں اور چالیس دن کی پانچ روپیہ میں

المشتہر مہتمم رسالہ نظام المشائخ و خطیب دہلی

مجموعہ ملفوظات خواجگانِ چشت اردو

یہ کتاب تھوڑے ہی عرصہ میں چار مرتبہ طبع ہو کر سرمۂ چشم اہل عقیدت ہو چکی ہے۔ اور چار ہزار سے زیادہ جلدیں نکل چکی ہیں۔ اس میں حضرات خواجگان چشت کے ملفوظات ہیں۔ جنکے نام نامی یہ ہیں۔ حضرت خواجہ ہارونی خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی حضرت بابا فریدالدین گنج شکر حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہم۔ یہ وہ نایاب کتاب ہے جو اپنی خوبی مضامین اور نفع رسانی میں شہرت رکھتی ہے۔ بابرکت مفید مجموعہ ہے۔ قیمت ۱۲

مناقب الحبیب معلّٰے مکمل سوانح عمری حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری اجمیری ؒ اگرچہ سوانح عمریاں حضرت خواجہ صاحب کی بہت سی چھوٹی بڑی چھپ چکی ہیں۔ مگر کتاب ہذا کی خصوصیات سب پر فائق ہیں۔ اول تو یہ کتاب ایک خاندانی بزرگ صاحب تصنیف کثیرہ حضرت خواجہ نجم الدین صاحب شاہ ولایت فتح پور خلیفہ خاص حضرت شاہ سلیمان صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔ دوم اکثر سوانح عمریوں میں ایک ہی مشہور حالات حضرت خواجہ صاحب کو دہرایا گیا ہے۔ اس میں یہ بات نہیں۔ بلکہ کتنے ہی واقعات عجیب اور ان کے اوراد و اشغال کا ذکر بالکل جدید ہے۔ اور ہر ایک بیان کو بحوالہ کتب درج کیا گیا ہے۔ جو صاحب مفصل اور صحیح حالات حضرت خواجہ صاحب کے دیکھنے کے مشتاق ہوں۔ وہ اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت صرف دس آنے ۱۰/

عشرۂ کاملہ اصل کتاب عربی زبان میں حضرت شیخ فانی فی اللہ باقی باللہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی رح کی تصنیف سے ہے۔ جس کو آپ نے اعتکاف میں تصنیف فرمایا ہے۔ مختصر کتاب جمیع مسائل تصوف پر حاوی ہے۔ باوجود اس خوبی کے قیمت صرف ۶/

اصول السماع از حضرت مولانا فخر الدین صاحب زرادی خلیفہ حضرت محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الدین قدس سرہٗ العزیز مسئلہ سماع میں نہایت تحقیق سے لائی گئی ہے نہایت مستند کتاب ہے۔ بین السطور میں ترجمہ اردو ہے۔ قیمت ۴/

المشتہر نظام الدین تاجر کتب چاندنی چوک دہلی

ہے

میں ایک کروڑپتی خوبصورت نوجوان ہوں

اور ایک نہایت حسین لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ شرط یہ ہے کہ

وہ لڑکی پری جمال صابون استعمال کرتی ہو۔ حسن دولت سے بڑھکر ہے

پری جمال صابون کیا ہے

ایک خاندانی طبیب کی ایجاد ہے

جو چہرے کو خوبصورت بنانیوالا حسن و خوبصورتی پیدا کرنیوالا۔ سات روز مل کر نہانے سے کالا رنگ کملا ہوا چہرہ گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت اور مخمل کی مانند ملایم ہوجاتا ہے۔ چہرے کے تمام داغ دھبے مہاسے جھائیاں دور ہو کر شنجرف کی سی سرخی نظر آنے لگتی ہے۔ قیمت فی بکس تین ٹکیہ معہ صابون دانی عمر

روغن پری بہار گیسو دراز

یہ لاجواب سر میں لگانیکا تیل بالوں کو خوش نما بنادیتا ہے۔ لمبے و خوبصورت بال مردوں و عورتوں کے حسن و جمال کی رونق بڑھاتا ہے۔ اس کے استعمال سے بال لمبے اور ریشم کی مانند ملائم ہو کر نرم و چمکدار بن جاتے ہیں۔ بھینی بھینی خوشبو سے دل و دماغ کی تفریح ہوتی ہے قیمت فی شیشی اتولہ عہ

حب مقوی باہ

اعضائے رئیسہ کو تقویت دیکر قوت باہ پیدا کرتی ہیں سست کو چست کرتی ہیں۔ مغلظ ہیں۔ فی شیشی ۴ گولی عمر

سرمہ مقوی بصر

یہ خاص خاندانی نسخہ ہے اس میں جواہرات شامل ہیں۔ آنکھوں کے تمام امراض میں بےمثل ہے۔ بینائی کو قوت دیتا ہے۔ ابتدائی نزول میں بیحد مفید ہے۔ جالہ۔ دھند۔ ظلمت چشم ڈھلکہ کو مفید ہے۔ روشنی بڑھاتا ہے۔ قیمت فی شیشی ۶ ماشہ عہ

بڑی فہرست مفت ملتی ہے

پتہ: حکیم محمد یعقوب خاں مالک دواخانہ نورتن فراش خانہ دہلی

پلیگ طاعون سے لوگ زیادہ کیوں مرتے ہیں

3/3

اس لیے کہ دشمن کے حملہ آور ہونے سے پہلے اس کے دفعیہ کی تدبیر نہیں کرتے جب دشمن اور پلیگ سا سخت دشمن پلیگ زور سے حملہ کر دیتا ہے تب آزار و بچاؤ کے لئے گوشۂ عافیت ڈھونڈتے ہیں۔ اور اس کے دفعیہ کی تدبیریں لوگوں سے پوچھتے ہیں۔ اس اثنا میں دشمن حملہ کر کے جان و مال کو تباہ کر دیتا ہے۔ اگر لوگ دانائی اور دور اندیشی سے کام لیں کہ جب ظالم دشمن طاعون گرد و نواح میں ستم ڈھا رہا ہو پہلے ہی سے قلعہ یعنی حفظ ما تقدم کی تلاش کریں۔ اور محافظ جان و مال اکسیر شفا دافع طاعونی وبائی جو مسلمہ و مستند علاج ہے۔ اس کو پہرے پر تعینات کریں تو دشمن ادھر کا رخ نہ کریگا۔ پس سب انسانوں کا فرض ہے کہ دوا کو پہلے سے اپنے پاس مہیا رکھیں۔ تاکہ دشمن شبخون جو مارنے کا ارادہ کرے تو یہ تیاری دیکھ کر جرأت نہ کرے۔ بہت سے اصحاب شہروں اور قصبوں سے شہادت دے رہے ہیں کہ جب فقط بعض آدمی مبتلائے طاعون ہوئے تو اکسیر شفا جو پہلے ہی سے انہوں نے منگا رکھی تھی اس کی دس بوندیں مریض کو دیں اکثر تو ایک ہی خوراک سے ورنہ دو یا تین خوراک سے سب مریض جانبر ہوئے۔ بعض جگہ اکسیر شفا کے استعمال سے یہ نتیجہ ہوا کہ آٹھ گھنٹے والے مریض ۹۰ فی صدی بچ گئے۔ ۱۲ گھنٹے والے فیصدی ۷۵ آدمی اور ۲۴ گھنٹے والے فیصدی ۵۰ کس جانبر ہوئے۔

پس ہم بڑے زور سے مشورہ دیتے ہیں کہ آپ ضرور بالضرور اکسیر شفا دافع طاعونی وبائی کو منگا لیں۔ اور سینکڑوں جانوں کو جو کروڑوں روپے کے معاوضہ سے بھی پیدا نہیں ہو سکتیں بچا لیجیے۔ صحت یافتہ اصحاب کے سرٹیفکٹ ایک آنہ کا ٹکٹ بھیج کر منگوا لیں کہ وہ صرف اسی مجرب قاتل طاعون دوا کی مدد سے محفوظ اور جانبر ہوئے

قیمت

اکسیر شفا دافع طاعونی وبائی شیشی [illegible] تین شیشی [illegible]
" " " " چھ شیشی [illegible]
" " " ایک درجن [illegible]

محصول ڈاک بذمہ خریدار

پتہ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء [illegible] لاہور

کلوروڈائن

6/12

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد مڑور خواہ کسی صورت سے ہو اس کی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے۔ آؤن دست اور ہیضہ کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے۔ اور دیگر کلوروڈائن سے بہتر ہے۔ اس لئے بازاری کلوروڈائن نہ خرید کریں بلکہ اس کلوروڈائن کو خریدیں۔ قیمت ۶/۱۲ اور درجن کے للعہ محصولڈاک ۵/

گرمی و آتشک کی دوا

گرمی و آتشک بدفعلی سے ہوتی ہے۔ اس کی ابتدائی حالت میں زخم ہوتا ہے۔ اور تھوڑے عرصہ میں دونوں پٹھوں کی گلٹیوں میں ورم ہو آتا ہے۔ جس کو لوگ باگی کہتے ہیں۔ کچھ دن میں گرمی پھوٹ کر نکلتی ہے۔ اور تمام جسم میں چٹے۔ گھاؤ۔ پھنسیاں مگرے وغیرہ ہو جاتے ہیں۔ دفتہ رفتہ گلے میں یا ناک میں زخم یا سر کے بال کا اڑنا اور گانٹھوں میں درد ہوتا ہے۔ آخیر میں ہڈی تک اس کا اثر پہونچ جاتا ہے۔ جوانی میں نکلی ہوئی آتشک کا زہر بڑھاپے میں ستاتا ہے۔ اور باپ سے لڑکے پوتے تک کو آتشک کے زہر کے سبب مصیبت جھیلنی پڑتی ہے۔ افسوس ہے کہ اس بیماری کا علاج جیسا ہونا چاہئے نہیں ہوتا۔ زخم کے ہوتے ہی لوگ شرم سے بیماری کو چھپاتے ہیں۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ پھر دوا کرتے ہیں تو ایسے ہی ویسے لوگوں کی۔ ایسی دواؤں میں زیادہ تر پارہ ملا رہتا ہے۔ جس کا اثر مرض سے بھی برا ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کو بخوبی غور کرکے ڈاکٹر ایس کے برمن نے یہ دوا آتشک کی بنائی ہے۔ جو چیزیں آتشک کے زہر کو بیکار کرتی ہیں مشہور و معروف ہیں۔ ان کی خصوصاً آزمائش کرکے یہ دوا بنائی گئی ہے۔ تھوڑے دن کے استعمال سے یہ دوا آتشک اور اس کے نقصوں کو رفع کرتی ہے۔ زخم کے لئے ساتھ ہی مرہم لگانا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی ۱۲/ زخم کا مرہم ۵/ محصول ڈاک دونوں کا ۵/

نوٹ ہماری تمام ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں سے مل سکتی ہیں۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۳۱

بابت ماہ شعبان ۱۳۳۳ھ

قسم سوم

نظام المشائخ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب شاہزادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی
وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر
خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲ ‎/
مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلاں
مطبوعہ ہمدرد پرنٹنگ پریس دہلی

نظام المشائخ

نمبر ۲ | بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ | جلد ۱۵

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	حسن	جناب مولوی نیاز محمد خانصاحب نیاز فتحپوری	۱
۲	لال ہیس درویش	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۵
۳	سلوک الجسم	(ایضاً)	۱۵
۴	مسئلہ تسمیہ طہ و یاسین	البلاغ	۲۷
۵	فدوی جولاہا	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳۲
۶	زلزلہ	جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب خانپوری	۳۶
۷	دل	جناب مولانا سید مصطفےٰ صاحب ذہین	۳۹
۸	مدنی محبوب کی یاد میں	جناب مولانا محمد خانصاحب ازدولہ	۴۴
۹	پیاری سرزمین	جناب حافظ امام الدین صاحب رام نگری	۴۵
۱۰	ہوتا	جناب ابو الفخر مولانا سیماب صاحب اکبرآبادی	۴۷
۱۱	فریاد اسلام	جناب صوفی البشیر صاحب امرتسری	۴۸
۱۲	ترک خودداری	جناب مولانا محمد نذیر صاحب عرشی مقیم دہنولہ	۵۱
۱۳	نماز عاشقاں	جناب مولانا عرشی صاحب امرتسری	۵۴
۱۴	حسن و عشق	جناب مولانا واصل صاحب خیرپور سندھ	۵۵
۱۵	تازہ نعتیں	جناب حکیم عبد القوی صاحب و جناب بلالی شاہ صاحب	۵۶
۱۶	مشاہیر مشائخ ہند	جناب مولوی محمد شفیع الدین صاحب مرادآبادی	۵۷

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی، ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں

جناب محمد عبدالحمید صاحب چشتی تال پر آملی خریدار (۱)	جناب محمد ہادی حسن صاحب نعمانی ہردوئی خریدار (۱)
جناب خواجہ عبدالرحمن صاحب سانوہیم بھوالی (۱)	جناب حبیب اللہ صاحب انجنیئر امرتسر (۱)
جناب احمد دین صاحب (۱)	جناب ڈاکٹر قمرالدین صاحب ہالی شاہ (۵)
جناب محمد فضل الرب صاحب ٹریسر جانم پٹیہ (۱)	جناب محمد احمد حسین صاحب آنزادیا جتر پٹیہ (۱)
جناب حافظ حسن صاحب بی۔ اے کہیر (۱)	جناب امیر الحق صاحب مہرولی (۱)
جناب محمد افضل صاحب قریشی پاکپٹن (۱)	حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلی (۱)
جناب شاہ قمر اللہ صاحب ابو العلائی مقام پنڈی (۳)	جناب قاضی بدرالحسن صاحب بدر علی گڑھ (۱)
جناب ماسٹر محمد حمزہ خانصاحب مقام ملکہ پور (۱)	جناب مولوی محمد نصیرالدین صاحب ... اس (۱)
جناب قاضی غلام رسول خانصاحب نو وزیرستان (۱)	جناب حکیم محمد یوسف صاحب ڈرو (۱)
جناب سید رحمۃ اللہ صاحب مدراس (۱)	جناب سید غلام حیدر صاحب بمبئی (۲)
جناب میر احمد علی صاحب داروغہ حیدرآباد دکن (۱)	جناب سید افضل عباس صاحب (۱)
جناب محمد عبدالرزاق صاحب بنگلہ نہر (۲)	جناب محمد شاہ خانصاحب قادری اندوری (۱)
جناب نواب خانصاحب چھاؤنی جالندھر (۱)	جناب منشی وزیر حسن خانصاحب بدایوں (۱)
جناب محمد عبدالحمید صاحب ہکہ وادہ تال (۱)	جناب یعقوب احمد صاحب اکونٹنٹ دہلی (۴)

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب حکیم محمد آدم اشہر صاحب مہتمم کاپ — جناب جواد بخش صاحب قادری علی گڑھ

جناب محمد علاؤ الدین صاحب ٹھیکہ دار ہانسی
جناب میر مہدی حسن صاحب محافظ دفتر مدہرہ
جناب محمد عبد الرحیم صاحب حیدر آباد دکن
جناب محمد حفیظ صاحب دار ہیڈ کلرک کسولی
جناب سید خیرات علی صاحب سرجو دیہہ
جناب صوفی ارشاد احمد صاحب ملیشا واقع ل
جناب سیدی سلیمان صاحب منتظم کوتوالی تروکل
جناب دین محمد صاحب متعلم دوسوہا
جناب مسٹر محسن صاحب ٹہریا
جناب محمد یوسف صاحب دہلی
جناب منشی سید نزاکت حسین صاحب سب اوورسیر
جناب خواجہ عبد الرزاق صاحب بہوامی
جناب حبیب اللہ صاحب انجینیر چوکلا سیاں
جناب چوہدری اکبر خانصاحب مقام کوہیلے بہلول
جناب مولوی حافظ سید علی عباس صاحب مہرہ
جناب مولوی سید شاہ محمد اکبر حسینی صاحب مدہرہ
جناب مولوی سید عبد القادر صاحب جانم پیٹھ
جناب محمد عبد الشکور صاحب سکھر جدید
جناب ایس سکندر خانصاحب خٹک
جناب مولوی شیر علی خانصاحب جہرولی
جناب شیخ نور الدین فیروز الدین صاحب رحیم یار خان

جناب محمد بندہ علی صاحب پوسٹ ماسٹر مدہرہ
جناب یسین خان ابراہیم خانصاحب ناسک
جناب محمد عبد الرحمن صاحب تاجنا پیٹھیہ
جناب فیروز شاہ صاحب پشاور چھاونی
ایم محمد عبید اللہ صاحب مدراس
جناب ملک فضل خانصاحب دو المیال
جناب سید محبوب حسن صاحب صدر مدرس لنیہور
جناب میاں جان صاحب مدراس
جناب مستری حاجی عظیم صاحب کراچی
جناب غلام مصطفےٰ صاحب دربھنگہ
جناب شیخ علی رضا صاحب نمبردار سوراپور
جناب منشی محمد فیاض الدین صاحب بنارس
جناب میاں فضل کریم صاحب امرتسر
جناب محمد عبد الرشید صاحب دہام نگر
ملا عبد الشکور قدوائی حیدر آباد دکن
جناب مولوی سید محی الدین بادشاہ صاحب مدہرہ
جناب شمشیر خانصاحب زمیندار اڈولہ
جناب حافظ عبد العزیز صاحب تحصیل کہیر
جناب محمد رستم خانصاحب سیونی مالوہ
جناب محمد جعفر شیخ ابراہیم صاحب کول بھرا
جناب احمد خان محی الدین خانصاحب شولاپور

جناب شیخ خدابخش صاحب جیونت نگر

جناب ماسٹر غلام رسول صاحب ٹیچر ہاکپٹن

جناب اے معین الدین صاحب انسپکٹر خاندیش

جناب بن عمر ہاشم صاحب بمبئی

جناب ملک محمد امانت خانصاحب لاہور

جناب مولوی محمد جعفر صاحب داروغہ آبکاری شیموگہ

جناب امیر خانصاحب سیٹھ بہیر گاؤں

جناب منشی داؤد علی صاحب ہیڈ کلرک کورتھہ

جناب مولوی عبداللطیف صاحب بہدک

جناب محمد رستم خانصاحب پیش امام سیونی

جناب سید عبدالقادر صاحب مقام نظیرآباد

جناب سید عبداللہ میاں علی میاں صاحب اگاشی

جناب مسرز کے میانجی اینڈ سنز پچ مڑہی

جناب مسٹر عطا محمد صاحب قوم زونیہ شہر لعلو ڈونگ

جناب مولوی شفیع اللہ صاحب ٹیچر پٹنہ

جناب مولوی نیاز احمد صاحب بلیماران دہلی

خطیب

ہفتہ وار دینی و علمی رسالہ ہے

ظاہری و معنوی اعتبار سے ہندوستان بھر میں اپنا جواب نہیں رکھتا حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب اکثر اسی میں چھپتے ہیں آپنے ابتک نہ دیکھا ہو۔ تو نمونہ مفت منگا کر دیکھیے

باوجود غیر معمولی خوبیوں کے چندہ بہت کم یعنی سالانہ ۴ر ششماہی ۲ر سہ ماہی ۱ر تاکہ غریب سے غریب شخص بھی اس سے فائدہ اٹھائے۔ چونکہ کاغذ مہنگا ہو رہا ہے۔ خطیب کے چندہ بڑھنے کا اندیشہ ہے اس لیے آپ اسے جسقدر جلد جاری کرالیں گے اچھا ہوگا

منیجر خطیب

جلد ۱۵ نمبر ۲

بسم اللہ

نظام المشائخ

حُسن

(ایک صوفی کے نقطۂ نگاہ سے)

کیا ہے حسن اور کیسا ہے کیا کیا میں کہوں اور کس سے کہوں ۔۔۔ بس وہ وہ ہے یہی کہوں اور تجھ سے کہوں اے تقلیب ۔۔۔
موج تمنا ۔ موج لطافت ۔ بیکن یکسر قطع سکوں ۔۔۔ رفعت ارماں ۔ سیل نزہت لیکن محشر صد افسوں

مقصد ہستی آرزو جاں ۔ خواہش ہستی لاحاصل ۔۔۔ ساز مسرت ۔ مایۂ عشرت ۔ محور رقص صد بسمل
مایل ہے وہ غافل پر ۔ غافل کی طرف ہے وہ مایل ۔۔۔ ہے لطف سراپا بے خواہش ۔ ہو خواہش لطف تو ہے قاتل

کرتے پاگل قوموں کو وہ جلوہ کی اک گردش میں ۔۔۔ ملکوں کو دیوانہ کر دے ایک ذرا سی لغزش میں

برق ہے اسکا رخ عریاں جلووں کے ہی جمگھٹ میں
قہر ہے لیکن بے پایاں وہ رخشاں ہے جب گھونگھٹ میں

گل کے تبسم میں ہے وہ اور شبنم کی گریانی میں
بل میں زلف سنبل کے ہے نرگس کی حیرانی میں
عریانی ہے رازکی وہ اور راز ہے وہ عریانی میں
پانی کر دے شعلہ کو وہ آگ لگا دے پانی میں

وحشت چشم آہو میں ہے شبنم میں ہے پائے رم
قوس قزح میں رنگینی ہے اور قمریوں میں ہے چم خم
طائر میں وہ نغمہ ہے اور نغمہ میں ہے زیر و بم
ساز میں وہ موسیقی ہے اور موسیقی میں تال و سم

ہند میں آیا بنکے دمن وہ شیریں ہوکر ایراں میں
نجد میں تھا وہ بنکے لیلی ہیکل وینس یونان میں
مصر میں تھا وہ شکل زلیخا یوسف تھا وہ کنعاں میں
جلوہ ابن عبد اللہ تھا غار حرا و فاراں میں

طوق گلوئے قمری ہے سرو میں وہ رعنائی ہے
رنگ چمن میں بلبل میں وہ ذوق نغمہ زائی ہے
سنگ در جانانہ میں وہ جذب جبہہ سائی ہے
شوق دل زائر میں ہوکر دفع شکستہ پائی ہے

مے میں رنگ ہے مے مینا میں گردش ہے پیمانے میں
شمع میں ہے وہ ضو کی صورت رقص ہے وہ پروانے میں
راحت ہے وہ نیند کے اندر نیند ہے وہ افسانے میں
طبع رند میں ہے آزادی استغنا دیوانے میں

اسکی توجہ عین ستم ہے اسکا ستم ہے عین کرم
اسکا غصہ عین تلطف اسکی عنایت قاتل ہم
سمجھو ہے یہ کام اسکا جب دست و گریباں ہوں باہم
جان لو ہے ابہام اسیکا دل میں درد ہو جب مبہم

کوہ میں شوکت ابر فلک میں پیدا رنگی تاروں میں
حوض میں ہلکی چین تموج جست ہے وہ فواروں میں

کندن میں ہی ایک دمک وہ۔ سرخی ہی انگاری میں   آب گہر میں۔ چھوٹ پرب میں۔ بیتابی ہی پارے میں

بعد میں اسکے نزدیکی ہی قرب میں اسکے دوری ہی   پردہ میں ہے جلوہ عریاں۔ بے پردہ مستوری ہے
چشم حسیں میں کیفیت ہی چتون میں مخموری ہی   عہد جوانی میں ہی مستی۔ عشق میں وہ مجبوری ہی

عادت ہی وزدیدہ نگاہی کی وہ چشم ساحر میں   ذوق ہی وہ عاشق کے دل میں جوش ہے قلب طائر میں
لحن گلوئے مطرب میں ہی شعر ہی قلب شاعر میں   لرزش تار بربط میں ہی۔ لوح خیال مصوّر میں

لذت ہی ایذا بھی اسکی۔ راحت ہی آزار اسکا   مستغنی ہے محتاج اسکا۔ اچھا ہے بیمار اسکا
بیکاری ہے کام میں اسکے۔ کام ہے بیکار اسکا   ہشیار اسکا دیوانہ ہے۔ دیوانہ ہے ہشیار اسکا

فاتح و مفتوحی میں ہی غالب و مغلوبی میں   امن ہی وہ دنیا میں جیسا فرد جہاں آشوبی میں
گریہ چشم یعقوبی میں ہی صبر دل ایوبی میں   مست کی دست افشانی میں ہی صوفی کی پاکوبی میں

سینا میں وہ بجلی تھا اور آتش تھا وہ ایمن میں   دست زلیخا بنکر الجھا کنعانی کے دامن میں
لب پہ کسی کے معجز نکلا اور کہیں دست روشن میں   نکہت یا اک جلوہ پران یوسف کے پیراہن میں

قلب سلیم شہزادہ میں اسکی جلوہ باری تھی   انطاکی کی وہ پامالی اسکی ایک عیاری تھی
لنکا کی وہ فتنہ زاری اس کی اک خودداری تھی   جنگ طرائی کی وہ آتش اسکی اک چنگاری تھی

نالہ ہے وہ رونے کے اندر شیون شور جلاجل میں   تیر میں ہے وہ زہر کشاکش سینے ہی گھایل میں

قدمیں درازی لوچ کمر میں . برہمی زلفوں کے بل میں
چین جبیں میں کس ابرو میں . بدترتیبی آنچل میں

نالاں ہیں سب نیند سے اس کے پردیں لرزاں نغمے ہوں
ترساں ہیں سب شوخی سے ہیں چشم عفت کوش سے ہوں
سب خائف ہیں بیہوشی سے اور میں خائف ہوش سے ہوں
حیراں ہیں سب جلوے سے میں سعی جلوہ پوش سے ہوں

ناز مشق ہے وہ خود رائی ہے نخوت ہے خود بینی ہے
سفاکی ہے . خونریزی ہے کفر ہے وہ بیدینی ہے
یعنی حسن جو ہے یہ اک شے محض جفا آئینی ہے
کہتے ہیں سب عشق جسے وہ صرف نیاز آگینی ہے

(نیاز فتحپوری)

علامات قیامت

جسکو عمدۃ المفسرین سند المحدثین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی رحمہ نے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ سے مع اسناد بزبان فارسی تحریر فرمایا تھا. جو قیامت نامہ کے نام سے مشہور و معروف ہے. اب زمانے کی ضرورت کا لحاظ کرکے اپنے ملکی بھائیوں کے لئے بکم و کاست اسکا اردو زبان میں ترجمہ کر دیا گیا ہے. درحقیقت اس سے بڑھ کر صحیح و مستند آثار قیامت کسی رسالے میں دیکھا نہیں مل سکتے. قیمت ۴ر

ایڈیٹر کا حشر ایک عبرتناک فسانہ ہے مصنفہ مولوی ظفر علیخان صاحب بی. اے سابق ایڈیٹر زمیندار قیمت ۴ر

حالات خضر حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے عجیب و غریب اسرار کا مجموعہ مولفہ جناب ملا واحدی صاحب ایڈیٹر خطیب و نظام المشائخ مع ضمیمہ یادگار خواجہ میر درد حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی قیمت ۱۰ر

جاماسپ نامہ پیشین گوئیاں معلوم کرنے کا شوق ہو. تو جاماسپ نامہ کا اردو ترجمہ جو ملا محمد الواحدی صاحب نے کیا ہے منگا کر پڑھئے حکیم جاماسپ نے جاماسپ نامہ میں ہزاروں برس پہلے قیامت تک کے آنے والے واقعات کا حال لکھدیا ہے. قیمت ۲ر **المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی**

۸۶ء

لال بھیں دُرویش

یعنی

لال بیگ یا لال گرو

میں آجکل ایک کتاب "حلال خور ہمارے بھائی ہیں" لکھ رہا ہوں۔ اس کتاب کی بڑی ضرورت تھی۔ اسکا مرتب کرنا تبلیغ اسلام اور حفاظت اسلام کے فرائض میں شامل ہے۔ کیونکہ حلال خوروں کی برادری، ان کا مذہب۔ ان کے رسم ورواج۔ ان کی تجہیز وتکفین وتدفین اسلام کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ حلال خور اپنے پیشہ کے سبب حقیر ہوگئے ہیں۔ مگر یہ حقارت ہمنے ان قوموں سے سیکھی ہے جنکے ہاں چھوت چھات ہے۔ جو ذاتوں کی تقسیم اور اونچ نیچ کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ورنہ اسلام نے سب انسانوں کو برابر اور مساوی الدرجہ تسلیم کیا ہے۔ اسلام کسی پیشہ کو اگر وہ احکام آلہی کے خلاف نہ ہو ذلیل نہیں سمجھتا بلکہ پیشہ وروں کو اس نے حبیب اللہ کا خطاب دیا ہے۔

خیال کرو تو لفظ حلال خوری میں اسکا ثبوت موجود ہے۔ یہ خطاب مسلمانوں ہی نے فرقہ خاکروب کو دیا تھا۔ حلال خوروں کا دوسرا عزت دار نام مہتر ہے۔ جسکے معنے سردار کے ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگ حلال خوروں کو ذلیل نہیں سمجھتے تھے اور وہ نفرت نہیں رکھتے تھے جو آج کل ہم ہندوؤں کی دیکھا دیکھی حلال خوروں سے رکھتے ہیں۔

میں اس کتاب میں حلال خوروں کی مذہبی معاشرتی حالت دکھاؤنگا اور اس امر سے ثابت

کرونگا کہ حلال خور ہمارے بھائی ہیں ہمیں ان سے پرہیز نہ کرنا چاہیئے۔ جسوقت وہ اپنے غلیظ کام سے فارغ ہوں اور نہا دھو کر پاک صاف ہو جائیں تو ہم پر لازم ہے کہ ان کے ساتھ بے تکلف کھائیں پئیں۔ ان سے بیاہ شادی کریں۔ ان کو اپنی مساجد میں نماز کے لیے بلائیں اور جو چند جہالات مراسم و عقائد کے ہیں ان کو آہستہ آہستہ دور کر کے حلال خوروں کو پختہ طور سے اپنے اندر لیں۔

ہندؤں کے بعض فرقوں نے اچھوت ادھار کے نام سے نیچ قوموں کو اپنے اندر ملانا شروع کیا ہے۔ حالانکہ ان کی قدیمی قومیت و مذہب نے اسکی اجازت نہیں دی مگر وہ سیاسی ضرورت سے اپنی تعداد بڑہانے پر آمادہ ہیں اور اپنے مذہب و دستور قومی کے خلاف نیچ و کمین قوموں کو اپنی برادری میں شامل کر رہے ہیں۔

یہ دیکھکر قدرتاً اسلام تقاضا کرتا ہے کہ اسکے خادم بھی ادہر متوجہ ہوں۔ کیونکہ اسلام کی تعلیم نے جو برابری انسانوں کو دی ہے اسکے اعتبار سے مسلمانوں کو ایسا کرنے کا حق ہے اور ان کا حلال خوروں کو جو پہلے سے نیم مسلمان ہیں پورا مسلمان بنانا بالکل واجبی ہے۔

اس کتاب کا ابتدائی حصہ جس میں حلال خوری مذہب کے پیشوائے اعظم کی شخصیت پر گفتگو ہے میں مسلمانوں کو سنانا چاہتا ہوں تاکہ وہ معلوم کریں کہ حلال خور دراصل مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ہے خدا نے چاہا تو میں اس کتاب کو اس طریق سے لکھونگا کہ مسلمان اسکو پڑھ کر حلال خوروں کی اصلاح پر مائل ہوں گے اور ان کو کام کرنے کا ڈھنگ معلوم ہو جائے گا۔ علماء و مشائخ پر حصر نہیں رہے گا۔ معمولی علم و عقل کا مسلمان بھی اس کتاب کو سمجھ کر تبلیغ کا فرض پورا کر سکے گا۔ اب حلال خوری مذہب کے مقتدائے اعظم لال بیگ یا لال گرو کے حالات سنئے۔ کہ وہ کون تھے اور ان کی نسبت کیسی عجیب اور مضحکہ انگیز داستانیں مشہور ہیں۔

میں ان روایتوں میں تصرف نہیں کرونگا جو کچھ زبانوں پر ہے اور جس طرح لال بیگ کا چرچہ ہے وہی بلا ترمیم اور بغیر اپنے حاشیہ چڑہانے کے لکھ دونگا۔

البتہ یہ میرا فرض ہے کہ بے معنی اور غلط بیانوں پر راے دوں جنمیں لال گرو کو ہندو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور یہ سب آخری وقت کی ایجادیں ہیں۔ قدامت کی اصلیت کو اس سے کچھ تعلق نہیں۔

حضرت لال بیگ ہمارے حلال خوروں کے پیر اور ہادی تھے۔ یعنے انسانوں کا وہ گروہ جسکا پیشہ غلاظت صاف کرنا اور کمین خدمتوں کا انجام دینا تہا اسکے دینی رہبر کا نام نامی لال بیگ تہا۔

وہ کب تھے۔ کس خاندان میں تھے۔ ان کی تعلیم کیا تھی۔ یہ چند ضروری سوالات ہیں جنمیں سے بعض کو میں اس مضمون میں بیان کرونگا۔ اور بعض کتاب "حلال خور ہمارے بھائی ہیں" میں بیان کئے جائیں گے۔

اسم لال بیگ کی بحث

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لال بیگ اصل میں بال میک تھے۔ جو ایک مشہور ہندو بزرگ شاعر ہوئے ہیں جنھوں نے رامائن کتاب نظم میں لکھی تھی۔ یا کوئی اور بال میک نامی بزرگ تھے۔ لیکن تھے ہندوا ور ان ہی کے نام کو بگاڑ کر لکھنے والوں نے لال بیگ بنادیا۔

مگر یہ قیاس غلط معلوم ہوتا ہے۔ لال بیگ اور بال میک اگرچہ دیکھنے میں تقریباً ہم شکل ہیں لیکن ان کی ہم صورتی میں شیرؔ اور شیرؔ کا سا معاملہ ہے کہ شیر (جانور) آدمی کو کہا جاتا ہے اور شیر (دودھ) کو آدمی چٹ کر لیتا ہے۔ بیگ مغلوں کا خطاب ہے اور اسلامی فتوحات کے دور ابتدائی میں ترکستان سے ہندوستان میں آیا تھا مغل شروع

سے خونخوار مشہور تھے۔ اسلئے ناممکن ہے کہ بال بیگ لکھنے والوں نے ایک عابد فقیر کے نام کو لکھتے وقت ایک سفاک جنگ جو کے لقب سے مغالطہ کھایا ہو۔ بیگ شہرت پا چکا تھا۔ ہندوؤں کے سب لکھنے پڑھنے والے اسکو سمجھ گئے تھے۔ پھر کوئی وجہ نہ تھی جو وہ ناسمجھی سے بال بیگ کو لال بیگ کہہ دیتے۔

پس ثابت ہوا کہ لال بیگ بال بیگ ہندو ہرگز نہیں بلکہ کوئی مسلمان بزرگ تھے۔

(۲) بعض کہتے ہیں لال بیگ کی اصل لال بھکشو ہے۔ بھکشو بھکاری کو کہتے ہیں یعنے لال درویش مگر یہ خیال بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ بھکشو کا لفظ بدھ مذہب کی اصطلاح ہے۔ بدھ فقرا کو بھکشو کہتے تھے۔ پس بدھ مذہب کو لال بیگ سے کیا تعلق۔ کیونکہ لال بیگ کا خواہ کوئی زمانہ تسلیم کیا جائے ہر صورت میں اسوقت کے بعد ہوگا جبکہ بدھ مذہب والے فقرا ہندوستان میں رہتے تھے مسلمان جب ہندوستان میں آئے ہیں تو ہندو بدھیوں کو ہندوستان سے نکال چکے تھے۔ اور ایک بدھ مذہب والا بھی یہاں باقی نہ تھا۔ پھر اگر بالفرض لال بیگ ہندو ہی تھے تو لال بھکشو انکا نام ہرگز نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ ہندوؤں کو بدھ اصطلاحوں سے نفرت تھی۔

(۳) بعض کہتے ہیں لال بیگ کی اصل لال بھیس ہے یہ بیان بحث طلب نہیں ہو سکتا ہے کہ حضرت لال بیگ لباس سرخ استعمال کرتے ہوں۔ ان کا نام کچھ اور ہوگا مگر ہندوستانی لال بھیس کہنے لگے۔ اور رفتہ رفتہ لال بیگ ہوگیا۔

ایک عجیب کہانی

کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت الیاسؑ پیغمبر خدا کے سامنے سب پیغمبروں کی صف میں کھڑے تھے۔ ان کو کھانسی اٹھی۔ اور انہوں نے جب تھوکا تو پیغمبروں کے چہرہ پر اسکی چھینٹیں گئیں۔ اس سے پیغمبروں نے خدا کے سامنے شکایت کی۔ اور خدا نے

حضرت الیاس کو زمین پر جاروب کشی کرنے کی سزا دی۔

حضرت الیاس نے پوچھا الٰہی میرا قصور کبھی معاف بھی ہوگا۔ حکم ہوا ہاں ایک بزرگ تیری سفارش کرنے والے پیدا ہونگے جس سے تجکو معاف کیا جائیگا۔

حضرت غوث پاک سید عبدالقادر جیلانی پیر دستگیر کے زمانہ میں ایک دن حضرت الیاس غوث پاک کے سامنے آئے۔ غوث پاک نے اپنا سرخ چوغہ اتار کر ان کو دیا کہ پہن لو۔ حضرت الیاس اس ملبوس کو گھر لے گئے اور مٹی کے ایک مٹکے میں رکھدیا۔

ایک روز حضرت غوث پاک کی مہتر الیاس پہ پھر نظر پڑی اور انھوں نے پوچھا وہ چوغہ تم نے نہ پہنا۔ یہ بولے میرا کام جھاڑو دینے کا ہے وہ میلا ہوجائیگا آپ نے فرمایا جاؤ ابھی اسکو پہنو۔

حضرت الیاس گئے۔ اور چاہا مٹکہ سے چوغہ نکالیں مگر مٹکہ کا منہ ایسا بند ہوا کہ ان سے کھل نہ سکا۔ مجبوراً واپس آکر حضرت غوث سے یہ ماجرا عرض کیا۔

آپ نے فرمایا جاؤ اور کہدو کہ اے مٹکہ میرے پیر تجکو بلاتے ہیں۔ حضرت الیاس گئے۔ اور مٹکہ سر پہ اٹھا لائے۔ اور حضرت غوث کے سامنے رکھدیا۔ آپ نے فرمایا۔

حَيَّ اُخْرُجْ يَا بُنَيَّ

نکل آؤ میرے چھوٹے سے بچے۔ عربی لفظ بُنَیَّ کا ترجمہ ہندی میں لال ہے پیارے بچہ کو جس طرح عرب بنیّ کہتے ہیں۔ ہندوستانی میرا لال کہتے ہیں۔

یہ کہنا تھا کہ مٹکہ کے اندر سے ایک نورانی صورت کا گورا چٹا سرخ سفید جوان نکل آیا۔ جسکے جسم پر سُرخ لباس تھا۔

حضرت غوث پاک نے فرمایا۔ اے الیاس خدا نے خاکروبوں کو پیدا کیا تو انکا شفاعت کنندہ بھی پیدا کرنا لازم تھا۔ پس اس نے تمھارے لئے اس لال کو روز محشر کا شفیع بنایا۔

مہتر الیاس لال درویش کو اپنے گھر لے گئے اور نہایت عزت و خاطر سے لال بھیں درویش کے سامنے

مہتر الیاس نے حقہ بھر کر رکھا

مگر لال بیگ نے حقہ نہیں پیا اور یکایک کہیں غائب ہو گئے مہتر الیاس نے یہ قصہ حضرت غوث پاک سے عرض کیا آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں تم لال درویش کی تعظیم خیالی میں قائم رہو۔ کیونکہ وہ تمھارے شفیع ہونگے۔

حضرت غوث نے یہی فرمایا کہ اول زمانہ میں برتن سونے کے بنتے تھے۔ پھر چاندی کے بننے لگے۔ اسکے بعد تانبے کے ہوئے مگر آخر زمانہ میں مٹی کے برتنوں کا رواج ہو جائے گا۔ حلال خور حضرت غوث کی پیشین گوئی اور ان سے لال گرو کے اس واقعہ کی مطابق کہ وہ مٹی کے مٹکہ سے پیدا ہوئے تھے ابتک مٹی کے برتنوں کی تعظیم کرتے ہیں اور ان کے ہاں زیادہ تر ظروف گلی ہی کا رواج ہے۔

بال میک مسلمان درویش تھے

ایک روایت لال بیگ کی نسبت اور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بال میک نامی کوئی مسلمان درویش غزنی میں رہتے تھے۔ اور بڑے خدا رسیدہ مستجاب الدعوات تھے۔ ان ہی کے زمانہ میں شاہ کمیں دشاہ قمیش نامی ایک بزرگ ملتان میں رہتے تھے۔ اور ان کے مریدوں میں شیخ سرنا نامی کوئی فقیر تھے۔ شیخ

سرنا ملتان سے اپنے وطن ساڈہورہ ضلع انبالہ میں چلے آئے۔
شیخ سرنا کے لڑکا نہ تھا اور ان کو اسکی بڑی تمنا تھی اس پہان کو اشارہ ہوا۔ کہ غزنی میں حضرت بال میک درویش کی خدمت میں جاکر لڑکے کے لئے دعا کراؤ۔ چنانچہ شیخ سرنا بیوی کو لیکر غزنی گئے۔ جب غزنی پہنچے تو راستہ میں ان کو ایک لڑکی ملی جسکا نام پُندری تھا اور وہ سوّر چرا رہی تھی۔ شیخ سرنا نے لڑکی سے حضرت بال میک درویش کا پتہ پوچھا۔ لڑکی بولی وہ میرے باپ ہیں۔ شیخ سرنا نے کہا تم میری بیوی کو اپنے باپ کے پاس لیجاؤ میں تمہارے سوّروں کی نگہبانی کرتا ہوں۔ لڑکی شیخ سرنا کی بیوی کو والد کے پاس لے گئی اور پہنچا کر واپس آئی تو ایک سورنی نے دو بچے دیتے تھے۔ لڑکی نے شیخ سرنا سے کہا ان بچوں کو کندھے پر اٹھا کر گھر لے چلو۔ شیخ سرنا نے تعمیل کی۔ حضرت بال میک اس سے بہت خوش ہوئے اور شیخ سرنا کی بیوی سے خوش ہو کر کہا مانگ کیا مانگتی ہے۔ وہ بولی۔ بیٹا چاہتی ہوں۔ بال میک نے کہا خدا تجکو بیٹا دے گا۔ اسکا نام لال بیگ رکھیو شیخ سرنا یہ دعا لیکر گھر آئے اور نو مہینے بعد خدا نے ان کو بیٹا دیا۔ اور لال بیگ اسکا نام رکھا گیا۔ جب لال بیگ کی عمر بارہ سال کی ہوئی۔ شیخ سرنا نے ان کو حضرت بال میک کے پاس غزنی میں بھیجدیا۔ لال بیگ نے بال میک کی خوب خدمت کی۔ اور وہ ان سے ایسے خوش ہوئے کہ اپنے سب مریدوں کا سردار بنا دیا۔

اسکے بعد بال میک لال بیگ اور اپنے سب مریدوں کو لیکر کابل و کشمیر کی طرف آئے۔ اور مریدوں کو حکم دیا کہ شہر میں جاکر گدائی کریں۔
اہل شہر نے خدا نے بال میک کے ساتھ بدسلوکی کی اور ان کو ستایا۔ یہ خبر لال بیگ کو پہنچی تو بہت بگڑے اور بمشورہ بال میک انہوں نے مریدوں کی فوج لیکر

شہر پر حملہ کردیا اس حملہ میں خدا کے سب فرشتوں نے لال بیگ کا ساتھ دیا۔ یہانتک کہ لال بیگ کا تمام علاقہ کابل وکشمیر پر قبضہ ہوگیا۔ مگر لال بیگ نے خود حکومت نہ کی بلکہ سلطان جی نام ایک شخص کو جو وہیں کا باشندہ تھا تاج وتخت دیدیا اور خود تھانیسر چلے آئے۔ یہاں حضرت بال میک نے انتقال فرمایا۔ اور ان کا مزار وہیں تھانیسر میں بنایا گیا جو اب تک مرجع خلائق ہے۔

اسکے بعد لال بیگ دہلی آئے اور یہاں آکر انہوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی۔ اور اس میں ان کو خوب کامیابی ہوئی۔ جوق جوق خاکروب اس مذہب میں شامل ہوئے۔

لال بیگ نے اپنے مذہب کے پانچ فرقے مقرر کئے۔ پہلا۔ لال بیگی۔ دوسرا شیخڑی۔ تیسرا ڈومڑی۔ چوتھا ہیلی۔ پانچواں دراوٹ۔

ایک اور عجیب کہانی

حلال خوروں میں مشہور ہے کہ ایک دن بال میک عرش پر جھاڑو دے رہے تھے۔ خدا نے فرمایا بال مک اب تم بہت بڈھے ہوگئے لو میں تم کو ایک انعام دیتا ہوں۔ اسکے بعد خدا نے ان کو ایک چولا (خرقہ) مرحمت فرمایا۔ بال میک اس چولے کو لیکر گھر میں آئے اور عبادت میں مشغول ہوئے تو یکایک چولے سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ بال میک حیران ہوئے اور عرش پر جاکر خدا سے یہ حال کہا۔ خدا نے فرمایا تو بڈھا ہوگیا تھا اسواسطے بیٹے تجکو یہ گرو دیا ہے۔ بال میک نے کہا جناب میں اسکو دودھ کہاں سے پلاؤنگا۔ حکم ہوا۔ تو گھر جا راستہ میں جو جانور ملے گا وہی دودھ پلائیگا بال میک گھر آئے تو انکو خرگوش کی مادہ ملی۔ اور اس نے بچہ کو دودھ پلایا۔ اور اسی دودھ سے لال بیگ پل کر بڑے ہوئے یہی سبب ہے کہ حلال خور خرگوش کا ادب کرتے ہیں۔ اور اس کا گوشت نہیں کھاتے،

عرش پر خدا نے بال میکھ سے یہ بھی کہا تھا۔ کہ اس بچہ کو میں نے
لا الہ الا اللہ سے پیدا کیا ہے

اس واسطے اس کا نام لال رکھنا۔ اور نوری شاہ بالا بھی کہنا۔ لال بیگ نے بڑے ہو کر حکم دیا کہ ہر گھر میں ڈہائی اینٹ کا ایک بیت اللہ بنایا جائے۔ چنانچہ سب لال بیگیوں نے اس کی تعمیل کی۔ اور خدا کے نام کے یہ گھر اپنے گھروں میں بنائے۔ رفتہ رفتہ لال بیگ کا پہلا حکم لوگوں کو یاد نہ رہا۔ اور جو گھر لال بیگ نے خدا کو یاد کرنے کیلئے بنوائے تھے انکو لال بیگ کا گھر کہنے لگ اور اب بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں

بی بی دھیانی

تھانیسر اور کرنال کے علاقہ میں حلال خوریاں بی بی دہیانی کو مانتی ہیں۔ اور ان کے نام پر چوڑیاں۔ مہندی۔ موباف چڑہاتی ہیں۔ شاید یہ لال بیگ کی بیوی ہو گی۔

حلال خور بنانے کی کرسی

جب کوئی شخص لال بیگی مذہب میں داخل ہوتا ہے۔ تو یہ فقرے پڑھے جاتے ہیں۔ اور ان کا نام کرسی ہے۔

مٹی کا گھٹ	مٹی کا مٹ	مٹی کا گھوڑا	مٹی کا جوڑا
مٹی کی کنجی	مٹی کا تالا	مٹی کا کواڑ، لاؤ کنجی، کھولو کواڑ	

دیکھو دادا پیر کا دیدار

چونکہ آج کل کلجگ ہے۔ اس واسطے کرسی میں مٹی بولتے ہیں۔ پہلے ست جگ میں ہر فقرے کے اول سونا بولتے تھے۔ مثلاً سونے کا گھٹ۔ سونے کا مٹ، لال بیگی حلال خور کہتے ہیں۔ کہ اگرچہ آج کل ہم حقیر ذلیل ہیں۔ مگر خدا کے ہاں ہماری ہی بادشاہی ہو گی۔

ایک اور روایت

سلطان سکندر (غالباً سکندر سوری) کا ایک جاروب کش جیون نامی تھا۔ اور اپنی خدمات کی عمدگی کے سبب سکندری سرکار سے بہت کچھ انعام اکرام حاصل کرتا تھا۔ جیون کے اولاد نہ تھی۔ اور اس کی بہت تمنا رکھتا تھا گراہ گنجی سے ایک دن ایک درویش لال بیگ نام سرخ بباس آئے۔ اور تین دن شہر میں چپ چاپ پھرتے رہے۔ نہ کچھ کھایا۔ نہ کسی سے بات کی۔ تیسرے دن وہ جیون کے دروازے پر آئے۔ اور کہا کچھ کھانا ہو۔ تو کھلاؤ۔ جیون گھر سے نکلا۔ اور کہا جناب شاید آپ کو معلوم نہیں۔ کہ میں خاکروب ہوں۔ اور خاکروب کے ہاتھ کا کوئی شریف آدمی کھانا نہیں کھاتا۔ لال بیگ نے کہا۔ کیا خاکروبوں کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔

جیون نے جواب دیا۔ بیشک خدا ہی نے ہم کو پیدا کیا ہے۔ مگر بہت سے آدمی جو خدا کی مخلوق ہیں۔ ہم سے پرہیز کرتے ہیں

لال بیگ یہ سنکر جوش میں آگئے۔ اور کہا میں آدمیوں سے کچھ غرض نہیں رکھتا میں خالق کے سامنے مخلوق کی کوئی بات نہیں مانتا۔ لا مجھے کھانا دے۔ میں اسے کھاؤنگا۔ اور انسان کی بناوٹی رسم کو توڑ دونگا۔

اے جیون۔ آدمی پاک پیدا ہوا ہے۔ اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی۔ نفس کے غرور میں ایسی گندگی ہے۔ کہ اسے کوئی چیز پاک نہیں کرسکتی۔ تم لوگ ظاہر کی غلاظت کو صاف کرتے ہو۔ اور اس سے تمہارا باطن صاف ہوجاتا ہے۔ مگر جو لوگ ظاہر میں تم سے بچاؤ کرتے ہیں۔ اور تم کو گندہ جانتے ہیں۔ ان کا اندرون نجس ہوجاتا ہے۔ اور پھر دوزخ کی آگ کے سوا کسی چیز سے وہ گندگی دور نہیں ہوسکتی۔

مجھے خدا نے اسی واسطے بھیجا ہے۔ کہ آدمیوں کو ان کے غرور سے بچاؤں۔ اور تمہارے دکھے ہوئے دل کو تسلی دوں۔ جسپر یہ متکبر لوگ چرکے لگایا کرتے ہیں۔

جیون لال بیگ کی بات سنکر ان کا معتقد ہوگیا۔ انکو کھانا کھلایا۔ اور پھر ان سے بیعت

بھی کرلی. جیون نے لال بیگ سے اولاد کی دعا چاہی

اسپر لال بیگ نے کہا. تیرے سات لڑکے ہونگے. ان سب کے نام میرے نام پر رکھیو کیونکہ وہ میرے مذہب کے علم بردار ہونگے،

چنانچہ خدا نے لال بیگ کی دعا سے جیون کو سات بیٹے دیئے. اور وہ مرادمندی کی زندگی بسر کرنے لگا. ایک دن کا ذکر ہے. سلطان سکندر نے کسی بات سے خوش ہو کر جیون کو خاصہ کا گھوڑا انعام دیا. جیون اس کو لے کر لال بیگ کے پاس آیا. لال بیگ نے یہ گھوڑا بہت پسند کیا. اور فرمایا اس کو ذبح کرکے مجھ کو کھلاؤ. جیون نے کسی بات کا خوف نہ کیا. اور گھوڑا ذبح کر ڈالا. اس کے دوستوں نے کہا دیوانے بادشاہ کو خبر ہوگی. تو وہ بہت ناراض ہوگا اس واسطے مصلحت یہ ہے. کہ کچھ گوشت قاضی شہر کو بھی بھیجدے تاکہ بات چھپی رہے جیون نے ایسا ہی کیا. مگر اس پر بھی خبر نہ چھپ سکی اور بادشاہ تک پہنچ گئی. اور وہ بہت بگڑا. جیون کو سامنے بلایا. اور کہا. اگر شام تک تیرے اماچہ نے میرا گھوڑا زندہ نہ کر دیا. تو تیرا معہ بچوں کے خاتمہ کر دیا جائیگا.

جیون روتا ہوا. لال بیگ کے پاس گیا. اور سارا ماجرا ان سے بیان کیا. لال بیگ نے حکم دیا. گھوڑے کی کھال اور ہڈیاں سامنے لاؤ. جمع کی گئیں. تو انہوں نے خدا سے دعا مانگی اور گھوڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا. مگر وہ تین پاؤں کا تھا. کیونکہ ایک پاؤں قاضی کو بھیجدیا تھا.

جیون نے کہا. حضور بادشاہ تین ٹانگ کا گھوڑا نہیں لے گا. لال بیگ نے جواب دیا کہدینا. چوتھی ٹانگ تمہارے قاضی نے کھائی ہے. ان سے کہو وہ جوڑ دینگے. کیونکہ وہ اللہ کے بندوں پر حکم چلایا کرتے ہیں. اور غریبوں کو حقیر سمجھتے ہیں.

جیون نے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑا پیش کیا. بادشاہ اس کرامت سے حیران ہو گیا. اور اس کو لال بیگ سے عقیدت پیدا ہوئی.

اس کے بھی اولاد نہ تھی. اس نے چاہا. کہ لال بیگ سے اولاد کی درخواست کرے. اور

جیون کو حکم دیا کہ اپنے امام کو دربار میں حاضر کر۔ جیون گھر گیا۔ تو لال بیگ کو نہ پایا۔ وہ کہیں غائب ہو گئے تھے۔ بادشاہ کو خبر دی۔ وہ ناراض ہوا۔ اور جیون کے غرق کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا بال بچوں سمیت ڈبو دو۔ غرض اس میں یہ تھی۔ کہ جیون کی محبت میں لال بیگ ظاہر ہو جائینگے مگر لال بیگ ظاہر نہ ہوئے اور جیون ساتوں لڑکوں سمیت دریا پر غرق کرنے کو بھیجدیا گیا

جیون کے چھوٹے لڑکے نے بادشاہ سے رحم کی درخواست کی اور اس کی جان بخشی ہو گئی شیخ مہتر لقب ملا۔ اور روشن چوکی کا عہدہ دیا گیا۔ باقی لڑکے جیون کے ساتھ گئے۔ راستہ میں ایک لڑکا خود بخود غائب ہو گیا۔ اور اس کا نام راہوت ہوا۔ دوسرا دہان کے کھیت میں چھپ گیا اور ڈوہانگ نام پایا۔ تیسرا بانسوں کے جنگل میں بھاگ گیا۔ اور بانس پھوڑ مشہور ہوا۔ چوتھا مٹکے کے سہارے تیرتا ہوا۔ کلکتہ چلا گیا۔ اس کا نام ہری ٹھہرا۔ پانچواں ڈوبتا تیرتا فیض آباد جا کر نکلا۔ اس کا نام ہیلا ہے۔ چھٹے کو ماہی گیروں نے نکال کر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور اسکو جاروب کشی کی خدمت ملی اس کا نام سمن تھا مگر بعد میں لال بیگی مشہور ہوا۔

جیون اور اس کا ایک متبنّٰی کشتی میں قریب غرق کے تھے کہ لال بیگ نمودار ہوئے اور کشتی کو بچا کر امرتسر میں ڈالدیا۔ امرتسر میں اس وقت گورو گوبند سنگھ سکھ کا زمانہ تھا جیون کو ان کے سامنے پیش کیا گیا۔ انہوں نے جیون کے حالات سنکر کہا۔ تو لال بیگ کا چیلا ہوا۔ اس کے پاس کوئی کتاب بھی تھی۔ جیون نے کہا تو کیا آپ کے پاس کتاب ہے۔ گورو گوبند سنگھ نے گرنتھ صاحب کو پیش کیا۔ جیون اس کا مضمون سنکر گرو صاحب کا چیلا ہو گیا۔ اور اس سے سکھوں کی ایک جداگانہ شاخ چلی۔

جیون کا منہ بولا بیٹا۔ گرو کا مرید نہیں ہوا۔ اور دہلی چلا آیا۔ اور یہاں آکر اس نے اپنے دینی باپ جیون کے خلاف جدوجہد شروع کی اور کہا۔ کہ ہم لال بیگ کے مرید ہو کر ہندؤں کے کیس (بال) سر پر نہیں رکھیں گے اور ایک مسلمان درویش سلطان سرور کی خدمت سے فیض حاصل کرکے لال بیگی پنتھ سرور سلطانی کے نام سے چلایا۔

اسی اثنا میں بادشاہ دہلی کی سکھوں سے جنگ ہوئی اور اس میں گرو صاحب قتل ہو گئے اور ان کا سر قلعہ کے کنگورے پر لٹکا یا گیا۔ اسپر کسی چیلہ کی ہمت نہ ہوئی کہ گرو کے سر کو وہاں سے لاتا۔ مگر جیون امرتسر سے دہلی آیا۔ اور اپنے بیٹے سمن کے ذریعہ سے جو جاروب کشی قلعہ پر مقرر تھا۔ خفیہ یہ سر اُتار کر امرتسر لے گیا

سکھوں میں مشہور ہے۔ کہ جس وقت یہ سر گرو صاحب کے جسم سے جوڑا گیا۔ وہ زندہ ہو گئے۔ اور یہ شعر پڑھ کے پھر مر گئے

پُن رکشس نے کا ناسیسا سری اسکیت جگت کا جینے

پاپی نے گلا کاٹا

اے نجات دہندہ دنیا عیسیٰ آؤ!

اس شعر میں انگریزوں کی آمد کی پیشین گوئی تھی۔ اور اسی واقعہ کے سبب کہتے ہیں کہ سکھ جیون کے لال بیگی طریقہ والے خاکروبوں کے ہاتھ کا کھانا کھالیتے ہیں

ان روایتوں کا حاصل مطلب

یہ مضمون محض لال بیگ کی شخصیت سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے بارہ میں جو کچھ رطب و یابس ملا اور جسقدر روایتیں معتبر ذرائع سے حاصل ہوئیں۔ ان سب کو ایک جگہ مرتب کر دیا گیا ہے۔ ان روایتوں کی تنقید و تشریح کا یہ موقعہ نہیں ہے۔ کتاب "حلال خور ہمارے بھائی ہیں" میں ان روایتوں پر تاریخی اور قیاسی استدلال سے بحث کی جائیگی۔ اس وقت تو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ان تمام روایتوں کا زیادہ رجحان اور کل بیانات کا خلاصہ مطلب یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ لال بیگ مسلمان تھے۔ اور ان کے پیرو بھی مسلمان تھے۔ حلال خوروں میں اگر کچھ ہندوانی اثر ہے۔ تو وہ جہالت کے سبب ہے۔ یا اسواسطے کہ مسلمانوں نے بھی ان سے نفرت کا برتاؤ شروع کر دیا۔ اسلئے وہ مجبوراً کچھ رسمیں ہندوؤں کی اور کچھ مسلمانوں کی لے کر

اپنی زندگی بسر کرنے لگے۔

جن لوگوں کی نگاہ سے یہ مضمون گزرے۔ اوران کے دل میں اسلامی درد ہو انکی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنے علاقہ کے حلال خوروں سے کچھہ معلومات حاصل کرکے مجھہ کو دیں۔ تاکہ میں کتاب کی ترتیب میں اس سے مدد لے سکوں۔ یا اگر کسی صاحب کو کوئی کتاب ایسی معلوم ہو جس سے کچھہ لال بیگی مذہب پر روشنی پڑتی ہو۔ تو اس سے بھی مطلع کرنا چاہیئے۔

میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بھائی کی نسبت مشہور ہے کہ اُنھوں نے خاکروبوں کے گرو ہونے کا دعوے کیا تھا۔ اور ایک کتاب بھی لال بیگ کیطرف سے پیش کی تھی۔ اسکی پوری کیفیت اور وہ کتاب کہیں دستیاب ہوسکے تو میں نہایت احسانمندی سے اس کو لونگا۔

مجھہ کو بھنگیوں کی مذہبی عبادت۔ شادی وغمی کی رسومات اور ان بھجنوں کی اشد ضرورت ہے جنمیں خدا رسول اور لال بیگ کا کچھہ ذکر ہو۔

چونکہ یہ تمام مسلمانوں کا کام ہے۔ امید ہے کہ ہمت والے مسلمان اس میں میری مدد کریں گے اور خدا انکی مدد کرے گا۔

حسن نظامی

غدر دہلی کے افسانے

غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات جو بادشاہ اور انکی لڑکیوں اور بچوں کو پیش آئے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے خود انہی کی زبانی جنپر یہ حالتیں گذریں سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں۔ ہر فسانہ عبرت وحسرت کی تصویر ہے۔ پڑھنے والا انہیں پڑھ کر بے چین ہوجاتا ہے اور اس کی قدر کرنے لگتا ہے۔ ضخامت ۱۳۰ صفحہ قیمت ۴ر

(منیجر نظام المشائخ دہلی)

سلوک الجسم

یعنی

بدن کی درویشی

یہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا وہ مضمون ہے۔ جو اس دفعہ جلسہ مدرسہ معینیہ عثمانیہ میں پڑھا گیا تھا۔۔۔ ۔۔۔ ایڈیٹر

خاک کی بستی کا خلاصہ انسان ہے۔ اس کا جسم باب العرفان ہے۔ جسم سے افعال وحرکات افعال وحرکات سے روح کی ترقی یا تنزل اور اس عروج وزوال کی غور پرداخت کے لیئے یہ مجمع جس کے صدر حاذق الاجسام۔ حاذق الامۃ۔ حاذق الملک قرار پائے ہیں۔

اجمیر میں ہم جمع ہوئے ہیں۔ اجمیر نے ہم کو پہلے بھی جمع کیا تھا۔ اور اجمیر ہی ہمارے آئندہ اجتماع کا اس ملک میں مرکز ہوگا۔

یہ جلسہ اہل ارواح کا ہے۔ مگر روح پابند جسم ہے۔ اور جسم اسیر طبیب اس واسطے ہم نے اپنے کام کو طبیب الابدان کی نگرانی میں شروع کیا ہے۔ اور اپنے سلوک کی بنیاد عرفان نفس پر رکھی ہے۔ تاکہ عرفان الٰہی تک رسائی پائیں۔ اور "من عرف نفسہ فقد عرف ربہ" وفی انفسکم افلا تبصرون کی تعمیل پوری ہو۔

کہنے کو آج ایک مدرسہ کا جلسہ ہے۔ مگر یہ مدرسہ اس فرقہ کا قائم مقام ہے۔ جو تعداد میں۔ اثر میں، اقتدار زندگی میں ہندوستان کے تمام فرقوں سے بڑھ کر ہے۔ لہٰذا اس جلسہ کو چار دیواروں میں گھرا ہوا محدود جلسہ نہ کہو۔ اور نہ سمجھو۔ بلکہ یقین کرو کہ اس جلسے کی تہ میں ایک سمندر جنبش کر رہا ہے۔ اس ناتوان تار میں قوت دار بجلیاں مخفی ہیں اس اق

چھپایا ہے۔ یہ خوردبین بنا تا ہے۔ اور کھال کو سوراخدار بتاتا ہے۔ خوردبین بیان کرتی ہے۔ کہ اس پتلے کے روئیں روئیں کی جڑ میں ایک دروازہ ہے۔ سالکان خانقاہ بطون ان دروازوں سے اندر کی کثافتیں باہر پھینکتے ہیں۔ اور باہر کے لطیف ہوائی جوہروں کو اندر جذب کرتے ہیں۔

کھال کے اوپر فانوسی شکل کے چوکیدار بیٹھے ہیں۔ جب کوئی چیز جسم کو چھوتی ہے تو یہ فوراً اپنے نیچے پٹھوں کو اس کی خبر دیتے ہیں۔ اور پٹے برقی رفتار سے دماغ کو اطلاع بھیجتے ہیں۔ اور دماغ تمیز کرتا ہے۔ کہ وہ چیز حقیقت میں کیا ہے۔

اس کھال کے اندر جسم میں دوسو چھیالیس ہڈیاں ہیں۔ اور ایک سو اسی جوڑ ہیں بے شمار رگیں ہیں۔ لاتعداد پٹھے ہیں۔ رگوں کی سب قسموں اور پٹھوں کی تمام شاخوں کو جمع کرکے زمین پر لمبا پھیلاؤ۔ تو کوسوں کی قطار بن جائے۔ مگر ذرا دیکھو اس دو گز کی مورت میں وہ سب کیسی سکڑی سمٹی سمائی پڑی ہیں۔

محض رگوں کی تقسیم پر غور کرو۔ تو زمین کے دریاؤں، سمندروں کی تقسیم بھول جاؤ۔ یا غور کرو۔ تو اس سے نہروں کی مفید آب پاشی سیکھ لو۔ اور اس فن میں ایسی ترقی کرو جس کی مثال آجتک موجود نہیں ہے۔ یہ رگیں چار قسم کی ہیں۔

ایک قسم کو شریان کہتے ہیں۔ ان میں بڑی بڑی گنتی میں ۱۹ ہیں۔ دوسری قسم کا نام عروق جاذبہ ہے۔ یا یوں کہیئے۔ کہ پہلی سالک ہیں۔ دوسری مجذوب جاذبہ رگوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک کا کام جسم کی رطوبت جذب کرکے وریدوں میں تقسیم کرنا ہے۔ اور دوسری کی خدمت یہ ہے۔ کہ غذا کا سفید رس چوس کر خون میں بانٹے،

تیسری قسم رگوں کی ورید ہے۔ اور انکی تعداد بھی ۱۹ ہے۔

چوتھی شعریہ ہیں۔ یہ ایسی باریک ہیں۔ کہ بال کے ۴ ہزار حصہ کرو۔ تو ایک حصہ کے برابر یہ رگ ہوگی۔

ان چاروں قسم کی رگوں کی نوکریاں ہیں۔ اور وہ رات دن جسم کی نوکری دیتی ہیں بچاریوں کو کبھی چھٹی نہیں ملتی

شریانیں اچھا اچھا لال لال خون دل سے لے کر بدن میں بانٹتی ہیں۔ وریدیں میلا خون کھینچکر پھیپھڑے میں بھیجکر صاف کراتی ہیں۔

جاذبہ رگوں کا حال سن چکے۔

اعصاب کی بھی نوکری معزز ہے۔ حس اور حرکت جو لازمۂ حیات جسمانی ہے۔ اعصاب ہی کی بدولت ظہور میں آتی ہے۔

یہی حال آنکھہ کا ہے۔ کان کا ہے۔ زبان کا اور ناک کا ہے۔ جگر پھیپھڑے انتڑیاں۔ دل یہانتک کہ سب کا بادشاہ دماغ تک کام کرتے ہیں۔ اور سلوک جسم میں متحد ہو کر حرکت کرتے ہیں۔

ہر عضو جسمانی کو خدا نے خرقہ دیا ہے۔ ہر حصہ جسم کی حفاظت کے لیئے ایک فطرتی پہرہ مقرر کیا ہے۔ اگر دل چشتی ہے۔ تو وہ قادری دماغ کیخدمت میں خون کا تحفہ بلا تامل بھیجتا ہے اگر دماغ چشتی ہے۔ تو وہ قادری دل کی سلامتی کی تدبیروں میں ہر وقت مصروف رہتا ہے۔

خیال کرنا۔ آنکھہ میں کیا چیز دیکھتی ہے۔ کان میں کون سنتا ہے زبان سے کون بولتا ہے۔ ناک کس سے سونگھتی ہے۔

طبی منطق سے سوال کروگے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ جوہر غذائی معدہ سے خون میں اور خون سے آنکھہ کان ناک زبان میں آتا ہے۔ اور ان دروازوں میں آکر اس کا عمل متفرق اور جدا جدا معلوم ہونے لگتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں جو ہر ایک ہی ہے، وہی دیکھتا ہے۔ وہی سنتا ہے وہی بولتا ہے، وہی سونگھتا ہے۔

آنکھہ بولنے کا دعوے نہیں کرتی۔ کان دیکھنے کا ادعا نہیں کرتے زبان سونگھنے سے عاجز ہے قدرت نے ہر عضو کا علیحدہ علیحدہ فرض مقرر کیا ہے۔ اس سے افراد انسان کے اعمال

کی تقسیم نکلتی ہے۔ اور طریقت کے سالکوں کا حال معلوم ہوتا ہے کہ ان کے سب خانوادی حق ہیں۔ اور قدرت کے مقرر کردہ قواعد سے کام کر رہے ہیں۔

دل اور دماغ

جسم سالک کے مرشد ہیں۔ ان پیشواؤں کی تشریح سنو۔ تو سنتے سنتے تھک جاؤ اور وہ تمام نہ ہو۔ میں مختصر الفاظ کے چند جملے کہتا ہوں جس سے دماغ اور دل کی بناوٹ اور انکی خدمتیں معلوم ہونگی۔

اوپر سنا ہے۔ کہ جسم کے تمام اعضاء کو خدا نے خرقہ پوش بنایا ہے یعنی ہر حصہ جسم کو قدرتی خرقہ دیا گیا ہے۔ اور وہ اس لباس طریقت میں ملبوس رہتا ہے۔

نیز یہ بھی محسوس کرنے کی بات ہے کہ قدرت نے ہر عضو کا بھید دوسرے اعضاء سے مخفی رکھا ہے۔ جو اعضاء بالکل پاس پاس ہیں۔ ان کے بیچ میں جھلی کا پردہ لگا دیا گیا ہے۔ تاکہ ایک دوسرے کے کام میں دخیل و حایل نہ ہو۔ اور سب اپنے اپنے فرائض ادا کرنے میں سب سے بے تعلق و بے غرض رہیں۔

دماغ

کے تین خرقے ہیں۔ پہلے کا نام ام الجافیہ ہے جس کا ایک دامن کھوپری کی ہڈیوں کا استر ہے دوسرا بڑے چھوٹے دماغ کے بیچ میں پردہ کرتا ہے۔ اور تیسرا چھوٹے دماغ کے دونوں حصوں کا حجاب ہے۔

دوسرے خرقہ کا نام غشاء العنکبوت ہے۔ مکڑی کے جالے کیطرح نازک اندام دماغ کے اوپر پتلا شفاف نیچے موٹا دھندلا۔

اس خرقے کا کام یہ ہے۔ کہ ام الدماغ کے وسط میں حفاظت دماغ کے لیئے جو رطوبت قدرت نے بھری ہے۔ اس کو سنبھالے رکھے۔

رطوبت دماغ کو صدمات سے بچاتی ہے۔ اور یہ خرقہ رطوبت کی پاسبانی کرتا ہے

خون دماغ کے دستر خوان کے لیے یہ خرقہ اپنی رگوں کے ذریعہ کھینچ کھینچ کر جمع کرتا ہے

یہ تو دماغ کے خرقے ہوئے۔ اب خود دماغ کے وجود کو دیکھئے اس کے چار حصے ہیں ،

بڑا دماغ۔ چھوٹا دماغ۔ برزخ الدماغ۔ نخاع مستطیل۔

بڑا دماغ جسم کا بادشاہ ہے۔ عقل وحواس اس کے تابع ہیں۔ اور انہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ چھوٹا دماغ حرکات وافعال و اعضائے جسم کا منتظم ہے۔ بڑے دماغ کی عقل تجویز کرتی ہے چھوٹے دماغ کا انتظام اس پر عمل کرتا ہے۔

برزخ الدماغ چھوٹے بڑے دماغوں اور نخاع مستطیل کے مابین ایک برزخ ہے۔ اور ان تینوں قوتوں کے اسرار کو اپنے وجود سے چھپائے رکھتا ہے۔

نخاع مستطیل زندگی کا مرکز ہے۔ اس کا سر برزخ الدماغ سے اور پاؤں عوام مغز سے سمجھتے ہیں۔ حیات انسانی کو سہارا دینا اس کا کام ہے۔

قلب

عضو معکوس کا نام دل ہے۔ یہ بھی خرقہ پوش ہے مخروطی شکل کی عبا میں چھپا رہتا ہے۔ اس جبہ کی تہ میں ایک قسم کی تری ہوتی ہے۔ جو دل کو رگڑ کے صدمات سے بچاتی ہے سنا ہوگا۔ لوگ دل کو ایک سمجھتے ہیں۔ مگر قدرت نے اس ننھے سے گھر کی بھی تقسیم کی ہے۔ دل کے دو ٹکڑے ہوتے ہیں۔ اور دونوں کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی رہتی ہے۔ دائیں حصہ میں کالا خون ہوتا ہے۔ اور بائیں میں سرخ گویا نیکی اور بدی دل میں ساتھ پیدا ہوتی ہے۔

دل کی بادشاہی مشہور ہے۔ "بر سر یر دل شاہم" کا نعرہ فقراء سے بارہا سنا ہوگا۔ مگر یہ بادشاہ بھی رات دن کام کرتا ہے۔ تم سویا کرتے ہو۔ رویا کرتے ہو ہنستے ہو۔ کھاتے ہو۔ پیتے ہو۔ چلتے ہو پھرتے ہو۔ لیکن دل دنیا کی کسی بات سے جی نہیں لگاتا۔ وہ برابر اپنی نوکری میں لگا رہتا ہے۔ اس کی نوکری یہ ہے کہ بدن میں خون کو گردش دے۔ گندہ خون صاف کرانے

اور اچھا خون جسم کو تقسیم کرتا ہے۔ اس خدمت کے لیے اس کو ایک سکنڈ سے بھی کم وقت میں متحرک ہونا پڑتا ہے۔ سکڑتا ہے پھیلتا ہے۔ اور نوکری بجالاتا ہے۔

دل حرکت کے وقت آدمی کو ایک آواز بھی دیتا ہے۔ سینہ پر کان رکھ کر سنو تو سمجھ میں آئیگا۔ پہلی آواز لمبی مگر ذرا سست ہوتی ہے۔ جو خابنا اُٹھ کہتی ہے۔ دوسری چھوٹی مگر تیز ہوتی ہے جس سے "چل" مفہوم ہوتا ہے۔ دل کہتا ہے۔ اے آدمی اُٹھ اور چل کر کام کر +

انہی آوازوں سے پاس انفاس کا ذکر بھی سمجھا جاسکتا ہے یعنی پہلی آواز اللہ کہتی ہے۔ اور دوسری ہُو +

صاحبو! میں بھی مضمون پڑھنے کھڑا نہیں ہوا۔ اس تشریحی مثال سے غرض یہ ہے کہ آپ کو سلوک الجسم معلوم ہو۔ اور آپ اس کو شناخت کرکے اس کو شناخت کریں جسکا پرتو اس پیکر عنصری میں ہے۔

میں اس تمثیل سے یہ بھی چاہتا ہوں۔ کہ آپ کو اپنے اندر کی محنتوں کا حال سنا کر باہر کی محنتوں کا مطالبہ کروں۔ اور کہوں کہ جس طرح کہ آپ کے اعضاء اپنے جسم کی نوکری میں رات دن مصروف رہتے ہیں۔ آپ بھی طریقت اور تصوف کی جماعت واحدہ کی خدمت کیجئے کوئی دماغ کی نوکری لے۔ کوئی دل کی۔ کوئی آنکھ کی کان کی۔ ناک کی۔ زبان کی جگر کی معدہ کی پھیپھڑے کی۔ ہاتھ کی۔ پاؤں کی۔ غرض جس طرح قدرت نے پرورش وجود کی خدمات اعضاء کے سپرد کی ہیں۔ آپ بھی اپنے فرقے کے وجود جسمانی کی حفاظت و بقا کیلئے کام تقسیم کیجئے۔ اور اپنا فرض ادا فرمائیے۔

حسن نظامی

مسئلہ تسمیہ طٰہٰ و یاسین

(۱) ناموں میں معنی اصلی ملحوظ ہوتے ہیں۔ یا نہیں۔
(۲) یاسین۔ اور طٰہٰ نام رکھنے جائز ہیں یا نہیں
یہاں مولوی رحیم بخش صاحب نے ان سوالوں کا یہ جواب دیا ہے۔
(۱) معانی کا ملحوظ ہونا عقلاً ضروری نہیں۔ مگر اس سے بالکل انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت نے متعدد ایسے ناموں کو بدل دیا جن کے معانی اچھے نہ تھے۔ ترمذی میں ہے ان النبی صلعم کان یغیر الاسم القبیح
(۲) یاسین اور طٰہٰ نام رکھنا یقیناً منع ہے کہ وہ اسمائے الٰہیہ و اسمائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ایسے نام ہیں جن کے معانی معلوم نہیں۔ کیا عجب کہ ان کے وہ معانی ہوں جو غیر خدا یا غیر رسول پر صادق نہ آسکیں۔ چنانچہ امام ابن عربی نے احکام القران میں حضرت امام مالک کا قول نقل کیا ہے۔ کہ یاسین نام نہ رکھو۔ کیونکہ وہ اللہ کا نام ہے
نیز مولوی صاحب موصوف یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص کا نام طٰہٰ یا یاسین ہو۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اب جناب سے گذارش ہے۔ کہ اس کا جواب مرحمت ہو

مولانا ابوالکلام آزاد کا جواب

ناموں میں ان کے معانی کی رعایت کا ہونا عقلاً واضح و بین، اور احادیث صحیحہ سے ثابت و معلوم ہے۔ اگر ناموں میں معانی ملحوظ نہیں۔ تو عبد المسیح اور عبد العزیٰ کیوں نا جائز ہوئے۔ اور کیوں بدلے گئے؟ کسی عمارت کا ہم نام رکھتے ہیں۔ تو اس میں وہ رعایت نہیں رکھتے

کتابوں کا نام رکھتے ہیں۔ تو کتاب کے موضوع و مقصد کو ملحوظ رکھتے ہیں حتیٰ کہ اپنے پالتو اور محبوب جانوروں کے ناموں میں بھی رعایت معانی ضرور کرتے ہیں۔ پھر یا للعجب اگر انسان کے نام میں جس سے وہ مدۃ العمر پکارا جائیگا۔ اور جو ہمیشہ کے لیئے اس کا علم وخطاب ہوگا معانی صحیحہ و مفہومات مستحسنہ کی رعایت ملحوظ نہ رکھی جائے، احادیث اس بارے میں بے شمار ہیں۔ اور کتب محدثین میں یہ بحث بتفصیل موجود ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک لڑکی کا نام "عاصیہ" رکھا تھا۔ آنحضرت نے بدل کر "جمیلہ" رکھا۔ عاصیہ کے معنی گنہگار اور نافرمان کے تھے، آپ نے نام بدل کر گویا اشارہ کر دیا۔ کہ انسان کے لیئے بہتر وصف جمال ہے۔ نہ کہ عصیان۔ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کا نام حرب یعنی لڑائی رکھا۔ عرب میں یہ نام بکثرت رکھا جاتا تھا۔ آنحضرت نے سنا تو فرمایا حسن رکھو۔ جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ تو پھر حضرت علی نے وہی "حرب" تجویز کیا۔ آپ نے پھر بدل دیا۔ اور حسین رکھا۔ تیسرے صاحبزادے محسن ہیں، ان کا نام بھی پہلے حرب رکھا تھا، مگر آنحضرت نے بدلکر محسن کر دیا۔

حضرت سعید بن مسیب کہتے ہیں۔ کہ میرے جد امجد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے نام پوچھا عرض کیا "حزن" یعنی رنج و ملال فرمایا بل انت سھل لیکن چونکہ حزن مشہور ہو چکا تھا، لوگ اسی نام سے پکارتے رہے،

مجھے اس وقت فرصت بالکل نہیں ہے۔ اور کتابوں کو نہیں دیکھہ سکتا لیکن یاد پڑتا ہے۔ کہ ابوداؤد میں بروایت ابو وہب ہے

"قال رسول اللہ صلعم: تسموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن" یعنی انبیاء کرام کے نام پر رکھا کرو۔ اور سب سے زیادہ پیارا نام اللہ کے نزدیک عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔

ان تمام تصریحات و واقعات سے ثابت ہوا۔ کہ

(۱) شارع نے ناموں کے معانی و مطالب کی رعایت کی ہے جیسا کہ عقل صحیح کہتی ہے۔ کہ ہونی چاہیئے۔ نام سب سے پہلی چیز ہے۔ جو مسمی کو نمایاں کرتی ہے پس اگر اس میں رعایت معانی صحیحہ و مستحسنہ ملحوظ نہ ہو۔ تو اس کا اثر مسمی کی شخصیت و وجود پر لامحالہ پڑے گا

(۲) مسلمانوں کے ناموں کے لیئے ضروری ہے۔ کہ تمام غیر شرعی نسبتوں سے پاک ہوں بحکم حدیث مسلم " لا یقولن احدکم عبدی و امتی۔ کلکم عبید اللہ وکل نسائکم اماء اللہ " یعنی اپنے غلاموں اور زیر دستوں کو کوئی اپنا بندہ اور بندی نہ کہے۔ تم سب صرف اللہ ہی کے بندے ہو، اور سب عورتیں اللہ ہی کی بندیاں ہیں۔

(۳) مومن و مسلم ہستی وہ اشرف و اعلیٰ ہستی ہے۔ جس کو خدا نے " خیر البریہ " قرار دیا ہے یعنی تمام کرۂ ارضی میں اس سے اشرف و اعلیٰ کوئی وجود نہیں۔ پس ان کے نام بھی ایسے ہونے چاہئیں، جو بلحاظ اپنے مطالب و معانی کے اشرف و اعلیٰ ہوں اور شرف انسانیت و ایمان کو واضح کرنے والے ہوں۔ نیز تمام غیر الٰہی نسبتوں سے پاک ہوں۔ اگر خود ان کی پیشانی خدا کے سوا اور کسی کے آگے نہیں جھک سکتی۔ تو ان کے ناموں میں بھی خدا کے سوا۔ اور کسی کی عبودیت و غلامی کی نسبت نہیں ہو سکتی۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ایسے ناموں کو بدل دیا جن کے معانی اخلاق فاضلہ و خصائص حسنہ کے خلاف تھے۔ کیونکہ یہ شرف انسانی و اسلامی کے خلاف ہے۔ لیکن آج کل ہزارہا جاہل مسلمان ایسے نام اپنے بچوں کے رکھتے ہیں۔ جو الفاظ کے لحاظ سے کریہہ الصوت اور معانی کے لحاظ سے ارذل و اسفل مثلاً۔ دمڑی، چھکوڑی، بہوسی، شبراتی، چھٹن۔ بٹن۔ بڈھن وغیرہ وغیرہ من الخرافات۔ تو یہ سب شرعاً بالکل ناجائز ہیں۔ اور اپنے وجود مومن و مسلم کو جو اللہ کے آگے زمین و آسمان کی تمام کائنات سے زیادہ افضل و برتر ہے، ذلیل و خوار کرنا ہے۔ علماء کا فرض ہے۔ کہ ایسے ناموں کو حکماً بدلیں، بشرطیکہ وعظ کی قیمت وصول کرنے اور پیری و مرشدی کے نذرانے لینے کے سوا اور بھی کوئی کام وہ کرنا چاہتے ہوں۔

۵۔ فرمایا کہ انبیاء کرام کے نام رکھو۔ کیونکہ انبیاء کرام کے نام نہایت اجمل واحسن ہیں ان کے ہم اسم ہوکر ان کے اعمال جلیلہ و اُسوۂ حسنہ کی پیروی کا شوق ہوگا۔ ولنعم ما قیل

فتشبهوا ان لم تکونوا مثلهم

ان التشبه بالکرام کرام

سب سے زیادہ محبوب نام اللہ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن جیسے نام ہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے۔ عبداللہ کے معنی یہ ہیں، کہ وہ انسان جس کی غلامی اور عبودیت کے لیے اللہ کے سوا اور کسی کی چوکھٹ نہیں۔ سو جو انسان عبداللہ ہوگا۔ یعنی صرف اللہ ہی کا اور اللہ ہی کے لیے ہوگا اس سے بڑھ کر اللہ کو اور کون محبوب ہوسکتا ہے؟ پھر اس حدیث پر غور کرو کہ اللہ کو اپنی عبدیت و غلامی کس قدر محبوب ہے، کہ ناموں میں بھی وہ انہی ناموں کو محبوب رکھتا ہے جن میں اس کی غلامی کی طرف اشارہ ہو۔ آہ جس ذات کو نام میں بھی غیر کی عبدیت پسند نہیں۔ وہ عمل کے اندر دوسروں کی غلامی میں تم کو دیکھنا کب گوارا کرے گا

ان اللہ لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء محبوب رکھتا ہے کہ عاشق کی ساری خطائیں معاف ہیں۔ لیکن یہ خطا معاف نہیں ہوسکتی۔ کہ میرے سوا کسی دوسرے کو بھی اپنے دل میں جگہ دے کہ دل صرف میرے لیے ہے۔

اذا کان هذا الدمع یجری صبابة

علی غیر لیلی فهو دمع مضیع

میں نے جب ابو داؤد میں یہ الفاظ پڑھے تھے: احب الاسماء الی اللہ عبد اللہ تو کہہ نہیں سکتا۔ کہ قلب و جگر کا کیا حال ہوا تھا۔ آہ!! یہ سا کیوں نہیں ہے۔ کہ جگر پھٹ جاتے اور کیوں دلوں کے ٹکڑے منہ سے نہیں نکل پڑتے اللہ اللہ! اس کو تو ناموں میں بھی وہی نام پسند جس میں اس کی غلامی کی نسبت ہو۔ اور ہمیں اپنے کاموں میں وہ کام پسند جو دوسروں کی غلامی کی لعنت سے مخذول و ملعون ہوں۔

شتان بین مشرق و مغرب — سارت مشرقة و سرت مغربا

(۲) آپ کا دوسرا سوال کہ یٰسین اور طٰہٰ نام رکھا جائے یا نہ رکھا جائے؟ تو مولانا رحیم بخش صاحب نے جو جواب دیا ہے صحیح ہے، اور اولیٰ یہی ہے۔ کہ ان سے احتراز کیا جائے۔ کیونکہ ان کے معانی یقینی طور پر متحقق نہیں۔ اور اس لیے طرح طرح کے خدشات لاحق، اور حضرت امام مالک کی بھی قابل قبول و مدلل۔

البتہ مولوی صاحب کا یہ تشدد کہ جس شخص کا نام طٰہٰ ہو۔ اس کے پیچھے نماز درست نہیں بالکل غلط اور یکسر قابل رد و انکار ہے۔ صحت امامت کے شرائط ہم کو معلوم ہیں۔ اور ان پر تسمیہ طٰہٰ سے کوئی اثر نہیں پڑتا۔ معلوم نہیں اصلی حالات کیا ہیں۔ اور کیا امور مفتی کے سامنے پیش کیے گئے؟ بہرحال اگر ایک شخص کا نام طٰہٰ ہو۔ اور وہ نماز پڑھاتا ہو۔ تو بلا تکلف اس کے پیچھے نماز پڑھیے۔ کوئی دلیل شرعی اس کے خلاف نہیں۔ (الہلال)

خبر آگئی

کہ مصور فطرت مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال میں دو نئی کتابیں تالیف فرمائی ہیں

ایک نام اتالیق خطوط نویسی حصہ اول عرف چار رانجھہ کی اُستانی ہے۔ قیمت ۱۲؍ دوسری کا نام اتالیق خطوط نویسی عرف نامی مسلمانوں کے خطوط قیمت ۱۲؍

اس کتاب میں حضرت اکبر الہ آبادی۔ مولانا ابو الکلام۔ علامہ شبلی۔ ڈاکٹر اقبال نواب محسن الملک مولوی ذکار اللہ غلام احمد قادیانی وغیرہ کے دستخطی مکتوبات ہیں۔ منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

فدوی جولاھا

کمترین آنکھوں کی شرمساری اور دل کی فخرکاری سے اعلان کرتا ہے۔ کہ میرا پیشہ کپڑا بننے کا ہے۔ آنکھیں یوں شرماتی ہیں۔ کہ جولاہے ذرا بے عقل مشہور ہیں۔ اور دل اسپر فخر کرتا ہے۔ کہ میری خدمت پر عقلمندوں کی تن پوشی منحصر ہے۔

نظام المشائخ کے پچھلے نمبر میں جو رجب ۱۳۴۲ھ کی چھٹی کو شائع ہوا۔ مدرسہ الٰہیات کانپور کے پرنسپل صاحب نے معیار شرافت نسب میں میرے پیشہ نوربافی کو شریک کرنے سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے۔ کہ دباغ۔ حجام۔ نورباف۔ باعتبار پیشہ کے شریف نہیں ہیں۔

فدوی جولاہے کو یہ مضمون پڑھ کر ذرا طیش آیا۔ تانا بانا چھوڑا۔ اور قلم دوات لے کر یہ عرضداشت لکھنے بیٹھ گیا۔

منکہ نورباف ابن حجام خلف دباغ ساکن کوچہ "الکاسب حبیب اللہ" کا ہوں۔ عدالت مخلوق الٰہی میں استقرار حق انسانیت کا دعوے پیش کرتا ہوں۔ حجامی و دباغی کے مسئلے جداگانہ عرضی دعوے میں حاضر عدالت کئے جائیں گے۔ اسوقت صرف نوربافی کی رذالت پر کچھ عرض کرتا ہے۔ فدوی عدالت کو لفظ نورباف پر توجہ دلاتا ہے۔ کہ مجھ غریب جولاہے کو یہ لقب کس نے دیا ہے۔ اور کیا وجہ ایک ذلیل پیشہ ور کو ایسے نورانی خطاب بخشنے کی ہوئی۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی قدیمی سوسائٹی میں یہ پیشہ کچھ ذلیل نہ تھا۔ اور نوربافی کے معزز لفظ سے یاد کیا جاتا تھا۔

ذلت کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ اور نہ اجتک ہے۔ جولاہا کپڑا بنتا ہے۔ اور "الناس باللباس" آدمیت لباس کے ساتھ سمجھی جاتی ہے۔ جولاہا کپڑا نہ بنے تو آدمی ننگا دھڑنگا پھرے۔ اس کا پیشہ حکیم ڈاکٹر کے پیشہ سے زیادہ صاف ستھرا ہے۔ حکیم لوگ قارورہ دیکھتے ہیں۔ ڈاکٹر بول و براز

میں ہاتھ ڈال کر اس کے اجزا الگ کرتے ہیں۔ جولاہا ذلیل ہے۔ تو حکما اور ڈاکٹر بھی کمینے ہیں۔

نوربافی ذلت کا کام ہے۔ تو مانچسٹر کے انگریز جولاہے جو مشینوں میں لاکھوں تھان بن بن کر ہم کو بھیجتے ہیں اور عوت بادشاہی سمجھتے ہیں کس شمار میں رہیں گے

جولاہا نہ ہو۔ تو مولوی کی دستار فقیر کا خرقہ۔ بادشاہ کی پتلون وکوٹ کیونکر بنے جولاہے کے دم سے برہنگی کے عیب چھپتے ہیں۔ اور درجوں رتبوں کی تمیز ہوتی ہے۔

کپڑا بننے کے پیشہ میں ایک بات بھی کمینی نہیں ہے۔ پھر خواہ مخواہ اس کو کمین کہنا انتہا درجہ کی بے انصافی اور ہٹ دھرمی ہے۔

سید۔ مغل۔ پٹھان۔ شیخ کی تقسیم خود ہماری ساختہ ہے۔ اسلام نے ذات پات کی قید نہیں لگائی۔ وہ اعمال کو دیکھتا ہے۔ اور اعمال ہی کی بنا پر خردی بزرگی کے درجے بانٹتا ہے۔

پیشہ کوئی بھی ہو۔ اگر اس میں احکام خدا کے خلاف کوئی بات نہیں ہے۔ تو وہ معزز ہے۔ کسی کو حق نہیں ہے۔ کہ وہ دوسرے پیشہ کو ذلیل کہے۔

نوکری پیشہ

غلامی پیشہ ہے آج لاکھوں کروروں انسان یہ کام کرتے ہیں۔ مگر ان کو کوئی ذلیل کمین نہیں کہتا۔ حالانکہ دھوبی۔ حلال خور۔ جولاہے۔ حجام۔ نوکری پیشہ لوگوں سے لاکھ درجہ معزز ہیں نوکری اگر وزارت کی بھی ہو۔ تب بھی وہ غلامی ہے۔ اور انسانی جذبات حریت کی فروخت ہے ایک وزیر اعظم بمقابلہ ایک جولاہے کے زیادہ کمینہ ہے۔ کیونکہ جولاہا اپنے پیشہ میں آزاد ہے۔ اور وزیر دوسرے کا پابند

خدا نے ہر آدمی کو خصوصاً ہر مسلمان کو خود آزاد پیدا کیا ہے۔ اس کو صرف حکم خدا

کی پابندی ہے۔ باقی ہر کام میں بے قید ہے۔ اس کے کسی کام سے اس کی ذاتی شرافت پر حرف نہیں آسکتا۔ نسب کوئی چیز نہیں ہے،

ذات پات پوچھے نا کوئے
ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

اسلام میں نسب کے متعلق جو کچھ ارشاد ہے وہ محض اس واسطے ہے کہ سوسائٹی کا شیرازہ بندھا رہے۔ او انسانوں کی باہمی شناخت ہوسکے۔ ورنہ بڑائی۔ چھٹائی برتری و کمتری کو ذات سے کچھ سروکار نہیں۔ اسلام نے اس کو بہت معیوب اور بُرا قرار دیا ہے۔

لہٰذا گذارش ہے۔ کہ نظام المشائخ کے نامہ نگار۔ ایڈیٹر۔ پرنٹر۔ کاتب پریسمین ناظرین۔ اور ڈاکخانہ کے ان تمام اہل کاروں کو جن کے ذریعہ سے یہ پرچہ تقسیم ہوا۔ اس خیال کی اشاعت کے جرم میں سزا دیجائے

سزا از قسم قید، پھانسی، جرمانہ۔ بید نہ ہو۔ بلکہ لفظی ہو۔ یعنی جس طرح سے مجھ نورباف کو غیر شریف کہا گیا ہے۔ ان لوگوں کو بھی اس "بے فضول" حملہ کی پاداش میں شرافت سے "نا محروم" قرار دیا جائے۔ تاکہ میرے "بے ہراسا" دل کو تسلی ہو۔

میں جولاہا باعتبار عقل شعوری وغیر شعوری بحیثیت ناواقف علم بہار دانش اس قابل ضرور ہوں کہ میرے ذکر اذکار سے لطائف و خوش طبعی کی مجلسیں گرم ہوں۔ لیکن سنجیدہ پیرایہ میں میری ذات پات پر حرف گیری نہ ہونی چاہیئے

غور کیا جائے تو آج کل میں کچھ بہت زیادہ احمق بھی نہیں ہوں۔ "جمال ہمنشین در من اثر کرد"۔ مانچسٹر کے جولاہوں نے جو چکنے چکنے کلعذار کپڑے بنکر یہاں بھیجے، ان کے فیض صحبت سے میری بے عقلی کچھ دور ہوگئی ہے۔

مثلاً یہی دیکھئے کہ میں نے باوجود جولاہا ہونے کے ظفر علی خاں زمیندار اور

ابو الکلام الہلال کے الفاظ کو نظر بندی سے نکال لیا یعنی ان لوگوں کے ان مشہور محاورں کو بغیر دریافت کسی حاکم بری و بحری کے جو ان نظری قیدیوں کا محافظ ہو استعمال کرتا ہوں اور نظام المشائخ کے اس مضمون کے خلاف " صدائے احتجاج " بلند کرکے اپنے جذبۂ ملیہ و سیاسیہ " کو حرکت میں لاتا ہوں۔

حضرت کبیر جولاہے کے وقت سے آج تک ہم جولاہوں کی شخصیت مضحکہ خیز بنتی نظم و نثر اور بول چال میں ہماری بے وقوفی کو مثالاً پیش کیا جاتا تھا۔ اور اسی کے سبب رفتہ رفتہ ہماری ذات کمینہ مشہور ہو گئی گویا ہنسی ہنسی میں ہم کو سچ مچ کا کمین بنا دیا گیا۔ لہٰذا "ادب گر زور کے ساتھ " نام نہاد شرفا کی اس حرکت مذبوحی " کے خلاف جد و جہد کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

عرضی

فدوی کمترین باعتبار عقل و بہترین باعتبار ذات

حسن نظامی نوربافت اعنی جولاہا

نوٹ

ہمارے لٹریچر میں جولاہا۔ اور لطیفہ لازم و ملزوم سے ہو گئے ہیں۔ اسواسطے میں نے اس مضمون کا پیرایہ بھی خوش طبعی کا رکھا ہے۔ ورنہ یہ مضمون سنجیدگی سے غور کرنے کا ہے جناب برق صاحب نے در اصل نسب کا وہ مضمون اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے۔ جو میرا مقصد اس مضمون سے ہے مگر انہوں نے کفو کی بحث میں جولاہے کے پیشہ کو کمینہ کہہ کر مسئلہ کو تشریح طلب بنا دیا ہے۔ حاکم کی روایت میں حائک کو قبائل عرب کے کفو سے خارج کرنیکا یہ مطلب کیونکر ہوا کہ جولاہے کا پیشہ کمینہ ہے حضرت صلعم نے حائک و حجام کا استثنا اس معیار علو کی بنا پر فرمایا جو قبائل عرب کی نسبی روایات میں جزو بدن ہو رہا تھا۔ اسکے علاوہ اس حدیث کے اسناد بھی غور کرنیکی محتاج ہیں کچھ منسلک نہیں۔ کہ مولانا برق نے یہ مضمون نہایت مفید اور محل ضرورت پر لکھا ہے۔ مگر آخری حصہ معیار شرافت ذرا الجھ گیا ہے۔ اور سلجھانے کا طلبگار

حسن نظامی

اشیء

زلزلہ

یہ ایک مشہور عام اور صحیح تام مقولہ ہے۔ کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ یعنی حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کو نہ صرف مذہب مانتا ہے۔ بلکہ فلسفہ بھی اس کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے۔ کہ خدا کا کوئی کام حکمت اور منفعت سے خالی نہیں۔ یہ دوسری بات ہے۔ کہ وہی حکمت و منفعت ہماری سمجھ میں نہ آئے

آتش زدگیوں، زلزلوں، وباؤں، پہاڑوں کی آتش افشانیوں، دریاؤں کی طغیانیوں میں ظاہرا کوئی منفعت نہیں بلکہ سرتاسر مضرت ہے۔ مگر غور کرو اور توجہ سے کام لو۔ تو فی الحقیقت ہدایت انسانی کے لیے ملائکہ معذبین کے ہاتھ میں تازیانہ تنبیہ ہیں۔ تاکہ دنیا کو غفلتوں سے چونکائیں۔ گمراہیوں سے نکالیں، بدمستیوں سے بچائیں۔

خدا کی یاد کا مقدس وقت صرف درد و دکھ کی گھڑیوں میں آتا ہے۔ اگر بیماریاں معدوم ہو جائیں اور درد و کرب باقی نہ رہے۔ تو کیا پھر بھی دنیا اتنا ہی خدا کو یاد رکھے گی، جیسا کہ ہمیشہ رکھتی آئی ہے

انسان اور حیوان میں تجسس و تفحص کا فرق ہے، اگر یہ اٹھ جاتے۔ تو دونو ایک ہیں۔ ہر واقعہ میں انسان سبب باعث، ڈھونڈھتا ہے۔ کہ یہ کیوں ہوا؟ اور کب ہوا۔ اور کیونکر ہوا۔

یہ باتیں حیوانوں میں نہیں ہیں۔ اگر دیکھا نہیں تو سنا ہوگا۔ کہ بیماریوں کے علامات پر اسباب قائم کرتے ہیں۔ اور اسباب پر علاج۔

میں بھی کی صحبت میں زلزلہ کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ زلزلہ عربی لفظ ہے

فارسی میں جنبش یا لرزہ کہتے ہیں جس کے معنی ہیں بھونچال عام خیال ہے۔ کہ زمین بیل کے سینگوں پر ہے۔ جب وہ ایک سے دوسرے پر بدلتا ہے۔ تو زمین لرز جاتی ہے۔ بعض کی رائے ہے۔ کہ تمام زمین چٹائی کیطرح پانی پر بچھی ہوئی ہے۔ جب پانی جوش مارتا ہے۔ تو اس کو حرکت ہوتی ہے فلسفہ کا دعوے ہے کہ آتش افشاں پہاڑوں کے پھٹنے سے زمین کانپ اٹھتی ہے

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

طب یونانی کے مسائل و دلائل تقویم پارینہ ہو گئے ہیں۔ اس کی کوئی نہیں سنتا ہرج کیا ہے؟ آؤ ہم کی صحبت اسی سے گرم کریں۔ کہ یہ لوگ کہتے کیا ہیں ؎

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو   جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہیں۔

بخار یا باد جو ہر وقت زمین کے مسام سے نکلتی ہے۔ جب غلیظ ہو کر اور بوجہ تکاثف مسام کے محبوس ہو جاتی ہے۔ تو خارج ہونا مشکل ہو جاتا ہے نکلنے کو زور لگاتی ہے۔ اور نہیں نکل سکتی اسی تصادم سے حرکت پیدا کرتی ہے۔ اور اسی حرکت کا نام ہے زلزلہ،

جیسے اختلاج ایک بیماری ہے۔ جس کو "پھڑکن عضو" کہتے ہیں۔ سبب اس کا بھی یہی ہے۔ کہ ریح ابلغم سے پیدا ہو کر بسبب غلیظ ہونے کے یا بوجہ تنگی مسام کے محبوس ہو جاتی ہے۔ اور طبیعت دفع کرتی ہے مگر جب تک تحلیل نہ ہو حرکت رہتی ہے

جالینوس نے لکھا ہے۔ کہ جس عضو میں اختلاج واقع ہو سمجھ لو۔ کہ وہ تمام اعضاء سے صحیح تر ہے، دلیل یہ کہ اگر اس میں قوت نہ ہوتی تو اس میں بخار بند نہ ہوتا۔ اور اسی وجہ سے غالباً زلزلہ پہاڑوں اور سخت زمین میں ہوتا ہے نہ زمین نرم میں۔

یہ قول چنداں معتبر نہیں۔ کیونکہ اگر قوت عضو سے تنگ ہو جانا مسام کا ہے۔ تو وہ مرض ہے اگر صحت مزاج کے لئے ہے۔ تو وہ موجب احتقان نہیں بلکہ اترنا اور قرار پکڑنا ہوتا ہے۔ جو ہمیشہ عضو ضعیف میں ہوا کرتا ہے۔ اور مثال بھی ٹھیک نہیں۔ کیونکہ نرم زمین بہ نسبت زمین سخت کے مسیح زیادہ ہے

خیر یہ تو علمی مناظرہ ہے کہ ؎ کس بخشود و نخشاید بحکمت این معمارا ۔ لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ "زلزلہ" ابخرۂ زمین سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ساتھ ہی اس کے زمین تحت میں واقع ہوتا ہے۔ ایک قدم آگے بڑھو۔ تو مذہب کا فرشتہ نظر آئے گا۔ جو "زلزلہ" کی علت غائی اور سبب اصلی کے بیان میں یوں نغمہ سرا ہے " یہ جو کچھ ہے۔ عبرت کے لیئے ہے " مناسب سمجھتا ہوں۔ کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر یہاں نقل کر دوں

حق تعالیٰ برائے آگاہ کردن بندگان غافل و برائے سبک کردن زمین از گناہان بندگان ملائک را حکم مے فرماید کہ قطعہ را از زمین حرکت دہند اینہا باد تند در زمین داخل میکنند کہ بسبب قوت حرکت آں زمین بجنبش آید

یعنی غافل بندوں کے جھنجھوڑنے کے لیئے اور زمین کو بندوں کے گناہوں سے ہلکا کرنے کے لیئے خدائے تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ زمین کے ٹکڑے کو ہلائیں۔ فرشتے تیز ہوا کو زمین میں داخل کرتے ہیں۔ اس کی قوتِ حرکت سے زمین لرز جاتی ہے

عام زلزلہ اور غلغلہ ہے۔ کہ قحط نے ملک کو تہ و بالا کر دیا، بیماریوں نے آبادیوں کو اجاڑ دیا زلزلوں نے شہر کو الٹ دیا، لیکن افسوس یہ ہے کہ ابھی بھی کسی کی نگاہ حقیقت پر نہیں پڑتی اور نہیں سمجھتے کہ یہ سب بلائیں اعمال کا نتیجہ ہیں ؎

سرے در عہد ما ساماں ندارد — کسے گر آب دارد ناں نہ دارد
منادی مے زند در شش جہت یاس — کہ درد مفلسی درماں نہ دارد
بجو لؤلؤ کہ از بس تنگ دستی — خزف ہم در صدف کاں نہ دارد
ز قحط ناں بہ مہمانیٔ عیسےٰ — بجز یک ناں فلک در خواں نہ دارد
ہمیشم از زبان دیگران ہست — زمین ایں گفتگو امکاں نہ دارد
ہمہ ایں تنگ عیشے ہا ز فسق است — وگرنہ بذل حق پایاں نہ دارد
غلط شد راہ نعمت ہا نہ ورنہ — نعیم حق در او درباں نہ دارد
چناں گرم اند در عصیاں کہ دوزخ — غم بیکاری شیطاں نہ دارد
عمل این و الٰہی لب بنغمہ پرداز — کہ مسکین ایں نہ دارد آں دارد

(حکیم غلام غوث بہاولپوری)

دل

کشورِ تن کا رئیس، تختِ صنوبری پر متمکن، اعضائے حیات پر حکمران، کہنے کو دو حرف کا نام ہے، مگر دو جہاں کے کام تفویض، مَلک سیرت، شریعت پر ثابت قدم، طریقت پر راسخ دم، بصیرت کی عینک لگائے، انوارِ قدرت کو دیکھتا ہے، معرفت کا مزہ پاتا ہے۔ حقیقت کا لطف اٹھاتا ہے۔

مگر کوئی دل وفادار ہے، کوئی بے وفا، کوئی پاک ہے کوئی نجس، کوئی صبر آزما ہے کوئی ناصبور، کوئی جری ہے کوئی نامرد، کوئی سخت ہے کوئی نرم، پھر کبھی غمگین ہے کبھی شاد۔ کبھی بامراد ہے کبھی نامراد ؎

گہے بر طارمِ اعلیٰ نشیند　　گہے بر پشتِ پائے خود نہ بیند

اہلِ دل کے سینہ میں آفتاب ہے۔ نا اہل کی چھاتی میں داغ۔ عاشق کا دل عاشق سے بیزار۔ معشوق کا طرفدار۔ عاشق کے پہلو سے نکل کر اس کو بے دل کر دیا، اور اہلِ باطن کے سینہ میں رہ کر صاحبِ دل بنا دیا، غرض دل کے ہاتھوں کوئی شادمان ہے۔ کوئی ناشاں کوئی کہتا ہے ؎

ہو جاں بھی جا کے کچھ تو مداوائے دل کروں
کب تک میں دل پہ ہاتھ دھر ہائے دل کروں

کوئی حسرت سے یہ کہہ کے چپ ہو رہتا ہے۔

صد غنچہ بشگفت الّا دلِ من　　اے وائے دلِ من وائے دلِ من

کوئی سراسیمہ ہو کے کہنے لگتا ہے۔ ؎ دل گیا ہاتھ سے لوگوں نے کہا دل آیا،
آتش کہتے ہیں ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نہ نکلا

غالب نواسنجی کرتے ہیں

بساطِ عجز میں تھا ایک دل اک قطرہ خوں وہ بھی سو رہتا ہے باندازِ چکیدن سرنگوں وہ بھی

غرض نیازِ عشق کے قابل نہیں رہا جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

کوئی روٹھتا ہے تو منتا نہیں۔ کوئی منائے تو روٹھتا ہے، پھوڑے کی طرح دکھ جاتا ہے۔ شیشہ کیطرح ٹوٹ جاتا ہے، آدے کی طرح بیٹھ جاتا ہے۔

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں

روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

کوئی کہتا ہے۔ ع ہم نہ سمجھیں تو کوئی کیا ہمیں سمجھائے گا۔

بہر کیف حضرت دل کی باتیں انوکھی ہیں۔ یہی حضرت پارسا بھی ہیں۔ یہی ناپرہیزگار ورند خراباتی۔ یہی نیکی کی ترغیب دینے والے ہیں۔ یہی بدی کیطرف رغبت دلانے والے کوئی ان کی شان میں کہتا ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کوئی ان سے جل کے کہتا ہے۔ ع کم بخت دل ہی نے مری مٹی خراب کی

کوئی اپنے دل سے ناراض، دوسرے کی دلجوئی میں مصروف، کوئی دلبری کرتا ہے کوئی دل آزاری۔ کسی کے دل کو رنج پہنچتا ہے۔ کسی کو خوشی ہوتی ہے۔ کوئی آہ کرتا ہے۔ کوئی واہ ع ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

دل کی خواہشیں اچھی بھی ہوتی ہیں بری بھی۔ مگر اچھی خواہشیں بہت کم ہوتی ہیں۔ حالانکہ ان سے دل مطمئن رہتا ہے۔ اور بری خواہشیں بہت ہوتی ہیں جن سے دل پریشان ہوتا ہے۔ مگر لطف یہ ہے۔ کہ پریشانیوں میں کمی ہونے کی جگہ بری خواہشوں کی افراط پریشانیوں کو بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ تاوقتیکہ تزکیہ قلب نہ ہو۔ پریشانیاں گھٹتیں نہیں۔

تزکیہ قلب یہی ہے کہ اہل اللہ کے دل اہل دنیا کے دلوں سے افضل و برتر ہوتے ہیں، اور تصفیہ قلب یہی ہے۔ کہ انکی اخلاق عادات عوام الناس کے اخلاق عادات کے مقابلہ میں ایسے ہوتے ہیں جیسے معجزہ کے سامنے استدراج۔ اہل اللہ اہل دل۔ اہل نظر ہوتے ہیں۔ انکی چشم بصیرت کے سامنے انوار قدرت جلوہ گر رہتے ہیں۔ ان انوار کو چھوڑ کر یہ عامۃ الناس کیطرف کیا دیکھیں۔ اور عوام اپنے کدر قلوب کیوجہ سے ان کو کیا پہچان سکیں۔

اہل دل سے قطع نظر کرکے اہل دنیا کیطرف دیکھا جائے۔ تو ان کے سینوں میں بھی دل ہیں ان میں برائیاں ہیں۔ تو خوبیاں بھی ہیں۔ گو دیر سے اور دور سے سہی ... ... گران کے دل میں بھی ، حق کیطرف جانے والی راہ ضرور ہے ہاں راہ گیروں کی حالت مختلف ہے۔ کسی نے دور سے روشنی دیکھی۔ مگر اس طرف متوجہ نہیں ہوا۔ کوئی تھوڑی دور تک پروانہ وار دوڑا۔ آخر واپس چلا آیا۔ کوئی اجل رسیدہ غول بیابانی کے فریب میں آکر گمراہ اور منزل سے کوسوں دور رہ گیا۔ ایک پہلجھڑی کو دیکھ کر تجلی طور کیطرف سے آنکھ پھیرلی۔ دل ایک دوراہا ہے۔ جس میں ایک رستہ نیکی کیطرف جاتا ہے۔ اور ایک بدی کیطرف بعض راہ گیر اصحاب یمین میں ہیں۔ بعض اصحاب شمال میں۔ اسی ایک دل میں سب کچھ ہے۔ جلیل لکھنوی نے کیا خوب کہا ہے۔ ع

ایک غنچہ میں طلسمات جہاں رکھتے ہیں۔

سن اے دل ! تجھے اپنی خوشی منظور ہے تو پہلے دوسرے کو خوش کر!

اے دل سب اعضا سے زیادہ زبان کو اپنے قابو میں رکھہ

اے دل ! ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگراں مپسند

اے دل ! تو قابل تعریف جبھی ہے۔ کہ راحت میں شکر کرے۔ اور مصیبت میں صبر

ان اللہ مع الصابرین۔

اے دل ! شکر نعمت موجب مزید نعمت ہے لئن شکرتم لا زیدنکم

اے دل! لوگوں کے احسانات کا شکریہ بھی تجھ پر لازم ہے۔ ومن لم یشکر الناس لم یشکر اللہ

اے دل مصائب سے منہ پھیرنا نامردی ہے۔ مردوں کے پہلو میں رہ کر نامردی تجھے زیبا نہیں

اے دل اپنی راحت کے لیے دوسروں کی تکلیف اور اپنے فائدہ کے لیئے دوسروں کا نقصان گوارا نہ کر

اے دل! اطمینان کا سامان پیدا کر وہ کیا ہے؟ ذکر خدا

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

سیّد غلام مصطفےٰ ذہین

از حیدر آباد

کلید اخبار بینی ابھی تک یہ مشکل دور نہ ہوئی تھی۔ کہ انگریزی سے ناواقف حضرات بھی اردو اخبارات سے ایسا ہی فائدہ اٹھا سکیں جیسا کہ انگریزی دان اٹھاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اخباری انشا میں انگریزی الفاظ کی داخلت روز افزوں زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ترجمہ یا شرح ہر موقعہ پر کیسے زیب قلم ہو۔ لہذا ان تمام لغات انگریزی و محاورات اصطلاحات و اسما، کو بطور فرہنگ اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے اور ہر فقرہ کی اور ہر لفظ کی جو علی العموم استعمال ہوتے ہیں۔ یا جن کے استعمال ہونے کا گمان غالب ہے اردو میں توضیح و تشریح کر دی ہے۔ اب مستورات بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ وحقیقتاً اردو دان جماعت کے واسطے اخبار بینی کا لطف پیدا کر دیا گیا ہے تقطیع ۲۲×۲۰ مجلد کاغذ سفید ولایتی نہایت خوشخط سطر ۱۱ سطری قیمت ۱۰/

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی۔

مدنی محبوبؐ کی یادیں

آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں۔ کبھاری پانی کے چشمے بہا رہی ہیں۔ ہر وقت تڑپتی ہیں۔ رات کو بھی بے قرار۔ دن میں بھی زار و نزار،

دل بے چارہ سینہ کی تاریک کوٹھری میں تڑپتا ہے۔ پھڑکتا ہے۔ غریب کو چین نہیں آتا۔ لاکھ سمجھاؤں۔ نہیں سمجھتا۔ اور آرام سے ایک ساعت بھر نہیں ٹھہرتا۔

خانہ دماغ میں بھی یہی خیالات ہیں۔ وہ بھی یہی سوچتا ہے۔ اور حجاز کا راستہ پوچھتا ہے۔ کہ وہ خشک کالی پہاڑیاں کہاں ہیں۔ کھجوروں کے جھرمٹ کس جگہ پر ہیں، اس عالیشان مسجد کے بلند منارے کیوں نظر نہیں آتے۔ جن کے بیچ میں ایک سبز رنگ کا خوبصورت گنبد کھڑا ہوا عرش اعظم سے راز و نیاز کے اشارے کر رہا ہے۔

آؤ۔ بیٹھیں۔ ذرا سوچیں۔ سمجھیں کہ کیوں اس قدر بیقراری ہے۔ کیوں یہ آہ و زاری ہے۔ اونچے عرش سے باتیں کرنے والے سبز گنبد میں جو رہتا ہے۔ کیا اس نے بھی کبھی ہم کو یاد کیا؟ یا ہم اور ہمارے دل و دماغ اور دیدے ہی اس کی یادیں اپنے آپ کو بہلائے بیٹھے ہیں۔

ارے نادان۔ ادھر سُن۔ گوش ہوش کھول۔ تو کیا؟ تیری محبت کیا؟ غور کر۔ یہ وہ پیارا مدنی محبوب ہے جس نے ہماری یادیں کھانا پینا۔ اور سونا چھوڑ دیا تھا۔ اس کو چالیس برس کی عمر میں اس سچے اکیلے لاشریک معبود کیطرف سے پیغام رسالت پہنچا۔ اور خوشخبری دی گئی کہ تو باعث ایجاد مخلوقات ہے۔ تو سب نبیوں سے اونچا درجہ رکھنے والا۔ خاتم نبوت اور فخر الاولین والآخرین ہے۔ تو وہ مدنی محبوب اس قدر عالیشان ہونے کے باوجود ہم کو ہر وقت یاد کرتا تھا۔ کہ ملے غار حرا میں جب کبھی اس سید العرب والعجم نے دعا مانگی۔ تو ہمارے لیے

سخت گھمسان کی لڑائیوں میں جب خدا کے آگے دست التجا بلند کئے۔ تو ہمارے واسطے اور عرش و کرسی سے پرے لامکان کے مخفی مقامات میں جب وہ اپنے معبود و محبوب کی ملاقات کے لئے تشریف لے گیا۔ تو وہاں بھی ہماری (یعنی امت کی) دینی و دنیوی آسانی مغفرت اور بخشش کے لئے کوشش کرتا رہا۔ بے کسی کی حالت میں بھی ہم کو یاد کرتا تھا۔ اور شہنشاہی کے زمانہ میں بھی ہم کو نہیں بھولا۔ سفر میں۔ حضر میں۔ گھر اور باہر، ظاہراً و مخفی ہمارے لئے دعائیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ وفات شریف کے وقت بھی امتی۔ امتی کے پیارے الفاظ اس کی زبان مبارک پر تھے۔

تو کیوں نہ ہم اس کو یاد کریں۔ سلام اس پر صلوٰۃ اس پر رحمت اس پر۔ برکت اس پر اس کی آلؑ و اولادؓ پر، ازواجؓ و اصحابؓ پر۔ اور اس کے اہل بیت کرام پر۔ وہ مدنی پیارا سچا محبوب۔ سچا خدا کا نبی۔ سچا رسول۔ سچا شہنشاہ اور سچا رفیق۔ جس نے بادشاہ ہو کر غریبوں کی طرح عمر بسر کی۔ اور قیامت کے دن غریبوں میں اٹھنا پسند کیا۔ ہمارے دل جان، ماں باپ، دوست دشمن، دین دنیا اس پر قربان، خدایا اپنی وحدانیت کے صدقے۔ اپنی بے نیازی کے طفیل، ہم کو اس کی سچی بے ریا محبت عطا فرما۔ کامل شوق عنایت کر تا کہ تیری اس دی ہوئی رحمت کے اثر و برکت سے ہم دنیا و عقبیٰ میں مالا مال ہو جائیں۔ سرسبز و آباد نہال ہو جائیں۔ آمین۔ پڑھو "مدنی محبوب" پر دل و جان سے درود

اللّٰھم صل علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا و مولانا و مرشدنا محمد و علیٰ آلہٖ و اصحابہٖ و اولادہٖ ولنہٖ و ازواجہٖ و اھل بیتہٖ اجمعین۔

برحمتک یا ارحم الراحمین۔

خاکسار محمد خان از دوآبہ

پیاری زمین کے پیارے ذرے

اے آفتاب رسالت کی نور ریز کرنوں سے چاند سورج بن جانے والے ذرے۔ اے زمین کو آسمان بنانے والے ذرے۔ اے اپنی دلفریب جلوہ گری سے آسمان کی انجمن کو شرما دینے والے ذرے۔ اے دن کو رات کی بہار دکھا کر روز و شب دونوں کو متحیر کر دینے والے ذرے اپنوں کی آنکھوں کے تارے چشم اغیار میں بجلی کی طرح کوند جانے والے ذرے اے نور مجسم کے پائے انور کو بوسہ دے کر سرفراز ہونے والے جگمگاتے ذرے آ۔ اور میری آنکھوں میں سما جا میری آنکھوں کا تارا بن جا۔

اے سرمہ طور سے زیادہ نور افروز وادی ایمن سے زیادہ متبرک پاک سرزمین عرب کے مقدس ذرے آ۔ اور جلد آکر میری آنکھوں کا سرمہ بن۔ میری آنکھوں میں نور بنکر سما جا

اے سب سے افضل اور سب سے رفیع الشان۔ آسمان پر فوقیت اور عالم ملکوت میں قدر و منزلت رکھنے والے ظاہر بین نگاہوں میں ریت کا ذرہ۔ چشم حقیقت بین میں آفتاب و ماہتاب سے بڑھ کر وقعت رکھنے والے میرے سر پر آ، مجھے سرفراز کر۔ میرا طرہ افتخار بن،

اے دل عارف سے زیادہ روشن۔ قلب مومن سے زیادہ پاک۔ عرش رسیدہ قدموں کے فیض یافتہ ذرے۔ اے بے انتہا اشکار حقیقتوں کے راز سربستہ۔ ای بیشمار اسرار پنہاں کے مظہر ذرے۔ ذرا زبان حال سے گویا ہو۔ اور واقعات نادیدہ اور حکایات ناشنیدہ تحیر خیز انداز میں بیان کر۔

اے قیصر و کسریٰ کے تاج جواہر نگار سے زیادہ قدر و قیمت رکھنے والے شوکت رفتہ کو یاد کر کے تڑپ تڑپ اٹھنے والے ذرے۔ ایام کہن کی بھولی بسری بات۔ عہد

گذشتہ کی فراموش شدہ کہانی کو اس پیرایہ میں بیان کر کہ منظر بن کر نگاہوں کے سامنے آجائے۔ مرقع بن کر آنکھوں کے سامنے کھنچ جائے۔ اے واقعات پیش آمدہ کے اظہار کے لئے مضطرب ہو ہو کر رہجانے والے ذرے۔ اے مبارک زمانہ آئندہ کی خوشخبری سنانے کے لئے بے چین ہو ہو جانے والے ذرے۔ ہاں سنا سنا کچھ بیان کر اور ایسے دلولہ خیز لب لہجہ میں بیان کر کہ عالم پر ایک کیفیت طاری ہو جائے

کروروں گوشں شنوا تیری صدائے دلنواز، تیری آواز روح پرور پر لگے ہوئے ہیں۔ کروروں مشتاق و منتظر آنکھیں۔ تیری ایک ننھی سی حقیف چمک رکھنے والی ہستی کو لاکھوں ارمانوں۔ لاکھوں آرزوں لاکھوں اُمیدوں سے تک رہی ہیں۔ کروروں ہاتھ تیرے لیئے دعائیں اُٹھے ہوئے ہیں۔ کروروں زبانیں تیرے لیئے دعائے خیر کر رہی ہیں۔ کروروں دل تیرے لیئے دعا میں مصروف ہیں۔

پیاری سرزمین کے پیارے ذرے " خدا تجھے چشم بد سے بچائے رکھے۔ آمین "

خاکسار حافظ امام الدین از رام نگر

تسخیر بحر و قہر یعنی اعمال حزب البحر جو حضرت خواجہ حسن نظامی کو ہندوستان کے نامور مشائخ سے اور مصر بیت المقدس۔ دمشق۔ مدینہ منورہ، مراکو۔ وغیرہ کے شہرۂ آفاق عالموں سے دستیاب ہوئے قیمت ۸؍

اردو دعائیں یہ وہ دعائیں ہیں۔ جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے پیغمبری انشاء سے آدھی رات میں لکھیں عجیب چیز ہیں۔ ہر مرد و عورت کے جو اپنے کو عزت جان بنانی چاہیں ضرور لیں۔ نہایت خوشنما چھپی ہیں۔ مجلد قیمت ۱۲؍

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگاؤ

۷۸۶

ہوتا

نہ اِدھر اُدھر بھٹکتا مرا مشت خاک لاشہ　　یہ ہوا کا تیز جھونکا مرا غمگسار ہوتا
مری وحشتیں دکھاتیں عجب اک نیا تماشہ　　سفری سوئے مدینہ جو مرا غبار ہوتا
تو ہر ایک ذرہ مجنوں سر رہگذار ہوتا

یہ بجا کہ صبر کرنا مرے درد کی دوا ہے　　مگر آہ میں ہوں مضطر مجھے صبر آئے کیونکر
میں ہوں اپنے دل سے نالاں کہ یہ دل بری بلا ہے　　کروں کیا غم نبی میں نہیں اختیار دلپر
میں کچھ اور جبر کرتا اگر اختیار ہوتا

جو مرے لیے محبت نہ بہانہ ڈھونڈھتی تھی　　تو ستم نہ اس کا کرتا کبھی حال زار میرا
نہ رہوں قرار سے میں یہی آرزو تھی اسکی　　بخوشی پسند ہوتا جو اسے قرار میرا
تو مرے نصیب میں کیوں دل بیقرار ہوتا

نہ یہ گردش آفرینی غم روزگار کرتا　　تپ غم سے مر نہ جاتے یونہی بے جہان لاکھوں
کوئی دل نثار کرتا کوئی سر نثار کرتا　　شب و روز نذر کرتے مری طرح جان لاکھوں
یہیں ہند میں تمہارا جو کہیں مزار ہوتا

نہیں ظاہری کوئی شے ترے آستاں کے قابل　　"گل بوستان معنی" ہے ترا خطاب طاہر
کوئی چیز ایسی لیتے۔ کہ جو تھی وہاں کے قابل　　نہیں ہار یہ شگفتہ، جو چلے ہیں لے کے زائر
مرے داغ دل پروتے تو عجیب ہار ہوتا

کیا اس نے میرا پہلو تپش درون سے بریاں　　کہیں اور جا کے چھپتا تھا اگر پسند پنہاں
مجھے کیوں جلا رہا ہے۔ کہ میں خود ہوں سوختہ جاں　　دل سوزناک کو تھا جو نظر پسند پنہاں
ترے سنگ آستاں میں صفت شرار ہوتا

مری سعی جرم کاری، تری طرز چشم پوشی مری معصیت شعاری ترے رحم کا تقاضا
یہ شعار عام سیدا وہ ادائے خاص تیری مجھے روز حشر ملتا نہ ترے کرم میں حصہ
یہ گناہ تھا اگر میں نہ گنہگار ہوتا

جو کشش زمین طیبہ سوئے جذب عشق کرتی تو نہ ہوتی اور ضائع کہیں زنگ بوئے الفت
نہ خراب ہوتی مٹی ترے وحشت آشنا کی یہ تھی شان دشت طیبہ تھی آبروئے الفت
کہ اسی زمیں کا حصہ تر خاکسار ہوتا

سیماب
صدیقی الوارثی اکبرآبادی

فریاد اسلام بحضور خیر الانام

میں ہوں اسلام دل افگار تولائے حجاز دست پروردۂ لطف شہ والائے حجاز
ذرۂ رو کش خورشید بصحرائے حجاز رہرو بادیہ خرمی افزائے حجاز
عرض پرداز ادب ہوں لب تائب ہوکر
گنبد سبز کے ساکن سے مخاطب ہوکر

اے رواں بخش وجود دم عیسیٰ اٹھیے غازہ پیرائے جمال ید بیضا اٹھیے
باعث فخر رسل سید والا اٹھیے اٹھیے اٹھیے مرے آقا مرے مولا اٹھیے
زیب گردن ہے مجھے طوق غلامی کس کا
ورد ہے لب پہ مرے اسم گرامی کس کا

میں وہ ہوں آپ نے تھا شوق سے پالا جس کو اپنی آغوش محبت میں سنبھالا جس کو
ظلمت کفر دو عالم سے نکالا جس کو کر دیا محفل ہستی کا اجالا جس کو

سامنے جس کے سر عرش بھی جھک جاتا تھا
مرد پیکار کا دم رعب سے رک جاتا تھا

جس کی خدمت کو عمر جیسے دلاور نکلے
نوجواں خالد ہشیار سے پیکر نکلے
شیر میدان کئی بزم کے خوگر نکلے
صاحب علم و ہنر مالک کشور نکلے

بزم سے کام نہ تھا رزم کے خواہاں تھے سب
جن کو کہتے ہیں حقیقت میں مسلماں تھے سب

میں یتیموں کا عسروں کا مددگار بھی تہا
مرد میداں ہی نہیں حامل ایثار بھی تھا
اپنے بیگانے کا سچائی سے غمخوار بھی تھا
رہبر دین تھا ۔ اور یار وفادار بھی تھا

کون تھا جس پہ نہ غالب ہوئی سطوت میری
کس جوانمرد کے دل میں نہ تھی ہیبت میری

اب وہی ہوں ۔ کہ مے خونِ غم آشام ہوں میں
اور اُفتادہ برائے طمع خام ہوں میں
مے توحید الٰہی سے تہی جام ہوں میں
سچ تو یہ ہے ۔ کہ فقط نام کا اسلام ہوں میں

مجھ میں وہ شان نہیں فر نہیں انداز نہیں
دل نہیں قصد نہیں سوز نہیں ساز نہیں

بسکہ بے سود سمجھتے ہیں یہاں سب مجھ کو
اپنی صورت سے ہے نفرت بخدا اب مجھ کو
کس مپرسی میں بھلاتا ہے مرا رب مجھ کو
اب نہ دیکھو گے تو دیکھو گے بھلا کب مجھ کو

وہی اسلام ہوں پر میرا لباس اور ہی اب
نہ بنا اور ہے کوئی نہ اساس اور ہی اب

راستے میری ترقی کے جو معدوم ہیں آج
میرے خادم جو کبھی ہوتے تھے مخدوم ہیں آج
میں اور احباب مرے خنجر و حلقوم ہیں آج
میرے حالات گذشتہ مجھے معلوم ہیں آج

مظہر ظلم ہوں اب مورد آلام ہوں اب

تیرا اسلام کہ ہر کام سے ناکام ہوں اب

معرض قہر خدا ہستی بے کار ہوں میں
بخت خفتہ ہوں میں اور دیدۂ بیدار ہوں میں

بیخ میں علم میں زحمت میں گرفتار ہوں میں
تیری رحمت کا عنایت کا طلبگار ہوں میں

میرے نالوں کا ترے دل پہ اثر ہے کہ نہیں
میری حالت کی شہا تجھ کو خبر ہے کہ نہیں

تیری امت تھی جو وہ اب تری امت ہی نہیں
عبد تو ویسے ہیں لیکن وہ عبادت ہی نہیں

شوق جنت ہی نہیں بیم قیامت ہی نہیں
جوش ہمت ہی نہیں خون حمیت ہی نہیں

نہیں انسانیت اس وقت کے انسانوں میں
نور ایماں ہی نہیں تیرے مسلمانوں میں

اثر کارکن اب میری فغاں میں ہی نہیں
لطف تاثیر سخن میری زباں میں ہی نہیں

کوئی ہمدرد دگر میرا جہاں میں ہی نہیں
تن معدوم مرا میرے مکاں میں ہی نہیں

منظر دہر میں گر ہوں تو نظر آسا ہوں
کوئی بتلائے اگر ہوں تو بھلا کس جا ہوں

بخدا اُمّہ کہ ترے لطف پہ ہے مجھ کو امید
تیری رحمت ہے مجھے باعث عیش جاوید

تیرا ابروئے اشارہ ہے کشایش کی کلید
لب جاں بخش ترا زمزمہ پیرائے نوید

اپنی آغوش کے پالے ہوئے اسلام کو دیکھ
اپنے محبوب کو دیکھ اپنے دل آرام کو دیکھ

پھر مجھے شوکت دیرینۂ مقصود دکھا
پھر مجھے بادیۂ منزل مقصود دکھا

پھر مجھے جلوۂ حسن رخ محبوب دکھا
پھر مجھے حالت خوش بختی محمود دکھا

پھر مرا مست خمار از مے دوشینہ من
باز آور بکنم دولت پارینۂ من

نظر آجائے مری پہلی سی شوکت مجھ کو
باعثِ شرم نہ ہو جائے شکایت مجھ کو
ہاں دکھا جلوۂ انوارِ اخوت مجھ کو
پھر ہے مطلوب تری شانِ نبوت مجھ کو

آج پھر تیرے تلطف کا تمنائی ہوں
اور ترے خلق جہانگیر کا شیدائی ہوں

تیری جانب سے اگر چشمِ ترحم ہو جائے
میری محفل میں وہی شانِ ترنم ہو جائے
پر گہر ہائے امل سے مرا قلزم ہو جائے
مئے توحید سے لبریز مرا خم ہو جائے

پھر اسی شان سے عالم میں نمایاں ہو جاؤں
پھر اسی جادۂ ایمان کا جویاں ہو جاؤں

چشمِ عالم کو دکھاؤں رخِ جاناں بن کر
عرشِ عزت پہ چڑھوں مہرِ درخشاں بن کر
چشمِ عالم میں جگہ پاؤں رگِ جاں بن کر
دیکھنے والے مجھے دیکھیں مسلماں بن کر

محترز مجھ سے جو ہیں وہ مرے شیدا ہو جائیں
میرے بندے بھی شہنشاہ کے آقا ہو جائیں

صوفی بشیر امرتسری

ترکِ خودداری کا انجام

کل جو "بڈبر" سے "ڈھونڈے" کو چلا میں گھر سے
پیش آیا سبق آموز مجھے اک منظر
سر راہ ایک بڑی باڑ نظر آئی سجھے
جس کا ہر کانٹا تھا خونخواری میں تیر و نشتر
یہ تھی تشویش کہ کس طرح سے پھاندو گا اسے
پاس آکر مری جاتی رہی تشویش مگر
باڑ کو کاٹ کے جاتی تھی چلی پگڈنڈی
جس پہ ہر راہ رو آسانی سے جاتا تھا گذر
اس گذرگاہ میں تھی باڑ کچھ ایسی پامال
ننگے پاؤں بھی جو چلتا تو نہ پاتا تھا ضرر

کمش کی گڑگڑ نے کانوں کو دالا تھا ایسا　　جیسے بھس جمع ہوا آکے کہیں سے اڑکر
دفعتہً دل سے مرے ایک عجیب بات اٹھی　　اور اس بات نے دل پر کیا ایک خاص اثر

دل کی بولی میں کیا باڑ سے یہ میں نے سوال　　کیا سبب دیکھ رہا ہوں تری حالت ابتر
خاکساری ہے یہ کیسی تری عادت کے خلاف　　سربلندی و سر افرازی گئی تیری کدھر
کیا سبب مل گئے مٹی میں وہ کانٹے تیرے　　جو ترے ہاتھ میں رہتے تھے مثال خنجر

دل ہی دل میں یہ ملا باڑ کی جانب سے جواب　　یہ تباہی مری خود اپنی خطا کا ہے ثمر
ایک دن وہ تھا کہ خود دار تھی ہشیار تھی میں　　اپنی عزت کی محافظ تھی میں ہر شام و سحر
خود بھی محفوظ رہی کھیت کو محفوظ رکھا　　متعدی نہ ہوئی مجھ پہ کسی چیز کی شر
پھاندنا چاہا جسے جس نے وہ مجروح ہوا　　خواہ وہ اونٹ ہو یا گھوڑا، گدھا یا خچر
کرتی تھی تیر جگر دوز سے خاطر اس کی　　آنکھ اٹھاتا جو کوئی مجھ سے مزاحم ہوکر
پرزے کر ڈالتی اک لمحہ میں دامن اس کا　　سر اٹھائے کوئی جب پاس سے جاتا تھا بشر

کچھ دنوں بعد یہ کیا سوجھی مجھے الٹی بات　　خاکساری ہے بھلی کہتے ہیں سب اہل خبر
نیک وہ ہے کہ بدوں سے بھی تعرض نہ کرے　　عجز و درماندگی و صبر سے کرتا ہو گذر
دکھ سہے، ظلم و ستم جھیلے مگر اف نہ کرے　　چپ رہے گرچہ ستاتی ہو اسے دنیا بھر
کوئی ناحق بھی جو پہنچائے گزند و ایذا　　متحمل رہے اور سمجھے کہ تھا حکم قدر
عزت و فخر و نمایش کا کبھی نام نہ لے　　خاک بن کر رہے، ذلت میں کرے عمر بسر
بس اسی شخص کو دنیا میں ہے اعزاز و شرف　　وہی عقبےٰ میں ہے مقبول خدائے اکبر
میں اسی روز سے کر بیٹھی یہ دل سے پیماں　　خاک کیا، خاک سے بھی بن کے رہونگی بدتر

بے خودی اور تذلل کا رکھوں گی شربت
صبر سے جھیلوں گی ہر ظلم کہ ہو گا مجھ پر

میں نے جب زحمت مخلوق سے کر دی توبہ
روند ڈالا مجھے مخلوق خدا نے یکسر

جب سے دشمن کو ضرر دینا کیا میں نے ترک
مجھ کو دشمن لگے پہنچانے دلیری سے ضرر

سر تسلیم و رضا میں نے جو خم کر ڈالا
چلنے والوں نے مری توڑ دی دو دن میں کمر

جو کوئی آتا ہے مجھ پر سے گذر جاتا ہے
خس و خاشاک سمجھتا ہے مجھے ہو کے نڈر

توڑ ڈالا ہے لگد کوب حوادث نے مجھے
کر دیا ہیچ پر کاہ سے مجھ کو احقر

یہی انجام ہے اس مردک بے غیرت کا
جس کو خواری سے ہو پرہیز نہ ذلت سے حذر

جو غلط معنی پہ اس قول کے گردیدہ ہو
"کیمیا بنتا ہے ہر آدمی مٹی بن کر"

ہر ابوجہل کی پابوسی کو عزت سمجھے
خم کرے حضرت فرعون میں جو اپنی کمر

دنیوی رعب میں جو حرمت دیں کو بھولے
عزت نفس کو قرباں کرے دو کوڑی پر

جس کو آقائی سے بڑھ کر ہو غلامی مرغوب
فخر ہو جس کو خسیسوں کی پرستاری پر

اشقیا کو جو کرے دور سے جھک جھک کے سلام
احترام جہلا کو جو سمجھتا ہو ہنر

جس نے کوتاہی ہمت کو قناعت سمجھا
زعم ہو صبر کا، مظلومی کی عادت ہو گر

ایسی لایق ہے وہ مردک کہ سدا ہو پامال
گرچہ دنیا میں رہے زندہ مگر خاک بسر

پھر یہی حال ہے اس ملت بدقسمت کا
جس کا اقبال ہو رخصت، نہ رہی زور نہ زر

جتنے سامان معیشت ہیں وہ اک اک کے لیے
دوسری قوموں کی محتاج ہو۔ اور دست نگر

نہ رہے دولت و ثروت نہ علوم اور فنون
نہ تجارت نہ صناعت نہ زراعت نہ ہنر

لطف یہ ہے کہ اسی حال پہ نازاں ہو وہ
فخر ہو تسلیم کرنے پہ سب سے دب کر

حال اس قوم کے افراد کا ہے مثل وحوش ۔۔۔ جو ہوئے پیاپئے منفعت قوم بشر
بوجہ مالک کا اُٹھانا ہے سدا کام ان کا ۔۔۔ آدمیت کے مراتب کی نہیں ان کو خبر
بس یونہی خواری و رسوائی و نا قدری میں ۔۔۔ چل بسا کرتے ہیں۔ آخر کوئی دن چر چگ کر
الغرض سخت زبوں حال رہے گی وہ قوم ۔۔۔ اور قومیں جو اسے پائینگی خوار و مضطر
روند ڈالیں گی وہ سب پاؤں سے خرمن کیطرح ۔۔۔ اس کی ہستی ہے۔ پھر ان کے لیئے ایک لقمہ تر

محمد نذیر عرشی

نمازِ عاشقاں

اے شکیبِ عاشقانِ حسنِ مطلق اے نماز ۔۔۔ بزم گاہ جلوہ میں تو صورت آئینہ ہے
ہے بجا کہنا تجھے معراجِ اربابِ نیاز ۔۔۔ بامِ وصلِ دوست تک تیرا تقرب زینہ ہے

اے سرورِ بے خمارِ بادۂ دردِ نہاں ۔۔۔ شیشۂ دل سے چھلک کر چشم کو مخمور کر
تو وہ برقع ہے۔ رخِ محبوب ہے جس میں نہاں ۔۔۔ اک جھلک دکھلا خیال پردہ داری دور کر

تیرے ملنے کو اُترنے سے نہیں ہے آگہی ۔۔۔ اور ناواقف بکھرنے سے ہی شیرازہ ترا
نالہ بردار گدائی کیوں نہ ہو شاہنشہی ۔۔۔ معدن جود و سخا الحق ہے دروازہ ترا

تو انیس خلوت درویش شب بیدار ہے ۔۔۔ نازدار خاطر دانائے ہر عارف ہے تو
ہر طرح کے طالب مقصد کو تجھسے پیار ہے ۔۔۔ یعنی اسرار ضمیر خلق سے واقف ہے تو

گوہر اشکوں کے تری تزئین کو لایا ہوں میں
اور حنا کے واسطے خونناب قلب حزیں
جبہہ فرسا آستان صدق پر آیا ہوں میں
مجھ کو دیکھ اور بے نوائی کو مری اے نازنیں

جلوۂ انجام ہے آغاز صورت میں ترے
آئینہ دار جمال شاہد معنیٰ ہے تو
غیرت مذموم ہے آئین وحدت میں ترے
صدق دل سے جو ترا ہو جائے بس اس کی ہے تو

نازش وہر اند بر در گاہت ارباب نیاز
سرنگوں افتادگان آستانت سرفراز

عرشی امرتسری

لاریب حسن عشق کو وحدت پسند ہے

ترجمہ کلام ملک الشعرا شکسپیر

لاریب حسن و عشق کو وحدت پسند ہے
کثرت میں اصلیت کو کیا اس نے بند ہے
انداز و حد میں عشق سماتا نہیں کبھی
اور عقل سے تو آنکھ ملاتا نہیں کبھی
میدان عشق میں جو چلے مرد ہو گئے
طالب ہوئے جو عقل کے وہ سرد ہو گئے
جب آکے دل میں عشق نے ڈیرا جما دیا
کرکے اشارہ عقل کو رستہ بتا دیا!
روشن ہے شمس عشق کا سارے جہان پر
ہر وقت ہر دیار و زمین و زمان پر
عقل و خرد کو تاب نہیں اس کے سامنے
پوچھے تو کچھ جواب نہیں اس کے سامنے
تعلیم عشق کرتا ہے سب سہو و محو کی
اور عقل بحث ہندسہ و صرف و نحو کی
درماں کیا جو عشق نے۔ دل چاک کر دیا
کرکے ہوا جو اس کو تن خاک کر دیا
کشتہ جب اس کے سوز کا اکسیر بن گیا
فیض ازل سے راز کی تصویر بن گیا

وصل از خیر پسند

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱)

جناب حکیم عبدالقوی صاحب قوی ناروی

بردار زرخ پردہ تا کے بنقاب اندر — درعزم سفر دارم من پا برکاب اندر
تو اولی و آخر تو ظاہری و باطن — گرداب بود دریا دریا بہ حباب اندر
من از تو شدم مظہر ظاہر تو شدی از من — چو رنگ زگل پیدا استی بشراب اندر
جسم ست زجاں قائم جاں ہست ازو دائم — معنی است بہر لفظے لفظے بہ کتاب اندر
دل سیر نہ گردد انیک و قدح ساقی — دہ غوطہ مرا ہیم درخم بشراب اندر
درعہد جوانی ہم ممکن نہ بود عیشے — پوشیدہ ہمی بینم پیری بشباب اندر
عنقاست قوی فراتش شہرہ جہاں لیکن — جویندہ ازاں باشد تشنہ بسراب اندر

(۲)

جناب ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب قمر دہلالی شاہ

خانۂ دل میں وہ مہماں بنے بیٹھے ہیں — بت بھی کعبہ میں مسلمان بنے بیٹھے ہیں
درِ محبوبؐ پہ دربان بنے بیٹھے ہیں — چشم بد دور کہ سلطان بنے بیٹھے ہیں
کفش برداری خواجہؒ کی بدولت ہم بھی — مور تھے آج سلیمان بنے بیٹھے ہیں
وعدۂ روز ازل دل سے بھلا بیٹھے ہیں — اس لیئے ہم سے وہ انجان بنے بیٹھے ہیں
کل تھے محتاج طبیبوں کے مداوا کے لیئے — آج خود عیسئے دوران بنے بیٹھے ہیں
شیخ جی کل تو تھے مصروف طواف کعبہ — آج مے خانہ کے دربان بنے بیٹھے ہیں
بت پرستی میں قمر عمر تو گذری کل تک — آج کیا صاحب ایمان بنے بیٹھے ہیں

اس نے بادشاہی حکم کیجانب اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ آہستہ آہستہ گاؤ۔ میر حسن کو زیادہ کہنے کی مجال نہ تھی۔ مجبور ہو کر یہ شعر بہ لحن داؤدی گایا ۵

زاہد زدیں برآمد صوفی زاعتقاد ترسا محمدی شد و عاشق ہا نگہ ہست

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو سنتے ہی وجد آیا۔ اور رفتہ رفتہ اسقدر ترقی ہوئی کہ بالکل آپے سے گزر گئے۔ اور قوالوں کو بھی خبر ہوئی۔ چنانچہ دو سو وظیفہ خوار قوال حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے حاضر ہو گئے۔ اسکے علاوہ بہت سے صوفیائے کرام بھی مع اور لوگوں کے جمع ہو گئے۔ بہت بڑی مجلس آراستہ ہوئی +

حضرت شیخ وحید الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وجد اس قدر بڑھا کہ ان سب لوگوں کو ساتھ لیکر جو تعداد میں تین ہزار سے کم نہ تھے تغلق آباد کی طرف راہی ہوئے۔ وہاں سے دہلی ایک فرسنگ تھی۔ شہر میں خبر ہوئی کہ حضرت شیخ رح اس شان سے آتے ہیں۔ تمام وضیع و شریف متحیر و ملول ہوئے کہ دیکھئے آج بادشاہ کے ہاتھوں کیا ہو۔ رفتہ رفتہ یہ خبر دربار میں پہنچی۔ اور بادشاہ نے ملک شادی خاں ایک امیر کبیر کو تحقیقات کیواسطے بھیجا۔ امیر گیا۔ اور واپس ہو کر کل حال عرض کیا۔ مقلب القلوب نے بادشاہ کے دلکو ایسا نرم کیا کہ وہ نہایت مہربانی و اعزاز سے پیش آیا۔ اور قصر خاص میں سامان ضیافت مہیا کر کے قوالوں کو انعام و اکرام دیا۔ خصوص ملک شادی خاں نے حد سے زیادہ اطاعت کی اور حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہت کچھ پیش کیا۔ لیکن آپنے ان باتوں کیجانب کوئی توجہ نفرمائی +

بہت زمانہ تک حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بسر فرما کر واصل بحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ +

حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین حسین بخاری رح

آں گوہر معدنِ سیادت | سلطان سرادقِ سعادت
آں حامیِ دیں سلالۂ پاک | فرزندِ نبیِ خاص لولاک
بانیِ شریعت و طریقت | استاد مشائخ حقیقت
اندر پۓ مصطفےٰ در اسلام | از فقر نہادہ برزمیں گام
ہمسایہ شبہ حج اکبر | ہم زائرِ روضۂ پیمبرؐ
آمد ز خدا بہ فتح بابش | مخدوم جہانیاں خطابش

حضرت مخدوم صاحب رح اپنے زمانہ کے بہت بڑے صاحب کمال گزرے ہیں۔ آپکے جد حضرت سید جلال بخاری رحؒ جب حضرت سلطان الاقطاب شیخ بہاؤ الدین زکریا رحہ سے خرقۂ خلافت حاصل کرکے اُچہ میں قیام فرمایا۔ تو بمقتضائے شریعت نبوی متاہل ہوئے۔ آپکے تین صاحبزادے تھے سید احمد کبیرؒ۔ سید بہاؤ الدینؒ۔ سید محمد رحؒ +

سید احمد کبیر آپکے بعد جانشین ہوئے۔ اور حضرت مخدوم صاحبؒ آپ ہی کے سعید صاحبزادے تھے۔ مخدوم صاحبؒ کے ایک بھائی حضرت مولانا صدر الدین قتال رحؒ (آپکا ذکر آخیر آتا ہی) اور بھی تھے جب آپکا سن سات سال کا ہوا تو مولانا سید احمد کبیر صاحب حضرت مولانا شیخ جمال الدین مجدوی (خلیفہ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رحؒ) کی خدمت میں لیگئے اور قدمبوس کرایا۔ حضرت جمال رحؒ نے ایک طباق چھوہارے حاضرین مجلس میں تقسیم فرمائے۔ حضرت مخدوم صاحبؒ نے چھوہارہ گٹھلی سمیت کھا لیا۔ اِس حرکت کو دیکھکر حضرت جمال صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کیا۔ حضرت مخدوم صاحبؒ نے ارشاد فرمایا "حضور نے تبرک عطا فرمایا تو میں گٹھلی کو کیوں ضایع کرتا"۔ حضرت جمال رحؒ نے فرمایا "بیٹا تم اپنے خاندان کو قیامت تک منور رکھو گے"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا +

حضرت مخدوم صاحب بہت بڑے عالم متبحر تھے۔ علوم نقلی و عقلی میں دستگاہ تامہ رکھتے تھے اور بیحد محنت و مشقت سے علم حاصل کیا تھا۔ آپکا ارشاد تھا کہ ہر بزرگ سے استفادہ حاصل کرنا چاہیئے نعمت جہاں سے ملے۔ لو۔ خرقۂ خلافت اپنے والد ماجد رحؒ سے حاصل کیا۔ حضرت مولانا رکن الدین

ابو الفتح رح فرماتے ہیں " سالہا سال تک آپ مکہ معظمہ ۔ مدینہ طیبہ ۔ مصر۔ شام ۔ بیت المقدس۔ روم عراقین ۔ خراسان ۔ بلخ و بخارا میں رہے اور بہت سے حج ادا کیے جن میں چھ حج اکبر تھے " ۔ مدینہ طیبہ میں سلطان العلماء استاد المحدثین عفیف الدین بن سعد الدین علی الشافعی الیمنی رح سے دو برس تک نسخہ عوارف وغیرہ پڑھا ۔ اور خدمت کی سلسلہ سفر میں مولانا شیخ حمید الدین بن محمود الحسینی رح سمرقندی سے بھی فیض و خرقہ حاصل کیا ۔ یہ امر ثابت ہے کہ حضرت مخدوم صاحب نے تین سو کئی بزرگان دین سے استفادہ حاصل کیا ۔ جب آپ مکہ معظمہ میں تشریف رکھتے اور امام الحرمین شیخ عبد اللہ شافعی رح (یافعی) رح سے استفادہ حاصل کرتے تھے تو ایکدن طواف کعبۃ اللہ کرتے ہوئے دیکھا کہ غلاف کعبہ معلق ہے ۔ اور دیوار ظاہری نہیں ہے بہت تعجب ہوا ۔ اور حضرت امام حرمین سے یہ واقعہ عرض کیا ۔ آپنے ارشاد فرمایا ۔ از کعبۃ راحت انی زیارۃ قطب الھند نصیر الدین محمود (کعبۃ اللہ حضرت قطب الہند شیخ نصیر الدین محمود رح کی زیارت کو گیا ہے) آپکا یہ بھی قول ہے کہ حضرت سلطان نصیر الدین رح مقام متمکنین کا رکھتے ہیں ۔ اور بوجہ مستی کے یہاں آ نہیں سکتے ۔ اسلیے کعبہ وہاں گیا ۔ اور اگرچہ رونق شان سابق دہلی میں نہیں ہے ۔ لیکن انکی برکت اور تاثیر حضرت قطب الاقطاب شیخ قطب الدین بختیار کاکی رح کے حضرت چراغ دہلی میں موجود ہے اور وہ بلا شک چراغ ہیں " ۔ یہی وجہ آپکے چراغ دہلی مشہور ہونے کی ہے ۔ جب حضرت مخدوم صاحب رح حجاز مقدس سے ہندوستان آئے تو دہلی آکر حضرت سلطان نصیر الدین محمود دہلوی رح کی دولت دیدار سے مشرف ہوئے ۔ آپکے حالات واذکار کرامات کتاب تعلیمی میں کلیۃً مسطور ہیں یہاں اسقدر گنجایش نہیں کہ مفصل ذکر کیا جائے ۔

مخدوم جہانیاں کا خطاب حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا رح حضرت مولانا شیخ صدر الدین عارف رح اور حضرت شیخ رکن الدین ابو الفتح رح کے ارواح نے آپکو عطا فرمایا اور اسی دن سے آپ مخدوم مشہور ہوئے ۔ آپ ستتر برس کے سن میں بروز عید قربان بعد ادائے نماز واصل بحق ہوئے اور اُچہ میں آپکا مزار مبارک ہے ۔

حضرت سید صدر الدین قتال قدس سرہ

آپ حضرت مخدوم صاحب رح کے برادر اصغر اور بہت بڑے پایہ کے بزرگ تھے

جلال ہر وقت غالب رہتا تھا اور جو زبان مبارک سے نکل جاتا پورا ہوتا۔ اگر کسی پر نگاہ پڑجاتی تو وہ جل جاتا۔ خلق خدا کو آپ کی ذات بابرکات سے بہت فیض پہنچا زمانہ دراز تک مخلوق کی اصلاح میں مشغول رہے اور اُوچہ میں اقامت اختیار کی۔ وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

حضرت مولانا سید کبیر الدین ایلی سمعیالی

آپ حضرت مخدوم صاحب کے مرید خاص تھے۔ اور حضرت صدر الدین قتالؒ سے بھی استفادہ حاصل کیا تھا آپکے دو صاحبزادے مولانا عبدالشکورؒ اور مولانا عبدالغفورؒ تھا سعادت مند متبحر اور فاضل تھے۔ انتقال کے وقت مولانا صاحبؒ نے وصیت فرمائی کہ جب مشکل پیش آئے۔ ہمارے مزار مبارک پر آکر دریافت کرنا۔ انشاء اللہ اسکا حل ہوگا۔

تمت بالخیر

خدائے تبارک تعالیٰ کا لاانتہا شکر ہے کہ اُس نے قلم کو آج مشاہیر مشائخ ہند کی تسطیر سے فارغ کیا الحمد للہ۔ اللہ پاک نے انسانوں کی ہدایت کیواسطے دنیا میں پیغمبران علیہم السلام کو اپنا پیغام دیکر بھیجا اور کفر و ظلمت کی گھنگھور گھٹاؤں کو ان مقدس نفوس کے ذریعہ سے دور کیا دین متین کا صحیح رستہ جو تہذیب کی طرف جاتا تھا اپنی مخلوق کو دکھلایا اور سب کے بعد جناب ختم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلعم (روحی فداہ) کو مبعوث فرما کر دین کو اکمل فرما دیا۔ نبی علیہ السلام کے بعد اولیائے کرام کو بھی یہی کام سپرد ہوا اور ان پاک انفاس نے دنیا میں تبلیغ اسلام و اشاعت توحید میں مثل انبیاء پیغمبروں کے حصہ لیا چنانچہ ہندوستان میں حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز شیخ معین الدین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا نام زبان پر جاری ہے۔ آپ نے کہ جس کے ذریعہ سے مخلوق نے بہت ہدایت پائی۔ آپ نے جو کارہائے نمایاں خدا کی راہ میں کئے محتاج ذکر نہیں ہیں سینکڑوں نشانات آپکے بعد آپکے خلفاء اور خاندان چشت اہل بہشت نے بھی وہی کام کیا چنانچہ انہیں بزرگوں کا طفیل ہے کہ ہم آج ہندوستان میں موجود ہیں۔ آخر الامین میں بطفیل حضور رسول مقبول صلعم و بطفیل بزرگان خاندان چشت و سہروردیہ (جن کا ذکر اس کتاب میں ہوا) عاصی پر معاصی مؤلف اور اسکے احباب و اعزا اور خصوصاً جوان صالح سید محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی کو نیکی کی توفیق دے۔ آمین ثم آمین

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷

جلد ۵ نمبر ۶ — شوال ۱۳۳۲ھ

نظام المشائخ

قسم سوم — قسم سوم

روحانی تشنگی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۲؎

مقام اشاعت دارالسلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

آجکل

نظام المشائخ دو ہزار

مکمل رہا ہے اور روز بروز اسکی اشاعت میں ترقی ہے مشتہرین ضرور اپنے اشتہار اسمیں درج کرا کر فائدہ اٹھائیں

نرخ نامہ

سالانہ	ششماہی	سہ ماہی	ایک بار	مقدار
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	¼ صفحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	نصف صفحہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	پورا صفحہ

نظام المشائخ کے قواعد و ضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رح کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے۔ مضامین اسمیں مذہبی، اخلاقی، اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے (۲) اگر رسالہ ۱۵ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے دس بارہ تک انتظار کیجیے۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیے۔ کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے پر شاید پرچہ ختم ہوجاوے اور نہ مل سکے (۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو۔ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کردینی کافی ہے (۴) خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے جوابی امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۱۵	بابت ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۴۳ھ	نمبر ۱۰

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	------------	۱
۲	ہندوستان ہی کا نہیں	------------	۲
۳	ہم خرما و ہم ثواب	------------	۲
۴	نور	جناب شہزادہ محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے	۳
۵	اسلام اور ایمان	جناب مولانا ابو الخیر صاحب مودودی	۱۵
۶	اعتدال غیظ و غضب	جناب مولانا شیخ نور الدین صاحب گوجرانوالہ	۲۰
۷	سورۂ والتین	جناب مولوی ظہیر الدین صاحب شیر کوٹی	۲۵
۸	ایک نظر کی التجا	جناب احمد صاحب	۳۶
۹	نعت رسول عربی	جناب عبد الرحمٰن صاحب خوشتر منگرولی	۵۳
۱۰	منقبت	جناب سجاد حسین صاحب سجاد ریوانی	۵۴
۱۱	حریت مسلم	جناب چوہدری دلو رام صاحب کوثری	۵۷
۱۲	[illegible]	جناب عبد الرحمٰن صاحب سول انجنیر	۵۸
۱۳	تضمین حسرت موہانی	جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی اے	۶۰
۱۴	خوشی	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب لوح گیاوی	۶۱
۱۵	امیر کی موت فقیر کی موت	جناب مولوی فاضل مرزا محمد نذیر صاحب عرشی	۶۴
۱۶	سلطان الہند کی چادر	جناب میر احدی صاحب	۶۲
۱۷	تازہ غزلیں	جناب عشق و جناب قمر	۶۳ ۶۴

ہندوستان ہی کا نہیں انگلستان کا پریس چیخ اٹھا ہے

کاغذ کی گرانی نے اخباروں اور رسالوں کے ہوش پراں کردیئے!

آپ جس پرچے کو جی چاہے اٹھا کر دیکھ لیجئے سب کے چہرے زرد ملیں گے۔ لب خطیب اور نظام المشائخ کے سوا ایک آدھ کوئی سرخ و سپید نظر آتا ہو تو آتا ہو۔ **لیکن**

کب تلک یارب چھپائیں دردِ دل

خطیب و نظام المشائخ کے مالک کے پاس قیصر ولیم کا خزانہ نہیں ہے کہ نقصان پر نقصان اٹھائے جائیں ناظرین اگر خطیب و نظام المشائخ کو ابھی موجودہ شان میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں تو خود بھی کچھ تکلیف گوارا کریں

کاغذ ریلیف فنڈ

کے نام سے ایک مدِ امداد پیش کرتا ہوں۔ اس میں جبتک جنگ ہے ۸ر سالانہ کم از کم سب کو دینا پڑے گا اور اس سے زیادہ جتنی جس میں قدرت ہے۔

خاکسار واحدی

ہم خرما و ہم ثواب

مکرمی جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب ہالی شاہ نظامی حیدرآبادی جنکا نام کبھی ایسا نہوا ہوگا کہ آپنے یا مانِ نظام المشائخ یا معاونین نظام المشائخ کی فہرست میں نہ پڑھا ہو لکھتے ہیں:-

"میں اپنے سوا اُس شخص کو جو ۶- شوال ۱۳۳۴ھ سے یکم محرم ۱۳۳۵ھ تک نظام المشائخ کے سب سے زیادہ خریدار پیدا کرے ایک نقرئی تمغہ دونگا جسکی شکل حسب ذیل تجویز کی گئی ہے"۔

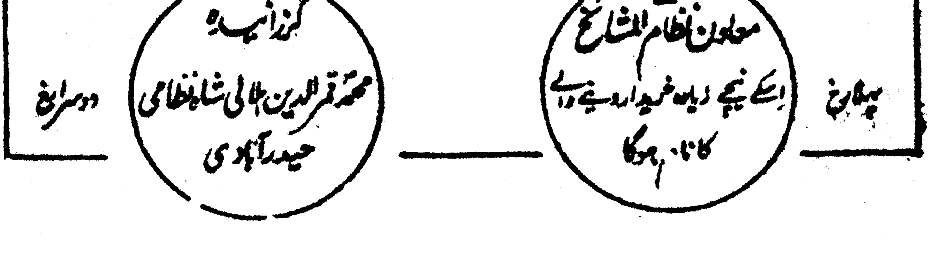

جلد ۱۵ نمبر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

نور

آ۔ب۔ اللہ نور السموٰت والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ۔ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لاشرقیۃ ولاغربیۃ یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم۔

ترجمہ اللہ ہے نور سمٰوات وارض کا۔ مثال اُسکے نور کی یہ ہے کہ طاق میں قندیل ہو قندیل میں چراغ ہو۔ چراغ روغن زیت سے روشن ہو جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے زیت ایسا صاف ہے کہ گویا بغیر آگ دکھائے بھڑک اُٹھے گا۔ نور علیٰ نور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور آدمیوں کے سمجھانیکے واسطے مثالیں دیتا ہے

کیونکہ ہر چیز کا عالم و علیم وہی ہے ؛

اِس آیۂ شریفہ میں نور کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اور مثال دیکر سمجھایا گیا ہے کہ راہ کے اندر راز کس طرح پنہاں ہے بسلسلہ حجابات کا کہاں پہنچکر ختم ہوتا ہے۔ اور من دد آۂ حجاب کی سرحد کہاں سے شروع ہوتی ہے ؛

یہ تو ایک ناممکن سی بات ہے کہ قرآن شریف کے معانی سمجھنے یا سمجھانے میں کوئی نئی بات پیدا کی جائے۔ کیونکہ اس معاملہ میں رائے کو دخل نہیں ہے۔ کلام الٰہی کے معانی و مطالب صرف وہی ہیں۔ جس طرح انکو حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے سمجھا تھے معانی نہ پیدا ہو سکتے ہیں نہ ہونگے انہیں حضرات کی متابعت میں علمائے ربانی نے جتنا کلام اللہ کو پڑھا۔ سوچا سمجھا اور سمجھایا۔ اتنا اس زمانہ میں کسی سے امید نہیں۔ نہ آیندہ محی الدین ابن عربی و امام غزالی و شاہ ولی اللہ و شاہ عبد العزیز وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین پیدا ہونگے۔ نہ کوئی اِس کتاب پاک کے ساتھ اتنی محنت کرے گا جتنی یہ حضرات کر گئے ہیں اسلیئے جو کچھ سطور ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ وہ انہیں سرخوشان بادۂ وحدت کی دُرد افشانی سے قطرہ چینی کی گئی ہے کوئی نئی بات نہیں ہے ؛

ایں بسکہ سے کنم بزباں گفتگوئے تو

پہلے دو خاص موٹی موٹی تفسیروں سے اِس آیۂ شریفہ کے مطلب کا خلاصہ گزارش کیا جاتا ہے۔ ایک خازن التفاسیر جو مشہور تفسیر ہے اور جسکو مفسر نے بہت سی تفسیریں پڑھکر لکھا ہے۔ دوسری تفسیر مظہری[۵۱] ہے۔ جسکو قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی علیہ الرحمتہ نے (جنکو شاہ عبد العزیز صاحب بیہقی ثانی فرمایا کرتے تھے) لکھا ہے ؛

[۵۱] قاضی شاہ ثناء اللہ صاحب نقشبندی مظہری پانی پتی کی تفسیر مظہری جو ابتک قلمی تھی اب سعی بلیغ و بصرف کثیر جناب سید محمد امین صاحب میرٹھی (حال ساکن صادق آباد ریاست بہاولپور) عربی طبع کرا رہے ہیں اور اردو میں ترجمہ کرا کر بھی چھپوا رہے ہیں جسقدر عربی خواہ اردو طبع ہو چکی ہے صاحب موصوف سے مل سکتی ہے قیمت معمولی ہے جسنے اس تفسیر کو نہ دیکھا وہ ایک عجیب نعمت سے محروم رہا نکات تصوف سے لبریز ہے حسن بیان و کثرت احادیث و مسائل فقہ سے گہر ریز ہے

صاحب خازن التفاسیرؒ لکھتے ہیں کہ نور سے مراد ہادی ہے اللہ ہادی السموٰت والارض فہم بنورہ الی الحق یھتدون۔ نور السماء بالملائکۃ ونور الارض بالانبیاء والعلماء والمؤمنین۔ اور حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔ کہ مثل نورہ میں نور سے مراد قلب مومن ہے۔ اور نیز قرآن شریف بھی مراد ہے۔ کسی نے نور محمدیؐ سے مراد لی ہے۔ یعنی خدا نے سموات و ارض کو آپ کے وجود باجود سے منور فرمایا۔ اور یہ بھی ایک قول ہے کہ نور سے مراد طاعت الٰہی ہے حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ مشکوٰۃ سے مراد حضورؐ کا جوف اشرف ہے زجاجہ سے حضورؐ کا قلب اور مصباح سے وہ نور مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب پاک میں رکھا تھا۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ یعنی نہ یہودی ہے نہ نصرانی۔ شجر مبارک سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ نورٌ علیٰ نور کا مطلب یہ ہے کہ نور قلب محمدؐ علیٰ نور قلب ابراہیم۔ اسی طرح مصباح سے مراد خود حضورؐ ہیں جس طرح حضورؐ کا نام سراج منیر و بشیر و نذیر و رؤف و رحیم فرمایا ہے۔ اسی طرح مصباح کا خطاب بھی بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے۔ لولم تمسسہ نار سے تعریف زیت کی صفا و ضیا کی ہے کہ آگ چھونے سے پہلے بھڑک اٹھیگا۔ مطلب اسکا یہ ہے کہ اخلاق و محاسن محمدیہ اسقدر ظاہر و روشن و مسلّم ہیں کہ قبل از نزول وحی بھی لوگ اُنکے قائل تھے۔ اور تصوف اُن کا اتنا زبردست تھا کہ منکر بھی انکار نہیں کر سکتا۔ بعض کا قول ہے کہ قلب مومن کو چونکہ اللہ تعالیٰ کیساتھ اخلاص محبت و موافقت و معیت ہوتی ہے۔ اس لیئے اُسکا نور ہر وقت اہل بصیرت کو نظر آتا ہے۔ قولہ نورہ وعملہ نور ومدخلہ نور ومخرجہ نور ویرجعہ الی النور یوم القیامۃ۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء۔ میں نور سے مراد اسلام ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ الاسلام ھو النور البصیرۃ (انتھیٰ خازن)

قاضی صاحب علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر مظہری میں جو کچھ فرماتے ہیں وہ تو اصل تفسیر کے

دیکھنے سے تعلق رکھتا ہی مگر میں کسیقدر خلاصہ قاضی صاحب کے افادات سے کرکے گزارش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ الله نور السموٰت والارض میں علمائے سلف نے حسب ذیل معنی لفظ نور کے لیے ہیں:-

(۱)۔ لایصح اطلاقہ علی الله تعالیٰ۔ خدا تعالیٰ اور چیز ہے نور اور چیز ہے +

(۲) نور کے لفظ کو بمعنی مبالغہ استعمال کیا گیا ہی۔ یعنی سرا سر نور ہے +

(۳) بمعنی فاع الله منور السموٰت والارض +

(۴) بمعنی انوار کلها +

(۵) مدبر السموٰت والارض +

(۶) موجد السموٰت والارض۔ ھو موجد بکل فاعل الا +

(۷) ھادی اھل السموٰت والارض +

مثل نورہ۔ ا۔ صفة نور الله تعالیٰ فی قلب المومن الذی یھتدی الی ذات الله تعالیٰ ونصدیق ما قال مما لا یستبد فی ادراکه عقول الفحول ویری به الحق حقاً والباطل باطلا +

نور کے معنی قاضی صاحب نے قلب من آمن۔ اور طاعت اور بقول سعید بن جبیر رض و ضحاک رض جناب رسالت مآب کے بھی لیے ہیں +

نورٌ علیٰ نور کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ واقعات قبل از بعثت کے اس قسم کے اور اسقدر کثیر التعداد ہوتے ہیں کہ وہ خود نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً واقعات میلاد مبارک۔ روایت بحیرا راہب۔ ایام رضاعت میں چاند کو شرف التفات و ملاعبت بخشنا۔ ملائکہ کا حضور کے پنگوڑہ کو جھلانا۔ بنی سعد کی بکریوں میں اور اونٹنیوں میں دودھ کی فراوانی۔ جب نطق نے پہلی مرتبہ شرف خدمت حاصل کیا ہے تو الله اکبر کبیراً والحمد لله کثیراً وسبحان الله بکرة واصیلاً۔ فرمانا۔ رات کو حضرت حلیمہ کے

حجرے اور بیرون حجرے میں روئے تاباں کی روشنی سے چراغ کی ضرورت نہ ہونا۔ سہیل وغیرہ اصنام کا سرنگوں ہونا وادی خشک کا سرسبز ہونا۔ شجر و حجر سے سلام و درود کا تحفہ پیش ہونا۔ کنوئیں کے پانی کا بنی سعد کے جانوروں کے واسطے اُبل آنا دھوپ میں جسم اطہر پہ سایہ ہو جانا۔ دلکشی و دلفریبی کا ہمیشہ کفش بردای میں حاضر رہنا۔ ہر قول و ہر فعل کا صدق و صفا و امانت کی صفات کو فخر بخشنا وغیرہ وغیرہ انتہٰے۔ تفسیر مظہری) +

ہر اک ادا سے جانفزا ہر بات ہی شمع ہدےٰ
ہر آن ہے شانِ خدا صل علیٰ صل علےٰ

اِس نورِ فطرت پر نورِ نبوت نے اور بھی چار چاند لگائے۔ نورٌ علیٰ نور ہوگیا۔ اگرچہ باقی حصہ اس تفسیر کا تمامی از لطف نہیں لیکن بخوف طوالت اُسکو چھوڑا جاتا ہے۔ اور ناظرین کی توجہ قاضی صاحب کے اُس فقرہ اول کی طرف مبذول کیجاتی ہے جو اوپر درج ہے یعنی لا یصح اطلاقہ علی اللہ تعالےٰ۔ نور السمٰوٰت والارض کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہو سکتا اس جملہ کے مفہوم و ترکیب پر ذرا غور فرمائیے۔ اللہ نور السمٰوٰت والارض (اللہ) مبتدا (نور السمٰوٰت والارض) خبر۔ مبتدا و خبر میں حسب ذیل صورتوں میں سے ایک تعلق ہوتا ہے

۱ - مبتدا و خبر ایک ہوں۔ مثلاً دہلی پایہ تخت ہندوستان ہے۔ اس صورت میں دہلی اور پایہ تخت ہندوستان دونوں کا ایک ہی مفہوم ہے۔ دونوں ایک ہیں۔ دونوں کا دائرہ ایک ہے +

۲ - مبتدا کا کوئی فعل خبر سے ظاہر ہوتا ہو۔ مثلاً آگ جلانے والی چیز ہے۔ اسمیں خبر کا دائرہ مبتدا سے وسیع ہے +

۳ - مبتدا کی ایک صفت خبر سے معلوم ہو۔ مثلاً زید امیر آدمی ہے۔ امیر آدمی سالم صفات زید کی ظاہر نہیں کرتا۔ فقط ایک صفت ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح زید امیر آدمی

کی جماعت کا ایک جزو ہے گویا زید امیر آدمی پر حاوی نہیں ہے۔ اور امیر آدمی زید پر صرف امارت کے لحاظ سے حاوی ہے باقی لحاظ سے نہیں +

۴۔ مبتدا خبر کا جزو واقع ہو۔ مثلاً اشرفی سونے کی ہوتی ہے۔ سونے کا دائرہ اشرفی سے بڑا ہے۔ اشرفی اُسکا جزو ہے +

۵۔ مبتدا پر خبر واقع ہوتی ہو مثلاً زید مقتول ہوا +

اِن صورتوں میں مبتدا یا تو خبر سے بڑا ہے۔ یا اُس سے چھوٹا ہے۔ یا چھوٹا بھی ہے بڑا بھی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اِس آیت شریفہ میں مبتدا و خبر کا باہم کیا تعلق ہے +

۱۔ اللہ۔ چھوٹا۔ نور السمٰوٰت والارض بڑا +

۲۔ اللہ بڑا نور .. .. چھوٹا +

۳۔ اللہ و نور دونوں برابر یعنی دونوں ایک +

۴۔ کسی بات میں اللہ بڑا۔ کسی میں نور بڑا +

پہلی دوسری اور چوتھی صورت میں الٰہیات کے اصول عامہ ٹوٹتے ہیں۔ ھو محیط ولا یُماط +

اِس لیئے تیسری صورت کو عام طور پر اختیار کیا گیا ہے یعنی یہ کہ اللہ کیا چیز ہے نور السمٰوٰت والارض ہے۔ دونوں ایک ہیں۔ اللہ نور ہے۔ نور اللہ ہے +

اِس مفہوم کی تنقید سے پہلے ذرا اُس مثال پر غور فرمائیں جو اوپر دیگئی ہے۔ یعنی دہلی پایہ تخت ہندوستان ہے منطق میں دونوں متحد الدائرہ ہیں۔ اگر ملیا جائے تو بھی وہی صورت رہیگی کہ پایہ تخت ہندوستان دہلی ہے۔ لیکن یہ اتحاد دائرہ صرف پولیٹیکل حیثیت سے درست ہے۔ کیونکہ دہلی اِسکے علاوہ کچھ اور بھی ہے۔ مثلاً دہلی زبان اُردو کا گہوارہ ہے۔ دہلی بائیس خواجہ کی چوکھٹ ہے دہلی مشرقی تہذیب کا منبع ہے۔ دہلی کپڑے کی منڈی ہے وغیرہ وغیرہ اِس سے دو نتیجے نکلتے ہیں۔ یا تو دہلی سوا پایہ تخت ہندوستان

کے اور کچھ نہیں ہے۔ یا اگر ہے تو یہ مقولہ کہ دہلی پایہ تخت ہندوستان ہے۔ صرف پولیٹکل
طور پر درست رہتا ہے۔ اسلیئے یا تو دہلی کا مفہوم اُسکی جملہ صفات کے ساتھ ترک کرکے
فقط پایہ تخت کی صفت پر اکتفا کرکے لیا جائے گا۔ یا پایہ تخت کو صرف ایک صفت تسلیم
کیا جائے گا۔ اور اس جملہ کو دوسری صفات کے متعلق مفید خبر نہ سمجھا جائے گا۔ یہی صورت
اللہ نور السمٰوٰت والارض میں ہے۔ یا تو نور اُسکی تمام صفات پر حاوی ہے یا اگر صرف ایک
صفت ظاہر کرتا ہے تو اللہ کے متعلق کامل طور پر مفید خبر نہیں ہے۔ اسلیئے دونوں معنی
بیکار رہے۔ بیکار قرآن شریف میں کوئی بات نہیں ہے۔ اسلیئے کچھ اور معانی تلاش کیئے
جائیں اور وہ یہی ہوں گے کہ لا یصح اطلاقہ علی اللہ تعالیٰ لفظ نور کا اطلاق خدا پر نہیں
ہو سکتا۔ نہ ذات الٰہی کا علم لفظ نور سے ہوتا ہے۔ نہ لفظ اللہ سے نور کے معنی سمجھ میں آتے
ہیں خدا اور چیز ہے نور اور چیز ہے۔ جب اور چیز ہے تو مخلوق ہے۔ اللہ خالق ہے نور مخلوق۔
دوسرا امر جو قابل غور ہے یہ ہے کہ نور مدرکات حسی یا عقلی میں داخل ہے جو ذات
کہ ادراک سے برتر ہو۔ اُسکے متعلق کوئی علم ادراک کی اصطلاحات سے نہیں ہو سکتا نور کا
مفہوم انسان کچھ نہ کچھ بنا لیتا ہے۔ مثلاً ممکن ہے کہ نور سے مراد تکوین ہو یا عقل ہو یا قانون
قدرت و ضابطہ فطرۃ ہو۔ یا روشنی ہو یا بجلی ہو یا نامیہ ہو یا کشش ثقل ہو یا ارتقا ہو
یا مادہ ہو۔ غرض کچھ نہ کچھ گھڑ لیتا ہے۔ مگر ان من گھڑت باتوں سے علم ذات ہونا ناممکن
ہے۔ اس لیئے غایت مافی الباب یہ کہ نور ایک صفت ہوئی۔ اس لیئے نور یا تو ایک صفت
ہے یا مخلوق ہے۔ مگر صفت کا اوپر فیصلہ کردیا گیا ہے۔ اس لیئے نور مخلوق خداوندی ہے
(فتبارک اللہ احسن الخالقین) اب اس آیہ شریفہ کا مطلب گزارش کیا جاتا ہے+

اللہ۔ کون بتا سکتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ آسمانی کتابوں نے اتنا اشارہ کیا ہے کہ وہ نور ذات
ہے برتر از ادراک ہے۔ وہاں نہ تشبیہ ہے نہ تکییف۔ نہ جوہر ہے نہ عرض۔ نہ وصف نہ ظل
نہ ضوء ہے نہ ظلمت۔ لیس کمثلہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء۔ بلکہ نور کی کمال ہستی ہے

جس کی صرف ایک شعاع وحدت ہی۔ اور ظلمات عقل میں خضر شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہی شعاع دکھلائی ہے۔ ورنہ لا حق لنور ذاتہ ولا صِنو ولا ندّ۔ عقل قاصر اوہام عاجز۔ رباعی جامی رح:۔

اے آنکہ بجز تو نیست در ہر دو جہاں — برتر ز خیال و وہم و برتر ز گماں
ہر چند کہ ہیں برنشانے لیکن — این ہست نشانت کہ ترا نیست نشاں

نور کیا چیز ہے؟ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ھو اسم مطلق من اسماء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتے ہیں کہ نور وہ چیز ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسری چیزوں کو بوجہ اپنی شدت ظہور و تظہیر کے ظاہر کرے۔ پس جب اس نور نے اپنے وجود سے دوسرا وجود بنایا۔ اور اپنے ظہور سے دوسری چیزوں کو ظاہر کیا۔ نور السمٰوٰت والارض ہو گیا۔ (تفسیر ابن عربی رح سورۂ نور)

لیکن سرآمد علماء مولانا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس پیچیدگی کو اور بھی صاف کرتے ہیں۔ شیخ تو یہ فرماتے ہیں کہ نور ایک مطلق نام ہے۔ اسمائے باریتعالیٰ میں سے۔ لیکن امام بلند مقام فرماتے ہیں کہ جب نور کی حقیقت پر غور کیجائے تو معلوم ہو گا کہ یہ نہ قوت ہے نہ صفت بلکہ یہ وہ چیز ہے جسکو احسان الٰہی نے عقول کی روشنی کیواسطے اپنے نور سے پیدا کیا۔ اور اسکے ذریعے عقول کو یہ قابلیت دی کہ صفات الٰہی کو دیکھیں اور پہچانیں یعنی نور ذات موجد ہے۔ نور السمٰوٰت والارض کا۔ نور نے نور کو پیدا کیا۔ نور کا نور ہوا۔ نور النور۔ مضاف الیہ بعید از قیاس و بلند از ادراک ہی۔ لیکن مضاف کا ادراک عقل سلیم کے واسطے ممکن کیا گیا ہے۔ آگے چلکر فرماتے ہیں کہ اس نور السمٰوٰتِ والارض نے جو نور وجود ہے۔ عالم تکوین میں سرایت کی۔ نور ذات کی تجلی پر خود حجاب ہوا۔ اسکو چھپایا۔ اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اُسکی تجلی کو سوائے اسکے اور کسی میں اُٹھانے کی طاقت نہ تھی۔ اس نور السمٰوٰت والارض نے تین طریق پر عالم تکوین میں سرایت کی:۔

۱۔ ملائکہ و ارواح و نفوس پیدا کیے گئے ۔

۲۔ اُن کا عکس پیدا کیا گیا ۔ یعنی وہ چیزیں بنائی گئیں جو اُن کی معرفت کی قابلیت رکھتی تھیں ۔ جیسے عقول کتبیہ ۔

۳۔ اجسام و اعراض و توابع بنائے گئے جن میں ارواح و نفوس و عقول کے رہنے کی قابلیت رکھی گئی اور وہ اشیا ۔ بنائی گئیں جو اس قیام میں ممد و معاون ہو سکیں ۔ مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا المصباح ۔ المصباح فی زجاجۃ ۔

پہلی صورت مصباح ہوئی ۔ دوسری صورت قندیل سے مشابہ ہے ۔ تیسری صورت مشکوٰۃ ہے ۔ جس طرح مصباح کے لیئے قندیل اور مشکوٰۃ بنے ہیں اسیطرح نسبت بالعکس بھی سمجھ لیا جائے ۔ اگر روح و نفوس نہ ہوتے تو عقل و ادراک کی ضرورت نہ تھی ۔ اگر یہ نہ ہوتے تو اجسام وغیرہ کی پیدائش بیکار تھی ۔ علی ہذا القیاس جسطرح قندیل مشکوٰۃ سے مصباح کی حفاظت مقصود تھی اسیطرح تخلیق اجسام و عقول سے حفاظت ارواح و نفوس مقصود تھی ۔

زیت بے جہت ہوتا ہے ۔ اُسکی جہت وہ ہے جو اُسکا قبلہ ہے ۔ یعنی شعلہ مصباح ۔ چراغ کی لَو ۔ اس لیئے اُسکا نہ کوئی مشرق ہے نہ مغرب ۔ بتی کا جذب اور شعلہ کی گرمی اُسکو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور یہ شعلہ کی ہستی قائم رکھنے میں مصروف ہے ۔ اس لیئے زیت سے مراد لفظ کُن ہے ۔ نور وجودی سے سب کچھ پیدا ہوا ۔ اگر زیت مشیت الٰہی کا اشارہ نہ کرتا تو کچھ بھی نہ ہوتا

(ملاحظہ ہو طب روحانی امام غزالی رح باب سراج)

مشکوٰۃ ۔ زجاجہ ۔ زیت ۔ مصباح ۔ سب آلات ہیں ۔ ظہور وجود کے موجد اور تمام موجودات کا نور ذات ہے ۔ جس نے اپنا اسم مبارک اللہ فرمایا ہے ۔ نور السمٰوٰت والارض خود موجد نہیں ہے بلکہ نور ذات کی تجلی اول ۔ حجاب آخر ہے اس سے پہلے کوئی اور تجلی ظاہر نہیں ہوئی

اس کے بعد کوئی اور حجاب نہیں ہے۔ مثال کے طور پر جناب موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ ملاحظہ فرمایئے۔ جناب موسیٰؑ نے بلا اذن عرض کیا کہ صورت دکھایئے۔ ارشاد ہوا کہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن پہاڑ کی طرف دیکھو اگر ہماری تجلی سے یہ اپنی جگہ قائم رہ گیا تو تم بھی دیکھ لوگے۔ پہاڑ پر نور ذات نے تجلی فرمائی۔ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ حضرت تاب نہ لائے ع

ہوش و خرد گئے نگہ سحر فن کے ساتھ

پہاڑ پر جو تجلی ہوئی وہ نور ذات کی تجلی تھی جسکی وہ تاب نہ لا سکا۔ اور ریزہ ریزہ ہوگیا جناب موسیٰ بے جان مخلوق پر خالق کا جلوہ دیکھکر تاب نہ لائے۔ ہوش و حواس رخصت ہوئے۔ اور جسدِ اقدس بیکار ہو گیا ؎

قطرۂ زیں بادہ کوہِ طور را صد پارہ ساخت ۔۔۔ عاشقِ مسکیں کجا ماند بحالِ خویشتن

جو کچھ حضرت موسیٰؑ کو نظر آیا۔ وہ اللہ نہ تھا۔ نور السموٰت والارض کی ایک روشنی تھی جو آواز آئی وہ بھی خدا کی آواز نہ تھی۔ نور السموٰت والارض میں سے آئی تھی نور ذات کی تجلی سے قندیل و طاق دونوں کا فیصلہ ہوگیا۔ عقل و جسد دونوں عاجز ہوگئے۔ جب ہوش آیا۔ تسبیح زبان مبارک پر جاری ہوئی۔ فلما افاق قال سبحٰنک۔ تبت الیک۔ اس توبت کے سوال کا خاتمہ ہوگیا۔ نور السموٰت والارض سے نور ذات کی طرف یعنی مخلوق سے خالق کی طرف توبہ کی اور اس بات سے بھی کہ آئندہ دیکھنے کی آرزو نہ کرونگا۔ اب گویا آپنے مصباح کو اُسکی مصباحیت میں دیکھا اور اپنے مشکوٰۃ و زجاجہ یعنی جسد و عقل کی طاقت معلوم ہوگئی۔ نفس اور رب نفس دونوں کی معرفتیں علیحدہ علیحدہ حاصل ہوئیں۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کا مقام عطا ہوا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کو عرفان کامل عطا فرمایا۔ پھر احکام عطا ہوئے۔ اور نبی مرسل بنائے گئے۔ جسکو یہ دونوں معرفتیں عطا ہوں۔ اُسکو مفہوم نور علیٰ نور کا معلوم ہو۔ اِسی واقعہ کے متعلق حضرت جامی علیہ الرحمۃ نے شرح فصوص الحکم میں حکمت شیثیہ میں بیان کیا ہے کہ تجلیات تین قسم کی ہوتی ہیں

۱۔ تجلیات ذات۔ و علامتش آنکہ۔ اگر از وجود سالک چیزے ماندہ بود فنائے ذات است و متلاشی صفات است و سطوت انوار و آنرا صعقہ خوانند۔ چنانکہ موسیٰ علیہ السلام کہ امداد بدیں تجلی از خود رستند و فانی گردند۔ فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا وخر موسیٰ صعقا۔ یہاں تک تو مقام موسوی تھا۔ آگے چلکر فرماتے ہیں۔ و اگر از بقایائے وجود فانی بکلی منخلع شدہ باشد و حقیقتش بعد از فنائے وجود بہ بقائے مطلق واصل گشتہ شود۔ بنور ازلی۔ ذات ازلی را مشاہدہ کند۔

و ایں خلعتے است کہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم را بخشیدند و شربتے است کہ خاصۂ او را چشانیدہ اند۔ یہ مقام محمدی ہے۔ ؎

قدم زنگ حدوث از جان او شست — وجوب آلائش امکان او شست
یکے ماندہ ہم از تعیّنے پاک — ز بسیاری بروں از اندکے پاک
شنید آنگہ کلامے بے آواز — معانی در معانی راز با راز
نہ آگاہی از و کام و زبان را — نہ ہمراہی باو نطق و بیان را
زگفتن برترست آں وز شنیدن — زباں زیں گفتگو باید بریدن

(گلشن راز)

پھر فرماتے ہیں۔ کہ "و از حجابات ایں جام جرعہ در کام خاصان خواص متابعان او چکانند"۔ (فالحمد للہ علی احسانہ)

۲۔ تجلی صفات۔ و علامتش آں باشد کہ اگر ذات قدیم بصفات جلال تجلی کند۔ از عظمت و قدرت و کبریا و جبروت۔ خضوع و خشوع بود۔ اذا تجلی اللہ لشیٔ خشع لہ و اگر بہ صفات جمال تجلی کند از رافت و رحمت و لطف و کرامت سرور ذاتش بود۔

۳۔ تجلی افعال۔ علامت آنکہ۔ قطع نظر از افعال خلق از خیر و شر و نفع و ضر و استواء مدح و ذم و قبول و رد خلق بود چہ مشاہدہ مجرد فعل الٰہی سالک را از اضافت افعال معزول گردانند۔

پہلے تجلی افعال ہوتی ہے۔ پھر تجلی صفات۔ پھر تجلی ذات۔ جسکو خداوند اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو افعال و صفات کی تجلیات سے ابتداہی سے آشنا کردیا۔ مصباح کی حقیقت آپ پر منکشف تھی تجلیات ذات کیواسطے تیار تھے جب اُسکا وقت آیا تو دیکھا اور پہچانا۔ ثم اوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ۔ یہ درجہ شہود اتم واکمل کا ہے۔ محاضرہ و مکاشفہ اسکی گرد کو نہیں پہنچتے۔ یہ دونوں صرف نور السمٰوٰت والارض کے دامن تک پہنچ سکتے ہیں مشاہدہ تجلیات ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس راز کو مشیت ایزدی نے خاص جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے محفوظ رکھا تھا۔ اُنھیں کو دیا۔ ع

بمقامیکہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

اللھم صل علی سیدنا محمد وعلی آلہ الکرام واصحابہ العظام

(باقی دارد) — محمد اشرف گورگانی

غدر دہلی کے افسانے
غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات جو بادشاہ اور اُن کے گھرانے کی عورتوں اور بچوں وغیرہ کو پیش آئے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے خود انھیں کی زبانی جنپر یہ حالتیں گزریں سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں ہر فسانہ عبرت وحسرت کی تصویر ہے پڑھنے والا اُنھیں پڑھکر بے چین ہوجاتا ہے اور اس کی قدر کرنے لگتا ہے ضخامت ۱۳۰ صفحے قیمت ۱۲

شکوہ و فریاد
اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے اور مولانا سیماب اکبرآبادی کی دو مشہور نظمیں ضخامت ۲۴ صفحے قیمت ۲/

چند دن بعد کیا ہوگا؟
ایک چھوٹا اخلاقی رسالہ ہے جو قابل دید ہے ضخامت ۲۴ صفحے قیمت ۲/

دلی کی عید
غدر سے پہلے کیسی ہوتی تھی۔ اور اب کیسی ہوتی ہے۔ دیکھنے قابل ہے ضخامت ۴۰ صفحے قیمت ۱/

مینیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب کریں

۷۸۶

اسلام اور ایمان

اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام ایک شئے ہے۔ لیکن بعض اس سے انعلاف بھی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام کا مطلب زبان سے اقرار کرنا ہی اور ایمان سے مراد تصدیق قلبی و اعمال صالحہ۔ بعض علماء کا مقولہ ہے کہ اسلام عام ہے اور ایمان خاص۔ ہر مومن مسلم ہو سکتا ہے لیکن ہر مسلم مومن نہیں بن سکتا۔ اسلام کی اصل فرماں برداری ہے یعنی اطاعت کرنا۔ تو کبھی آدمی ظاہر میں مطیع ہوتا ہی مگر دل سے جیسا ماننا چاہیئے ویسا نہیں مانتا۔ اور ایمان کی اصل تصدیق ہے یعنی دل سے یقین کرنا۔ اور زبان سے اقرار کرنا۔ اور اعمال کو ہاتھ پاؤں سے ادا کرنا۔ ایمان گھٹتا اور بڑھتا ہی جس کی دلیل میں بہت سی روایتیں اور حدیثیں ہیں۔ اور دلائل عقلی بھی۔ تصدیق اور یقین دونوں صفات نفسانی میں سے ہیں۔ اور صفات نفسانی (جیسے رنج۔ غصہ۔ محبت۔ عداوت) میں ہمیشہ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ پس اسیطرح یقین میں بھی کمی بیشی لازمی ہے۔ گو کمیت میں زیادتی اور کمی نہو مگر کیفیت میں ضرور ہوتی ہے چنانچہ ایمان عام آدمی کا اور اولیاء و انبیاءؑ کا برابر نہیں ہوتا۔ اسلام اور ایمان کے متعلق صحیح مسلم میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی گئی ہے اور جو کچھ ان دونوں میں فرق ہے وہ بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ ان حدیثوں سے بڑھکر کسی اور چیز سے اس مسئلہ کے متعلق اطمینان کامل حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ یہ ہی۔ "حضرت جبریلؑ کو اللہ تعالیٰ نے بصورت انسان ہمارے ماویٰ و ملجاء۔ احمد مجتبےٰ۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُسوقت جبکہ اُنکی خدمت میں لوگوں کا بڑا بھاری مجمع جمع تھا۔ تعلیم دین کو استوار و محکم کرنیکے واسطے بھیجا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ حدیث میرے والد ابن الخطابؓ نے بیان کی کہ ایک روز ایک شخص آیا جسکے کپڑے نہایت سفید اور بال بالکل سیاہ تھے یہ نہ معلوم ہوتا تہا کہ وہ سفر سے آرہا ہے۔ ہم لوگوں میں سے بھی اُسکو کوئی نہیں جانتا تھا وہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اُنکے گھٹنوں سے گھٹنے ملاکر اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر رکھکر بیٹھ گیا۔ اُسکے بعد بولا۔ "اے محمدؐ! مجکو تبلائیے کہ اسلام کیا ہے"! رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تو گواہی دے اس بات کی کہ کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمدؐ اُسکا بھیجا ہوا ایک بندہ ہے، اور قائم کرے نماز کو اور ادا کرے زکوٰۃ اور روزے رکھے رمضان کے اور حج کرے کعبہ کا اگر تجھ سے ہو سکے۔ یعنی تندرستی ہو۔ کافی خرچ ہو رستہ میں خوف نہو"۔ اُس نے کہا۔ "بس تحقیق کہ سچ کہا تم نے"۔ ہمکو تعجب ہوا کہ آپ ہی سوال کرتا ہے اور آپ ہی اُسکی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اُس نے کہا۔ "یا رسول اللہ! مجکو تبلائیے کہ ایمان کیا ہے"؟ آپؐ نے فرمایا کہ "ایمان یہ ہے کہ تو یقین کر اللہ پر۔ اُسکے فرشتوں پر اُسکی کتابوں پر۔ اُسکے پیغمبروں پر۔ اور پچھلے دن (یعنی قیامت) پر۔ اور یقین کر تقدیر پر کہ اچھا اور بُرا سب خدا کی طرف سے ہے"۔ پھر اُس نے کہا۔ "اے اللہ کے مقبول بندے! احسان کیا ہے"؟ آپؐ نے فرمایا۔ "احسان یہ ہے کہ تو عبادت کرے اللہ کی محض اللہ کے واسطے"۔ دوسری روایت جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اُسمیں یہ ہے کہ تو ڈرے اللہ سے اس طرح جیسے تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر اتنا نہ ہو تو اتنا ہی سہی کہ خدا تجکو دیکھ رہا ہے"۔ پھر اُس نے کہا۔ "مجکو تبلائیے کہ قیامت کب ہوگی"؟ آپؐ نے فرمایا جس سے پوچھتے ہو وہ خود پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔ قیامت اُن پانچ چیزوں میں سے ہے جسکو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا"۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ۔ یعنی اللہ جانتا ہے قیامت کو۔ اور اُتارتا ہے پانی کو اور جانتا ہے جو کچھ ماں کے پیٹ میں ہے۔ کوئی نہیں

جانتا کہ کل وہ کیا کریگا۔ اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ مرے گا۔ اللہ ہی جاننے والا اور خبردار ہے)۔ پھر وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اُس شخص کو یہاں لاؤ۔ حاضرین اُسکے لینے کے لیئے دوڑے۔ لیکن اسے نہ پایا۔ تب آپ نے فرمایا۔ یہ جبرئیلؑ تھے۔ اور تم کو تعلیم دین دینے کے لیئے آئے تھے۔ اس حدیث کو "حدیث جبرئیلؑ" کہتے ہیں جو جمیع عبادات ظاہری و باطنی اور اعمال و جوارح۔ اخلاص سراسر پر مشتمل ہے۔ اور تمام علوم شریعت[۱]۔ طریقت۔ حقیقت پر متضمن۔ اور اس سے یہ امر تحقق ہوگیا ہے۔ کہ اسلام و ایمان میں فرق ہے۔ جو شخص مُنہ سے کلمہ طیب کہے اور نماز پڑھے زکوٰۃ دے۔ حج کرے۔ اُسکو صرف مسلمان کہیں گے۔ مومن نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ وہ ارکان ظاہری ادا کرتا ہو۔ مگر دل میں یقین نہ رکھتا ہو۔ شریعت کا چونکہ اسباب ظاہری سے تعلق ہے۔ لہٰذا ایسے شخص پر کفر کا اطلاق نہوگا۔ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ ایمان کی کیفیت بھی اُسکو نصیب ہوگی۔ جو شخص تقدیر کا قائل نہو۔ رنج و مصیبت میں صبر نہ کرے۔ آسایش و راحت میں شکر نہ کرے۔ وہ مومن نہیں ہے۔ اللہ جل شانہ اپنے کلام پاک میں بھی اسلام و ایمان کی تفریق کو اس طرح ارشاد فرماتا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (یعنی عرب کے دیہاتی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے (اے پیغمبر ان سے) کہدو کہ تم ایمان نہیں لائے (ہاں) یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوئے (اسلام لائے) اور ایمان کا تو ہنوز تمہارے دلوں میں گزر تک بھی نہیں ہوا)۔

اسلام اعمال ظاہری سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایمان افعال باطنی سے۔ یہی مضمون سعدی علیہ الرحمۃ نے نہایت عمدگی سے اس قطعہ میں ادا کیا ہے ؎

ہر کہ را جامہ پارسا بینی — پارسادان و نیک مرد انگار
ور نہ دانی کہ در نہانش چیست — محتسب را درونِ خانہ چہ کار

[۱] شریعت۔ طریقت۔ حقیقت پر آیندہ نمبر میں لکھا جائے گا۔

سالکان طریقت نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی چار قسمیں قرار دی ہیں :۔

قسم اوّل ۔ توحید شریعت یعنی اس بات کا یقین کرنا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے قدیم اپنی حیات سے حی ہے ۔ اپنی سمع سے سمیع اور اپنی بصیرت سے بصیر ہے۔ اپنے کلام سے کلیم اور اپنی قدرت کاملہ سے قدیر ہے ۔ یہ ہوئی توحید ظاہری ۔

قسم دوم ۔ توحید طریقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی وحدانیت شواہد اکوان وامکان میں نور ایمان سے ملاحظہ کرکے ذات واجب الوجود کا اثبات کرے ۔ اور اضافت جمیع موجودات کو معدوم سمجھے ہستی جمیع موجودات کو اس ذات واحد میں دیکھے ۔ اسمیں تقلید اور استدلال کی کچھ حاجت نہیں ۔

توحید طریقت کے تین مراتب قرار دیئے گئے ہیں ۔ اوّل افعالی ۔ یعنی جملہ موجودات کو افعال خداوندی سمجھے ۔ دوسرے صفاتی یعنی جملہ صفات کو صفات خداوندی سمجھے تیسرے ذاتی ۔ یعنی کل موجودات کو وجود باری تعالیٰ یقین کرے ۔ اور موثر حقیقی و موجود اصلی ذات الٰہی کے سوا دوسرے کو نہ جانے ۔

قسم سوم توحید حقیقت ۔ یعنی انسان کی یہ کیفیت ہو جائے کہ اُسے اپنی ذات کا ادراک بھی نہ رہے ۔ اور تعینات موجودات کو بھی فنا جانے ۔ دل میں بجز ہستی حق کے کچھ باقی نہو ۔ اپنے اور نیز جملہ موجودات کے وجود کو حق میں مشاہدہ کرے ۔

قسم چہارم ۔ توحید معرفت جسکو توحید ازلی ۔ ذاتی ۔ قدیمی اور الٰہی بھی کہتے ہیں اسکی تعریف کرنی موجودی کی لیاقت سے باہر اور امکان سے خارج ہے ۔ اہل مذاق کے لطف کیواسطے صرف اس نقل پر اکتفا کرتا ہوں کہ مجنوں جب عاشق ہوا اور اُسکے عشق نے شہرت پائی تو لیلےٰ نے ایک آدمی اسکے پاس بھیجا ۔ اور اُسکے بدن میں سے تھوڑا سا گوشت منگوایا ۔ جب اُس آدمی نے مجنوں کو لیلےٰ کا پیام سنایا ۔ مجنوں نے پوچھا "کس جگہ کا گوشت طلب کیا ہے" ۔ اُس ایلچی نے لیلےٰ سے جاکر دریافت کیا لیلےٰ نے اُس

آدمی کو تو کچھ جواب دیا۔ مگر یہ کہا کہ "ابھی مجنوں راہ عشق میں کچا ہے"۔ کچھ عرصہ بعد لیلٰی نے پھر ایک آدمی کو گوشت کی طلب میں بھیجا تو مجنوں نے اُس آدمی سے کہا۔ "بدن میں سے جہاں سے چاہو کاٹ لو"۔ اُس نے جا کر لیلٰی سے حال بیان کیا۔ اُسوقت لیلٰی نے کہا۔ "اب عشق کے درجہ میں آیا ہے"۔ جس طرح شاہ منصور نے "انا الحق" کہا تھا۔ اُسی طرح مجنوں بھی "انا لیلٰی"۔ "انا لیلٰی"۔ کہنے لگا۔ پھر چند روز بعد صرف "لیلٰی لیلٰی" کہنے لگا اور اپنے تئیں بھول گیا۔ اِسکے بعد جو گم گشتگی پیدا ہوئی نہ لیلٰی یاد رہی نہ مجنوں۔ نہ ذکر رہا نہ مذکور۔ نہ خود نہ خودی۔ کچھ باقی نہ رہا۔ اور توحید معرفت میں ایسا مستغرق اور سرشار ہوا کہ اپنے وجود سے بھی بے خبر ہو گیا۔ پس ایسی حالت کو کوئی کیا بیان کر سکے اگر سالک کو خدا توفیق دے تو عملی طور پر واقفیت حاصل کرے ؎ (باقی)

خاکسار ابو الخیر مودودی از حیدرآباد دکن

خواجہ حسن نظامی کا توپخانہ

چار پیسے۔ بندوق دو پیسے کو۔ ہوائی جہاز دو پیسے کو۔ بمب دو پیسے۔ مچھر کا اعلان جنگ چار پیسے کو۔ جرمن شہزادہ کی لاش دو پیسے کو۔ مکھی کا میدان جنگ۔ الغرض تمام ہتیار بغیر لائیسنس بکتے ہیں جلدی منگائیے ورنہ پھر بک جائینگے۔ یہ سب کتابیں حضرت خواجہ حسن نظامی نے آجکل لکھی ہیں۔ جن میں ہنسی اور عبرت۔ فلسفہ اور تصوف بھرا ہوا ہے ؎

روزنامہ سفر مصر و شام و حجاز

مصور فطرت و مولائے سخن حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا وہ مقبول خاص و عام سفرنامہ جس میں حضرت ممدوح مصر شام و حجاز وغیرہ کے عجیب غریب حالات بتفصیل کیساتھ قلمبند فرماتے ہیں۔ طرز تحریر نرالا انداز بیان انوکھی اردو میں آجتک ایسی پر لطف عبارت اور دلچسپ معلومات کا کوئی سفرنامہ نہیں شائع ہوا۔ غرض بلاد اسلامیہ کی سچی تصویر ہے تقریباً تیس خوشنما عکسی ہیں۔ جن میں فرعون کی لاش اور حضرت یوسفؑ کی تصاویر عجیب چیز ہیں۔ آخر میں وہ مخفی اعمال اور نسخہ کیمیا و تعویذات ہیں جو حضرات خواجہ صاحب کو ممتاز مشائخ سے اس سفر میں حاصل ہوئے ہیں۔ کاغذ ولایتی ہے

مہنابت خوشخط۔ چھپائی عمدہ حجم ۲۱۶ صفحے قیمت باتصویر ۳ روپیہ بلا تصویر عہ ؎ مینیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

اعتدال غیظ و غضب

مبدء فیاض نے جتنے قوےٰ انسان میں پیدا کیے ہیں سب کے سب مصالح عباد پر مبنی ہیں۔ تمام قوےٰ کے تین درجے ہیں۔ افراط۔ تفریط۔ اعتدال۔ اگر یہ قوےٰ افراط و تفریط سے بری ہوں اور ان میں اعتدال پیدا کیا جاتے تو وہ فضائل کے لباس میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر افراط یا تفریط کا پہلو لیے ہوں تو رذائل بن جاتی ہیں۔ اس بنا پر انسان کے فطری قوےٰ کو معدوم و مفقود کرنا تہذیب اخلاق میں داخل نہیں ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان میں اعتدال آجائے تاکہ ان سے وہ فوائد و عوائد حاصل ہوں جن کے لیے قدرت نے انہیں پیدا کیا ہے +

تمام دیگر قوےٰ کی طرح قوتِ غضبیہ کے بھی تین درجے ہیں افراط۔ تفریط اور اعتدال۔ غضب کی قوت اگر افراط تفریط سے بالکل بری ہو۔ یعنی اس طرح عقل کے بس میں ہو کہ وہ جس طرف بڑھائے بڑھے اور جہاں روکے رک جائے تو فلسفۂ اخلاق میں اس پر شجاعت کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ قوت شجاعت مختلف مظاہر میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور ہر مظہر کا نام جدا ہوتا ہے۔ مثلاً خود داری۔ دلیری۔ آزادی۔ حلم۔ استقلال۔ ثبات۔ وقار۔ قوت غضبیہ جب اعتدال سے ہٹکر تفریط کی جانب مائل ہوتی ہے تو ذلت پسندی۔ کم حوصلگی۔ بے طاقتی اور دنارت کے قالب میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور جب افراط کی طرف مائل ہوتی ہے تو تہور بنجاتی ہے۔ اور اس سے سلسلہ بسلسلہ غرور۔ نخوت۔ خود پرستی۔ خود بینی وغیرہ رذائل پیدا ہوتے ہیں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قوتِ غضبیہ کا استیصال خلاف قانون قدرت ہے۔ البتہ قدرت کا منشاء و مقتضاء یہ ہے کہ اسکو افراط و تفریط سے بچایا جائے۔ اور اس میں اعتدال پیدا کیا جائے +

جو شخص فطری قوتوں کو افراط و تفریط سے بچا کر حالت اعتدال میں استعمال کرنے پر قادر ہو۔ اسلامی اصطلاح میں اسکو متقی کہتے ہیں۔ اور متقین کی شان میں قرآن حکیم فرماتا ہے والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین (پ ۴ س آل عمران ع ۱۴) متقی وہ لوگ ہیں جو غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصوروں سے درگزر کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ نیکی کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہے۔

بلاشبہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی غصہ و غضب سے خالی نہ تھے۔ چنانچہ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں آدمی ہوں اور مجکو بھی اسیطرح غصہ آتا ہے جس طرح اور آدمیوں کو۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ جب آپ کے سامنے کسی شخص سے کوئی ناشایستہ حرکت سرزد ہوتی تھی تو آپ کے رخسارے سُرخ ہو جاتے تھے البتہ فرق یہ تھا کہ غصہ کی حالت میں بھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی بےجا بات نہیں نکلتی تھی۔ اور آپ غصہ کے تھامنے پر قادر تھے۔ اسی بنا پر آپ کا غضب مختلف فضائل میں تبدیل ہو کر ظہور پذیر ہوتا تھا۔ یعنی کبھی تو مظاہر حلم ثبات اور وقار میں جلوہ گر ہوتا تھا اور کبھی خودداری۔ دلیری اور استقلال کے مظاہر میں ظاہر ہوتا تھا۔ اس امر کی تائید و تصدیق میں چند واقعات آپ کی مبارک زندگی سے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حنین کی مغانم تقسیم فرما رہے تھے تو انصار میں سے ایک شخص معتب بن قشیہ جو منافق تھا کہنے لگا کہ اس تقسیم سے اللہ کی رضامندی مقصود نہیں ہے (معاذ اللہ) ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں یہ بات سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا آپ سے بیان کیا۔ آپ کو غصہ آیا۔ اور آپکے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ پھر فرمایا حق سبحانہ وتعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے۔ انکو مجھ سے زیادہ تکلیف دی گئی پر انہوں نے صبر کیا۔ غور کرو۔ اس نابکار منافق کو اتنا خیال نہ آیا کہ خدا جل جلالہ عم نوالہ کی رضامندی کا

خیال جتنا حضرت صادق و مصدوق و امینِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھا۔ اُسکا عشر عشیر بھی دوسروں کو نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ کی تقسیم بلاشبہ مصالح شتی پر مبنی تھی۔ جسکے سمجھنے سے ہر کس و ناکس کے افہام قاصر تھے۔ اسمیں کچھ شک نہیں کہ اس منافق نا ہنجار کے گستاخانہ الفاظ بے حد اشتعال دینے والے تھے جنسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا آپ اس شوخ چشم کو اسکی گستاخی کی سزا جسقدر دینا چاہتے دے سکتے تھے۔ مگر آپ نے کظم غیظ سے کام لیا اور آپ کا غصہ مغلوب ہو بہ حلم ہو گیا ۔

اسی کتاب میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یمن سے ایک سونے کا ٹکڑا صاف کیے ہوئے چمڑے میں لپیٹا ہوا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ ابھی وہ سونا مٹی سے جدا نہیں کیا گیا تھا۔ بلکہ کان سے نکلا ہوا کچا سونا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سونا چار آدمیوں میں بانٹ دیا۔ عیینہ بن بدر۔ اقرع بن حابس زید خیل بن مہلہل۔ چوتھا آدمی علقمہ بن علاثہ تھا۔ یا عامر بن طفیل۔ یہ حال دیکھکر آپکے اصحاب میں سے ایک شخص کہنے لگا۔ ہم تو ان لوگوں سے اس سونے کے زیادہ حقدار تھے یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپنے فرمایا تم لوگ میرا اعتبار نہیں کرتے۔ حالانکہ میں تو اُسکا امین ہوں جو آسمان پر ہی مجھے صبح و شام آسمان پر سے خبر آتی رہتی ہے۔ اس وقت ایک اور شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر گھسی ہوئی تھیں۔ دونوں گال پھولے ہوئے تھے پیشانی بلند۔ ڈاڑھی گھنی۔ سر منڈا ہوا۔ تہبند اُٹھائے ہوئے کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! اللہ سے ڈرو۔ آپنے فرمایا۔ تیرا ستیاناس۔ کیا میں ساری زمین والوں میں اللہ سے ڈرنے کے زیادہ لائق نہیں ہوں؟ کیونکہ میں تو اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ جتنا میں اللہ کو پہچانتا ہوں تو کیا پہچانے؟ مجکو اُسکا ڈر سب سے زیادہ ہونا چاہیئے۔ دوسری روایت میں ہے۔ آپنے فرمایا اگر میں ہی اللہ سے نہ ڈرونگا تو اور کون ڈرے گا؟ جب وہ شخص پیٹھ موڑ کر چلا تو خالد بن ولید نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اجازت دیجیئے میں اسکی گردن اڑا دوں۔ کیونکہ اس نے اللہ کے

رسولؐ سے ایسی گستاخی اور بے ادبی کی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ خالد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! بہت سے نمازی ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جن کی زبان و دل متفق و متحد نہیں ہوتے۔ جو کچھ زبان سے کہتے ہیں وہ اُنکے دل میں نہیں ہوتا بلکہ منافق ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو صحیح ہے مگر مجکو یہ حکم نہیں ملا کہ لوگوں کے دل کی بات کھود کر نکالوں یا اُنکے پیٹ چیروں۔ غور کرو۔ ایک شخص کی گستاخی و بے ادبی سے سیف اللہ اسقدر مشتعل ہوتے ہیں کہ اسکو کشتنی و گردن زدنی قرار دیتے ہیں۔ مگر حضرت رحمۃ للعالمین کا غیظ و غضب مبدل بہ حلم و ثبات و وقار ہو جاتا ہے۔ جس سے ایک بڑے شوخ چشم نہایت بیباک اور سخت گستاخ کی جان بچ جاتی ہے +

جنگ اُحد میں جب قریش کے پاؤں کو لغزش ہوئی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے تو مسلمان تیر انداز جو درہ کی حفاظت میں مشغول تھے اپنے موقع کو چھوڑ کر غنیمت پر جھکے قریش کے سواروں نے جب دیکھا کہ گھاٹی نگہبانوں سے خالی ہے تو وہ مڑ کر گھاٹی کی راہ سے مسلمانوں کی پشت پر آگئے۔ اور اُنکو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں میں بدحواسی پھیل گئی۔ قریش گھستے ہوئے جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا اور پتھر برسائے۔ آپ کا چہرہ شریف زخمی ہو گیا۔ اگلا دانت ٹوٹ گیا۔ خود کی کڑی سر میں گھس گئی۔ خون زخم سے جاری تھا۔ بالآخر آپ پہلو کے بل ایک گڑھے میں گر پڑے مشرکین نے چاروں طرف سے چاہا کہ تلوار کا وار کریں مگر خدا کا وعدہ واللہ یعصمک من الناس کون ٹال سکتا تھا؟ وفادار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے آپ کو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لیے سپر بنایا۔ قریب دس آدمی یکے بعد دیگرے حضرت سرور کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے بچانے میں تیروں اور نیزوں کے وار اپنے بدن پر کھا کھا کر شہید ہوئے۔ پھر صحابہ کرام آپکو لے کر پہاڑ کی گھاٹی کی طرف چلے۔ ابی بن خلف نے ایک گھوڑا پال رکھا تھا جس کی نسبت وہ کہا کرتا تھا کہ میں اسی پر سوار ہو کر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا

اِس وقت سب سے پہلے اُبی اُس نے حملہ کیا اور کہنے لگا کہ مدعی نبوت کہاں ہے؟ میرے مقابلہ کو نکلے۔ غور کرو کیسا نازک وقت تھا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت خستہ اور زخمی تھے۔ لیکن ابی ابن خلف کے چیلنج سے اغماض کرکے قوت غضبیہ کو تفریط کی طرف مائل کرنا۔ ذلت پسندی۔ کم حوصلگی۔ بے طاقتی اور دنائت پر منتج ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے جو مستجمع جمیع صفات حمیدہ اور منزہ عن الرذائل ہے۔ وجود با وجود حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مظہر تام الوہیت اور اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ پیدا کیا تھا۔ پھر آپ سے ایک فطری قوت کے تعطل سے رذائل کیونکر سرزد ہو سکتے تھے۔ آپ نے حارث بن صمہ سے نیزہ لیکر ابی بن خلف کی گردن پر مارا۔ وہ چیختا ہوا بھاگا۔ اور اِس زخم سے جانبر نہ ہوا۔

غور کرو۔ حضرت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غصہ و غضب سے خالی نہ تھے مگر آپ کی قوت غضبیہ افراط و تفریط سے بالکل بری تھی۔ اور آپ اِس پر قادر تھے کہ اِس قوت کو جس طرف بڑھائیں بڑھے۔ اور جہاں روکیں رک جائے۔ پیروان اسلام کو تمام دیگر قوے کی طرح قوت غضبیہ کے استعمال میں بھی حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثناء کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا چاہیئے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔

نور الدین۔ گوجرانوالہ

کلید اخبار بینی

ابھی تک یہ مشکل دور نہ ہوئی تھی کہ انگریزی سے ناواقف حضرات بھی اردو اخبارات سے ایسا ہی فائدہ اٹھا سکیں جیسا کہ انگریزی دان اٹھاتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اخباری انشا میں انگریزی الفاظ کی مداخلت روز افزوں زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ ترجمہ یا شرح ہر جگہ پر کیسے زیب قلم ہو۔ لہذا ان تمام لغات انگریزی جو محاورات و اصطلاحات و اسماء کو بطور فرہنگ اس کتاب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اور ہر فقرہ کی اور ہر لفظ کی جو علی العموم استعمال ہوتے ہیں یا جن کے استعمال ہونے کا گمان غالب ہے اردو میں توضیح و تشریح کر دی ہے۔ اب مستورات بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ درحقیقت اردو دان طبقہ کے واسطے اخبار بینی کا لطف پیدا کر دیا گیا ہے تقطیع ۲۰/۳۰ مجلد۔ کاغذ ولایتی نہایت خوشخط مسطر ۲۱ سطری قیمت علاوہ محصول ۱۰/ جلد منگائیے۔

المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

۹۵

سورہ والتین

انسان جب غور و فکر کی آنکھیں کھولتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیچے زمین ہے اور سر پر آسمان ہے۔ انکی وسعت اُس کے خیال سے بالاتر اور اُنکی قدامت اسکے ادراک سے باہر ہے۔ ایک طرف وہ عظیم الشان پہاڑوں میں گھرا ہے جنکی چوٹیاں نامعلوم بلندیوں تک مرتفع ہیں۔ دوسری طرف بلاخیز سمندر کی لہریں اسکے اردگرد طوفاں خیز ہیں۔ جن کے سامنے انسان کی ہستی تو کیا اُنکی زمین بھی کاغذ کی طرح چپٹ جاتی ہے۔ ان عظیم ترین ہستیوں سے قطع نظر کرکے جب وہ چھوٹے چھوٹے جسموں کی قوت پر توجہ کرتا ہے تو اور زیادہ متعجب ہوتا ہے کہ ہستی و حیات کے یہ حقیر ذرات طاقت و عمل کی کیسی حیرت انگیز مثالیں اپنی اندر رکھتی ہیں۔

وہ ڈسنے والے سانپوں کی برق رفتاری پر خیال کرتا ہے۔ خونخوار جانوروں کی طاقت کو دیکھتا ہے۔ ابر کے ایک معمولی ٹکڑے سے بڑے بڑے شہروں کا زیروزبر ہونا اُس کے سامنے آتا ہے۔ پھونک سے اُڑ جانے والی چنگاری کی قوت اسکے پیش نظر ہوتی ہے۔ اور جب ان تمام مناظر قدرت کو اپنے سامنے لاتا ہے تو بے اختیار پکار اُٹھتا ہے کہ اے ہستی انسانی! تو کیا ہے؟ تیری حقیقت کچھ بھی نہیں، بحر وجود میں پانی کا ایک بلبلہ، عالم خلق میں ہوا کا ایک جھونکا، میدان تکوین میں مجموعہ غبار کا ایک نقش پا!

لیکن سورۂ مبارکہ "والتین" میں قرآن حکیم نے اس خیال کی تردید کی ہے۔ اور شرف انسانی کے دلائل بیّنہ پیش کیے ہیں۔ اُس نے بتایا ہے کہ عالم وجود کی دوسری چیزوں کے ساتھ انسان کو کیا نسبت ہے؟ بلاشبہ انسان پانی کا بلبلہ ہے۔ مگر کونسا پانی؟ وہ جو آب بقا کا ایک سرچشمہ ہے! کچھ شک نہیں کہ انسان ہوا کا ایک جھونکا ہے، مگر کس ہوا کا؟ وہ جو باغ وحدت کی ایک لہر ہے! ہاں یقیناً انسان کا وجود ایک نقش پا ہے، مگر کیسا نقش پا؟ وہ جو وجود مطلق کا سب

زیادہ مکمل نشان ہی! خلاصہ یہ کہ سریرِ ظہور کا تاجدار اور منصۂ شہود کی رونق، وجودِ انسانی ہی ہے ۔

انسان کا اشرفِ خلائق ہونا ایک ایسا بیّن دعوے ہی۔ جسکے لیے احتیاجِ دلیل نہ تھی لیکن اپنی ہستی سے خود فراموشی ہی کبھی کبھی مانع کار رہ جاتی ہی اور اکثر دنیا کے بڑے بڑے اعمال صرف اسی لیے ناتمام رہجاتے ہیں کہ انکے کرنے والے اپنے آپ کو نہایت ضعیف ناتواں سمجھکر ہمت ہار دیتے ہیں۔ لہذا ایک ایسے ناموسِ الٰہی کے لیے جو "تبیانا لکل شئ" اور "نور مبین" کی حیثیت رکھتا ہو، ضرور تھا کہ انسانی فضیلت کی کامل حقیقت کو اسکے سامنے صاف صاف پیش کرے ۔

علاوہ ازیں یہ دینِ حنیف کے اُس اہم ترین رکن کی ایک تمہید اور مقدمہ بھی تھا جسے میں حضرت شاہ ولی اللہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اصطلاح میں "قانونِ مجازاۃ" کے لقب سے تعبیر کروں گا ۔

پس اس سورۃ کے مضمون کی تقسیم دو قسموں میں ہوسکتی ہے :-

(۱) شرفِ انسانی کا ثبوت۔ (۲) قانونِ مجازاۃ ۔

(بحث اول)

والتین والزیتون وطور سینین وھذا البلد الامین۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم	انجیر۔ زیتون، طور سینا۔ مکہ معظمہ اس دعوے پر شاہد ہیں۔ کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر حالت میں پیدا کیا ہے ۔

"تقویم" کی تفسیر میں قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں :-

تعدیل بان خص بانتصاب القامۃ وحسن الصورۃ واستجماع خواص الکائنات ونظائر سائر الممکنات ۔	تقویم کے معنی تعدیل کے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان سرو قامتی، حسن صورۃ، اور کائنات کے تمام خواص اور تمام ممکنات کی تمثیلات کا مجموعہ ہے ۔

(انتہی)

اسی مضمون کو امام رازی ان الفاظ میں ادا کرتے ہیں:-

"التقویم" تصییر الشئ علی ما ینبغی ان یکون فی التالیف والتعدیل یقال قومته تقویما فاستقام وتقوم (انتہٰی)

تقویم کے معنی ہیں کسی شئے کا ایسی حالت میں پیدا کرنا جیسے لائق وہ اپنی تالیف و تعدیل میں تھی۔ ایسے موقع پر جب کوئی شئے چند چیزوں سے ترتیب دیکر بنائی گئی ہو اور وہ درست ہو تو اہل عرب کہا کرتے ہیں۔ قومته تقویمًا فاستقام وتقوم۔

محدث ابن جریر طبری اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں "تقویم" کے مختلف معنی نقل کرتے ہوئے اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر فرماتے ہیں:-

واولی الاقوال فی ذلك بالصواب ان یقال ان معنی ذلك فی احسن صورۃ واعدلها۔ (انتہٰی)

تقویم کے معنی میں بہترین قول یہ ہے کہ اس کے معنی احسن و اعدل حالت کے ہیں۔

یہ تینوں مفسر اور انکے سوا اور مفسرین بھی اگرچہ ترتیب الفاظ و تعبیر مقصد میں مختلف ہیں۔ تاہم منشاء و مآل سب کا ایک ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بیضاوی نے نہایت مفصل اور جامع الفاظ میں "تقویم" کا مفہوم ادا کیا ہے۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "کیا بلحاظ حسن صورت، اور کیا بلحاظ بلندی قامت، انسان تمام ممکنات کی تمثیل اور کل کائنات کے خواص کا مجموعہ ہے"۔ اور یہ انسانی شرف کی بہت بڑی دلیل ہے کہ جو اوصاف (مثلاً حیوانات میں حرکت ارادہ و انتقام، نباتات میں نشو و نما، ملائکہ میں طاعت رب کریم وغیرہ وغیرہ) فرداً فرداً دیگر مخلوقات میں موجود ہیں وہ سب کے سب ایک وجود انسانی میں مکنون ہیں۔ فلینظر الناظرون ولیحص المشتاقون۔

اسی مضمون کو قرآن حکیم نے دوسرے مقامات پر بھی بیان کیا ہے۔ صرف اجمال و تفصیل کا فرق ہے ورنہ مقصود ایک ہی ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وصورکم فاحسن صورکم۔ اے انسانوں! خدا نے تم کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔

یہاں صورت سے مراد صرف نقش و نگار جسمانی یا خد و خال نہیں، بلکہ صور معقولہ و قوائے ادراکیہ بھی ہیں۔ (کما صرح به الاصفہانی فی الذریعة والمفسرون فی تفسیرھم)۔

دوسری جگہ جو بہت زیادہ مفصل ہے اس طور پر مذکور ہے:۔

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا۔ ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی اور تری و خشکی میں انکے چلنے کیلئے سواریاں بنائیں۔ عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں۔ یہانتک کہ مخلوقات کے اکثر حصہ پر انکو فضیلت و سیادت حاصل ہے۔

ان تمام آیات کو ایک دوسری کے ساتھ ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کا مقصود فضیلت انسانی کا ثبوت ہے۔ "سورۃ التین" میں اس دعوے کو مدلل و مشرح کیا گیا ہے۔ اور ثبوت میں چار دلیلیں بصورت قسم پیش کی گئی ہیں۔

محققین نے محاورات عرب و اشعار جاہلیہ سے اسکا فیصلہ کردیا ہے کہ قسم اپنے مابعد بیان کے لیئے شہادت و دلیل ہوتی ہے۔ امام رازی سورہ ذاریات کی تفسیر لکھتے ہوئے شروع ہی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

ان الایمان التی حلف اللہ تعالی بھا کلھا دلائل اخرجھا فی صورۃ الایمان مثاله قول القائل لمنعمه وحق نعمك الکثیرۃ انی لا ازال اشکرك فیذکر النعم وھی سبب مفید

تمام وہ قسمیں جو اللہ تعالی نے قرآن شریف میں بیان فرمائی ہیں سب کی سب قسم کی صورتوں میں دلائل ہیں جس طرح کوئی اپنے محسن کا شکریہ ادا کرنے کے لیے کہتا ہے، وحق نعمتك الکثیرۃ انی لا ازال اشکرك اور اس قول میں نعمتوں کا ذکر دوام شکر کے لیئے سبب

لله دام الشکس ۰ قرار دیتا ہے +

اس مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اب ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" پر یہ چار قسمیں تین۔ زیتون۔ طور سینین۔ بلد امین کیونکر دلیل ہو سکتی ہیں؟

(تین و زیتون کی شہادت)

تین" کے معنی بعض مفسرین نے دمشق کے ایک پہاڑ اور بعض نے بیت المقدس کے ایک پہاڑی مقام کے بیان کیے ہیں۔ لیکن یہ سب اقوال مرجوح ہیں۔ اور انکے ضعف کی طرف بیضاوی وغیرہ مفسرین نے اشارہ بھی کیا ہے۔ مناسب ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ اس کے معنی اُسی پھل کے لیئے جائیں۔ جکو ہم اپنی زبان میں "انجیر" کہتے ہیں۔ اسیطرح زیتون سے بھی مراد وہی مشہور پھل ہے جس سے روغن نکالا جاتا ہے اور جو اہل عرب کی مرغوب و عزیزہ جان پرور غذا ہے +

ابن جریر لکھتے ہیں:۔

حدثنا ابن بشار ... عن الحسن فی قول الله والتین والزیتون قال تینکم ھذا الذی یوکل و زیتونکم ھذا الذی یعصر +	حضرت حسن سے مروی ہے کہ قرآن شریف میں تین سے مراد وہی پھل ہے جسے لوگ کھاتے ہیں اور زیتون سے مراد وہی ہے۔ جس سے روغن نکالتے ہیں +

امام رازی اپنی تفسیر میں تین و زیتون کے معنی بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں "ھو تینکم و زیتونکم ھذا"۔ اے اہل عرب! تین و زیتون سے مراد یہی تمہارے مشہور پھل ہیں +

ان دونوں الفاظ کے معنی متعین ہونیکے بعد غور کرو کہ یہ شرف انسانی پر کس طرح شاہد ہیں؟ تم جانتے ہو کہ انجیر ایک نہایت چھوٹا سا پھل ہے۔ لیکن غذا و دوا میں بیشمار فوائد

رکھتا ہے۔ ذائقہ کے لحاظ سے نہایت شیریں ہے۔ باعتبار طبی فوائد کے قاطع بلغم ملین طبع، مطہر کلیتین، مسمن بدن وغیرہ اسکے معمولی خواص ہیں۔،

پس انجیر شاہد ہے کہ جس طرح یہ جسم صغیر ہو کر بے شمار فوائد کا مجموعہ ہے۔ اسی طرح وجود انسانی بھی جسما مختصر لیکن مختلف قوتوں کا پتلہ، گوناگوں جذبات کا سراپا، بوقلموں اسرار کا مجسمہ ہے!،

بیشک اِسکی مٹھی بھر ہڈیوں کا ڈھانچ عالم تکوین کی غیر محدود کوہ پیکر ہستیوں کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ مگر ان ہڈیوں ہی میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں اور سمندروں کے طوفانوں کو مسخر کر سکتی ہے!

دوسری شہادت زیتون کی ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح زیتون میں روغن حلول کیے ہوئے ہے اور زیتون کی قدر اُسکے روغن ہی کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح انسانی جسم میں بھی روح کا حلول ہے۔ اور اسکا شرف بھی اُسکی روح ہی سے ہے۔ ورنہ انسان مٹی کا ایک ڈھیر یا حشرات الارض کی گھناؤنی غذا ہے۔ اور بس +

یہاں پر دو سوال اور قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ جناب باری نے زیتون ہی کو شہادت کے لیے کیوں منتخب کیا۔ جبکہ یہ فائدہ اور روغن دار پھلوں یا اسی قسم کے تخموں سے بھی حاصل ہو سکتا تھا،

اسکا جواب یہ ہے کہ اہل عرب جو قرآن کریم کے اولین مخاطب ہیں اُنکے سامنے جو چیز بکثرت موجود تھی وہ زیتون ہے۔ اور جو فوائد غذا اور دوا کے اعتبار سے اُنہیں حاصل ہو رہے تھے وہ بالکل اُن پر واضح و آشکارا تھے +

دوسرا سوال یہ ہو سکتا ہے کہ جبکہ روح جسم سے اعلیٰ و اشرف اور اُسپر حاکم ہے تو اسکی شہادت کو جسم کی شہادت سے مقدم ہونا چاہیئے' اور اسلیے والتین کی جگہ والزیتون کے لفظ سے سورۃ شروع کرنا چاہیے تھا۔ یہ درست ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ دلیل و اثبات کے موقع

مقدم ہونے کا وہ چیزیں حق رکھتی ہیں جو تجارب و محسوسات کے دائرہ میں ہوں قطع نظر فلسفۂ جدیدہ کے جسکی بنیاد کا سنگ اولین ہی تجربہ ہے۔ اگر ارسطو و افلاطون کے فلسفہ کو دیکھو۔ اور کم از کم علامہ بہاری کی سلم کے آخر میں برہان کی بحث سامنے رکھو تو معلوم ہوجائیگا کہ دلیل مفید یقین وہی ہوسکتی ہے جسکے مقدمات کی ترتیب امور یقینیہ از تجربہ پر ہوا یا کم از کم ایسے مقدمات کی طرف انکی تحصیل ہوتی ہو۔ بہرحال جسم اور اسکے فوائد محسوس اور بالکل ظاہر ہیں۔ اور روح غیر محسوس ہے۔ پس اسلیئے جسم کی شہادت کو حق تھا کہ وہ روح کی شہادت پر مقدم ہو۔ اور سورۃ کو والتین ہی کے لفظ سے شروع کیا جائے ۔

(نکتہ)

زیتون کے لفظ میں ایک اور لطیف اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ جب زیتون سے روغن نکال لیا جاتا ہے تو اُس سے دوسرے فوائد کے علاوہ چراغ بھی روشن ہوسکتا ہے۔ اور وہ اپنے ارد گرد تمام چیزوں کو منور کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ روح جو قفس عنصری میں مقید ہے، اگر بقدر طاقت بشری اسکو بھی علائق مادیہ سے پاک و صاف کر دیا جائے تو پھر اس سے بھی بہت سی تاریک روحیں منور اور ظلماتی قلوب روشن ہوسکتے ہیں ۔

(طور سینین کی شہادت)

"طور سینین" کی تفسیر میں تمام مفسرین اپنی عادت قدیم کے موافق بہت سے احتمالات بیان کرتے ہیں، مگر در اصل یہ سب تکلف ہے۔ اس سے مراد وہی پہاڑ ہے جو حضرت موسیٰ کیلیئے جلوہ گاہ ربانی اور بنی اسرائیل کیلیئے قانون شریعت کا مہبط تھا۔ ابن جریر نے بھی اسی کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں :۔

واولی الاقوال فی ذٰلک بالصواب قول من قال طور سینین جبل معروف	صواب تر قول اس بارہ میں اُس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ طور سینین سے مراد مشہور و معروف پہاڑ ہے

یہ شہادت ایک عجیب و غریب شہادت ہے جو ثابت کرتی ہے کہ ضعیف و ناتوان انسانی پتلہ میں مادی ترقی و قوت ملکی کہاں تک ہے۔ اور وہ اپنے کمال کے بازوؤں سے اڑ کر کہاں تک پہنچ سکتا ہے؟ اس سے پہلے تم بنی اسرائیل کی حالت پر نظر کرو، وہ ایک ایسی قوم تھی جس نے اسرائیلی برکت اور حضرت ابراہیم کے خدا کے وعدے کو فراعنہ کے قدموں میں پامال کر دیا تھا۔ اس بدبخت قوم نے فطرت کی سب سے زیادہ گراں قدر نعمت (یعنی حریت) کو ہمیشہ غیروں کی چوکھٹوں پر قربان کیا!

یہی بدنصیب بنو اسرائیل تھے جو انسانی عبدیت کے خون سے پیدا ہوئے۔ غلامی کے دودھ سے پلے۔ استبداد کی آب و ہوا میں بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ شرفِ قومی کا پاک جذبہ جس کی حفاظت دل کے خون اور دماغ کی روح سے ہونی چاہیئے تھی فراموش کر دیا گیا۔ آہ۔ صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے دیکھا کہ ظالم مصریوں کی خون آشام تلواریں اپنی پیاس انکے معصوم بچوں کے خون سے بجھاتی ہیں۔ اور انکی مخدرات کی عصمت کی فرعونیوں کے وحشت کدہ پر قربانی ہو رہی ہے۔ یذبحون ابناءھم ویستحیون نساءھم۔ مگر تاہم اس بے حسی کی صدائے باز نہ آئے کہ۔ فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون۔

بدقسمت عبرانیوں کی یہ حالت تھی۔ مگر جب جبل طور پر (جس کی قسم اس سورۃ میں کھائی گئی ہے) موسی علیہ السلام کو قانون ملت عطا ہوا۔ اور اس پر آئندہ نسل نے عمل کیا تو پھر وہ حالت ہوئی کہ جو غلام تھے وہ شہنشاہ ہو گئے۔ جس قوم کو مصر میں سوکھی روٹیوں کے ٹکڑے بھی پیٹ بھرنے کے لیئے چین سے نصیب نہ تھے۔ اسکے قدموں پر شام کے خزانے جمع ہو گئے کنعانیوں اور حبشیوں کے دلفریب سبزہ زاروں کی یہ قوم مالک ہوئی۔ اموریوں (۱) اور فرزیوں حویوں، اور یبوسیوں کی دودھ و شہد بہانے والی زمین انکے قبضہ میں آ گئی۔ اسی کے اقتدار جلالت و سطوت سے بابل و نینوا کے قصر جگمگا اٹھے۔ اور اسی کے رعب و شوکت نے مصر کے ایوانوں کو ہلا دیا۔ یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اس لیئے کہ پہلے وہ صراط مستقیم و راہ حق سے

بے خبر تھی اور اب اُسپر عامل ہوگئی۔ پہلے وہ اُس قانون الٓہی سے جو طور پر نازل ہوا جو ترقی کے بے شمار اسرار سے معمور تھا، محروم تھی۔ اور اب اُسکی پرستار ہوگئی پس خداوند تعالیٰ نے اسی لیئے طور کو جس سے ایک بہت بڑی قوم کے عروج و زوال کی تاریخ وابستہ تھی، بطور شاہد کے پیش کیا ہی کہ دیکھو، یہ طور شاہد ہے کہ انسان کو ہم نے اشرف ترین پیدا کیا۔ کیا باوجود ایک حقیر ضعیف ہستی ہونیکے اسکی پرواز سب سے زیادہ بلند نہیں ہے؟ +

جس طرح کہ پہلے جسم کی شہادت اور اسکے بعد روح کی شہادت بیان کی گئی تھی۔ اسیطرح تیسری شہادت میں پہلے جسمانی و مادی ترقی کا ثبوت دے کر چوتھی شہادت اُسکی روحانی ترقی کی دلیل قرار پائی +

بلد امین کی شہادت

وھذا البلد الامین۔ امین امن سے مشتق ہے جسکے معنی حفاظت کرنیکے ہیں۔ امانت کو امانت اسی لیئے کہتے ہیں کہ اُسمیں حفاظت کی جاتی ہے۔ امین اگر اسم فاعل کا صیغہ ہے اور اپنے حقیقی معنی امن میں یہاں مستعمل ہے تو اسکے معنی ہونگے "حفاظت کرنیوالا" یا مثل قتیل بمعنی مقتول، اسم مفعول کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے' تو اُسوقت اسکے معنی ہونگے محفوظ۔ بہرحال، دونو صورتوں میں بلد امین سے مراد مکہ معظمہ (زادہا اللہ شرفہا) ہے۔ کذا صرح الکشاف والرازی والبیضاوی وغیرہم +

پہلی صورت میں مطلب یہ ہی کہ خانہ کعبہ فارعن الدم (جو شخص کسیکو قتل کرکے بیت اللہ میں آچھپے) کے قصاص سے اور جانوروں کے شکار سے جبکہ وہ حرم میں داخل ہو جائیں' حفاظت کرنے والا ہے۔ کیونکہ نص قرآنی میں دوسری جگہ "حرماً آمناً" موجود ہے +

دوسری صورت میں مطلب یہ ہی کہ یہ کعبہ محترمہ قتل و غارت' جنگ و جدال وغیرہ سے محفوظ ہے۔ یہ چوتھی قسم ہے۔ اور انسانی شرف کے جس شعبہ پر شہادت لائی گئی ہے اُسکو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ اسکی تفصیل کے لیئے ایک مختصر مقدمہ پیش نظر رہنا ضروری ہے +

محبت کے دو درجے ہیں ایک یہ کہ محبوب اور اُسکے جمیع متعلقات سے الفت ہو جیسے دیار و لباس کی یاد بھی دل پر اثر کرے جو اُسکی چشم بیمار کے اشارے کرتے ہیں امرؤ القیس نے جب ایک سفر میں اپنی محبوبہ کی قیام کے آثار کو دیکھا تو بے خود ہو گیا۔ اور یاران سفر سے کہنے لگا ؎

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل

بسقط اللوی بین الدخول فحومل

دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ محبوب کے سوا کسی سے محبت نہ ہو اُسکا روئے آتشیں قلب میں آگ روشن کر دے کہ ماسوا کی الفت خاکستر ہو جائے اور یہ عالم ہو ع

جدھر دیکھتا ہوں اُدھر تو ہی تو ہے !

یہ مرتبہ پہلے سے اعلیٰ ہے اور اسیکا نام مرتبہ خلت ہے ، جسکا نمونہ حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام تھے ۔ حضرت ابراہیم کے لیئے تو یہ مقام ظاہر ہے کہ جب اُن سے اُن کے جگر گوشہ چشم و چراغ اسمٰعیل کی قربانی کے لیئے ارشاد ہوا تو وہ بلا تامل تیار ہو گئے اور اسپر حضرت باری سے یہ خطاب عطا ہوا ۔

واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاo اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا ۔

لیکن حضرت اسمٰعیل بھی اس مقام خلت سے محروم نہ تھے ۔ چنانچہ جب راہ حق میں انکو قربان کرنیکے لیئے کہا گیا (انی اذبحک فانظر ماذا تریٰ) تو انھوں نے بلا تامل عرض کیا اے باپ ! اگر آپ قربان کرنیکے لیئے تیار ہیں تو میں بھی قربان ہونے کے لیئے حاضر ہوں ۔

یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصبرین o (۲۳ – ۷)

کعبہ مکرمہ جو انھیں پرستاران حق و فداکاران ملت کی بنا کردہ تعمیر ہے ۔ گویا تعلیم خلت کی درسگاہ ہے ۔ جسکو یہ بزرگوار تعمیر کرتے جاتے تھے اور اپنے جذبۂ عشق میں معمور ہو کر کہتے جاتے تھے :۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۝ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۝ ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم ایتک ویعلمھم الکتب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم۝ (پ۱ رکوع ۱)

اے ہمارے خدا تو ہمارے اس کام بنا رکعبہ کو قبول فرما اسلیئے کہ تو ہی ہماری دعا کو سننے والا اور ہمارے کاموں کو جاننے والا ہے۔ اے پروردگار! اب تو ہم کو اپنا فرمانبردار بندہ بنالے اور ہماری نسل سے ایک مطیع و منقاد امت قائم کر۔ اے خدا اپنے ارکان عبادت ہم کو بتا اور ہمپر رحمت نازل فرما کیونکہ تو ہی تواب رحیم ہے اور پھر اس امت میں ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو ان سے ہو وہ رسول تیرے احکام انکو سنائے اور تیری کتاب حکمت کی باتیں انکو سکھائے تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس لیئے کہ تو سب پر غالب اور سرچشمہ حکمت ہے +

پس درسگاہ خلت یعنی بیت ابراہیمی اسپر شاہد ہے کہ انسانی روح کہاں تک ترقی کر سکتی ہے، اور اسکی انتہا کیا ہے ؟ تم کو معلوم ہوگیا کہ اسکی ترقی اس حد تک ہی ہے جہاں پہنچکر ایک ہی مقصود، ایک ہی مطلوب، اور ایک ہی شاہد مطلوب سامنے ہوتا ہی جس کی چشم و ابرو کے اشاروں اور دہن حق طلب کی مسکراہٹ پر اپنی عزیز ترین چیزوں کو بھی قربان کر دیا جاتا ہے +

مظہر الدین شیر کوٹی

مشاہیر مشائخ ہند

مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی ایم۔ آر۔ اے۔ ایس و ایم۔ پی۔ ایچ۔ ایس کی شاندار تالیف۔ خاندانہائے عالیہ چشتیہ سہروردیہ کے ممتاز مشائخ کا مقدس تذکرہ۔ مولانا محمد قاسم فرشتہ کی مستند تاریخ ہندوستان سے نقل کیا ہوا۔ جو دہلی کے نامور رسالہ نظام المشائخ میں اشاعت پاکر قبولیت عام و خاص کا فخر حاصل کر چکا ہے ضخامت ۷ جزو۔ قیمت علاوہ محصول صرف ۱۲؍

المشتہر منیجر خطیب و نظام المشائخ دہلی

حضرات اہل حال سے ایک ناظر کی التجا اور آپ بیتی پر ارشادِ نبوتؐ سے استفتاء

میں ایک غریب مسلمان ہوں میرے ماں باپ بھی غریب تھے۔ مجھے بے پدری اور غربت وراثت میں ملی۔ سُنا ہے کہ میرے اجداد و آبا۔ سادات حسینی گیلانی کہلاتے تھے مجھے معلوم نہیں کہ میرا نام اس نجابت پناہ گروہ میں تا حال داخل ہوا یا نہیں۔

میری پیدایش ضرور اولیاء اللہ کی دعا کا نتیجہ تھی۔ لیکن ایام حمل میں سوائے والدہ ماجدہ کے ایک خواب کے اور کوئی حالت خلاف معمول نہ تھی۔ نہ ایام طفولیت میں کوئی کرامت مجھ سے ظاہر ہوئی۔ ۶½ سال کی عمر میں بے پدر رہ گیا۔ اور ۹½ سال کی عمر سے اپنے والد صاحب کے مرشدزادہ اور پیر۔ اور اپنے بعد ایام کے پیر صاحب کی نگرانی میں آیا۔ اس وقت سے آجتک وہیں اکثر میرا گھر رہا ہے۔ اُن کے حکم سے تعلیم زمانہ حال پائی۔ ایف اے تک پڑھا۔ مگر انہی کے طفیل امتحان میں ناکامیاب بھی رہا عربی فارسی بھی ساتھ پڑھتا رہا ہوں۔ فلسفہ بھی تھوڑا سا پڑھا تھا۔ جون ۱۹۰۱ء سے ایک محکمہ سرکاری میں ملازم ہوں۔ انگریزی میں اپنے محکمہ کی معمولی رپورٹ لکھ سکنے کی قابلیت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے۔ اُردو لکھنے میں بھی آورد ہے آمد نہیں ہے۔

خدا بخشے میرے والد دیہاتی سکول کے مدرس اور یونانی طبیب تھے۔ گھر سے چپکے سے نکل کر دہلی میں مسجدوں کے ٹکڑوں پر گزران کی اور علم سیکھا۔ مولانا نذیر حسین صاحب مرحوم یا اُنکے شاگردوں سے حدیث۔ فقہ پڑھی۔ ایام غدر میں واپس آکر دیہاتی مدرس ہوگئے تھے اور طبیعت کا رجحان اہل حدیث کیطرف تھا۔ لیکن بعد میں اپنے پھوپھی زاد بھائی کے اصرار سے

ایک جلیل القدر بزرگ کے مرید ہوئے اور پیر پرستی کی مثال بن گئے۔ خلافت حاصل کی۔ ان بزرگ کے بعد اُنکے گدی نشین خلیفہ صاحب اور پھر اپنے مرشدزادہ صاحب سے استفادہ کیا اور ۱۹۶۶ء میں میرے حضرت نے اپنے خلفاء سے فرمایا کہ میرے والد مرحوم نقشبندی قادری چشتی تینوں خاندان کا سلوک طے کر چکے۔ ایک کا بقید حیات۔ دو کا بعد از ممات۔ الحمدللہ

میری والدہ ماجدہ: والد مرحوم کی دوسری بیوی اور ماموں کی بیٹی ہیں۔ خلیفہ صاحب اور میرے قبلہ و کعبہ سے مستفید ہوئی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکو میرے سر پر سلامت رکھے۔ آمین۔ مجھے اتنا یاد ہے کہ والد مرحوم تہجد کی نماز کے بعد سے اشراق کے بعد تک مجھے گود میں رکھتے تھے۔ اور اُن کا وظیفہ تلاوت قرآن مجید تھا۔ حمائل شریف سفر کی دائمی رفیق تھی۔ چلتے چلتے تلاوت کرنے کا انہیں خاص ملکہ تھا۔ ایک سال سے ۲½ سال کی عمر تک اُنہوں نے مجھے اپنے ساتھ سلایا۔ کھلایا اور پلایا۔ کیونکہ والدہ بیمار تھیں۔ اور مجھے دودھ مشکل سے ایک سال تک نصیب ہوا تھا۔

میں سیدھا سادہ سنت والجماعت فریق کا مسلمان ہوں۔ صوفیائے کرام کے مختلف خانوادوں کے فقراء کو مختلف یونیورسٹیوں کے طلباء سے زیادہ اجنبیت برتنے اور طنز کے تیر اُڑانے کا مستحق نہیں سمجھتا۔ سلوک کے منازل کشف و کرامات کو برحق مانکر علم غیب کو شایان شانِ ربّی خیال کرتا ہوں۔ عاد۔ ثمود۔ اصحاب مدین کے علاوہ بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل میں انبیاء و رسل کے مبعوث ہونے کو صحیح مانتا ہوں۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ پر میرا ایمان ہے۔ اور سب اقوام کے بزرگوں کو ادب و احترام سے یاد کرتا ہوں ملائکہ و جنات کے وجود کو تسلیم کرتا ہوں۔ مگر بلا اذنِ ربّی کسی ملک و رسل یا ولی کو کسی کے معاملہ میں مطلق العنان مختار کل نہیں سمجھتا۔ اوّل وقت پر نماز ادا کر لیتا ہوں۔ جماعت کا چنداں پابند نہیں رہ سکتا۔ مگر باجماعت نماز ادا کرنے کی توفیق عطا فرمانے کے لیے ملتجی رہتا ہوں۔ گناہگار ہوں۔ کئی دفعہ جان بوجھ کر گناہ کر چکا ہوں۔ کئی دفعہ میں قصداً

التجا کرنے سے ارتکاب سے بچایا گیا ہوں۔ غرضیکہ تاثیر دعا بالحاح کا نہ صرف قائل ہوں بلکہ مصدق ہوں کوئی وقیع کرامت سرزد نہیں ہوئی۔ عامۂ مسلمین جیسا ایک عامی مسلمان ہوں۔ مگر دوسرے فرقوں کے مسلمانوں کو بلکہ دوسری اقوام کے افراد کو کشتنی۔ سوختنی۔ گردن زدنی خیال نہیں کرتا۔ بلکہ ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ کا معتقد اور اسپر کاربند ہونے کا خواستگار رہوں۔ ۹ سال کی عمر میں نفی اثبات کا سبق ملا۔ ۲۳ سال کی عمر میں اسم ذات کا ورد ہوا ۲۴ سال کی عمر میں قادریہ خاندان سے فیضیاب ہونے کا مژدہ ملا۔ لیکن دو اوپر چالیس کا ہوگیا کچھ نہ کیا نہ کر سکا۔ نہ دونوں سبق حل کیے نہ تیسرا سبق لیا۔ نفی اثبات کے لیئے گردن کی حرکات کے بتلانے اور اسم ذات کے زور سے قلب بلکہ قالب کے رونگٹے رونگٹے سے اللہ اللہ کہلوا دینے کے بعد قبلہ و کعبہ نے نہ کوئی باقاعدہ سبق دیا نہ مجھے بلا احساس کیفیات متعلقہ آگے کے اسباق طوطے کی طرح پڑھنے کی خواہش ہوئی +

ایک دفعہ قبلہ و کعبہ ایک مرید کو سلطان الاذکار کا طریقہ سمجھا رہے تھے۔ میں بھی اندر چلا گیا۔ مگر مجھے فوراً باہر جانے کا حکم ملا۔ غیرت کا ذبہ نے پھر توجہ کو اس طرف منعطف نہ کیا کہ کبھی دوبارہ گھس کر کے سیکھ لیتا۔ ہاں اللہ میاں سے سوال کیا کہ لنخد نمشئ میرے اندر جاری ہو جائے۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۱۲ء ۳۸ ½ سال کی عمر میں ۵۔ آوازیں ۵ شب میں جاری ہوگئیں۔ حضرت قبلہ و کعبہ کو اطلاع دیگئی تو مجھے مبارکباد آئی۔ فالحمد للہ علی ذلک +

چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بھی ذات نہیں آخر اس کا خیال ترک کر دیا۔ اب کسی وقت اسم ذات کا پرتو پڑتا ہے تو احساس حرکت قلب شروع ہو جاتا ہے کبھی کانوں کا ذکر شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی سو سو لیل و نہار خالی گزرتے ہیں۔ ہاں ایک دفعہ حکم ہوا تھا کہ سلوک خاندان نقشبندیہ نقل کرلو۔ معاً تعمیل کیگئی۔ مگر وہ کاپی طاق نسیاں پر پڑی ہے اور میں وہی کورے کا کورا +

یہاں تک تو معمولی حالات زندگی ہیں آگے چلکر آپ کو خواب خیال اور افسانہ کی

سرزمین کی سیر کراتا ہوں تاکہ شاید آپ لوگ میرے لیئے ذات صمدی کی جناب میں دعا فرماکر میرے خواب خیال کو عملی حالت پر چسپاں کرادینے میں میری مدد کر سکیں۔

(۱) میرے والد مرحوم کو بہت خوب صورت۔ خوش گلو۔ خوش خلق بنایا گیا تھا اپنے پیر بھائیوں میں مولوی مولودی مشہور تھے۔ اپنے مرشد بزرگوار کی وفات کے بعد ایک دفعہ عرس کے موقع پر سب خلفائے حضرت و معتقدین کا مجمع تھا۔ اور حضور دادا پیر تشریف فرما تھے۔ سب سے بڑے رتبہ کے دو خلفاء نے بعد مولود شریف حضور دادا پیر مرحوم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور مولوی مولودی نے تین نکاح کیئے۔ لیکن اولاد نہیں ہوئی۔ حضور نے فرمایا ہیں مولودی کے اولاد نہیں ہے؟ جواب نفی میں دیا گیا۔ فرمایا "اچھا ختم کے وقت میاں قادر بخش کے مزار پر یاد دیجیو تو دعا کرینگے"۔ سب نے شکریہ ادا کیا۔ چنانچہ بعد فاتحہ خوانی یاد دلایا گیا تو حضور نے فرمایا کہ اچھا بھئی میں مولودی کے ہاں اولاد ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ تم سب آمین کہو۔ حضور نے الحاح سے درگاہ خیر الوارثین میں دعا فرمائی سب حاضرین نے آمین کہی۔ بعد فراغت حضور نے فرمایا۔ بھئی مبارک ہو۔ دعا منظور ہو گئی اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ لڑکا ہوگا۔ ایسا ہوگا۔ ایسا ہوگا۔ بلکہ باپ سے بھی اچھا ہوگا۔ سب نے اظہار تشکر و امتنان کیا۔ اور رخصت ہو آئے۔ اگلے سال میں پیدا ہو گیا۔ اور حضور خواجہ قادر بخش رحمۃ اللہ علیہ (میرے والد صاحب کے پیر و مرشد) کے جانشین خلیفہ صاحب نے حضور قبلۃ الحق والدین زکریا ملتانی کے نام نامی پر میرا نام بہاؤ الحق رکھا۔ دو تین سال یا چار سال کے بعد جب میرے قبلہ و کعبہ گدی نشین ہوئے تو انہوں نے خط لکھا کہ حضور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ لڑکے کا نام احمد منظور ہوا ہے۔ احمد نام لکھو چنانچہ نام بدل دیا گیا۔

(۲) ایام حمل میں والدہ صاحبہ نے دیکھا کہ ہمارے گھر سے دو چاند طلوع ہونے میں ایک تھوڑا اونچا ہو کر غروب ہو گیا ہے۔ دوسرا چڑھتا چڑھتا بدر ہو گیا۔ اور سر تک اونچا آگیا

چھوٹا چاند۔ دوسری والدہ سے مجذوب بھائی تھا جو بچپن میں مرگیا۔

(۳) بارہ سال کی عمر میں میں نے خواب دیکھا کہ جہاں اب میرے قبلہ و کعبہ کا مدرسہ و کنواں و مسجد ہے اُس حصہ زمین میں چار بزرگ چار چارپائیوں پر تشریف فرما ہیں ۱۔ کنوئیں کی جگہ حضور صلعم تشریف فرما ہیں۔ ان کے مقابل ج۔ د۔ مدرسہ کی جگہ حضرات حسنین ہ کی جگہ صحن مسجد کے کونہ کی جگہ حضرت سلیمانؑ میں روبجانب سرورعالمؐ گھٹنوں کے بل کھڑا ہوں اور حضرت خضرؑ کا ہاتھ میرے کندھے پر ہے مجھے کسی نے نہیں بتلایا کہ کون کون بزرگ کس کس جگہ قیام فرما ہیں بلکہ میرے دل ہی میں القا کر دیا گیا تھا۔ حضور صلعم نے پانی

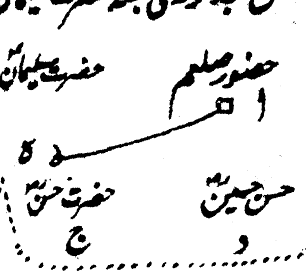

طلب فرمایا۔ فوراً حضرت خضرؑ نے مٹی کے پیالہ میں لاکر حاضر کیا۔ حضورؐ نے نوش فرما لیا تو حضرت امام حسنؓ نے مانگا۔ ساتھ ہی حضرت سلیمانؑ نے طلب کیا۔ وہی حضرت پانی تو لائے لیکن چہرہ میرے قبلہ و کعبہ کا تھا۔ اُنہوں نے پہلے حضرت حسنؓ کو پانی دیا۔ اس پر حضرت سلیمانؑ نے اعتراض کیا۔ جواب یہ دیا گیا کہ شریعت محمدیؐ میں بڑے رتبہ کا دوسرے سائلین کے استحقاق کے مقابلہ میں خیال نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جو پہلے مانگے اُسکو دینے کا حکم ہے۔ اسپر حضرت سلیمانؑ نے حضور سرورعالم کی خدمت میں ہنسکر عرض کیا کہ "بکھوجی پٹھان بگڑ بیٹھے نے مجھے پانی نہیں دیا بلکہ حسنؓ کو دیا۔ حضور صلعم نے مسکرا کر جواب دیا کہ بھئی اِن باتوں کو میرے تک لانے کی کیا ضرورت ہے۔ آپس میں فیصلہ کر لو۔ اتنے میں حضرت امام حسنؓ نوش فرما چکے تھے اور حضرت سلیمانؑ کے لیے پانی آچکا تھا۔ آپنے پانی پیا۔ پھر حضرت امام حسینؓ نے۔ ازاں بعد اُن بزرگ کی شکل بدستور حضرت خواجہ خضرؑ کی ہوگئی۔ چنانچہ اُن بزرگ نے مجھے قبلہ عالم و عالمیان کی جناب میں پیش کیا۔ میں گھٹنوں کے بل چلکر قدمبوسی کے لیے خدمت میں حاضر ہوا۔ میرا پیٹ چارپائی سے لگ گیا۔ حضرت خضرؑ نے میری نسبت ایک خطبہ سا پڑھنا شروع کر دیا۔ معلوم نہیں کیا کہا۔ کس زبان میں کہا۔ لیکن دیر تک بولتے رہے۔ حضور صلعم

توجہ سے سنتے رہے۔ اور گردن کی جڑ سے کمر تک ہاتھ پھیرتے رہے۔ جب حضرت خضرؑ خاموش ہوئے تو حضور صلعم نے دونوں کندھوں کے درمیان تھپکی دے کر فرمایا۔ شاباش برخوردار جاؤ۔" چنانچہ میں اسی حالت میں گھٹنوں کے بل پیچھے کو ہٹا۔ اور حضرت خضرؑ کا ہاتھ میرے کندھے پر تھا جب میں اصلی جگہ پر پہنچا۔ سب بزرگ تشریف لے گئے۔ اور میری روح کو کسی اور حالت کا احساس نہیں ہوا۔ کچھ دنوں کے بعد حضور قبلہ کی خدمت میں عرض کیا۔ انہوں نے جواب نہیں دیا۔ اُن کے بھائی صاحبؒ نے فرمایا کہ میاں نماز پڑھا کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے بابا جان کا حکم ہے کہ نماز پڑھا کرو۔ چنانچہ میں نے اُس وقت سے نماز شروع کر دی۔

(۴) سنہ ۱۸۸۶ء سے سنہ ۱۹۱۰ء تک چوبیس سال گزر گئے۔ کبھی بآں شوراشوری کبھی بایں بے نمکی۔ کی سی حالت رہی۔ حضور کے دو تین خلفا کی زبانی معلوم ہوا بلکہ ایک دفعہ خود حضور نے فرمایا کہ میری گٹھڑی تیار دھری ہے۔ بندھی بندھائی۔ وقت آنے پر ملجائیگی لیکن کبھی اسکے عمل میں آنے کی مجھے چنداں توقع نہ ہوئی۔ کیونکہ حضور کی ناراضگی، بد دعا امتحانات میں ناکامیابی۔ اور نت نئی طرح کی خفگی۔ اور سیدھی سی بات پر اظہار غصہ و رنج کی دائمی بوچھاڑ سے میں تنگ آگیا تھا۔ کئی کئی مہینے بلکہ دو دو سال تک نماز کو جواب دیکر حضور سے جلن اور مختلف معاملات و حالات کو یاد کر کے مذبذبین بین ذٰلک کا مصداق رہا۔ اگست و ستمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں حضور کے منع فرماتے فرماتے والدہ کے اصرار سے مرید ہو گیا۔ نومبر میں جدا ہو گئی۔ کبھی سبق نہ ملا۔ نہ میں نے کوشش کی۔ کبھی نماز میں زبردستی چھین لیا تو چھین لیا ورنہ برسوں حضرت فرماتے تھے کہ میں نے اپنی مرضی سے کچھ فیضان نہیں دیا۔ شاید جون سنہ ۱۹۲۶ء میں حضور قبلہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ حضرت احمد صاحب مقیم تیرہ شریف تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نوازش فرمائی۔ شوق پیدا ہوا۔ حضور قبلہ کو خط لکھا۔ حاضری کا حکم ملا۔ لیکن رخصت

ملنے تک وندہ شاہ بلاول میں ایک بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوا التجا کی کہ اللہ میاں!
اس نیک بندے کے طفیل میرے عیوب مجسم شکل میں مجھے دکھلا دیئے جاویں۔ چنانچہ اسی
شب میرے عیب نے عورت کے جسم میں ہوکر مجھے متنبہ کیا کہ دعوئی ولایت اور کرقوت
یہ حسب معمول صبح کو خواب بھول گیا۔ لیکن اُن بزرگ کے ارشاد کے مطابق وہاں سے
روانگی کے بعد رستہ میں یاد آگیا۔ اور آجتک یاد ہے۔ سبحان اللہ اس امید نے اور تنبیہ نے
بڑے بڑے ارمان دل میں پیدا کر دیئے۔ اور جس طرف پہلے ذہن متوجہ ہی نہ ہوتا تھا اُدھر لو
لگ گئی۔ ستمبر کے اخیر قدمبوسی حاصل کی۔ الحمد شریف کو بعد عشاء حسب ترکیب ۱۲۱ دفعہ
پڑھنے کا چالیس دن کے لیئے حکم ہوا۔ تاکہ ایک معقول عہدہ ملازمت سرکاری ملجاوے
لیکن وہ آزمایش تھی۔ اللہ کا احسان ہے کہ دل نے نہ مانا کہ اللہ کا کلام دنیا کے لیئے پڑھوں
اس لیے عرض کی کہ اپنی جناب میں عہدہ معقول عنایت فرما۔ الحمد شریف پڑھنی شروع کی گئی۔
اور نومبر ۱۹۱۰ء کو پسرور ضلع سیالکوٹ کے علاقہ میں دورہ پر تھا کہ تحصیل رعیہ کے دیہات
میں ایک دن خواب دیکھا کہ کسی مجہول العرف مشہور امام بزرگ سے ایک سبز مصلے پر تھا ق
کا جھگڑا ہوا شکل نہیں دیکھی۔ لیکن مخلوقات کے اجتماع سے معلوم ہوتا تھا کہ بہت بڑا
بزرگ ہے۔ اور ہزارہا مخلوقات کا رہبر ہے۔ درانحالیکہ میں تنہا ہوں۔ وہ ایک ہی دفعہ رد
وکد میں اللہ تعالی نے محض اپنے کرم و فضل عمیم سے مجھے کامیابی دی۔ میرے پاس ایک
مسلمان ماتحت کھڑا تھا۔ اُسکو کہا۔ جلد پانی لاکر وضو کرا۔ تاکہ میں ایسی بڑی وجاہت کے
بزرگ کے مقابلہ میں ایسی آسانی سے کامیاب ہونے پر دوگانہ نفل شکریہ ادا کروں چنانچہ
وضو کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حاضر ہوکر خواب عرض کیا۔ فرمایا مبارک ہو۔ غالباً وہ مصلے قطبیت
کا تھا۔ تمکو خدا نے اپنے حبیبؐ کے صدقے پسند فرما لیا۔ الحمد للہ۔

(۵) انہی ایام میں دوسرا خواب دیکھا۔ ریل کا سٹیشن ہے۔ گاڑی لگکر چلی گئی ہے۔ لوگ
اپنا اپنا اسباب لے جارہے ہیں۔ میرے دو ٹرنک آبنوس لے تھے اُنکی خاطر میں بھی گیا۔ ایک

نظر آیا۔ دوسرا ابھی نہیں ملا تھا کہ شور سنا۔ اُدھر گیا کہ ایک بلند قامت خوب ڈیل ڈول کا جوان۔ ہر ایک کی زبردستی کلائی پکڑتا ہے۔ کسی سے اُسکی گرفت نہیں کھلتی اور لوگ تنگ ہیں۔ بدن میرا معمولی سے کم۔ قد چھوٹا۔ زور بہت کم۔ تاہم دوسروں کی تکلیف نہ دیکھی گئی۔ میں نے اُسے للکارا کہ خبردار۔ وہ میری طرف لپکا۔ میں نے ہاتھ آگے کر دیا اُس نے خوب زور سے کلائی پکڑی۔ مگر میں نے لحظہ بھر میں چھڑالی۔ وہ بھاگا۔ میں پیچھے پیچھے۔ تھوڑی دور جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ اُسی شکل کا ایک شخص گندم رنگ سیاہ چھوٹی ڈاڑھی۔ زلف دراز۔ دھونی رمائے بیٹھا ہے۔ میں نے دور سے آواز دی کہ اتنی جلدی یہ پاکھنڈ بناکر بیٹھ گیا۔ مگر نزدیک گیا اور غور سے دیکھا تو وہ بزرگ اور تھے۔ حالات عرض کیے معذرت کی۔ طالب معافی ہوا۔ وہیں مٹی میں دوزانو بیٹھ گیا۔ حضور نے فرمایا۔ "بیٹا! تم تو میرے بالک کے بچے ہو۔ تم اس مطلب کے واسطے پیدا نہیں ہوئے بیٹھ جاؤ"۔ وہیں بیٹھا رہا۔ خاموش۔ پھر حالت بدل گئی۔ اِن بزرگوار کی شکل حضور قبلہ کے کسی خلیفہ سے نہ ملتی تھی۔ نہ جتنے بڑے حضرت کے خلفاء تھے۔ اُنسے مشابہ تھی۔ جنوری ۱۹۱۱ء میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا تو چیخ ماری۔ اور فرمایا کہ "مبارک ہو۔ وہ حضرت شیخ احمد صاحب ساکن بخارا شریف تھے۔ جن کے ساتھ میں نے سات برس جوانی کے کاٹے اور خاندان قادریہ طے کیا۔ زہے میرے نصیب کہ حضور نے مجھے بالک سمجھا۔ اور مبارک ہو تم کو کہ اپنے بالک کا بیٹا بناکر پاس بٹھایا۔ معلوم ہوتا ہے تم کو خاندان قادریہ سے فیضان اور حصہ ملے گا"۔ اسکے بعد حضور نے فرمایا کہ "میں نے تینوں خاندان تین مختلف پیروں سے طے کیے ہیں تم خوش قسمت ہو کہ میں اکیلا تینوں خاندان تم کو طے کرا سکتا ہوں۔ چنانچہ قصیدہ غوثیہ پڑھنے کا حکم ملا۔ چار سال بغیر چلہ پڑھتا رہا۔ جواب چھوڑ دیا۔

(۶) مئی ۱۹۱۱ء میں قصبہ سوہنہ ضلع گوڑگانوہ میں ایک شب بخار ہوا۔ مجھے بخار کم ہوتا ہے۔ جب کبھی ہوتا ہے کچھ نہ کچھ فضل و کرم ضرور ہوتا ہے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ

میں عرس شریف کے موقع پر حاضر ہوں۔ میرے قبلہ تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ میرے واسطے سبز لباس کا خرقہ تیار کراکر مجھے پہنوایا جارہا ہے۔ صافہ سبز حضورؒ نے اپنے ہاتھ سے باندھنا شروع کیا ہے وقت انعام ہے۔ رجاء و آرزو تو یہ ہے کہ قطب الاقطابی ملے مگر خوف دامنگیر ہے کہ کہیں پنجاب یا بلوچستان کے علاقہ کا انتظام ہی دیکر نہ جواب دیدیں لیکن دل ہی دل میں الحمدللہ کہا۔ جب حضورؒ نے سب کو پکار کر فرمایا کہ یہ قطبیت کی پگڑی ہے

(۷) حضور قبلہ نے مریدین معتقدین کی طرف سے جو پیسہ آتا ہے خود لینا بند کردیا ہے بلکہ ۱۹۱۵ء سے یتیم خانہ۔ مدرسہ۔ مدرسہ زنانہ۔ جماعت حفظ قرآن۔ جماعت ناظرہ خواناں۔ جماعت حفظ قرآن زنانہ کھول دی ہیں۔ اور انتظام ایک انجمن اسلامیہ کے سپرد کردیا ہے جو اُنکی نگرانی میں کام کرتی ہے۔ اسیطرح قریبًا پانسو روپیہ ماہوار جو گیارہ سال پیشتر اُنکے ذاتی خرچ میں آتے تھے۔ اب مدرسہ کے کام آتے ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے بڑے تین صاحبزادے ناراض ہوکر چلے گئے۔ مگر اُنہوں نے پرواہ نہیں کی توکل پر کام کرتے رہے۔ چنانچہ مڈل سکول ہوکر اپریل ۱۹۱۹ء سے انٹرنس کی کلاس کھل گئی ہے مگر صاحبزادے ابھی تک ناراض ہیں۔ منجھلے صاحبزادہ سے آپ کو محبت بہت تھی۔ اُسکی جدائی اُنکو ناگوار تھی۔

۱۹۱۸ء میں میں شملہ میں تھا۔ نماز کی پابندی نہ ہوسکتی تھی۔ اس لیے پریشانی خاطر سے تنگ تھا۔ دہلی کے مولوی احمد الدین صاحب شملہ کی مسجد جامع میں تشریف لاتے گئے فرائض سے کی مجھے تعطیل تھی وعظ بعد جمعہ میں شریک ہوا۔ کیا صاحب تاثیر بزرگ ہیں سبحان اللہ۔ بعد جمعہ کے تنہائی میں حالت عرض کی۔ تسلی دی۔ اور فرمایا کہ صالحین کی اولاد کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں ہونے دیتا۔ مجھے فرمایا کہ دو ایک شب میں جو خواب دیکھو۔ بیان کرنا۔ چنانچہ میں نے خواب دیکھا کہ "شملہ کے فیشن کا ایک عالیشان ٹین کی چادروں کی چھت کا بنگلہ بنا ہوا ہے۔ بنگلہ کے اوپر ٹین کے اندر سے ایک فوارہ نکل کر پانی بہاتا ہے۔ اور میں

اس پانی کی بہار میں غسل کر رہا ہوں کہ اتنے میں نری مولوی احمدالدین صاحب اور میرے قبلہ و کعبہ منجھلے صاحبزادے کو لئے ہوئے نیچے آئے۔ میں جھٹ نیچے پہنچکر قدمبوس ہوا ہوں۔ اور حضور نے صاحبزادہ صاحب کی سفارش فرمائی ہے۔ میں شرمندہ سا ہوتا ہوں کہ حضور بندہ نوازی فرماتے ہیں۔

(۸) ستمبر ۱۹۱۲ء میں میں انبالہ میں تھا۔ وہاں خواب دیکھا کہ دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ اور صاحبزادگان کی بابت سفارش کی ہے۔ صاحبزادگان سامنے موجود ہیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ سب لوگ میرے اشارے پر چلتے ہیں جس سے میں خفا۔ وہ سب خفا۔ جس سے میں راضی وہ سب راضی۔ تم ان کی سفارش کیوں کرتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میرا انکے سوا کوئی بھائی نہیں۔ میرے یہی ہیں۔ اچھے ہیں یا برے ہیں۔ حضور مسکرائے۔ اور خاموش ہورہے۔ کچھ مجھے پڑھنے کا حکم فرمایا کہ سات دن پڑھو۔ اسکے بعد حضرت قبلہ ابوالحسن خرقانی رح کی ولایت اور خواجہ عبیداللہ احرار رح کی دنیاوی امارت تم کو دیگی کچھ عرصہ انتظار کرکے میں نے سفارش کا قبل از وقت خط لکھا جس کا الٹا اثر ہوا۔

(۹)۔ جنوری ۱۹۱۳ء میں میری بیوی کا مکان شریف سے خط آیا کہ حضور قبلہ سخت ناراض ہیں۔ بددعائیں دیتے ہیں جو سنی نہیں جاتیں۔ دوسرا خط پھر آیا جو کہ میری اہلیہ نے رورو کر لکھا تھا کہ میری ڈیڑھ سال کی خدمت پر آپکے ایک خط نے پانی پھیر دیا۔ اور اب حضرت قبلہ بہت سخت ناراض ہیں۔ بہت پریشان ہوا۔ آخر ملا کی دوڑ مسجد تک۔ بستر مسجد جامع میں جا لگایا۔ دن کو نوکری کرکے رات مسجد میں جا سوتا۔ بعد عشاء الحمد شریف پڑھنی شروع کردی اور اللہ میاں سے تین سوال کیئے۔ (۱) مارچ میں رخصت پر جاتا ہوں۔ وہاں حضور قبلہ میرے ساتھ کیا سلوک کرینگے۔ (۲) اس زندگی میں مجھے کچھ ملنا ہے یا نہیں۔ یا اس خیال راست و محال ست و جنوں والا معاملہ ہے۔ اور ساری عمر اسی سلسلہ بددعا و اثر بددعا ہی میں کٹیگی (۳) حضور کی بلاوجہ۔ بلاوجہ ناراضگی اور سختی طبیعت اور آپکی بے نیازی سے ڈر لگتا ہے

آپ صدقہ اپنے دوستوں کا مجھے اطلاع بخشیں کہ بعد ممات آپ میرے ساتھ کیا سلوک فرماتے رہینگے؟ +

چنانچہ ۲۰- جنوری سنہ ۱۹۱۳ء سے ۲۸- فروری سنہ ۱۹۱۳ء تک چالیس یوم کے اندر اندر تینوں کا جواب مل گیا +

(۱) میں نے دیکھا کہ دربار میں حاضر ہوں۔ حضور میری طرف منہ کرکے گفتگو نہیں فرماتے مسکراتے ہیں۔ منہ غیروں کی جانب ہے۔ لیکن روئے سخن میری طرف ہے۔ ظاہرا میرے نجس ہاتھ کا بھی بدن مبارک سے لگنا پسند نہیں فرماتے۔ لیکن اگر زبردستی پاس بیٹھکر پاؤں واسطے لگ جاؤں تو خاموش ہیں۔ چنانچہ الحمد للہ۔ مارچ میں اسی طرح واقعہ ہوا۔ اور مہینہ میں ۲۵ دن اپنے پاس رکھا اور باقی ۵ دن میں مشکل سے ایک دن کے واسطے والدہ صاحبہ سے مل سکا +

(۲) دوسرے سوال کے جواب میں دو چار شب کے بعد دکھلایا گیا کہ میں ایک مقام پر اکیلا ہوں۔ صرف دو اور بزرگوں کے سر نظر آتے ہیں مگر پوری شکل نظر نہیں آتی۔ غالباً وہ حضور قبلہ وحضور صلعم ہوں۔ ایک چوبی تختہ پر کھریا مٹی سے لکھا گیا۔ لکھنے والا شخص یا لکھنے والے کا ہاتھ نظر نہیں آیا۔ لیکن کھریا قلم لکھتا دیکھا گیا +

(شمس العارفین۔ محبوب رب العالمین۔ قطب الاقطاب بنایا گیا) میں نے اُسی وقت سوال کیا۔ کب؟ تو لکھا گیا سنہ ۱۹۲۲ء میں۔ پھر خود بخود لکھا گیا "محبوب"۔ مجھے اسمائے صفاتی میں اسم رحمٰن سے بہت محبت ہے۔ خیال تھا کہ لفظ رحمانی آگے لکھا جاویگا مگر لکھا گیا۔ رب العلمین۔ دل میں خوش ہوا کہ الحمد للہ اللہ کی پہلی صفت کلام مجید میں ربّ العلمین ہے۔ اس لیئے اس شان میں محبوبیت عطا ہو جاوے تو اس سے زیادہ کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے +

(۳) تیسرے سوال کا بھی چند شب کے بعد جواب مل گیا۔ "قیامت کا روز بپا تھا حضور

رب العزۃ تخت پر براجمان معلوم ہوتے تھے۔ لیکن تخت اور صدر نشین نظر سے غائب تھے صرف تخت کے مقام اور تخت نشین کی جگہ معلوم ہوتی تھی کہ میرے سامنے ہی۔ مجھے چار فرشتوں نے جو شکل انسانی میں تھے حاضر کیا۔ حکم ہوا "تمہارے اعمال تو دوزخ کے قابل ہیں اس لیئے دوزخ میں جاؤ"۔ بجائے رنج کے میں مسکراتا ہوا خوش خوش ساتھ ہو لیا۔ فرشتے لیگئے۔ دوزخ کی دیوار بہت عریض اور مضبوط تھی۔ لیکن دروازہ بند تھا۔ میاں مالک باہر بیٹھے تھے۔ فرشتوں نے کہا۔ مالک! اس شخص کو دوزخ کا حکم ملا ہے۔ دروازہ کھولو تاکہ ہم اسکو اندر داخل کرکے واپس جاویں۔ مالک نے کہا مجھے حکم ہے کہ اسکے واسطے دروازہ نہ کھولوں تم دوبارہ حکم کے واسطے حاضر ہو۔ فرشتے مجھے لیکر پھر حاضر ہوئے۔ اور مالک کا جواب عرض کیا۔ حکم ہوا۔ اچھا اسے جنت میں لیجاؤ۔ فرشتے خوش ہوکر مجھے لے جانے کو تھے کہ میں مسکرا کر مگر دونوں ہاتھ جوڑ کر عرض کی "حضور! میں آپ کی جنت سے باز آیا۔ مجھے معاف فرمایئے"۔ بجائے اسکے کہ میری گستاخانہ مسکراہٹ اور ناشکری اور اس انعام سے انکار پر خفا ہوتے۔ ارشاد ہوا۔ اچھا اسے اوپرے جاؤ۔ اور السابقون السابقون اولئک المقربون میں لیجاکر شامل کردو۔ چنانچہ فرشتے لیکر اوپر کی طرف کو روانہ ہوئے

سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم +

یہ دونوں خواب میں نے آجتک حضور قبلہ کی خدمت میں عرض نہیں کیئے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ "رہنا جھونپڑیوں میں خواب دیکھنا محلات کے" والی مثل نہ ہو +

(۱۰) اپریل ۱۹۱۳ء میں واپس شملہ کام پر حاضر ہوگیا۔ اپنے خالہ زاد بھائی کے مکان میں مقیم تھا۔ وہ اور بابو وہاں رہتے تھے۔ چارپائی ایک تھی۔ سب نے میرے واسطے چارپائی چھوڑ دی۔ آپ نیچے بستر کر لیئے۔ کچھ عرصہ کوئی خواب نہ دیکھا۔ ایک رات میں نے عرض کی کہ حضرت میں چارپائی پر اپنی مرضی سے نہیں سوتا۔ نیچے سو کر زیادہ خوش ہوں لیکن رفیق نیچے سونے نہیں دیتے۔ حضور پر سب کچھ روشن ہی۔ کیونکہ آپ کی ذات

آپ صدقہ اپنے دوستوں کا مجھے اطلاع بخشیں کہ بعد ممات آپ میرے ساتھ کیا سلوک فرماوینگے؟ +

چنانچہ ۲۰- جنوری سنہ ۱۹۱۳ء سے ۲۸- فروری سنہ ۱۹۱۳ء تک چالیس یوم کے اندر اندر تینوں کا جواب مل گیا +

(۱) میں نے دیکھا کہ دربار میں حاضر ہوں۔ حضور میری طرف مُنہ کر کے گفتگو نہیں فرماتے مسکراتے ہیں۔ مُنہ غیروں کی جانب ہے۔ لیکن روئے سخن میری طرف ہے۔ ظاہراً میرے نجس ہاتھ کا بھی بدن مبارک سے لگنا پسند نہیں فرماتے۔ لیکن اگر زبردستی پاس بیٹھکر پاؤں دابنے لگ جاؤں تو خاموش ہیں۔ چنانچہ الحمد للہ۔ مارچ میں اسی طرح واقعہ ہوا۔ اور مہینہ میں ۲۵ دن اپنے پاس رکھا اور باقی ۵ دن میں مشکل سے ایک دن کے واسطے والدہ صاحبہ سے مل سکا۔ +

(۲) دوسرے سوال کے جواب میں دو چار شب کے بعد دکھلایا گیا کہ میں ایک مقام پر اکیلا ہوں۔ صرف دو اور بزرگوں کے سر نظر آتے ہیں مگر پوری شکل نظر نہیں آتی۔ غالباً وہ حضور قبلہ و حضور صلعم ہوں۔ ایک چوبی تختہ پر کھریا مٹی سے لکھا گیا۔ لکھنے والا شخص یا لکھنے والے کا ہاتھ نظر نہیں آیا۔ لیکن کھریا تی قلم لکھتا دیکھا گیا +

(شمس العارفین۔ محبوب رب العالمین۔ قطب الاقطاب بنایا گیا) میں نے اُسی وقت سوال کیا۔ کب؟ تو لکھا گیا سنہ ۱۹۲۲ء میں۔ پھر خود بخود لکھا گیا "محبوب"۔ مجھے اسمائے صفاتی میں اسم رحمٰن سے بہت محبت ہے۔ خیال تھا کہ لفظ رحمانی آگے لکھا جاویگا مگر لکھا گیا۔ رب العٰلمین۔ دلمیں خوش ہوا کہ الحمد للہ اللہ کی پہلی صفت کلام مجید میں رب العٰلمین ہے۔ اس لیئے اس شان میں محبوبیت عطا ہو جاوے تو اس سے زیادہ کیا خوش قسمتی ہو سکتی ہے +

(۳) تیسرے سوال کا بھی چند شب کے بعد جواب مل گیا۔ "قیامت کا روز بپا تھا حضور

رب العزۃ تخت پر براجمان معلوم ہوتے تھے۔ لیکن تخت اور صدر نشین نظر سے غائب تھے صرف تخت کے مقام اور تخت نشیں کی جگہ معلوم ہوتی تھی کہ میرے سامنے ہی۔ مجھے چار فرشتوں سنے جو شکل انسانی میں تھے حاضر کیا۔ حکم ہوا۔ "تمہارے اعمال تو دوزخ کے قابل ہیں اس لیئے دوزخ میں جاؤ۔" بجائے رنج کے میں مسکراتا ہوا خوش خوش ساتھ ہو لیا۔ فرشتے لیگئے۔ دوزخ کی دیوار بہت عریض اور مضبوط تھی۔ لیکن دروازہ بند تھا۔ میاں مالک باہر بیٹھے تھے۔ فرشتوں نے کہا۔ مالک! اس شخص کو دوزخ کا حکم ملا ہے۔ دروازہ کھولو تاکہ ہم اسکو اندر داخل کرکے واپس جاویں۔ مالک نے کہا مجھے حکم ہے کہ اسکے واسطے دروازہ نہ کھولوں تم دوبارہ حکم کے واسطے حاضر ہو۔ فرشتے مجھے لیکر پھر حاضر ہوئے۔ اور مالک کا جواب عرض کیا۔ حکم ہوا۔ اچھا اسے جنت میں لیجاؤ۔ فرشتے خوش ہوکر مجھے لے جانے کو تھے کہ میں نے مسکراکر مگر دونوں ہاتھ جوڑکر عرض کی "حضور! میں آپ کی جنت سے باز آیا۔ مجھے معاف فرمایئے۔" بجائے اسکے کہ میری گستاخانہ مسکراہٹ اور ناشکری اور اس انعام سے انکار پر خفا ہوتے۔ ارشاد ہوا۔ اچھا اسے اوپرے جاؤ۔ اور السابقون السابقون اولئک المقربون میں لیجاکر شامل کردو۔ چنانچہ فرشتے لیکر اوپر کی طرف کو روانہ ہوئے

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم +

یہ دونوں خواب میں نے آجتک حضور قبلہ کی خدمت میں عرض نہیں کیئے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ "رہنا جھونپڑیوں میں خواب دیکھنا محلات کے۔" والی مثل نہ ہو +

(۱۰) اپریل ۱۹۱۳ء میں واپس شملہ کام پر حاضر ہوگیا۔ اپنے خالہ زاد بھائی کے مکان میں مقیم تھا۔ وہ اور بابو وہاں رہتے تھے۔ چارپائی ایک تھی۔ سب نے میرے واسطے چارپائی چھوڑدی۔ آپ نیچے بستر کرلیتے۔ کچھ عرصہ کوئی خواب نہ دیکھا۔ ایک رات میں نے عرض کی کہ حضرت میں چارپائی پر اپنی مرضی سے نہیں سوتا۔ نیچے سو کر زیادہ خوش ہوں لیکن رفیق نیچے سونے نہیں دیتے۔ حضور پر سب کچھ روشن ہی۔ کیونکہ آپ کی ذات

قیمت دینی پڑی۔ تاکہ میں یہ نہ کہہ سکوں کہ فلاں چیز غیر خدا سے مجھے ملی ہو۔ میرے خسر صاحب ۱۵۰۰ بیگہ زمین ریاست بہاولپور میں لیکر دینے والے تھے۔ لیکن حضور قبلہ نے منع فرمایا کہ کسی غیر کا احسان نہ اُٹھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں خود وسیع قطعہ زمین عطا فرمائیگا۔

(۱۶) جہاں تک مجھے علم ہے کوئی کرامت یا کشف مجھسے ظاہر نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ تحصیل سرسہ ضلع حصار میں ایک مسلمان گرداور قانونگوے کے اکلوتے لڑکے کو دفعتہً طاعون ہوگیا بخار ہوگیا۔ گلٹی ہوگئی۔ گلٹی میں سختی۔ سرخی اور درد۔ ماں کا چیخنا۔ بلبلانا۔ باپ کا بے چین پھرنا نہ دیکھا گیا۔ اُنکے ماتحت پٹواری سے کہا کہ گرداور صاحب بچے کو میرے پاس لے آویں۔ چنانچہ وہ لے آئے۔ یا تو اُسکی حالت دگرگوں تھی۔ یا میں نے الحمد شریف پڑھکر دم کیا۔ پیار کیا۔ اپنے ساتھ کھانا کھلایا۔ ساتھ سُلایا۔ صبح کو نہ گلٹی رہی نہ درد رہا۔ پھر شاید جون یا جولائی ۱۹۱۲ء میں سونی پت ضلع دہلی میں تہا۔ یاد آیا کہ اُس بچے کے اچھے ہونے کا حال اپنے ایک دوست سے کہوں ساتنے میں خیال ہوا کہ پچھلا واقعہ کیوں ذکر کرتے ہو۔ یہاں تازہ ہوجاوے گا۔ چنانچہ اسی دن اُس شخص کی بھتیجی کو جو ۵ سال کی تہی۔ طاعون کی گلٹی نکل آئی اور اُسی طرح الحمد شریف کے دم کرنیسے اچھی ہوگئی۔ اِسکے علاوہ مجھے کوئی واقعہ یاد نہیں۔

(۱۷) جب میں سونی پت میں تہا۔ وہاں ایک دن حضرت غوث علی صاحب پانی پتی کے پیر صاحب کی مسجد میں نماز مغرب ادا کرنے گیا۔ پہلے بھی جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ وہاں کے متولی صاحب نے بلاکر مجھے مبارکباد دی۔ میں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ تمہارے سر پر مجھے چاند دکھلائی گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو اللہ تعالیٰ نیک بندوں میں شمار کرکے تمہارا شہرہ کریگا

(۱۸) ایکدفعہ مدرسہ طبیہ دہلی کے پاس جارہا تہا کہ دلمیں خیال گزرا کہ شاید میرے خواب ایک خواب خیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتے ہوں۔ دل میں جواب پیدا ہوگیا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَاد۔

(۱۹) فروری ۱۹۱۳ء کے خواب سے بیشتر ایکدفعہ جمعہ مسجد شملہ میں دلمیں خیال گزرا کہ مایے

حضور قبلہ خواجہ خواجگان شمس العرفان خلیفہ قادربخش رحمۃ اللہ علیہ کو شمس العرفان کیوں فرمایا گیا۔ شمس العارفین کیوں نہ فرمایا۔ جواب اُسی وقت دیا گیا کہ تمکو شمس العارفین بنائینگے ✦

(۲۰) مختلف مقامات پر مختلف مجذوب بھی مہربانی فرماتے رہے ہیں۔ چنانچہ شملہ میں ایک مجذوب ہر روز خواہ مخواہ ملکر سلام علیکم کہکر چلا جاتا تھا۔ اور دہلی میں بھی مدتوں یہی حال رہا ✦

(۲۱) اگرچہ مجھے ہمیشہ دربار مرشد سے جوتے ہی پڑتے رہے۔ مگر بہت لوگوں اور خود اپنی والدہ صاحبہ کی زبانی سُنا ہو کہ حضور نے فرمایا کہ احمد کا نام فرشتوں میں درج ہو چکا ہے۔ لیکن جب میری کسی تحریر سے خفا ہوتے ہیں تو ایسی ایسی بددعائیں اور گالیاں دیتے ہیں کہ دشمن بھی نہ سُن سکیں ✦

(۲۲) حضور قبلہ نے میری بابت کئی دفعہ اچھے اچھے خواب دیکھے۔ اور ایک دفعہ ایک نوجوان خوب صورت عورت سے جو اُنکی بھتیجی تھی میرے ساتھ نکاح کر دیا۔ اور فرمایا کہ دنیا خواب میں عورت کی شکل بن کر سامنے آتی ہے۔ اس لیئے تمہاری دنیاوی ترقی بھی ضرور ہو گی مگر آہستہ آہستہ ✦

(۲۳) حضور قبلہ کے دو تین بڑے خلیفہ میرا ادب کرتے ہیں۔ اگرچہ اُنکے سامنے میں چھچھورا سا منحنی پستہ قد معلوم ہوتا ہوں۔ تاہم وہ فرمایا کرتے ہیں کہ ہم تمہارے رتبہ کو نہیں پہنچ سکتے ✦

ایسی ایسی چھوٹی اور باتیں بھی ہونگی۔ مگر قصہ کوتاہ میں حضرات اہل حال کی خدمت میں آپ بیتی کی رام کہانی سنا کر اللہ واسطے کا سوال کرتا ہوں کہ وہ استخارہ کرکے خود عرض معروض کرکے میری تسلی کر دیں کہ میرے یہ خواب سچ ہو سکتے ہیں یا نعوذ باللہ وساوس شیطانی کا نتیجہ ہیں ✦

(۱) فروری ۱۹۱۳ء کے خواب میں سنہ ۱۹۲۲ء کیوں دیا گیا سنہ ۱۳۴۰ھ کیوں نہ دیا گیا ✦

(۲) دنیا میں اتنے جلیل القدر اہل اللہ گزرے ہیں۔ لیکن محبوبیت کے مشہور سزاوار فقط

حضور محبوب سبحانی اور محبوب الٰہی ہی ہوتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اس پُرآشوب زمانہ میں ایک میرے جیسا نالائق۔ نااہل۔ انگریزی خواں شخص اس عظیم الشان انعام کا امیدوار ہو سکے؟

(۴) میرے یہ خواب شریعت کے برخلاف تو نہیں ہیں؟ کیونکہ حضور محبوب سبحانی فتوح الغیب میں فرماتے ہیں کہ اپنے خواب کتاب اللہ و حدیث کے سامنے پیش کرنے چاہئیں۔ اگر برخلاف ہوں تو وسوسہ شیطانی سمجھنا چاہیئے۔

(۵) کیا تمام ناظرین رسالہ نظام المشائخ دعا فرمائینگے کہ اللہ تعالیٰ مجھ ناچیز کو استقامت عطا فرمائے۔ تاکہ اس انعام کا مستحق ٹھیروں؟

(۶) علاوہ مذکورۂ بالا خوابوں کے اور حالات پھر کبھی لکھونگا۔ اگر میری اس جرأت کو "کس راکہ خبر شد خبرش باز نیامد" کے مسلمہ اصول کے برخلاف سمجھکر "جواب جاہلاں باشد خموشی" سے ٹال دیا گیا تو حضرات اہل حال ذمہ دار ہونگے ورنہ میں تو فاما بنعمۃ ربک فحدث کی تعمیل میں اس زمانہ کے مسلمان بھائیوں کی خدمت خاموشی بعد اخفا کی نسبت میل جول اور اظہار سے بہتر سمجھنے کا مدعی ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

دعا گو

احمد

امہات الامہ

شمس العلماء جناب مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی کی آخری تصنیف اور اردو لٹریچر کا ایک بیش بہا ذخیرہ ہے

امہات الامہ درمیان میں ناپید ہوگئی تھی اور اسکا ایک ایک نسخہ بیس بیس روپیہ کو بھی ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔ اب بے انتہا مانگ دیکھکر نظر ثانی کے بعد اسے پھر چھاپنا شروع کیا ہے اور حصہ اول تیار کر لیا ہے جو ۱۲ ار میں علاوہ محصول ڈاک۔

دفتر خطیب و نظام المشائخ دہلی سے ملتا ہے۔

۴۸۶

نعتِ رسولِ عربیؐ

اللہ اللہ ہے عجب شان رسولِ عربیؐ
آپ خالق ہے ثناخوانِ رسولِ عربیؐ

عرش رتبے میں ہے ایوانِ رسولِ عربیؐ
کیوں نہ جبریلؑ ہو دربانِ رسولِ عربیؐ

شبِ معراج یہ تھی شانِ رسولِ عربیؐ
حوریں سب ہوتی تھیں قربانِ رسولِ عربیؐ

رشک کرتے ہیں قیامت میں ملائک سارے
دیکھ کر شانِ غلامانِ رسولِ عربیؐ

حشر میں آئے گا جب مہر سوا نیزے پہ
سر پہ ہوگا مرے دامانِ رسولِ عربیؐ

جو رضا اُنکی ہے مرضی ہے وُہی خالق کی
امرِ معبود ہے فرمانِ رسولِ عربیؐ

اے زلیخا نظر آجائے جو روئے زیبا
ترے یوسف بھی ہوں قربانِ رسولِ عربیؐ

وہ ہیں سردارِ رسل فخرِ رسل ختمِ رسل
تاجِ لولاک ہے شایانِ رسولِ عربیؐ

ہو وہ رضواں سے کہیں عزّ و شرف میں بڑھکر
جس کو ہے رتبۂ دربانِ رسولِ عربیؐ

چاہیں تو مردۂ صد سالہ کو زندہ کردیں
وہ مسیحا ہیں غلامانِ رسولِ عربیؐ

ہم بھی طیبہ کی طرف ہونگے روانہ خوشتر
جب کہ ہوجائے گا فرمانِ رسولِ عربیؐ

(خوشتر منگرولی)

منقبت حضرت خواجہ غریب نوازؒ

(تخمیس غزل جناب مولانا محمد نوح صاحب نوح ناروی)

مرے مرشد مرے رہبر مرے پیارے خواجہ
لاڈلے حق کے محمدؐ کے دُلارے خواجہ

کیا بیاں ہوسکیں الطاف تمہارے خواجہ
گر کبھی چشمِ کرم سے ہوں اشارے خواجہ

کام بگڑے ہوئے بنجائیں ہمارے خواجہ

ہر گرفتار و آزاد کے دینے والے | ہو دلاسا تمہیں ناشاد کے دینے والے
داد خواہوں کو ہو تم داد کے دینے والے | تم مصیبت میں ہو امداد کے دینے والے
کوئی پھر کس لیئے تم کو نہ پکارے خواجہ

دم بدم آتے ہیں خواجہ مجھے کیا کیا نہ خیال | تم سوا کون سمجھ سکتا ہے دل کا احوال
اے سخی ابن سخی میرا ابھی پورا ہو سوال | آرزو یہ ہے کہ دیکھا کریں انوارِ جمال
روز ہوں روضہ اقدس کے نظارے خواجہ

جز جناں مر کے بھی جاتا نہیں وہ اور کہیں | یوں مزا زیست کا پاتا نہیں وہ اور کہیں
لطف اس طرح اٹھاتا نہیں وہ اور کہیں | جو یہاں آگیا جاتا نہیں وہ اور کہیں
دل لبھا لیتے ہیں انداز تمہارے خواجہ

پر فضا خلد سا کیا خوب ہے اجمیر شریف | دل کو ہر شخص کے مرغوب ہے اجمیر شریف
ہند میں جادۂ محبوب ہے اجمیر شریف | کعبۂ مقصد و مطلوب ہے اجمیر شریف
قبلۂ لطف و کرم تم ہو ہمارے خواجہ

روضۂ پاک کا ہے مشرقی در مطلعِ نور | دکھنی در پہ عجب فیضِ قدم کا ہے ظہور
مغربی سمت کا در ہے درِ جنت مشہور | اس میں جسکا ہو گزر اسپہ ہو امید ضرور
سرد ہو جائیں جہنم کے شرارے خواجہ

عکس گنبد ہی سے سورج کا سنہرا ہی غلاف | گرد پھرنے ہی سے روضہ کے ہے منہ چاند کا صاف
کیا مجال آپکے آداب سے ہو کوئی خلاف | فرض ہے روضۂ پر نور کا انکو بھی طواف
رات بھر رہتے ہیں گردش میں ستارے خواجہ

آپ سا ہم کو ملا اہلِ کرم شکر اللہ | یہی اپنی بھی دعا عجز سے ہے شام و پگاہ
پاس ہم کو بھی بلا لیجے کہ ہے حال تباہ | آپکے سایۂ دامن میں جو لیتے ہیں پناہ
چین سے سوتے ہیں وہ پاؤں پسارے خواجہ

آپ کے آگے کسی شاہ کی شوکت کیا ہے — ہمسری کا کوئی دعوےٰ کرے طاقت کیا ہے
سامنے آپ کے غیروں کی حقیقت کیا ہے — اور ہیں اور، تمہیں اوروں سے نسبت کیا ہے

وصف دنیا سے نرالے ہیں تمہارے خواجہ

آپ کو پیار کریں سیّدِ مکی مدنی — خاص خاصانِ خدا آپ ہیں، قائل ہیں سبھی
کر دیے آپ پہ اسرارِ خفی حق نے جلی — آپ ہیں آلِ نبی آپ ہیں اولادِ علیؓ

آپ ولیوں کے ولی آپ ہمارے خواجہ

دیں کے مصلح ہو مذہب کے ہوا خواہ ہو تم — فخرِ اسلام ہمیں ہند میں واللہ ہو تم
صاحبِ شوکت و شان حشم و جاہ ہو تم — عاشقِ اللہ ہو تم صاحبِ درگاہ ہو تم

ہند کے شاہ ہو تم اور ہمارے خواجہ

ہو گیا ہے مرضِ ہجر مری جاں کا وبال — اے مسیحائے زمن غیر ہے میرا احوال
دیکھوں کب تک مجھے ہوتا ہے میسر جمال — آج ہے عرس کا دن آج ہے ہنگامِ وصال

آج تو نکلیں کچھ ارمان ہمارے خواجہ

دلِ پژمردہ ہمارا صفتِ گل کھل جائے — لبِ جاں بخش تمہارا جو ذرا بھی ہل جائے
آپ کے دربار سے داتا نہ کوئی بیدل جائے — کچھ ہمیں بھی درِ اقدس سے تبرک مل جائے

ہم بھی آئے ہوئے ہیں ہاتھ پسارے خواجہ

ہر ادا آپ کی ہر دل کو عجب بھائی ہے — اچھا اچھا بھی ہر اک آپ کا سودائی ہے
میں ہی کیا خلقِ خدا آپ کی شیدائی ہے — رہ کے خلوت میں عجب انجمن آرائی ہے

ہر طرف خلق میں جلوے ہیں تمہارے خواجہ

ثانیٔ خاکِ شفا روضۂ اقدس کی زمیں — اوج پر اخترِ تقدیر ہو رکھ دے جو جبیں
خالی جائے گی مری بھی نہ دعا ہے یہ یقیں — کوئی پھرتا نہیں اس در سے تو مایوس حزیں

دیر کیوں لگ گئی اتنی مرے بارے خواجہ

جمعہ واں حق میں ہی زوّاروں کے بچ صغر | وہ گرج توپ کی۔ نوبت کی صدا شام سحر
اور قوّالوں کے نغموں کا مشائخ پہ اثر | بس تو ہی تو نظر آتا ہے اُٹھے آنکھ جدہر
سب یہ منظر ہیں عجب دلکو اُبھارے خواجہ

بن کے مخدوم جہاں آپ کے سارے خادم | خوب چمکاتے ہیں قسمت کے ستارے خادم
ہم نہ خالی رہیں کہلاکے تمہارے خادم | ہم تمہارے ہیں تمہارے ہیں تمہارے خادم
تم ہمارے ہو ہمارے ہو ہمارے خواجہ

جیسے آئے تھے سبکدوش خدا کے گھر سے | بار عصیاں کو یہیں پھینک کے جائیں سر سے
آستاں ہے یہ سوا شاہی بحر و بر سے | کیسے دروازے پہ اب جائیں تمہارے در سے
ہم بھلے ہیں کہ بُرے پر ہیں تمہارے خواجہ

کتنے آتے ہیں یہاں از یمن و روم و حجاز | آپ کے نام پہ قربان ہیں اہل شیراز
ہوتے رہتے ہیں در فیض سے لاکھوں ممتاز | میں ہوں ناچیز لقب آپ کا ہے بندہ نواز
اب میں سنورونگا تمہارے ہی سنوارے خواجہ

مہرباں تجھ سے ذات ہے جس کی کہ رحیم | مالک رازق و مخلوق کا خلاق عظیم
تم ہو محبوب شہِ کوثر و عینِ تسنیم | اِک نظر مجھ پہ بھی اے بحرِ کرم بہرِ کریم
فیض عالم میں ہیں مشہور تمہارے خواجہ

شوق میں مست چلے جاتے ہیں زائر بہتے | لڑے سجاد کی تقدیر بھی لڑتے لڑتے
جس طرح زینۂ مقصد پہ اُترتے چڑھتے | نوحؔ آیا ہے بڑی دور سے گرتے پڑتے
تم دیا کرتے ہو گرتوں کو سہارے خواجہ

کونسا دن ہو کہ غم سے ہو طبیعت آزاد | پھر کبھی بھول کے آئے نہ تردد مجھے یاد
ایک مدت سے ہے خواجہ مرے دل میں یہ مراد | جا کے در پر ترے پیشانی کو رگڑے سجاد
کاش یاور ہوں کبھی بخت ہمارے خواجہ

فقیر سجاد حسین سجاد بدایونی

۲۸ء

حریتِ مُسلم

تاریخ اسلام کا ایک قابل یادگار واقعہ

تاریخ سے یہ ایک روایت ہے آشکار … منبر پہ وعظ کرتے تھے فاروقِ نامدار
اصحاب سے بھری ہوئی تھی مسجدِ نبیؐ … تِل دھرنے کی جگہ نہ تھی مسلم تھے بیشمار

اصحابِ دیں سے پوچھا جنابِ عمرؓ نے یہ … بالفرض مجھپہ بارِ خلافت اگر ہو بار
سُستی اگر حقوقِ خلافت میں کچھ کروں … کس طرح مجھ سے پیش تم آؤ نکو شعار

مجلس سے ایک شخص نے اُٹھکر دیا جواب … ہم آپ کو دیں منبرِ احمدؐ سے پھر اُتار
تنکے کی طرح آپ کا ہم بل نکال دیں … دم بھر میں کردیں خوابِ تساہل سے ہوشیار
سیدھا کریں یوں آپ کو راہِ کجی سے ہم … جیسے ہو جنتری میں سے سیدھا نکلے تار

حضرت عمرؓ نے سن کے یہ فرمایا آفریں … تم ایسے ہو اگر تو میں تمپر ہوں پھر نثار
تم ہو مبارک اور مبارک یہ عہد ہے … تم دیں میں کامیاب ہو دنیا میں کامگار
دربابِ دیں کسی کی رعایت نہ چاہیے … عزّت جو دیں کی ملنے اُسی کا کرو وقار

یہ ہے مقام غور کرو غور دوستو … فاروقِ اعظمؓ ! اور یہ پھر حرفِ انکسار
سالارِ دیں زمانے میں جسکا خطاب تھا … دینِ رسولؐ دیں کو کیا جس نے استوار
برتاؤ اس کا کیسا رعیت کے ساتھ تھا … کس طرح پورے کرتا تھا امت کے کاروبار
افسوس اس زمانے کے ہیں پیشوا عجیب … ادنےٰ سا پیر بھی ہے تکبر سے پُر خمار
لاکھوں جو مولوی یہ شریعت مدار ہیں … کس کس کا ان میں دین و شریعت پہ ہو مدار
مشکل ہے طے ہو منزلِ اسلام جب کہ آہ … باہم نہیں ہے رہبر و رہرو میں اعتبار

عہدِ عرب کو یاد کر اے مسلمِ غریب … اس عہد میں تھیں خوبیاں لاریب صد ہزار
آزاد یاں وہ مجلسِ شورےٰ کی واہ وا … ہر شخص کو تھا رائے کے دینے کا اختیار

آزاد تھے مگر تھے شریعت کی قید میں — جھگڑے تھے وہ کہ جن کے نتائج تھے خوشگوار
تھی ایک شکل حاکم و محکوم کی تمام — یکساں تھے دونوں دین میں محکوم کردگار
بانو کی کچھ کنیز سے صورت جدا نہ تھی — آقا سے کچھ غلام پہ ہرگز نہ کم تھا پیار
اُس عہد حق نما کی سعادت کہوں میں کیا — چٹھی رساں خلیفہ تھے سلطاں تھے آبدار
میلہ تھا بھائیوں کا اخوت کا دور تھا — ہے کوثری وہ عہد زمانے میں یادگار

(چوہدری) نذیر العلم کوثری

۴۸۶

کانگڑہ میں ایک صبح

یہ نظم لاہور گورنمنٹ کالج کے سالانہ انگریزی و اردو نظم خوانی کے جلسہ ۱۹۱۱ء میں اردو نظموں میں اول قرار دیگئی تھی۔ صدر جلسہ ایس رابنسن صاحب بہادر پرنسپل اور اردو نظموں کے جج ڈاکٹر اقبال پروفیسر فلاسفہ و انگلش پوئٹری تھے۔ اور جوائنٹ جج لالہ روچی رام پروفیسر کیمسٹری اور مسٹر رامچندر پروفیسر ریاضی +

عبدالرحمن

جگایا بادِ صبا نے مجھے بوقتِ سحر — ہوئی دو چار خراماں نسیمِ جاں پرور
ہے مثل آئینہ ریشن سپہر مینا رنگ — ہے چاند غرب میں بیچارہ اک چراغِ سحر
نسیم صبح کے جھونکے بلائیں لیتے ہیں — چٹک کے غنچۂ دل بن گیا گلِ احمر
گیاہ سبز پہ بکھرے ہیں اوس کے موتی — بچھی ہے فرش زمرد پہ چاندنی چادر
بسی صبا میں ہے پھولوں کی بھینی بھینی بو — ملی ہے آب رواں میں حلاوتِ کوثر
کھلے ہیں سبزہ کی چادر پہ یوں گُل خود رو — چمک رہے ہیں شبِ ماہتاب میں اختر

ہیں بلبلوں کے ترانوں سے گونجتے بستاں
ہیں نغمہ سنج ہزاروں چمن میں طوطیا گر

ہیں ننھے ننھے پرندوں کے سبز گہوارے
صبا سے جھومتی ہیں شاخہائے بار آور

چمن کے سایہ میں بہتی ہیں پر فضا نہریں
کھڑے ادب سے جھکائے ہیں بید مجنوں سر

گلوں کے کانوں میں بھونرے ہیں محو سرگوشی
چھپے دفینوں سے ندی اچھالتی ہے زر

ہیں بند قطرۂ شبنم میں بحر بے پایاں
بھرے ہیں مخزن گل میں ہزار تنگِ شکر

گلاب نرگس و لالہ تو یا سمن نسریں
یہ باغ کیسا ہے کافر بتوں کا ہے مندر

بسانِ موت ہی سر پر سوار تیغ گیاہ
کھڑا ہے سر کو جھکائے غریب نیلوفر

ہیں سبزہ زار کہیں اور لالہ زار کہیں
ہے اپنے پیش نظر باغ خلد کا منظر

بلند کوہ ہمالہ کھڑا ہے سوئے شمال
لیئے ہے برف کی اُجلی سی چادریں سر پر

پہاڑ پر ہے بسی کشور دھرم سالہ
اُٹھائے گود میں اُسکو ہے مہرباں مادر

فراز کوہ سے جاری ہیں دودھ کی نہریں
نشیب سنگ میں پنہاں ہے آب دیدہ تر

مگر یہ لطف و کرم دیکھ کر ہوا یہ گماں
کہ اس فرشتہ کے دل میں نہیں ہے فتنہ و شر

وہ زلزلہ اسی مادر کا اِک کرشمہ تھا
تمام ملک ہوا جس سے خستہ و ابتر

تجھے میں دیکھ کر اے کوہ آسماں آثار
قیاس کرتا ہوں عالم کی بے ثباتی پر

یہی ہے روز ازل سے جہان کا قانون
ہر ایک قوم کے مقسوم میں ہے مد و جزر

اِسی مقام پہ اُترا تھا لشکرِ محمود
جہاں کھڑا ہوں میں اِس وقت بیکس و بے پر

اِسی زمین میں شمشیر اسلیم ببر شکار
اِسی مقام میں ہوتا تھا دورہ اکبر

مٹا دیا ہے زمانے نے انکی شوکت کو
مگر تجھے تو سبھی واقعات ہیں ازبر

مجھے نہ اتنی حقارت سے دیکھ کوہ بلند
نہیں ہے کوئی زمانے میں گو ترا ہمسر

تو جانتا ہے مرے مورثوں کی عظمت کو
اُسی جلال کا ہیں نوحہ خواں ہم شام و سحر

میں اپنی قوم کی خدمت میں سر کٹا دوں گا — زہے نصیب جو اس کام آئے میرا سر
کنارِ شرق سے اُٹھی ہے ایک موجِ ضیا — لگا جہازِ قمر ساحلِ سمندر پر

اُٹھا لو ذوقِ چمن پھر تو چل کے کالج میں
کہاں یہ لالہ ستان و بہار و وقتِ سحر!

عبدالرحمن۔ سول انجنیر

تخمیس حسرت موہانی بر غزل حافظؒ

وہ رنگیں گلِ گلشنِ رعنائی — وہ سرمایۂ نازش مقتدائی
وہ زیبندۂ مسندِ مصطفائی — سلامے چو بوئے خوش آشنائی
بداں مردمِ دیدۂ روشنائی

ہمہ گاہ آں دلبرِ دلربایاں — جز ایں ہیچ ناید ز ما بینوایاں
دعائے چو حسنِ تمنائے مایاں — درودے چو نورِ دلِ پارسایاں
بداں شمعِ خلوتگہِ پارسائی

خبردار اے میکشِ ناشکیبا — نہ کرنا کہیں ترکِ مے کا ارادہ
بر آئے گی تیرے دل کی تمنا — ز کوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا
فروشند مفتاحِ مشکل کشائی

رہا کیوں نہ فرمانِ حق کا میں تابع — ہوئی خدمتِ غیر میں عمر ضائع
مضر ہے وہ سمجھے میں جسکو نافع — مرا گر تو بگذاری اے نفسِ طامع
بسے پادشاہی کنم در گدائی

رہ حق میں پہنچے جو تجھکو اذیت
نہو اس سے ہرگز تری پست ہمت
رہے یاد حافظؔ کی ہر دم نصیحت
مکن حسرتؔ از جور گردش شکایت
چہ دانی تو اے بندۂ کار خدائی

مرسلہ مسز حسرت موہانی

۸۶

خوشی

اے خوشی اے مایۂ عیش و نشاط
ہے تری دلکش بہار انبساط
تیرا آجانا مسرت خیز ہے
ہر ادا تیری نشاط انگیز ہے

تو بہار بے خزاں ہے اے خوشی
یا گل باغ جہاں ہے اے خوشی
تو ہے کوئی حور یا ہے مہ جبیں
یا مئے گلگوں کا جام عنبریں

کس قدر دلکش ترا انداز ہے
ہر ادا تیری سراپا ناز ہے
غنچۂ دل تیرے آنے سے کھلا
تو ہے بیشک باغ جنت کی ہوا

حیف ہے تجھ میں نہیں رنگ ثبات
بے بقا فانی ہے تیری کائنات
بزم عالم میں ہے تو مثل سراب
بحر ہستی میں ہے مانند حباب

چند لمحے کے لیے تو آئی تھی
آہ اے میری مسرت کی گھڑی
کچھ نہیں تیرا بھروسا کچھ نہیں
جا۔ چلی جا۔ اب تمنا کچھ نہیں

میں سمجھتا تھا کہ تو ہے پائدار ‏ تیری ہستی ہی جہاں میں استوار
تجھ سے حاصل ہینگے عشرت کے مزے ‏ چین سے لوٹو نگا راحت کے مزے

یہ خبر کیا تھی کہ تو معدوم ہے ‏ محض فانی۔ ہستی موہوم ہے
تجھ سے تو بہتر ہے رنج و غم مرا ‏ رات دن ہے مونس و ہمدم مرا

اوج گیاوی

امیر کی موت اور فقیر کی موت

دولتمند جو مرتا ہے ‏ روتا ہے اور غم کرتا ہے
ہائے میں دنیا چھوڑ چلا! ‏ مال سے ناطہ توڑ چلا!
اور فقیر کو کیا ڈر ہے ‏ مرنا جینا برابر ہے
خالی آئے چلے خالی ‏ بچھلوں کا اللہ والی
ہے یہ نبیؐ کا فرمودہ ‏ مَوْتُ الْفُقَرَاءِ رَاحَۃٌ

حکیم عرشی

سلطان الہندؒ کی چادر

آفتاب جہاں کی چادر ہے ‏ آسماں آستاں کی چادر ہے
ابر رحمت کہیں تو ہے زیبا ‏ ایسی رحمت فشاں کی چادر ہے
ڈھانپ لے گی ہمارے سب عصیاں ‏ حامی عاصیاں کی چادر ہے
کیوں نہ قربان ماہ کامل ہو ‏ سرور کاملاں کی چادر ہے
وہ ستاروں بھری ہے یہ چادر ‏ جس پہ عرش آسماں کی چادر ہے
میرے سر پر رہے چلو لیکر ÷ شاہ ہندوستاں کی چادر ہے

میر احمدی اجمیری

تازہ غزلیں

(۱)

(از جناب عشق بغدادی حیدرآبادی)

چوں ز بزمم بہ شب آں فتنہ دوراں برخاست — گوئی ایں بندۂ مسکیں ز سرِ جاں برخاست

نظرِ ہر کہ بداں غیرتِ خورشید افتاد — دست افشاند ہم از جان ہم ایماں برخاست

منم آں عاشقِ شوریدہ کہ در وادیِ عشق — پئے تعظیم سرِ خارِ مغیلاں برخاست

ضربِ تیغ چناں زد کہ باں نومیدی — شورِ احسنت ز لب ہائے شہیداں برخاست

یوسفِ مصر کہ چوں یافت نجات از چہِ آب — شورِ زنجیر ز ہر گوشۂ زنداں برخاست

اشتہار

سیرِ عالم

بیسویں صدی کی بہترین ایجاد

آلۂ سیرِ عالم کو سرہانے کے نیچے رکھکر سونے سے انسان کی روح جسم سے باہر نکلکر عالمِ بالا میں پرواز کرتی ہے۔ تم سونے سے پہلے سیرِ عالم سے کہدو اور وہ تمہاری مرضی کے مطابق مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کی سیر کرا دیگا اور تمہیں ایسا معلوم ہوگا کہ گویا وہاں میں اڑتے اڑتے وہاں کی سیر کر رہے ہو اور جسم تمہارا گھر میں چارپائی پر پڑا ہے۔ ان مزیدار سیروں سے ایسی خوشی حاصل ہوگی کہ دنیا بھر کی نعمتوں کے مقابل میں ہیچ و پوچ خیال کرنے لگوگے اور جہان کا آزاد بادشاہ اپنے آپکو سمجھوگے + مزید حالات اپنا پتہ خوشخط لکھکر

(مشتہر) دی مسمریزم ہاؤس بکس نمبر ۲۳ لاہور سے دریافت کرو

خاکِ من بود نہ خاکِ نجدی پس فردا — گرد بادیکہ زدامانِ بیاباں برخاست
ہر کہ بنشست بکویت ہمہ حیراں بنشست — ہر کہ برخاست ز کوئے تو پریشاں برخاست
داد برباد ہمہ خرمنِ عمرِ من چوں — آہ از سینۂ سوزاں شرر افشاں برخاست
دوش افتاد نظر چوں بسرِ کوچۂ تو — از سرِ خلد بریں خاطرِ رضواں برخاست
موسمِ فصلِ بہارست بدہ جامِ شراب — ساقیا مژدہ کہ تقوائے شد ایماں برخاست
جز تنگ ظرفیِ او شرح چہ باید کردن — ہر کہ از سفرۂ صد نعمتِ عرفاں برخاست
دوش در چاہِ زنخدانِ کسے غرق شدم — از دلِ من ہوس چشمۂ حیواں برخاست
ایں زمانہ است کہ از غایتِ خود بینی ہا — یادِ من ہمچو غم از خاطرِ یاراں برخاست
عشق عمرِ من آشفتہ دریں میگذرد — روزِ فرقت چو سر آمد شبِ ہجراں برخاست

(۲)

جناب مولانا عمر خان صاحب عمر نظامی از بستی عمر خان شاہجہانپور

طرح مستان شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ — رفتارِ تو افگندہ ز پا کبکِ دری را

از چشمِ تو آموختہ آہو نظری را — رفتارِ تو کردست خجل کبکِ دری را
مائل بہوا داریِ عشقت ہمہ انساں — کز حسن بغیرت زدہ ہر روپری را
قسامِ ازل دادہ غمت در دلِ عشاق — بستند باوصافِ بتاں حیلہ دری را
نالم ز دل اے وائے بدلبر خبرے نے — دادست قبول آہِ من ایں بے اثری را
وہ داریِ بے صد جگرم ریخت ز دیدہ — اے ہوش بہل راہ ہنر بے جگری را
باشد کہ درآئی پسِ مرگم تو بفاتحہ — دادست بمن مرگِ من ایں خوشخبری را

عمریست کہ در شوقِ وصالت بسر آمد
تا حال نہ دیدست رخِ جلوہ گری را

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ مشرق کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ل ۱۲۱

جلد ۱۵ نمبر ۶

ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ

۷۸۶

نظام المشائخ

قسم سوم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصولڈاک عہ ششماہی ۱۴ر

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ دہلی

جلد ۱۵ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا		۱
۲	اسمائے معاونین نظام المشائخ		۲
۳	نور	جناب شہزادہ محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے ناظم رحیم یارخاں	۳
۴	الاسلام والمسلم	جناب مولانا محمد نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسۃ الٰہیات کانپور	۱۴
۵	معرفت حق تعالی	جناب حاجی ہمت اسد صاحب کاخیل اویسی رئیس میاں گڑھی	۲۷
۶	دنیائے شیاطین میں ہلچل	جناب مولوی فاضل مرزا محمد نذیر صاحب عرشی مقیم دھنولہ	۳۵
۷	بیعت	جناب مولوی محمد ظہور الدین صاحب مراقب مقیم نابھہ	۳۹
۸	اسباب طریقت	جناب مولانا حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۴۵
۹	گیان کتھا	سیدی ومولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۴۹
۱۰	رشحاتِ اکبر	خان بہادر لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی	۵۲
۱۱	نماز صبح	جناب علی احمد صاحب صابر بی اے	۵۳
۱۲	یار کے جلوے	جناب چندر سروپ صاحب چاند لاہور	۵۴
۱۳	خاک پائے بوتراب	جناب مہ نام امروہوی	۵۶
۱۴	خواجہ حافظ	جناب پیر غلام قادر صاحب شوکت امرتسر	۵۷
۱۵	اپنا مذہب	جناب چوہدری دلورام صاحب کوثری حصار	۵۸
۱۶	صدائے اتحاد	جناب رحم علی الہاشمی صاحب لکھنؤ	۵۹
۱۷	تو بازمانہ بساز	جناب مولوی محمد فاروق صاحب مقیم دیوبیا	۶۰
۱۸	حجاز اور تبسم	جناب پروفیسر غلام محمد صاحب طور ایم اے	۶۲
۱۹	پیر لطیف خند	. . . .	۶۳

نظام المشائخ

جلد ۱۵ | بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری | نمبر ۵

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا		۱
۲	اسمائے معاونین نظام المشائخ		۲
۳	نور	جناب شہزادہ محمد اشرف صاحب گورگانی بی اے ناظم رحیم یارخاں	۳
۴	اسلام و مسلم	جناب مولانا محمد نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الہیات کانپور	۱۴
۵	معرفت حق تعالیٰ	جناب حاجی محمد اسد صاحب کاکاخیل [illegible] رئیس میاں گڑھی	۲۷
۶	دنیائے شیاطین میں ہلچل	جناب مولوی فاضل مرزا محمد نذیر صاحب عرشی مقیم دھنولہ	۳۵
۷	بیعت	جناب مولوی محمد ظہور الدین صاحب مراقب مقیم نابھہ	۳۹
۸	اسباب طریقت	جناب مولانا حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۴۵
۹	گیان کتھا	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۴۹
۱۰	رشحات اکبر	خان بہادر لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی	۵۲
۱۱	نماز صبح	جناب علی احمد صاحب صابری بی اے	۵۳
۱۲	[illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible] لاہور	۵۴
۱۳	خاک پائے بوتراب	جناب [illegible] نظام امروہوی	۵۶
۱۴	خواجہ حافظ	جناب پیر غلام [illegible] صاحب [illegible] امرتسر	۵۷
۱۵	[illegible]	جناب چودھری [illegible] صاحب [illegible] حصار	۵۸
۱۶	[illegible]	جناب [illegible] صاحب [illegible]	۵۹
۱۷	[illegible]	جناب مولوی محمد فاروق صاحب مقیم [illegible]	۶۰
۱۸	[illegible]	جناب [illegible] نظام محمد صاحب [illegible]	۶۲
۱۹	[illegible]	. . . .	۶۳

یاران نظام المشائخ

اِس دفعہ میں صرف اُن حضرات کے اسمائے گرامی درج کرتا ہوں جو پچھلے مہینے میں بغیر کسی تحریک کے خود نظام المشائخ کے خریدار ہوئے ہیں۔ اگلے پرچہ میں اُن احباب کا بھی ذکر ہوگا جنہوں نے ۲ شوال کے بعد سے دوسروں کو خریدار بنایا ہے۔

خاکسار واحدی

جناب ڈاکٹر سید معین الدین احمد صاحب شفاخانہ مدھیپورہ
جناب حاجی شمشیر خانصاحب موضع سید میگھان
جناب سید سلیمان صاحب بمبئی
جناب عبد الرؤف صاحب خلیل بنگلوری
جناب ابو حامد سید محمد صاحب سکندرآباد دکن
جناب نذیر حسن صاحب نواب گنج
جناب جمعدار شجاعت حسین صاحب تھانہ ٹھاکر گنج
جناب مقبول الدین صاحب علوی مونگیر
جناب سید احکام اللہ صاحب برہانپور
جناب سندر سنگھ صاحب مدرس تلونڈی
جناب علی احمد صاحب مختار لکھیم پور آسام
جناب حافظ منظور احمد صاحب نواب گنج اچھاپور
جناب محمد رحمت اللہ صاحب شاکر قادری نظامی پونہ
جناب بی عبد الغفور صاحب مدرس
جناب منشی غلام قادر خانصاحب سب اورسیر قائم پور
جناب گل محمد صاحب گارڈ منماڑ
جناب محمد شہاب الدین صاحب گارڈ منماڑ
جناب عبد اللطیف خانصاحب بھوپال
جناب محمد محی الدین خانصاحب مقام نرنجنی
جناب محمد جعفر علی خانصاحب ماتوی
جناب احمد شریف صاحب تنقیح ساز حیدرآباد دکن
جناب عبد اللہ صاحب افضل گنج حیدرآباد دکن
جناب علی حسین صاحب پیانواں

جناب حکیم محمد نبی صاحب اعظم گڈھ
جناب محمد آصف الدین صاحب نائب محاسب چنگوپہ
جناب قاضی نجم الدین صاحب انعام دار گلبرگہ
جناب سید محمد احمد صاحب گلاوٹھی
جناب سید علی اختر صاحب جعفری مٹیر
جناب غوث محمد صاحب گھڑی ساز اودے پور
جناب محمد نعمت اللہ صاحب سب اورسیر ساجلی کمپ
جناب سید برکت علی شاہ صاحب مدرس منصورپور
جناب محمد عبد الجبار صاحب حیدرآباد دکن
جناب مستری چراغ الدین صاحب کوٹ خدایار
جناب سید مصطفٰے صاحب سورت
جناب محمد عبد العزیز خانصاحب حیدرآباد دکن
جناب سید محمد حسین صاحب حیدرآباد دکن
جناب محمد یامین صاحب اسسٹنٹ ماسٹر مدینرہ
جناب بابا میل صاحب ملکاپور
جناب گل حسین شاہ صاحب بوری بندر
جناب شاہ محمد آصف صاحب سب انسپکٹر شیخپورہ
جناب عبد الحی صاحب آگرہ
جناب فضل کریم صاحب طالب علم بہرایم
جناب شیخ داؤد صاحب ہیڈ کانسٹبل عمری
جناب منشی محمد عثمان علیخان صاحب کین کیو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

نور

(گزشتہ سے پیوستہ)

یھدی اللہ لنورہ من یشآء ۔ اللہ تعالی اپنے نور کی طرف ہدایت کرتا ہے جسکو وہ چاہتا ہے

اس آیت میں سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ نور کا مفہوم کیا ہے؟ اسی طرح حضرت نے آیۂ نور میں نور کی پانچ قسمیں ذکر فرمائی ہیں:۔

(۱) اللہ ۔ نور ذات ۔ لا یدرکہ الابصار ۔ وھو یدرک الابصار ۔

(۲) نور السمٰوٰت والارض ۔

(۳) نور ممثل ۔ قندیل (زجاجہ)

(۴) نور علی نور ۔ جسکے معنی ہیں نور معرفت ۔ جس سے نور ذات اور باقی انوار میں تمیز

ہو سکتی ہے۔

(۵) نوٹ ۹۔ اس اضافت نے جو تخصیص و لفریب پیدا کی ہے وہ قابل غور ہے عرفی معنی میں اسکو نور ہدایت کہا جائے گا،

نور ذات کے متعلق اتنا گزارش کرنا ضروری ہے کہ اسکو اللہ تعالی نے حجاب میں رکھا ہی گویا ادراک پر ٹھنڈی عینک چڑھا دی ہے۔ یہ ٹھنڈی عینک میرے خیال میں شرع محمدیؐ ہے ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔ اس عام حکم کا لازمی نتیجہ مسئلہ زیر بحث کے متعلق یہ نکلتا ہے کہ جتنا خدا تکو رسول نے دیا اتنا لیلو۔ اتنا ہی کافی ہے۔ اس سے زیادہ کی ہوس نہ کرو۔ شرع محمدیؐ نے اپنی طرف سے ایک خاص درجہ کا حجاب قائم کر دیا اس سے تحت کے پردے اٹھا دیئے ہیں۔ افعال وصفات وذات سب کا ذکر کیا ہے۔ لیکن جسقدر دماغ انسانی لے سکتا اور اُٹھا سکتا تھا اُتنا دے کر اور بتا کر آگے پردہ ڈال دیا۔ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا۔ لطف یہ ہے کہ جو روشنی آفتاب کے وجود کا ثبوت ہے وہی روشنی اُسکے دیکھنے میں مانع آتی ہے۔ جس شرع میں سوائے خدا پرستی اور خدا طلبی کے اور کچھ نہیں ہے۔ وہی شرع حجاب پیدا کرتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اس زندگی میں حجاب کا اُٹھنا اور اُٹھانا ناممکن ہے۔ اور خلاف فطرۃ ہے شمع کے اوپر شیشہ چڑھا دیا ہی شیشہ اور روشنی نظر آرہی ہے اور بقدر ضرورت ہر چیز پر روشنی پڑ رہی ہے مگر خود شمع نظر نہیں آتی۔ فاضل استاد کی فضیلت کا اس سے بہتر کوئی ثبوت نہیں کہ وہ شاگردوں کے فہم و استعداد کے مطابق تقریر کر سکے۔ اور اعلےٰ سے اعلےٰ مضامین اُنکے ذہن نشین کردے اور اس طرح کہ نہ کوئی بات رہجائے نہ مضمون کی دلچسپی و دلفریبی میں فرق آئے۔ شرع محمدیؐ نے اس زندگی کی ضروریات پوری کردیں۔ دوسری زندگی کا رستہ بتا دیا جس قدر تشنگی روح کو اس کالبد خاکی میں اور اس عالم فانی میں پیدا ہونی ممکن تھی۔ اُسکے رفع کرنے کا سامان بھی پیدا کر دیا۔ اگرچہ نور ذات کا صرف ایک پردہ اٹھایا یعنی توحید سکھائی۔

لیکن تشنگان وصال کے دلوں کو یہ تبرید بتا کر ٹھنڈا کیا۔ اور امید افزائی و حوصلہ آفرینی کا جلوہ دکھایا کہ فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا ۰ اور نہ صرف وعدۂ لقا پر اکتفا کیا بلکہ یہ بھی اپنے حبیبؐ سے کہوا دیا کہ

فاتبعونی یحببکم اللہ

نور السموات والارض۔ نور مثل۔ نور علی نور۔ کی تشریح پہلے نمبر میں گزارش ہو چکی ہے۔ اس نمبر میں نور کی قسم پنجم یعنی نور ہدایت سے بحث کی جائے گی اور بہ امداد الٰہی یہ ثابت کیا جائے گا کہ یہ نور افضل ترین مخلوقات الٰہی ہے۔ سب سے بڑا سب سے بلند پایہ اور سب سے مقدم ہے۔ وما توفیقی الا باللہ ؀

ہدایت کے عرفی معنی ہیں رجوع الی اللہ۔ رجوع کے واسطے راجع و مرجع کی ضرورت ہے۔ مرجع تو خدا ہے اور راجع بندہ۔ مگر رجوع کے لائق صفات جب تک نہوں اور وہ صفات مقبول راجع و مرجع نہ ہوں۔ رجوع ناممکن ہے۔ طلب ہدایت یعنی رجوع کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اگر رجوع ناممکن ہوتی تو تاکید نہ فرمائی جاتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ رجوع نہ صرف ممکن ہی ہے۔ بلکہ مرجع میں کوئی ایسی مقبولیت اور دلفریبی ہے کہ اسکی طرف رجوع کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ یہ صفات تھوڑا سا غور کرنیسے ظاہر ہو جائینگے۔

(۱) پہلی صفت جو رجوع کی طرف مؤید و ہادی ہوتی ہے وہ مرجع کے ساتھ قدیم واقفیت ہے۔ روح اسکو پہچانتی ہو۔ دل اسکو جانتا ہو۔ چشم مجازی نے اسکو دیکھا ہو عقل نے اسکا کلمہ پڑھا ہو اور نوع انسان نے اسکے فیض سے وقتاً فوقتاً بہرہ اندوزی کی ہو۔ اگر وحی و الہام و تحدیث و تاریخ و روایت کے متفرق معیاروں پر دیکھا جائے تو یہ صفت سوائے اس نور ہدایت کے جسکا نام نور محمدی ہے کسی اور چیز میں نہیں ہے روحوں نے اس کے جمال با نوال سے یوم میثاق میں فیض پایا اور عہد کیا کہ اس نور پہ ایمان لائینگے۔ اور آیندہ بھی مومن رہینگے۔ پھر عقول مکتسبہ پر ظاہر ہوا اور ان سے کلمہ پڑھوایا

پھر انبیاء و رُسل علیہم السلام کی حیات و ارشادسے ظاہر ہوتا رہا۔ اور سلسلۂ ہدایت مسلسل طور پر جاری رہا۔ سب سے آخر یہ نورِ ہدایت بطن آمنہؓ سے پیکر محمدی میں جلوہ گر ہوا۔ اور کافۃ الناس کو دعوت ہدایت و اسلام دی۔ اور چشم مجازی کو اپنے دیدار فیض آثار سے شرف اندوز زیارت کیا +

(۲) دوسری بڑی صفت اُسکی مقبولیت و دل آویزی ہے۔ مرجع کی اس صفت سے نسل انسان کو بتدریج آگاہی و آشنائی ہوتی ہے۔ اول نورِ ہدایت کو خلعت انسانی دیا جاتا ہے تاکہ ایک بشر کو دوسرے بشر دیکھیں۔ اپنے ہم جنس کی آواز و الفاظ کو دوسرا ہم جنس سنے۔ اُسکی روزمرہ کی زندگی کو دیکھے۔ اگر وہ بے عیب ظاہر ہو اور ہر پہلو سے معیار اخلاق پر پوری اُترے تو اُسکو دائرہ احترام کا مرکز بنالے۔ یہ معیار ہر ایک پیغمبر و رہنما و مصلح میں اُسکی قوم ڈھونڈھتی ہے۔ مگر یہ ادنیٰ درجہ کا معیار ہے۔ سوسائٹی جب اپنے مشترکہ معیار پر کسی سربرآوردہ قوم کے افعال و اخلاق کو جانچتی ہے تو اُسکا نتیجہ صرف اتنا ہوتا ہے کہ اُس فرد واحد کا عیب چیں کوئی نہیں رہتا۔ سب اُسکو صالح و صادق و امین مان لیتے ہیں۔ لیکن اس مرحلہ پر پہنچکر اعلےٰ طبائع اُسکو اپنے بلند معیار سے مطالعہ کرتی ہیں۔ اگر انکی کسوٹی پر وہ صرف اُن کے برابر اترتا ہے تو اسکو وہ اپنے گروہ میں شامل کرکے مشاہیر میں داخل کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اُن سے اعلیٰ و ارفع ثابت ہوتا ہے تو وہ بوجہ اپنی منصف فطرت کے اسکے احترام کے دائرہ کو وسیع کرتے ہیں۔ اب یہ شخص ملک و قوم میں وحید العصر شمار ہونے لگتا ہے +

اس کانٹے کی تول کے بعد فوائد مشبتہ کا وقت آتا ہے۔ قابل طبائع اُس کے وجود نورانی سے مستفید ہونا اور نورِ ہدایت حاصل کرنا شروع کرتی ہیں۔ وہ اُسکو اپنا نمونہ اور اسوۂ حسنہ بناتی ہیں۔ جو کچھ وہ کرتا ہے خود بھی وہی کرنے لگتی ہیں۔ اُس کے قول پر ایمان لاتی ہیں۔ اُسکے فعل کو اپنے واسطے دستور العمل قرار دیتی ہیں۔ اُس کے

متبع پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اُسکی خوشبو میں اپنی ہستی کو معطر کرتی ہیں۔ اُسکی روشنی سے اپنی ظلمت دور کرتی ہیں۔ یہ مرحلہ فتح قریب کا ہے۔ نور ہدایت کی روشنی قرب و جوار کو منور کرتی ہے۔ اور ایسا سکہ جماتی ہے کہ جو کوئی اُس نور کے دائرہ میں آگیا پھر باہر نہیں جاتا۔ اور اُسکے سوا دوسرے کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ یہ وہ ستارے ہیں جو چاند کے کنڈل سے باہر نہیں نکلتے۔ اس مرحلہ سے آگے بڑھکر فتح مبین کا وقت آتا ہے۔ اور یدخلون فی دین اللہ افواجًا کا ڈنکا بجتا ہے۔ ارض و سما۔ سنگ و شجر۔ دشت و جبل۔ ذراتِ زمیں۔ سیارگانِ فلک۔ حتیٰ کہ جملہ مخلوقات ہم آہنگ ہو کر کہتے ہیں کہ نشہد انک لرسول اللہ۔ لیکن باوجود اس خوش اعتقادی و خلوص کے وہ اُسکی شان کا پورا علم نہیں رکھتے۔ بجلی کے لیمپ کا شیشہ نظر آرہا ہے۔ بجلی نظر نہیں آتی۔ اُس شان کا علم خدا کو ہے دوسرے کو نہیں ع خدا سے پوچھئے شان محمدؐ +

(۳) تیسری صفت جو باعث رجوع ہوتی ہے وہ مجموعہ اخلاقی و روحانی طاقتوں کا ہے جن کو کسی فرد بشر میں اُسکے معاصرین مشاہدہ کرتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ خوارق عادات و معجزات اُس کے جلو میں چل رہے ہیں۔ اُن کو تجربہ ہو رہا ہے کہ جو کچھ اس بشر کی زبان فیض ترجمان سے نکلتا ہے وہ اثر پذیر ہوتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اس عظیم الشان بندے کی صحبت میں سوائے خدا کے اور کچھ نہیں ع

یا توئی یا بوئے تو یا ذکرِ حُسن روئے تو

وہ محسوس کرتے ہیں کہ اس پارس کے چھونے سے زنگ آلود لوہا بھی طلائے خالص بن جاتا ہے۔ اور تمام اخلاقی و روحانی کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں۔ اُس برگزیدہ بشر کو دیکھکر اُنکو یقین آجاتا ہے کہ خدا میں رہنا سب سے بڑی روحانیت ہے۔

سلہ ایک بزرگ نے حضور سید عالمؐ کو خواب میں دیکھا۔ جب جاگے تو آنکھ نہ کھولی کہ اب انکو دیکھکر پھر کسکو دیکھوں جبتک زندہ رہے آنکھیں بند رکھیں حتیٰ کہ موت آئی اور دیدۂ مشتاق کے کھلنے کی نوبت پہنچی۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

(۴) چوتھی صفت اسکی فطرت طاہرہ ہے مسلسل طور پر جناب آدم علیہ السلام سے اُسکے والدین تک اُسکا توالد ظاہری۔ اصلاب طاہرہ وارحام عاصمہ میں ہی تا چلا آتا ہی اُسکے وجودِ باجود کو دایہ فطرت اپنے آغوش میں پالتی ہے۔ بقول حافظ شیرازی رح ؎

پرورد بناز ترا در کنارِ حُسن ‏ ‏ ‏ دائم بلطف دایہ طبع از میان جاں

اُسکا دل و دماغ اس طرح پرورش پاتا ہے کہ معصیت اُسکے لیئے بالکل ناممکن ہوجاتی ہے۔ اُسکا ارادہ مطابق فطرت الٰہی ہوتا ہی۔ ارادے کا ظہور اُس قانون کے مطابق ہوتا ہے جسکے سکھانے کو وہ دنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اُسکا فعل عین مصلحت اور تمدن کا اعلےٰ درجہ کا سبق ہوتا ہی۔ اُسکا قول عین صدق ہوتا ہے۔ اُسکی دنیا عین دین ہوتی ہے

ما ضل صاحبکم وما غوی۔ وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ

(۵) اُسکی ہستی بشری اسقدر دل فریب ہوتی ہے کہ اپنی طرف مائل کرنے میں وہ مقناطیس کا حکم رکھتی ہے۔ اکثر اشخاص کو تجربہ ہوا ہوگا کہ اُنکو اپنے کسی محسن کی صورت خواہ کتنا ہی بدصورت ہو کتنی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ کوئی خوش الحان قاری اپنی قرأت سے آپکو وجد میں لارہا ہو۔ اُسکی شکل کیسی ہی ہو۔ آپ کو پڑھتے وقت اچھی معلوم ہوتی ہے کوئی خوش گلو کلاونت اس طرح گارہا ہو کہ آپ کو لطف آرہا ہو۔ اُسکا مُنہ پھاڑنا اور دانت دکھانا آپ کو کسی طرح بُرا نہیں معلوم ہوتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ خودغرضی سے دلاویزی بھی پیدا ہوجاتی ہے اور یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ مومنین و متبعین کو اُنس ہوجاتا ہے۔ اس لیئے صورت کو بھی دلکش سمجھ لیتے ہیں۔ یہ صورت یہاں نہیں ہے جس پیکر خاکی میں نور ہدایت جلوہ گر ہوتا ہے۔ اُسکو صانع ازلی اور خلاق حقیقی شروع ہی سے جامع صفات صوری و معنوی مخلوق کرتا ہے۔ وہ شخص حبیب اللہ ہوتا ہی جب پیدا کرنے والیکا حبیب ہو تو وہ قادر مطلق اُسکے حُسن ظاہری میں کیوں کوئی کسر رکھے۔ حُسن قدرت کا آئیڈیل (نمونہ) اوسا سمیں کوئی کور کسر باقی رہ جائے۔ خود

بنانے والے ہوں اور خود دیکھنے والے ہوں تو پھر کیوں بہتر سے بہتر نہ بنائیں ؎

آئینہ کو بناکے آئینہ گر
اپنی صورت کو پہلے دیکھتے ہیں

تم کو بناکر چھوڑ دی نقاش نے صورتگری
اے چہرۂ زیبائے تو رشک بتان آذری

ہر چند وصفت میکنم در حسن زاں بالاتری

صدق الحسان رضی اللہ تعالی عنہ۔ کانک قد خلقت کما تشاء

(۶) زندگی کے تعلقات میں اُسکا رویہ اسقدر بلند ہوتا ہے کہ اُسکی بلندی دوسروں کو بلند کرتی ہے۔ افعال اتنے صحیح تعلقات فطرت و تمدن پر ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ اُسکو اسوۂ حسنہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے۔ اور سوائے اتباع کے کسی کو کوئی اور چارہ نہیں رہتا اُسکے تمام افعال متعدی ہوتے ہیں۔ دیکھنے والے اُسکی خانگی زندگی کا اپنی خانگی زندگی میں اتباع کرتے ہیں۔ اور سنت کا ثواب لیتے ہیں۔ اور اُسکی عبادات و ریاضات کو دیکھکر خود بھی اُسکے نقش قدم پر چلتے اور تتجافی جنوبھم عن المضاجع کا خلعت پاتے ہیں +

(۷) اسکا خلق عظیم فطرت انسانی کو مسخر کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اُسکی تواضع وانکسار بڑے سے بڑے افتخار و تکبر پر اُسکا حلم سیاہ ترین ظلم پر۔ اُسکی دوستی کڑوی سے کڑوی دشمنی پر۔ اُسکی نیکی ہر قسم کی بدی پر غالب آتی ہے۔ اُسکے استغنا پر بادشاہوں کی آنکھ جھکجاتی ہے۔ اُسکا شیطان اُسکے ہاتھ پر مسلمان ہوجاتا ہے۔ اُسکی دنیا اُسکے دین کے زیر فرمان رہتی ہے۔ وہ من المھد الی اللحد خدا کا بندہ رہتا ہے۔ وبی یسمع وبی یبصر کا مقام عالی پاتا ہے۔ حتی کہ اُسکا وجود فطرت انسانی کے واسطے بہترین نمونہ بن جاتا ہے۔ اسلیئے مرجع انام ہوجاتا ہے۔

(۸) بہت سے انقلابات کا اُسکے زمانہ میں ظہور ہوتا ہے۔ بعض ان میں سے بغیر اُسکی وساطت کے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ بعض کا ظہور اُسکی ذات سے ہوتا ہے

۱۰ ل الذکر اُسکے علم بردار ہیں اور آخر الذکر اُسکے وجود کی روشنی ہیں۔ اور یہی نتیجہ خیز ہوتے ہیں۔ ایسے کہ تاریخ عالم پر انکا نشان ابدالآباد کے لیئے پڑھا جاتا ہے۔ جناب آمنہؓ کی نظر سے اگر بوقت ولادت حضرت سید عالمؐ نظری حجابات اُٹھ گئے یا کنگرہ قصر کسریٰ گر پڑا یا آتشکدۂ نمرود سرد ہوگیا یا ہبل سرنگوں ہوگیا تو ان کا اثر سوائے اس کے کہ چشم بینا اور گوش شنوا کے واسطے مدارات حیرت پیدا ہوئے اور کچھ نہیں۔ لیکن جن انقلابات کا قطع نظر خوارق عادات و معجزات کے ذات مرجع کائنات سے ظہور ہوا وہ تاریخ کے وسیع میدان میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ تمام قبائل عرب کے دلوں کا بدل جانا۔ تمام ملک کی قلب ماہیت ہوجانا۔ اصلاح تمدن سے لیکر اصلاح نفس و ایمان تک پہنچنا۔ محکومی و بدنظمی و بدمعاشگی کی مصیبت سے نکلکر حکومت و انتظام کا ایک وسیع خطہ میں پیدا ہوجانا۔ توہمات کا توحید سے مبدل ہونا۔ بت پرستی کی جگہ خدا پرستی کا دور دورہ ہوجانا۔ تاریکی دور ہوکر روشنی کا جلوہ گر ہونا۔ خلاصہ یہ کہ ہر قسم کی ونارت و خواری سے نکلکر تمام اقوام عالم میں علوی مرتبت پانا۔ اور ان تمام مرحلات کا بہت جلدی طے ہوجانا۔ نہ صرف صفحات تاریخ میں ایک لاجواب اور بے نظیر واقعہ ہے بلکہ صاحب انقلاب کو مرجع و مآب بنانے میں بہت سریع الاثر ثابت ہوتے ہیں۔ کیا تاریخ عالم پھر سے اس دعوے کی تردید کرسکتی ہے؟ +

(۹) ایک اور تخصیص جو موجب رجوع ہوتی ہے یہ ہے کہ یہ مرکز رجوع علم ظاہری سے مستغنی ہوتا ہے اور باوجود امی ہونے کے اُسکا علم حقیقت اتنا وسیع و عمیق ہوتا ہے کہ فوراً صحیح نتیجہ پر رہنمائی کرنا اسکو اتنا ہی آسان ہے جتنا کسی جاہل ان پڑھ کندہ ناتراش کے واسطے ناممکن ہے۔ تعمیم و تخصیص دونوں اس تلمیذ الرحمٰن کے تابعدار ہوتی ہیں۔ اسکا تشریح کرنے والا دماغ بغیر کسی طویل و پیچیدہ عمل کے حقیقت مطلوبہ پر پہنچ جاتا ہے۔ فلسفہ و طبعیات اس علم لدنی کے آگے سامنے ہیچ ثابت ہوتے ہیں دنیا

میں وہ ایسے قوائے عقلی و اخلاقی لیکر آتا ہے کہ اس سے زیادہ اُن کی توسیع ناممکن ہوتی ہے۔ ہر شخص تحصیل علم کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ علم خود اُن کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ کیونکہ دنیا جوں جوں علم و معلومات میں ترقی کرتی جاتی ہے۔ [illegible] اُسکے احکام و ارشادات و مصالح کو تسلیم کرتی اور اُنکے مفید ہونے کا اقرار کرتی جاتی ہے۔ گویا یہ شخص (روحی فداہ) نسل انسان کا سب سے بڑا محقق و رازدانِ فطرت ہوتا ہے ۔۔

(۱۰) ایک اور صفت جو اُسکو مرجع خلائق بناتی ہے یہ بھی ہے کہ اُسکی تعلیم اتنی عام ہوتی ہے کہ ہر طبقہ و ہر دماغ کا آدمی اُس سے مستفید ہو سکتا ہے "لا یستغنی عنہ العالم المنتھی و یستفید منہ الطالب المبتدی"۔ ایک فقط کلمہ پڑھ لے گا۔ دوسرا نفی و اثبات کا اسی کلمہ سے لطف اُٹھائیگا۔ تیسرا توحید ایمانی کا دم بھریگا چوتھا توحید مطلق کے اسرار میں وجد کرے گا۔ وقس علی ھذا ۔

رازِ نہاں کو دیا عارف و عامی پہ فاش ۔۔۔ ایک کو سمجھا دیا۔ ایک کو دکھلا دیا

یہ تعلیم ہر شخص کی دنیاوی زندگی اور روحانی تجسمات پر حاوی ہوتی ہے۔ اور بوجہ اپنی صداقت اور تعمیم افادت کے اسقدر عمیق الاثر ہوتی ہے کہ اُسکا تصرف بعد رحلت معلم بھی ایسا ہی رہتا ہے جیسا کہ اُسکی حیات میں ہوتا ہے۔ اسیکا نام بلحاظ تعلیم کے حیات النبی ہے۔ تاریخ بلا خوف تردید گواہی دے رہی ہے کہ ہر ایک پیغمبر کا دین اُنکے بعد پھیلا اور مقبول ہوا ہے۔ اور بعض ایسے ہی کامیاب اور پُرجوش حامی و معلم اُن کی تعلیم کے اُن کے بعد پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جیسا کہ اُنکی حیات میں ہوئے ہیں۔ یہ روشنی ابد الآباد تک جاری رہے گی۔ اور اُسکی کشش ہمیشہ عقل و نفس و روح کو اپنی طرف بلاتی رہے گی۔ نہ اُسکو کسی حکومت کی امداد کی ضرورت ہوگی۔ نہ انجمنوں کی نہ سماجوں کی نہ مشنوں کی۔ اُس تعلیم کی اپنی روشنی اُسکے تمام ہستی کے واسطے کافی ہے۔ واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون

(۱۱) ایک اور عظیم الشان صفت اس شبیہ صفات حسنہ میں یہ ہوتی ہے کہ اُس کو اپنے گروہ کے ساتھ ایسی رحمت ورافت ہوتی ہے۔ جیسے پرند کی مادہ کو اپنے بچہ کے ساتھ۔ جب تک بچہ کے پروبال نہیں نکلتے۔ مادہ اُسکو اپنے پروں میں چھپا کر گرم رکھتی ہے تمام خطرات ومصائب سے جو اُسکے قیام حیات میں عارج آنے والے ہوتے ہیں خود سینہ سپر ہوتی ہے۔ دانہ کھا کر آتی ہے۔ بچہ کو بھراتی ہے۔ چونچ میں پانی لاتی ہے بچہ کو پلاتی ہے۔ جب بچہ انڈے میں سے نکلتا ہے تو گھونسلے کے سخت تنکوں کو باہر پھینکدیتی ہے۔ جب بچہ اُڑنے لگتا ہے تو ساتھ ساتھ اُڑکر اُسے اُڑنا سکھاتی ہے وغیرہ۔ یہی کیفیت اس حامی اُمت۔ ملجا وماوائے بیکسان۔ دستگیر افتادگان۔ رہنمائے گم گشتگان کی ہوتی ہے۔ عالم وجود میں ظاہر ہوکر اُسکے ہونٹوں پر پہلا لفظ اُمتی اُمتی کا ہوتا ہے۔ اور جب اس خاکدان کو اپنے وجود با جود سے خالی کرتا ہے تو اُمتی اُمتی کہتا ہوا رخصت ہوتا ہے۔ زیادہ بیکسوں کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔ زیادہ گنہگاروں کی زیادہ مغفرت مانگتا ہے۔ اُسکی فطرت کو ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ واخفض جناحک للمسلمین ۔ اس کی تعمیل وہ اس طرح کرتا ہے کہ خود صاحب ارشاد فرماتا ہے۔ کہ

لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤف الرحیم

وارسی خیال پرسش عشاق بے نوا گویا کہ بوسے صدق ازاں شان شنیدہ

جب ادہر سے اتنی شفقت ہو تو کونسا بشر ہے جو رجوع تو درکنار۔ دل وجان تصدق کرنے پر آمادہ نہو گا۔

دل یہ کہتا ہے کہ میں صدقے ہوں سبقت کیکے جان کہتی ہے کہ میں پہلے ہوں قربان رسول

صائب چہ ذرہ است کہ جان را فدا کند ای صد ہزار جان گرامی فدائے تو

غور کرنیسے ہزاروں صفات ایسی اور بھی ظاہر ہونگی۔ جنسے معلوم ہوگا کہ کثرت صفات حسنہ جس ایک فرد واحد کی ذات میں جمع ہوں وہ ہر طرح سے نوع بشر کے سب سے زیادہ

احترام و اتباع کے لائق ہے۔ تاریخ عالم کے مطالعہ کرنے والے کو اعتراف کرنا پڑیگا
کہ اُسکو کوئی نام اتنا بڑا صفحاتِ تاریخ میں نہیں ملا جتنا کہ محمد ہے۔ اُسکے نور کی
قدامت اضافی اُسکے دعوے و بیان اور اُسکی تعلیم اور اُسکے علوِ مرتبت سے ظاہر ہے
افضلیت تمام کائنات پر اُسکی حیات طیبہ اُسکے حُسن فطرت اسکی تادیب الٰہی سے
ثابت ہے۔ ادّبنی ربی فاحسن تادیبی۔ فعلمنی علم السمٰوٰت والارض +

ایسے فردِ طاہر و مطہر میں جب اسباب رجوع اسقدر جمع ہوں وہ کس طرح مرجع
عام و خاص و خاص الخاص نہو۔ ملائکہ اُسکی صفاتِ ملکوتی پر کیوں نہ شیدا ہوں۔ اور
کروبیاں اُسکی خدا پرستی کا کیوں نہ اعتراف کریں۔ اور کائنات اُسکو کس طرح مرکز فطرت تسلیم
نہ کرے۔ پس جس طرح آیۂ نور کا مطلب یہ ہے کہ من اللہ نور السمٰوٰت والارض۔ اسی طرح
نورِ ہدایت سے مراد ذات پاک خلاصہ موجودات۔ سلالۂ کائنات۔ الذی اسمہٗ فی السماء
احمدُ وفی الارض محمدٌ ہے۔ اور جس کسی پر عنایات ایزدی بفحوائے۔ یھدی اللہ
لنورہٖ من یشاء۔ سایہ فگن ہوتی ہیں۔ اُسکو اللہ جل شانہ اپنے سراج منیر بشیر و نذیر
کا دروازہ دکھاتا ہے اور اسکو توفیق دیتا ہے کہ وہ اپنی جسم و جان حسرت و ارمان۔
خطرات و جذبات سب کچھ اُسکی دہلیز پر قربان کرے ؎

زہر سوئے بیا سوئے محمد شو محمد شو ولا خاک رہ کوئے محمد شو محمد شو
اسیر حلقۂ موئے محمد شو محمد شو تجرد پیشہ گیر از قید عالم وارہاں خود را

اھدنا الصراط المستقیم صراط رسولک نور السمٰوٰت والارضین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین +

محمد اشرف گورگانی
از جے پور

تحفہ

الاسلام والمسلم

نخل قدرت گل وحدت۔ ثمر نبوت۔ بہار رسالت۔ نور ہستی۔ شمع پستی۔ مقصد کائنات۔ غایت موجودات۔ روح یقین۔ جوہر تسکین۔ حاذبہ ربانی۔ حاشہ روحانی عہد ازل۔ حیات ابد۔ خمار باقی۔ شراب صافی۔ یہ سب ایک معنوں کے مختلف عنوان اور ایک حقیقت کے متعدد آثار ہیں۔ عنوان میں جو پہلا لفظ دکھائی دیتا ہے وہ کتاب ہستی کا دیباچہ ہے۔ اور صحیفۂ فطرت کا سرورق نہیں وہ سلامتی ہے۔ نجات ہے۔ سالمت ہے وفاق ہے۔ اتحاد ہے اخلاص ہے +

یاایھا الذین امنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ۔ اے یقین والو سب سلم ہو جاؤ۔ یا سلامتی میں آجاؤ۔ یا متحد ہو جاؤ

لغت میں گردن نہادن بہ طاعت کو اسلام کہتے ہیں۔ مگر حقیقت طاعت محتاج وضاحت ہے۔ کائنات میں تمام انواع علویہ و سفلیہ ایک مقصد خاص کے واسطے مخلوق ہیں اور وہ اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ سب انسان کے غاشیہ بردار اور حلقہ بگوش ہوں۔ کائنات سفلی کس قطار و شمار میں ہے۔ اجرام علوی انسان کے خادم دیرینہ اور انسانی خدمتگزاری اُن کا مایۂ ناز ہے۔ عالم اپنی تمام ظاہری و باطنی قوتوں کے ساتھ انسان کے لیئے اور انسان مع اپنی روحانی اور مادی قوتوں کے حضرت رب العزت کیواسطے ہے۔ یا یوں کہو کہ کائنات انسان کی سلم ہے اور انسان خدا کا مسلم +

خلق لکم ما فی الارض جمیعًا ۔ جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لیئے پیدا کیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

انسانیت ایک فطرت صالحہ ہے جو مجلے بالطبع ہونے پر ایک بالاتر ہستی کیطرف منجذب اور اُسکے جلال و جبروت سے مرعوب ہے۔ اور جدائی حالت کا احساس گویہ زنی

موانعات اور خارجی اثرات سے کتنا ہی مختلف کیوں نہو مگر ایک مذہبی انسان سے لیکر ایک لامذہب تک اور ایک مہذب سے لیکر ایک وحشی تک میں بیش و کم ہے۔

یہ جاہلانہ ضد ہے کہ موانعات فطرت کو دو سے بغیر اُس اندرونی تحریک سے انکار کیا جاتا ہے جو دیگر وجدانیات کی طرح عام طور پر محسوس ہو۔ کیا وہ مریض جسکی اشتہا کثرت مواد ردیہ سے مرگئی ہو یہ حق رکھتا ہے کہ بھوک کے عالمگیر جذبے سے انکار کرسکے؟

انسان مذہب کو لیکر پیدا ہوا۔ اور غالباً اپنی ناسوتی خلقت سے قبل بھی خالص مذہبی اور پکا مسلم تھا۔

نشاں بر تخت ہستی نہ بود از عالم و آدم ۔۔۔ کہ دل در مکتب عشق از تمنائے تو مے بردم

اُس کا عہد عبودیت آج کا نہیں۔ بہت قدیم ہے۔ اسکا اقرار ربوبیت کوئی نئی بات نہیں عمل دیرینہ ہے۔

واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم جب کہ بنی آدم (یا آدم) سے اُسکی نسل کو نکالا۔ اور ذریتھم و اشھدھم علی انفسھم ۔ ہم نے دریافت کیا کہ میں تمہارا رب نہیں ہوں تو انہوں نے الست بربکم قالوا بلیٰ شھدنا۔ کہا ہاں۔ شہادت دیتے ہیں کہ تو ہمارا رب ہے۔

جو مذہب کو غیر فطری تحریک سمجھتا ہے کا ترقی یافتہ عمل بتاکر آزاد ہونا چاہتا ہے کیا دیانت طبعیہ کی کڑیاں بھی اپنے گلے سے نکال سکتا ہے؟ جو صرف قانونی تمدیدات اور سیاسی اعمال کو بقائے تمدن اور قیام امن کا ذمہ دار جانتا ہے وہ نہ صرف واقعات سے چشم پوشی کرتا ہے بلکہ دنیا سے اُس مستحکم حکومت کو اٹھانا چاہتا ہے جس کا ہاتھ اُس وقت بھی کام کرتا ہے جبکہ قانونی خطرات سے انسان بالکل آزاد ہوتا ہے۔ اسکو مذہبی انسانوں کے لامذہبانہ افعال نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ وہ برائے نام مسلموں کی بدعملیوں سے یہ خیال کرتا ہے۔ کہ مذہب تمدن کے واسطے ایک مہیب خطرہ ہے

مگر یہ یا اُسکی مغالطہ بازی ہے یا غلط اندیشی ہے۔ وہ آثار طبعی اور آثار خارجی میں فرق نہیں کرسکتا۔ وہ موانعات فطرت کے نتائج کو دیکھکر مذہب سے بدظن ہے۔ وہ حقیقتہً لامذہب اور نما مذہبی انسانوں کے جرائم اخلاقی کا ذمہ دار مذہب کو جانتا ہے۔ کاش وہ بیرونی اثرات کو اپنے دل سے کچھ ہٹاتا اور مذہب کی ملکوتی قوت کو ابلیسی اثرات پر غالب کرتا تو پھر وہ دیکھ لیتا کہ صرف مذہب تہذیب و تمدن۔ فلاح اور صلاح کی یکجا قوت اپنے پاس رکھتا ہے اور اُسدم بھی انسان اُسکی حکومت سے آزاد نہیں ہو سکتا۔ جب کہ وہ قانونی گرفت سے باہر اور انتقام کی زد سے محفوظ ہو۔ بجائے دھوکے باز مذہبی اشخاص کے اُسے بانیان مذاہب کی لائف پر منصفانہ طور سے غور کرنا چاہیئے اور خالص مسلموں کے اعمال پر نظر کرنا ضروری ہے جس سے وہ معلوم کرسکیگا کہ مذہب اور پھر مذاہب میں بھی حقیقی مذہب (اسلام) کیا اصلاح تمدن کی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے ؟

اسلام ایک روحانی جذبہ ہے جو مادیت کے زور سے کمزور۔ اسلام ایک باطنی تحریک ہے جو ظاہری اور خارجی تحریکات کی زیادتی اور قوت سے ضعیف ہو جاتا ہے۔ تاہم چونکہ جذبہ طبعی ہے۔ اسلیئے جب غیر فطری آثار کمزور ہوتے ہیں وہ کچھ نہ کچھ اُبھر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک لامذہب میں بھی کچھ نہ کچھ اور کبھی نہ کبھی یہ احساس مذہبی ظاہر ہو جاتا ہے خصوصاً اسوقت جب کہ مادیات سے مایوسی اور حیات سے ناامیدی ہو ؎

جب لیتے ہیں گھیر تری قدرت کے ظہور ۔۔۔ منکر بھی پکار اُٹھتے ہیں تجکو مجبور

اسی طرح ایک وحشی میں بھی یہ تحریک حجاب فطرت پرستی میں پوشیدہ ہے۔ مگر ایک موحد خالص اور مسلم کامل میں بے پردہ پوری طاقت کے ساتھ کارفرما اور بانیانِ مذاہب میں بلاآمیزش توہمات اور بغیر خلط اخلاط کے عمل پیرا تھی۔ اور اسی باعث سے اُنکی حیات طیبہ عالم انسانیت کا اسوہ حسنہ اور اُنکی روحانی تعلیمات حیات ابدی کا بیمہ تھی +

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ بیشک تمہارے واسطے رسول خدا میں خیر کا نمونہ ہو ٭

اسلام کی کامل ترین شکل

امم اولین و آخرین میں کون سا ہے جو نجات اور قبولیت کو اپنے دین و آئین کیش و ملت کی پابندی پر منحصر نہ سمجھتا ہو ۔ گو خود اُن مذاہب کا یہ دعوے نہ ہو مگر پیروان مذاہب اسی کے سر ہو رہے ہیں کہ ہمارے مسلک خاص کی پابندی ضمانت نجات ہے یہ دعوے کتنے ہی غلط کیوں نہ ہوں مگر کچھ نہ کچھ صداقت کا پہلو بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں ۔

اطاعت و انقیاد الٰہی ہر مذہب کا کم و بیش منتہے بصر ہے ۔ ہر پابند ملت اُس اندرونی تحریک کو اپنے ضمیر میں محسوس کرتا ہے جو اُسکی غیر فانی روح کا قوی تر جذبہ ہے ۔ اس عالمگیر تحریک کے لحاظ سے اسلام ادیان عالم کا قدر مشترک ہے ۔ یہ دوسری بات ہے کہ تنزیہ و تشبیہ توحید اور تشریک کا فرق ہو اور کمال اور نقصان کا تفاوت ٭

کتب سماوی و غیر سماوی میں قرآن حکیم واحد صحیفہ فطرت ہے جو قوانین عبودیت و اصول اطاعت کی مکمل مجموعہ اور الہامی ذخائر کا خلاصہ نہیں بلکہ ابدی مذہب کا ناقابل تنسیخ دستور العمل ہے ۔ قرآن کریم سے جو قبل تھا مختص الوقت اور مختص المقام تھا جو اُسکے بعد ہے وہ اُسی کا اقتباس ہے ۔ اور وہ بھی ناقص ٭

مذہبی صحائف میں صرف قرآن حکیم مقصد تخلیق انسان پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتا ہے ۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ہم نے جن اور انسان کو صرف اسلئے پیدا کیا کہ وہ عبادت گزار ہوں جسکا منشا یہ ہے کہ عبادت و اطاعت تعظیم و ہیبت عشق و محبت الٰہی روح انسان کا فطری اقتضا ہے ۔ متوجہ کی تکلیف کوئی بیرونی تحریک نہیں بلکہ جاذبہ تعبیہ کی تکمیل ہے علم الاقوام کی تحقیقات اس امر عام کی ناقابل تردید شہادت ہیں جن اقوام کے سر و زیر مذہب کا

آفتاب کبھی نہیں چمکا وہاں بھی ایک بالاتر ہستی کی عظمت مظاہر پرستی کی صورت میں مسلط ہے اور کچھ رسوم و آئین بھی اُسکے راضی رکھنے کے واسطے قائم ہیں۔ بادل کی گرج برق کی چمک صاعقہ کی کڑک۔ پہاڑوں کی بلندی سمندر کا تلاطم طوفانی ہلچل و زلزلات ارضی میں ایک غیبی قوت کے تصرفات سمجھے جاتے ہیں۔ مذہب کے تخم سے کوئی سرزمین فطرت خالی نہیں البتہ اس تخم کا نشوونما اس الہامی بارش پر منحصر رہا ہے جو انسانی پیدائش کے ساتھ حصص ارضی کو ہمیشہ سیراب کرتی رہی +

وان من امة الا خلا فیہا نذیر۔ کوئی امت ایسی نہیں جسمیں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو +

اگر مادی ترقیات خاص خاص دماغوں کی ایجادات اور جدید اکتشافات مادی الہامات کے نتائج ہیں تو مذہبی نوامیس اور روحانی قوانین اُن نفوس زکیہ اور ارواح قدسیہ علوا لدنیہ اور اسرار وہبیہ ہیں جنسے دانۂ فطرت اُگا۔ بڑھا۔ پھولا۔ پھلا اور کمال تمدن میں ایک باغ سدا بہار بن گیا ؎

نادیدہ جمال او مہرش بدلم سرزد ناکاشتہ مہر دیدیک دانہ چنیں باید

قدرت کا عالمگیر قانون مادیات اور روحانیات دونوں میں یکساں عمل پیرا ہے۔ ہر مادی تحریک الہام طبعی کی پابند اور اسکا ارتقا کسی خاص نمونے کا ضرورتمند۔ اسی طرح روحانی جذبہ الہام خفی کا نتیجہ اور اُسکا ارتقا ایک ایسے نمونے کا محتاج جو دوسروں کو اپنے نقش قدم پر چلانیکے واسطے منجانب اللہ مبعوث ہوتا ہے۔ بیشک اگر ایک دست قدرت کائنات میں عمل پیرا ہے۔ اور انسانی ذمہ داریاں انواع حیوانات سے مرتفع اور ممتاز ہیں تو اس رابطۂ باطن کے ماننے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا جو انسان کو اس غیبی طاقت کے ساتھ ہے جسکا فیض ہستی بلاواسطہ اور بالواسطہ زندگی بخش حقائق حاضرہ و موجودات غیبیہ ہے +

افراد نوع انسانی جب قوائے طبعیہ و عقلیہ میں مساوی الدرجہ نہیں تو اس رابطۂ ازلی میں بھی

باہم متفاوت ہیں۔ اور اُنکے روحانی احساسات مختلف المراتب ہیں۔ عام طور پر وہی مردہ دل ہیں۔ جنکی روحانی قوائے کو بہیمی طاقتوں نے دبوچ رکھا ہی۔ اور اُنکی کمزور روحانی خلقت مادی اثرات سے غیر معمولی طور پر متاثر ہو چکی ہے۔ لیکن انہیں افراد نوع میں وہ ذو کامل الانسانیت بھی تھے جو مادیت کی بڑی بڑی طاقتوں سے بھی متاثر نہ ہو سکے یہانتک کہ عالم غیب کے اسرار مخفیہ اور دقائق فطرت کو اپنے سینہ میں لیکر رہنمائے عالم اور معلم اعظم بن گئے۔

مذہبی نشو و نما کی تاریخ میں بانیان مذاہب کی زندگی کا مطالعہ بہت غور کے ساتھ کرنا ہوگا۔ اور انکی یہ ممتاز خصوصیت تسلیم کرنی ہوگی کہ وہ کثرت پرستی میں وحدت پرستی تجسیم و تشبیہ میں تنزیہ اور تقدیس کی زلزلہ خیز آواز بلند کرتے ہیں۔ اور جبکہ قوم یا ملک جراثیم مادیہ سے نوبت ہلاکت پر پہنچ جاتا ہے اور بداخلاقی کی مہلک وبا چھا جاتی ہی تو خدا کی کوئی حجت اُٹھکر رحمت عامہ کو آشکار کر دیتی ہے۔ اور اپنی قوم کو روحانی تباہی اور خوفناک بربادی سے بچا لیتی ہے۔ یہ وقت کے خود پیرو نہیں ہوتے بلکہ وقت انکا متبع ہوتا ہے۔ یہ زمانہ کے قدم پر نہیں چلتے بلکہ زمانہ انکے نقش پا پر چلتا ہی۔ یہ دوسروں سے اپنا علاج نہیں کراتے بلکہ خود اوروں کے چارہ گر اور چارہ ساز ہوتے ہیں۔ یہ کسی کے آگے زانوئے شاگردی نہیں جھکاتے بلکہ دوسروں کو انکی روحانی تعلیم قبول کرنی پڑتی ہے۔ الغرض وہ ابن الوقت نہیں بلکہ پیدا ہوتے ہی ابو الوقت ہوتے ہیں جنکی تقلید میں حیات ابدی مضمر اور جن کی مخالفت میں روحانی موت مستتر ہوتی ہی۔

مذاہب کا ارتقا بانیان ملل کے کمالات علمی و عملی سے خصوصیات زمانی و مکانی سے وابستہ ہی۔ دنیا جب بالکل گنوارپنے میں تھی اُسوقت بھی مذہب تھا۔ مگر شیر خوار تھا جب تمدن گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔ اُسوقت بھی مذہب تھا۔ مگر عہد طفولیت میں تھا۔ جب سویلائزیشن اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا۔ اُسوقت مذہب کی نابھی مضبوط ہونے لگی۔ لو

جوں جوں شقاوت و جرائم کی نفسانیت کی وجہ سے ترقی ہوئی۔ انبیاء کے قوانین سعادت بھی مکمل اور اساس میں تلی زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ جب بر و بحر میں فساد پیدا ہوگیا۔ ہر ممکن بدعقیدگی ہر ممکن بداخلاقی ہر ممکن مرض روحانی لاحق ہوگیا تو مذہب بھی اپنے شباب کامل کے ساتھ بزم عالم میں ایک ام الکتاب لیکر آپہنچا +

قولوا آمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون

تم کہو کہ ہم خدا اور قرآن پر ایمان لائے اور اُن صحائف اور کتابوں پر بھی جو ابراہیم اسمٰعیل۔ اسحٰق۔ یعقوب اور نسل یعقوب پر نازل ہوئے اور جو موسیٰ اور عیسیٰ و دیگر انبیاء کو خدا کی طرف سے ملا۔ ہم نبوت میں کوئی فرق نہیں کرتے اور سب کو مانتے ہیں +

مگر جب نور آفتاب میں چاند کی ضرورت نہیں رہتی۔ جب بجلی کی روشنی میں چراغ کی ٹمٹماہٹ بیکار ہے۔ جب موسلادھار بارش میں چاہات سے آبپاشی بند ہوجاتی ہے۔ جب باد بہاری کے جھونکوں سے ہوائی پنکھے بیفائدہ ہوجاتے ہیں تو ایک مکمل مذہب کے سامنے وہ تمام ادیان سابقہ نقش غلط اور چراغ مردہ ہوگئے۔ جن کے الہامی خال و خط پر انسانی رنگ و روغن بھی بدقسمتی سے چڑھ گیا ہے +

سل بنی اسرائیل کم آتینٰھم من آیۃ بینۃ ومن یبدل نعمۃ اللہ من بعد ما جاءتہ فان اللہ شدید العقاب ۰

بنی اسرائیل سے دریافت کر کہ میں نے کتنی ظاہر نشانیاں اُن کو دیں۔ اور جو خدا کی نعمتوں کو بدل دیتا ہے تو اللہ سخت عذاب والا ہے +

یحرفون الکلم عن مواضعہ ثم یقولون ھذا من عند اللہ +

کلمات کو اپنی جگہ سے بدل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے +

اگر یہ تھیوری درجہ یقین پر پہنچ گئی ہوتی کہ انسان ہر طور سے کائنات کی ارتقائی تکمیل ہے تو مثالاً ہم یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ جس طرح انسان موالید ثلاثہ کی ترقی یافتہ شکل ہے

اُسی طرح ملت ابراہیمی کی کامل تر صورت مذہب اسلام ہے ۔

ہمیشہ کامل کے سامنے ناقص اشیاء بیکار ہوجاتی ہیں۔ اسلیئے اسلام کی موجودگی میں وہ اگلی روشنیاں بجھ گئیں جن میں باطل پرستی کا دُھواں بھی شریک ہوگیا ہے اس سیئے بحالت موجودہ اُنکو اسلام یا دین الفطرت کہنا ہی دین الٰہی کی توہین ہے اور بجز ملت بیضاء مصطفویہ کے اب حقیقۃً کوئی اسلام نہیں ۔

ان الدین عند اللہ الاسلام	بیشک دین خدا کے نزدیک اسلام ہے ۔
ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ	جو اسلام کے سوا کسی دین کو قبول کرے وہ مقبول نہ ہوگا ۔

یہی اسلام غایت آفرینش آدمؑ ۔ مقصدِ دعوتِ نوحؑ ۔ مآل خلت ابراہیمؑ ۔ حاصل محامدات موسےؑ نتیجہ مساعی عیسےؑ اور انجام بعثت خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ علیہم التحیۃ والثناء ہے بنائے مرکز توحید کے وقت جس رحمتِ کاملہ نے امام المسلمین حضرت ابراہیمؑ سے یہ مقبول دعا کرائی تھی ۔

ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امۃ مسلمۃ لک . وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم اٰیٰتک ویعلمہم الکتب و الحکمۃ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم ۔	اے رب ہمارے ہمیں اپنا مطیع بنا اور ہماری گروہ کو بھی اور ہمیں احکام بتا اور ہماری توبہ قبول کر اور ان میں ایک رسول مبعوث کر جو تیری آیات کو پڑھے اور کتاب و حکمت سکھائے اور اُن کو پاک کرے ۔ بیشک تو غالب حکمت والا ہے

اُسی نے حضرت ابراہیمؑ کے سپوت فرزند کی زبان سے کئی ہزار سال بعد یہ بھی کہلا دیا

ومن یرغب عن ملۃ ابرھیم الا من سفہ نفسہ ولقد اصطفینہ فی الدنیا وانہ فی الاخرۃ	مذہب ابراہیمی سے کوئی نہ پھرے گا مگر بے وقوف بیشک ہم نے اُسے دنیا میں برگزیدہ بنایا اور وہ آخرت میں

لمن الصلحین ، صالحین سے ہی +

آغاز تمدن میں نوامیس آلہیہ کی وہ ابتدائی صورتیں تھیں جو کبھی سینا کی روشنی میں اور کبھی سعیر کی چمک میں ظاہر ہوئیں مگر انکی مختتم اور منتظم شکل وہ تھی جو حرا کے غار سے رعد کی گرج اور صاعقے کی کڑک کے ساتھ نکلی اور قیامت کے سونے والوں کو جگا دیا نہیں بلکہ ہمیشہ کے واسطے ہوشیار کر دیا +

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔	آج ہمنے تمہارے دین کو پورا کر دیا ۔ اور اپنی نعمتوں کو بھی تمام کر دیا اور پسند کیا ہم کہ اسلام تمہارا دین ہو ،

درجات اسلام

طاعت کاملہ کے واسطے تعظیم بلا شرکت کی ضرورت ہی ۔ یہ اول درجہ کا کفران نعمت ہے کہ ایک توانا ہستی کے ذات صفات ہیبت و محبت میں طاغوت باطل کو شریک و سہیم سمجھا جائے یا کمال غفلت سے اُسکے انکار میں لب کشائی کیجائے جسکا اقرار ناطقہ باطن کا وظیفہ قدیم ہے ۔ ملاحدہ و مشرکین اپنے جہل مرکب سے اُسی چیز کا استیصال کرنا چاہتے ہیں جو سبب طاعۃ اللہ ہے ۔ وجہ عبودیت یکتائی ذات و صفات ہی ۔ سبب محبت کمالات ذاتی و صفاتی ہیں مگر متکبرین خدا اصنام پرستان و ہر و مشرکین اوصاف انکار یا تشریک سے اُس علت کو مٹا دیتے ہیں جس سے عبدیت اور معبودیت کا رشتہ مضبوط اور مستحکم ہوتا ہے +

اولئک کالانعام بل ھم اضل + وہ مثل چوپایوں کے ہیں بلکہ انسے بھی زیادہ گمراہ +

لیکن جب انسان سچائی کے ساتھ تعظیم بلا شرکت کے واسطے جھک گیا تو انکار کی قوتیں بھی اندر ہی اندر کام کرتی رہیں تو اس درجہ کا نام اسلام شریعت قرار پایا جس کے اہمات اعظم ارکان خمسہ اسلام ہیں ۔ ایک اقرار زبانی اور انکار قلبی کی عیارانہ صورت تھی

جو شروع سے آجتک اسلام اور مسلمین کے واسطے سخت خطرہ رہی۔ یہ کفر اسلام نما ہے جو کفر اور شرک سے بھی خوفناک ہے اور یہ حزب المنافقین ہے جس نے چھپ چھپ کر ہمیشہ مذہب کی جڑ کاٹی ٭

یخٰدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسہم وما یشعرون ٭	اللہ اور مسلمانوں کو دہوکا دینا چاہتے ہیں حالانکہ خود فریب خوردہ ہیں اور نہیں جانتے ٭

اسلام شریعت کی ایک ترقی یافتہ صورت اور بھی ہے جو ظاہراً کفر سے مشابہ اور باطناً سچا اسلام ہے۔ اِس درجہ میں غلبۂ عشق وزیادتی سکر سے بعض شطحیات کا بلاقصد ظہور ہو جاتا ہے۔ مگر اِس کفر نما اسلام پر زاہدان خشک کی طاعت صدسالہ تصدق اِس لیے کہ اُس میں انکار کی قوتیں مرچکی ہیں۔ اور شعلۂ عشق خاشاک غیر کو جلاکر خاک سیاہ کرچکا ہے۔ یہ قول نہایت صحیح ہے۔ "کفر طریقت بہ از اسلام شریعت" ٭

لا یؤمن احدکم حتی یقال انک لمجنون ٭	کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ میرا شیدائی نہ ہو ٭

لیکن اسلام کی ایک کامل تر صورت اِس درجہ سے بھی ارفع ہے جسمیں انکار کی قوتیں مرکر اقرار کی تمام طاقتیں زندہ ہوجاتی ہیں اور موانعات فطرت حجابات خارجی مرتفع ہوکر مسلم دست تسلیم ورضا کا لچکدار آلہ اور فرائین الٰہیہ کے ہاتھ میں بے حس حرکت مُردہ ہوجاتا ہے ٭

بلیٰ من اسلم وجہہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ٭	جسنے اپنے آپ کو سپرد کردیا اور وہ مخلص ہے تو اس کا اجر خدا کے پاس ہے ٭

درجات مسلمین

مراتب اسلام کے لحاظ سے مسلمین بھی تین درجات میں منقسم ہیں۔ اور ہر درجات میں

اسلامی خصوصیات کی ضعف وقوت کے اعتبار سے اضافی تفاوت ہی۔

(۱) وہ مسلم بھی ہے جو اسم ورسم اسلام پر قانع ہوکر ایمان کو سلامت لیجاتا ہی وہ بھی کائنات روحانی کا ایک عنصر ہے جسکے وجود سے انبیاء کے تشریعی احکام اور قوانین ملی وابستہ ہیں۔ گو وہ حقائق اسلام سے بیخبر اور انعیاد کامل سے محروم بھی مگر اُسکے اعمال اور کانسنش میں بالکل نا قص بھی نہیں ہوتا ہی۔ یہ دین قیم کی منزل اولے کا مکین ہے۔

(۲) وہ مسلم بھی ہے جو عامہ مومنین کے انکار خفی و شرک مختفی سے چھوٹ کر ذات وصفات میں منہمک۔ بحر توحید میں مستغرق۔ جنت و دوزخ سے مستغنی۔ ماسوا اللہ سے بے تعلق۔ مگر گاہ گاہ قوانین ملت سے بھی بلا قید آزاد ہو جاتا ہے۔ یہ سالک منازل موت وحیات ہے جو سو دفعہ مرتا ہے اور سو دفعہ جیتا ہے۔ اُسکی نظر خدا کے جلال وجمال کا آئینہ اور اُسکی صحبت نجات کا ذریعہ اور وسیلہ ہی۔

(۳) تیسرا وہ مسلم اور حقیقی مسلم ہے جو سیف اسلام سے شرک خفی کو کاٹ کر پھینک دیتا ہے جو شمشیر یقین سے ذاتی تشخصات اور علوم باطلہ کے ٹکڑے کر دیتا ہی جو اخلاص کی چھری سے تعینات بشری کے تمام سلاسل کو کاٹ کر خدا کے لیئے کیا ہی۔ خدا کے لیئے جیتا ہے۔ خدا کے لیئے مرتا ہے اور خدا کے واسطے جیتا ہی۔ وہ نیاز مندی میں بے نیاز۔ وہ احتیاج میں مستغنی۔ وہ گدائی میں بادشاہ وہ شاہی میں فقیر ہے نہیں نہیں وہ کمل پہنکر تاج قیصر کو پاؤں سے مل ڈالتا ہے۔ وہ اونٹوں پر سوار ہوکر قصر مدائن پر اپنا جھنڈا نصب کر دیتا ہے۔ وہ فرش زمین پر بیٹھکر تخت کسرے کو اُلٹ دیتا ہے۔ وہ توحید حقانیت کیواسطے بحر اٹلانٹک میں گھوڑا دوڑاتا ہی اور وہ مسجد میں بیٹھکر وعل روم وشام مصر عراق۔ ترک وتاتار کی اینٹ سے اینٹ بجاتا ہی۔ وہی اسلام کی روح وہی اسلام کی جان وہی خدا کی حجت اور وہی حقانیت کا نشان ہی۔

ومن احسن دینا من اسلم وجھہ للہ وھو محسن واتبع ملۃ ابراھیم حنیفا واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً

اُس سے دین میں اچھا کون ہے جس نے اپنے آپکو خدا کے سپرد کردیا اور وہ مخلص ہو اور ابراہیم حنیف کا پیرو ہو جسے اس نے اپنا دوست بنایا تھا۔

امت مسلمہ سے خطاب

اے امت درماندہ۔ کیا تو ہی وہ ہے جسے "کنتم خیر امۃ" سے خطاب کیا گیا تھا بدلے کا رواں پس ماندہ۔ کیا تو ہی تگاپوئے ہستی میں رہنمائے خلق وداعیٔ رہبر تھا؟ اے قوم تغافل پیشہ کیا تیرا ہی ایں فرض کفایہ پر مدتوں عمل رہا "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر"

آہ تو اس لیئے نہ تھی کہ خفتگان قیامت کو جگا کر خود بیٹھی نیند سو جائے۔ تو اس واسطے تھی کہ مردوں کو زندہ کرکے خود دم توڑنے لگے۔

یاد کر کہ تیرا ہر فرد امن عالم کا ضامن۔ تیرا ہر مسلم سلامتی اور نجات کا کفیل تھا کائنات انسانیت صرف تیرے نام سے معزز اور عالم ابلیسیت محض تیری ذات سے ذلیل تھا تکمیل نشانے قدرت تیری جدوجہد پر موقوف۔ نظم کرۂ ارضی تیرے ملکی تنظم پر منحصر۔ مگر آج انصاف سے بتا کہ تجھ میں اپنے رسول کریم کا کون اُسوہ باقی ہے اور قرون مشہود لہا بالخیر کے کون آثار موجود ہیں؟

افسوس تیری پست زندگی موت کی مرادف۔ تیرے معاصی اسلام کے لیئے عار۔ تیری نفس پرستی ملت کے واسطے ننگ ہی +

اور یہ سب نتائج تیری ریاکاری۔ نفاق۔ خود غرضی اور حب مال وجاہ کے ہیں جنسے انگشتری سلیمانی تیرے ہاتھ سے نکل گئی اور تو ویسی ہی قریب قریب ہو گئی جیسی تیرہ سو برس پہلے تھی +

اگر یاس رحمت سے کفر نہ ہوتا تو ہم آج ہی تجھ پر فاتحہ پڑھ دیتے۔ اگر حوصلہ شکن نا امیدی گناہ نہ ہوتی تو ہم آخری آنسو بہا کر صبر کر لیتے۔ مگر آہ کیا مشکل ہے کہ نہ چپ ہو سکتے ہیں نہ فریاد میں اثر ہے۔ نہ رو سکتے ہیں نہ رونے سے وصل یار نصیب ہوتا ہے ؎

بگڑی ہے کچھ ایسی کہ بنائے نہیں بنتی
ہے اس سے یہ ظاہر کہ یہی حکم خدا ہے

تاہم یہ دعا ایک ہی تسکین کا ذریعہ اور مفترض وظیفہ ہے۔ وہ قادر مطلق جسنے ایک رحمۃ للعالمین مبعوث فرما کر تجھے حاصل امم اولین و آخرین بنایا تھا پھر اپنی محبت قائمہ کو بھیجکر تجھے روح حقیقی کی اُس بلند منزل پر پہنچائے جس سے گر کر تو قعر دوزخ کے قریب ہو چکی ہے۔ وہ مالک الملک جس نے اپنی انقلابی طاقت سے قطعات ارضی میں زلزلہ حصص بحری ہلچل پیدا کر دی تھی۔ پھر اپنی ربانی طاقت آشکار کر کے اقلیم روح میں محشر انگیز تحریک پیدا کرے "

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

برق۔ از کانپور

پُر تاثیر خطیب

اخباری منبر کے اردو خطیب کے خطبے سنو جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پُر تاثیر وعظ سناتا ہے۔ اردو زبان اسکے نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ بھٹکے ہوئے راستے اس خضر خجستہ پے کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں مشہور ہوا رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں چندہ سالانہ عہ ششماہی عہ سہ ماہی ۱۲؍ خریداران نظام المشائخ سے سالانہ عہ ششماہی عہ سہ ماہی ۱۱؍ نمونہ مفت منیجر خطیب دہلی

معرفت و محبت حق تعالیٰ

کی تعریف

تصوف کے نقطہ نگاہ سے

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (لِيَعْبُدُوْنَ لِيَعْرِفُوْنِي وَلِيَعْرِفُوْنَ لِيَعْبُدُوْنِي) مَا أُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيْدُ أَنْ يُّطْعِمُوْنَ ۝ إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ اور ہم نے جنوں اور انسانوں کو اسی غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہماری عبادت کریں (عبادت کریں تاکہ میری معرفت حاصل کریں اور معرفت حاصل کریں تاکہ میری عبادت کریں) ہم ان سے کچھ روزی کے تو خواہاں ہیں نہیں اور نہ اسکے خواہاں ہیں کہ ہم کو کھلائیں پلائیں، اللہ خود بڑا روزی دینے والا قوت والا زبردست ہی +

اسکا کئی دفعہ ذکر ہوا ہے کہ انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ قالب اور روح انسانی قالب بغیر روح انسانی کے جمادات میں سے شمار کیا جاتا ہی۔ اور روح انسانی بے قالب زیور کمالات سے عاطل و برہنہ ہے (رباعی)

اے دل اگر از غبار تن پاک شوی ۔۔۔ تو روح مجردی بر افلاک شوی
عرش ہست نشیمن تو شرمت بادا ۔۔۔ کائی و مقیم خطۂ خاک شوی

یہ بھی کئی دفعہ لکھا گیا ہے کہ یہ جسم (قالب) روح انسانی کو اسلیئے ملا ہے کہ بذریعہ حواس ظاہری اور قوائے باطنی (خصوصاً ذکر و فکر) اپنے خالق کی شناخت (معرفت) حاصل کرے معرفت کہتے ہیں۔ ان حالتوں اور چیزوں کا تفصیل کے ساتھ جاننا جن کا پہلے صرف مجمل علم ہو۔ پس جس شخص کو خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے تو

وہ سوجان سے خدا تعالیٰ پر عاشق ہو جاتا ہی۔ عشق اُس گھبراہٹ اور بیقراری کا نام ہی جو مقصود کے دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے انسان کے اندر پیدا ہوتی ہو اور وہاں سے تمام قوائے باطنہ میں سرایت کرجاتی ہے۔ جاننا چاہیئے کہ شریعت اور طریقت کا ثمرہ اور حقیقت اور معرفت کی بنیاد حضرت حق جل و علا کی محبت کا حاصل کرنا ہے محبت دو طرح کی ہوتی ہے ایک حُب انسانی جسکو بالفاظ دیگر عشق کہتے ہیں اور دوسرے حب ایمانی۔ جو حب عقلی کے نام سے مشہور ہے۔ اکثر لوگ نہ محبت نفسانی کو جانتے ہیں اور نہ محبت عقلی کو۔ جیسے عوام کالانعام یا کم علم لوگ۔ انکا خیال ہے کہ خدا کے ساتھ کیا محبت ہوگی جو نہ نظر آتا ہے اور نہ ٹٹولنے سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ خدا کی حکومت کو ایسا جانتے ہیں۔ جیسے کوئی جبار بادشاہ اپنی رعیت پر اپنے نفس اور خواہشات اور اغراض کے لیے حکومت کرتا ہے۔ بڑے بڑے علما مثل ائمہ مجتہدین اور اہل ظواہر ہی خدا کے ساتھ عشق اور محبت کے قائل نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ محبت کے لیے جنسیت اور مناسبت ضروری ہے اور انسان اور خدا میں جنسیت اور مناسبت نہیں بلیت

عشق را ابو حنیفہؒ درس نگفت | شافعیؒ را در و روایت نیست
حنبلؒ از سر عشق بے خبر است | مالکیؒ را در و درایت نیست

عشق یا حب نفسانی ولایت کا ثمرہ ہے اور حب ایمانی یا حب عقلی نبوت کا ثمرہ ہے بعض لوگ حب نفسانی یا عشق کا مرتبہ تو پا لیتے ہیں مگر طریق نبوت یعنی حب عقلی سے بے خبر رہتے ہیں۔ جیسے بعض حکمائے یونان و ہند اور برہمن یا سادھو یا خود ہمارے بہت سے متصوفین مثلاً قلندریہ وغیرہ۔ بعض لوگ طریق ولایت (عشق) اور طریق نبوت (حب عقلی) دونوں حاصل کرتے ہیں جیسے انبیا علیہم السلام اور انکے بعض بعض اصحاب مثل ابوبکر صدیق رضہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا تابعین مثل حسن بصری صاحب یا تبع تابعین جیسے جنید بغدادی رح وغیرہ یا دیگر صوفیائے عظام مثل بایزید بسطامی صاحب وغیرہ جو

دنیا سے رحلت کر گئے ہیں یا موجود ہیں۔ یا قیامت تک پیدا ہونگے۔ تصوف صرف حب نفسانی (عشق) کا نام ہے جو صرف ذکر او فکر اور مراقبہ اور دیگر اشغال سے پیدا ہوتا ہے نبوت (حب عقلی) حب ایمانی کا نام ہے۔ جو ایمان اور عبادت مثل نماز اور روزہ اور حج اور دعائے ماثورہ کے پڑھنے سے نصیب ہوتا ہے۔ اکمل وہ شخص ہے جو حب نفسانی عشق اور حب ایمانی دونوں میں کامل ہو۔ جو لوگ عشق کے قائل نہیں وہ اپنے آپکو نہیں جانتے ہیں۔ اسلیئے خدا کو بھی کماحقہ نہیں جانتے ہیں۔ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ جس نے اپنے آپ کو پہچانا اُس نے خدا کو بھی پہچانا تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ روح انسانی کا جسکو روح الٰہی بھی کہتے ہیں۔ اللہ تعالی کے ساتھ ایسا ہی تعلق ہے جیسا عاشق اور معشوق کا تعلق ہوتا ہے اور اس تعلق کو صوفی لوگ جانتے ہیں اور یہ روح الٰہی عالم پاک (لاہوت) سے ہے۔ اور اس جسم (قالب) میں محبوس اور مقید ہے۔ اور روح حیوانی (نفس) کی مجاورت سے اپنی اصل کو بھول گئی ہے۔ اور اس کے آئینہ ادراک نے زنگ پکڑ لیا ہے جب سالک اسم ذات (اللہ) یا نفی اثبات لاالٰہ الا اللہ کا شغل بطریق معہود جو صوفیہ کرامنے مقرر فرمایا ہے کرنے لگتا ہے تو یہ ذکر ذاکر کے حلق و زبان اور تالو اور کان اور تمام قوائے باطنہ کو نور اور سکینہ اور لذت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور جب طالب اپنے ادراک اور ہمت سے اس مفہوم میں مستغرق ہوکر قوی حاصل کر لیتا ہے اور یہ تجلی اسکی جان سے پیوند ہو جاتی ہے تو روح انسانی اپنی فراموش شدہ اصل کو یاد کرکے اسکی طرف پہنچنے کی خواہش کرتی ہے۔ اور رفیق اعلےٰ کے ساتھ ملنا چاہتی ہے۔ لیکن چونکہ غبار بشریت حظیرۃ القدس میں پہنچنے سے مانع ہو جاتا ہے۔ اس لیئے ناچار اقتضائے روحانی اور اقتضائے نفسانی کے درمیان کشمکش اور مزاحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیئے روح طبعی میں شورش اور بیقراری اور گرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح غصے کے وقت شورش اور گرمی اور خوشی کے وقت

بشاشت و دلکشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بالجملہ یہ شورش اور غلغلہ جو روح حیوانی میں پیدا ہو گیا ہے۔ سالک کو دیوانہ اور مستانہ وار آوارہ پھراتا ہے۔ اور اسکی عقل و فکر کو درہم برہم کر دیتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ قانون شرع اور قواعد ادب سے باہر کھینچ لیجاتا ہے۔ تنہائی اور ویرانوں سے دل لگی ہو جاتی ہے۔ اور مجلسوں اور آبادیوں سے نفرت اور وحشت ہوتی ہے اور آہ و فغاں کا سرزد ہونا اور چہرے کی زردی اور رونا اور اشکباری کا زور ہو جاتا ہے بیت

عاشقاں راستہ نشانی اے پسر　　　آہ سرد و روئے زرد و چشم تر

اسی کیفیت کا نام عشق ہے۔ یہ کیفیت بڑھتے بڑھتے یہاں تک بڑھتی ہے کہ بشریت اور ناآشنائی کا حجاب ہٹ جاتا ہے۔ اور نفسانیت کا غبار پاش پاش ہو کر معرفت جو اس عشق کا ثمرہ ہے حاصل ہو جاتی ہے۔ اور یہ حقیقت ایک مثال کے بیان کرنیسے بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے۔ آگ کو لیجئے جو سب عناصر سے بلند مرتبہ رکھتی ہے۔ اور سب سے لطیف تر اور زیادہ صاف ہے۔ جب زمین کے اجزائے لطیفہ سے جسکو دخان کہتے ہیں ملجاتی ہے تو ان اجزائے ارضیہ کو اپنے حیز کی طرف جو سب احیاز عنصریہ کے مافوق اور اوپر ہے کھینچتی ہے تاکہ انکو اپنے آپ میں فنا کرکے آثار اور احکام میں اپنا ہمرنگ اور مشابہ بنالے۔ لیکن غبار زمین جو فضائے آسمان میں تودے کے تودے جمع ہو رہا ہے اس دخان کو حیز نار کیطرف چڑھنے سے مزاحم اور مانع ہوتا ہے۔ ناچار اقتضائے نار اور اقتضاء غبار کے درمیان کشمکش اور مزاحمت اور مقابلہ واقع ہو جاتا ہے۔ اور مزاحمت اور ممانعت سے فضاء میں گرج اور کڑک کی ہولناک آواز اور برقی شعلے پیدا ہو جاتے ہیں یہانتک کہ اجزائے ناریہ اپنی تندی اور تیزی کی وجہ سے بعض عوائق کو پانی سے بدلکر زمین کیطرف بہادیتی ہے اور بعض موانع کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے جو سما میں پراگندہ اور پریشان کر دیتی ہیں۔ بعض ازاں اجزائے لطیفہ دخانیہ کو کھینچ کھینچ کر اپنے حیز کی طرف لیجا کر اپنے آپ میں

فانی اور نیست و نابود کر دیتی ہیں بسیطرح لفظ مبارک اللہ کا (یعنی اسم ذات) جو عالم الفاظ میں حضرت بیچون سبحانہ و تعالیٰ کی تجلی ہے۔ غبار بدن کو یعنی روح طبعی کو پاش پاش کرکے روح آلہی (روح انسانی) کے ہمرنگ کردیتا ہے۔ للؤمنون لایموتون ولکن ینقلبون من دارٍ الی دارٍ۔ مومن مرتے نہیں۔ مگر ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف جاتے ہیں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ بعض افعال ایسے ہیں کہ حُبِ عشقی کے مویدات میں سے ہیں از انجملہ وہ ریاضت ہے۔ یعنی کم کھانا۔ اور کم سونا۔ اور کم بولنا اور لوگوں سے صحبت اور اختلاط کم رکھنا۔ اس لیئے کہ روح حیوانی کو ان امور سے رقت اور لطافت حاصل ہو جاتی ہے اور جسقدر روح حیوانی رقیق تر ہو اسیقدر اسمیں شورش اور گرمی جلدی پیدا ہوتی ہے اور اسیطرح آواز دلکش اور قصص اور اشعار عشق انگیز کا سُننا حب عشقی کے مویدات سے ہیں۔ اور ایسے امور سے پرہیز کرنا جو روح طبعی میں کثافت پیدا کرتے ہیں مثلاً بہت سونا اور ہمیشہ کثیف غذا کھانا اور اسی قسم کی اور چیزیں جو اہل تجربہ پر مخفی نہیں اور حب عشقی سے جو آثار پیدا ہوتے ہیں منجملہ انکے ایک تفرد ہے یعنی سوائے محبوب کے سب علائق قطع کر دینے اور طرح طرح کے مشاغل اور نگارنگ علائق کے ہجوم سے تنگدل ہونا۔ اور متفرق امور کے نظم و ترتیب سے حوصلہ کا تنگ ہونا مثلاً سیاست منزلی اور سیاست مدنی اور جماعتوں کی امامت و پیشوائی اور عیدوں اور جمعوں کے قائم کرنے اور اہل قرابت وغیرہ ذوی الحقوق کے حق ادا کرنے وغیرہ کی برداشت نہ کرنا۔ گویا اس رباعی کا مصداق بن جاتا ہے

رباعی

در راہ چناں روکہ سلامت نکنند ۔۔۔ با خلق چناں زی کہ قیامت نکنند

در مسجد اگر روی چناں رو کہ ترا ۔۔۔ در پیش نخوانند و امامت نکنند

اور منجملہ آثار حب عشقیہ کے اپنے مرشد کے ساتھ تعلق شدید پیدا ہونا۔ اور علوم اور طاعات ظاہرہ سے لاپروائی پیدا ہوتی ہے۔ حُب عشقی کا ثمرہ ایک تو معرفت ہی معرفت

ایک وجدانی حالت ہی جو تحریر میں نہیں آسکتی۔ اور سالک کے قلب میں ایک کیفیت پیدا
ہوتی ہے۔ جسکو مشاہدہ کہتے ہیں اور جسکو وصال سے تعبیر کرتے ہیں بغرض کہ قلق واضطراب
جو محرومی اور مجبوری سے بہ قت برداشت کیا گیا تھا۔ اُسکی جگہ سرور اور ابتہاج آجاتا ہے
اور پریشانی الفت سے اور وحشت انس سے بدل جاتی ہے۔ اور اسیطرح فنا و بقا کا ثمرہ
حاصل ہوجاتا ہی۔ یعنی جس طرح کہ لوہے کا ٹکڑا آگ میں انگارہ کی شکل اختیار کرتا ہو سالک
ہی بعینہ ویسا ہوجاتا ہی اور اس مقام میں غالب انا الحق اور لیس فی جبتی سوی اللہ
کے نعرے مارنے لگتا ہے اور اسی مقام میں سالک سے عجیب عجیب خوارق صادر ہوتے
ہیں اور مستجاب للدعوات ہوجاتا ہے۔ اور سلوک ختم ہوجاتا ہے۔ طریق نبوت یعنی
حب ایمانی یا حب عقلی کے حاصل کرنیکے اسباب یہ ہیں کہ ہر فرد انسان کی جبلت میں
یہ بات ودیعت کی گئی ہے اور اسکی فطرت میں ہے کہ اپنے منعم اور محسن کا حلقہ بگوش
ہوجاتا ہے۔ اور چونکہ منعم حقیقی اور محسن مطلق اللہ تعالی کے سوائے کوئی نہیں تو ہر
سلیم العقل آدمی جس کی فطرت جہل اور عناد اور تمرد سے بگڑ نہ گئی ہو خدا سے محبت کرتا ہی
اور اسکی غایت درجہ تعظیم کرتا ہے۔ جیسے رکوع و سجود میں رہنا۔ اور اُسکی رضاجوئی میں
کوشاں رہنا۔ اور ہر دانا آدمی کی طبیعت میں یہ بات رکھی گئی ہے کہ وہ باکمال شخص سے
پیار کرتا ہے اور اُسکو عزیز جانتا ہے۔ جیساکہ ہر شخص عالم اور فاضل اور سخی اور کریم اور
جواد اور شجاع اور دلیر اور بہادر اور نیکوکار کو محبوب جانتا ہے۔ اور خدا تعالی سے
اخلاق میں کوئی زیادہ نہیں ہوتا اس لیے ہوشیار آدمی خدا تعالی سے جو جواد مطلق ہے
زیادہ پیار کرتا ہی۔ اور اسیطرح تمام مراتب خدائی کو قیاس کرنا چاہیے کہ دانا آدمی کو
خدا سے الفت شدید پیدا ہوتی ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ۔ اور اسیطرح
خدا بھی اس سے محبت کرتا ہے یحبہم ویحبونہ کا مصداق بن جاتا ہی۔ اور اکثر محبت
کے مویدات میں سے شریعت اور سنت پر قائم رہنا اور حق سبحانہ وتعالی کی رضاجوئی

کے لیئے کمر ہمت کو چست باندھنا اور خدا کی بے حد تکریم و تعظیم کرنا اور اُسکے اوامر و نواہی کو بجالانا غرض کہ بجز رضائے مولیٰ اور کچھ نہ کرنا۔ اور راضی بہ قضا رہنا۔ اور بلاؤں اور مصیبتوں کی برداشت کرنا۔ اور حب ایمانی کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ مناجات کی حلاوت اور طاعات کی لذت پاتا ہے۔ اور انسان خشک زاہد نہیں ہوتا کہ طاعت اور عبادت کرتا ہے اور لذت نہیں پاتا۔ منجملہ حب ایمانی کے فوائد متعدیہ کو اپنے نفس کی تکمیل پر ترجیح دینا مثلاً لوگوں کے درمیان صلح کرنے وغیرہ میں۔ لوگوں کے ساتھ اختلاط کرنے کو عزلت اور گوشہ نشینی پر ترجیح دینا۔ حب ایمانی کا ثمرہ اطاعت اللہ اور رسول اللہ ہے۔ اور اطاعت کا نتیجہ نبوت اور صدیقیت اور شہادت اور صالحیت ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ اور جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ جنت میں اُن (مقبول بندوں) کے ساتھ ہونگے جنپر اللہ نے (بڑے بڑے) احسانات کیے یعنی نبی اور صدیق اور شہید اور (دوسرے) نیک بندے اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ کا جاننا بس کرتا ہے۔

غرض کہ انسان کے لیئے حب ایمانی مطلوب ہے۔ اور تمام انبیاء اور اولیاء اور علما اور حکما اسی حب کی دعوت دیتے ہیں۔ اور اگر محبت کا درجہ نہ بھی ملے تو صرف توحید اور ایمان میں نجات ہے۔ حب عشقی مطلوب شئے نہیں۔ وہ تو ایک دیوانگی اور جنون اور مستی اور سکر اور پریشانی ہے۔ جبتک سالک رستہ میں ہوتا ہے تو سرور اور خوشی ہے۔ جب وصل ہوا تو نہ حال ہوتا ہے اور نہ مقام۔ حب عشقی کے ساتھ اگر حب ایمانی نہو تو صرف حب عشقی کمال نہیں۔ بڑے بڑے صوفیائے عظام جو معراج ترقی پر پہنچے ہیں تو اُنکو حب عشقی کے ساتھ حب ایمانی بھی تھا۔ ورنہ خالی حب عشقی سے نہ علم حاصل ہوتا ہے

اور نہ اخلاق درست ہوتا ہے۔ جب ایمانی بمنزلہ ایک پائدار پختہ عمارت کے ہی اور حب عشقی بمنزلہ بیرونی نقش و نگار ہے ۔ تصوفِ اسلام دیگر ادیان کے تصوف سے اس لیے ممتاز ہے کہ حب عشقی کے ساتھ حب ایمانی بھی ہوتا ہی جو سراسر علم اور وقار ہوتا ہی ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

(حاجی) محمد اسعد کاکاخیل اویسی از میانگُجر ہی

ہندوستان ہی کا نہیں

انگلستان کا پریس چیخ اٹھا ہی

کاغذ کی گرانی نے اخباروں اور رسالوں کے ہوش پراں کر دیئے!

آپ جس پرچے کو جی چاہے اٹھاکر دیکھ لیجئے۔ سب کے چہرے زرد ملیں گے۔ اب خطیب اور نظام المشائخ کے سوا ایک آدھ کوئی سرخ و سپید نظر آتا ہو تو آتا ہو **لیکن**

کب تلک یارب چھپائیں دردِ دل

خطیب و نظام المشائخ کے مالک کے پاس قیصر ولیم کا خزانہ نہیں ہے کہ نقصان پر نقصان اٹھائے چلا جائے ناظرین اگر خطیب و نظام المشائخ کو انکی موجودہ شان میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں تو خود بھی کچھ تکلیف اٹھائیں

کاغذ ریلیف فنڈ

کے نام سے ایک مدِ امداد پیش کرتا ہوں۔ اسمیں جبتک جنگ ہی ۸ رسالانہ کم از کم سب کو دینا پڑیگا۔ اور اس سے زیادہ جتنی جس میں قدرت ہو۔

خاکسار واحدی

دنیائے شیاطین میں ہلچل

عبداللہ بن ذیاب کا باپ عہد شباب سے سیر و شکار کا دلدادہ تھا۔ اسکا کنبہ ایک خوبصورت و مطلا بت کو اپنی جان و مال کا مالک سمجھتا تھا جس کا نام قراض تھا۔ اور ایک وسیع و پُر فضا احاطہ میں نصب تھا۔ ابو عبداللہ کا حسنِ عقیدت اسے اکثر مجبور کرتا تھا کہ زندہ شکار پکڑ کر لائے اور اس خاموش و غیر مزاحم معبود کے قدموں میں ذبح کر کے اُسکے خون کو اپنے اس مقدس محبوب کا غازۂ رخ بنائے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اسکا شکاری جانور اس مدعا کو پورا کرنے کی پروا نہ رکھتا تھا۔ ہرن ہو یا خرگوش، وہ جس شکار پر لپکتا۔ اُسے ادھ موا کر کے دم لیتا۔

آخر عقیدتمند شکاری نے بُت کے قدموں پہ جبہ سائی کی۔ اور اپنے نامہذب و موقع ناشناس جانوروں کا یوں شاکی ہوا۔

قَرَاضُ اَشْکُوْ نَکَدَ الْجَوَارِحِ	اے قراض! میں شکاری جانوروں کی کجروی کا شاکی ہوں
مِنْ طَائِرٍ ذِیْ مِخْلَبٍ وَّ نَابِحٍ	جن میں باز، شکرا، کتا داخل ہیں۔
وَاَنْتَ لِلْاَمْرِ الشَّدِیْدِ الْفَادِحِ	اور سخت اور دشوار کام کے لیئے تو ہی ہے۔
فَافْتَحْ فَقَدْ اَسْهَلْتَ لِلْمَفَاتِحِ	پس اس مشکل کو حل کر تو پہلے ہی مشکلیں حل کرتا رہا ہے۔

معاً بُت کے جوف سے آواز آئی۔

دونک کلبا جارحا مبارکا	وہ ایک شکاری کتا تم کو مبارک ہو۔
اعد للوحش سلاحا شائکا	جو جنگلی جانوروں کے لیئے ایک چلتا ہوا ہتیار بنایا گیا ہے۔
یغز وحزون الارض والدکادکا	جو دشوار گزار و ہموار ہر قسم کی زمین میں جنگ آزمائی کریگا۔

ابو عبداللہ ایک غیر متوقع اجابت کا سرور سینے میں لیئے ہوئے اپنے خیمہ میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک عجیب و ہولناک جانور کھڑا ہے۔ جسکے سر، گردن، دُم اور پنجوں پہ

غور کرنیسے معلوم ہو سکتا تھا کہ کتے کی قسم کا جانور ہے۔ ورنہ اسکی متوحش صورت۔ اس کے چہرے پر کانٹوں کی طرح کھڑے ہوئے بال کالی اور بھیانک شکل کے اندر خونی رنگ کی ڈراونی باچھیں۔ اور غار اشکاف کچلیاں صاف بتارہی تہیں کہ غیر مرئی دنیا کی کوئی خبیث ہستی مجسم ہو کر آئی ہے۔ وہ جانور دم ہلاتا ہوا ابو عبداللہ کی طرف یوں دوڑا جیسے اسی کے انتظار میں کھڑا تہا۔ اور آتے ہی اُسکے ہاتھ چاٹنے لگا۔ شکاری نے اُسے پیار کیا اور اپنے قابل احترام صنم کے نام کے وزن پر اسکا نام حیّاض رکہا۔ اُسوقت فرط انبساط سے یہ شعر اُس کی زبان پر جاری تہا ؎

حیاض انک مامول منافعہ — حیاض تجہ سے بڑے بڑے فوائد کی امید ہے۔

وقد جعلتک موقوفًا لِقراضِ — میں نے تجھکو (پیارے معبود) قراض کے لیے وقف کر دیا۔

بہادر حیاض کا قاعدہ تہا کہ جوں ہی کسی ہرن کو دیکھتا۔ ایک چھلانگ میں جا دبوچتا کسی گاؤ دشتی کو پاتا۔ تو ایک ہی جست میں جا دباتا۔

ایک دن ابو عبداللہ کے گھر کوئی مہمان آیا۔ جس نے امّ القریٰ (مکہ) کے کچھ تازہ اور عجیب و غریب حالات کا ذکر کیا۔ سادہ مذاق بدوی ابو عبداللہ کے کان تو معلوم نہیں اُس تازہ خبر سے آشنا ہوئے یا نہیں۔ مگر بے زبان حیاض کی دونوں آنکھیں اُس نو وارد راوی کی طرف ٹکٹکی باندھے ہوئی تہیں جو ایک ایک لفظ غور سے سن رہا تہا۔ آخر اُس پر ایسی افسردگی چہائی کہ پہر سر نہ اُٹھایا۔ ابو عبداللہ نے اسے باہر جنگل میں لیجاکر ایک شتر مرغ دکھایا۔ وہی حیاض جو شکار کو دیکھتے ہی برق خاطف بن جاتا تہا۔ آج گویا شکار سے ڈرتا تھا۔ پہر اُسکو ایک ہرنی کے بچے کی طرف اکسایا تو چار قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پہر ایک کچھوے کی طرف اشارہ کرکے سیٹی دی۔ مگر آج حیاض وہ حیاض ہی نہ تہا۔ بیچارہ شکاری سر پیٹ کر بولا ؎

الا ما الحیاض یحید کانہٗ — ہائے حیاض کو کیا ہوگیا وہ اس طرح کترا رہا ہے۔

رأی الصید ممنوعا بردق اللھاذم — گویا شکار کرنا ممنوع و محال سمجھتا ہی۔

معاً غیب سے ندا آئی ؂

یکید لامر لویدین الک غیبہ	وہ ایک ایسے سبب سے کراماہی۔ اگر تجکو معلوم ہو جائے
لکنت صفوحاً عاذرا غیر لائم	تو یقیناً تو اسکو معاف رکھے، معذور سمجھے، کچہ نہ کہے

رات کو ابو عبد اللہ کیا تماشا دیکھتا ہے کہ حیاض ہی کی شکل وصورت کا ایک اور جانور آیا۔ اور اُس نے چپکے سے حیاض کے کان میں کہا۔ کیا بیٹھے ہو، بھاگو۔ دوڑو جنات کی اکثر بستیاں مکے کے نئے پیغمبرؐ کے دائرہ ارادت میں داخل ہو چکی ہیں اور وہ رات دن شیاطین کی جماعتوں پر مار دھاڑ کر رہے ہیں۔ میں جان بچاکر جزائر ہند کی طرف جا رہا ہوں اتنے میں ابو عبد اللہ نے کروٹ بدلکر نظر کی تو وہاں نہ حیاض تہا نہ اُسکا مشیر۔

صبح اٹھکر اُسنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا۔ اور ساری داستان اُنکے آگے بیان کی۔ پہر صاف کہدیا کہ میں تو مکے کے پیغمبرؐ کا معتقد ہو چکا ہوں۔ لوگوں نے اسکی بات کو مجذوب کی بڑ سمجھا۔ آخر اُس نے ناچار ہوکر اپنے وطن کو خیرباد کہا اور قراض کی پیکر کو پاش پاش کرکے مدینے کی راہ لی۔

جب ابو عبد اللہ مدینے پہنچا تو پوچھتا پوچھتا مسجد نبوی میں گیا۔ اُسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑہنے میں مصروف تھے۔ منبر کے سامنے باادب بیٹھ گیا آنحضرتؐ نے خطبہ سے فارغ ہوکر نماز پڑہی اور نماز کے بعد نہایت مہربانی سے اُسکو پاس بلایا اور کہا سعد العشیرہ کے آدمی! حاضرین کو قراض اور حیاض کا قصہ سناؤ۔ یہ پیشگوئی سنکر ایمان کی روشنی سے اُسکا سینہ جگمگا اُٹھا۔ جوش کے ساتھ اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور تمام قصہ بڑی جادو بیانی کے ساتھ سنایا۔ اور حاضرین نے شوق سے سُنا۔ آخر میں فی البدیہہ بولا ؂

تبعت رسول اللہ اذ جاء بالھدیٰ	میں رسول اللہ کا تابع ہو گیا ہوں جبکہ آپ ہدایت لائے ہیں
وخلفت قراضاً بدار ھوان	اور قراض (بت) کو میں ذلت کے گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔
رأیت لہ کلباً یقوم بامرہٖ	میں نے اُس کا ایک کتا دیکھا جو اُسکا حکم بجالاتا تہا۔

يهدد بالتنكيل والرجفان	جو (شکار کو) مارنے اور جھنجھوڑنے کی دھمکی دیتا تھا۔
ولما رأيت الله اظهر دينهٗ	جب میں نے دیکھا کہ اسنے اپنا دین ظاہر کر دیا ہے۔
اجبت رسول الله حين دعاني	تو میں نے رسول اللہ کی دعوت کو قبول کیا۔
واصبحت للاسلام ما عشت ناصرًا	میں زندگی بھر کے لیے اسلام کا مددگار بن گیا ہوں۔
والقيت فيه كلكلي وجراني	اور اسکے لیے اپنا سینہ اور گردن پیش کرتا ہوں۔
فمن مبلغ سعد العشيرة انني	پس کوئی سعد العشیرہ کو اتنا جتا دے کہ میں نے
شريت الذي يبقى بما هو فاني	فنا ہونے والی چیز کے عوض سدا رہنے والی چیز خرید لی۔

سبحان اللہ! قربان جائیے اس ملتِ بیضاء کے جس نے اپنے اُجالے سے نہ صرف شیطانی ظلمت اور ابلیسی تاریکی دور کر دی۔ بلکہ سعد العشیرہ جیسے ہزاروں لاکھوں وحشی و جاہل قبائل کو جو اپنی دماغی و قلبی گمراہی کے باعث شجر و حجر میں شیطانی نغمے سنتے تھے۔ اور ذیاب و کلاب کی صورتوں میں ذریات ابلیس کی زیارت کرتے تھے توہمات کے اندھیرے سے نکالکر دانشوری و صحیح الدماغی کے اعلیٰ رتبہ پر پہنچا دیا۔

محمد نذیر عرشی۔ از دمنولہ

ہم خرما و ہم ثواب

مکرمی جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب ہلالی شاہ نظامی حیدرآبادی جنکا نام کبھی ایسا نہوا ہوگا کہ آپنے یاران نظام المشائخ یا معاونین نظام المشائخ کی فہرست میں نہ پڑھا ہو لکھتے ہیں:-

"میں اپنے سوا اُس شخص کو جو ۶ شوال ۱۳۳۲ سنہ ہجری سے یکم محرم ۱۳۳۳ھ تک نظام المشائخ کے سب سے زیادہ خریدار پیدا کرے ایک نقرئی تمغہ دونگا جسکی شکل حسب ذیل تجویز کی گئی ہے"

پہلا رخ

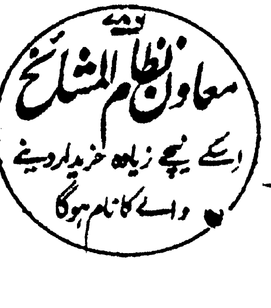

دوسرا رخ

۱۸۹۶ء

بیعت

زبانِ عشق مے فہمی حدیثِ نازمیدانی خطِ عفوِ گناہاں بادبسم اللہ دیوانت

بہت کم لوگ ہوں گے جو لفظ بیعت کے اصطلاحی مفہوم سے ناآشنا ہوں گے ورنہ فی زمانہ ہر ملت وہر طبقہ کے لوگ اس لفظ کے عام معنوں سے بخوبی واقف ہیں اگرچہ اس کے لغوی معنی اور اُسکی غرض وغایت سمجھنے والے بہت کم ہیں*

یہ لفظ (بیعت) جب اپنے مصدر بیع سے جسکے معنی خرید وفروخت کے ہیں خلعت حرف تاء فوقانی سے جو علامت حاصل مصدر کی ہے۔ مشرف ہوکر اپنے درجے پر متمکن ہوا تو قبل اسکے کہ ارباب تجارت جن کے لیئے یہ لفظ ہر پہلو سے موزوں تھا اس سے مستفید ہوتے۔ قدرت نے اس ہونہار کو تاڑلیا۔ اور اپنی سرکار عالیہ میں باریاب کرکے ایک ایسے جلیل القدر عہدے پر سرفراز فرمایا کہ تھوڑے سے عرصہ میں تمام سیاہ وسپید اسکے زیرنگیں ہوگئے۔ سب سے پیشتر جو کام قدرت نے بیعت کے تفویض کیا وہ تربیت اسلامی تھی جسکو اس نے نہایت سلیقہ اور دانشمندی سے انجام دینا شروع کیا۔ جس مزاج اور جس سمجھ کا انسان ملا۔ اُسکے ساتھ ایسا برتاؤ کیا کہ جسکے وہ قابل تھا اور جسکو جس طرح مناسب دیکھا۔ گانٹھا۔ اور نہایت ملائمت اور تھپکیوں سے سہلا سہلا کر کفر کا قشقہ ماتھے پر سے کھرچ کر سِیْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ کا غازہ ملنا اور مصنوعی معبودوں کے سامنے سر جھکانے والوں کو چمکار کر وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ کی صف میں لاکر کھڑا کرنا۔ اور ڈنڈوت کرنے والوں کو بیخود بناکر وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کے آداب بتانا اور ناقوس اور گھڑیال بجانے والوں کو خاموش کرکے وَاذْكُرُوْنِيْ أَذْكُرْكُمْ کا نغمہ سنانا شروع کیا*

جب اسلام اپنے زمانۂ رضاعت کو طے کرکے ذرا سنبھلنے کے قابل ہوچلا۔ اُسوقت پرانی

کوڑیوں میں سے جو خاص دارالاقامت اور دارالتربیت شہر مکہ میں صدیوں سے پڑی ہوئی تھیں ہوا نہیں نکلنی شروع ہوئیں جس سے تمام نواح تک کی آب و ہوا خراب اور مسموم ہوگئی اور اہالیان مکہ کے دماغوں پر اسکا زہریلا اثر پڑنے لگا۔ اس لیئے قدرت نے مناسب خیال کیا کہ اسلام کو کسی اور پُرفضا اور خوشگوار مقام پر تبدیل اقامت کرکے چلا جانا چاہیئے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جملہ حلقہ بگوشان اسلام ہجرت کیئے مدینہ طیبہ میں پہنچگئے ٭

وہاں پہنچے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ گزرنے نہیں پایا تھا کہ جن لوگوں کو اس زہریلی ہوا نے دیوانہ اور بے عقل کردیا تھا وہ دیوانہ پن اور جہالت میں گھروں سے نکل نکل کر مدینہ کی طرف بڑھنے لگے۔ اُنکی روک تھام کے لیئے قدرت نے بعیت کو جنگی اختیارات بھی تفویض کیئے۔ اور نہایت عجلت کیساتھ فوجی محکمہ قائم کیا گیا۔ اور دوامی سکیم تیار ہوکر منظور کی گئی۔ چونکہ اس عہدے میں اہمیت زیادہ تھی اس لیئے بعیت کے اوقات عزیز زیادہ تر کاروبار جنگی میں صرف ہونے لگے۔ یہانتک کہ لب و لہجہ بھی بدل گیا اور صورت و ہیئت سے بھی ہیبت اور جلال ٹپکنے لگا۔ قدرت نے اپنی کمال قیافہ شناسی سے اس نونہال کو بھانپ لیا تھا تو اُسکی ترچھی چتون میں خاصکر تو سپاہیانہ جھلک زیادہ پائی اور خصوصًا اسی مہتم بالشان کام کے لیئے اسکو لیئے یہاں لاکر پرورش کیا تھا۔ ورنہ کیا تاجر بچہ سلاح جنگ کی جھنکار اور شمشیر بُراں کی چمک کی کہاں تاب رکھتا تھا۔ چونکہ اسکی طبیعت میں جنگجوئی اور شجاعت فطرتًا زیادہ تھی اسلیئے اس کام کو نہایت مذاق و استغراق سے سرانجام دیا۔ چنانچہ سب سے اول مہاجرین و انصار کی شمشیر پر جوہر بنکر چمکا اور تاوقتیکہ ملک کو مفسدہ سے پاک نہ کردیا۔ اور تمام فتنوں اور شورشوں کو جڑ سے نہ کاٹ دیا۔ میان کی صورت نہیں دیکھی۔ اس سے فارغ ہوکر شاہان وقت سے خط و کتابت اور ملاقاتیں شروع کیں۔ عرصہ دراز تک سفر کی صعوبتیں اور نبرد آزمائی کی سختیاں اُٹھائیں کہیں مال غنیمت سے پشت خم ہوئی جاتی تھی۔ اور کہیں کثرت فتوحات سے پیٹ پھولا

جاتا تھا جتے کہ اِس سرے سے اُس سرے تک اسلام ہی اسلام نظر آنے لگا اور اذانوں کی پنجوقتہ نوبت سے از قصر کسریٰ تا بکلیسائے رومہ دشت اور کوہ گونج اُٹھے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جب کسی کے فرائض منصبی میں وسعت ہوجاتی ہے تو اسیقدر اُسکے انہماک اور مشغولیت میں ترقی ہوجاتی ہے۔ یہانتک کے بعض اوقات اپنے آپ کی بھی خبر نہیں رہتی۔ چنانچہ بیعت نے ابتدائے زمانہ میں مسئلہ خلافت کو چشم زدن میں بخیر و خوبی فیصل کر دیا تھا۔ اور آخر میں جاکر اپنی اور پرائے کی بھی خبر نہ رہی۔ جنگ جمل اور جنگ صفین میں دونوں جانب کے نبرد آزماؤں کو یکساں اُبھارتا رہا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جس کی نظر میں لاکھوں اور کروڑوں انسان شہید اور قتل ہوچکے ہوں اُسکے قلب پر ایک معمولی کشت و خون کیا وزن رکھ سکتا ہے جمل اور صفین کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ دمشق پہنچکر ایسی ہوا بگڑی کہ آغوش پیمبرؐ اور زہراؓ کے دودھ کا بھی پاس نہ کیا۔

قدرت کو کسی کی خودسری پسند نہیں اور یہاں تو خودسری کی انتہا نہ رہی جس گھر میں تربیت پائی۔ اُسی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ ممکن تھا اگر اُس وقت قدرت اُسکو صفحۂ ہستی سے ملیامیٹ کر دیتی اور ابد الآباد کے لیئے اُسکا نام و نشان لوح عالم سے محو کر دیتی۔ مگر محض بتقاضائے چند وجوہ اپنی کمال مصلحت اور دوراندیشی سے قدرت نے ایسا نہ کیا۔ اور ایک حد تک چشم پوشی سے کام لیا۔ تاہم اتنا ضرور کیا کہ بیعت کی ایک آنکھ نکلوادی اور گردن توڑ کر اس جلیل القدر عہدہ سے ایک معلومہ مدت تک معزول کر دیا۔ قدرت کی چشم پوشی بلاوجہ نہیں ہوسکتی۔ تو یہ ممکن نہیں کہ کوئی قدرت کے معاملات کو سمجھ سکے تاہم اس موقع پر اتنا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر قدرت اپنے جذبۂ جلالی میں آکر پاداش قصاص جاری کرتی تو وہ امانتیں جو خلیفۂ اول اور خلیفۂ چہارم نے بیعت کے سینے میں ودیعت رکھی تھیں تلف ہوجاتیں۔ علی ہذا القیاس۔ غرض جو مناسب وقت تھا ویسا عملدرآمد ہوا۔

اپنی معزولی اور عتاب کا بیعت کو سخت صدمہ تھا۔ پر اب کیا ہو سکتا ہے۔ قدرت کے ساتھ کون لڑ سکتا ہے۔ دیوانہ وار جو کچھ پاس تھا سب لٹا دیا۔ وہ تلوار جو معصوم امامؑ سے گلا کاٹ کر چھینی تھی حضرت عباسؓ کو دیدی۔ اور نیزے کا پھل اُتار کر بیت المقدس کی زمین میں گاڑ دیا۔ اور اُسکا بانس جامع مسجد کے محراب میں کھڑا کر دیا۔ اور اپنے پاس ایک آبدار خنجر اور ایک تاب دادہ کمند رکھکر باقی ہر طرح کا سامان سارے کا سارا ایک تاتاری سوداگر کے پاس رہن رکھدیا۔ اور ایک عصا۔ لوٹا۔ تسبیح اور بوریا لیکر مدینہ طیبہ پہنچا اور زیارت روضۂ مقدس سے مستفیض ہو کر دست بستہ یتیم و بیکس امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنکے گوش مبارک میں کچھ باتیں کہکر بغداد کا رستہ لیا۔ بغداد پہنچکر وہ سامان خنجر اور کمند تسبیح و عصا وغیرہ ایک خانقاہ میں رکھدیا۔ اور سیدھا دربار خلافت کو رخ کیا اُس زمانہ میں دربار خلافت عباسیوں سے سجا ہوا تھا۔ اہل کمال کی کمال قدردانی تھی اُسکو سب سے اول منبر کا خلعت عطا ہوا۔ اور جسقدر عباسی خاندان کے شہزادے اور ملازم تھے سب نے سر اطاعت خم کیا۔ اب یہاں پر یہ کام تھا کہ دن بھر تو دربار خلافت کا تماشا دیکھتا اور رات کو کسی خانقاہ میں جلوہ افروز ہو جاتا۔ ساتویں صدی تک دین و دنیا کی ایسی کوئی نعمت نہ تھی۔ جو دست بستہ خدمت میں حاضر نہو۔ دنیوی ثروت کا تو یہ حال تھا کہ چین سے لیکر سرحد یورپ تک اور کوہ ہندوکش سے کوہ قاف تک دریائے اٹک سے دریائے نیل تک اسی کا سکہ و خطبہ جاری تھا۔ دینی وجاہت اس کمال پر تھی کہ صوفیائے کرام اور علماء فضلاء مفتی ۔ مہندس۔ امام مجتہد زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔ دنیاوی نمایش محض دل لگی اور دفع الوقتی کے لیئے تھی۔ ورنہ بتقاضائے سن خانقاہوں سے مذاق زیادہ تھا۔ چنانچہ اس طرف کی ترقی کا باعث بھی یہی دلچسپی تھی۔

تاتاری سیلاب کے صدمات سے جب بغداد کا گھر لٹا ہے (جس کا موجب آپ ہی کا وہ سامان مرہونہ تھا) اُس صورت میں آپ بھی لٹ گئے۔ مغلوں نے سارا گھر بار خانقاہ وغیرہ

وغیرہ تک مسمار اور غارت کر دیا۔ ناچار وہاں سے بھی نکلنا پڑا چلتے وقت وہ کمند اور خنجر یاد آئے۔ یقین تھا کہ وہ بھی مغلوں ہی کی دستبرد میں گئے ہوں گے۔ مگر نہیں ایک عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ مغل ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے ہونگے۔ جب یہ چیزیں چوری گئی ہیں۔ خنجر تو ایک مصر کا رہنے والا مرید لیگیا تھا جسکے ذریعے اُس نے بڑے بڑے نامی گرامی علمائے عصر اور اولیائے دہر کو درجۂ شہادت پر پہنچایا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کی بنیاد کو کھوکھلا کر دیا۔ اور کمند ایک خانہ بدوش مرید لیگیا ہے۔ اس مقام پر ایک بڑا بھاری تعجب یہ ہے کہ خنجر کے کارنمایاں تو کتب تاریخ میں جابجا مذکور ہیں۔ اور بڑے بڑے ثقہ لوگ اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ مگر کمند سوائے خواجہ حافظ شیرازی کے اور کسی نے بھی ان ظاہری آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ اور یہ سب کو یقین ہے کہ ہے ضرور۔ خنجر کے بارے میں تو سب کو معلوم ہے کہ ہلاکو خاں نے اُسے توڑ کر چاقو چھریاں بنالی تھیں۔ اور ایک دستی چھری پر موٹھہ بھی چڑھوائی تھی۔ جو کہ اب تک وہ بہ طور یادگار ایک خاندان میں وراثتاً چلی آرہی ہے۔ مگر اُس کمند کا پتہ کسی کو نہیں لگا۔ ممکن ہے بواسیری چھلّے کی طرح اُسمیں اوتادیں ملا ملا کر ہزاروں کمندیں بنالی گئی ہوں اور اُس اصل کمند کا وجود بہیئت مجموعی نہ رہا ہو۔ خود خواجہ حافظ رح اپنے شعر میں صیغہ جمع لائے ہیں واللہ اعلم۔ الغرض اب بیعت کی حالت قابل رحم تھی۔ بے سروسامانی اور کس مپرسی کے سوا کچھ پاس نہ تھا۔ یہ حالت دیکھکر قدرت کو بہت رحم آیا۔ ندا آئی کہ دربار سلطنت کی ہوس چھوڑ دو۔ تم میں اب وہ قابلیت نہیں رہی۔ تمہارا وہ قامت زیبا نہیں رہا جسپر درباری لباس موزوں ہو۔ جاؤ۔ اب محض جبہ و دستار پر قناعت کرو۔ اور عصاء و تسبیح کا سہارا پکڑو۔ عرب۔ ہند۔ فارس وغیرہ وغیرہ تم کو گزارے کے لیے کافی ہیں۔ جاؤ سیاحت کرو اور حق ولیت ادا کرو جو شخص تمہارے حلقۂ اطاعت میں آجائیگا اور جو تمہارے ہاتھ میں ہاتھ دے دیگا۔ وہ کبھی اپنے وعدے سے نہیں ٹلیگا۔ ہم نے انکو

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ کے قانون میں جکڑ دیا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ آیندہ کبھی سلطنت کی ہوس نہ کرنا۔ جب ہم مناسب خیال کرینگے دیکھا جائیگا۔ ہم نے تمہاری خدمت ہر فرد مسلمان پر لازم کردی۔ کسی اخبار۔ واعظ۔ لیکچرار کو اتنا جذب اور تسخیر قلوب حاصل نہیں ہوگا جس قدر کہ تمہاری ایک پھونک میں ہے۔ جاؤ۔ اپنا کام کرو۔ ہاں ایک بات اور یاد رکھو۔ بادشاہ وقت کی اطاعت کرتے رہنا۔ اور اسکی فتح و نصرت کے لیے دعائیں مانگنا۔ ہم جیسا چاہینگے بادشاہ مقرر کرینگے۔ تم کو اس سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ خبردار ہمارے حکم کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرنا۔ ہم نے تمکو بہت طاقت اور تاثیر بخشدی ہے کہ اگر لیڈران قومی تمہارے ذریعہ اپنے مدعا کو مروج کریں۔ اور دیہہ در دیہہ عوام الناس کو اصلاح کا سبق بذریعہ طریق بیعت تلقین کریں اور اصلاحی خیالات کو پیری کے سبق میں سکھلائیں اور پھیلائیں تو ہم پختہ وعدہ دیتے ہیں کہ ایسا کرنیسے بہت جلد کامیاب ہو جائینگے۔ مگر یہ کامیابی اُس صورت میں ہے کہ لیڈران خود بیعت لیں۔ اور کمند اندازوں کی تفتیش کرکے گرفتار کرنا شروع کریں تو اُنکے دام تزویر سے اُمت مرحومہ کو چھوڑائیں اور پھر دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے وما علینا الا البلاغ +

محمد ظہور الدین مراقب از نابھہ

منشی عبد المجید صاحب کا ضروری کارڈ

نصر اللہ گنج۔ بھوپال ۱۶۔ اگست ۱۹۱۶ء

مہربان بندہ۔ تسلیم۔ کارڈ موصول ہوا۔ افسوس ہے کہ شعبان نمبر نہ ہونیسے میرا فائل کے نامکمل رہنے کا اندیشہ ہے۔ لیکن اگر اس جانب توجہ کریں تو پھر کوئی دقت نہیں ہے۔ نظام المشائخ ماہ ذیقعدہ میں اعلان فرمایا ہے کہ جس صاحب کے پاس شعبان نمبر زائد از ضرورت ہو بھیجدیں۔ قیمت انکو دیجائیگی۔ کار الفقہ یاد فرماتے رہیئے + بندہ محمد عبد المجید گرداور سائر تحصیل نصر اللہ گنج ریاست بھوپال اسٹیشن سیونی ملوہ ضلع ہوشنگ آباد

۴۸۶

اسباب طریقت

خدانے جو دین رسولؐ کو بتایا تھا وہ رسولؐ نے صحابہؓ کو سکھایا۔ صحابہؓ سے اُسے تابعینؒ اور تابعینؒ سے تبع تابعین نے لیا۔ اسی کی پابندی سیدنا عبدالقادر جیلانی سیدنا خواجہ معین الدین چشتی۔ خواجہ سید بہاءالدین نقشبند اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہم اجمعین نے کی۔ اسیکا نام شریعت اور اسیکا نام طریقت تھا۔ مگر اس زمانے کے جاہل لوگوں نے شریعت اور طریقت میں زمین آسمان کا فرق سمجھ لیا ہے وہ جانتے ہیں۔ قرآن وحدیث کو فقر سے اور فقر کو قرآن وحدیث سے کچھ سروکار نہیں ہے موقع بے موقع گانا سُن لیا۔ رنگین کپڑے پہنکر اور سر اُدہر دھکّے کھا آئے۔ بس سارا سلوک طے ہوگیا۔ فقیری کو نماز روزہ سے کیا واسطہ۔ جیسے پیر جاہل ویسے ہی اُنکے مریدان پڑھ وہ کیا جانیں کہ پیر میں کیا وصف ہونے چاہئیں اور کونسی کسوٹی ہے جسپر مرشد کے کمال کو کسکر دیکھیں۔ راگ یا سماع کا میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں جبکہ مجھے چشتیہ طریقہ میں بیعت کی سعادت حاصل ہے۔ مگر۔ ہرسخن وقتے وہر نقطہ مکانے دارد۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ العزیز چشتیہ صابریہ سلسلہ کے ایک رکن ہیں۔ اور آپ بلاناغہ شب کو سماع سُنتے تھے۔ اور آپکے ذوق شوق کا یہ عالم تھا کہ آپکو چکّی کی آواز پر وجد ہوجاتا تھا۔ مگر آپ بھی ان جاہل فقیروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اور شریعت کی پیروی کے لیے سخت تاکید کرتے تھے۔ آپکے مکتوبات کو دیکھیے۔ اس معاملہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ ۲۶۱ دوسو اکسٹھویں خط میں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کے پانچ رکنوں میں سے دوسرا رکن نماز ہے۔ اور نماز کہنے کو ایک رکن ہے۔ مگر اسمیں اسلام کے سب رکنوں کی خوبیاں اور برکتیں جمع ہوگئی ہیں۔ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو مقامات خدا کی نزدیکی اور معرفت الٰہی کے معراج میں

حاصل ہوئے تھے وہ حضورؐ کے طفیل سے نمازیوں کو نماز کے اندر حاصل ہوجاتے ہیں اسی لئے حضورؐ نے فرمایا الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔ دوسری حدیث میں اس طرح ارشاد کیا۔ مایکون العبد مزیدا فی الصلوٰۃ۔ یعنی سب سے زیادہ نزدیکی بندہ کو خدا سے نماز میں ہی میسر ہوتی ہے۔ اگر نماز مسلمانوں کو عطا نہ کی جاتی تو مسلمانوں کو معرفت الٰہی کبھی حاصل نہ ہوتی۔ اور طالب مطلوب تک ہرگز نہ پہنچ سکتا نماز وہ چیز ہے جو دلوں سے رنج اور غم کی کدورت کو دور کردیتی ہے۔ اسی باعث سے حضورؐ فرمایا کرتے تھے۔ ارحنا یا بلال۔ یعنی اے بلالؓ اذان کہو نماز کی تیاری کرو تاکہ ہم سب رنج والم کو بھول جائیں۔ اور ہماری جان کو سکھ پہنچے۔ یہ بھی حدیث ہے کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ یعنی میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ جو کچھ وجد اور ذوق اور احوال اور مقامات اور انوار اور رنگ اور تلوین اور تمکین اور تجلیات متکیف اور غیر متکیف اور ظہور متلونہ نماز سے باہر اگر صوفی کو نصیب ہوں تو نہ کسی گنتی میں نہیں نہ وہ قابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ جبتک اس قسم کی واردات نماز میں جلوہ گر نہوں انکی سند کیا ہے۔ اور اس قسم کی واردات نماز میں اسی شخص کو نصیب ہونگی جو نماز کو خوبی اور خوش اسلوبی سے ادا کرے گا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ نماز میں ایسے عجائبات کیونکر پیدا ہو جائینگے تو اُسے سمجھنا چاہئیے کہ جب صوفی نماز میں مشغول ہوجاتا ہے تو وہ دنیا کی حدود سے نکلکر عالم آخرت میں پہنچ جاتا ہے اور یہ سب مسلمانوں کا ایمان ہے کہ عالم آخرت میں بہشت دوزخ دیدار وغیرہ وغیرہ ہزاروں ایسے عجائبات ہیں جو نہ کانوں نے سُنے نہ آنکھوں نے دیکھے ہیں۔ جن لوگوں کو نماز کی حقیقت معلوم نہیں ہوئی اور وہ نماز کے کمالات تک نہ پہنچے۔ انہوں نے اپنی مرادیں حاصل کرنے کیلئے اور باتیں اختیار کیں۔ اور اپنی بیماریوں کی دوا کسی اور چیز کو سمجھا اور جب زیادہ بیقرار ہوئے تو انہوں نے اپنی توجہ گانے بجانے کی طرف مائل کی۔ اور مدعا مقصود کو نغمہ کے پردوں کے اندر تلاش کیا۔ حالانکہ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ماجعل اللہ فی الحرام شفاء۔ یعنی اللہ نے

حرام میں شفا نہیں رکھی ہے۔ مگر یہ کہئے کہ الغریق یتشبث بالحشیش۔ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیا کرتا ہی جب ان لوگوں کو نماز میں مزہ نہ ملا یا نماز کے ادا کرنے کی ہمت ان سے نہ اٹھ سکی تو ادہر اُدہر ٹپہ ٹوئیاں مارنے لگے۔ اُنہیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ جسقدر نماز میں اور راگ میں فرق ہے اتنا ہی نماز کی واردات میں اور راگ کی واردات میں فرق ہے۔ اور نماز اور راگ کے فرق کی نسبت یہ کہنا بجا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ حضرت شیخ ممدوح کے ان کلمات سے ظاہر ہو گیا کہ اگر صوفی نماز نہ پڑھے یا نماز کو اچھی طرح ادا نہ کرے تو اُسکے اور کمالات سب بے حقیقت ہیں۔ اور سوائے ڈھونگ کے اُسکے اندر کچھ نہیں لوگ جانتے ہیں کہ روزہ رکھنا نماز سے دشوار ہے۔ مگر یہ خیال تجربہ کے بالکل خلاف ہی۔ روزہ تو آدمی دن بھر پڑے پڑے یا سو کر کاٹ لیتا ہے۔ مگر نماز کیلئے جو کچھ محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ وہ ہر ایک نہیں اُٹھا سکتا ہے۔ نماز پڑھ کر آدمی ایک سپاہی ایک فقیر ایک بادشاہ ایک کامل انسان بن سکتا ہی۔ نماز کے مجاہدہ کے ساتھ صوفی سب مجاہدوں کو جھیل سکتا ہے۔

حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ فقیر کے جد مادری پندرہ برس کی عمر میں اعتکاف کے اندر بیٹھے اور آپکے اوپر عالم غیب سے نماز کے بھید اور عجیب و غریب رموز کھلے آپ نے اُنہیں غیبی اشارہ سے رسالہ کی صورت میں لکھا۔ اور اسرار الصلوٰۃ اُسکا نام رکھا وہ رسالہ کل ۱۶ صفحہ کا ہے۔ مگر اُسکے اندر ایسے معانی بھرے ہوئے ہیں کہ آدمی اُنہیں پڑھ کر حیران ہو جاتا ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو میں اسرار الصلوٰۃ کو نظام المشائخ کے لیئے اُردو کر دونگا۔ تاکہ کم استعداد شائق بھی اُس سے فائدہ اُٹھائیں۔ میں اس جملہ معترضہ کے بعد پھر اُسی مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ بغیر شریعت کے طریقت حاصل نہیں ہو سکتی ہی۔ اس موقع کے لیئے ہمارے سمجھانے کی خاطر حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ فرماتے ہیں الطرق کلہا مسدودۃ علی الخلق الا علی من اقتفی اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی خدا تک

پہنچنے کے لیے مخلوق کے واسطے سب رستے بند کر دیئے گئے ہیں۔ سوائے اُس رستہ کے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کہتے ہیں۔ اسکو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے نظم کر دیا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

حضرت شیخ اکبر فتوحات شریف میں لکھتے ہیں۔ فمن قال ثم طریقا الی اللہ خلاف ما شرع فقولہ زور فلا یقتدی بشیخ لا ادب لہ یعنی جس شخص نے یہ کہا کہ شریعت کے علاوہ معرفت کا راستہ کوئی اور بھی ہے تو اُسکے اس کہنے کو بالکل فریب سمجھو اور ایسے پیر کا کہنا ہرگز نہ مانو کیونکہ جو اسقدر بے ادب ہو کہ شرع شریف کی توہین کرے تو اُسکی پیروی کب بیجا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الھواء فلا تغتروا بہ تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود بالشریعۃ۔ یعنی تمہاری نظر سے اگر کوئی شخص ایسا گزرے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہوں یہانتک کہ وہ ہوا میں اُڑنے لگے تو بھی اُسکا یقین نہ کرو بلکہ اُسکی جانچ کرو کہ امر معروف اور نہی منکر اور شریعت کی حدود کی حفاظت وہ کتنی کرتا ہے۔ وائے برحال اُن بیوقوفوں کے جو مکار اور فریبی فقیروں کے دھوکے میں آجاتے ہیں اور اُنہیں اپنے گھروں میں گھساتے ہیں۔ اور جوان جوان بہنوں اور بیٹیوں اور جوروؤں کو اُنکے سامنے کر دیتے ہیں۔ میں نے اپنی عادت کے خلاف یہ مضمون مختصر لکھا ہے۔ لیکن اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔ اہل فوق اسے غور سے پڑھینگے تو بہت لطف اٹھائینگے۔ خدا ہمارے دلوں میں ذوق شوق پیدا کر دے۔ کیونکہ بے ذوق شوق کے نہ دنیا کی ترقی حاصل ہو سکتی ہے نہ دین کی۔ اور خاصکر فقر کے کوچہ میں پر و بازو ذوق شوق ہی ہیں۔ دیکھیے خدائے تعالی کیا فرماتا ہے۔ من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات۔ یعنی جو شخص اسکی ملاقات کی امید کرتا ہے تو ایسا وقت آنیوالا ہے حضور پرنور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں و اسئلک النظر الی وجھک والشوق الی لقائک۔ یعنی میرا سوال یہ ہے کہ مجھے ایسی نظر عنایت کر جو تیرے جمال تک پہنچے اور مجھے ایسا شوق دے جو تجھ سے ملنے کا ارمان پورا ہو مگر فراق کی یہ مجال نہیں ہے جو تجھ سے یہ کہے کہ ذرا اپنے رخسار پر سے نقاب کا کونہ سرکا دیجیے البتہ اُسنے آپ کی تعریف میں ایک مطلع لکھا ہے وہ سن لیجیے ؎

وہ زلف کیا ہے وہ مانگ کیا ہے وہ فرق کے اندر وہ خال کیا ہے
سمجھ میں آتا نہیں کچھ اپنی کہ تیرا حسن و جمال کیا ہے

۴۸۶

گیان کتھا

یہ مضمون آج کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ لیکن نظام المشائخ کے ناظرین کے سامنے آج ہی پہلی دفعہ پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے کہ وہ اسے دلچسپی سے پڑھیں گے۔ اور اس کتاب کو جس میں سے اسے یہاں لیا گیا ہے فوراً منگا لینگے۔ اس کتاب کا نام "مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی" ہے۔ مجموعہ مضامین ہذا دوبارہ چھپا ہے۔ اور بڑے سائز پر زیادہ ضخامت اور نیا دہ شان کے ساتھ چھپا ہے۔ تفصیلی ریویو کی نظام المشائخ میں گنجایش نہیں۔ اور نہ ناظرین نظام المشائخ کو مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی کے ریویو کی ضرورت۔ وہ سب حضرت خواجہ صاحب کی تحریر کے عاشق ہیں۔ تاہم پوری قدر و منزلت معلوم کرنی ہو تو خطیب بابت ۷۔ ۱۴۔ ۲۲۔ ۳۰۔ اگست ۱۹۱۶ء چار آنے بذریعہ منی آرڈر بھیجکر طلب فرمالیں۔ ان پرچوں میں مشہور نقاد مولانا عارف ہسوی نے مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ اور خوب لکھا ہے۔ مجموعہ مضامین کی قیمت علاوہ محصول ۲ ہے + (ایڈیٹر)

اپنے گیانی دیس ہندوستان کو کیا کہوں۔ ودیسی سنگت سے اگیانی ہو گیا۔ یونیورسٹی کی کتابوں میں صبر، سنتوش شانتی و اطمینان کا رستہ ڈھونڈھتا ہے +

کل پچھلی رات آکاش بانی صدائے ہو میرے کان میں آئی۔ کہا۔ علم کا غذی کتاب میں نہ دیکھ۔ سنسار۔ کائنات ہستی موجود کا ورق کھول۔ اسمیں دھیان کر۔ اور گیانی بن۔ میں نے کہا۔ تو آ۔ اور مجکو پڑھا۔ میرے پرم گیان پربھو۔ عالم اسرار خداوند نے اسکو مانا اور مجھپر نازل فرمایا +

پانی دیکھنے میں ایک۔ مگر مزا سمندر کا کھاری۔ کنوئیں دریا کا میٹھا۔ گلاب کی جڑ اور تخم

ایک۔ لیکن پھول۔ پتے۔ کانٹے میں جدائی۔ پانی کی افراط درخت کو گلا دیتی ہے مگر کنول کے پھول کی زندگی لبریز پانی سے ہی ہے۔

تو دیکھ بگلا سفید ہے۔ کوّل کالی ہے۔ طوطا سبز ہے۔ تو سُن۔ انجن کی سیٹی کان کو ناگوار ہے اور پیانو کے نغمے دلنواز۔ تو چکھ۔ املی کھٹی ہے۔ نیم کڑوا ہی۔ گھر سے نکل۔ پہاڑ اونچے ہیں۔ زمین نیچی ہے۔ دریا بہتے ہیں۔ کنارے ساکن ہیں۔ غور کر۔ سورج روز نکلتا۔ اور روز چھپ جاتا ہی۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں نور وظلمت کی دو حکومتیں پلٹ جاتی ہیں۔

یہ کیوں ہی؟

تیرے صبر قرار کیلئے سنسار بیقرار ہے۔ شعلے بھڑکتے ہیں۔ دریا بہتے ہیں سمندر موجیں مارتا ہی ہوا چلتی ہی۔ بادل آتے جاتے برستے برساتے ہیں۔ بجلی چمکتی کڑکتی ہے۔ بوندیاں اعلیٰ سے اسفل ہوتی ہیں۔ تاکہ تیرا وجود انقلاب ایام سے گھبرا نہ جائے۔ اور جانے کہ گردش ہر موجود کی ڈیوٹی ہے۔ بدلنا ہر حالت کا اقتضاء ہے۔ سمندر رہتا۔ اور نشیب و فراز کے عالم اپنی صحت کی خاطر برداشت کرتا ہے۔ ورنہ اُسکا پانی سڑ جائے۔ دریا اپنی زندگی کے لیے رواں دواں ہے ورنہ تالاب کا گندہ پانی کہلائے۔ ہوا نہ چلے تو کمزور زہریلی اور بھاری ہو جائے۔ شعلہ آتش نہ بھڑکے تو دھوئیں کی تاریکی میں نابود رہے۔ بادل نہ برسیں تو دوسرے سال سمندر میں ابخرے پیدا نہوں۔ اور اُنکی نسل قطع ہو جائے۔ بجلی چمکنا گرجنا چھوڑ دے تو فلک کے اعیان و اشراف میں بے آبرو ہو جائے۔ بوندیاں خاک کی پامالی سے انکار کریں تو ابر رحمت کے خطاب سے محروم کر دیجائیں۔

انسان! آدمی!! خیال کر۔ جب ہر چیز اپنی غرض اور ذاتی مطلب کے لیے متحرک ہی تو تو کیوں پریشان ہوتا ہے۔ کرم کر۔ عمل کر گیان ہو کش نجات۔ سرمدی ابدی۔ عمل حرکت میں ہی۔

دنیا کی بنیاد خوشی و راحت پر ہے۔

دیوانہ ہوا ہے۔ زندگی کو آلام و مصیبت کی پوٹ سمجھتا ہے۔ تو کیا نادان ہے میں نے نیچر و فطرت کی بنا خوشی و راحت پر رکھی ہے۔ جب تو بیمار ہوتا ہے۔ ابر سورج پر آجاتا ہے دریا کنارے سے اُبل پڑتا ہے۔ تو تو صحت۔ روشنی اور سیلاب سے سلامتی مانگتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تکلیف میں ہوں۔ مگر بیماری کے جاتے رہنے۔ بادل کے پھٹ جانے۔ طوفان کے تھم جانے سے کیا کوئی نئی چیز حاصل ہوتی ہے۔ بیماری گئی تو وہی تندرستی آئی جو پہلے تھی بادل پھٹا تو وہ سورج چمکا جو پہلے اسیطرح چمکا کرتا تھا۔ طوفان رکا۔ دریا سمٹا تو وہی کنارہ نظر آیا جو ہمیشہ خشک رہا کرتا تھا۔ کوئی نئی چیز تجکو حاصل نہیں ہوئی۔ اسکو سوچ۔ میں نے تجکو تندرست۔ بشاش مطمئن پیدا کیا ہے۔ تیرے اعمال۔ تیرے کرم تجکو تکلیف دیتے ہیں۔ جو عارضی ہوتے ہیں۔ اور اسکا دور ہونا۔ اور اصل بنیاد کا از سر نو نمودار ہونا میرا اٹل قانون ہے۔ اس واسطے عارضی تکلیفات سے مضطرب اور مایوس نہ ہوا کر۔

پھانس نکلنے کو چبھتی ہے۔ پیاس بجھنے کو لگتی ہے۔ بھوک پیٹ بھرنیکے لیے پیدا ہوتی ہے جب کانٹا چبھے تو سمجھ لے کہ اسکو ایک وقت نکلنا ہے۔ بھوک پیاس کی خواہش ہو تو خیال رکھ کہ کھانا پانی ملنا لازمی ہے۔ بیماری آئے تو یقین کر کہ تندرستی بھی اسکے ساتھ ہے۔

میں نے آدم کو اپنے وجود محیط الکل کا آئینہ بنایا ہے۔ اسمیں میری کبریائی دیکھ۔ میری غنائی اور قہاری مشاہدہ کر۔ میری رحمانی و غفاری کو محسوس کر۔ اسرار مخفی کے نمود و ظہور کی خاطر یہ کارخانہ بنایا ہے۔ انکو نمودار ہونے دے۔ جب تو آئینہ ہے تو میرے ہاتھ میں رہ۔ اور جو کچھ تجھ میں نظر آئے اس میں دخل انداز نہ ہو۔

معبود و عبد نواز کے اس اقرار کے بعد میں نے اپنے جسم۔ اپنی قوم کے جسم۔ اپنے ملک کے جسم اعضا سے خطاب کیا جو حوادث ایام سے آشفتہ تھے۔ اور روح سے ناواقفی کے مطالبات کر رہے تھے۔ اور کہا ظہور صفات کے کرشموں سے ہراساں اور مایوس نہ ہو۔ اور اپنے رب پر توکل و اعتماد سیکھو۔ جس میں راحت و ایمان ہے۔

حسن نظامی

رشحاتِ اکبر

کس طرح کہتا کہ جو چاہوں وہ ہونا چاہیے — کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا چاہنا کیا چاہیے
کہہ دیا میں نے کہ ہوں اور یہ نہیں سمجھا کہ کیا — اس خودی کا حشر کیا ہوتا ہے دیکھا چاہیے

خس کی یہ معذرت ہے موجوں کے ساتھ ہم ہیں — موجیں یہ کہہ رہی ہیں قدرت کے ہاتھ ہم ہیں

دریا رواں ہیں ہر سو چشمے ابل رہے ہیں — جس راہ لگ گئے ہیں اس راہ چل رہے ہیں

نفس میں الجھا ہے تو اکبر ابھی دل دور ہے — راہ کے یہ خوشنما منظر ہیں منزل دور ہے

عاشق کی طبع لاکھوں ہی موجوں میں ہے رواں — الفاظ کر سکیں گے نہ اس کا محاصرہ
اے عقل اعتراض سے کچھ فائدہ نہیں — کیوں کرتی ہے زبان سے دل کا مقابلہ

کہوں کس کو یہ وقعت میں زیادہ اور یہ کم ہیں — ہر اک ذرہ کو دعوے کہ ہم بھی جزو عالم ہیں

فرشتے ہیں چند جن کو غفلت ابھارتی ہے — اک خاک عبرت آگیں تسکیں پکارتی ہے

اس انجمن میں ہم بھی اک رات جل چکے ہیں — تم شمع بن رہی ہو اور ہم پگھل چکے ہیں

جہاں میں عقل کی حسرت نکل نہیں سکتی
خدائی ذہن کے ڈھانچے میں ڈھل نہیں سکتی

حق سے ہے کم محبت، ہے صرف خود فروشی
عزلت ہی ہے مناسب راضی جو دل ہو تیرا
ملنے سے یہ خرابی پیدا ہوئی بالآخر
اب معترض ہے مجھ پر مشتاق تھا جو میرا

جو پوچھا دل نے اِس جینے کا کیا مقصود آخر ہے
شکم بولا کہ اِس کی بحث کیا خادم تو حاضر ہے
شکم کی پیٹھ ٹھونکی نفس امارہ نے خوش ہو کر
صدائے باطنی اُٹھی کہ یہ کم بخت کافر ہے

کیا اثر اُس پہ مرا ہوگا یہی رونا ہے
یہ تو ظاہر ہے مرے بعد بھی کچھ ہونا ہے

اکبر۔ الہ آباد

۶۸ء

نماز صبح

پُر راز عجب ظلمت و خاموشیٔ شب تھی
دل محو رہا آرزوئے ذوقِ فنا میں
ہر چند کیا شمع فراست کو فروزاں
روشن نہ ہوا قلب مگر اسکی ضیا میں
اب دور ہوا پردۂ تاریکیٔ غفلت
پُر نور ہوا مشرق دل یاد خدا میں
ہے نور امیدِ سحری جان عبادت
اخلاص کہاں تیرگیٔ بیم و رجا میں
ہے ہر بنِ مو محوِ تمنا کہ الٰہی
بن جاؤں زباں کاش تری حمد و ثنا میں
کچھ دل نے مزا پایا تو بس سجدے میں جاکر
توصیف میں تقدیس میں تسبیح و دعا میں
اک روز حیات اور عنایت کیا حق نے
سجدے سے اُٹھے سر تو جھکے شکر عطا میں

ہر لحظہ تری عمر کا صابر ہے غنیمت — یہ بیش بہا وقت نہ کھو حرص و ہوا میں
تب قدر کھلے عالم فانی کے دنوں کی — جب جاگ اٹھو وقت سحر ملک بقا میں

علی احمد صابر۔ از آسام

یار کے جلوے

(۱۳)

جو ہوا محرم حریم نیاز — عشق خوباں سے آگیا وہ باز
جو ہوا جام عشق سے مدہوش — وہ کبھی ہوش میں نہ آیا باز
چاہے گر تو جمال یار کرے — غیر سے بند نے آنکھیں مثل باز
حرف درمان لوح دل سے مٹا — نامۂ درد جب کرے آغاز
دل و جاں سے نثار ناوک دوست — جان کرتے فدا ہیں اہل نیاز
دیکھتا ہوں جمال جب میں ترا — پرتو حق کا اس میں ہے انداز
کوئی ڈھونڈے اگر تو پائے ضرور — دل محمود کو بہ زلف ایاز
میں نے کل خود کو خواب میں دیکھا — پیش دولت سرائے صفدر راز
کھٹکھٹایا جو میں نے دروازہ — آئی اندر سے مجکو یہ آواز

کہ بچشمان دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

(۱۴)

دل سے یاروں کا تیری دید سے شاد — خانۂ شادی تجھ سے ہے آباد
دیکھے تیرے گر لب شیریں — بھولے شیریں کو یاد سے فرہاد
سر نہ کھینچے گا بندگی سے تری — دہر میں کوئی بندۂ آزاد

مادرِ دہر نے نہ تجھ سی جنی — از ازل تا ابد کوئی اولاد
خواہ تو کر قبول یا مردود — نہیں کچھ مجھ میں طاقتِ فریاد
حاکمِ عشق مُلکِ دل پہ مرے — حد سے زیادہ ہے کر رہا بیداد
طاق ابروئے یار کے آگے — سر جھکا دے تو تا کہ پائے مراد
کل کچہری میں عشق کی میں گیا — تیرے اخفائی تا کروں فریاد
بس اُسی دم سروش مژدہ گذار — یوں پکارا کرم سے اے ناشاد

که بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہرِ اوست

(۱۵)

نہ کوئی ہم فسانہ کہتے ہیں — قصۂ عاشقانہ کہتے ہیں
رمزِ فقر و یگانگی سب کچھ — ہم جو کوئی یگانہ کہتے ہیں
فکر ہیں زلف و رُخ کے ہم دن رات — وصفِ مرآت و شانہ کہتے ہیں
ناموافق زمانہ کی باتیں — پیشِ اہلِ زمانہ کہتے ہیں
کھٹکھٹاتے ہیں ہم جنوں کا در — ہوش کو اک بہانہ کہتے ہیں
دیکھ گلشن میں ساغرِ لالہ — ہم حدیثِ پیمانہ کہتے ہیں
لب و زلف اور خالِ یار کو ہم — شکر و دام و دانہ کہتے ہیں
گردشِ دہر سے خرابی کا — بے خودوں کو بہانہ کہتے ہیں
پردۂ راز سے جو ہیں واقف — وہ سب ہم یہ ترانہ کہتے ہیں

که بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہرِ اوست

(۱۶)

رُخ ترا عشاق — در ترا قبلہ گاہ ہر مشتاق
نہیں خوبی میں کوئی تیرا جفت — خوبروئی میں کیونکہ ہے تو طاق

اور دلبر بھی گرچہ [illegible] ہیں — تو مگر سب میں ہے علی الاطلاق
زہر آشام جامِ غم کے ترے — کب کسی سے ہیں طالبِ تریاق
دلِ عشاق کر رہے ہیں ہدف — تیرِ چشمِ بتانِ سیمیں ساق
غیر پیتے ہیں خوب ساغرِ وصل — ہم غریبوں کو ہائے دردِ فراق
مستحق ہیں بلا و غم کے ہم — عاشقوں کا یہی ہے استحقاق
پھر عراقی بھی آفریں کہیے — گر سخن میرا پہنچ جائے عراق
یہ خبر مُلکِ عشق کے مخبر — دے رہے ہیں بہ جانبِ آفاق

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہرِ اوست

چندر سروپ چاند از لاہور

غزل

خاکِ پائے بوترابؓ

سرمۂ قدسیاں ہے خاکِ پائے بوترابؓ — عرش پر قائم ہوئی ہے جب سے جائے بوترابؓ
زوجِ زہرا و اخی مصطفیٰ ہے اس لیے — حکم ہے اللہ کا حبِ رضائے بوترابؓ
بابِ علمِ مصطفیٰ تھے حضرت مولا علیؓ — ذوالفقار اللہ نے بھیجی برائے بوترابؓ
جن و انساں سب اگر ہوں متفق ممکن نہیں — کس کی طاقت کر سکے کوئی ثنائے بوترابؓ
گردشِ گردوں کا مجھ کو خوف ہو کیوں دوستو — کام جب بگڑے ہوئے میرے بنائے بوترابؓ
فیض سے معمور ہیں دونوں جہاں اس شاہ کے — جانتا ہے ہر کوئی جود و سخائے بوترابؓ
سر کے بل ملتاں سے جا کر تا بنجف یہ مبتلا — کاش روضہ پر مجھے اپنے بلائے بوترابؓ
عرض کر دکھ درد اس دربارِ عالی جاہ میں — کون ہے مونس ترا اے دل سوائے بوترابؓ
جان و دل قربان اس بدنام قدموں پر کروں — خواب میں جس دن مجھے صورت دکھائے بوترابؓ

بدنام امروہوی

۷۸۶

خواجہ حافظؒ

ترے الفاظِ موزوں مظہرِ شانِ گہر ریزی ترِی شیریں بیانی سے مرادف شکّر آمیزی
عروسانِ سخن کو تجھ سے حاصل وصفِ نو خیزی ترے دیوان سے ظاہر ہی سرِّ عشق کی تیزی

خدا شاہد کہ ساقیٔ شرابِ معرفت ہی تو
برائے گوشِ اہلِ دل زبانِ موعظت ہی تو

سکھا دیتا ہی طلّابِ طریقت کو تو جانبازی ترِی منطق سے حاصل ہی تصوف کو سرافرازی
عیاں کی تو نے شانِ فارسیٔ شکّرِ تازی فصاحت کو ہی تجھ سے فخر اے خوشگویٔ شیرازی

تو ہی کرتا ہی ہمیں شیریں ہی شہد و شکر آری
ز دریائے عمیقِ شاعری بیرون گہر آری

سخن گویانِ عالم جسم ہیں جانِ سخن ہی تو زلیخائے زباں کا ماہِ کنعانِ سخن ہے تو
زہے بزمِ سخن میں رافعِ شانِ سخن ہی تو تکلم تیرا گویا ہے کہ جانانِ سخن ہے تو

تخیل تیرا ہے فرحت فزا افسردہ جانوں کو
ترا ہر مصرعِ موزوں سندِ شیریں بیانوں کو

خمستانِ بلاغت سے ہی مملو تیرا مے خانہ ترِی محفل میں آ کر صوفی و زاہد ہی مستانہ
معانیٔ شریعت ہیں ترے الفاظِ رندانہ قیامت تک رہیگا ہر زباں پر تیرا افسانہ

ترِی مے ہی نقابِ چہرۂ عشق خدا حافظ!
ترا ثانی زمانے میں نہو گا نے ہوا حافظ!

نہ کیونکر ناز فرمائیں جہاں ہم لاتے تیرے متوالے کُھلی تر نغمۂ دلکش عجب ساز ہیں میں ہی ڈھالے
جہانِ شاعری تیرا ہے ای خواجہ اسے آلے بہکتے ہیں اگرچہ سبکے اسرارِ خودی والے

حقیقت بیں نگاہ میں سماتی بیخودی تیری
بسانِ نقشِ سنگ الفت ہی ہر دلپر کہدی تیری

ترے روئے سخن سے ہی ہویدا جلوہ زا جلوہ
نگاہ کور کیا دیکھے مرے خواجہ! ترا جلوہ

تری مے سے نمایاں ہی خدائے پاک کا جلوہ
زہے صورت زہے معنی خوشا غمزہ خوشا جلوہ

ترے حاسد کو محرومی تمیز کفر و دیں سے ہی
بہت دوری حضورِ ذاتِ رب العٰلمیں سے ہی

پیر غلام قادر شوکت از امرتسر

۷۸۶

مذہب وہی ہے اپنا جو مذہب ہے یار کا

پوچھا جو کوثری سے کسی شیخ عصر نے
جو دل سے تھا غلام بڑا چار یار رض کا

بتلا کہ تیرا مذہب دیں کیا ہی کوثری!
ہے اعتراف دل سے تجھے کس شعار کا

آتی ترے کلام سے ہی بوئے شیعگی
قائل تو ایک کا ہے کہ قائل ہے چار کا

کیا رائے صائب امر خلافت میں ہی تری!
حق تھا علیؓ کا یا کہ تھا حق یار غار رض کا

یہ سن کے کوثری نے جگر تھام کر کہا
ہو شیخ تجھپہ لطف و کرم کردگار کا

تیرہ سو سال کا گیا جھگڑا عجب شروع!
اے شیخ مجکو غم ہے تری جان زار کا

بہر رسول تجھکو ہدایت خدا کرے
اور تجھپہ سب ہو فرق عیاں نور و نار کا

ہے نور عشق۔ نار ہے بحث تضیع وقت
کیا ہے مقابلہ گل خنداں سے خار کا

سامانہ ایک شہر ہے پٹیالہ کے قریب
مسکن وہاں ہے ایک گل نو بہار کا

اُس گل کے عشق کا دلِ شیدا پہ داغ ہے | مالک وہی ہے اپنے دلِ داغدار کا
دنیا و دیں میں اپنا وہی ایک یار ہے | رنگِ دوئی سے دور ہے دل خاکسار کا
اُس شاہ حسن نے مجھے بندہ بنا لیا | اب کچھ نہ پوچھ واسطہ پروردگار کا
جا کر تو اس سے پوچھ لے مذہب ہے اُس کا کیا؟ | مذہب وہی ہے اپنا جو مذہب ہے یار کا
گر کوثری یہی ہے کشش عشقِ یار کی | سا آمانہ جارہے گا یہ ساکن حصار کا

(چوہدری) دلورام کوثری از قصبہ نانڈجی

۴۸۶

صدائے اتحاد

چھیڑ مطرب آج سازِ پُر نوائے اتحاد | جوش یکرنگی کرے پیدا ہوائے اتحاد
شاخہائے سبز جھک جھک کر گلے ملنے لگیں | نغمہ سنج حق کے لب پہ ہو صدائے اتحاد
جھٹپٹا سا وقت ہے ملتے ہوئے ذرات ہیں | گردش عالم میں بھی ہے اک ادائے اتحاد
ملگجی سرخی گرمی فصل ہے برسات کی | دیکھنے والے ذرا دیکھیں فضائے اتحاد
ڈالکر پانی کیا ہلکا شراب ناب کو | ساقیِ میکش نے بھی رکھی بنائے اتحاد
اختلاف امتی قولِ رسول اللہ ہے | اصل سے لیجے نمایاں شاخہائے اتحاد
خال ہندو لائیے زلفِ چلیپا لائیے | دیکھئے پھر شان حسن دلربائے اتحاد
دانۂ تسبیح لیکر گوندھیئے زنار میں | کیجئے مضبوط اس سے رشتہ ہائے اتحاد
دوستی کیونکر رہی جب دل غبار آلود ہے | کس طرح ہوگی لطیف آب و ہوائے اتحاد
جوش ملی سے لگا دو سینۂ حاسد میں آگ | تاکہ پیدا ہوں اسی سے شعلہ ہائے اتحاد
آپکو روزِ ازل تعلیم ہمدردی ملی | آپ ہی سے ہوگی جب ہے ابتدائے اتحاد
نیکیاں کیجے بھی تو بے لوث ہو کر غیر سے | صاف رکھنی چاہیئے آب و ہوائے اتحاد

بھولیے اغراض کو اور چھوڑیے خود رائیاں — کچھ نہ کچھ قربانیاں کیجے برائے اتحاد

غیر کی ناپاکیوں سے آپ کیوں لیجے اثر — دہر سے ممتاز ہو اپنی فضائے اتحاد

خلق سے اپنے کیا کرتے تھے عالم کو مطیع — اس طرح اسلام نے ڈالی بنائے اتحاد

داورِ محشر کے ہاتھوں میں ہے اجر و انتقام — دیکھئے اس جوش سے بگڑی ہوائے اتحاد

صفحۂ قرطاس پر تا چند یہ گلکاریاں — اختتامِ نظم پر کیجے دعائے اتحاد

اے شہنشاہ قلوب راستیِ ہر دو جہاں — حسنِ نیت پہ ترحم اے خدائے اتحاد

ڈال دے تو قلب میں تخمِ صلح و آشتی — ہستیِ عالم میں پھیلا دے ہوائے اتحاد

دہر سے لوٹیں سب اپنی عمارت صلح کی — مل کے سب اس طرح سے ڈالیں بنائے اتحاد

حرزِ جانِ شیخ و شاب اے ہاشمی یہ نظم ہو — جس کا ہر ہر شعر ہے معجز نمائے اتحاد

رحم علی الہاشمی۔ از لکھنؤ

۴۸۶

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بسا

ملے جو راہ میں کل ایک مولوی مجھ کو — تو گفتگو کا ہوا اُن سے سلسلہ آغاز

کہا یہ میں نے ادب سے کہ قبلۂ عالم — بتائیے تو زمانے کا کچھ نشیب و فراز

خبر ہے کچھ جنہیں ترک آپ کہتے ہیں — کدھر ہیں جنگ میں مصروف ہیں کہاں قفقاز

چھڑی ہوئی ہے عدیم المثال جنگ عظیم — کسی کو علم نہیں اسمیں کیا ہے مضمر راز

تمام خطۂ یورپ بلائے جنگ میں ہے — لگی وہ آگ کہ تہذیب کو ہے سوز و گداز

بڑے غضب کی یہ ترکوں سے ہو گئی غلطی — کہ کر لیا ہے عبث جرمنوں سے ساز و باز

نہ قدر وقت کی اُن سے ہوئی نہ فرصت کی — اسی سے دہر میں جاپان آج ہے ممتاز

اثر خلافتِ عظمیٰ کا کھو دیا افسوس — نہ سمجھے اِسمیں ہے پوشیدہ اہمیت کا راز

بتاتی ہے مجھے تاریخ یہ کہ انگلش قوم
رہی ہمیشہ سے ترکوں کی مونس و دمساز

بہت بگڑ کے یہ بولے جناب مولانا
ہمارے کان میں پڑتی ہے آج یہ آواز

سُنائی تم نے زمین اور آسماں کی خوب
چڑھی ہوئی ہے کہ بکتے ہو یا ہو چانڈو باز

دماغ پہ ہے فلک سیر کا اثر بے شک
بنے ہوئے ہو تم اِسوقت بلبل شیراز

میں واسطہ نہیں رکھتا تمام دنیا سے
مجھے فقط ہے خداوند کارساز سے ساز

اُسی کی یاد سے مطلب اُسی کی یاد سے کام
وہی علیم مرا جانتا ہے راز و نیاز

اِدہر اُدہر مرا جانا کہیں نہیں ہوتا
جو گھر سے نکلا تو مسجد گیا برائے نماز

خبر نہیں مجھے ایران اور ٹرکی کی
مرے تو دل کو ہے مرغوب ایک نام حجاز

مرا مدینہ مرا کعبہ سالم و قائم
رہے ہمیشہ یہی ہے دعا بعجز و نیاز

تمام فتنہ سے محفوظ ارض پاک رہے
خدا کرے کہ نہ پہنچے وہاں کوئی غماز

کہا یہ میں نے غلو آپ کا ہوا معلوم
مگر یہ حکم الٰہی بھی سُنیئے بندہ نواز

"چلو پھرو متجسس بہ ماہیت اشیاء"
"رہو کہ تم کو ہو معلوم کائنات کا راز"

عمل ہوا تھا اِسی پر قرون اولے میں
دکھا دیا تھا عرب نے کمال کا اعجاز

یقین آپ یہ سُنکر نہیں کرینگے کبھی
مگر یہ سچ ہے کہ خشکی بن چل گیا تھا جہاز

تنزلی ہوئی جب سے کہ چھوڑ کر تحقیق
لگے جھگڑنے برائے وضو برائے نماز

دکھائی دیتی ہے اسلام کی نئی دنیا
بدل گیا وہ پرانا طریقہ و انداز

شرع میں منع ہے رہبانیت جنابعالی
نکل کے گوشہ سے کچھ کیجیے قدم دراز

تمام حالت دنیا سے واقفیت بھی
ہر اک بشر کے لیئے ہے ضرور مایۂ ناز

یہ بہتر از عبادت ہے دلمیں گر کہیں
کسی کے درد و محبت سے آپ سوز و گداز

خیال چاہیئے حق العباد کا پہلے
یہی ہے راحت دارین کا ذریعہ و راز

زمانہ مظہر قدرت ہے مرد دانشمند — اِسی کا رہتا ہے ہر آن مونس و دمساز

یہ کہہ گیا ہے حکیمِ زمانہ بالتحقیق

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز

محمد فاروق سب رجسٹرار دیوریا

٤٨٦

حجاز اور ہم

شمع کے کوچے سے پروانے کو جیسے پیار ہے — بلبلِ شیدا کو پیارا جس طرح گلزار ہے

یوسفستانِ چمن پر جس طرح غش ہے ہزار — لالہ و ریحان و گل کے واسطے ہے بیقرار

غنچۂ گل کا تمنائی ہے بھونرا جسطرح — اُسکی دنیا ہے فقط پھولوں کی دنیا جسطرح

جیسے جگنو کو ہے پیاری باغ و بستاں کی ہوا — سبزہ زاروں میں ہی رہتا ہے یہ آتش زیرپا

آہوؤں کو جس طرح ہے وسعتِ صحرا پسند — چاند کا جیسے چکوروں کو ہے نظارہ پسند

ہے ہوا شرطِ بقا جیسے پرندوں کے لیئے — لازمی پانی ہے جیسے مچھلیوں کے واسطے

جس طرح قمری صنوبر سے جدا ہوتی نہیں — سرو کے دامِ محبت سے رہا ہوتی نہیں

جس طرح گل صحنِ گلشن کو بھلا سکتے نہیں — ہجر کی پژمردگی رخ سے اڑا سکتے نہیں

رنگ و بو کو اُنس پھولوں سے ہی گہرا جس طرح — شاخ و بُن سے ہی قوی پھولوں کا رشتہ جسطرح

جیسے ساحل پیارا سیلِ خورندہ طوفاں کو ہی — جیسے طوفاں سے محبت بحرِ بے پایاں کو ہے

ابر سے زرع و نخیل و کشت کو جیسے ہی پیار — جس طرح وارفتۂ دریا ہے آبِ جوئبار

جس طرح ذرات کے دل میں ہی عشقِ آفتاب — قطرے قطرے میں سمندر کے ہے جذبِ ماہتاب

ہے یونہی تجھ سے محبت ہمکو اے دشتِ حجاز — وا ہے ہم دل جلوں پر تیری درگاہِ نیاز

غلام محمد طور ایم اے از سیالکوٹ

۱۶ء

پیپر ریلیف فنڈ

گرانی کاغذ کا مقابلہ

شوال کے نظام المشائخ میں کاغذ کی گرانی کا حال بیان کر کے امداد کی جو اپیل کی گئی تھی الحمد للہ اُسے ناظرین نے قبول کیا۔ کئی حضرات نے ۸ر سے زیادہ رقمیں بھی بھیجی ہیں مثلاً جناب احمد ظفر خاں صاحب فرخ آباد ایک روپیہ۔ جناب سید علی صاحب احمد پور شرقیہ تین روپے۔ آٹھ آٹھ آنے دینے والے حضرات کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام	نمبر خریداری
۱	جناب فضل محمد صاحب طالب علم موضع عالمگیر	۷۷۸
۲	جناب عبد القادر صاحب قاضی کوٹ خدایار	۹۴۲
۳	جناب محمد تفضل حسین صاحب جیلر نینی تال	۳۵۳
۴	جناب محمد یعقوب علی صاحب نائب رجسٹرار قانونگوی متھرا	۲۸۲
۵	جناب محمد حسام الدین صاحب سول ناظر جالندھر	۲۷۹
۶	جناب نعمت اللہ خاں صاحب ماسٹر رانچی	۸۹۱
۷	جناب اختر الزمان صاحب ٹیچر آگر (مالوہ)	۵۶۴
۸	جناب مولوی نذر محمد صاحب بی اے۔ گوجرانوالہ	۲۴۴
۹	جناب ابو القاسم سید محمد صاحب حیدرآباد دکن	۹۳۷
۱۰	جناب منشی محمد حیات صاحب لاہور	۹۴۸
۱۱	جناب ڈاکٹر مظہر حسین صاحب حیدرآباد دکن	۹۳۸
۱۲	جناب عبد الرزاق صاحب میرٹھ	۲۹۲

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۱

جلد ۵ نمبر ۶

ذوالحجہ ۱۳۳۲ھ

قیمت باسمین

۷۸۶

نظام المشائخ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم سوم — قسم سوم

رُوحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہر زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندیٔ وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۴؍

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

آجکل

نظام المشائخ دوہرا

نکل رہا ہے اور روز بروز اسکی اشاعت میں ترقی ہے مشتہرین ضرور اپنے اشتہار اسمیں درج کراکر فائدہ اٹھائیں

نرخ نامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	عہ/	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	۶/	صہ/	لعہ/	صہ
پورا صفحہ	للعہ/	عہ	مہ	سہ

نظام المشائخ کے قواعد وضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رح کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے۔ مضامین اسمیں مذہبی، اخلاقی، اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے (۲) اگر رسالہ ماہ ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے دس بارہ تک انتظار کیجیے۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیے۔ کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے پر شاید پرچہ ختم ہو جائے اور نہ مل سکے (۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو۔ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کردینی کافی ہے (۴) خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے جوابی امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

جلد ۵ بابت ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۴ ہجری نمبر ۱۲

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۱
۲	یاران نظام المشائخ	۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۳
۳	اذان کی کتھا	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۱۰
۴	آفتاب رسالت	جناب مولوی فاضل مرزا محمد نذیر صاحب عرشی	۱۲
۵	یقین	جناب مولانا محمد عظیم صاحب واعظ اسلام گکھڑ	۱۸
۶	کمالات خسروی رح	جناب مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۳۵
۷	گراموفون و سگرٹ	جناب مولوی محمد ظہیر الدین صاحب مراقب نابھہ	۳۷
۸	حقیقت حج	جناب مولانا محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی	۴۱
۹	رسول نمبر	اڈیٹر	۴۹
۱۰	نور نظر	جناب قاضی حمید الدین احمد صاحب حمید سیالکوٹی	۵۲
۱۱	مدنی کھجور	جناب منشی محمد عبد الخالق صاحب خلیق دہلوی	۵۳
۱۲	حق ہمسایہ	جناب میر منشی فضل الٰہی صاحب	۵۴
۱۳	زندگی	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب آرج گیاوی	۵۶
۱۴	یاد اجل	رگ	۵۷
۱۵	تہذیب کی بڑ	جناب ماسٹر باسط علی صاحب باسط بسوانی	۵۸
۱۶	[illegible]	جناب علی احمد صاحب علی بی اے	۶۰
۱۷	[illegible]	جناب غلام مصطفیٰ صاحب ذہین حیدرآبادی	۶۱
۱۸	[illegible]	جناب مولانا فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی اے	۶۱
۱۹	بقیہ یاران نظام المشائخ	۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۳
۲۰	اشتہارات	۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔	۶۵

یاران نظام المشائخ

ذیل میں ان حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے گزشتہ مہینے نظام المشائخ کی نئے خریدار پیدا کرکے یا خود خریدار بنکر مدد فرمائی +

خریدار پیدا کرنے والوں کی تفصیل یہ ہے

جناب عدالت خانصاحب اسسٹنٹ انسپکٹر برارکوٹ نے جناب محمد سعید خانصاحب کو خریدار بنایا

جناب مولانا سید بشیر الدین احمد صاحب امام و خطیب جامع مسجد دہرہ نے جناب قاضی سید لیاقت حسین صاحب منیہار کو خریدار بنایا

جناب سید ابوالصفیر صاحب ضلع ڈاکخانہ مارگاؤں بیربھوم نے جناب چودھری منظور الحق صاحب موضع کتیھا کو خریدار بنایا

جناب غلام حیدر صاحب موضع حسینا خورد نے — جناب بابو ماسٹر مولوی سید محمد عبدالمجید صاحب محمد پور کو

جناب مولوی احمد حسین صاحب ضلعدار سپول بیر نے — جناب سید فخر الدین صاحب کورٹ حلقہ سری نگر کو ״

جناب منشی نظام الدین صاحب ضلعدار لائل پور نے — جناب منشی سلطان محمد شاہ صاحب پٹواری نہر کو ״

جناب مولانا بدر الحسن صاحب علی گڑھ نے — جناب مولوی مظہر جلیل صاحب مرادآباد کو ״

جناب منشی عبدالرحمن صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع درگ نے — جناب منشی محمد حسین صاحب سب انسپکٹر پولیس کو ״

جناب نثار حسین صاحب موضع فریدپور نے — جناب شیخ عبدالحکیم صاحب فریدپور کو ״

جناب اے ایس محبوب میاں صاحب مدراس نے — جناب گلزار خانصاحب کیپی نی شندیال کو ״

جناب محمد بشیر الدین صاحب رئیس نے — جناب خلیل احمد صاحب الہ آباد کو ״

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے — جناب ایم سید عثمان صاحب منیجر ایجنسی بنگلور کو ״

جناب شیخ احمد صاحب سابق امین پولیس سکندرآباد دکن نے — جناب مولوی شیخ لعل صاحب انسپکٹر سکندرآباد

جناب مولوی محمد جعفر خانصاحب سکندرآباد ״

جناب حکیم محمد یوسف خانصاحب امپوری سکندرآباد

جناب مولوی محمد عبدالعزیز صاحب انسپکٹر تیجاپور کو ״

جناب سلطان محمد خانصاحب جاگیردار کانسہان نے — جناب میراں بخش صاحب ودسہ کو ״

جناب خواجہ قطب الدین صاحب رئیس حیدرآباد دکن نے — جناب محمد لیاقت صاحب طالبعلم حیدرآباد کو ״

جناب یوسف حاجی محمد صاحب نے — جناب حاجی صدیق حاجی محمد صاحب سیٹھ بنگلور کو ״

جناب ابوالفضل صاحب سورت نے — جناب حاجی نور محمد احمد صاحب بمبئی کو ״

جناب سید شاہ صاحب اسسٹنٹ ... گاؤں نے — جناب مولوی محمد رشید صاحب ... کو ״

جناب غلام محی الدین شاہ صاحب سرگودھا نے — جناب میاں تاج محمود صاحب سرگودھا کو ״

(بقیہ صفحہ ۶۳)

نظام المشائخ

اذان کی کتھا

مسلمان پانچوں وقت مسجدوں میں ایک آواز سنتے ہیں جسکا نام اذان ہے۔ عربی زبان میں ہوتی ہے۔ اذان کے الفاظ پر کسیکا خیال نہیں جاتا۔ سب اسکی غرض کو سمجھ لیتے ہیں کہ نماز کا وقت ہوگیا۔ اب مسجد میں چلنا چاہیئے۔

ذرا خیال کرنا صبح کی اذان حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاء کی مسجد میں ہوتی ہے۔ گرمی کا موسم ہے۔ سویرے کی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ آدمی سوتے ہیں اور اس ہوا کی خنکی سے انکی نیند اور بھی پختہ ہوگئی ہے۔ تاروں بھرا آسمان رات کے اندھیرے کو اپنے اوپر سے اتار رہا ہے۔ مؤذن اٹھا۔ وضو کیا۔ سنگ مرمر کے سفید فرش پر کھڑا ہوا چاہتا ہے کہ اذان دے۔ یکایک وہ دیکھتا ہے کہ میں ایک شاندار عمارت میں کھڑا ہوں

سامنے سنگ سرخ کی نہایت بلند مسجد ہے۔ پہلو میں خدا کے محبوب کا مزار ہے۔ جسکا دروازہ چاندی کا ہے۔ جس کی چھت سونے کی ہے۔ دوسری طرف شاہجہاں بادشاہ کی بیٹی جہاں آرا بیگم ہری گھاس کا دوشالہ اوڑھے، قبر میں پڑی سوتی ہے۔ اسکے پاس ہندوستان کا مشہور رنگیلا شہنشاہ محمد شاہ موت کا تیر کھائے لحد میں کفن کی چادر تانے لیٹا ہے۔ اسکے برابر اکبر شاہ ثانی کے دو لاڈلے شاہزادے اپنے گورخانوں میں چپ چاپ پڑے ہیں *

موذن پر اس منظر کا۔ اس سین کا ایک اثر ہوتا ہے۔ وہ دنیا کے غل شور کو اسوقت ہرطرف خاموش پاتا ہے۔ اسکے جسم میں ایک سناٹا سا آتا ہے۔ اسکے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ وہ سوچتا ہے۔ یہ جہان کیسا ناپائدار ہے۔ یہاں نہ اولیاء باقی رہتے ہیں نہ بادشاہ شہنشاہ۔ یہ دھیان آتے ہی وہ کہتا ہے میں نے ایسے بودے عالم سے ہاتھ اٹھالئے ہیں اس مٹنے والی دنیا سے دستبردار ہوا۔ اور ہاتھوں کو کانوں پر رکھ لیتا ہے۔ اور چیخ کر پکار کر بے اختیار ہوکر کہتا ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر اذان کے قاعدے کے سبب نہیں۔ اُسکے دل جذبہ سے چار دفعہ یہ الفاظ اُسکی زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ یعنی وہ چار بار خدا کی بڑائی کا اعلان کرتا ہے۔ ہر دفعہ اُسکا دل یقین کرتا ہے کہ خدا ہی بڑا ہے۔ خدا ہی بڑا ہے *

مسجد کا اونچا گنبد گونج جاتا ہے۔ ہاں کہتا ہے۔ پھر ہاں کہتا ہے۔ اُسکی ہاں ہاں جاری رہتی ہے۔ اور جبھی ہوا کو دیر تک اُسکی تصدیق کا نقارہ بجانا پڑتا ہے *

اللہ ہی بڑا ہے۔ اس صدا پر آسمان کہتا ہے۔ حق ہے۔ در و دیوار کہتے ہیں ہاں صبح کا نور تصدیق کرتا ہے۔ چھپنے والے تارے آنکھیں بند کرتے کرتے بیشک بیشک کہتے ہیں۔ اور غائب ہوجاتے ہیں *

خدا کی بڑائی کو چار مرتبہ بیان کرکے موذن کہتا ہی نہیں اُسکا دل کہتا ہے۔ اسکی زبان اسکے ہونٹ۔ اسکا تالو۔ اُسکا سانس سب مل کر کہتے ہیں :-

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ!

میں گواہی دیتا ہوں۔ ایک خدا کے سوا دوسرا کوئی خدا نہیں ہے۔

گواہی کس کے سامنے دیتا ہے۔ مدعی کون ہے۔ مدعا علیہ کون ہے۔ عدالت کا حاکم کہاں ہے۔ تجھ سے شہادت کس نے طلب کی تھی۔ تیرے نام سمن کب گیا تھا۔ تو دیوانہ ہے خواہ مخواہ گواہی دینے آ گیا۔

نفس یہ اعتراض۔ یہ شبہے۔ اسکے ذہن میں ڈالتا ہوگا۔ مگر وہ کانوں پر ہاتھ رکھے کعبہ کی سمت گردن اٹھائے۔ آنکھیں بند کئے ایک گواہی دینے کے بعد پھر پہنچتا ہے:-

میں شاہد ہوں کہ ایک کے سوا دوسرا نہیں ہے!!

ہوا کے ذرے۔ موذن کی اس شہادت سے ربلبلا جاتے ہیں۔ درختوں کے پتے۔ ان کی ٹہنیاں ان کے پھل پھول بے قرار ہو جاتے ہیں۔ خاک تعجب کرتی ہے۔ پتھر کے جگر حیران ہو جاتے ہیں۔ یہ سب تو انسان کو منکر عدالت سے پھرا ہوا سمجھتے تھے۔ آدمی تو ایمان لے آیا۔ اس نے تو علی الاعلان پکار دیا۔ وہ تو کھلم کھلا مان گیا۔ اسنے تو صاف صاف بغیر خدا کی نفی کر دی۔ اور گواہی دیدی کہ خدا ایک ہی ہے۔

ہاں تیری شہادت سچی ہے۔ ہاں ایک مخفی عدالت نے تیری علانیہ گواہی مانگی تھی تیرے نام سمن بھی آیا تھا۔ اسوقت مدعی بھی موجود ہے اور مدعا علیہ بھی۔ حاکم کی عدالت تجکو نظر نہ آئے۔ عدالت کو تو نظر آتا ہے۔ تو نے گواہی دیدی۔ حق ادا کر دیا۔

رجسٹر میں درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ناظم تیرا بیان نہیں لکھے گا یہ شہادت بے حفاظت۔ بے تدبیر نوشت سے بے نیاز ہے۔ فرشتوں نے دل خود بخود کندہ ہو گئے۔ اور انپر یہ گواہی لکھی گئی۔ ہوا میں یہ صدا قیامت تک کے لیے جذب ہو گئی درختوں کے جگر نے اس گواہی کو اپنے اندر نقش کر لیا۔

اب سائنس کی نئی دنیا آنیوالی ہے۔ جب ہوا کے نوشتے پڑھے جائینگے درختوں

پتھروں اور خاک کے اندر کی عبارتوں کو آدمی دیکھ سکینگے اور سمجھ سکینگے۔
اُسوقت تیری شہادت کی شان معلوم ہوگی۔ جب ظاہر ہوگا کہ مسلمانوں کی اذان اسواسطے
پانچوں وقت پکار کر کہی جاتی تھی +

موذن اِس شہادت کے بعد ایک اور گواہی پر آیا۔ اُس سے کسی وکیل نے جرح نہ
کی تھی۔ مگر اِسنے خود ہی کہا :۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں اسکی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے رسول ہیں +

یہ تونے کیوں کہا۔ کیا وحدت کا اظہار دینے کے بعد اب کسی اور بات کی گنجایش باقی
تھی۔ مسل تو اس بیان سے پُر ہو چکی تھی۔ تونے کیوں ایک اور بیان بڑھا دیا۔ کیا یہ شہادت
کچھ بہت ضروری تھی۔ کیا خدا کی وحدت کے ساتھ ہی یہ اقرار بھی لازمی تھا کہ محمد اُس کے
رسول ہیں ؟ +

ہاں تھا۔ ہاں تونے اچھا کیا جو یہ بیان دیا۔ اس بیان نے ظاہر کیا کہ وحدت کا
علم تجکو اسی رسولؐ سے حاصل ہوا +

او موذن۔ او گواہ۔ او منادی کرنے والے ! ذرا ٹھیر۔ دوبارہ یہ نام جب لیجو کہ کائنات
اپنا کلیجہ تھام لے۔ مخلوق دلوں کو سنبھال لے۔ نہیں تو کلیجے پھٹ جائینگے۔ دل شق ہو جائینگے
محمدؐ کی منادی آسان نہیں ہے۔ یہ نام ہوا کے سامنے آتا ہے تو وہ اُسکی عظمت و بزرگی دیکھکر
تھرا جاتی ہے۔ اِسکے بازو اِس اسم اعظم کے بارسے کانپنے لگتے ہیں۔ اِسکے چہرے محمدؐ کے
قدموں میں بے قابو ہو ہو کر گرے پڑتے ہیں۔ وہ اسکو اُٹھائے یا اسپر قربان ہو۔ وہ اُس کو
شائع کرے یا خود اسمیں گھر کر اسیر ہو +

تونے جلدی کی۔ دوبارہ بھی پکار دیا۔ دیکھ فضا۔ خلا۔ اکاش کی مخلوقات کو وجد
آگیا۔ دیکھ سرمدی آوازوں نے بیحال ہو کر گریبان پھاڑ ڈالے۔ خیال کر صبح کا نور آسمان پر

لوٹنے لگا ،،

ارے مان لیا۔ وہ رسول تھے ۔ تو نام کیوں لیتا ہے ۔ بیصبری کو بیتاب کیوں کرتا ہے ۔ ہوش بیہوش ہوجائے گا۔ عقل بے عقل ہوجاے گی۔ حس بڑھ جائے گا۔ بے حسی گھٹ جائے گی ۔ وزن کو برابر رکھنا۔ تقدیر ہے ۔ تقدیر بدلجائے گی۔ ترازو کا خیال رکھہ۔ عدل کی ناموری اسی پر حصر رکھتی ہے ۔ تقدیر کا ایمان چکنا چور ہوجائے ۔ ذرا مان ذرا ٹھہر ۔ دم تو لے ۔ اوسان تو نہ کھو ،،

تونے گواہی اسکی بھی دے دی ۔ اس نام کو بھی مکرر ے دیا ۔ اب کیا باقی رہا ۔ یہ جہان بھی ہوچکا ۔ وہ جہان بھی ہوچکا ۔ باطن بھی ظاہر ہوگیا ۔ ظاہر بھی عیاں ہوگیا ۔ اب کیا ارادہ ہے تو تو پھر کچھہ کہنا چاہتا ہے ۔ تو نے تو پھر ایک سانس لیا ہے ۔ شاید کسی اور بات کا ارادہ ہے ۔ شاید کچھہ اور کہنا چاہتا ہے ،،

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ

آ ۔ نماز کے لیے ۔ پھر کہا ۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ ۔ نماز کیواسطے آؤ

لبیک لبیک ۔ حاضر ۔ حاضر ۔ سرکار نے دربار میں یاد کیا ۔ آنکھوں سے آئیں گے ۔ سر کے بل آئینگے ۔ تیرا احسان ۔ کہ وقت سے خبردار کیا ۔ تھینکیو ور ی مچ ۔ اشکر کم کثیرًا بہت بہت شکریہ ،،

یہ کس نماز کا بلاوا ہے ۔ وہ جو مومن کی معراج ہے ۔ وہ جو کائنات کے سب سے بڑے پیشوا محمدؐ کی قرۃ العین ہے ۔ وہ نماز جو اپنی صورت اور سیرت میں دنیا بھر کی عبادتوں سے افضل ہے ۔ ایسی عبادت جسکی نظیر نہ ہندوؤں میں ہے نہ عیسائیوں میں ۔ یہودیوں میں ہے نہ پارسیوں میں ۔ طاعت رب کا ایک سب سے بہتر نمونہ ۔ بندگی خدا کا بہت ہی مہذب شائستہ اور باوقار نشان یہی نماز ہے ۔ جسکو دیکھکر غیر مسلم قومیں مسلمانوں اور اُنکے مذہب کی بے اختیار تعریف کرتی ہیں ۔ اُنکے دل خود بخود اسلام پر مائل ہوجاتے ہیں ،،

خبر بھی ہے اسلامی نماز انسانوں کو فرشتوں کو۔ چرند و پرند کو کیوں اسقدر مرغوب ہے۔ اِسکا اثر دشمنوں پر کسواسطے اتنا پڑتا ہے ؛

اِس کا ایک فلسفہ ہے۔ اسکا ایک مادی سبب ہے جسکو عوام بہت کم جانتے ہیں۔ اور جو واقف ہیں وہ کان میں کہکر سینہ کا راز سینہ میں دے کر مرجاتے ہیں۔ مگر میں آجکی کتھا میں یہ بھید طشت از بام کرونگا۔ میرے کان اے موذن تیری اذان سے ایسے حال میں آئے ہیں کہ اب میں یہ رمز چھپا نہیں سکتا۔ تو نے حی علی الصلوٰۃ کہکر خبر نہیں کس کا اشارہ کردیا۔ جو میں بے خود ہوا جاتا ہوں ؛

نماز اسم احمد ہے

سُن سُن۔ نماز اسم احمد ہے۔ تو نے نماز کو نہیں بُلایا۔ تو نے رکوع وسجود کی دعوت نہیں دی۔ تو نے تو احمد کی ذات میں سمانے کا بلاوا دیا ہے۔ تو تو احمد کے دروازے سے احد تک لیجانا چاہتا ہے ؛

پیارے دل جان موذن میں تجھپر نثار ہو جاؤں۔ میں تیرا منہ موتیوں سے بھر دوں کیا اچھا پیام سنایا ہے ؛

ہاں۔ ہاں نماز اسم احمد ہے۔ تم نے غور نہیں کیا۔ احمد میں چار حرف ہیں۔ اور نماز کے بھی چار رکن ہیں۔ احمد میں پہلے الف ہی جو سیدھا کھڑا ہے۔ نماز میں بھی پہلا رکن قیام ہے یعنی سیدھا ہاتھ باندھکر خدا کے سامنے کھڑا ہونا۔ گویا یہ قیام احمد کا الف ہی ہے

الف کے بعد ح ہے۔ اور نماز میں قیام کے بعد رکوع ہے۔ کوئی شخص جس نے نماز کبھی دیکھی نہو۔ اور رکوع کا بیان تحریری سمجھانا ہو تو عربی رسم خط کی ح بنادو رکوع کی صورت سمجھ میں آجائے گی۔ پس ثابت ہوا کہ احمد کی ح نماز کا رکوع ہے ؛

ح کے بعد میم ہے۔ اُس میم کو دیکھو جو عربی میں لکھی جاتی ہے۔ اور ایک سجدہ کرنیوالے کو دیکھو۔ دونوں کی شکل ایک ہوگی۔ ذرہ بھی فرق نظر نہ آئے گا ؛

میم کے بعد دال ہے۔ دال اور نماز کا قعدہ یعنی نشست بالکل ہمشکل ہیں۔ قیام۔ رکوع۔ سجود۔ قعدہ سے نماز ختم ہوئی۔ اور ادھر اسم احمد بھی پورا ہوا۔

یہی بھید نماز کی مقبولیت کا۔ اسلامی عبادت جس ذات کی صورت پر بنی ہے وہ ہی تو ہر دلعزیز ہے۔ اُس نے ہی تو سارے جہان کے دل چھینے ہیں۔ وہ محمدؐ ہے۔ یعنی حمد کا مرکز۔ سب اسکی تعریف کرتے ہیں۔ نام ہی ایسا پایا ہے جسکو زبان سے ادا کرو تو گویا ساتھ ہی اسکی صفت بھی ہو جائے۔

حَیَّ عَلَی الْفَلَاح

اچھائی۔ بھلائی۔ بہتری۔ بہبودی کے کام کے لیئے آؤ۔

حی علی الصلوٰۃ کہہ چکا تو اب صلوٰۃ کی تعریف کرتا ہے۔ اسکو خیال ہوگا۔ آدمی مورکھ ہی نادان ہے نماز کو بلاؤں تو ذرا اسکی تعریف بھی کردوں۔ تاکہ اسکو رغبت ہو اور جانے کہ نماز بہتری فلاح کی چیز ہے۔

خدا کا بندہ ہے۔ بھلا خدا کی تقلید کیونکر چھوڑتا۔ وہ بھی قرآن میں کسی چیز کا حکم دیتا ہے تو بندہ کو پرچاتا ہے۔ ترغیب کی باتیں سناتا ہے۔ مثلاً فرمایا۔ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ۔ تم پر روزے فرض کیئے گئے۔ کہتے تو کہہ گئے پر فوراً ہی بندوں کی کچ دلی کا خیال آگیا۔ سوچا۔ گھبرا نہ جائیں۔ بڑا امتحان ہے۔ قدم نہ پھسل جائے تو فوراً اسکے آگے فرمایا۔ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ۔ گنتی کے دن ہیں۔ یعنی کچھ زیادہ زمانہ نہیں ہے۔ چند دن کی بات ہے ہمت نہ ہارجانا۔ موذن نے بھی نماز کو بلایا تو کہہ دیا نماز فلاح کی چیز ہے۔

اب لیجئے۔ پھر اللہ اکبر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہے۔ شاید کچھ اور خیال آگیا۔ خدا کا پیام پہنچا چکنے کے بعد پھر تکبیر کہتا ہے تاکہ شروع جس قول سے کیا تھا اُسی قول پر عمل ختم ہو۔ اللہ بڑا ہے۔ اللہ بڑا ہے۔ اللہ اس فرمان کی مہر بھی دیکھی۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

آذان کی یہ آخری مہر ہے کہ سوائے خدا کے دوسرا کوئی معبود نہیں۔ پہلے کہا تھا۔ میں گواہ ہوں۔ اب گواہی نہیں۔ اپنا یقین۔ اپنا مشاہدہ۔ اپنی دید۔ خود اپنے آپکو سناتا ہے۔ اب حاکم۔ مدعی۔ مدعا علیہ کا قصہ نہیں ہے۔ اسوقت تو خود اسکو نظر آتا ہے کہ سوائے ایک کے دوسرا نہیں۔ پہلے اس نے اپنے ایمان اور عقیدہ کی بنا پر گواہی دی تھی کہ خدا ایک ہی ہے۔ اب شہادت رسول اور دعوت نماز کی برکت سے اسکا سینہ کھل گیا اس نے مشاہدہ کر لیا۔ اس نے پا لیا۔ اسواسطے اب گواہی کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔ اب وہ یقین اور دید کی بنا پر کہتا ہے۔ ہاں ہاں سوائے ایک کے دوسرا ہی نہیں +

ذرا ٹھیرنا۔ میرے کانوں نے غلطی کی۔ یہ تو صبح کی اذان تھی۔ مؤذن نے تو حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد کچھ اور بھی کہا تھا۔ وہ میں نے کیوں نہ سنا۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء میں تو چونکہ یہ لفظ نہیں سنا جاتا۔ اسواسطے بھول ہو گئی +

مؤذن نے کہا

اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

نماز نیند سے بہتر ہے۔ وقت صبح کا ہے۔ خلقت نیند کی متوالی بنی ہوئی ہے۔ آنکھیں بند ہیں۔ عقل غائب ہے۔ ہوش و حواس ناپید ہیں۔ مؤذن کہتا ہے۔ اٹھو۔ اس بے خودی کو چھوڑو۔ تم کو اس سے بہتر و برتر چیز کا نشان دوں۔ سنو سنو۔ نماز نیند سے اچھی ہے نیند موت ہے۔ نماز حیات ہے۔ سونا عمر کا کھونا ہے۔ نماز زندگی کا پانا ہے +

اذان کی کہانی سن لی۔ ہمارے دنیا میں بے شمار قومیں آباد ہیں۔ انکے مذاہب اور طریقے عبادت کے ہیں۔ انکے ہاں عبادت کا وقت آتا ہے تو گھنٹے بجاتے ہیں۔ سنکھ پھونکتے ہیں۔ آگ جلاتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو وقت عبادت سے آگاہی ہو جائے۔ مگر یہ طریقے کچھ بھدے ہیں۔ کچھ ناقص ہیں +

اذان بولتا ہوا نقارہ ہے۔ باتیں کرتا ہوا گھنٹہ ہے۔ الفاظ کا سنکھ ہے جیسی مسلمانوں کی نماز کل اقوام کی عبادتوں سے اعلیٰ ہے۔ ایسی ہی اسکی اذان سب سے بہتر ہے +

اذان عربی میں رہنی چاہیے۔ کیونکہ وہ دنیا بھر کی مختلف قوموں میں جو الگ الگ زبانیں بولتی ہیں ایک مشترکہ جھنڈا ہے۔ چین میں۔ انگلستان میں۔ ایران میں۔ افریقہ میں جہاں اذان کی آواز بلند ہوگی۔ سمجھہ میں آجائے گا۔ یہاں کوئی مسلمان موجود ہے +

نماز۔ اذان۔ سلام علیکم مسلمانوں کی مخصوص علامتیں ہیں۔ جنسے امتیاز قائم ہوتا ہے +

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری

تو میں نے بھی ہندوستان میں اذان کی کتھا شروع کردی۔ اور گنگا کنارے بیٹھکر اس کو پورا کردیا +

حسن نظامی

۷۸۶

پُرتاثیر خطیب

اخباری منبر کے اردو خطیب کے خطبے سنو جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پُرتاثیر وعظ سُناتا ہی۔ اردو زبان اسکے نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ سوئے ہوئے رستے ابر خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں۔ مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہی۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں۔ چندہ سالانہ ۲ ششماہی ۱ سہ ماہی ۱۲ خریداران نظام المشائخ سے سالانہ ۱ ششماہی ۱ سہ ماہی ۱۱ نمونہ مفت +

منیجر خطیب دہلی

۸۴ھ

آفتاب رسالت

قبا کی افق سے طلوع ہو رہا ہے

نبی آخر الزمان صلے اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا ابھی وقت نہیں آیا کہ مدینہ اور اُسکے نواح میں علمی و ادبی فضائل کے لحاظ سے یہود کی اس جماعت کا طوطی بول رہا تھا جو حضرت یعقوبؑ (اسرائیل) کی اولاد ہونیکے باعث بنی اسرائیل کے معزز لقب سے ممتاز تھی۔ اس خاندان میں ایک شخص حصین ابن سلامؓ جو خاص حضرت یوسف الصدیق کی اولاد سے تھا۔ بنی اسرائیل کا گل سرسبد اور احبار (علمائے یہود) کا سرتاج مانا جاتا تھا۔

حصین توریت کا عالم اور اسرائیلی شریعت کا زبردست ماہر تھا۔ اسنے مدتوں اپنی آسمانی کتاب کی آیات میں تدبر اور اسکی بشارات پر غور کرنیکے بعد جو نتائج اخذ کیے تھے اور جو معیار نبی آخر الزمان کی شناخت کے لیے قائم کر لیے تھے اُنکو خاص اپنے ہی سینے کا سرِ مکنون بنایا ہوا تھا۔

آخر اُسکے شوق و تجسس کے جذبے نے اُسے دو سَو کوس کی مسافت سے سنگلاخ حجاز کا سفر کرنے بعد نبی آخر الزمان کی خدمت میں حاضر ہونے پر مجبور کیا۔ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچا تو چشم حقائق بیں کے آگے اسکے تمام حالات و خیالات آئینہ ہو گئے۔ آپنے فرمایا۔ کیا ابن سلام تمہارا ہی نام ہے۔ اور یثرب کے ایک عالم ہو؟

حصین۔ ہاں!

تم کو قسم ہے اُس خدا کی جسنے موسیٰ پر توریت نازل فرمائی ہے۔ سچ بتاؤ کہ کیا تم نے کتاب اللہ میں میری صفت پڑھی ہے یا نہیں؟

حصین۔ میں ابھی عرض کیے دیتا ہوں۔ آپ پہلے اتنا بتا دیں کہ اللہ کا حسب و نسب کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عجیب و غریب اور غیر مانوس سوال پر ابھی پورا غور بھی نہ کرنے پائے تھے کہ وحی نازل ہوئی۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَکُنْ لَّهٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۝ کہہ دے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور نہ کوئی اُسکا رشتہ ناتہ ہے۔

یہ کلام کوئی انسانی کلام نہ تھا کہ منہ سے نکلا اور ہوا میں اُڑ کر رہ گیا۔ خدا کا کلام تھا اور نبی کی زبان۔ بس اِن کلمات کا حضرت کی زبان سے نکلنا تھا کہ وہ دل تمام کر رہ گیا۔ اور بولا بیشک آپ سچے رسول ہیں۔ اللہ آپ کو اور آپکے دین کو تمام ادیان پر فوقیت دیگا میں نے کتاب اللہ میں آپ کی صفت یوں پڑھی ہے:۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا	اے نبی! ہم نے تجکو شاہد اور خوش خبری دینے والا اور
وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا اَنْتَ عَبْدِیْ وَ	ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تو میرا بندہ ہے اور میرا
رَسُوْلِیْ سَمَّیْتُکَ الْمُتَوَکِّلَ لَیْسَ بِفَظٍّ وَّ	رسول ہے۔ میں نے تیرا نام متوکل رکھا وہ تند و بدمزاج
لَا غَلِیْظٍ وَّلَا سَخَّابٍ فِی الْاَسْوَاقِ	نہیں ہے اور نہ بازاروں میں غل مچانے والا ہے اور نہ
وَلَا یَجْزِیْ بِالسَّیِّئَةِ مِثْلَهَا وَلٰکِنْ	برائی کا بدلہ برائی سے دیتا ہے۔ ہاں معاف کر دیتا ہے
یَعْفُوْ وَیَصْفَحُ وَلَنْ یَّقْبِضَهُ اللّٰهُ	اور درگزر کرتا ہے اور اللہ اُسکی زندگی کا خاتمہ نہ کریگا
حَتّٰی یُقِیْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ حَتّٰی	تاوقتیکہ وہ بگڑی ہوئی قوم کو راستی پر نہ لائے یہاں تک کہ سب
یَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَیَفْتَحُ بِهٖ	توحید کے قائل ہو جائیں اور اُسکے فیض صحبت سے اندھی
اَعْیُنًا عُمْیًا وَّ اٰذَانًا صُمًّا وَّ قُلُوْبًا	آنکھیں بہرے کان۔ اور حجاب غفلت میں لپٹے ہوئے
غُلْفًا۔	دل کھل جائینگے۔

گو حصین کے دل میں اب شک و ارتیاب کا کوئی شائبہ باقی نہ رہ گیا تھا مگر نبی کے مشکل کشا ہاتھ

کا بل دیکھنے کے لیئے جو لاینحل عقدے وہ مدتوں سے تیار کیئے بیٹھا تھا۔ آج اُنکو پیش کیئے بغیر نہ رہ سکا۔ بولا۔ میرے تین سوال اور ہیں جن کو نبی ہی حل کر سکتا ہے +

۱۔ وہ سب سے پہلا واقعہ کون سا ہے جو قربِ قیامت میں ہوگا ؟

۲۔ وہ سب سے پہلا طعام کون سا ہے۔ جسے اہلِ جنت تناول کرینگے ؟

۳۔ کیا وجہ ہے کہ بچہ باپ کا ہمشکل ہوتا ہے یا ماں کا ؟

آپنے اِن سوالات کا بالترتیب جواب یوں دیا :۔

۱۔ قرب قیامت میں سب سے پہلا واقعہ یہ ہوگا کہ ایک آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو مشرق سے مغرب کی طرف دباتی ہوئی لے جائے گی +

۲۔ بہشتی لوگ سب سے پہلے جو طعام تناول کرینگے وہ مچھلی کے جگر کے کباب ہونگے +

۳۔ تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر مرد کا مادۂ تولید عورت کے مادہ پر سبقت لے جائے تو بچے کی مشابہت باپ سے ہوگی۔ ورنہ اسکے برعکس +

اب سائل کے دل میں کوئی گرہ ایسی باقی نہ رہی جو کھل نہ گئی ہو۔ وہ صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔ مکہ واپس آیا۔ اور رسول کی محبت والفت کو اپنے سینے میں چھپالا یا۔ مگر یہود کے زبردست گروہ کے اندر اپنے اسلام کا اعلان کر دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ اِس پیاری ودیعت کو دل کے گہرے نہانخانہ میں لیئے بیٹھا تھا۔ اور کسی موقع کا منتظر تھا +

اب وہ وقت آگیا کہ عقیدتمند اِن اوس و خزرج کے جذب ارادت نے آنحضرت کو مدینہ تشریف لانے پر آمادہ کر دیا۔ جب آپ کی سواری قبا میں پہنچی جو مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے تو شوق عام کا سیلاب قبا کی طرف اُمڈ پڑا۔ اِدھر حصین بن سلام کو بھی یہ نوید روح افزا ملی کہ آفتاب رسالت قبا کی افق سے طلوع ہورہا ہے۔ اسوقت وہ ایک کھجور پر کچھ کام کر رہا تھا۔ نیچے اُسکی پھوپھی خالدہ بیٹھی تھی حصین کے دل میں اشتیاق کی جو آگ دبی ہوئی تھی۔ یہ خبر اُسکے لیئے باد تند کا کام کر گئی۔ ایک جوش کے عالم

میں تکبیر کا نعرہ لگایا"۔

پیرانہ سال پھوپھی اپنے باوقار بھتیجے کی یہ غیر معمولی وارفتگی دیکھکر خاموش نہ رہ سکی اور بولی:۔

"نامراد! اتنا جوش! واللہ اگر تجکو موسیٰ کے آنے کی بھی اطلاع ملتی تو اس طرح آپے سے باہر نہ ہوتا"۔

حصین۔ پیاری عمّہ! اگرچہ وہ موسیٰ نہیں ہے۔ مگر واللہ موسیٰ کا بھائی ضرور ہے اور اسی کے دین کی تعلیم دیتا ہے (حصین کے ان کلمات میں صداقت کا وہ جادو بھرا ہوا تھا۔ جسنے اس بڑھیا کے دل پر جسکی تمام زندگی اسرائیلی تعلیمات میں کٹی تھی۔ خاص اثر کیا)"۔

خالہ۔ "اے ابن اخی! اگر واقعی یہ ہے تو کیا وہی نبی ہوگا۔ جسکے متعلق ہم کو بتایا گیا ہے کہ قرب قیامت میں آئے گا"۔

حصین۔ "بے شک"۔

بارگاہ نبویؐ میں شوق و ارادت کا دربار لگا ہوا ہے۔ ہزاروں زن و مرد کی محبت بھری نگاہیں اس مخر روزگار ہستی پر حلقہ کیئے ہوئے ہیں جو نہایت مجبوری کے عالم میں اپنے نامی و گرامی قبیلہ قریش کو داغ جدائی دے کر اور انکے نوشتہ قسمت پر ناکامی کی لکیر کھینچکر یثرب کی گمنام بستی کو اپنے وجود با جود سے آسمان شرف پر پہنچا دینے کا عہد کر چکا ہے۔ ان مخلصانہ نگاہوں میں ایک حصین بن سلام کی نگاہ بھی شامل ہے۔ جو اس پاک چہرے پر پڑتے ہی یہ نتیجہ پیدا کرتی ہے انہ وجہہ غیر کذاب۔ بیشک یہ صورت ایک جھوٹے انسان کی صورت نہیں۔ اتنے میں پیغمبر کی زبان سے یہ کلمات سُنے گئے

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَفْشُوا السَّلَامَ وَصِلُوا لوگو! باہم سلام کیا کرو اور خویش و اقارب سے الْاَرْحَامَ وَاَطْعِمُوا الطَّعَامَ سلوک کرو اور مسکینوں کو کھانا کھلاؤ اور راتوں کو

بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ۔ نوافل پڑھو جبکہ لوگ غرق خواب ہوں تم اسکے عوض میں بخیریت جنت میں جاؤ گے ۔

• یہ کمال بلاغت اور حسن ادا کا تیر کوئی پہلا تیر نہ تھا جو حصین نے کھایا۔ کیونکہ وہ آپ سے مدتوں پیشتر کامل اعتقاد کی رسی میں بندھ چکا تھا۔ ہاں اب جوش صداقت کا اس پر اسقدر غلبہ ہوگیا کہ ایمان وایقان کا وہ فوارہ جو مدت سے اُسکے دل سے اُبلنا چاہتا تھا اور وہ مصلحتاً اُسے دبائے بیٹھا تھا۔ اب اُسکے بس کا نہ رہا۔ اُسے اپنا اعتقاد چھپانے کی تاب اور اپنے قبائل یہود کے تعرض کی پرواہ نہ رہی۔ اپنے ایمان کا اعلان کیا۔ مگر اعلان بھی اِس متبحر فاضل نے کس حکمت عملی سے کیا کہ جس سے اُس نے اپنی پوزیشن کی عظمت کو جسے قدرتًا تبدیل مذہب کے بعد صدمہ پہنچا کرتا ہے۔ اور اس لیئے قبول حق کو آجکل کی اصطلاح میں ایک بہترین قربانی سمجھا گیا ہے۔ اُسنے بال بال بچا لیا۔ اور طائفہ یہود کو جس کا علمی کبر و غرور اس زمانہ میں حد سے بڑھ نکلا تھا۔ اہل عالم کے سامنے متعصب و بدعہد ثابت کردیا ۔

حصین نے آنحضرتؐ کی خدمت میں گزارش کی کہ یا رسول اللہؐ قوم یہود بڑی خلاف گو اور متعصب جماعت ہے۔ آپ مجکو ایک کوٹھری میں بند کر دیجئے پھر اعلام یہود کو بلاکر میرے متعلق سوال کیجئے کہ میں کیسا آدمی ہوں۔ مگر یہ سوال اس طرح کیا جائے کہ میرا اسلام ان لوگوں پر منکشف نہونے پائے ۔

آپنے اسکو ایک کوٹھری میں بند کردیا۔ اور اُن لوگوں کو بلایا۔ وہ حاضر ہوکر اُدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے۔ آپنے پوچھا تمہاری جماعت میں حصین بن سلام جو شخص ہے وہ کیسا ہے سبنے یکزباں ہوکر کہا۔ وہ ہمارا واجب التعظیم بزرگ ہے۔ اور بزرگ کی اولاد ہے۔ وہ ہمارا عالم ہے۔ ہمارا مجتہد ہے۔ ہمارا مفتی ہے جب وہ لوگ اس تعریف و توصیف کا ہار پرو چکے تو اندر سے حصین نکلا اور اُسنے یوں تقریر کی :۔

"اُسے قومِ یہود! اللہ سے ڈرو۔ یہ رسول جو ہدایت کرتا ہے اسکو تسلیم کرو۔ بخدا! تم بخوبی جانتے ہو کہ یہ اللہ کا رسول ہے۔ تم اسکا نام اور اسکی تعریف توریت میں پڑھتے ہو۔ میں صدقِ دل سے گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ میں اسپر ایمان لے آیا ہوں۔ اور اسکی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اسکو خوب پہچانتا ہوں"۔

یہ تقریر شوریدہ سرِ یہود کے خرمنِ صبر کے لیئے برقِ خاطف ثابت ہوئی۔ سب چلانے لگے۔ کہ نہیں نہیں۔ یہ شخص (حصین ابن سلام) جھوٹا ہے۔ کذاب ہے۔ بُرا ہے۔ بُرے کا بیٹا ہے۔

حصین کا اسلام یہود کے لیئے صدمۂ عظیم ثابت ہوا۔ ادہر اسلام کے لیئے تائیدِ غیبی۔ ساتھ ہی اسکے کنبے کے تمام لوگ مع اُسکی پھوپھی خالدہ کے مسلمان ہوگئے۔ قرآن مجید میں کئی آیات اسکی شان میں اُتری ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکا نام عبداللہ بن سلام رکھا۔

محمد نذیر عرشی (مولوی فاضل)

روزنامچہ سفر مصر و شام و حجاز

قیمت باتصویر صرف تین روپیہ

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیں

یقین

(وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۹)

یقین ہی ایک ایسی شئے ہے کہ جس پر مومن کے تمام اعمال کا دارومدار ہے۔ اگر یقین ہی نہ ہو تو ایمان صادق نہیں آسکتا۔ کیونکہ ایمان یقین ہی کا نام ہے جس پر آثار مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:۔

الیقین الایمان کلہ "تمام ایمان یقین ہی ہے"۔

ایک دوسرے موقع پر حضور انور فداہ ابی وامی نے فرمایا کہ "مجھے اپنی امت پر کسی بات کا خوف نہیں سوائے ضعف یقین کے۔ مطلب یہ کہ سرکار فرماتے ہیں کہ مجھے ڈر ہے تو یہی ہے کہ کہیں میری امت کے یقین میں ضعف نہ آجائے (کنز العمال کتاب الاخلاق)"۔

اسی واسطے آپ نے تعلیم کیا کہ خداوند کریم سے حسن یقین مانگا کرو۔ اور یہی قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ سورہ بقرہ ع ۱) "وہ لوگ (یعنی متقین) آخرت کا یقین کرتے ہیں وہی ہدایت پر ہیں۔ اور وہی رستگاری پانے والے ہیں"۔

یہ آیت شریفہ صاف کہہ رہی ہے کہ ہدایت اور رستگاری بغیر یقین کے ممکن ہی نہیں مسلمان کا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے کہ وہ درجۂ یقین تک پہنچنے کی سعی و کوشش کرے ورنہ اسکے اعمال کا کوئی اعتبار نہیں +

یقین ایک کیفیت قلبی کا نام ہے جس کی نوعیت وجدان سے معلوم ہوتی ہے اسکے واضح کرنے کے لیئے میں ایک مثال عرض کرتا ہوں۔ فرض کرو ایک آدمی کوئی بوٹی کھانے سے مرجائے تو دیکھنے والے کو احتمال ہوگا کہ شاید وہ بوٹی زہریلی ہو۔ پھر جب دس بیس آدمی اُسکے روبرو کھائیں اور وہ سب مرجائیں تو وہ احتمالی کیفیت زائل ہوکر ایک ایسی کیفیت دلمیں پیدا ہوگی کہ جس کی وجہ سے وہ بوٹی نہ تو خود کھائے گا اور نہ کسی کو کھانے دے گا۔ اور اگر کھانے دیگا تو اُسیکو جس کا مرنا منظور ہو۔ یہی کیفیت کا اثر ہے جو اُس کے دل میں اُس بوٹی کی تاثیر کی نسبت پیدا ہوئی تھی ۔

یہی حال دینی اعمال کا ہے۔ آدمی کو اگر یقین ہو کہ اللہ تعالی بُرے کاموں سے ناراض ہوتا اور اسکی سزا دیتا ہے۔ اور نیک کاموں سے خوش ہوتا اور اُن کا اجر دیتا ہے تو وہ ضرور بُرے کاموں سے نفرت کرے گا۔ اور نیک کاموں کے بجالانے میں سعی کرے گا۔ مومن کو اگر یقین ہوتا ہے کہ ہمیں مرنیکے بعد عالم آخرت میں رہنا ہے۔ اچھے کام کرینگے تو جنت ملیگی ورنہ دوزخ۔ تو ناگزیر انکو عمل کرنا پڑتا ہے۔ اور جنکو یقین ہی نہیں تو وہ بیشک عمل کو فضول سمجھیگا۔ کہنے کو تو ہر شخص یہی کہتا ہے کہ مجھے یقین ہے مگر یقین وہ ہے جس پر آثار مرتب ہوں +

یقینی کیفیت اور حالت محسوسات میں تو آدمی بذریعہ تجربہ وغیرہ خود اپنے اختیار سے حاصل کرسکتا ہے۔ مگر جو چیز محسوس نہو اسکی نسبت یہ کیفیت پیدا کرنا آدمی کے اختیار سے خارج ہے۔ عقل ہمیشہ ایسی باتیں تلاش کرتی ہے جن کی وجہ سے یقینی کیفیت پیدا نہ ہونے پائے۔ انسان اگر ذرا نظر دوڑا کر دیکھے تو اُسکو بہت سے مسائل ہر مذہب اور ہر قوم میں ایسے ملیں گے۔ جنسے اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ عقل ہمیشہ یقینی کیفیت کے پیدا کرنے میں روڑے اٹکایا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں ایسے آدمی بھی ملتے ہیں کہ جو سرے سے خلاق عالم کے وجود ہی کے منکر ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تمام عالم کا کام مادہ لو

اجزائے دیمقراطیسی کے متعلق ہے۔ جہان میں جتنی چیزیں پیدا ہوتی رہیں، مادہ کے انقلابات کا اثر ہے۔ علمائے محققین نے اسکے رد میں کئی کتابیں اور رسالے لکھے۔ ہزارہا دلائل اُن کے اِس دعوے کے رد میں بیان کیے۔ مگر جہاں دلائل لکھنے والوں نے اپنی ہمت اور علمیت کا زور دکھایا۔ وہاں منکرین کی عقلوں نے بھی اُنکے صدہا جوابات تراش لیے۔ اور آجتک اِس نزاع کا خاتمہ نہیں ہونے پایا۔ کہ عالم کا کوئی صانع ہے یا نہیں! ایمان دار صانع اور خالق خداوند پاک کو مانتے ہیں۔ اور منکرین آجتک اپنی ہٹ پر اڑے ہوئے ہیں کہ خالق عالم کوئی نہیں +

مختصر یہ کہ غیر محسوس اشیاء کا یقین حاصل کرنے میں عقلیں قاصر ہیں۔ جب تک منجانب اللہ وہ کیفیت دلمیں نہ ڈالی جائے۔ یقین حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسیواسطے اسلام نے یقین کو ایک ضروری چیز قرار دیا ہے۔ اور حضرات صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے اپنی تمام ہمت اور کوشش اسی یقینی کیفیت کے حاصل کرنے میں صرف کردی ہے۔ میرے ناقص خیال میں اسی کیفیت کے حاصل کرنے کا دوسرا نام فقر یا درویشی اور تصوف اور اخلاص ہے۔ اور اسی لیے جب تک کوئی اِن پاک حضرات کی غلامی اختیار نہیں کرتا وہ یقینی کیفیت تک پہنچنے میں کم کامیاب ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اِن پاک وجودوں کی تعلیم کا مقصد ہی صرف اِس کیفیت کا پیدا کرانا ہے۔ اور اسلامی فرقوں میں یہ خاص امتیاز صرف اِسی گروہ کے حصہ میں ہے۔ جو لوگ اِن پاک لوگوں کے حالات اور ملفوظات کا مطالعہ کرنے والے ہیں وہ اِس حقیقت سے خوب واقف ہیں +

صوفیائے کرام کے نزدیک یقین کے مدارج مختلف ہیں۔ خداوند کریم کی ذات و صفات و آیات کا یقین جسقدر انبیاء اور اولیاء کو ہوتا ہے۔ وہ عوام الناس کے حصہ میں ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو آثار اُنکے یقین پر مرتب ہوتے ہیں وہ عوام الناس کے یقین پر نہیں ہوسکتے۔ ضعیف الایمان شخص دائرہ اسلام سے تو خارج نہیں۔ مگر

اسمیں بھی کلام نہیں کہ وہ اپنی ایمانی اور یقینی قوت کے ضعف کے باعث ایسے امور سے کلیتہً پاک اور محفوظ نہیں رہ سکتا کہ جو مرضئ الٰہی کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور جنکے ارتکاب کے باعث آدمی عذاب الٰہی کا مستوجب ہوتا ہے۔ صرف کامل الیقین حضرات ہی ایسے ہوسکتے ہیں کہ جنسے خلاف مرضئ الٰہی کوئی کام سرزد نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اُنکو خداوند کریم کی ذات اور اُسکی صفات اور جزا و سزا کا گویا مشاہدہ رہتا ہے جس کی وجہ سے خلاف مرضئ الٰہی امور کا ارتکاب محال یا دشوار ہوتا ہے۔ اس یقینی کیفیت کے حصول میں انبیاء علیہم السلام اُس اعلیٰ مقام پر ہوتے ہیں کہ دوسرے لوگ اُس مقام میں حیران رہ جاتے ہیں۔ ایک دن ایک شخص حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور آکر عرض کیا کہ میرے بھائی کا پیٹ جاری ہو گیا ہے۔ آپنے فرمایا کہ اسکو شہد پلاؤ۔ دوبارہ آکر عرض کیا کہ شہد تو پلایا گیا۔ مگر کچھ نفع نہیں ہوا۔ آپنے فرمایا۔ پھر پلاؤ۔ پھر پلایا۔ مگر پھر بھی کچھ نفع نہ ہوا۔ تیسری دفعہ بھی آپنے یہی فرمایا کہ شہد پلاؤ۔ مگر معاملہ وہی ہوا جو پہلے تھا۔ چوتھی بار آپنے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے۔ تمہارے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے پھر شہد ہی پلاؤ۔ اس دفعہ کے پلانے میں بالکل صحت ہوگئی +

اس روایت کے متعلق اکثر علمائے اسلام نے بہت کچھ اپنی طبیعتوں کا زور دکھایا ہے امام ذہبی اور ابن قیم وغیرہ نے تو اسکی توجیہ میں اصول طبیہ سے مدد لی ہے۔ مگر اصل بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے یقین کے اعلیٰ مرتبہ کا اقتضاء تھا۔ کیونکہ آپکو یقین تھا کہ جب خداوند کریم نے قرآن حکیم میں شہد کی نسبت "فِیْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ" فرمایا ہے تو ضرور اسمیں شفا ہے۔ اسی لیئے آپ بار بار یہی فرماتے کہ شہد پلاؤ۔ آخر وہی ہوا جو یقین کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اُس مریض کو شفا ہوگئی۔ شفا میں تعویق ہونے کی وجہ صحابی کے یقین کا امتحان بھی مقصود تھا۔ اور جب تک آدمی کا ایمان اُس درجہ یقین تک نہ پہنچ جائے۔ اُسکے اعمال پر آثار مرتب نہیں ہوتے۔ اور یہی اولیاء اللہ کا

حال ہوتا ہے +

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الریاحین میں لکھا ہے کہ خلیفہ وقت نے شاہ کرمانی رح کی بیٹی کا پیام کیا۔ اُنہوں نے تین روز کی مہلت مانگی۔ اور شہر کی تمام مساجد میں صلحا کی تلاش کرنی شروع کی۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک مسجد میں ایک نوجوان لڑکے کو دیکھا کہ نہایت خشوع وخضوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد اُس سے پوچھا۔ تمہارا نکاح ہو چکا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ آپنے فرمایا ایک لڑکی قرآن خوان صوم وصلوٰۃ کی پابند اور ساتھ ہی حسن وجمال میں بھی کامل ہے۔ کیا تم اُس سے نکاح کرو گے؟ اُس نوجوان نے کہا کہ میرے جیسے نادار کو ایسی لڑکی کون دیگا۔ آپنے فرمایا۔ میں دیتا ہوں۔ تم جاؤ اور ایک درہم کی روٹی۔ اور ایک درہم کا سالن۔ اور ایک درہم کی خوشبو خرید لاؤ۔ اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ وہ نوجوان بازار گیا۔ اور یہ چیزیں خرید لایا۔ آپنے اپنی لڑکی اُسکے نکاح میں دیکر اُسکے گھر روانہ کردیا۔ جب وہ خوشی خوشی اپنی دُلہن کو اپنے مکان میں لیکر پہنچا تو دُلہن نے دیکھا کہ اُسکے مکان میں سوکھی روٹی کا ٹکڑا کھیدر کھا ہوا ہے۔ اُس نے پوچھا کہ یہ روٹی کا ٹکڑا کیسا ہے؟ نوجوان نے کہا۔ میں نے کل اسمیں سے کچھ کھا کر آج کے افطار کے لیئے یہ ٹکڑا اٹھا رکھا تھا۔ یہ سنتے ہی دُلہن نے اپنے گھر کی راہ لی۔ دُولہا نے کہا میں جانتا تھا کہ شاہ کرمان کی لڑکی قناعت کرکے مجھ فقیر کے گھر میں نہ رہیگی۔ دُلہن نے جواب دیا کہ شاہ کرمان کی بیٹی تمہارے فقر کی وجہ سے واپس نہیں جاتی۔ بلکہ تمہارے ضعف ایمان کی وجہ سے۔ تمہارا ضعف ایمان اُسکو گھر سے نکال رہا ہے۔ مجھے تم سے تعجب نہیں۔ اپنے والد بزرگوار سے شکایت ہے۔ کیونکہ اُنہوں نے فرمایا تھا کہ ایک جوان عفیف کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کردیا ہے۔ بھلا ایسا شخص عفیف ہو سکتا ہے۔ جسکو بغیر روٹی کے خدائے پاک پر اعتماد نہو۔ دُولہا نے کہا۔ میں اسکی معذرت چاہتا ہوں۔ دُلہن نے کہا۔ عذر کا حال تم جانو میں تو اُس گھر میں نہیں رہ سکتی۔ جہاں کھانے کی کوئی چیز رہے۔ یا روٹی رہیگی یا میں رہونگی!

نوجوان دوبہانے وہ روٹی کا ٹکڑا اُٹھاکر فقیر کو دے دیا۔ اور قصہ فیصل ہوگیا ،،
اِس واقعہ سے دیکھنے والے دیکھ سکتے اور سننے والے سُن سکتے ہیں کہ اولیا اللہ اور سچے مومنوں کے یقین اور ایمان کا کیا حال ہوتا تھا۔ اور کس طرح لڑکپن سے وہ اپنی اولاد کو یقین کا سبق پڑہایا کرتے تھے۔ آج مسلمان ہیں کہ وہ مولوی اور عالم ہوکر وکیل اور بیرسٹر بنکر بھی یقین کے نزدیک جانے سے ڈرتے ہیں ؎

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پس جب تک یقین کامل نہو۔ تصوف اور درویشی میں بھی کچھ فائدہ نہیں حضرت شیخ الاکبرؒ نے فتوحات مکیہ کے باب ۲۶۰ میں اپنا ایک چشم دید واقعہ لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس سبطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شخص نے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ فرمایا نکاح کرو۔ اُسنے نکاح کیا۔ پھر کئی روز کے بعد آکر عرض کیا کہ میری وہی حالت سابقہ بدستور ہے۔ آپنے فرمایا۔ دوسرا نکاح کرو۔ اُسنے جاکر دوسرا نکاح کرلیا۔ جب بھی دیکھا کہ ہنوز آش در کاسہ ہے۔ چند روز کے بعد پھر آکر عرض کیا کہ میری حالت سابقہ میں کچھ فرق نہیں آیا۔ فرمایا۔ تیسرا نکاح کرو۔ چونکہ سچا مرید اور طالب صادق تھا۔ اس بار بھی حکم بجالاکر ایک اور نکاح کرلیا۔ جس کی وجہ سے اور مصیبت بڑھ گئی۔ یک نہ شد دو شد کے شد کا مضمون صادق آیا۔ پھر شکایت کی۔ فرمایا چوتھا نکاح کرو۔ اُسنے بغیر کسی عذر و حیلہ کے چوتھا نکاح بھی کرلیا شیخ نے فرمایا۔ اب حد ہوگئی۔ خدا کی قدرت تھوڑے ہی دنوں کے بعد خداوند کریم نے اسکو غنی کردیا۔ حالانکہ جتنی عورتیں اُسکے نکاح میں آئیں وہ سب کی سب نادار تھیں۔ جبتک سالک کے اندر ایسا یقین نہ ہو۔ اُسے سلوک سے کیا حاصل ہوسکتا ہے۔ اِس مرید صادق کے یقین اور اعتماد کو دیکھئے ایک دفعہ بھی اپنے شیخ سے نہ کہا کہ حضرت آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں میں خود بھوک سے مر رہا ہوں۔ انکو کہاں سے کھلاؤں گا۔ اور اُس شیخ کامل کے یقین پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس اعلیٰ درجے کے یقین کامل پر پہنچا ہوا تھا۔ اُنہوں نے دیکھا

کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ :-

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (پ ۱۸ من النور ع ۴)

جو مرد اور عورتیں تم میں ایسے ہوں جنکے جوڑے نہ ہوں۔ اُن کا اور نیک بخت غلام اور لونڈیوں کا نکاح کردو۔ اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انکو اپنے فضل سے غنی کردے گا۔

وہ جانتے تھے کہ حالتِ افلاس میں نکاح دوہری مصیبت اور سراسر خلافِ عقل ہے مگر انکو اس وعدہ کا ایسا یقین تہا کہ اسمیں شک اور احتمالات عقلیہ کو ذرہ بھی گنجایش نہ ملی وہ سمجھتے تہے کہ یہ تاخیر فقط اعتقاد کی آزمایش کی غرض سے ہے۔ اس لیئے اُسے آخری حد یعنی چار تک پہنچا دیا۔ جب پیر و مرید آزمایش میں پورے اُترے۔ اُسوقت وعدہ الٰہی بھی پورا ہو گیا۔

ان تمام واقعات اور دلائل سے واضح ہو گیا کہ یقین کے بغیر کوئی سالک سلوک کو طے نہیں کرسکتا۔ آیندہ پرچہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اُس پر بحث کی جاتے گی کہ اس مرتبہ کے حصول کے لیئے اسلام نے کونسا ذریعہ مقرر کیا ہے۔ فقط (باقی آیندہ)

خاکسار محمد عظیم عفا اللہ عنہ واعظ اسلام۔ از گکھڑ

کلید اخبار بینی

یعنی اخباری لغات

۱۹۰۶ء

کمالاتِ خسروی

آفاق ہا گردیدہ ام عشقِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

سلف سے جتنے تذکرہ نویس گزرے ہیں۔ اُن حضرات نے حضرت امیر خسرو طوطی ہند قدس سرہ العزیز کے متعلق صرف اتنا ہی لکھا ہے کہ آپ ہندی فارسی کے بڑے شاعر تھے اور شاعری کی بعض صنعتوں کے موجد گزرے ہیں۔ کچھ فقیر بھی تھے اور علم موسیقی کو بھی جانتے تھے۔ اپنی استعداد اور حوصلہ کے موافق حضرت کے کلام پر کچھ رائے بھی لکھدی الا اللہ خیر صلاح۔ تذکرہ نویسی کا حق ادا کر دیا۔ یہ کچھ نہ لکھا کہ آپ باطنی درجہ کیا رکھتے تھے۔ اور علم موسیقی میں کہاں تک دخل تھا۔ مگر یہ دونوں کام اُنکے بوتہ کے نہ تھے۔ کیونکہ

ع "کار درویشی ورائے فہم تست"

تصوف کا اُنہیں مذاق بھی نہ تھا اور علم موسیقی سے بھی نابلد۔ اِن صاحبوں کے نزدیک تصوف اور موسیقی دونوں عبث۔ مگر اُنہیں خبر نہیں تھی کہ اگر حضرت امیر خسرو دہلوی رح تصوف اور موسیقی میں دستگاہ نہ رکھتے تو وہ بھی معمولی شاعروں کی طرح گم نام ہو گئے ہوتے اور تھر ڈھونڈھے سے بھی نہ ملتی۔ یہ تصوف ہی کی برکت ہے کہ چھ سَو برس سے آجتک آپکا مزار زربفت اور اطلس کے غلاف سے جگمگایا کرتا ہے۔ پھولوں کی سیج تیار رہتی ہے اگر سوز میں عود اور خوشبوئیں ہر وقت جلتی رہتی ہیں۔ اور آپ کی خانقاہ کی دہلیز کو خلجی۔ لودھی اور مغل تاجداروں نے سجدہ کیا ہے۔ اور ہمارے حضور عالی جاہ قیصر ہند اور تمام لارڈ اور وائسرائے۔ اور گورنمنٹ انگلشیہ کے با اقبال جانشین ہماری آنکھوں دیکھتے آپکے مزار کی زیارت کو شوق کے ساتھ درگاہ میں آئے ہیں۔ اور چونکہ آپکو بقائے باللہ حاصل ہوگئی

ہے۔ اس لیئے امید ہے کہ آپکے آستانہ پر اہل حاجت کا تانتا قیامت تک لگا رہیگا۔
ابوالقاسم فردوسی۔ خدائے سخن گزرا ہے۔ عسجدی۔ فرخی۔ خاقانی۔ انوری
خاک ایران سے کیسے لائق فائق شاعر پیدا ہوئے۔ مگر اُن میں سے کسی کے مزار پر خاص
عام کے جمگھٹ ایسے رہتے ہیں۔ جیسے ہمارے امیر صاحب کے آستانہ پر تو مجھے بتاؤ جس
خوبی نے حضرت امیر کو اس رتبہ پر پہنچایا ہو اُسی سے تذکرہ نویسوں نے جی چرایا افسوس
اس چمن کی ہوا بگڑ گئی۔ گل اور غنچہ۔ برگ اور شگوفہ خزاں نوچ کھسوٹ کر لے گئی۔ اور کانٹھ
رہ گئے۔ سائنس یا نئی روشنی اجازت نہیں دیتی کہ امیر خسرو دہلوی کو سولے شاعر کے
دلی بھی کہا جائے۔ اور اگر کہا جائے تو پھر اپنے تئیں جنٹلمینوں کی نگاہ میں حقیر کرنا ہے
مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت امیر خسرو ایک صوفی حق آگاہ تھے۔ اور آپکے کلام میں
جو زندگی ہے وہ تصوف کی وجہ سے ہی۔ دیکھئے کسقدر کھلم کھلا کہتے ہیں ؎

مرا زاں آتش شوقے کہ در من سوخت ای خسرو محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

حضور محبوب پاک جو رات بھر مشاہدہ حق میں جاگتے رہتے تو آپ کی چشم نرگسیں
نیند سے کڑوی ہوکر صبح کو کچھ اور عالم پیدا کر لیتی تھیں۔ اُسکی طرف آپ اشارہ کرتے ہیں ؎

تو شبینہ میمانی بیر کہ بودی امشب کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

حضور ہی للاکے درجہ قرب کی نسبت فرماتے ہیں ؎

گفتم کہ حوری یا پری گفتا کہ من شاہ بتاں گفتم کہ خسرو ناتواں گفتا پرستار من است

حضرت امیرؒ کے کلام قدسی نظام میں جو مکاشفات و ارادات۔ شہود۔ وحدت وجود
لطائف وغیرہ تصوف کے مقامات کے کنائے اشارے ہیں۔ اگر میں اُنکی شرح کروں تو
عوارف المعارف اور احیاء العلوم اور فتوحات کی طرح ضخیم کتابیں تیار ہوجائیں ؎ کیونکہ

من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم بندہ بارگاہ سلطانیم

میرے ہاتھ میں بھی محبوب پاک کا دامن عطر بیز ہے۔ حضرت امیر کی جو شان ہے اُسے

میں خوب جانتا ہوں۔ علی ہذا تذکرہ نویسوں کے خیال میں موسیقی بھی ڈوم ڈھاریوں کے لیئے ہے۔ کمیں بھلے آدمی بھی اسمیں وقوف رکھتے ہونگے۔ ہائے میری مری ہوئی دِلّی تجھے آج میں کیونکر زندہ کر کے اُن لوگوں کو دکھاؤں جس میں شرافت اور امارت کے لیئے موسیقی کا جاننا ایک تمغہ گنا جاتا تھا*

سراج الدین ابوظفر بادشاہ دہلی اس فن کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اور اہل ہنر سے اسے سیکھا تھا۔ جب کبھی آستانہ محبوبی میں حاضر ہوتے تو مزار شریف کے سامنے ہاتھ باندھکر عرض کرتے۔ آپکے باپ دادا کا ڈوم حاضر ہے۔ اور پھر تیمنًا و تبرکًا اپنی تصنیف کی کوئی چیز بہت خوش الحانی کے ساتھ گاتے۔ کیونکہ جانتے تھے کہ حضرات چشت کو سماع دل و جان سے پسند ہے۔ میر ناصر احمد بین کار۔ قطب بخش۔ چپنا کنچنی۔ تڑموتی خانم کنچنی۔ دلدار اعظیمہ نٹنی یہ حضور کی بزم کے ارباب نشاط تھے۔ جب یہ لوگ گاتے تھے تو حضور انکو موقع موقع سے داد دیتے تھے۔ اور اگر لے سُر کی غلطی ہو جاتی تھی تو فورًا ٹوک دیتے تھے*

واجد علیشاہ فرماں روائے اودھنے جس مدرجہ تک اِسے حاصل کیا تھا وہ سب جانتے ہیں۔ حضرت امیر بن امیر نواب مستطاب حضور کلب علیخاں نور اللہ مرقدہ اس فن کے جوہری تھے۔ جب آپکے سامنے قطب الدولہ گویّہ گاتا تھا تو اُسکا دل اندر سے ہلا کرتا تھا کہ حضور اس فن کے بڑے سمجھنے والے ہیں ایسا نہو کچھ غلطی ہو جائے*

ہمارا گھرانہ خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ سے لیکر خواجہ ناصر امیر مرحوم تک اس فن کا امام گنا جاتا تھا۔ ہر مہینے کی دوسری اور چوبیسویں تاریخ کو راگ کی دو محفلیں ہوتی تھیں جن میں تمام شہر کے قوال اور گویّے اور کنچنیاں بے بُلائے حاضر ہوتیں اور رات بھر گا بجا کر اپنا اپنا ہنر دکھاتی تھیں۔ اِس پیشہ کے جو کبھی باہر سے دِلّی میں آتے تھے۔ اُنکی قوم کے لوگ اُن سے کہدیتے تھے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تمھارے ہنر کی ساری دِلّی میں دھوم ہو جائے تو خواجہ میر دردؒ کی بارہ دری میں جاکر سجادہ نشین کو کچھ سُنا آؤ۔ آپ جس پیشہ ور کی

تعریف کر دیتے ہیں وہ شہر بھر میں پہنچ جاتا ہے +

حضرت شاہ **عبد العزیز** صاحب اس تقوے اور طہارت پر ہندی موسیقی کے ارتھ ودّیا کو ایسا جانتے تھے کہ جب گویّوں میں اس بات کا جھگڑا ہوتا تھا کہ یہ اگ سنپورن ہے یا سنکیرن۔ کھاڈوہے یا اوڈو۔ تو شاہ صاحب کی خدمت میں آکر عرض کرتے تھے کہ ہمارا فیصلہ کر دیجئے۔ شاہ صاحب اس تشریح کے ساتھ انہیں سمجھاتے تھے کہ وہ آپکے قدم پکڑ لیتے تھے اور آپ کے فیصلہ کو دل وجان سے مان لیتے تھے۔ فن موسیقی درحقیقت حکمت میں شامل ہے۔ اسکے موجد حکما رگزرے ہیں۔ جنھوں نے سرگم یا ستیک کا مزاج الگ بتایا ہے۔ پھر اگ راگنی کی ترکیب اور طبیعت سے بحث کی ہے اور اسکی نسبت نجومی بھی مفصل لکھی ہے۔ اسکے افعال۔ خواص۔ تاثیرات کو بیان کرکے بتایا ہے کہ یہ راگ راگنی اس مرض میں فائدہ دیتی ہے۔ اسکے سننے سے فلاں بیماری جاتی ہے۔ اور ہندوؤں کے اعتقاد میں تو راگ الہامی فن ہے۔ اسکا تذکرہ وید میں موجود ہے۔ اور سیکڑوں گرنتھ اور پستکیں اور پوتھیاں سنسکرت میں اسکی تصنیف ہوئی ہیں۔ برہماجی۔ مہادیو جی سری کرشن جی ہنومان جی دیوتا اور اوتاروں نے اسے مرتب کیا ہے اور رو خلل عبادت فرمایا ہے۔ ہر راگ اور راگنی ایک روحانیت رکھتی ہے۔ جسکی ایک باطنی صورت ہوتی ہے جب کوئی گائن بہت ادب اور عقیدت اور صحت کے ساتھ گاتا ہے تو راگ یا راگنی اپنی روحانیت یا حسن نورانی کو گائن کے اوپر ظاہر کر دیتی ہے اور بالمشافہ پرگھٹ ہو جاتی ہے۔ اگر گائن کم ظرف اور دل کا بودا ہوتا ہے تو اسکے رعب سروپ کو دیکھکر دیوانہ ہو جاتا ہے۔ ہندو مت کے عقیدت مندوں نے اپنے معبودوں کو الاپ چاری اور گلے سے گاکر بھی خوش کیا۔ اور انکے رجھانے کے لئے ساز بھی ایجاد کئے۔ سارنگی اور بین ایسے باجے ہیں جو گلے کی باریک حرکتوں کو ادا کر دیتے ہیں۔ اور اسی باعث سے دنیا کے سارے سازوں پر جاننے والوں کے نزدیک ان سازوں کو فوقیت اور ترجیح ہے تال

اندازے کے تولنے کے لیے پکھاوج ایسا آلہ بنایا کہ بال بھر کی زیادتی کمی معلوم ہو جاتی ہے
اگر یہ فن ایسا عجیب و غریب نہوتا تو حضرت امیر ایسے حاصل نہ فرماتے۔ درحقیقت آپ ایران
کے فن موسیقی اور ہندوستانی سنگیت ودیا میں فرد کامل تھے۔ اسی باعث سے آپ کو
اس فن کے اہل کمال نے نائکوں میں شمار کیا ہے۔ آپ اپنے وقت اور زمانہ کے نائک
تھے۔ نائک شاستر میں سنگیت ودیا کے کامل الفن اور موجد کو کہتے ہیں۔ ہمارے ہاں
اسکی مثال میں مجدد یا امام کا لفظ ہے۔ اور اس کمال کے باعث سے نائک کو جوتی سروپ
بھی کہا جاتا ہے۔ جیسے مہادیو جی پون کمار یعنی ہنومان جی۔ سری کرشن جی مہاراج وغیرہ
جو لوگ اس فن کے عالم اور عامل ہیں وہ میری اس تحریر سے سمجھ جائینگے کہ حضرت امیر
خسرو دہلوی کا اس ہنر میں کیا پایہ ہے۔ بیشک آپ علم موسیقی کے حکیم اور نائک تھے
اور آپ کو اور نائکوں پر بھی فضیلت ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے نائک صرف ہندوستانی
راگ کو جانتے تھے۔ اور آپ ہندوستان اور ایران دونوں ملکوں کی سنگیت ودیا کے
اُستاذالاستاذ تھے جس طرح آپ نے ہندی۔ فارسی اور فارسی کے ساتھ ترکی عربی
الفاظ کو کھچڑی بناکر اردو کی بنیاد ڈالی تھی۔ اسیطرح آپنے ہندی تال ادھیا اور سلز ھیا
میں تصرف کیا۔ دیکھیے خمسہ کی تال آپنے کس طرح بنائی۔ اسمیں پانچ ضربیں برابر ہیں
دھن دھن دہا دہا۔ دن دن تا تت۔ دہا کٹشک دہنک۔ دہنا کٹنک دہنک
دوسرا ٹھیکہ آپنے چھ تالوں سے قائم کیا اور اُسکا نام فرودست رکھا۔ اسکے بول یہ ہیں
دھین کڑتک۔ دھین کڑتک۔ دھین کڑتک۔ تھگن تھگن دہن۔ کڑتک دینا کہتتا۔
اسکے علاوہ بھی حضرت امیر نے بہت سی تالیں ایجاد کی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں
وہ سب نہیں آسکتی ہیں۔ غالباً ناظرین انہیں دو تالوں کے بول پڑھکر گھبرا جائینگے
میں نے دو تالوں پر ہی اکتفا کیا ہے۔ میں نے یہ تفصیل بھی نہیں لکھی ہے کہ یہ دونوں
کس موقع پر کام دیتی ہیں۔ اور گانے کی کون کون سی چیزوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

یہ بھی تفاوت نہیں جتایا کہ اگلی تالوں کی نسبت یہ کسقدر پُرلطف ہیں۔ اور اُنھوں نے قبولیت پائی ہے۔ جنھین کچھ مذاق ہے وہ سمجھ جائینگے۔ اور حضرت امیر کے کمال پر کمال تحسین کرینگے۔ اسیطرح آپنے راگ راگنیاں بھی متعدد ایجاد کیں مثلاً :۔

(۱) **ثمازہ**۔ یہ راگنی یا دھن آپنے فارسی مقامات سے نکالی اور ایسی دلکش نکالی کہ ہندوستان میں اِس سرے سے اُس سرے تک مقبول ہوگئی۔ اور سب استادوں نے اسے پسند کر لیا۔ یہ سنپورن ہے اور اسمیں سوائے مدھم کے سب سُر تیور لگتے ہیں۔

(۲) **زیلف**۔ اِس راگ یا دھن کے موجد بھی ہمارے امیر صاحب ہیں۔ اسے آپنے کھٹ راگنی سے رنگ دیا ہے۔ اسمیں شرج پنچم شُدھ ہے۔ رکھب مدھم دہایوت کومل گاندہار نکھناد تیور ہیں۔ یہ راگنی رات کے آخر حصہ میں بہت مزہ دیتی ہے۔

(۳) **ضلع**۔ اسکے موجد بھی آپ ہی ہیں اور آپنے اسے کانی اور سدھ سے ملاکر ایسا جاں پرور بنا دیا ہے کہ سبحان اللہ۔ یہ بھی سنپورن ہے جسمیں شرج اور پنچم سدھ رکھب اور دہایوت تیور ہیں۔ اور گاندہار مدھم نکھاد کومل ہیں۔

(۴) **سرپردہ**۔ اِسکے موجد بھی آپ ہی ہیں۔ یہ راگنی بھی سنپورن ہے۔ آپنے اسے گور سارنگ بلاول اور پوریا سے مرکب کیا ہے۔

اسی طرح آپ بہت سے راگوں کے موجد ہیں۔ اور اُنکی تفصیل لکھی جائے تو ایک دفتر بن جائے۔ آپکے زمانہ میں مسلمانوں کا اقبال اساڑھ اور ساون کی گھٹا کیطرح اُٹھا چلا آتا تھا۔ افغانستان ایران ہندوستان ایک ہورہے تھے۔ اور اِن ملکوں کے اہل کمال دلی چلے آتے تھے۔ ولایتی غنیا گر اور مطربوں کو اپنے نغمہ و سرود پر بڑا ناز تھا مگر حضرت امیر نے اُن سے کہا کہ ہمارے ہندوستان کا علم موسیقی تمہارے ولایت کے موسیقی سے کچھ کم نہیں ہے۔ صرف نام اور ترکیب کا فرق ہے۔ ورنہ جو چیز تمہارے ہاں ہے اُس سے اچھی ہمارے ہاں موجود ہے۔ پھر آپنے اُنھیں گا کر سمجھایا کہ دیکھو جنکا نام تمہاری

اصطلاح میں رکت اور غزال ہے۔ اس کا نام ہم نے کھٹ رکھا ہے۔ جسے تم بہات کہتے ہو۔ اُسے ہم وصنا سری کہتے ہیں۔ جسے تم صغیر کبیر کہتے ہو۔ اُسے ہم ایمن کہتے ہیں جسے تم عشاق عراق اوج کہتے ہو۔ ہم اُسے گنکلی کہتے ہیں۔ جسے تم حسینی دوگاہ تو اور عجم کہتے ہو ہم اُسے سارنگ اور کافی کہتے ہیں۔ جسے تم سہ گاہ چہارگاہ مایہ بستہ نگار زنگولہ مغلوب کہتے ہو۔ ہم اُسے ٹوڑی کہتے ہیں۔ جسے تم مجیر سی یا عراق کہتے ہو ہم اُسے نارہ کہتے ہیں۔ جسے تم عشاق کہتے ہو۔ ہم اُسے سارنگ اور بسنت کہتے ہیں۔ جسے تم فرغنہ کہتے ہو۔ ہم اُسے گورا اور گنکلی کہتے ہیں۔ میں نے ایرانی اور ہندی راگوں کی ترکیب بھی مختصراً دکھا دی ہے۔ جو حضرت امیر نے ایران کے استادوں کو سمجھائی ہے۔ ورنہ بہت سے راگ راگنیاں ہیں۔ جن کی حضرت امیر نے ایران اور ہندوستان کے راگ راگنیوں سے تطبیق کی ہے۔ پھر آپنے کنٹھ (حلق) سے اوا کرکے اُنہیں یہ بھی سمجھایا کہ جسے تم تشدید کہتے ہو۔ ہندی والے اُسے الاپ کہتے ہیں۔ جسکا نام تم نے مدّ رکھا ہے۔ اُسے ہمارے ملک میں ٹیپ کہتے ہیں۔ جسے تم لوگ ہشد کہتے ہو اُسے یہاں والے شرج یا کھرج کہتے ہیں۔ جسکا نام تمہارے ہاں زمزمہ ہی ہم اُسے گٹکری کہتے ہیں ؛

آپکے عہد میں ایک گویا گوپال نامی دکن سے دہلی آیا۔ اور کمال کے باعث سے دربار شاہی تک پہنچا۔ ایسا گایا۔ ایسا گایا کہ بادشاہ اور تمام حاضرین حیران ہوگئے بادشاہ نے اپنے دربار کے گویوں کی طرف اشارہ کیا کہ تم بھی گاؤ۔ اور اسکے کمال کا جواب دو۔ مگر سب نے کانوں پر ہاتھ دھر کر کہا۔ اس انداز کا گانا ہم لوگ نہیں جانتے۔ بادشاہ کو بدمزہ دیکھکر حضرت امیر نے کہا۔ اگر اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں۔ بادشاہ نے کہا ضرور۔ آپنے گوپال کے گانے کی ترکیب فوراً ہی لڑالی۔ اور اُسی ڈھنگ میں اپنی طبیعت سے ترانہ اور قلبانہ ایجاد کرکے سنایا۔ تو گوپال کے ہوش اُڑ گئے۔ حضرت امیر نے

کہا۔ اُستاد جی! اِن دونوں چیزوں کا نام بتلایئے کیا ہے۔ گوپال بڑا ہنر شناس تھا۔ اُسنے کہا۔ کبھی پہلے اس قسم کی چیز سُنی ہو تو بتاؤں۔ نہ یہ دُہر پد ہے نہ چترنگ ہی نہ ٹروت ہے یہ تو دنیا سے نرالی چیزیں ہیں۔ آپکے حلق میں طوطی بیٹھا ہے۔ وہ نورانی بولی بول رہا ہے۔ آپ ہی بتایئے اِن کا کیا نام ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا۔ ایک کا نام ترانہ ہے اور دوسرے کا نام قلبانہ۔ انکا مرتب کرنا۔ اور گانا اور تال سم کا جاننا۔ ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ جب آپ کا کمال گوپال کو پورا پورا معلوم ہوگیا تو اُسنے آپکے سامنے کان پکڑکر کہا۔ آپ کو نائک کا لقب یہبتا ہے۔ یہ آپ کا ہی حصہ ہے۔ کہ گھڑی بھر میں ایجاد بھی کریں۔ اور اُسے ادا بھی کرکے دکھائیں۔ بادشاہ بھی بہت خوش ہوا +

آپکے کمالات تو ہمیں سب تسلیم ہیں۔ مگر کوئی یہ تو ٹھیک ٹھیک بتلائے کہ حضرت امیر خسروؒ کے وقت میں ہندوستان کے اندر ایسی کونسی یونیورسٹی تھی جسمیں عربی فارسی۔ ترکی۔ سنسکرت۔ بھاشا اور تمام علوم اور فن موسیقی کی تعلیم دی جاتی تھی جسمیں حضرت امیر نے تعلیم پاکر یہ کمال حاصل کیا تھا۔ اِسکا جواب چاروں طرف سے یہی ملیگا کہ اُسوقت ایسا کوئی مدرسہ یا کالج نہیں تھا تو میں پھر ضرور کہونگا اور سب اہلِ عقیدت اتفاق کے ساتھ یہی کہتے آئے ہیں کہ حضرت امیرؒ میں جو اِسقدر ہنر گستری تھی یہ حضرت محبوب پاک رضی اللہ عنہ کا فیضان تھا ؎

آہن کہ بپارس آشنا شد فی الحال بصورتِ طلا شد

نئی روشنی کے دلدادہ اِسے نہیں مانیں گے۔ کیونکہ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ +

گر میرا اسپر ایمان ہے۔ حضور محبوب پاک نے ایکبار آپ کو کچھ اداس سا دیکھا تو اسکا سبب دریافت کیا۔ آپنے عرض کیا۔ آج مجھے حضرت خضر علیہ السلام سے نیاز حاصل ہوا تھا۔ میں نے حضرت سے کہا آپنے موسی علیہ السلام کو باطنی تعلیم دی ہے۔ کچھ اِس فقیر کو بھی فیض

پہنچا ہے۔ حضرت نے فرمایا تم کیسا فیض چاہتے ہو۔ میں نے کہا۔ فصاحت بلاغت کا۔ حضرت خضرؑ نے فرمایا۔ یہ فیض میرے لعاب دہن میں امانت تھا وہ شیخ سعدی کو دے چکا۔ اس سے کہ جواب پر میرا دل پکڑ گیا۔ حضور محبوب پاکؒ نے فرمایا اتنی سی بات کے لئے رنجیدہ بیٹھے ہو۔ تو میں تمہیں اپنا لعاب دہن کھلادوں۔ حضرت امیر سلام کر کے حضور کے پاس جا بیٹھے۔ حضرت ممدوح نے انگشت مبارک لعاب دہن میں تر کر کے حضرت امیر کے ہونٹوں کو لگادی۔ اللہ اللہ وہ تری آب حیات یا اکسیر تھی جس نے آن کی آن میں الم نشرح لک صدرک کی کیفیت دکھادی۔ آجتک اسی فیض کی برکت کا جو حضرت امیر کے کمالات کی ہندوستان سے لیکر یورپ تک دھوم ہے۔ اور آپ کی تصانیف ولایت کے میوزیم اور لائبریریوں میں جگاجگا کر رکھی جاتی ہے۔ اعجاز خسروی جب ایران پہنچی تو اس سمندر کو دیکھکر وہاں کے انشا پرداز اور شاعر چکر لگئے۔ جواب تو اس کا کسی سے دیا نہ گیا مگر کھسیانے ہوکر یہ کہدیا کہ این زبان ما نیست ۔

مجھے اتنی مہلت نہیں ہے کہ میں حضرت امیر کی نظم و نثر کے کمالات پر ریویو کروں اور بتاؤں کہ آپ کی فارسی کیا ہے۔ اور زابلی۔ کابلی۔ سعدی۔ پہلوی۔ دری وغیرہ ایرانی زبانوں میں سے آپکے کلام میں کون کون سی زبانیں آئی ہیں۔ اور آپکے کلام نے کیا قبولیت پائی ہے۔ صرف اتنا کہتا ہوں کہ آپ کی یہ شان ہے کہ حضور محبوب پاک نے فرمایا۔ خدا اگر مجھ سے پوچھیگا کہ نظام الدین تو دنیا میں سے میرے لئے کیا تحفہ لایا ہے تو امیر خسرو کو پیش کرونگا حضرت امیر اور آپکے کمالات زندہ ہیں اور آپ ہر محفل میں تشریف رکھتے ہیں۔ صوفیہ فضل الفواد اور راحۃ المحبین کو پڑھتے ہیں اور سر دھنتے ہیں۔ مکتبوں کے بچے آپ کی خالق باری کا سبق لیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے آپ کی پہیلیاں ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ اور اپنا جی بہلاتے ہیں۔ لڑکیاں ساون میں آپکے گیت جھولے میں بیٹھکر گاتی ہیں اور اپنے چاؤ کو پورا کرتی ہیں۔ گھر کی بیٹھنے والی عورتیں پتی ورتا اپنے خاوندوں کے

فراق میں حضرت امیر کے گیت گاتی ہیں اور اپنے درد دل کا علاج کرتی ہیں۔ سبحان اللہ
امیر صاحب کی بھاشا کی لطافت کیا لکھی جائے۔ اس مصرعہ کو پڑھکر مزہ لیجئے ع
سکھی پیا کو جو میں نپاؤں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
یہ معلوم ہوتا ہے۔ کنہیا جی مہاراج دوارکان کو س۔ ہار گئے ہیں اور رادکھا جی فراق
میں گھبراتی ہیں۔ اور یہ بول اپنی زبان سے کہہ رہی ہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ حضرت
محض بھاشا جانتے تھے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ نایک کے لیئے لازم ہے کہ وہ موسیقی
علمًا اور تفننًا دونوں طرح جانے۔ اس لیئے آپ ضرور سنسکرت کے ماہر تھے مگر اپنے مذہبی
اور قومی حالات کے سامنے اس سے زیادہ کام نہیں لیا۔ آپ اس ہمہ دانی اور قابلیت
پر بڑے منصف مزاج اور ہنر پسند تھے۔ جب حضرت حسن علاء سنجری آپکے
پیر بھائی نے فوائد الفواد شریف لکھی تو آپ کو بہت پسند آئی۔ آپنے حسن علاء سنجری
سے کہا۔ میں اپنی ساری تصانیف پر آپ کا نام ڈال دوں۔ اور آپ انہیں لیلو۔ اور یہ رسالہ
مجھے آپ عنایت کردیں۔ میری ساری تصانیف سے آپ کی فوائد الفواد اچھی ہے حضرت
حسن نے کہا۔ بہت اچھا۔ آپ کی تصنیف آپ کو مبارک رہے۔ اگر آپکو میری کتاب
پسند آئی ہے تو میں نذر کرونگا۔ مگر میں حضرت پیر و مرشد سے پوچھہ لوں۔ کیونکہ میں
نے حضور میں گذران چکا ہوں۔ اگر بغیر اجازت حضرت کے اسمیں کچھہ تبدیلی کروں گا
تو بازپرس ہوگی۔ حضرت امیر نے کہا بہت مناسب ہے۔ حضرت سے استمزاج کرلیجئے۔ حسن علاء
سنجری نے موقع پاکر یہ حال حضور محبوب پاک کی خدمت میں عرض کیا تو آپنے فرمایا ہم اسکا
جواب امیر خسرو کو ہی دیدینگے۔ کسی وقت تنہائی میں حضرت امیر حضور والا کے پاس حاضر
ہوئے تو آپنے مسکراکر فرمایا۔ امیر! ماشاءاللہ تم تو ملک الشعراء طوطی ہند ہو۔ تمہاری تصنیف
کا کیا ٹھکانہ ہے۔ گنتی میں بھی نہیں آتیں۔ اور بیچارے حسن نے مرکھپکر ساری عمر
میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ وہ تمہارے کہنے کو نہیں ٹال سکتا ہی وہ تمہیں دیدیگا۔ مگر میرے

نزدیک تو یہ اسی کو بخشدہ۔ شاید اسی کتاب سے اُسے کچھ شہرت ہو جائے۔ غرض حضرت امیر کے کمالات کے بیان کرنے کو بڑا وقت درکار ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ فقیر پھر کبھی اس طرف متوجہ ہوگا +

حضرت میر **عبد الواحد بلگرامی** واسطی زیدی رحمۃ اللہ علیہ کتاب سبعہ سنابل میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت امیر خسرو دہلوی نے اس جہان فانی سے انتقال فرمایا تو دہلی میں تہلکہ مچگیا۔ بادشاہ سے لیکر فقیر تک آپکے سوگ میں تھے۔ شیخ **رکن الدین** سہروردی ایک کامل بزرگ تھے۔ آپنے کہا افسوس ہے۔ آج امیر خسروؒ طوطی ہند ملک الشعراء اس جہان سے گزر گئے۔ اُن کے صاحب کمال ہونے میں تو شک نہیں ہے۔ مگر بادشاہوں کی صحبت میں رہے اور انکی تعریف میں بہت سے قصیدے لکھے ہیں۔ اسلیئے ہمیں خیال ہے کہ دیکھئے خدا سے انکی کیسی بنتی ہے۔ اُنکے جنازے پر جاکر ہمیں اُنکی مغفرت کے لیئے دعا کرنی چاہئیے۔ یہ کہکر اُٹھے اور جبۂ درویشی پہن اور مریدنکو ساتھ لیکر تشریف لے آئے۔ اور حضرت امیر کے جنازے کے پاس بیٹھہ گئے۔ ابھی دعا کے لیئے ہاتھ نہ اُٹھائے تھے جو حضرت امیر نے کفن مبارک کو کھولکر اُٹھہ بیٹھے اور ہنسکر کہا شیخ رکن الدین صاحب! ؎

مابہ نعمت ہائے پیر خود کفایت کردہ ایم
نیست مارا حاجت آمرزش آمرزگار

یعنی مجھے اپنے پیر و مرشد کا وسیلہ کافی ہے کسی اور کی بخشش اور سفارش کی حاجت نہیں ہے یہ کہکر آپ پھر لیٹ گئے اور شیخ رکن الدین صاحب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت امیر کیا شان رکھتے ہیں۔ بارک اللہ حضرات چشت بھی کیا چیز ہیں۔ آپ ہی مُردہ آپ ہی مسیحا۔ جاہے مرجائیں چاہے جی جائیں +

غدر ۱۸۵۷ء سے پہلے جب حضرت خواجہ الٰہی بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ

سلیمان قدس سرہ العزیز کے پوتے زیارت کیواسطے دہلی آتے تو بہادر شاہ صاحب مرحوم آپکے لینے کے لیے حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ العزیز کی درگاہ تک گئے۔ اور لال قلعہ میں آپ کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد بہادر شاہ نے خواجہ الہ بخش صاحب سے ہاتھ باندھ کر کہا حضور دعا فرمائیں کہ میری سلطنت کو ایسا عروج ہو جائے۔ جیسا کہ جلال الدین اکبر اور اورنگ زیب کی سلطنت کو تھا۔ حضرت نے اسکے جواب میں فرمایا جس دن سے تم لوگوں نے محمد شاہ پیا کی قبر پر سنگ مرمر کا پنجرہ (مجہرا) بنا کر کھڑا کیا ہے۔ اُسی دن سے حضور محبوب پاک اور تمام خواجگان چشت مغلوں سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ اور لال قلعہ پر زوال آگیا ہے۔ کیونکہ تم نے عاشق معشوق کے نظارہ میں خلل ڈالدیا اور پردہ لگادیا اگر تم اس پنجرے کو اکھڑوا کر پھینکدو تو میں دعا کروں۔ بادشاہ کے منہ سے بے اختیار نکل گیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ حضرت خواجہ الہ بخش صاحب نے فرمایا تو مجھسے دعا بھی نہیں ہو سکتی +

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق۔ دہلی محلہ رودگران رستہ اوتمند خان مکان نمبر ظریف

خواجہ حسن نظامی کا توپخانہ

چار پیسے کو۔ بندوق دو پیسے کو۔ ہوائی جہاز دو پیسے کو بمب دو پیسے کو۔ مچھر کا اعلان جنگ چار پیسے کو جرمن شہزادہ کی لاش دو پیسے کو۔ مکھی کا میدان جنگ چار پیسے کو۔ الغرض تمام ہتیار بکے سیر بغیر لائسنس بکتے ہیں۔ جلدی منگائیے ورنہ بک جائیں گے۔ یہ سب کتابیں خواجہ حسن نظامی صاحب نے حال ہی میں لکھی ہیں۔ جن میں ہنسی اور عبرت۔ فلسفہ اور تصوف بھرا ہوا ہے +

منیجر نظام المشائخ دہلی

مضمون

گراموفون اور سگرٹ

اِس ہیڈنگ کو میرے مدعا سے محض اتنا ہی تعلق ہے۔ جتنا سوئی کو کانٹے سے یا تلوار کو مسواک سے!

جملہ عالم آفرینش تین قسم پر ہے۔ حیوانات۔ جمادات۔ نباتات۔ اول الذکر کی ذیل میں انسان تمام مخلوق سے اشرف ہی۔ باقی دیگر اشیاء اسکی زیردست اور تابع ہیں اور انسان کی ضروریات کے لیئے پیدا کی گئی ہیں۔ انسان کو اختیار ہے۔ ان سے جس طرح چاہے کام لے۔ اور جس طرح چاہے برتے۔ قدرت نے اُنکی ترکیب میں ایسی ہیئت رکھدی ہی کہ انسان کی جملہ ضروریات کو رفع کریں۔ یا خود انسان علم الاشیاء کے ذریعہ (جو خدائے تعالیٰ نے اسکو عطا کیا ہے) مختلف ترکیبوں سے اپنی ضروریات پوری کرے! +

اب ضروریات انسان کی طرف غور کرنیسے معلوم ہوا کہ ہر ملک اور ہر قوم کے لحاظ سے ہر مذہب اور ہر فرقہ کے شمار سے دو قسم پر ہیں۔ مناسب۔ اور غیر مناسب۔ جملہ ضروریات دینی و دنیوی مناسب میں داخل ہیں۔ اور باقی تمام منکرات معصیات۔ محرمات۔ مکروہات فواحشات۔ لغویات۔ واہیات۔ خرافات وغیرہ وغیرہ غیر مناسب میں شامل ہیں۔ یہ انسان کا اپنا فعل ہے کہ مخلوق خداوندی سے غیر مناسب ضرورت کو پورا کرے! +

اِس غیر مناسب کی قسم لغویات کے تحت میں تماکو اور گراموفون بھی ہیں۔ اور یہ دونوں اِس سٹیج پر سب سے پیچھے آئے۔ اور سب کے اوپر بیٹھ گئے۔ لغویات میں سے کسی کو اتنی شہرت اور قبول عام حاصل نہیں جسقدر کہ ان دونوں کو ہے۔ اِسکی وجہ بتانے کی ہمکو ضرورت نہیں ہے۔ عیاں را چہ بیاں! مگر ہم صرف اتنی بات ظاہر کرینگے کہ انھوں نے تمام جہان کو کیسے مسخر کیا ہے۔ اور کس ڈھنگ سے اپنے ہمسروں میں یہ عزت حاصل کی۔

گراموفون کی سُنیئے - ہر ملک ہر زبان ہر راگ ہر علم میں اسکی قدر ہے - قرآن انجیل وید گرنتھ - سب کی آیتیں - سورتیں - منتر - شلوک اسکو یاد ہیں - غزلیں - ٹپہ - خیال - ٹھمریاں باجے - بینڈ - ستار - مردنگ - ہارمونیم - طبلہ - ڈھول - سارنگی - سرود - وغیرہ وغیرہ اسکے ازبر ہیں مہرآتی اور رامائن تو گویا اسکا حصتہ ہے جس مذاق اور جس زبان کا انسان دیکھتا ہے ویسا ہی راگ الاپ دیتا ہے - اہل حال قوالی اور خواجہ کی منقبتیں سنکر مدہوش رہتے ہیں مولوی اور سیدھے سادے مسلمان سورۂ یسین - اور انا فتحنا - اور درود تاج - سن سن کر مرحبا کہہ رہے ہیں - ہندو - پنڈت پجاری رامائن اور بھاگوت کی کتھا پرجانی کا مزہ لیتے ہیں عیسائی انجیل مقدس کی آیتوں پر سر تسلیم خم کیئے ہوئے ہیں - نئی روشنی والے جنٹلمین تھیٹر کے پارٹ اور ڈاکٹر اقبال کی نظم (چین و عرب ہمارا) سن سن کر لال گلال ہوئے بیٹھے ہیں - دہقانی ہیر رانجھا - اور مرزا صاحباں کی کلیاں سنتے ہیں - اور لٹو ہوئے جارہے ہیں غیر مہذب اور بھدے مذاق کے بازاری لوگ رسیہ اور شرابیوں کی لڑائی اور جنی کی کہبت مان سُن سُنکر بغلیں بجارہے ہیں - اب دیکھا کہ سب کی طبیعت سیر ہوگئی اور اُکتایا چاہتی ہے تو جھٹ ایک ریکارڈ بین کا چڑھاکر لہرا بجانا شروع کردیا - اور اس سرے سے اُس سرے تک سب کو سلادیا +

کیوں جناب کسکو چھوڑا ؟ ہے وہی (دامن نچوڑدیں تو فرشتے وضو کریں !) اب لیجئے تماکو جس کا موجب حکیم علی گیلانی ہے - فارس عرب شام - روم ہوتا ہوا انگلستان پہنچا اور وہاں سے تجارتی مشن کے ساتھ شہنشاہ اکبر کے دربار میں داخل ہوا اور دسواں رتن بنگیا اور اکبر کو خبر بھی نہ ہوئی کہ اندر ہی اندر تمام ممالک محروسہ کو فتح کر گیا - چین - جاپان - امریکہ - افریقہ بھیس بدل بدل کر بسر کیئے - تین سو سال سے بہت کم عرصہ کے اندر ساری زمین کے گولے پر پانی کی طرح پھر گیا - باوجود اسکے کہ مولوی اور صوفی اس سے پرہیز کرتے ہیں - اور ڈاکٹر حکیم - اسکے مخالف ہیں - اور ایک قوم کی قوم اسکی جانی دشمن ہے - اور ہر وقت

اسکو بُری نظروں سے دیکھتی ہے۔ اور کتوں سے پھڑوایا چاہتی ہے۔ مگر یہ بہادر کسی کی بھی نہیں سُنتا۔ کٹ کر۔ کٹ کر۔ پسکر۔ جلکر۔ غبار بنکر۔ دُھواں بنکر جس طرح ہو سکا جہاں سوراخ ملا جا گھسا۔ آج اس سورما کے مطبخ کا خرچ ساڑھے بارہ لاکھہ روپیہ روزانہ ہے۔

واعظ! دیکھہ۔ گراموفون تجھسے پیچھے آیا۔ اور تجھہ سے چوبیس ہزار میل آگے نکل گیا۔ افسوس ہے۔ اگر ایک لغو اور جماد اس اشرف المخلوقات سے آگے نکل جائے تجکو اسکا سبب بھی معلوم ہو۔ اگر نہیں۔ تو ہم سے سُن۔ دیکھہ گراموفون میں کسقدر صفائی باطن اور حفاظت علم ہے۔ اسکے سینے پر کہیں گرد کا نشان نہیں ہے۔ اِسکو جو کچھہ استاد نے پڑہایا اور سکھایا کس طرح ہو بہو۔ دریا دلی اور صاف باطنی سے بے کم و کاست چلا چلا کر سُنا رہا ہے۔ اسکے پرزے پرزے میں علوم اور رگ رگ میں فنون بھرے ہوئے ہیں کیا تیرا دل صاف ہی؟ کیا تجکو پڑہا ہوا یاد ہے؟ کیا تیرا دل اور زبان ایک ہے؟ کیا جو کچھہ استاد نے تجکو پڑہایا ہے وعظوں میں وہی بیان ہوتا ہی؟ ہرگز نہیں ؎ بزبانش وعظ در دلِ سیم و زر ۔ جو کچھہ کہتے ہو اُجرت پہ کہتے ہو۔ سفر کرتے ہو تو ضیافتوں۔ دعوتوں چندوں کے لیئے ہے۔ مبلغ علم و فن انیس الواعظین اور کلید مثنوی تک محدود ہے واعظ! تو بدعت کو کیسے مٹائے گا۔ تو خود مجسم بدعت منبر پر موجود ہے۔ تجھہ سے سنت کیا زندہ ہوگی۔ تیرا دل خود اناپ شناپ لقموں سے مردہ ہے۔ جا تجھہ سے گراموفون کئی درجہ اچھا ہے"

پیر جی! آپسے پیچھے تماکو اس دار ناپائدار پر ظاہر ہوا۔ اور شمار مریدی میں آپسے کئی مقام آگے طے کر گیا۔ اِسکی کیا وجہ ہے۔ ذرا سوچو تو! اچھا ہم عرض کرتے ہیں دیکھو اِسمیں بہادری اور نفس کشی اور قوتِ عملی کس درجہ کمال کی ہے۔ بہادر ایسا ہے کہ ایک بار نجد کے امیر نے اِسکو عنفوانِ شباب کیحالت میں دیکھکر گرفتار کر لیا۔ اور اسپر مارشل لا جاری کر دیا۔ بس پھر کیا تہا۔ تماکو صاحب ایسے بگڑے کہ ایک ہی وار میں نجد تو در کنار

سارا عرب ہی تسخیر کرلیا۔ اور روز روز کا جھگڑا مٹانے کو رہنے زمین میں کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی (اب ہمکو ڈر ہے کہ کچھ دنوں سے لوگ اسکے پیچھے پڑ رہے ہیں کہ گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ اسکو پکڑلو۔ سوا گرتا کو صاحب کو پھر غصہ آگیا تو خدا نہ کرے کہیں آسمان پر چڑھ جائیں۔ ایسا کرنا ان کا بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔ وہاں انکا جانا غضب ہو جائیگا) ہاں پیرجی! تم بھی ایسے بہادر ہو؟ اگر ذرا سا حکم آجائے کہ "بس ایسا نہ کرو"۔ یقین ہے۔ شجرہ ان تک کچھ پھونک ڈالو۔ اور دیکھتے ہو وہ کس طرح پاس انفاس کی طرح بارہ اور بارہ چوبیس گھنٹے لگاتار مشغول ہے۔ ذرا توجہ بدلی۔ ہلاس بنکر لطائف کی سیر میں مشغول ہے۔ ذرا اُمنگ اُٹھی تو کسی دست نگاریں میں پان کی گلوری کے اندر کالے ناگن کی زہر بنکر جا بیٹھا اب یا تو خونِ شہیداں بنکر کسی قاتل کے ہونٹوں پر ہوگا یا معصیت کا چھینٹا بن کر کسی گنہگار کے دامن پر!!!

کیوں قبلہ! آپ میں یہ باتیں ہیں؟ اگر ایسا کرو تو زردے پلاؤ گھر بیٹھے ملتے رہیں۔ آپ کو فصلوار کہیں نہ جانا پڑے۔ اِس موجودہ حالت میں تو آپ سے ریڈلمپ والے سگرٹ کی ڈبیا اچھی ہے۔

شرح دیں را گفتمے من از مزے (رومی) لیک ترسم تا نہ لرزد خاطرے

حقیر محمد ظہورالدین مراقب از نابھہ

غدرِ دہلی کے افسانے

غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات جو بادشاہ اور انکے گھرانے کی عورتوں اور بچوں وغیرہ کو پیش آئے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے خود انہی کی زبانی جنپر وہ حالتیں گزریں سنکر اپنی مشہور طرز تحریر میں لکھے ہیں۔ ہر فساد عبرت حسرت کی تصویر ہے پڑھنے والا انہیں پڑھکر بے چین ہو جاتا ہے اور ان کی قدر کرنے لگتا ہے ضخامت ۱۲۰ صفحہ قیمت ۴ھ علاوہ محصول

منیجر نظام المشائخ دہلی

مئی ۲۶ء

حقیقتِ حج

"لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللہ فی ایام معلومٰت"

تمام مذاہبِ عالم میں اسلام کی ایک مابہ الامتیاز خصوصیت یہ ہے کہ اُس نے تمام عبادات وعقائد اور اعمال کا ایک مقصد متعین کیا۔ اور پھر اُس مقصد کو نہایت صراحت کے ساتھ ظاہر کردیا ہے۔

چنانچہ آیتِ عنوان میں اللہ پاک نے جن فوائد و منافع کو حج کا مقصد قرار دیا ہے۔ اُن سے اجتماعی و اقتصادی منافع مراد ہیں۔ یعنی بیان کیا گیا ہے کہ "حج کا مقصد اصلی یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے فوائد کو حاصل کریں، اور اُسکے ساتھ ہی چند مخصوص دنوں میں خدا کو یاد کرلیا کریں" یہ حج کا ایک ایسا اہم مقصد تھا کہ ابتدا میں جب صحابہ کرام نے دینی مقاصد کے منافی سمجھکر اِسے بالکل چھوڑ دینا چاہا تو خدائے بزرگ و برتر نے ایک خاص آیت نازل فرمائی:۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ

اگر زمانۂ حج میں تجارتی فوائد حاصل کرلو تو اس میں مذہب کا کوئی نقصان نہیں"۔

قرآن پاک کا اندازِ خطاب ہرچند کہ نازک ترین اشارات و بلاغتِ معنوی کے ہر پہلو کو محیط ہے۔ مگر اُس کا عام طرزِ کلام یہ ہے کہ وہ جزئیات سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتا۔ اُسکی توجہ ہمیشہ عام اور اہم ترین باتوں کی طرف رہتی ہے۔

اِس بنا پر خداوند تعالیٰ نے جس قسم کی تجارت کو حج کا مقصد قرار دیا اور اُسکی ترغیب و حوصلہ افزائی کی وہ حقیقتہً عرب کی اقتصادی و تمدنی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ تھا۔

اور اسکی حالت موجودہ میں ایک بالکل نئی تبدیلی پیدا کردینے کا حامی تھا ٭
لاریب کہ عرب ایک بادیہ نشین و بدویت پسند قوم تھی، تاہم معاش کی ضرورتوں نے اُسکو تمدن کی ایک مہتم بالشان شاخ یعنی تجارت کی طرف ابتداہی سے ملتفت کردیا تھا قریش کا قافلہ عموماً شام وغیرہ کے اطراف و اکناف میں مال لیکر جاتا تھا، اور ان غیر متمدن لوگوں نے وہاں کے رہنے والوں سے مستقل تعلقات پیدا کرلیئے تھے۔ خود مکہ معظمہ کے متصل عکاظ اور ذوالمجاز وغیرہ متعدد بازار لگتے تھے۔ اور وہ حج کے زمانہ میں اچھی خاصی منڈی بنجاتے تھے۔ اس طرح اہل عرب کو پھر نفس تجارت کی طرف متوجہ کرنے کی بظاہر چنداں ضرورت نہ تھی۔ لیکن اسلام جو عظیم الشان و عالمگیر مدنیت پیدا کرنے کا مدعی تھا وہ دیکھ رہا تھا کہ عنقریب اسلام کا آفتاب حجاز کی پہاڑیوں سے بلند ہو کر تمام بحر و بر پر چمکنے والا ہے وہ ایک وسیع سلسلہ بین الملی تجارت کا تحریک قیام تھا۔ اسکی گرم بازاری کے لیئے عکاظ اور ذوالمجاز وذوالمجنہ کی وسعت کافی نہ تھی وہ دنیا کی تمام متمدن قوموں کی طرح سلسلہ تجارت بین الاقوام کا سلسلہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ اہل عرب میں جس قسم کی تجارت اور جسقدر پیمانے پر موجود تھی وہ تو ہر حالت میں اور ہر طرح محفوظ و قائم رکھی جاسکتی تھی اور جاری تھی۔ البتہ تجارت بین الملی کا سلسلہ، قیام امن و اجتماع جمہور، تحریک عمل و بسط عدل پر موقوف تھا۔ ان پیش پا افتادہ اصول و حالات کو ملحوظ رکھکر "لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم" میں اللہ پاک نے سب کچھ بیان کردیا ٭

اب جناب پھر ایک مرتبہ آیت صدر پر نظر ڈالیں یہ جو کہا گیا ہے کہ حج کا اصلی مقصد یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے فوائد کو حاصل کریں، اور اسکے ساتھ چند مخصوص دنوں میں خدا کو یاد کرلیا کریں"، اس اجمال کی ایک اقتصادی تفصیل وہ تھی جو اوپر مختصراً بیان کی گئی۔ لیکن اس تصریح و توضیح کے علاوہ قرآن شریف کا ایک طرز خطاب اور بھی ہے۔ جو صرف طبقہ خواص کی قوت تفہیم و تفہم سے متعلق ہے۔ قرآن پاک کا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ جن مطالب کو

عام طور پر ذہن نشین کرنا چاہتا ہے، یا کم از کم یہ کہ ایسے مسائل جو ہر شخص کی سمجھ میں آسکتے ہیں۔ وہ انکو تو نہایت سادے اور کھلے ہوئے الفاظ میں بیان کر دیتا ہے، لیکن جن مطالب کے مخاطب خواص ہوتے ہیں تو انکو وہ بلیغ اشارات و کنایات میں ادا کرتا ہے۔ تمام کلام مجید میں حقائق و معارف کے لیئے اللہ پاک نے یہی انداز اختیار کیا ہے، جس سے عوام و خواص بہ اندازۂ وقوف و قابلیت بہرہ اندوز ہوتے ہیں +

لاریب کہ سفرِ حج مسلمانوں کی ترقیوں کے تمام مراحل کا مجموعہ ہے؛ اِسکے ذریعہ مسلمان تجارت کر سکتا ہے، علمی تحقیقات کر سکتا ہے، جغرافی اور سیاحتِ علمیہ کے بے شمار فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ اور وہ مختلف مسلمان قوموں کے تمدن و تہذیب سے آشنا و خبردار ہو سکتا ہے، آپس میں ارتباط و علائق بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور اشاعت مذہب و تبلیغ حق کا فرض الٰہی بھی انجام دیا جا سکتا ہے۔ اور یہ سب سے بڑھکر یہ کہ ہماری ساری دینی اصلاح ہدایت، بزرگی و سعادت کے لیئے وہی ایک مرکز ہے؛ نمائش مادیات سے الگ؛ ہماری تمام روحی ترقیات کا وہ سنگِ بنیاد ہے، وہاں سے ایک حقیقی مسلمان جماعت، امۃ مسلمہ پیدا ہوئی ہے +

حج کے مقصد اولین کو حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے اس طرح بیان کیا ہے۔ "ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم" +

خدایا! ہم کو اپنا فرماں بردار بنا ہماری اولاد میں سے اپنی ایک امت مسلم پیدا کر اور اگر ہم سے اس فرماں برداری میں کوئی لغزش ہو تو اُسکو معاف فرما۔ تو بڑا مہربان اور معاف کرنے والا ہے +

جس قالب میں قومیت کا ڈھانچہ تیار ہوتا ہے۔ اُسمیں دو قوتیں نہایت شدت سے شامل رہتی ہیں، آب و ہوا۔ اور مذہب +

ہر چند کہ آب ہوا اور حدود ارضیہ کے اثرات طبیعیہ قومیت کے تمام اجزار کو نہایت وسعت سے محیط ہوتے ہیں۔ اور اُنکے حلقۂ اثر میں کوئی دوسری قوم داخل نہیں ہوسکتی لیکن مذہب کا حلقۂ اثر نہایت وسیع ہوتا ہے وہ ایک محدود قطعۂ ارضی پر اپنا عمل نہیں کرتا۔ بلکہ دنیا کے ہر حصے کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ دیتا ہے۔ اگر کرۂ آب ہوا کا جنون خیز و وحشت انگیز تصادم اپنے ساحل پر کسی غیر قوم کو آنے نہیں دیتا تو مذہب کا ابر کرم اپنے سایہ میں تمام دنیا کو لے لینے کا مدعی ہے!

جناب ابراہیم علیہ السلام جس عظیم الشان قوم کا خاکہ تیار کر رہے تھے۔ اُس قوم کا مایۂ خمیر تو صرف مذہب تھا؛ اُسکی روحانی ترکیب تو مادیات کی آمیزش سے بالکل پاک تھی جماعت قائم ہوکر اگرچہ ایک محسوس مادی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن درحقیقت اسکا نظام ترکیبی تو بتمامہ روحانیات کے تابع تھا۔ پھر کوئی تعجب نہیں کہ ایسی جماعت اگر عموماً اپنے مجموعۂ اعتقادات کو مجسم طور پر دنیا کے فضائے بسیط میں دیکھنا چاہے اور یا پھر اُسکے ذریعہ اپنی قومیت کے قدیم عہد مودت کو تازہ کرنے کی خواہشمند ہو۔ اسی واسطے اُن خلوص و صداقت سے معمور دلوں نے اس جدید سعادت قومیت کے ظہور و تکمیل کیلئے ایک مقدس اور وسیع آشیانہ تیار کیا۔

واذ یرفع ابرٰھیم القواعد من البیت و اسمٰعیل۔ ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم

اور جب حضرت ابراہیم و اسمٰعیل خانہ کعبہ کی بنیاد ڈال رہے تھے تو یہ دعا انکی زبانوں پر تھی۔ خدایا! ہماری اس خدمت کو قبول کرلے تو دعاؤں کا سُننے والا اور نیتوں کا جاننے والا ہے“

ہاں یہ صرف سنگ و خشت کا مرتب کیا ہوا ایک ڈھیر نہ تھا۔ یہ معمولی اینٹ اور پتھروں کا ایک گھر نہ تھا بلکہ ایک روحانی جماعت کے قالب کا آب و گل تھا جو بنا اور بنکر رہا؛ اور جب یہ قصر قومیت تیار ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت کے ساتھ

اِس روحانی سررشتۂ تعلیم و حیات کو امۃ مسلمہ کے حوالہ کردیا؛ بعد میں امتدادِ طالع، و شومیٔ مقدر سے بڑی حد تک ہم نے اس مبارک تعلیم کو پس پشت ڈالدیا۔ گو اسکی تربیت نشو و نما کا عہد گزشتہ اب تک دستبرد زمانہ سے بچا ہوا تھا۔ اور اہل عرب اپنی آغوش حفاظت میں مقدس آثار و روایات کا ایک وسیع ذخیرہ رکھتے تھے۔ مگر خدائے واحد کی پرستش کرنے والا کوئی نہ تھا؛ اُسکے اندر اب تک زمزم لہریں لیتا تھا۔ صفا و مروہ کی چوٹیاں ابھی تک بلند تھیں، ذبیح اسمٰعیلؑ ابھی تک مذہب کے گرم خون سے رنگین تھا، حجر اسود ابھی تک بوسہ گاہِ خلق تھا۔ مشاعر ابراہیمؑ اب تک قائم تھے، وسعت عرفات میں کوئی خصوصا و تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ یہ سب کچھ موجود تھا، مگر حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کی تعلیمات نہ تھیں؛ اہل عرب نے ہرچند کہ اس تعلیم و ہدایت کو بھلادیا تھا، مگر اُس مبلغ توحید نے خانہ کعبہ کے کنگرے پر چڑھ کر تمام دنیا کو جو دعوت دی تھی اسکی صدائے بازگشت اب تک عرب کے در و دیوار سے آرہی تھی؛ باطل سرائیوں کے ہنگام لایعنی میں حقیقت نوازیوں سے انسان محروم رہجاتا ہے اور اِس بُری طرح جب سچ جھوٹ ملا دیا جائے تو خطرناک ہے۔ قبائل عرب میں ابھی تک حج کی رسم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت سمجھکر اگرچہ زندہ تھی، مگر بدعات و اختراعات کی آمیزش سے حقیقت کو بالکل چھپا ڈالا تھا؛

خدا نے اپنے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قیام کی اجازت صرف اس شرط پر دی تھی کہ کسی کو شریک نہ کیا جائے، لیکن خدا کا اب یہ گھر تین سو ساٹھ بتوں کا مرکز بن گیا تھا۔ اور خدا کی بجائے اُنہیں کا طواف ہوتا تھا؛ +

خدا نے حج کا یہ مقصد قرار دیا تھا کہ دنیاوی فوائد کے ساتھ خدا کا ذکر قائم کیا جائے لیکن یہ اب صرف آباؤ اجداد کے کارنامہائے فخر و غرور کے ترانے گائے جانے کی جگہ ہوگئی تھی؛ حج کا ایک مقصد یہ تھا کہ انسانوں میں مساوات قائم کی جائے، اسواسطے تمام عرب بلکہ ساری دنیا کو اُسکی دعوت عام دیگئی۔ اور سب کو وضع لباس وغیرہ سے متحد

کیا گیا، لیکن قریش کے غرور فضیلت نے اپنے لیئے بعض امتیازات وضع کرلیئے، جو اصول مساوات کے بالکل منافی تھے۔ مثلاً تمام عرب عرفات کے میدان میں قیام کرتا تھا، لیکن قریش مزدلفہ سے باہر نہیں نکلتے تھے، اور یہ عذر کرتے تھے کہ ہم متولیان حرم محترم ہیں۔ ہم حرم سے باہر نہیں جاسکتے۔ قریش کے سوا عرب کے سارے مرد و زن برہنہ طواف کرتے تھے۔ ستر عورت کے ساتھ وہی لوگ طواف کرسکتے تھے۔ جن کو قریش کی طرف سے کپڑا ملتا تھا۔ اور قریش نے اسکو بھی اپنی اظہار سیادت کا ایک ذریعہ بنا لیا تھا"۔

عمرہ گویا حج کا ایک مقدمہ یا جزو حج تھا۔ لیکن اہل عرب ایام حج میں عمرہ کو سخت گناہ سمجھتے تھے، اور کہتے تھے کہ جب حاجیوں کی سواریوں کی پشت کے زخم مندمل ہوجائیں، اور صفر کا مہینہ گزر جائے تب عمرہ جائز ہوسکتا ہے"۔

حج کے تمام ارکان و اجزاء میں یہودیانہ رہبانیت کا عالمگیر دور دورہ ہوگیا تھا، اپنے گھر سے پاپیادہ حج کرنے کی منت ماننا، جبتک حج ادا نہ ہوجائے خاموش رہنا، قربانی کے اونٹوں پر سوار نہ ہونا، ناک میں نکیل ڈالکر جانوروں کی طرح خانہ کعبہ کا طواف کرنا، ایام حج میں گھر کے اندر دروازے کی راہ سے داخل نہونا بلکہ پچھواڑے کی طرف سے دیوار پھاند کر آنا در و دیوار پر قربانی کے جانوروں کے خون کا چھاپا لگانا، عرب کا شعار ہوگیا تھا"۔

اسلام درحقیقت دین ابراہیمی کی حقیقت کی تکمیل تھی، اس لیئے وہ ابتدا ہی سے اُس حقیقت گمشدہ کی تجدید و احیاء میں مصروف ہوگیا تھا،

اسلام کا مجموعہ عقائد و عبادات صرف توحید، نماز، روزہ، زکوۃ، اور حج سے مرکب ہے؛ لیکن ان تمام ارکان میں حج ہی ایک ایسا رکن ہے، جس سے اس تمام مجموعہ کی حیثیت ترکیبی مکمل ہوتی ہے۔ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جن کلمات کے ذریعہ آزمایا۔ اور جن کی بنا پر انہیں دنیا کی امامت عطا ہوئی وہ اسلام کے اجزائے اولین

یعنی توحید، قربانیٔ نفس وجذبات، اصلواۃ الٰہی کا قیام اور معرفت دین فطری کے امتحانات تھے؛

اسلام جب منظر عام پر آیا تو سب سے پہلے اپنے باپ کے موروثی گھر کو ظالموں کے ہاتھ سے لینا چاہا۔ اور بتدریج جن مراحل بدحالی سے گزرنا ضرور تھا گزرا، چنانچہ غار حرا سے نکلتے ہی سب سے پہلے توحید کا غلغلہ بلند کیا؛ اور رفتہ رفتہ تمام بدعتوں کا قلع وقمع کرکے اُس گھر کو "ان لا یشرک بی شیئا" کی شرط کے مطابق شمع وحدت سے منور کردیا۔

اِس صدائے حقیقت نواز پر تمام عرب نے لبیک اور ارکان حج میں جن بدعات مخترعات کا رنگ چڑھ گیا تھا۔ وہ ایک ایک کرکے چھڑایا گیا، اب آباؤ اجداد کے کارناموں کی مرثیہ خوانی کی جگہ توحید کے راگ الاپے جانے لگے۔ قریش کے تمام امتیازات مٹادیئے گئے۔ اور تمام عرب کے دوش بدوش انکو بھی عرفات کے ایک گوشہ میں کھڑا کیا گیا۔ اور سب سے بدترین رسم جو برہنہ طواف کرنے کی رائج ہوگئی تھی۔ اور مردوں سے زیادہ حیا سوز نظارہ عورتوں کے طواف کرنے کا تھا، اسکے ایک سال قبل ہی ممانعت کردی گئی تھی، زمانہ حج میں عمرہ کرنے والوں کو ناسق وفاجر کہا جاتا تھا، آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع میں عمرہ کا ہی احرام باندھا اور صحابہ کو بھی عمرہ کا حکم دیدیا؛ پاپیادہ خاموش حج کرنے کی ممانعت کردی۔ قربانی کے جانوروں پر سوار ہوجانے کا حکم دیدیا، ناک میں رسی ڈالکر طواف کرنے سے روک دیا گیا۔ اور گھروں میں گھر کے دروازوں سے داخل ہونیکا حکم دیا گیا، اور قربانی کی حقیقت بتائی گئی کہ وہ صرف ایثار نفس، اور جان و روح کی فدویت کے اظہار کا ایک طریقہ ہے، قربانی کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا، خدا تو خالص نیتوں اور پاک صاف دلوں کو دیکھتا ہے"۔

جب یہ چھلکے اُتر گئے تو مغز ہی مغز باقی رہ گیا۔ اب وادیٔ مکہ معظمہ میں عجیب غریب، دو قدیم وجدید منظر روحانی نمایاں ہوگئے۔ ایک جانب زمزم شفاف سے لبریز

لہریں مار رہا ہے، اور دوسری طرف جدید فدویت کا دریائے خلوص موجیں لیتا ہے!

اب حق پھر پھر کے اپنے حقیقی مرکز پر آگیا، اور اسلام کے مورث اول نے دنیا کی ہدایت وارشاد کے لئے جس نقطہ سے پہلا قدم اُٹھایا تھا بیٹے کے روحانی سعی سفر کی وہ آخری منزل ہوگئی۔

لبیک! لبیک! اللھم لبیک! لاشریک لک لبیک! اللہ اکبر اللہ اکبر، لاالٰہ الااللہ واللہ اکبر! اللہ اکبر وللہ الحمد!!

خلیقی دہلوی

شکوہ و فریاد

اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے اور مولانا سیماب کی دو مشہور نظمیں ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲؍

چند دن بعد کیا ہوگا۔ ایک چھوٹا سا اخلاقی رسالہ ہے ضخامت ۲۴ صفحے قیمت ۲؍

دلّی کی عید۔ غدر سے پہلے کیسی ہوتی تھی اور اب کیسی ہوتی ہے ضخامت ۱۶ صفحے قیمت ۱؍

تسخیر مہر و قہر۔ یعنی اعمال حزب البحر جو حضرت خواجہ حسن نظامی کو ہندوستان کے نامور مشائخ اور مصر۔ بیت المقدس۔ دمشق۔ مدینہ منورہ۔ مراکو وغیرہ کے شہرہ آفاق عاملوں سے دستیاب ہوئے قیمت ۸؍

روزنامچہ ہندوستان۔ بمبئی کے قابل دید نظارے۔ مندر سومنات کی سیر۔ احمد آباد گجرات۔ کاٹھیاواڑ کے اولیائے کرام کے مزارات۔ آغا خانی و امام شاہی مخفی تحریکوں کے تذکرے ضخامت ۲۰۰ صفحے قیمت صرف ۸؍

اُردو دعائیں۔ یہ وہ دعائیں ہیں جو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے پیغمبری اشارہ سے آدھی رات میں لکھیں عجیب چیز ہیں ہر مرد و عورت چھوٹے بڑے کو حفظ زبان بنانی چاہئیں چھوٹے سائز پر نہایت خوشنما چھپی ہیں مجلد قیمت صرف ۴؍

یہ سب کتابیں **منیجر نظام المشائخ** دہلی سے منگائیے

رسول نمبر

تمام ہندوستان جانتا ہے کہ اردو صحافت میں سب سے پہلے رسول نمبر نکالنے کی مقدس رسم قائم کرنے کا فخر نظام المشائخ کو حاصل ہوا۔ اور یہ فعل پبلک میں اسقدر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ اور اسقدر اسکی پذیرائی کی گئی کہ آج ہندوستان کا کوئی اسلامی اخبار یا رسالہ نہیں جو ماہ مبارک ربیع الاول میں اس رسم کو نہ ادا کرتا ہو۔ اس تاریخ کے پرچے کے لیئے خاص اہتمامات کیئے جاتے ہیں ضخامت بڑھا دی جاتی ہے۔ غیر معمولی ایڈیشن نکالا جاتا ہے۔ اور اس طرح پر اپنی شیفتگی اور حسن عقیدت کا اظہار سرکار نبوت میں کیا جاتا ہے اور خوشی منائی جاتی ہے۔ اور کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ دنیا کے سب سے بڑے انسان کی پیدائش کا زمانہ ہوتاہی جسنے خلق اللہ کو ضلالت و گمراہی کے قعر مذلت سے نکالکر ہدایت و سعادت و حیات ابدی کا راستہ بتایا +

ہم نے جس تاریخ سے اس مقدس رسم کی بنا ڈالی ہے اُس وقت سے آجتک ہماری یہی کوشش رہی کہ نظام المشائخ کا ہر نیا رسول نمبر اپنے پچھلے رسول نمبر سے زیادہ ممتاز اور بلند معیار کا نکلے چنانچہ بحمد اللہ کہ ہم اپنی اس سعی و کوشش میں ہمیشہ کامیاب رہے۔ ہمارے اس دعوے کی تصدیق ناظرین کرام خود کر سکتے ہیں "

یہی خیال تھا جس نے اسدفعہ ہمکو رسول نمبر کے لیئے ایک نئی سکیم کی طرف ہدایت کی جو پچھلے نمبروں سے بہت زیادہ مفید، بہت زیادہ شاندار ہوگی +

تجویز یہ قرار پائی ہے کہ آئندہ رسول نمبر کی ترتیب اس طرح پر کیجائے کہ وہ ایک چھوٹے پیمانے پر سوانح عمری کا کام دے۔ اور اجمالاً آپکے سوانح حیات کی ہر شاخ پر نظر ڈالی جائے ولادت باسعادت سے لیکر وفات تک کے تمام شعب زندگی کے متعلق اہل قلم حضرات اس طور سے مضامین لکھیں کہ پھر ان میں توارد واقع نہو۔ جسکا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہم ذیل میں عناوین کی ایک مکمل فہرست

لکھے دیتے ہیں جو ایک مختصر لائف کے لیئے موزون و مناسب ہو سکتی ہی حضرات اہل قلم انہیں عنوانوں میں سے ابھی سے اپنے لیئے منتخب کرلیں کہ فلاں عنوان پر وہ لکھیں گے اور اسکی ہمکو اطلاع دیدیں تاکہ اگر کوئی دوسرے صاحب اس مبحث کو منتخب کریں تو ہم اُنکو مطلع کردیں کہ اسکے علاوہ کوئی دوسرا مبحث لیجیے یا خود عرض کردیں کہ فلاں مبحث پر لکھیے کہ آپ اسکو کسی صاحب نے اپنے لیئے انتخاب نہیں کیا۔ اس طرح پر ہر سال ایک سوانح عمری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار ہوجایا کرے گی۔ اور اگر ہر پچھلے رسول نمبر کا لحاظ کرکے نئے رسول نمبر کیلئے مضامین لکھنے کا خیال رکھا اور ایک ہی واقعہ کو دوبارہ نہ لکھا گیا تو چند سال میں ایک ضخیم اور مکمل سوانح عمری تیار ہوجائے گی جسکے متعدد حصے ہونگے لیکن ہر حصہ بجائے خود مکمل ہوگا۔

اس طریق کار میں کسی قسم کا کوئی استحالہ یا دشواری نہیں ہے۔ ربیع الاول کے ابھی کئی مہینے باقی ہیں۔ نہایت آسانی سے ارباب قلم اسکو کرسکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں چند امور کا خاص طور سے لحاظ رکھنا چاہیئے۔ اوّل تو مضمون جہاں تک کوئی عیب نہ پیدا ہو مختصر اور مدلل ہونا چاہیئے۔ دوسرے موضوعات کا ہر عنوان میں بلکہ ہر جگہ لحاظ رکھنا چاہیئے اور روایت و درایت دونوں کے لحاظ سے مضمون معقول ہونا چاہیئے تاکہ غیر اقوام کے لیئے باعث تشفی ہوسکے۔ محض خوش عقیدگی اور حسن ظن پر اعتماد نہ کرلینا چاہیئے بلکہ جو واقعہ بھی لکھا جائے وہ مستند ہو۔ اور معقول دلائل و براہین سے مدلل ہو۔ اور ایسے مسکت دلائل ہونے چاہئیں کہ اس دور الحاد و زندقہ میں بھی وقعت و عظمت کی نگاہوں سے دیکھے جائیں اور حریف کو بجز تسلیم و سکوت کے کوئی چارہ کار باقی نہ رہے۔

مضمون لکھتے وقت اسکا بھی خیال رکھنا لازم ہے کہ خلط مبحث ہرگز نہ کیا جائے، جس سبجکٹ پر لکھنا ہو اُس سے بحث کی جائے۔ دوسرے مباحث کو ہاتھ تک نہ لگایا جائے واقعات و حالات کا انتخاب و استقرار مستند کتب احادیث و سیر مثلاً صحاح ستہ اور سیرت ابن ہشام وغیرہ سے کیا جائے۔

چونکہ رسول نمبر کی بہت عرصہ پہلے سے کتابت شروع کردی جاتی ہے۔ اسلیئے مضامین آخر ماہ **ذی الحجہ** تک ایڈیٹر کے پاس آجانے چاہئیں تاکہ اُنکی ترتیب وغیرہ میں حسب خواہش کامیابی ہو۔ اور اگر باہم مضامین کے اندر بعض واقعات میں پھر بھی توارد ہوجاتے تو اسکا موقع باقی رہے کہ مضمون نگار حضرات سے پھر دوبارہ مشاورت کرلیجائے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا ہر چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی ہمارے لیئے اسوۂ حسنہ اور ہماری ہدایت کے لیئے ایک دفتر دانش و موعظت ہے لیکن نظام المشائخ کے محدود صفحات کے اندر ان سب کی گنجائش کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ اسلیئے عنوان جو مقرر کیئے گئے ہیں وہ حضور کی تمام حیثیات اور سوانح کو اپنے اندر مکمل طور سے ضبط نہیں کرسکتے۔ مجبوراً چند اہم اور زیادہ نمایاں حیثیات کا لحاظ کرکے عنوان قائم کردیئے ہیں۔ لیکن اب بھی نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مجمل فہرست بھی مکمل ہے۔ اسلیئے اگر اہل علم حضرات اپنے قیمتی مشوروں سے اس میں اضافہ کرنا چاہیں تو وہ ممکن ہے۔

رسول اللہ کے دور حیات کے اولاً تین دور ہونگے

(۱) ایام جاہلیت سے نبوت تک (۲) نبوت سے ہجرت تک (۳) ہجرت سے وفات تک

انہیں ازمنہ ثلاثہ کے تحت میں ذیل کے عنوان ہونگے:۔

(۱) حضور بحیثیت نبی و رسول کے (۲) بحیثیت بادشاہ کے (۳) بحیثیت منتظم کے۔
(۴) بحیثیت فوجی آفیسر کے (۵) بحیثیت ایک مقنن کے (۶) بحیثیت فلاسفر کے
(۷) بحیثیت دوست کے (۸) بحیثیت خاوند کے (۹) بحیثیت خطیب کے
(۱۰) بحیثیت مصلح و لیڈر کے (۱۱) حضور کے عام اخلاق (۱۲) حضور کی معاشرت خانگی و بیرونی
(۱۳) حضور کا برتاؤ غیر مسلم اقوام سے (۱۴) حضور کے فیصلہ جات (۱۵) حضور کا درجہ صف انبیا میں

ان عنوانوں کی بہتر شکلی تقسیمیں ہوسکتی ہیں جو اہل قلم حضرات خود اپنے اپنے مضامین میں حسب ضرورت قائم کرسکتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تجویز کی اہمیت کا لحاظ کرکے ارباب قلم جلد سے جلد اِسطرف متوجہ ہونگے اور اپنے آرا و خیال سے مطلع کرکے ممنون فرمائینگے۔ اِسکے علاوہ کوئی صاحب یہ کام اپنے ذمہ لیں کہ غیر اقوام کے مصنفین نے جو خیالات رسول اللہ کی نسبت ظاہر کیئے ہیں اُنکا ملخص جمع کردیں۔ جرمنی۔ فرنچ۔ انگلش اور ہندو مصنفین میں ایسے حضرات کی کمی نہیں ہے + ایڈیٹر

۴۸۶

نورِ نظر

آیا ہے تو نظر میں ہاں اے جمال والے — تکتے رہیں گے تجھکو تیرے خیال والے
جس شے کو دیکھتے ہیں تصویر ہے وہ تیری — قربان جائیں تجھ پر حسن و جمال والے
شوکت تری جو سمجھیں دکھلائیں خاکساری — کس دُھن میں پھر رہے ہیں جاہ و جلال والے
تیرا فراق بھی ہے روحوں کی اک کسوٹی — نازاں نہوں دلوں پہ ذوقِ وصال والے
تھامے ہوئے ہے سب کو دستِ شفیق تیرا — کیا سر بلا رہے ہیں یہاں وجد و حال والے
آنکھیں دلوں کی تجھ بن کُھلتی نہیں ہیں انیر — دیکھیں تری ضیائیں کچھ قیل و قال والے

تیرا جلال ہر سو عالم پہ چھا رہا ہے
جلوے جہاں میں سارے تو ہی دکھا رہا ہے

ہاں اے حجاب ہستی ہٹ جا مری نظر سے — دیکھوں میں حسن جاناں چشم نہاں نگر سے
اے آرزوئے عزت! اے فرقِ زہد ظاہر! — مانوس کچھ دعا کو ہونے دے اب اثر سے
تعلیم صدق ہم کو مدت ہوئی ملی ہے — اِک رہنمائے صادق اور پیر باخبر سے
راہ مراد جس نے توحید سے دکھائی — لیکن بتوں کو پھر ہم باندھے ہیں اب کمر سے
دیکھو تو اُٹھ کے کیا ہو واعظ کی آستیں میں — بچ بچ کے جا رہا ہے رندوں کی رہگذر سے
نام خدا زباں پر مہر فلوس دل میں — پیر مغاں سے پوچھو آیا ہے یہ کدھر سے

ہر دم چو بے وفایان نتوان گرفت یاری
مائیم و آستانش یا جان ز تن برآید

حمید سیالکوٹی

۹۶

مدنی کھجور

اے نہالِ باغِ وحدت اے مدینے کی کھجور
ساری دنیا میں نہیں تیرے قرینے کی کھجور

ایستادہ ایک پاؤں سے ہی کسکی راہ میں
جس طرح سیدھا الف تحریر ہو اللہ میں

عرش فرسا ہے جہاں میں قامتِ بالا ترا
کیونکہ محبوب خدا ہے چاہنے والا ترا

بحر ہے توحید کا تو نالیاں تجھ میں نہیں
ایک ہی سیدھا تنہ ہے ڈالیاں تجھمیں نہیں

کس کی خدمت سے ہوئی حاصل سرفرازی تجھے
آسماں میں آ گئی کیونکر ہوا بازی تجھے

عرش سے کرتی ہے باتیں کچھ نہ کچھ اسرار کی
تجھ پہ آتی ہے حقیقت میں خبر بے تار کی

پیدا ہوتے ہی نظر میں عالم بالا رہا
سبز بختی سے ہمیشہ رنگ ہریالا رہا

کسقدر خوش ذائقہ شیریں ہیں تیرے پھل کھجور
بند ہو جاتے ہیں لب کھاتے ہیں جسدم ذی شعور

تیری شیرینی جہاں میں رشکِ شہتوت ہے
شاخ ہے شاخِ زمرد اور پھل یاقوت ہے

تونے چکھا ہے لبِ شیرینِ احمد کا مزا
ہے زباں پر آجتک میمِ محمد کا مزا

مدھ بھرا جوبن شرابِ عشق سے مخمور ہے
تو سراپا نور ہے باغِ جہاں میں حور ہے

ہائے یتیم کی جدائی میں یہ بدحالی ہوئی
سُرخ رنگت سانورے کے عشق میں کالی ہوئی

سرزمینِ ہند گو تیرے لیے بے سود ہے
خوشنما ہے رنگ بو ابتک وہی موجود ہے

بادۂ وحدت کے ملتے ہیں مزے تجھمیں کھجور
ذائقہ عرفاں کا پہنچایا ہے تونے دُور دُور

میں ترے قربان جاؤں اے مدینے کی کھجور
بول اُٹھ کہدے زبانِ حال سے اتنا ضرور

سچ بتا تیرا وطن کب سے مدینے میں ہوا
کس زمانے کس برس میں کس مہینے میں ہوا

نخلِ طوبےٰ کو فقط خلدِ بریں آئی پسند
کس لیئے تجھکو مدینے کی زمیں آئی پسند

یہ کھجوریں توڑتا ہے کون سا مالی تری
اور بجلی سے کیا کرتا ہے رکھوالی تری

کس رنگیلے نے بھرا ہی بادۂ عرفاں کا رس | آگیا ہے کس طرح تجھ میں لبِ جاناں کا رس
کلمۂ توحید پھونکا کس نے تیرے کان میں | آپ ہی تو یوں کھڑی رہتی ہے یا میدان میں
گفتگو سب سن رہی تھی میری جھولی میں کھجور | یوں خلیقِ زار بولی اپنی بولی میں کھجور

اے مسلمانو! خبر بھی ہے مدینے کی زمیں | عالمِ ایجاد میں بے شبہ ہے خلدِ بریں
اس زمیں کی خاک پر حور و ملک شیدا ہوئے | اس زمیں میں آپ محبوبِ خدا پیدا ہوئے
دیکھنے آئی تھی جنت سے اسی کے نور کو | کر دیا بے نور جس نے جلوہ گاہِ طور کو
سینچتا ہے آبِ زمزم سے وہی مالی مجھے | فیض ہے اسکے ہی میوے کی ہر ڈالی مجھے
رس اسی کے ہی لبوں کا مجھمیں شیرینی نہیں | سنگ ہی رنگت کا اسکی اور رنگینی نہیں
کلمۂ توحید کی اس نے بجائی بانسری | موہنی ڈالی زمانے کو سنائی بانسری
سوزِ دل مجکو ملا ہے گلشنِ ایجاد میں | ایک پاؤں سے کھڑی رہتی ہوں اسکی یاد میں
دوست دشمن ایک ہیں میری نظر میں بالضرور | جبکہ پتھر مارتے ہیں وہ بھی پاتے ہیں کھجور

خلیق دہلوی

حق ہمسایہ

اک تونگر اور اک درویش کا یہ ماجرا | معتبر تاریخ میں دیکھا گیا لکھا ہوا
مدتوں اک دوسرے کے دونوں ہمسائے رہے | پر تونگر پر نہ ظاہر حال تھا درویش کا
اسکو رکھتا تھا پریشاں رات دن فکرِ معاش | مال و دولت کے نشے میں یہ سدا مخمور تھا
گھر میں اپنے ساتھ بچوں کے لگا کھانے طعام | ایک دن درویش کو جو کچھ میسر آگیا
کھانے میں مشغول تھے جسوقت بیچارے غریب | بچہ دولتمند ہمسائے کا آیا کھیلتا
دل میں تھی بچے کے کھانیکی طرف رغبت کمال | پر غریبوں نے توجہ بھی نہ کی اسپر ذرا
لاڈلا ہمسائے کا گھر کو پھرا ہو کر نڈھال | سامنے ماں کے مچل کر گر پڑا روتا ہوا

کرکے معلوم اپنے پیارے کے مچلنے کا سبب ماں نے لاکر سو طرح کا کھانا آگے رکھدیا
جانتے ہو خوب لیکن لاڈلے بچوں کی ضد لاکھ بہلایا اُسے ماں نے مگر بے فائدہ
سب مناتے تھے مگر روتا تھا بچہ زار زار حال بچے کا نہ آخر باپ سے دیکھا گیا
جاکے دروازے پہ یوں درویش کے بولا امیر حق یہی ہمسائیگی کا تجھکو کرنا تھا ادا
نامناسب ہے کہ تجھسے ہم کو ہو تکلیف کچھ ذات سے تیری اگر ممکن نہیں کچھ فائدہ

گڑگڑا کر عاجزی سے عرض کی درویش نے آپ کو تکلیف دوں وہ دن نہ دکھلائے خدا
سُن کے .. بولا کہ اے بیدرد ظالم سنگدل کیا کہوں میں تو قصور اپنا نہیں کیا جانتا؟
کھانا تم کھاتے تھے اور ننھا یہاں آیا کہیں تم تو سب کھاتے رہے وہ دیکھتا ہی رہ گیا
ایک لقمے کی بھی ہوتی ہے بھلا کوئی بساط پھوٹے مُنہ سے حرف بھی تیرے نہ نکلا پیار کا
عرض کی درویش نے بہتر ہے خاموشی جناب یہ نہیں جائز کہ ہو اظہار میرے راز کا
بات یہ سُن کر کیا اصرار اُسنے اِسقدر ہوگئے لاچار آخرش درویش یوں کہنے لگا
تھی جو دستر خوان پر میرے ہمیں پر تھی حلال پر حرام اُس چیز کا کھانا ترے بچے کو تھا
سُن کے ہمسائے کو اسپر طیش آیا اور بھی دلمیں سمجھا یہ سراسر جھوٹ ہی اور افترا
تھا سمجھ سے اُسکی بالاتر معمہ واقعی طیش میں آکر کہا اِسکا سبب جلدی بتا
دیکھکر درویش ہمسائے کا اتنا اضطراب حال اپنی بے کسی کا اِس طرح کہنے لگا
تنگدستی کے سبب مجکو ہوئے فاقے بہت تین دن تک میرے بچوں نے بھی کچھ کھایا نہ تھا
دیکھا ویرانے میں میں نے ایک مُردہ جانور آج اُس سے کاٹ کر کچھ گھر میں لاکر دیدیا
بھر رہے تھے آج دوزخ کو اِسی سے ہم آپ کا فرزند جب آیا اُدھر کو کھیلتا

داستانِ درد سُن کر گر پڑا وہ مُنہ کے بل خوفِ حق سے تن بدن میں اُسکے لرزہ آگیا

ہوش میں آیا تو پکڑا اپنے ہمسائے کا ہاتھ
لیکے اُسکو ساتھ سیدھا گھر پہ اپنے آگیا

نقد و جنس اسباب کپڑے اور رہنے کا مکاں
نصف ہر اک چیز کا تقسیم اسکو کر دیا

خواب میں دیدار اُس شب ہو گیا اسکو نصیب
اُسکی ہمت پر رسول اللہ نے کی مرحبا

پھر یہ فرمایا بشارت ہو تجھے میرے عزیز
یہ عمل تیرا پسند خالق اکبر ہوا

تو نے ہمدردی جو کی ہے اپنے ہمسائے کیساتھ
مرتبہ صدیق کا حق نے کیا تجکو عطا

انبیا کے ساتھ محشر میں ترا ہو گا مقام
پاس میرے زیر سایۂ عرش رب دو سرا

فضل الٰہی از رسالہ پورچاؤنی رصدیہ سعدکا

۴۸۶

زندگی

اے بہار زندگی اے مایۂ عیش و نشاط
تیرے ہی دم سے ہے وابستہ سرور و انبساط

کتنا خوش آیند ہے اے زندگی منظر ترا
کتنی دلکش دلربا ہے یہ بہار جاں فزا

حیف باغ زندگی تجھ میں نہیں رنگ ثبات
ایک جھونکے میں تری مٹجائیگی کل کائنات

چند روزہ ہے یہ تیری خوبی حسن و شباب
یہ بہار روح افزا آہ ہے مثل حباب

اے مری روح رواں اے میری پیاری زندگی
رہ نہیں سکتی ہمیشہ گرم بازاری تری

برق کی مانند ہے اس دہر میں تیرا ثبات
ایک لمحہ میں تری معدوم ہو سب کائنات

تو شگفتہ پھول کی مانند ہے اے زندگی
صدمۂ باد خزاں سے ایک دن مٹجائے گی

دیکھتے ہیں چشم عبرت سے تجھے اہل نظر
تجھ سے لیتے ہیں فنا کا ہم سبق شام و سحر

بے وفا ہے کچھ نہیں تیرا بھروسہ زندگی
گلشن ہستی سے تو اک دن فنا ہو جائیگی
پھر نہیں باقی رہیگا بوئے الفت کا نشاں
نیست ہو جائیگا گلزار محبت کا نشاں

چشم عبرت سے ہمیشہ دیکھ تو حال بشر
زندگانی کا بھروسہ کچھ نہیں اے بیخبر
ہیں نہایت پُر خطر دنیا میں راحت کے مزے
زہر قاتل سے نہیں کم جام عشرت کے مزے

یہ سراب زندگی ہے اسکی اُلفت کچھ نہیں
ظاہری اسکی ہے آرائش یہ زینت کچھ نہیں
زندگی انسان کی اک ہستیٔ موہوم ہے
یہ نشاط عیش دنیا غافلو معدوم ہے

آوج گیاوی

یادِ اجل

میں اے اجل ہوں تیرا امیدوار کب سے
تیری مفارقت میں ہوں بیقرار کب سے
ہے میری جان اے جاں تجھپر نثار کب سے
کرتا ہوں آہ تیرا میں انتظار کب سے
مجبور مضطرب میں بے اختیار ہوں میں
اے مرگ تیری خاطر سینہ فگار ہوں میں
اے پُر زنار نخوت اے آن بان والی
اے غم فروش عالم۔ اونچی دکان والی
اے صاحب عونت برتر نشان والی
شرم و حیا کی دیوی شاہانہ شان والی
جاں تیرے خیر مقدم کو رک رہی ہے لب پر
دل کب سے تیرا رستہ تکتا ہے او ستم گر
اے موت بند ہستی سے تو چھڑا دے مجکو
آزاد کر کے اپنا بندہ بنا دے مجھ کو
صہبائے بیخودی کے ساغر پلا دے مجکو
آ جلد لحد میں چلکر سلا دے مجھ کو
اے قہر موت ہی سے ہے وصل کا اک ارماں
آغوش دل میں لیلے شفقت پہ تیری قرباں

میں ہوں فقط اکیلا کچھ مال ہو نہ زر ہو | دو گز کا اک کفن ہو کچھ بھی اپنے پاس گر ہو
کھٹکا نہ رہزنوں کا چوروں کا کچھ نہ ڈر ہو | شادی کی کچھ خبر ہو غم کا نہ کچھ اثر ہو
وہ دن کب آئینگے جب احباب روتے ہونگے | ہم اپنا منہ لپیٹے بے فکر سوتے ہونگے
غربت کی ہو نہ پروا دولت کی ہو حاجت | عزت کی ہو نہ خواہش ذلت سے ہو نہ نفرت
اعدا سے ہو نہ کینہ یاروں کی ہو نہ الفت | اولاد کی محبت ماں باپ کی نہ چاہت
محفوظ ہوں غرض ہم ان ساری آفتوں سے | بے فکر و مطمئن ہوں دنیا کی کلفتوں سے
ہم جانتے ہیں لیکن اے موت تیری خصلت | مکار بے حمیت بد چشم بے مروت
تو کب نکلنے دے گی دل کی ہماری حسرت | ہے بیوفائی تیری معمولی ایک عادت
تجھ سے اماں جو مانگے اسکے گلے لگے تو | جو دل سے تجھکو چاہے اس سے الگ رہے تو

رہے گی

مجذوبؒ کی بڑ

بے خود ہوں مستانہ ہوں میں | محو رخ جانانہ ہوں میں
دنیا سے بیگانہ ہوں میں | عاقل ہوں فرزانہ ہوں میں

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

جس جا چاہوں ڈالوں ڈیرا | میں کیا جانوں میرا تیرا
گلیوں گلیوں ایرا پھیرا | بستی جنگل رین بسیرا

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

لڑکے مجھکو پتھر ماریں | گلیوں گلیوں در در ماریں
چھپ چھپ ماریں ہنس کر ماریں | شام سویرے اکثر ماریں

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

وقت کو ہنسکر کھونے والا   رو رو کر خوش ہونے والا
بیٹھے بیٹھے رونے والا   اشکوں سے منہ دھونے والا

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

جسم بھی ایسا زار ہوا ہے   کپڑا تن پر بار ہوا ہے
دست جنوں کا وار ہوا ہے   سارا گریباں تار ہوا ہے

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

جاڑے گرمی یکساں مجکو   کچھ نہیں خوف باراں مجکو
ساری دنیا ایواں مجکو   سقف ہے چرخ گرداں مجکو

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

یوں ہی کٹنے برسات بھی میری   دن کی طرح ہے رات بھی میری
خوب ہے بیشک ذات بھی میری   ربط سے خالی بات بھی میری

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

جاکر میں گلزار میں پہنچا   چل کر میں کہسار میں پہنچا
شاہوں کے دربار میں پہنچا   جی چاہا بازار میں پہنچا

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

کوئی کہے لک رنگا مجکو   کوئی کہے بے ڈھنگا مجکو
کوئی کہے ہاں ننگا مجکو   کون کرے گا چنگا مجکو

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

فکر آب و دانہ نہیں ہے   غم بھی نہیں گر کھانا نہیں ہے
ہو ہی رہے گا مانا نہیں ہے   جھوٹ اُس کا فرمانا نہیں ہے

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

ساری زمیں پر قبضہ میرا | چلتا ہے بس سکہ میرا
کوہ و دشت و دریا میرا | کیا بتلاؤں ہے کیا کیا میرا

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

پھرتا ہوں ناکارہ بنکر | ذرہ عالم آرا بنکر
اُڑ جاؤں گر پارہ بنکر | چرخ پہ چمکوں تارا بنکر

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

اللہ رکھے سودا میرا | سارے جگ میں چرچا میرا
کوئی نہ سمجھے رتبہ میرا | میں مولا کا مولا میرا

زلفوں کا دیوانہ ہوں میں

باسط بسوانی

پھول میں خوشبو ہی کانٹے میں نہیں

ایک ملحد نے کیا آکر بیاں | مجھ پہ یہ کھلتا نہیں اسرار دیں
ہے لکھا قرآن میں "لا یستوی" | کافر و مومن برابر ہیں نہیں
واسطے اسکے عذاب دائمی | اور اُسکے واسطے "خلد بریں"
مجھ کو تو اس میں نظر آتا نہیں | بسکہ ظاہر میں ہر یہ اُسکے قریں

دونوں جب اولاد آدم ہیں تو پھر
ان میں ہو سکتا ہے فرق اتنا کہیں

یوں کہا میں نے کہ سُن اے مدعی | تو نہ سمجھا حکمتِ جاں آفریں

کافر ہے بہرہ مثل خار ہے — اور مومن مثل گل ہی بالیقیں
ہے سعادت خوشبوئے ایمان سے — اس سے جو عاری رہا۔ ہی وہ لعیں
تو نہ گر سمجھے تو ہے تیرا قصور — دیکھ جا کر گلشن روئے زمیں

ایک دانے سے ہے دونوں کا ظہور
پھول میں خوشبو ہی کانٹے میں نہیں

علی احمد صابر

٤٨٦

همه از اوست

ایک محفل میں چند لوگ ذہیں — باتیں کرتے تھے قابلِ تحسیں
باتوں باتوں میں ذکر مجنوں کا — اور ذکروں کے ساتھ آ جو گیا
ایک بولا کہ شیفتہ ایسا — ہم نے تو آجتک نہیں دیکھا
دوسرے نے کہا کہ اے کم بیں — دیکھنا اک طرف سُنا بھی نہیں
باری اب تیسرے کی جو آئی — ہنس کے کہنے لگا سنو بھائی
میری نظروں میں ایک لیلا ہی — سب کے سر میں اُسی کا سودا ہی

ہم ہوئے تم ہوئے کہ میر ہوئے
زلف لیلیٰ کے سب اسیر ہوئے

ذہین

٤٨٦

مخمس حسرت

(بر غزل حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ)

حیرانِ جمالِ پاک روییست — سرگشتۂ شوقِ جستجوییست

جاں باختۂ ہوائے کویت دیوانہ شدم در آرزویت
اے چشم ہمہ جہاں بسویت

خود را نہ بہ پیش تو شمردم البتہ فریب حسن خوردم
با آں ہمہ سجدہا کہ بردم دی روئے تو دیدم نہ مُردم
شرمندہ بماندہ ام زرویت

ہر چند کہ جرم او کبیر است بر درگہ عفو تو فقیر است
اے آنکہ عطائے تو کثیر است خسرو بکمند تو اسیر است
بیچارہ کجا رود ز کویت

مرسلہ اہلیہ حسرت موہانی از علیگڈہ

اعلان

مولوی حافظ سید علی وجدی صاحب خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی و مدرس مدرسہ مقبہ صاحب بمبئی کو خطیب و نظام المشائخ کی اشاعت شہر بمبئی کے لیئے درویش پریس دہلی نے اپنا کارگزار مقرر کیا ہے۔ اہل بمبئی کو اس مقصد میں اُنپر اعتماد کرنا چاہیئے +

واحدی

جناب خیر الدین احمد صاحب انسپکٹر پولیس گدوال نے　　جناب منشی شیخ بشیر الدین صاحب موضع جوگی کو خریدار بنایا

جناب منشی ریاض الحسن صاحب قصبہ کیرت پور سے نے　　جناب حافظ محمد حسن صاحب ہزوار کو ″

جناب اسد دیا صاحب گارڈ سرسہ نے　　جناب پیر بدر الدین صاحب سجادہ نشین موضع مایہ کو ″

جناب رضوان علی صاحب مردان سے نے　　جناب چودہری نصیر الدین صاحب مردان کو ″

جناب عبد السلام صاحب تلہر نے　　جناب حافظ محمد قاسم صاحب گوہلٹیہ کو ″

جناب سردار بخش صاحب محلہ قریشیان ملتان نے　　جناب مخدوم غلام مصطفی صاحب مبتلا آنریری مجسٹریٹ کو ″

جناب سید محمد عمر صاحب رئیس انسپکٹر سیلو نے　　جناب گل محمد صاحب و محمد شہاب الدین صاحب
و جناب مولوی سید حمید الدین صاحب کو ″

جناب علی اکبر صاحب وارثی بذریعہ اہلیہ محترمہ　　جناب الٰہی بخش صاحب جعفر گنج ضلع فتحپور کو ″
حویلی شریف ضلع بارہ بنکی سے نے　　جناب میر نظام علی صاحب موضع بنکا گاؤں کو ″

جو صاحب خود خریدار رہے وہ یہ ہیں

جناب فیروز الدین صاحب ٹیلر ماسٹر سرگودہ　　جناب غلام قادر صاحب پٹواری حلقہ ڈانگری بانکا

جناب غلام مرتضی صاحب احمدپور ریاست بہاولپور　　جناب عبد الرؤف صاحب قصبہ بھندکی

جناب سید محمد حسن صاحب دولت پور　　جناب سید حمید الدین صاحب سیلو

جناب مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب بنگلور　　جناب سید ثناء اللہ شاہ صاحب سب پوسٹماسٹر

جناب منشی حسام الدین صاحب بمبئی　　جناب محمد میاں چندو میاں صاحب ملک محمد آباد

جناب سید حیدر شاہ صاحب انسپکٹر صبگاؤں　　جناب محمد صدیق حسن خانصاحب الچپور

جناب ملک مہر خانصاحب جمعدار رسالہ نمبر بلندشہر　　جناب منہاج الدین خانصاحب بالاگھاٹ

جناب محمد عبد القادر صاحب وکیل بنارس　　جناب بابو عبد الغفور صاحب

جناب عبد الرحمن صاحب ٹیلر ماسٹر چھاؤنی میرٹھ　　جناب محمد فقیر الدین صاحب ملودنی

جناب محمد صدیق صاحب کلکتہ　　جناب منشی عطار محمد خانصاحب محرر تنی

جناب محمد عباس علی خانصاحب مدرس ہیڈ — جناب محمد غیاث الدین صاحب روانہ
جناب محمد عزیز خانصاحب جبل پور — جنابہ محترمہ بیگم صاحبہ علی احمد صاحب عدن
جناب قاضی محمد سعید صاحب فورتھ ماسٹر شاہپور — جناب محمد سلطان سکندر خانصاحب کاہنہ کاچھہ
جناب اسمٰعیل بٹ صاحب ہیڈ کلرک امرتسر — جناب حافظ عبد القیوم صاحب کوہنج
جناب پیر محمد صاحب عبد الصمد صاحب یادگیری — جناب محمد عبد العزیز خانصاحب حیدرآباد دکن

حُسن دل ربائی

۱/۴

معجزہ نہیں کرامت نہیں
کایا پلٹ تائید الٰہی

کیا صحیح ہے قدرتی رنگ بھی تبدیل ہوسکتا ہے؟ ہاں نور افروز صابن کو قدرت نے وہ اثر عطا فرمایا ہے۔ کہ اگر شہزادہ حبش بھی استعمال کریں تو ہم دعوے کرتے ہیں چند ہی عرصہ میں رنگ متغیر ہوگا۔ علاوہ بریں چہرے کو خوشنما۔ سیاہ رنگ کو چند ہی عرصہ میں سرخ و سفید اور جلد کو ملائم مثل مخمل کے کردیتا ہے۔ گویا حسن و دلربائی کی کنجی ہے۔ چہرے کے مہاسے۔ داغ دھبے۔ پھوڑے پھنسی کو دور کرنے میں افضل ترین ثابت ہوا ہے بہترین دواؤں کے جوہر سے ہزارہا بدصورت حسین اور جمیل بن گئے۔

المشتہر

حکیم عبد المجید مالک اسٹار سوپ فیکٹری کوچہ میر عاشق دہلی

دو نوٹ

از ایڈیٹر

آنکھوں کی وبا۔ اب کے دہلی میں لوگوں کی آنکھیں دکھنے نہیں آئیں بلکہ سینے اور ملیریا بخار کے ساتھ آنکھوں کی بھی وبا پھیل گئی۔ میں بھی اسمیں مبتلا ہوا اور میرا سارا سٹاف بھی اور ہنوز اسکا سلسلہ جاری ہے۔ ناظرین میں سے بعض کو یہ شکایت ہوگی کہ انکے خطوط کے جواب نہیں دیے گئے۔ یا اکثر فرمائشوں کی تعمیل دیر میں ہوئی اور خطیب و نظام المشائخ اپنی مقررہ تاریخوں پر نہ نکلے۔ ان سب باتوں کا سبب یہی آنکھوں کی وبا تھی اور یہی ہے میں آنکھیں بند کرکے پرچے ترتیب دے لیتا ہوں لیکن دوسرے کارکنوں کے متعلق ایسے کام نہیں ہیں کہ وہ آنکھوں کی مدد بغیر پورے ہو جائیں۔ تاہم لشتم پشتم کر رہے ہیں جنہیں ہرج مرج سے کبھی واسطہ نہ پڑا ہو ان سے تو کہنا فضول ہے لیکن جو بیماری دکھی کو جانتے ہیں اور اسکی تکلیفوں سے ناواقف نہیں ہیں وہ امید ہے ہمیں معذور سمجھینگے اور ہماری اگست و ستمبر کی کوتاہیوں کو معاف فرما دینگے۔

نمبر خریداری۔ لوگ جب انہیں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے تو سخت سست تو ان سے جتنا کہا جا سکتا ہے لکھ بھیجتے ہیں مگر صاف نام، کامل پتہ اور نمبر خریداری نہیں لکھتے۔ پھر فرماتے کہ انکی شکایتوں کا دفعیہ کیونکر کیا جاسکے؟ ہزاروں خریداروں میں ہر خریدار کے شکستہ دستخطوں کو پہچاننا تو محال ہی ہے۔ کسی کے خالی نام اور پتے سے بھی جب تک نمبر خریداری معلوم نہ ہو کچھ نہیں بنتا۔ کوئی فقط ایک خریدار کے لئے گھنٹوں رجسٹر کو ٹٹولے۔

خریداروں سے درخواست ہے کہ آئندہ نمبر خریداری کا ضرور دیں ورنہ انکے احکام کی تعمیل ہرگز نہ ہو سکے گی چاہے وہ خطوں کی ڈاک بٹھا دیں۔

منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی

خود ڈاکٹر بن جائیے

11/12

اگر آپ خود ڈاکٹر بنکر اپنے اور اپنے عزیزوں کو وبائی امراض کے زمانہ میں محفوظ رکھنا چاہتے ہیں یا اپنے غریب پڑوسیوں کو اونکے نازک وقت میں امداد کرکے حق انسانیت سے ادا ہونا چاہتے ہیں تو اسکا ایک نہایت آسان طریقہ ہے جسمیں نہ زیادہ دولت کی ضرورت ہے اور نہ وقت کی اور وہ یہ ہے کہ کلکتہ نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کے مشہور آزمائشی بکس کو خرید لیجیے

اسمیں جملہ ایسے مفید اور مجرب مفصل ذیل دوائیں ہیں جو آپکو ہر وقت اور ہر موقعہ پر کام دینگی۔

تفصیل ادویات

عرق کافور ہیضہ و گرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے **دمہ کی دوا**۔ فوراً دم کو دبا دیتی ہے۔
کولا ٹانک۔ ہر ایک کے لئے طاقت بڑھانے کی دوا۔ **مقوی باہ کی گولیاں**۔ جیسا نام ویسا فائدہ
جلاب کی گولیاں آسانی سے پیٹ صاف کرتی ہیں۔ **عرق پودینہ سبز**۔ درد شکم و ریاحی درد کی دوا
قیمت فی بکس ایک روپیہ آٹھ آنہ ۔ محصول ڈاک چار آنہ ۔ ۴/

ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں ورنہ کارخانہ سے طلب کیجیے۔

قوت کی گولیاں

۱۸ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں طاقت دینے والی مشہور دوائیں فاسفورس اشکیفا ڈاینا ملاکر یہ گولیاں بنی ہیں اسلئے مغزریزہ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعوی رکھتی ہیں زیادہ محنت جوانی کی خرابی و بے اعتدالیوں خواہ کسی وجہ سے ہوان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز میں فائدہ نظر آتا ہے بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی میں ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ قیمت ۴۲ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵/

دیکھیے جناب اڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کرکے تیس گولیاں منگائیں اسکے بیحد اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کی ۱۲ روپیہ رکھنی چاہیئے تھی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ کلکتہ

انگریزی ویونانی طبابت کا ازدواج یعنی ۲/۳

علم و عمل طب

مصنفہ لفٹننٹ کرنل بھولا ناتھ صاحب انڈین میڈیکل سروس چھپکر تیار ہوگئی ہے

اس نادر کتاب کے اندر لائق مصنف نے اپنی ۲۰ سالہ طبی تجربہ اور وسیع مطالعہ کا نچوڑ نکال کر درج کر دیا ہے گویا ایک دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ علمی مضامین کو ایسی انوکھی اور شیریں عبارت میں لکھا ہے کہ پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گویا کوئی ناول پڑھ رہا ہے کسی مضمون کو شروع کر دو تو ختم کئے بغیر اسے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس کتاب میں نہ صرف طبی مضامین پر بحث کی گئی ہے۔ بلکہ اور دوسرے سوالات پر جہاں قلم اٹھایا ہے مصنف نے اپنی قابلیت اور زور قلم کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔

یہ کتاب یونانی اطبا کے لیئے بالخصوص ضروری ہے۔ جو جدید معلومات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں نیز اسسٹنٹ سرجن اور سب اسسٹنٹ سرجن صاحبان بھی اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو جدید سے جدید معلومات کا اپنے مریضوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور نیز جو یونانی طب سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب چھپتے ہی ہاتھوں ہاتھ جا رہی ہے۔ ضخامت ۱۲۷۵ صفحے ۱۸/۲۲ سائز قیمت ۶ محصولڈاک ذمہ خریدار۔

بابو برج لال بھارت انشورنس آفس لاہور

مردہ زندہ کرنیکی مشین

ناظرین یہ مشین المعروف بہ بکس اکسیر قوت مشمولہ ۴۸ گولیاں خوراکی و شیشی طلائی و سستی کمزوری ضعف قوت مردمی بچپن کی غلط کاریوں کے بدنتائج۔ سرعت رقت ضعف دل و دماغ و جگر۔ کمی خون۔ ضعف گردہ و مثانہ۔ ضعف قوت مردمی درد کمر دکھی دہرت کثرت بول و براز۔ ذیابیطس وغیرہ کی دنیا بھر میں ایک نہایت مجرب تیر بہدف تریاق کامل شرطیہ سفید داخلی خارجی دوا ثابت ہوئی ہے ہزارہا لوگوں نے جو مندرجہ بالا امراض میں مبتلا ہو کر بظاہر زندہ مگر بباطن مردہ تھے اور ہر طرح علاج کر کے مایوس ہو چکے تھے انکو اس دوا سے پورا آرام ہو گیا گویا وہ دوبارہ زندہ ہو گئے یہاں تک کہ انگریزوں مہاراجوں ڈاکٹروں حکیموں وغیرہ نے منگوایا۔ اور مفید پاکر ہر موسم ہر طبیعت ہر ملک میں مفید بےضرر ہے اگر آپ بھی خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا ہیں تو ہم یقین سے لکھتے ہیں کہ اس بکس اکسیر قوت کو بھی استعمال کرکے شرطیہ لوہے کی لاٹھ مرد کامل بن جائیں یہ دنیا بھر کی چکنا کی بےضرر مفید مقوی بھی دوا ہے ساتھ ہی شرط ہے اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو تو قیمت واپس ہوگی۔

قیمت سالم بکس اکسیر قوت یا مردہ زندہ کرنیکی مشین ۵ مگر نظام المشائخ کے خریدار دنسے عگ رعایتی ۱۲ بوقت فرمائش نظام المشائخ کا حوالہ ضرور دیں۔ تاکید ہے۔

پتہ :۔ حکیم دوست محمد خاں۔ ڈاکخانہ ٹانڈہ ضلع ہوشیارپور

نصاب تعلیم نسوان

۱/۴

٭ سیدی و مولائی مصور فطرت۔ خواجہ حسن نظامی زاد کرمہ کی قیمتی رائے ٭

عورتوں کو تعلیم دینے یا نہ دینے سے زیادہ مشکل یہ کام ہے کہ پڑھائیں تو کیا پڑھائیں کئی جگہ کوشش ہوئی ہے اور لوگوں نے اردو زبان میں کچھ رسالے لڑکیوں کے درس کے قابل لکھے ہیں ان سب میں علیگڈہ کالج کی شاخ تعلیم نسواں نے جو سلسلہ تیار کرایا ہے وہ غنیمت معلوم ہوتا ہے۔ اب تک جسقدر رسالے اس شاخ نے شائع کئے ہیں۔ میں نے انکو سرسری نظر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ لڑکیوں کی ضرورت اور سمجھ کا بہت بڑا خیال کیا گیا ہے۔

بچپن میں دماغ کیا مانگتا ہے ۹ اس کا سمجھنا آسان بات نہیں
اس کی مانگ کیونکر پوری ہو ۹ یہ اس سے زیادہ مشکل ہے

مگر میں نے دیکھا اس سلسلہ نصاب میں کیا حد تک لڑکیوں کی فطرۃ طفلی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یہ میں کہنا چاہتا ہوں کہ نصاب مذکور اس لئے قابل ہے کہ ہندوستان کے شریف گھرانوں میں اسکا رواج جاری کیا جائے کیونکہ مذہبی مسائل میں تہذیب کا خیال رکھا گیا ہے اور یہی سب سے بڑی بات ہے

کتابوں کے نام اور قیمتیں حسب ذیل ہیں

دینیات کے رسالے حنفی مسلمانوں کے لئے (۱) پہلا رسالہ ۰/ (۲) دوسرا رسالہ ۰/ (۳) تیسرا رسالہ ۰/۳ (۴) اردو کا قاعدہ باتصویر (۵) اردو پرائمر ۰/ (۶) پہلی کتاب باتصویر ۰/ (۷) دوسری کتاب باتصویر ۰/ (۸) تیسری کتاب ۰/ چوتھی پانچویں کتابیں چھپ رہی ہیں محصولڈاک وغیرہ بذمہ خریدار۔ ملنے کا پتہ:۔ شیخ عبداللہ وکیل سکریٹری محمڈن گرلس سکول علیگڈہ

ایمان بڑی چیز ہے

اٹلی نے طرابلس پر جرمنی نے بلجیم پر اس زور کا حملہ نہیں کیا جس زور کا دہاوا آج کل سائنس نے مذاہب پر کیا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک طرف سے الحاد و دہریت کی عام وبا پھیل گئی ہے اور لوگ بغیر عقلی دلائل کے شک نہیں توڑ سکتے۔ ابھی خام خیالی سے عقائد کی تحریف اور برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

اثبات واجب الوجود اس خیال کو پیش نظر رکھ کر مفتی نور الحسن ایم۔ اے منشی فاضل نے تصنیف فرمائی ہے جسقدر اعتراضات سائنس اور فلسفہ کی رو سے عقائد اسلام پر وارد ہوتے تھے سب کا نہایت دندان شکن جواب دیا ہے اور وجود خدا عقلی و سائنس سے ثابت کر دیا ہے کہ تمام اعتراضات لغو و مہمل ہیں اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک مسلمان کے لئے نہایت ضروری ہے خصوصاً نو تعلیم یافتہ گروہ کے لئے تو واجب ہے کہ اسکا ایک ایک حرف پڑھا جائے ایمان و عقائد کی خرابیوں کی تو یہ کتاب اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول

منیجر ... پریس دہلی

تین پر ایک

حصہ چہارم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴؍

ناگفتہ بہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴؍

اور شیخ سنوسی کا پہلا۔ دوسرا۔ تیسرا حصہ فوراً منگائیے جن میں آیندہ زمانہ کے انقلابات اور موجودہ جنگ کے پُراسرار انجام کے حالات ہیں +

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی یہ ہے

سفرنامہ مصر شام و حجاز۔ باتصویر	۳؍	فلسفہ شہادت	۱؍
ایضاً ایضاً بلاتصویر	۲؍	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	۱؍
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی صاحب	۸؍	ایضاً بم دو پیسہ ۔ رہنمائے دلی	۱۰؍
تسخیر مہر و قمر یعنی اعمال حزب البحر	۸؍	ایضاً ہوائی جہاز دو پیسہ ۔ جرمن شہزادوں کی لاش	۱۰؍
پیغمبری اشارے کی اُردو دعائیں	۴؍	قیصر کا اعلان جنگ	۱؍
غدر دہلی کے افسانے باتصویر	۴؍	دل کی مراد	۱؍
رسول کی عیدی	۲؍	اسرار	۴؍
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو رحم	۳؍	آئیڈیل یعنی ہندو ویدانت کی کتاب	۸؍
انتخاب اخبار توحید شہید	عہ	ککی کا میدان جنگ	۱۰؍

یہ سب کتابیں کارکن حلقہ المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

ایک نایاب تحفہ

امہات الامہ ۔ شمس العلماء جناب مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی (مرحوم) کی آخری تصنیف، جس میں اُنہوں نے عیسائیوں کے اس اعتراض کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں تحقیق و دلیل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی ایک جگہ بالتفصیل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور الگ الگ بتایا ہے کہ اس تعلق میں کیا دینی مصلحت تھی۔ اور اس میں یہ نفسانی خواہشات کا کہیں شائبہ ملنا محال ہے۔ اسکے اظہار کی ضرورت نہیں کہ شمس العلماء مرحوم کی تحریر باوجود عالمانہ شان رکھنے کے کسقدر دلچسپ مزیدار ہوتی تھی۔ اور زبان دانی کے اعتبار سے انکا پایہ کیتنا بلند مانا گیا ہے۔ لہذا **امہات الامہ** صرف اسی حیثیت سے قابل قدر نہیں ہے کہ ایک مذہبی کتاب ہے یا امہات المومنین کی سب سے بڑی اور معتبر و مستند سوانح عمری ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اسے آنکھوں سے لگانا چاہیے کہ اردو لٹریچر میں اس سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ **امہات الامہ** درمیان میں ناپید ہوگئی تھی اور اسکا ایک ایک نسخہ بیس بیس روپے کو ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔ اب انتہائی مانگ دیکھکر نظر ثانی کے بعد پھر چھاپنا شروع کیا ہے۔ اور حصہ اول تیار کر لیا ہے جو **۱۲** آنے میں علاوہ محصول ڈاک

دفتر خطیب و نظام المشائخ دہلی سے درخواست کرنے پر ملیگا

راحت زمانی

ملک کے مشہور اہل قلم خانصاحب منشی سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ کی مقبول خاص و عام کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔ قلعہ معلی کی بیگماتی زبان اور واقعات اس درجہ دلکش کہ آپ اسکو ختم کیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بیگم کا شباب اور انجام علاء الدین کے کرشمے۔ عیاروں کی مکاری الغرض لسانی ادب اردو کی وہ آخری کتاب ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں کتبخانوں کو زینت دیگی اور جسکا ہر گھر میں رہنا ضروری ہے۔ قیمت علاوہ محصول **عہ/** +

مینیجر خطیب و نظام المشائخ

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے — رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۰۷

۱۳۳۵ھ

۷۸۶

قسم سوم — قسم سوم

نظام المشائخ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانیان چشت و بہشت گزین کا ماہواری پیام

مذہب، اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک لنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۴؍

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۶ بابت محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ نمبر ۱

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	- - - - - - - - - - - - - - -	۱
۲	یاران نظام المشائخ	- - - - - - - - - - - - - - -	۲
۳	تذکرۃ الملتم والالم الخ	جناب مولوی عارف حسن صاحب عارف ہسوی - - - - - - -	۳
۴	دعوتِ الم	جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی - - - - - -	۱۱
۵	یقین	جناب مولوی محمد عظیم صاحب واعظ اسلام - - - - - -	۱۶
۶	فضیلت احمدیہ	خان بہادر جناب مولوی مرزا سلطان احمد صاحب - - - - -	۲۳
۷	تصورات و تخیلات	ملخص - - - - - - - - - - - - - -	۳۱
۸	مذہب مزدکیہ	جناب مولوی شبیر حسین صاحب مارہروی (علیگ) - - - - - -	۳۹
۹	سیدانی کی قربانی	جناب سید منظور احمد صاحب عباسی - - - - - - - -	۵۵
۱۰	رباعیات اکبر داناپوری	جناب مولانا شاہ محمد اکبر صاحب داناپوری - - - - - - -	۵۸
۱۱	مدینے کا سفر	جناب مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب رسا ہمدانی گیاوی - - -	۵۸
۱۲	پانی	جناب مولانا ابو الفخر سیماب اکبرآبادی - - - - - - - -	۶۱
۱۳	پامال حیونٹی کی فریاد	جناب مولانا میر احمدی صاحب اجمیری - - - - - - - -	۶۲
۱۴	اکلِ حلال	جناب مولوی احمد علی صاحب قدوائی - - - - - - - - -	۶۳
۱۵	رشحات اکبر الٰہ آبادی	حضرت لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب جج دخان بہادر - -	۶۳
[illegible]	[illegible]	- - - - - - - - - - - - - - -	۶۵

نظام المشائخ

جلد ۱۶ بابت محرم الحرام سنہ ۱۳۳۵ھ نمبر ۱

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	- - - - - - - - - -	۱
۲	یاران نظام المشائخ	- - - - - - - - - -	۲
۳	تذکرۃ الترو والالم	جناب مولوی عارف حسن صاحب عارف ہسوی - - - -	۳
۴	دعوت الم	جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی دہلوی - - - -	۱۱
۵	یقین	جناب مولوی محمد مصطفیٰ صاحب داعی اسلام - - - -	۱۶
۶	نصیحت احمدیہ	خان بہادر جناب مولوی مرزا سلطان احمد صاحب - - - -	۲۳
۷	تصورات تخیلات	ملخص - - - - - - - - - -	۳۱
۸	مذہب مزدکیہ	جناب مولوی شبیر حسین صاحب مارہروی (علیگ) - - - -	۳۹
۹	سیدانی کی قربانی	جناب سید مصطفیٰ احمد صاحب عبادی - - - -	۵۵
۱۰	رباعیات اکبر داناپوری	جناب مولانا شاہ محمد اکبر صاحب داناپوری - - - -	۵۸
۱۱	مدینے کا سفر	جناب مولوی سید محمد [illegible] صاحب [illegible] - -	۵۸
۱۲	پانی	جناب مولانا ابوالنصر [illegible] اکبرآبادی - - - -	۶۱
۱۳	ایک چیونٹی کی فریاد	جناب مولانا [illegible] احمد صاحب [illegible] - - - -	۶۲
۱۴	اکل حلال	جناب مولوی احمد علی صاحب قدروانی - - - -	۶۳
۱۵	ارشادات اکبر الہ آبادی	حضرت لسان العصر مولانا سید اکبر حسین صاحب [illegible] خان بہادر - - -	۶۳
۱۶	[illegible]	- - - - - - - - - -	۶۵

یاران نظام المشائخ

ذیل میں اُن حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں۔ جنھوں نے گزشتہ مہینے نظام المشائخ کے نئے خریدار پیدا کر کے یا خود خریدار بن کر مدد فرمائی +

جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب ہالی شاہ نظامی حیدرآبادی نے جناب شاہ محمد امیر احمد حسینی صاحب جاگیردار بانگرو کو خریدار بنایا +
جناب محمد عمر صاحب ریڈو انسپکٹر سیلو نے جناب عالم صاحب ساہوکار گرسا ونگی اور جناب محمد عبد الکریم منتظم کو قوالی گمن سیلو کو +
جناب اہلیہ صاحبہ محترمہ حضرت سید شاہ ابراہیم صاحب رشی دیوہ شریف نے بذریعہ اکبر علی صاحب رشی چودھری ظہیر الدین صاحب رئیس دیوہ شریف کو خریدار بنایا +

جناب محمد خانصاحب شنشر زمین پور نے جناب قادر بخش صاحب ٹائیو رزمین پور کو + جناب شیخ محمد عمر صاحب سیکنڈ ریڈو انسپکٹر سیلو نے جناب مولوی محمد ریاض حسین صاحب منتظم پولس موجپوری کو اور جناب مولوی سید عبد الغفار صاحب گارڈ سکندرآباد کو + جناب مولوی محمود علیخان صاحب وکیل حیدرآباد دکن نے جناب نواب مظفر علی مرزا صاحب انسپکٹر پولس مسیدک کو + جناب محمد عبد الجلیل صاحب قریشی نے جناب افضل محمد صاحب سوداگر بالاگھاٹ کو + جناب حبیب اسد صاحب انجنیر نے جناب اخوند نور احمد صاحب لاڑکانہ و جناب مستری رحمت صاحب انبالہ چھاؤنی کو + جناب عبد السلام صاحب انصاری نے جناب سید جمیل احمد صاحب تلہر کو + جناب سید امیان من میاں صاحب انسپکٹر پولیس ہٹرونج نے جناب عبد الکریم فقیر محمد منشی صاحب انسپکٹر ہٹرونج کو + جناب سردار علی صاحب علی گڈھ نے جناب سید افتخار علی صاحب دہرمپور کو + جناب مولوی محمد شریف اعظم صاحب لکھمیانوی جناب شیخ ابراہیم صاحب زمیندار چھاؤنی بنگلور کو + جناب مولوی سید ابو الفضل صاحب رئیس سالار نے جناب شاہ خلیل الدین عبد العزیز پیر صاحب رئیس سالار کو + جناب محمد کفایت اللہ صاحب قریشی نے جناب شیخ محبوب صاحب اکن مدنیرہ کو + جناب بابو نصیر الدین صاحب فوٹوگرافر نے جناب شیخ نیاز علی صاحب نے جناب بابو محمد یسین صاحب کو + جناب خواجہ افضل احمد صاحب شیدا دہلوی نے جناب محمد یوسف صاحب بلی ماران دہلی کو خریدار بنایا + (باقی آئندہ)

شکرگزار واحدی

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظام المشائخ

تذکرۃ الہم والالم فی تذکار شہر المحرم

اس ماہ مقدس کی قابل قدر دو حیثیتیں ہیں۔ ایک وہ اخبار و آثار جو یوم عاشورہ کی فضیلت سے متعلق ہیں۔ دوسرے وہ حادثۂ خونیں جو دنیائے اسلام کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ دردناک و پُرالم واقعہ ہے جسکو اسلامی دنیا تیرہ سو سال سے ہر بار ہوئیں مہینے دلوں کے اضطراب و بیقراری، آنکھوں کی خونریزی و اشکباری اور زبان کی فغاں سنجی و فریاد نالی کے ساتھ یاد کرتی ہے اور ہمیشہ یاد کرے گی +

دنیا کے اس ماتم کدہ میں شاید کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس کی تاریخ حزن و ملال سے خالی ہو۔ ابتدائے آفرینش سے اِسوقت تک ہزاروں واقعات ظہور پذیر ہو چکے ہیں۔ جن کے تمام

کے لیے اگر ایک ایک دن بھی مقرر کر لیا جائے تو انسان کی ساری عمر نوحہ خوانی و ماتم گساری میں بسر ہو جائے۔ کیا تم زکریا علیہ السلام کی پُر الم موت کو بھول جاؤ گے۔ جن کے سر کو بے دردی کے آرے سے دو ٹکڑے کر دیا گیا تھا؟ اور کیا اُنکے بیٹے یحییٰ ؑ کے قتل کا واقعہ تمہیں اشکباری کی دعوت نہیں دیتا۔ کیا بنی اسرائیل کی مظلومیت اور معصوم بچوں پر فرعونی ظلم کی یاد بھلائی جا سکتی ہے؟ کیا فرعون صفت راجہ کنس کے بیدردانہ مظالم کو دنیا فراموش کر دے گی؟ جس نے کرشن کے خوف سے ہزاروں بچوں کو تہ تیغ کرا دیا۔ اور کیا عثمانؓ بن عفان کا خون کوئی قیمت نہیں رکھتا؟ اور کیا جنگ حرہ کا وہ منظر نذر تغافل کیا جا سکتا ہے جس میں ہزاروں جلیل القدر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیکسی کے عالم میں تیغ ظلم و شمشیر جفا سے شہید کر دیئے گئے۔ جسمیں مدینۃ الرسول کی حرمت کا لحاظ نہ کیا گیا۔ اور ایک ہزار دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی۔ کیا حجاج بن یوسف کی سنگباری اور آتشباری یاد نہیں جسنے کعبۃ اللہ کی چھت کو مسمار کر دیا تھا۔ اور غلاف کعبہ کو خاکستر کا ایک ڈھیر بنا دیا تھا۔ یہ وہی غلاف کعبہ تھا جسکو تھام کر رب الکعبہ سے دل کی آرزوئیں مانگی جاتی ہیں۔ یہ وہی خانہ کعبہ تھا جسکے طواف کا شوق چالیس کروڑ انسانوں کے دلوں میں ہر وقت موجزن رہتا ہے۔

پھر کیا یہ خونی واقعات بھلائے جا سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ان میں کا ہر واقعہ بجائے خود ایک داستان الم ہے۔ اور جائز ہے کہ انسان اپنی ساری عمر کسی ایک واقعہ کی ماتم گساری و نوحہ خوانی میں گزار دے۔ لیکن قدرت نے بجائے اسکے کہ دنیا کے الم آفریں حوادث مختلفہ پر ماتم کیا جائے۔ ایک ہی حادثہ فاجعہ کو ان سب کا قائم مقام کر دیا ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف حوادث کی یاد اور ماتم کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے بلکہ صرف ایک واقعہ خونیں اور ایک حادثہ عظیمہ کو لیکر اگر عمر بھر نوحہ ہی میں تو بسر کر گزار دے۔

شہادت حسینؑ دنیا کے اُن المناک اور درد انگیز حوادث میں سے ہے جن کی نظیر تاریخ عالم

پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اور انسانی شقاوت اور بیرحمی کا ایسا نمونہ ہے کہ دنیا کی بیکسی و شرافت جس قدر اسپر ماتم کرے کم ہے۔ دشمنوں سے گزند و تکالیف کا پہنچنا ایک امر متوقع ہے۔ لیکن دوستوں کی ذراسی زیادتی ہی ایک فسانۂ غم ہوجایا کرتی ہے پھر یہ کیسی ماتم انگیز کہانی ہے کہ حسین انہیں لوگوں کی شمشیر جفا سے قتل کیے گئے جو انکے فضائل و محامد کے قائل تھے۔ اُن کے جدامجدؐ کے کلمہ خواں تھے اور اُنکے باپ اور اُنکی ماں سے اچھی طرح واقف تھے۔ اُن کے اعلیٰ مدارج اور اُنکے فضائل و مراتب کے معترف تھے مگر بادجوان باتوں کے جگرگوشہ رسولؐ و بتولؓ کو خاک و خون میں ملادیا ‹‹

پھر اگر انسانیت کی آنکھہ آنسو بہائے اور ہر سال اُسکے ذکر الم کو دہرائے تو کونسی حرج ہے؟ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر ساری دنیا یکسر ماتمکدہ بن جائے، جنگلوں کے حیوان، سمندروں کی مچھلیاں۔ خون کے آنسو بہائیں اور سوگ منائیں۔ تب بھی ماتم حسینؑ کا پوراحق ادا نہو گا ؛

حسینؑ جسکا باپ علی مرتضیٰ ہو۔ جس کی ماں فاطمہ زہراؑ ہو۔ اور سب سے آخر جس کا نانا رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ صلعم ہو۔ وامصیبتا کہ وہی مقدس معظم وجود، وہی مکرم و محترم ہستی دشت کربلا میں ننھے ننھے بچوں کے ساتھ تین دن کے بعد بھوک و پیاس کی بیکسی میں شہید کردیا جائے۔ واحسرتا کہ وہ امام المتقین جو بھوکوں کو کھانا کھلا کر خود بھوکا سو رہا۔ وہ جواد و کریم جس نے دوسروں کا جسم عریاں ڈھک کر خود پیوند دار کپڑے پہنے۔ آہ کہ خود اُس کا جسم اطہر کفن کا محتاج تھا۔ آہ وہ حلق مبارک جسکو محمد صلعم نے بوسے دیئے وہی حلقوم ظالموں کے خنجر سے ذبح ہوا۔ وہ تن نازنین جسکو رسول اللہؐ کی پشت مبارک پر سوار ہونے کا فخر حاصل ہو۔ جس کی خاطر دنیا کا سب سے بڑا انسان سجدے میں دیر لگائے۔ اور خطبہ چھوڑکر گود میں اُٹھائے۔ وہی اعظم و اقدس وجود خاک و خون میں تڑپا۔ اے آسمان!

تو پھٹ نہ پڑا۔ اے زمین! تو شق نہ ہوگئی۔ اور اے پہاڑو! تم آپس میں ٹکرا کر ریزہ ریزہ نہ ہوگئے۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدّا ؕ

کاش آں زماں سرادق گردوں نگوں شدے ۔۔۔ ایں خرگہ بلند ستوں بے ستوں شدے
کاش آں زماں برآمدے از کوہ تا بکوہ ۔۔۔ سیل سیہ کہ روئے زمیں قیرہ گوں شدے
کاش آں زماں زآہ جگر سوز اہل بیت ۔۔۔ یک شعلہ برق خرمن گردوں دوں شدے
کاش آں زماں کہ کشتی آل نبی شکست ۔۔۔ عالم تمام غرقہ دریائے خوں شدے

اگر غم حسینؓ میں فلک کجرفتار نے خون برسایا۔ اور زمین پر تاریکی چھا گئی۔ اور جنوں اور قاف کی پریوں میں شور ماتم بلند ہوا۔ اور اگر فرشتوں میں بزم عزا منعقد ہوئی تو کیا تعجب ہے۔ خون حسینؓ کی قیمت اس سے بہت زیادہ تھی۔

اگر روح کو فنا نہیں اور وہ متاثر ہو سکتی ہے تو اس پر حیران نہ ہو کہ اپنے قرۃ العین کو دشت پرخار میں غلطاں دیکھ کر دلگیر و ملول فاطمہ بنت الرسولؐ قبر میں درد و اضطراب سے تڑپ اٹھی ہوں۔ اور باآہ و فغاں سرکار مدینہ کے حضور میں فریاد لے گئی ہوں:۔

ایں کشتہ فتادہ بہاخوں حسینؓ تست ۔۔۔ ویں صید دست و پازدہ درخوں حسینؓ تست
ایں غرقہ محیط شہادت کہ روئے تو ۔۔۔ از موجہائے خوں شدہ گلگوں حسینؓ تست
ایں قالب طپاں کہ چنیں ماندہ بر زمیں ۔۔۔ شاہ شہید نا شدہ مدفوں حسینؓ تست

اور اگر فرق مبارک حسینؓ جفا شعار ظالموں کے نیزہ پر سے اپنے نانا جان کو دیکھ کر بیتابانہ پکار اٹھا ہو کہ:۔

اے مونس شکستہ دلاں حال ما ببیں ۔۔۔ ما را غریب و بیکس و بے آشنا ببیں
در خلد بر سر ورچہ فارغ نشستۂ ۔۔۔ اندر جہاں مصائب ما بر ملا ببیں
اولاد و دختران و یتیمان خویش را ۔۔۔ در ورطۂ عقوبت اہل بلا ببیں
آں تن کہ یافت پرورش اندر کنار تو ۔۔۔ غلطاں بخاک معرکۂ کربلا ببیں

یا ایہا الرسول زاین زیاد داد
کو خاک اہل بیت رسالت بباد داد

تو تم اس پر انکار اور اپنی نادانی کا اظہار نہ کرنا کہ حیرت و استعجاب کا یہ مقام نہیں بلکہ تعجب اس پر ہے کہ کیوں قیامت بپا نہ ہوگئی۔ اور خدا وند قہار کا عذاب کس لیئے نازل نہ ہوگیا۔ تاگستاخ و شریر انسانوں پر لعنت کی موت چھا جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیونکہ ایسا نہ ہونا چاہیئے تھا۔ اس لیئے کہ قتل حسینؑ کے روک دینے سے وہ خدائے قادر مطلق عاجز نہ تھا۔ جس نے موسیٰؑ کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی۔ ابراہیمؑ کو نمرود کے فتنہ سے بچایا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و مشرکین مکہ کی سازش موت سے محفوظ رکھا۔ اگر وہ چاہتا تو آن واحد میں ظالموں کے تخت حکومت کو اُلٹ دیتا۔ ہاتھوں کو شل کر دیتا۔ اور قلبی ارادوں میں اضمحلال پیدا کر دیتا۔ لیکن مشیت ایزدی یہ نہ تھی۔ بلکہ یہ تھی کہ تا قیامت اُسوۂ حسینی گم کردہ راہوں کے لیئے شمع راہ بنے اور حق و صداقت کی اصلی اور حقیقی قیمت سے دنیا باخبر ہو جائے۔ تاکہ دنیا دیکھ لے اور سمجھ لے کہ حق و صداقت کی حمایت میں قوت کی کمزوری۔ طاقت کا فقدان اور مقابلہ کی عدم قابلیت کے حیلے بہانے محض وساوس نفس اور القائے شیطانی ہیں۔ خدا کی راہ مستقیم میں انکی پرسش نہیں۔ ضلالت و گمراہی اور تمرد و سرکشی کا مقابلہ ہر آن اور ہر لحظہ فرض ہے۔ خواہ بظاہر شکست ہی کیوں نہ ہو۔ اسلیئے کہ صداقت کی مغلوبیت خود صدہا فتوحات اپنے اندر مخفی و مضمر رکھتی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ سلطنت جس کی بنیاد خون حسینؑ سے رکھی گئی تھی۔ جس نے چند نفوس کے ایک بے یار و مددگار قافلہ کو لوٹ کر اور اسکو برباد کر کے اپنی حکومت کو قائم کیا وہ چند روز میں کس طرح صفحۂ ہستی سے فنا ہوگئی۔ کس طرح اُسکے تخت استبداد کو ایک عجمی نے اُلٹ کر رکھ دیا۔ اور کس ذلت و رسوائی کے ساتھ تخت حکومت سے اُتار کر فرش خاک پر لعنت و پھٹکار کی موت اُنپر طاری کر دی۔ اگر شہیدانِ کربلا کی لاشوں کو گھوڑوں کی ٹاپوں اور سموں سے

روندا گیا۔ اگر مخدراتِ سراپردۂ عصمت کو بے پردہ اونٹوں پر بٹھا کر انکی تشہیر کی گئی اگر سرِ حسینؑ کو ظالموں اور جفا شعاروں نے نیزہ پر چڑھا کر گلیوں اور بازاروں میں پہرایا یعنی اگرچہ استبداد کو حریت و صداقت پر غلبہ بھی حاصل ہوگیا۔ لیکن حق و صداقت کی معجز نمائی دیکھو کہ آسمان کی چند گردشوں کے بعد ان ظالموں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جو خود دوسروں کے ساتھ کر چکے تھے ۔

دنیا کی بدترین سزائیں دے دے کر انکو ہلاک کر دیا گیا۔ بوڑھے۔ جوان۔ عورتیں اور بچے چن چن کر نہایت سفاکی و بیدردی کے ساتھ تہ تیغ کر دیئے گئے۔ انکی لاشوں کو جلا دیا گیا۔ اور انکی قبروں کو اکھاڑ انکی ہڈیوں کو خاکستر بنا کر ہوا میں اڑا دیا گیا۔ یہاں تک کہ ان کی نسل چند روز میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیئے فنا اور برباد ہو گئی۔ پھر کیا صداقت کی یہ کھلی ہوئی فتح نہ تھی ! مگر افسوس ہی تجھپر اے معاویہؓ کے بیٹے یزید! کہ عواقب امور کی طرف سے تیری آنکھیں اندہی ہو گئیں۔ اور حق بات کے سننے سے تیرے کان بہرے ہو گئے سچائی سے تیرا دل پھر گیا۔ اور چند روزہ حکومت کے غرور نے ساری عمر کے لیئے تجکو شقی ازلی بنا دیا۔ تو نے اپنی ہوس رانی کی پیاس کو تشنہ کام حسینؑ کے خون سے بجھایا اور حکمرانی کے جبر و طاقت سے خاندان رسالت کو انتہائی بیکسی و بیچارگی کے عالم میں تباہ و برباد کر دیا۔ مگر آج نہ تو تیرے باپ کی بخشی ہوئی سلطنت ہی نہ انکی وہ قوت و سطوت نہ وہ خیل و حشم ہے نہ وہ فوج و سپاہ! البتہ تیرے ظلم و ستم کے فسانے باقی ہیں اور اے شقی ازلی! ہمیشہ باقی رہینگے۔ دیکھ! کہ آج تو اور تیری نسل کا ایک متنفس بھی دنیا میں نہیں رہا۔ مگر حسینؑ مظلوم و مقتول حسینؑ چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول ہو۔ اور انکی اولاد تیرے بیشمار ظلم و تعدی کے باوجود موجود و شاد کام ہے۔ اور تیرا نجس و ناپاک نام لعنت پھٹکار کے لیئے مخصوص ہے۔ مگر اے بدنصیب! دیکھ! کہ جسکو تونے کربلا کے میدان میں با ہزاراں ظلم و مصائب قتل کرایا تھا۔ تیرہ سو برس سے اب تک دنیا اسکے لیئے رو رہی ہے

اور اے بانی ظلم وستم ہر سال چالیس کروڑ انسانوں کی اسی کروڑ آنکھیں اُسکی یاد میں اشکبار رہتی ہیں۔ پس لعنت ہو تجھپر اے حق و صداقت کے دشمن اور پھٹکار ہو تجھپر اے حسینؑ کی قدر نہ جاننے والے ناپاک وجود۔

اے زیاد کے بیٹے! ہم تیری جفاکاریوں کو کبھی نہ بھولیں گے، اور اے شمر ذی الجوشن! تجھپر خدا، اُسکے فرشتے، اور چالیس کروڑ انسانوں کی لعنت ہو۔ تیری سفاکی و بیرحمی ہمیشہ یاد رہے گی۔ تونے یزید کی خوشنودی اور چند روزہ جاہ و ثروت کی طمع سے خون حسینؑ کو حلال کرلیا۔ اور خدا کے خوف اور اُسکے قہر و عتاب سے تو بے پرواہ ہوگیا۔ اے لعین! اب تجکو معلوم ہوا ہوگا کہ تونے کیا کیا۔

کام یزید دادہ از کشتن حسینؑ — بنگر کرا بہ قتل کہ دلشاد کردہ
اے زادہ زیاد نکردست ہیچگاہ — نمرود ایں عمل کہ تو شداد کردہ
حلقے کہ سودہ از لب لعل نبی مدام — آزردہ اش بخنجر جلاد کردہ

دشتِ کربلا کی تپتی ہوئی زمین ہماری چشم تصور کے سامنے ہے۔ عباسؑ۔ علی اکبرؑ اور قاسمؑ کی لاشیں اسپر تڑپ رہی ہیں، حسینؑ کا جسم اطہر و اقدس اس خاک میں لتھڑا ہوا ہے۔ ہم یہ سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ معصوم بچوں کی مظلومیت، بیبیوں کی آہ وزاری۔ اور بیمار عابدؑ کی لاچاری و بے کسی کا دردناک نظارہ ہمارے دل و جگر کے ٹکڑے کیے دیتا ہے۔ اے سنگ دل جفاکار! تیری خودسری و ناخداترسی اور کینہ پروری نے یہ قیامت برپا کی تھی۔ اس لیئے ہم تجکو کبھی بھی معاف نہ کرینگے۔ ہمارا دل درد و غم سے بھر گیا ہے آنکھیں غمناک ہوگئی ہیں۔ اور لبوں میں لرزش اور تھرتھراہٹ آہ وزاری کے لیئے پیدا ہوگئی ہے۔ ہماری قوت برداشت سے باہر ہے کہ ہم تجکو اے شقی ازلی معاف کردیں۔ اے بدبخت تیرے دل سے خدا کا خوف، رسولؐ کی شرم اور خلق اللہ کی پھٹکار کا ڈر نکل گیا تھا آج تیری بدکرداری، جفاشعاری اور ستمگاری کا فسانہ سُن کر ہمارے دلوں سے بھی رحم

نکل گیا، عفو و درگزر کے جذبات فنا ہو گئے۔ اور اب تیرے لیے بجز لعنت و پھٹکار کے ہمارے پاس کچھ نہیں ۔

لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین

اے شہید دشت کرب و بلا! اے فدا کار حق و صداقت! تیرا رب تیرے مرقد کو اپنے نور سے منور کرے، ہم قیامت تک تیرا ماتم کرینگے۔ تیرے غم کو اپنے دلوں میں جگہ دینگے۔ اور تیری بتلائی ہوئی راہ پر چلنا اپنا بہترین فرض سمجھیں گے۔ تو ہماری ہدایت کے لیئے شہید ہوا۔ اور ہماری رہنمائی کے واسطے تو ہلاکت میں پڑا۔ تو نے حق و صداقت کی حمایت میں اپنی جان دی۔ اس لیے اگرچہ ہم تیری پرستش نکرینگے مگر تیری یاد کو قائم کرینگے۔ تیرے غم میں روئیں گے۔ اور تیری قائم کردہ صراط مستقیم پہ چلنے کی کوشش کرینگے۔ تیرے ایثار و فدویت سے سبق حاصل کرینگے۔ اور ہمیشہ تجھپر درود و سلام بھیجیں گے ۔

دوسری حیثیت یعنی افضلیت یوم عاشورہ کے متعلق اخبار و احادیث کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔ پہلے اس دن کا روزہ فرض تھا۔ مگر فرضیت رمضان کے بعد عاشورہ کے روزے کی فرضیت ساقط ہو گئی۔ مگر رسول اللہ ؐ نے کبھی منع نہیں فرمایا۔ اور اکثر خود اس دن کا روزہ رکھتے تھے ۔

بہرحال یوم عاشورہ کا روزہ مسنون ہے۔ دوسری سنت یوم عاشورہ کی یہ ہے کہ اپنے گھر والوں اور احباب پر رزق کی فراخی کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس دن اپنے اہل و عیال پر رزق کو وسعت دے تو اللہ تعالیٰ سال بھر تک اسکے یہاں تنگی نہیں ڈالتا۔ اور رزق کو اسکے لیے وسیع کر دیتا ہے ۔

فقیر عارف ہسوی

نوحہ

دعوتِ الم

واقعۂ عظیمۂ شہادت حضرۃ سید الشہداء علیہ السلام

(اشکِ خون)

سنہ ۶۱ ہجری سے لیکر اسوقت تک عشرۂ محرم، جس واقعہ جانسوز، جس حادثۂ کبرےٰ جس شہادتِ عظمےٰ، کے درسِ الم، دعوتِ درد اور تذکارِ خون کے لیئے وقف ہی، لکذب کہ وہ واقعۂ محزنہ۔ اخبار و وقائع اسلامیہ کا ایک ایسا عظیم الشان حادثہ ہے جو تاریخ اسلام کی اولین صدی سے لیکر آجتک اپنے عجیب و غریب تاثر ماتم و درد، اور غیر معمولی ابقار و تاثیر کے اعتبار سے اپنا نظیر نہیں رکھتا:

یہ بھی سچ ہے کہ ایسا کوئی واقعہ نہیں جسپر اس سے زیادہ رویا گیا ہو! ایسا کوئی حادثہ نہیں جسپر اس درجہ ماتم کیا گیا ہو! ایسا کوئی صدمہ نہیں جس کی خاطر اس قدر آہ و نالہ نے ہنگامہ آرائیاں کی ہوں! اور یہ بھی صحیح ہے۔ یہ دعوتِ اشک و حسرت ابھی ختم نہیں ہوئی ہے، گو تیرہ صدیاں مع اپنے ہلال محرم و عشرۂ ماتم کے گزر چکی ہیں، مگر ابھی یکسر خاک کربلا پر وہ خون آشام ذرے جنکو اگر آج بھی نچوڑئیے تو مقدس شہادت کا خون ٹپکتا ہے۔ بدستور اشک ہائے خونیں کا خواہاں ہے۔ آہ و فغاں کا متمنی ہے اضطراب پیہم کا مدعی ہے ؛

فضائے کرب و بلا کا ہر ایک گوشہ ابھی تک دیدہ ہائے خون افشاں، جگر ہائے سوختہ، دلہائے دو نیم، اور نالہائے ماتم سرا کے لیئے چشم براہ ہے ؛

اچھا وہ تمام آنسو جو بارہ سو تیرہ سال سے صرف گریہ ہوئے، اگر کم ہیں تو تم آج اس

سطحِ ارضی پر ایک دوسرا اطلانطیک۔ اک نیا اوقیانوس بہادو!

اچھا وہ تمام درد و آہ و فغاں جو تیرہ صدی سے جگر سوختہ اجسام سے اُٹھ رہا ہے۔ اس فضاء کو تاریک نہیں کرسکا ہے تو تم آج پھر ایک جدید آسماں بنادو!!

اچھا وہ دردوالم کی تمام چیخیں، اور کرب و اضطراب کی تمام پکاریں، سوز و تپش کی تمام بیقراریاں، ناکافی ثابت ہوئی ہیں تو تم آج پھر غوغائے غم، اور حسرت کی صداؤں سے تمام عالم کو یکسر ایک شورزار نالہ و بکا کر دکھاؤ!!

مگر اتنا سمجھ لو یہ دعوت الم محض اس سکون آب کے فشار کے لیئے نہیں جو ندیوں اور دریاؤں کی جگہ تم نے آنکھوں سے بہادیا؛

یہ درس غم اسواسطے نہ تھا کہ اکثر بیتاب صدائیں طیور و وحوش جو بے آباد زمین جنگلوں میں بلند کرتے، وہ انسانوں کی زبان سے نکلے،

یہ حادثۂ الم صرف اس لیئے نہ تھا کہ پتھروں کے باہم ٹکرانے کی کیفیت انسان کے دست و سینہ میں نظر آئے!!

اللہ اللہ! سیدالشہدا، امام مظلوم کی مظلومی! اس سے بڑھکر اور مظلومی کیا ہو گی کہ دشمنوں اور دوستوں دونوں نے ہی ایک ظلم کیا، دشمنوں نے تو واقعۂ شہادت عظمی کی عظمت ہی مٹانی چاہی، مگر دوستوں نے یکسر شہادت کبرے کی حقیقت سے ہی اس سر مخفی کی بصیرت ہی سے غفلت کی؛

اعدا نے یہ ظلم کیا کہ اس واقعۂ پُر حسرت پر اُنکی سنگدل آنکھیں نہ روئیں، اور محبوں نے یوں ظلم توڑا کہ گو روئے مگر حقیقی شرف اصلی عظمت و تقدیس کا ایک آنسو بھی نہ بہایا دشمن تو دشمن بنکر دعوت حق کو مٹاتے رہے، مگر دوست تو دوستی پیروی کرکے ثابت کرتے!!

آہ! سچا ماتم وہی ہے جو ہاتھ کا نہیں بلکہ دل کا ہو، حقیقی آہ و بکا وہی ہے جسکا

تعلق اعمالِ روح سے ہو۔ دعوتِ الم کا اصلی جواب وہی ہے جو عبرت و بصیرت کی زبان سے نکلے؛

آؤ! بزمِ عزا امامِ مظلوم میں ہم غم کی ایک نئی صف بچھائیں جس میں غوغائے تم کے ساتھ غور و فکر بھی ہو؛ جہاں آنکھوں کی اشک افشانیوں سے زیادہ حقیقتوں اور بصیرتوں کی جستجو ہو۔ دیدہ ہائے پُرنم کی نمایش کے ساتھ، پُراز خونِ زخمِ دل کی تلاش ہو؛

نہایت سخت ضرورت ہے کہ قدیم زمانہ کی مجلسہائے ماتم، بزمِ عزا۔ میں ایک نئے حلقۂ ماتم کی گنجایش نکالی جائے؛ اور خون آلود، آنسوؤں کا وہ چشمہ جو ہمارے زخم رسیدہ دلوں سے اُبل رہا ہے۔ اسکو کچھ عرصہ کے لیے۔ کچھ دیر کے لیے ملتوی کر کے فکر و بصیرت سے خود واقعۂ شہادت کو اسرارِ شریعتِ اسلامیہ کا سرچشمہ بنانا چاہیے۔ اس طرح امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر ماتم کرنے کا یہ ایک ایسا نتیجہ خیز طریقہ ہوگا جو امتِ مرحوم کو ہر نوع افضل ترین محاسنِ اخلاق و ایثار سے متصف کر دیگا، اور شریعتِ محمدیہ نے اسی قسم کے طریقِ ماتم کی ہدایت کی ہے +

امامِ مظلوم کے واقعۂ شہادت میں آہ و بکا، شور و ماتم ہی کرنے کا اُسوہ نہ نظر آنا چاہیئے۔ ہم کو لازم ہے۔ اسکے اندر جو عزم و استقلال جو صبر و ثبات، جو تسلیم و رضا، جو استبداد شکنی، جو حمایتِ جمہوریت، جو امر بالمعروف، جو نہی عن المنکر کی عظیم الشان بصیرتیں موجود ہیں۔ وہ اس طرح یاد کرتے رہیں۔ اور کم از کم سال میں اس موقع پر ایک ہی قسم اس مذہبی قربانی، اس اعلانِ صداقت و فدویت کو ساری قوم یکرنگی کے ساتھ دکھلانے

آہ! دنیا کی مذہبی تاریخ بھی اپنی بے کسی کو عجیب پُرحسرت طریقہ سے شروع کرتی ہے ہم نے دنیا کے سخت سے سخت معرکوں میں باپ کو بیٹے کا شریک، بھائی کو بھائی کا حامی بی بی کو شوہر کا ساتھی و مددگار دیکھا ہے لیکن صرف ایک مذہب ہی کا روحانی عالم ایسا ہے جہاں باپ کو بیٹے نے بھائی کو بھائی نے۔ شوہر کو بی بی نے چھوڑ دیا ہے۔ یہی گُنہ ہے

کہ خاندان نبوت ہمیشہ اعزہ و اقارب کی اعانت سے محروم رہا ؛

حضرت نوح علیہ السلام ایک مدت تک شب و روز اپنی قوم کو دعوتِ توحید دیتے رہے - اور مرتد قوم فرط بغض و ضلالت سے اُس دعوت کو رد کرتی رہی، پھر اس پیغمبرانہ ادا کی بازگشت صرف قوم کی درو دیوار سے ناکام واپس نہ پھری، بلکہ اُنکے اپنے گھر کی درو دیوار نے بھی اُسکو غایت انہماک خسران سے ٹھکرایا ؛

آخری مرتبہ بھی حضرت نوح ؑ نے اپنے بیٹے کو ہدایت و سعادت کی جانب پکارا مگر اُسکا گوش نصیحت نیوش وا نہوا، آخر ش عذاب الٰہی کی طوفان خیز موجوں نے تباہ کر دیا ؛

حضرت لوط علیہ السلام کے تمام خاندان نے اگرچہ اُن کا ساتھ دیا - مگر خود اُن کی بی بی اُنسے علیحدہ ہوکر تمام معتوب لوگوں کے ساتھ عتاب الٰہی میں شامل ہو گئی ؛

لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے خاندانِ نبوت میں انقلاب ہوا - حضرت نوح ؑ کا بیٹا اُنسے جدا ہو گیا تھا - حضرت لوط ؑ کی بی بی اُنسے علیحدہ ہو گئی تھیں، لیکن دعوت ابراہیمی میں بیٹے نے باپ کی - بی بی نے شوہر کی - بھائی نے بھائی کی دعوت حق پر لبیک کہا اور اس دعوت کی اشاعت میں جو جو مصیبتیں پڑیں، اُن میں شریک حال رہے ؛

سب سے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے اس جہاد روحانی کی جانب قدم بڑھایا اور اپنے شوہر کے ساتھ اپنے لخت جگر کو ایک وادی میں ڈال دیا - جہاں کئی سو میل تک آب و گیاہ کا نام نہ تھا ؛

پھر اُس امتحان کی سختی پر نظر ڈال دیکھئے جسکے واسطے حضرت اسمٰعیل کو خدائے پاک نے انتخاب کیا تھا - مگر انھوں نے باپ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا - حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی اُنکے خاندان کی اعانت و رفاقت شریک رہی چنانچہ شعلہ طور نے جب اُنکو بشارت نبوت دی تو اُن کی بی بی اُنکے ساتھ تھیں ؛

لیکن اسلام کے زمانہ تک خدا کی راہ میں جتنی قربانیاں ہوئی تھیں وہ شخصی حیثیت رکھتی تھیں۔ یعنی انبیاؑ نے شخصی طور پر خدا کی ذات پر اپنی اولاد کو یا اپنے آپکو قربان کردیا۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کی ابتدا تھی۔ مگر اس کی تکمیل بعثت اسلام پر موقوف تھی؛

چنانچہ جس طرح اسلام نے عقائد و عبادات اور معاش و معاد میں تمام قدیم مذاہب کی تکمیل کردی۔ اسیطرح جہاد فی سبیل اللہ کی حقیقت کو بھی مکمل و واضح کردیا، اب تک کسی پیغمبر کے خاندان میں اللہ کی راہ میں جو قربانیاں ہوئیں۔ اُن میں اُسکے خاندان نے کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ اور جو قربانیاں غیر شخصی ہوتیں بھی تو وہ راہ ہی میں روک لی گئیں تھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے لخت جگر کو خدا کی نذر کرنا چاہا مگر اسکا موقع نہ آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام سولی کی طرف بڑھے مگر بچا لیے گئے؛

یہ خاندان نبوت ہی کے لیے شرف تھا۔ یہ محمدؐ ہی کے گھرانے والوں کا اُسوہ پاک تھا، کہ آج تمام خاندانِ نبوتؐ نے ہی متفقہ طور پر اسمیں شرکت نہیں کی بلکہ اُس کی تمام سلسلۂ انبیاؑ میں کوئی مثال نظر نہیں آتی کہ صرف باپ، صرف بھائی، صرف بیوی ہی نے مقصد نبوت میں ساتھ نہ دیا۔ بلکہ بلا تمیز خاندان نبوت، مع اکابر خاندانِ رسالت اکثر اعضاء و ارکان راہ حق میں قربان ہوگئے۔

یزید کی شخصی خلافت کی حمایت و بیعت کے لیے جو ہاتھ بڑھے تھے وہ اسلام کی جمہوریت کا قلع و قمع کرنا چاہتے تھے، اور مذہب کی قربانیاں صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے ہوا کرتی ہیں اسلیئے جب اسوۂ ابراہیمیؑ کے احیاء کا ٹھیک وقت آگیا تو خاندانِ نبوت کے زن و مرد، بال بچے، غرض ہر فرد نے اس میں حصہ لیا اور جن قربانیوں کے پاک خون سے زمین کی آغوش ابھی تک خالی تھی اُنسے کربلا کی پر وحشت وسعت رنگ دی گئی!

غیرت و بصیرت کے لیے اس واقعۂ عظیمہ میں کیا کچھ نہیں، مذہب کا معیار و تحفظ سیکھیئے غیر اسلامی

یقین

(گزشتہ سے پیوستہ)

پچھلے نمبر میں بوضاحت یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ دین اسلام میں یقین ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر آدمی کے تمام اعمال و افعال کے آثار مرتب ہوتے ہیں۔ جب تک یقینی کیفیت حاصل نہو۔ انسان خلاف مرضیٔ الٰہی امور سے مجتنب و محترز نہیں رہ سکتا۔ اب اس نمبر میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے حاصل کرنے کی اسلام پاک نے کیا تدبیر بتائی ہے۔ سو اسکے حصول کے لیے قرآن حکیم نے ہر ایک شخص کو سبق سکھایا ہے:۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ الآیۃ — ترجمہ عبادت کرو اپنے رب کی تاکہ خدائے پاک کی طرف سے تمہیں وہ یقین عطا ہو جسکی وجہ سے مرضیٔ الٰہی کے مطابق تمام اعمال و افعال صادر ہوں اور عبادت یقین کے ساتھ ہونے لگے۔

اسلام پاک نے یقین کے حاصل کرنے کی یہ تدبیر بتائی ہے کہ عبادت الٰہی جہاں تک ہوسکے زیادہ کی جائے۔ چونکہ عبادت کہتے ہیں خضوع و تذلل کو۔ اور خضوع کے معنی لغت میں فرمانبردار ہونے کے ہیں۔ اس لیے آدمی جب خدائے پاک کے روبرو عاجزی کرتا اور اپنے اعمال و اعتقادات میں فرمانبردار رہتا ہے تو اُسکے صلہ میں وہ معبود حقیقی اسکو وہ یقین عطا فرماتا ہے کہ جس کی وجہ سے انسان سے کوئی امر خلاف مرضیٔ الٰہی صادر نہیں ہوتا۔ وہی مرتبہ ہے جسکو احسان سے تعبیر کیا جاتا ہے اور جس پر تمام تصوف کی بنیاد ہے۔ اور یہی حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ:۔

وَاعْبُدْ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ — ترجمہ عبادت اس یقین کے ساتھ کیا کرو۔ گویا تم خدائے پاک کو دیکھ رہے ہو۔ (بخاری شریف)

اور یہی مضمون حدیث جبریل میں موجود ہے۔ جب جبریل علیہ السلام نے حضرت نبی کریم

صلے اللہ علیہ وسلم سے ایمان و اسلام کی تعریف کے بعد پوچھا کہ "احسان کیا چیز ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا :-

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ ۔ (مشکوۃ شریف) ایسے طور پر اللہ کی عبادت کرو کہ گویا تم اُس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر تم اسکو نہیں دیکھتے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے "

اسی کو شریعت میں احسان کہتے ہیں جس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہی کہ اعلیٰ درجہ کے یقین اور مشاہدہ حاصل ہونیکے بعد بھی اسی قسم کے یقین کے ساتھ عبادت کرنے کا حکم ہے۔ اور اسپر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کافی گواہ موجود ہے کہ حضور انور (فداہ روحی) سے بڑھکر کوئی درجہ یقین تک نہیں پہنچ سکتا۔ باوجود اسکے آپ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے ۔

اہل بصیرت پر خوب روشن ہے کہ حضرت نبی کریم علیہ السلام والتسلیم کا باطن خدائے پاک کے صفات کمالیہ کا آئینہ بنا ہوا تھا۔ آپ کی پاک زندگی کا مطالعہ کرنے والے جانتے ہیں کہ آپ کا کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا تھا جو یاد الٰہی سے خالی ہو۔ خداوند کریم نے قرآن حکیم میں خود ہی اس مسئلہ کو واضح فرمایا ہے۔ جیساکہ ارشاد ہے :-

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ ۔ اپنے رب کو یاد کرو جب بھول جاؤ ۔

اس آیہ پاک کے اصلی مقتضیٰ کو معلوم کرنے کی طرف جب ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد یہی ہے کہ ادھر نسیان آیا اُدھر یاد الٰہی شروع ہو گئی یعنی نسیان بالکل ممتد نہ ہونے پائے۔ پھر کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کوئی ایسا زمانہ گزرے جسمیں آپ یاد الٰہی سے غافل ہوں ۔

اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ جب ہر وقت یاد الٰہی اور اُسکے صفات جمالیہ جلالیہ کا تصور لگا رہے تو پھر کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ آدمی سے کوئی دوسرا کام ہو سکے۔ یہی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کی پاک زندگی کا راز ہے۔ حضور انورؐ جو کام کرتے تھے۔ اسمیں سوائے خداوندکریم کی یاد اور مشاہدہ اور رضا جوئی کے اور کچھہ مقصود نہیں ہوا کرتا تھا۔ چونکہ اسی کی طرف آپ کی توجہ لگی رہتی تھی۔ اسی لیئے اپنے تمام کاروبار میں دنیا سے آپ کو کوئی تعلق نہ تھا۔ جس کی تصریح آپ کی زندگی کے ہر عمل و فعل سے ہوتی ہے۔ اور یہی تصوف کا اصلی اور حقیقی منشا ہے۔ جن لوگوں نے تصوف کی حقیقت پر صحیح معنوں میں غور کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی۔ انہوں نے تصوف کی حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ اور اسی غلطی اور دہوکا کھاجانے کی وجہ سے وہ تصوف کے انکار پر اصرار کرنے لگ گئے ہیں۔

اصل تصوف کیا ہے؟ صرف یہی کہ انسان ہمیشہ اپنے خالق حقیقی کی عبادت کو باعث افتخار سمجھے۔ اور ہمیشہ تقرب الٰہی کے ذرایع تلاش کرتا رہے۔ اپنے اخلاق و افعال۔ اور عادات و عاداوت میں ہمیشہ اس کا اندازہ لگاتا رہے کہ ان میں سے کون سے خالق حقیقی کی خلاف مرضی ہیں تاکہ میں انکو ترک کردوں۔ اور کونسے اُسکی مرضی اور رضامندی سے تعلق رکھتے ہیں تاکہ میں انکو بجالاؤں۔ غرضکہ صوفی کے دل کا تعلق ہر وقت انہی امور کی طرف لگا رہتا ہے۔ بس یہی اصل تصوف ہے جسکو یہ حالت نصیب ہو وہی صوفی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنی اور صوفی کے متعلق سوال کیا گیا تو آپنے جواب میں فرمایا:-

من عاش فی ظاھر الرسول فھو سنی	جو ظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو وہ سُنی ہے
و من عاش فی باطن الرسول فھو صوفی	اور جو باطن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق
(رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ)	زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے"

جب اس قول پاک سے ثابت ہوگیا کہ صوفی کا باطن حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے باطن کا تابع ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ صوفیہ کے باطنی حالات علی قدر مراتب وہی ہوں گے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے۔ اور جب حضور انور فداہ روحی نے اپنی تمام

زندگی کے ہر لمحہ اور ساعت میں یاد الٰہی سے غفلت نہیں کی تو صوفی کے لیے خدا کی یاد سے غافل رہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ یاد الٰہی میں رہنا صوفیہ کا فرض منصبی ہے۔ اس سے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ حق تعالیٰ کو ایجاد عالم سے مقصود بالذات اپنی معرفت تھی۔ اور اسی لیئے ایک صاحب بصیرت آدمی دنیا کی ہر ایک شئے پر نظر ڈالتا ہے تو اسے نظر آتا ہی کہ عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اپنے معبود حقیقی کو نہیں پہچانتی بلکہ۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ «(اسے معلوم ہوتا ہی کہ ہر چیز خداوند کریم کی تسبیح اور حمد کرتی ہے»۔

اسی تسبیح و تحمید کا نام معرفت ہی۔ معرفت کے بھی مدارج و مراتب میں تفاوت ہے ہر ایک چیز میں خاص خاص قسم کی معرفت کی صلاحیت رکھی گئی ہے۔ چونکہ انسان میں اعلیٰ درجے کے اوصاف ودیعت کیئے گئے ہیں۔ اسلیئے اسمیں اعلیٰ درجہ کی صلاحیت ہی۔

الحاصل تصوف اس علم کا نام ہے جسمیں صرف وہ امور مذکور ہوتے ہیں جو تقرب الی اللہ کے باعث ہوں۔ جن لوگوں نے بعض متصوفین کے لحاظ سے کہ جن کے نزدیک عبادت الٰہی کی ضرورت نہیں۔ یہ کہدیا ہے کہ فلسفہ اور تصوف کی بنیاد ایک ہی اصول پر ہے انہوں نے غلطی کھائی ہے۔ کجا تصوف اور کجا فلسفہ۔ ان دونوں میں کسی قسم کا تعلق نہیں۔ بلکہ تصوف کے لوازمات ایسے سخت واقع ہوتے ہیں کہ اہل فلسفہ انکو سُننے کی بھی تاب نہیں لاسکتے یہ دوسری بات ہی کہ تصوف کے لوازمات کو کھینچ تان کر فلسفہ سے ملایا یا تابع کیا جائے فلسفہ تو بسا اوقات خداوند کریم کی ذات کا انکار کرنے لگ جاتا ہے مگر صوفی تو کسی حالت میں بھی خدا کی یاد سے غفلت نہیں کرسکتا۔ اگر وہ غافل ہو جائے تو وہ صوفی نہیں۔ اور یہ بات ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ جب خداوند پاک کی ذات اور صفات کے یقین سے عبادت کی ضرورت ہو تو یقین کے بعد بطریق اولیٰ ضرورت ہوگی۔ یہ کیسے خیال میں آسکتا ہے کہ جسکو خداوند کریم کی ذات وصفات کا یقین اعلیٰ درجہ کا ہو اور

وہ اپنے خالق و مالک کی جناب میں عاجزی اور تذلل نہ کرکے خود سری نہ اختیار کرلے اور یہ کہنے لگ جائے کہ میں تو کبھی اُسکے روبرو سر نہ جھکاؤں گا۔ جبتک آدمی میں سمجھ اور عقل باقی ہے کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا یقین ہو مرفوع القلم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس یقین کی بدولت وہ سب سے زیادہ عبادت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ جسقدر اکابر صوفیہ گزرے ہیں۔ سب نے عبادت اور یاد الٰہی ہی میں اپنی تمام عمریں صرف کردیں۔ ہاں آدمی اگر مجذوب ہوجائے اور اُسکو نہ اپنا اور نہ کھانے پینے اور نہ دیگر حوائج ضروریہ کا خیال ہے تو امر دیگر ہے۔ وہ شیرخوار بچوں کی طرح ضرور مرفوع القلم ہوجاتا ہے،،

آجکل اکثر جاہل صوفیوں نے بھی یہ حیلہ بنا رکھا ہے کہ وہ اچھے بھلے۔ کھاتے پیتے ہر ایک طرح کی حوائج کی احتیاط رکھتے ہوئے محض عبادت الٰہی سے جی چرانے کی وجہ سے کہنے لگ جاتے ہیں کہ عبادت الٰہی وہ کرے جسکو خداوند پاک پر یقین کامل نہ ہو ہم کو اسکی تمام صفات پر یقین ہے۔ عبادت تو محض یقین حاصل کرنیکے لئے ہے جب ہمکو یقین حاصل ہے تو پھر عبادت کی کیا ضرورت ہے بعض ظالم تو یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ وہ علانیہ شریعت حقہ کے احکام (مثلاً نماز روزہ وغیرہ) پر تمسخر اُڑانے لگ جاتے ہیں۔ اِن تمام امور کو فضول اور بیکار بتلاتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں نے تصوف اور اہل تصوف کو بدنام کر رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت اور بیعت کی نسبت حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے ہی ہے

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست

اِن لوگوں نے تصوف اور اہل تصوف کی حقیقت نہیں سمجھی صوفیاء کے نزدیک بھی وہی اصول ہیں جو شریعت میں مصرح ہیں۔ فرق صرف اتنا ہی کہ اِنکے یہاں اصول عمل سے جس طرح علماء کو علمی ذخیرہ بڑھانے کی طرف توجہ ہے۔ اِن حضرات کو اعمال کا ذخیرہ بڑھانے کی فکر رہتی ہے قرآن حکیم کا بھی یہی منشاء ہے۔ ایمان کے ساتھ ہر موقع اور محل پر اعمال ہی کی قید موجود ہے بلکہ جنت بھی بظاہر جزائے اعمال ہی معلوم ہوتی ہے جیساکہ ارشاد ہے:۔

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ "یہ جنت تمہارے اُنہی اعمال کے بدلے میں دی گئی جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے"۔

اگر انسان دنیا میں اعمال ہی کی ضرورت نہ سمجھے۔ نماز روزہ دیگر امور شرعیہ سے متنفر رہے اور پھر جنّت کے اعلیٰ درجات کی امید رکھے۔ یہ سراسر ایک دھوکا نفسانی ہے اور کچھ نہیں ○

دل عبادت سے چُرانا اور جنت کی طلب کام چور اس کام پر کس منہ سے اجرت کی طلب

میرے ناقص خیال میں تصوف کا خلاصہ یہ ہے جسکو میں مختصر طور پر بیان کر دیتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ انسانی طبائع قدرت نے مختلف پیدا کی ہیں۔ بعض باغیرت طبع آدمی ایسے نظر آتے ہیں کہ وہ بھوکے رہیں گے۔ فقر و فاقہ کھینچیں گے مگر ذلت کی نوکری اور ذلیل پیشہ نہ کرینگے۔ ان کی ہمت ہمیشہ اسی میں مصروف و مشغول رہتی ہے کہ بادشاہوں کا تقرب حاصل کریں اور اُنکی خدمت میں رہکر زندگی کے دن امن و امان سے گزاریں۔ اس مقصد کے حاصل کرنیکے لیئے اُن کو بڑی بڑی دقتوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بڑی بڑی مصیبتیں اور مشقتیں اٹھانی پڑتی ہیں مگر وہ ہمت نہیں ہارتے۔ ہمیشہ ایسے افعال سے بچتے رہتے ہیں جو بادشاہوں کی مرضی کے خلاف ہونے کی وجہ سے آدمی کو اُن کی نظروں میں ذلیل و خوار کریں۔ بلکہ وہ ایسے افعال کی پابندی دل و جان سے کرتے رہتے ہیں کہ جو اُن کی مرضی کے مطابق ہوتے اور اُنکی نظروں میں آدمی کو باعزت بناتے ہیں۔ آخر رفتہ رفتہ بحسب نیکنامی و سعی اور علو ہمت فائز المرام ہوکر دنیاوی عزت و وجاہت حاصل کر لیتے ہیں۔ علیٰ ہٰذہ اسلامی دنیا میں بعض غیور طبع عالی ہمت انسان اپنی ہم جنس مخلوق کی خدمت کو ننگ و عار اور اپنے خالق و مالک کی عبادت و غلامی کو باعث عزت و افتخار سمجھتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی دُھن میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح بارگاہ خداوندی میں ہمیں باریابی نصیب ہو وہ ہمیشہ تقرب الٰہی کے ذرائع تلاش کرتے رہتے ہیں اور اُن اخلاق و اعمال۔ اور اوصاف و

عادات کو جو معبود حقیقی کے خلاف مرضی ہیں ترک کرکے اُن فضائل کو حاصل کرنے میں ساعی رہتے ہیں جن میں خداوند کریم کی رضامندی متصور ہے۔ اسکے حصول کے لیے وہ بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں اور چلہ کشیاں کرتے ہیں۔ اپنی عمریں اسی دُھن میں صرف کردیتے ہیں غرضیکہ اُن کا دلی تعلق ہر وقت انہیں امور کی طرف لگا رہتا ہے۔ اس لیے وہ اپنی نفسانی خواہشوں کو پورا نہیں کرسکتے۔ بلکہ فقط ضروریات پر اکتفا کرلیتے ہیں مثلاً کھانا جس قسم کا اور جب مل گیا کھالیا۔ اور کپڑا جس قسم کا مل گیا پہن لیا۔ خصوصاً کمبل چونکہ ارزاں اور دیرپا ہوتا ہے اسکو بہت شوق سے وہ پہنتے ہیں تاکہ باربار دھونے اور بدلنے کی ضرورت نہو۔ بعض کپڑے اسی لیے رنگ لیتے تھے کہ روز کے دھونے کی حاجت اٹھ جائے۔ باقی سب دنیا کے جھگڑے اور بکھیڑے ہیں۔ اُن کی اُن کو ضرورت نہیں تھی۔ اُنکو اگر ضرورت ہوتی ہے تو محض تقرب الٰہی اور اُسکی رضامندگی کی۔ جس میں وہ اپنی تمام عمریں صرف کردیتے ہیں یہی ہیں وہ لوگ جو اصلی صوفی اور درویش ہیں۔ باقی سب سوانگ ہیں۔ اور اکثر لوگ اُن کے بہروپ کو دیکھکر پھنس جاتے ہیں مسلمانوں کو اس معاملہ میں ذرا احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

دعاگو محمد عظیم از گکھڑ۔

پُرتاثیر خطیب

اخباری ممبر کے اردو خطیب کے خطبے سنو جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پرتاثیر وعظ سناتا ہے اردو زبان اسکے نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ کھڑے ہوئے راستے اس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں۔ چندہ سالانہ ۲ر ششماہی ۱ر سہ ماہی ۱۲ر خریداران نظام المشائخ سے سالانہ ۱ر ششماہی ۸ر سہ ماہی ۷ر نمونہ مفت۔

منیجر خطیب دہلی

۴۸۶

فضیلت احمدیہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

بمصداق

آخر آمد بود فخر اولیں

اگرچہ ہمارے سرتاج رسول عربی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں سے بعد میں تشریف لائے۔ لیکن قدرت نے اُنکے ناصیہ نبوت پر جو کچھ لکھا تھا اور اُن سے سلسلۂ نبوت میں جو کچھ کام لیا گیا وہ ثبوت اس بات کا ہی کہ وہ سب سلسلۂ نبوت کے سرتاج اور مختتم تھے۔ مذہبی اور روحانی رنگ میں اُن کی عزت اور احترام سب عزتوں اور سب احتراموں سے بوجوہ زیادہ اور اکرم تھا۔ اس کا فیصلہ یوں بآسانی ہو سکتا ہے کہ کل انبیاء علیہم السلام کی خدمات اور فرائض اور نوعیت فرائض کو اگر مقابلتہً دیکھا جاوے تو کھل جاویگا کہ پلہ کس کا بھاری ہے۔ بیشک شروع شروع میں ہی اس قسم کے نبی آتے رہے۔ جنپر اعلائے کلمۃ اللہ کا بہت کچھ بوجھ ڈالا گیا۔ لیکن جو بوجھ ہمارے حضرت پر رکھا گیا وہ سب بوجھوں اور سب فرائض سے بھاری اور انوکھا تھا۔ ہمارے نبی اُس وقت مبعوث ہوئے۔ جب دنیا کی ہر چہار طرفیں جادۂ توحید اور راہ خداپرستی سے ایک بڑی حد تک منحرف ہو چکی تھیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام جیسا غریب مزاج۔ فروتنی مجسم۔ اولوالعزم نبی دنیا میں آیا اور چند کلمات یا چند الفاظ کی غلط فہمی سے یہود نے اُنکے ساتھ جو کچھ برتاؤ کیا وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اُس زمانہ میں مہذب سے مہذب دنیا کے اخلاق۔ بردباری۔ درد انگیزی کی کیفیت کیا کچھ تھی۔ جنہیں چند وجوہ سے دعوے خداپرستی اور دینداری کا تھا اُن کا ایک مسلمہ نبی کے ساتھ ایسا عمل ظاہر کر سکتا ہی کہ اُس وقت لوگوں کی دینداری اور دروغ

نہ کی حالت کیسی تھی۔ گو پہلے ہی توحید کا اعلان کر چکے تھے۔ لیکن کچھ زمانہ کے بعد جو کچھ نتیجہ اس اعلان کا نکلا وہ سب پر روشن ہے ۔

موسوی اور عیسوی تعلیمات کے مقابلہ سے ہم اس نتیجہ پر بآسانی پہنچ سکتے ہیں کہ یا تو جو کچھ ان نبیوں کو عطا ہوا وہ جامع نہ تھا جس میں کوئی خدائی حکمت تھی اور یا جو کچھ اُن کی معرفت پہنچایا گیا وہ بعد میں دن بدن مسخ ہوتا گیا۔ اس بات کا فیصلہ زمانہ رفتہ رفتہ خود ہی کر رہا ہے دنیا خود بخود اُس امتیازی اسٹیج پر آتی جاتی ہے جو پہلی اور پچھلی تعلیم کے مقابلہ سے ظاہر ہے ۔

جب ہم یہ کہتے ہیں کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم سب سے افضل اور ممتاز تھے تو اسے ایک مبالغہ آمیز دعوے سمجھا جاتا ہے۔ بیشک غیر مذاہب والوں پر اس فضیلت کی فضیلت کا لکھنا ایک حد تک مشکل ہے۔ لیکن واقعاتی پہلو سے یہ دعوے اپنے اندر کوئی حیرت افزا صورت نہیں رکھتا اور نہ اسے نیچر کے خلاف یا عمل قدرت کے متضاد کہا جا سکتا ہے سب سے پہلا سوال اس بحث میں یہ ہوگا کہ :-

"کیا قانون قدرت اسکا منافی ہے" ؟

"یا قانون قدرت اور سلسلۂ قدرت اسکے خلاف پیش کر رہا ہے ؟

ہمیں قانون قدرت کی جانب سے اس سوال کا یہ جواب ملتا ہے کہ وہ اس کا منافی نہیں ہے اور نہ اسکے خلاف کوئی سلسلہ پیش کرتا ہے۔ قانون قدرت یا سلسلہ قانون قدرت یہ ثابت اور پیش کر رہا ہے کہ کائنات ایک سرے سے دوسرے سرے تک قانون درجہ بندی کے ماتحت رکھا گیا ہے۔ اگرچہ ہمیں درجہ بندی کی نسبت کی پڑتال میں ایک مالایطاق تکلیف ہی گوارا کرنی پڑے۔ لیکن ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے کہ ہر پہلو سے ہمیں درجہ بندیوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ موجودات کی کوئی سی نوع لی جاوے۔ انمیں امتیازات اور درجہ بندیاں ہونگی ۔ان درجہ بندیوں اور اُن امتیازات سے ہمیں پتہ ملتا جاویگا کہ

ادنیٰ سے ادنیٰ کونسی خلقت ہی۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ کونسی +

عادت اللہ یا اسکا قانون قدرت یہ ہے کہ وہ بوجہ ممتاز اور واحد ہونیکے اپنے افعال خالقیت اور امتیازات کائناتی میں سلسلۂ وحدت کو ہمیشہ مرعی رکھتا ہے جو کچھ ہم کائنات اور موجودات میں پاتے ہیں۔ یا جہاں تک ہماری رسائی ہے۔ اسمیں ایک لازوال سلسلۂ وحدانی یا ترتیب رشتہ باعتبار احترام اور امتیاز کے پائی جاتی ہے۔ اگر ہم اس سلسلہ کے شروع وسط اور اخیر پر نظر کرینگے تو ہمیں بآسانی پتہ لگ جاوے گا کہ سب کائنات ایک ہی نمبر اور ایک ہی وقعت نہیں رکھتی۔ اگر ایک طرف بلندی ہے تو دوسری جانب پستی ہے۔ اگر ایک طرف حرمت ہے تو دوسری طرف ذلت ہی۔ لیکن انواع موجودہ کائنات میں سے انسان اشرف المخلوق ہے مان لو کہ اسکا ایسا دعوے اپنی خودستائی ہی ہے۔ لیکن جبکہ کوئی دوسرا مقابلہ نہیں کرتا تو ماننا ہی پڑے گا کہ حقیقت الامر یوں ہی ہے۔ اس نوع میں ہی بلحاظ مواد و تصرفات۔ صفات اور استعداد کے لاکھوں درجے اور لاکھوں مراتب پائے جاتے ہیں۔ اگر اس کمی وبیشی کے اعتبار سے انہیں ایک باترتیب سلسلہ میں لاکر دیکھا جاوے تو اس سے بھی یہ نکل آوے گا کہ اس سلسلہ میں اگر بہت سی حالتیں مساوی درجہ رکھتی ہیں تو ان کے مقابلہ میں بھی ایک حالت یا ایک شخصیت اعلیٰ ہوگی اور دوسری ادنے۔ اگرچہ یہ کہنا کہ بہت سی حالتیں اور بہت سی شخصیتیں مساوی درجہ ہر ایک اعتبار سے رکھتی ہیں درست نہیں۔ لیکن اگر اسے مان بھی لیا جائے پھر بھی تفریق اور امتیاز سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کیا ہم موجودہ انسانوں میں یہ سلسلہ نہیں پاتے ہیں؟ الا کیا خود ہم ہی قدرتی عمل کے مطابق عمل نہیں کرتے ہیں؟ دیکھو ایک رسالہ یا ایک پلٹن جس میں سپاہی سے لیکر کتنے افسر اور کتنے نائب ہوتے ہیں۔ اور ان افسروں کے سلسلہ میں کیسی درجہ بندی دیکھی گئی ہے۔ جہاں یہ فوجی سلسلہ جاکر ختم ہوتا ہے وہاں ایک ایسا ممتاز فرد پیش ہوتا ہی جو دیگر افسروں اور افراد فوج سے ایک خاص امتیاز اور درجہ رکھتا ہے۔ اس محدود سلسلہ میں ایک طرف سپاہی یا سوبجر ہوتا ہی۔ اور دوسری طرف کمانڈر انچیف۔ انسانی نوع کے سوائے دوسری

انواع میں بھی اسی قسم کے امتیازات اور درجہ بندیاں پائی جاتی ہیں۔ دیکھو جمادی سلسلہ میں ایک طرف ایک ذرہ ہوتا ہے اور دوسری جانب آفتاب۔ کیا اس سلسلہ میں آفتاب کے مقابلہ میں کوئی اور وجود بھی پیش کیا جا سکتا ہی؟ چونکہ خدا واحد ہے۔ اس واسطے وہ سلسلہ خلقت میں بھی اس سلسلہ کو ملحوظ رکھتا ہی۔

جہاں ترتیب اور ضبط ہوگا وہاں درجہ بندی ضرور ہوگی۔ کیونکہ ترتیب اور ضبط درجہ بندی کو مستلزم ہے یا یہ کہ درجہ بندی بجائے خود ایک ترتیب اور ضبط ہی۔ دیکھو انسانی جسم کے اندر کیسی درجہ بندی اور ضبط ہے۔ کیا انسان اس درجہ بندی کے اعتبار سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کے سلسلہ وجود میں اعضاء اور اجزائے بدن امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ درجہ بندی پوشیدہ اور مجمل نہیں ہے۔ ظاہر اور عیاں ہے جو نوع اور جو سلسلہ لوگے اسی میں یہ صورت پائی جاوے گی۔ خدا کے تمام کام کیا روحانی اور کیا جسمانی بے ترتیب پریشان اور غیر منضبط نہیں ہیں وہ ایک حکیمانہ ترتیب کے ماتحت مرتب اور منضبط ہیں۔ ایک اونی درجہ سے شروع ہو کر انتہائی درجہ تک جاتے اور امتیاز رکھتے ہیں۔ جہاں دیکھو وہاں اخیر پر ایک وحدت نمایاں ہوتی ہی اگر جمادی سلسلہ میں خدا نے ایک انتہائی درجہ آفتاب کے وجود میں ودیعت کیا ہے تو لازمی ہے کہ اس درجہ بندی کے سلسلہ میں انسانی جماعتوں میں بھی کوئی انتہائی روحانی آفتاب ہو۔ جہاں سلسلہ جا کر ختم ہو کر اس فیضان وحدت کا ثبوت دے۔

ہم یہ سوال کر سکتے ہیں کہ اس سلسلہ روحانی میں اس مثال کی پابندی سے کون سے وجود کو انتہائی درجہ ہے یا کون سا وجود ایسا انتہائی امتیاز اور شرف رکھتا ہے۔ ایسے شخص کے ممتاز ثابت کرنے کے واسطے تین ہی طریقے ہیں۔

(۱) عقل و فراست۔

(۲) واقعات و تعلیمات۔

(۳) الہامی کتابیں۔

بیشک عقول اور فراستوں میں بھی امتیاز ہے۔ اور اس امتیاز یا تفریق کی وجہ سے محض مجرد عقل سے یہ فیصلہ کسی حد تک پیچیدگی رکھتا ہے۔ لیکن اگر عقل و فراست کے ساتھ دوسرے اسباب سے بھی کام لیا جاوے تو کوئی مشکل نہیں۔ عقل و فراست کے نزدیک انسانی نوع کے تحت سب انسان ہیں۔ یا سب کو انسانیت کا جامہ نصیب ہے۔ لیکن خود عقل و فراست ہی یہ ثابت کرتی ہے کہ انسان کامل کا اطلاق بہت کم انسانوں پر ہو سکتا ہے۔ سب انسان انسان ہیں۔ لیکن اُن میں سے انسان کامل کوئی کوئی ہی ہوتا ہے۔ جب عقل و فراست یہ قبول کرتی ہے تو اب اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ منجملہ کامل انسانوں کے بھی ایک ہی اکمل انسان ہوتا ہی یا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جس اصول کے ماتحت بمقابلہ کل دیگر انسانوں کے بعض انسان کامل قرار دیئے جاتے ہیں۔ اُسی اصول کے ماتحت منجملہ چند کامل انسانوں کے ایک فرد کامل ہی ہوگا۔ جب عام پہلو سے یہ ثابت ہے تو پھر روحانی سلسلہ میں بھی اس کی ضرورت ثابت اور اسکا اعتراف لازمی ہے۔ خدا بوجہ احدیت دوسرا خدا پیدا نہیں کرتا۔ اور نہ کسیکو ایسی دسترس دیتا ہی لیکن اپنی جناب کاملہ کے سلسلہ میں سے ایسا روحانی کمال اپنے کسی بندے کو دے سکتا ہے بہت سے بندوں کو مختلف کمالات حقانیہ حاصل ہیں جنہیں ہم مذہبی رنگ میں نبی یا اوتار کہتے ہیں وہ ان کمالات کی وجہ سے دوسرے انسانوں سے برنگ روحانی ممتاز ہوتے ہیں اُن ممتازین میں سے لازمی ہے کہ کوئی انتہائی ممتاز بھی ہو۔ کیونکہ تمام سلسلۂ انواع اس کا حامی اور خواہاں ہے رہا اب یہ سوال کہ وہ کون سا فرد ہے یا کس پر یہ اطلاق ہو سکتا ہے؟ اسکا جواب ہمیں الہامی صحائف دیں گے۔ شروع سے لیکر اخیر تک جسقدر الہامی کتابیں ہیں۔ اُن سب میں ایک آنے والے کی نسبت اعلان کیا جاتا رہا ہے۔ آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسے علیہ السلام تک سب نے اُسی ایک کے آنے کا نشان دیا ہے۔ رسول عربی نے وضاحت سے یہ دعوے کیا ہے کہ وہ ممتاز وہی ہے۔ قرآن اُسکی تائید میں ہے۔ چاہے کوئی حضرت رسول کریم کے ماننے اور انتہائی سلسلہ قرار دینے میں تامل ہی کرے۔ لیکن الہامی اور عقلی مقتضیات کے مقابلہ میں

اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ ایسے شخص کی ضرورت نہیں ہے۔ یا ایسے شخص کا ہونا منشائے قدرت کے خلاف ہے۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے۔ اور انتہائی امتیاز کا کوئی نہ کوئی وارث ہونا چاہیئے۔ یہاں تک تو ہمارے ساتھ سب لوگ ہیں۔ اب ہمارا دعوےٰ یہ ہے کہ اِن تمام پیشین گوئیوں اور مقتضیات کا مصداق رسول عربی ہے۔ اِسکے فیصلہ کیواسطے پیشین گوئیاں چھوڑ کر ہمیں اُس سلسلۂ تعلیمات پر نظر ڈالنی چاہیئے۔ جو وہ اپنے ساتھ لایا ہے سب سے بڑا مدعا اور مقصد اُس رسول عربی کا اعلان توحید تھا۔ اور یہی صفت خدا کی اعلیٰ صفت اعلیٰ یا انتہائی صفت ہے۔ اگر یہ صفت اڑا دیجاوے تو پھر خانہ خدائی کی وہ آب و تاب اور وہ کشش باقی نہیں رہتی جو بہمہ وجوہ متصرف ہے۔ موسیٰؑ نے بھی توحید کا اعلان کیا۔ عیسیٰؑ نے بھی۔ ابراہیمؑ نے بھی۔ نوحؑ نے بھی۔ سلیمانؑ نے بھی۔ دیگر انبیاء اور اوتاروں نے بھی لیکن جس زمانہ میں رسول عربیؐ کے ذمہ ہمت پر یہ کام ڈالا گیا وہ ایک انتہائی تذلل اور شرک و بدعت کا زمانہ تھا۔ ایسے زمانہ میں ایک انتہائی انسان ہی کی ضرورت تھی جو اپنی ذات میں صفات کالیہ کا نمونہ رکھتا ہو۔ اور جسکا انتہائی مشن ہی یہ ہو۔ رسول عربیؐ کی زندگی پر نظر ڈالنے سے صاف کھل سکتا ہے کہ اُن کی نبوت کا منتہائے مقصد صرف اعلان یا تجدید توحید ہی تھی مکہ اور مدینہ شریف میں جاکر دیکھو اور سُن سکتے ہو کہ دونوں حرموں میں سوائے خدا کے اور کسیکا نام ہی نہیں لیا جاتا جس نے خدا کے نام کا بوجھ اٹھایا اور تجدید اور اعلان کیا۔ اُسکا نام بھی نہیں لیا جاتا۔ اور اگر اخیر پر لیا ہی جاتا ہے تو محض برنگ ایک عبد اللہ کے۔ لیکن بہر طور کسی پوجنے والی ہستی کے رسول عربی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحدت کے مقابلہ میں اپنی ہستی بھی چھوڑ دی تھی۔ وہ آئینہ ہے جس میں سے خدا کا عکس پڑتا اور خدا نظر آتا ہے۔ یہی وہ نقطہ ارتفاع ہے جہاں سے اُس ذات صمدی کا نشان ملتا ہے جو اِس نقطۂ ارتفاع کے مقابلہ میں جلوہ افگن ہے۔

دیگر تعلیمات چھوڑیئے۔ یہ توحیدی اعلان ہی فضیلت احمدی ثابت کرنے کے واسطے ایک برہان

قاطع ہے۔ توحید مرچکی تھی۔ وحدت کا خاتمہ ہوچکا تھا۔نبیوں کی کوششیں مٹ چکی تھیں اوتاروں کے اجتہاد پہ زوال آچکا تھا۔انسان انسانی جامہ سے نکلکر وحشت کے لباس سے ملبس ہوکر مذہبی نقطۂ خیال سے دور جا پڑا تھا۔

پتھروں۔درختوں۔ستاروں۔سیاروں اجرام سماوی اجرام ارضی اور انسانی ہستیوں کی خدائی مانی جاتی تھی۔نبیوں کے کہنے اور ایسی بات میں کب فرق آسکتا تھا آخر خدا کی غیرت جوش میں آئی۔اور رسول عربیؐ تشریف لائے۔پہلا کلمہ جو ایک اونچے پہاڑ اور ایک پرخوف وادی میں اُنکی زبان مبارک سے نکلا وہ یہ تھا۔"آؤ۔ہم سب کے سب ایک ہی خدا کے پوجنے والے ہوں"۔

یہی آواز تھی جس نے دنیا بھر میں تہلکہ ڈال دیا مکہ ہی کے ۳۶۵ بُت سرنگوں نہیں ہوئے ساری دنیا کے شرک و بدعت پر پانی پھر گیا۔رفتہ رفتہ یہ لرزا دینے والی آواز اقصائے دنیا تک پہنچ گئی۔جہاں یہ آواز پہنچی وہیں نور توحید چمکنے لگا۔اور وہیں رب تبارک سربسجود ہونے لگے۔کیا دنیا بھر میں سے کسی خاک نے ایسا موحد آجتک پیدا کیا ہے؟ کیا کوئی ایسا دعوے کرسکتا ہے؟ کیا کسی اور کی بھی ایسی شان محترم اور امتیازی اعلیٰ ہے؟ یہ قاصد یہ سفیر ایک ایسا نامۂ ہدایت لایا جسکی آجتک ترمیم اور تجدید نہیں ہوئی۔اور اسمیں ایک دفعہ اس مضمون کی بھی ہے کہ اس نامۂ ہدایت کی تاقیامت ترمیم اور تبدیلی نہ ہوگی۔ وہ قیامت تک محفوظ رہیگا۔اور قیامت تک اُس کا ایک شوشہ بھی نہ مٹے گا۔

کیا کسی اور سفیر کو بھی یہ اعزاز۔یہ احترام حاصل ہوا ہے؟ اور کیا کسی اور کا بھی ایسا محترم اور محفوظ ہدایت نامہ یا رسالت نامہ ہے۔ یہ تھوڑی عظمت اور تھوڑی مکرمت نہیں ہے۔توریت شریف میں کہا گیا ہے۔"اُس آنیوالے کا ہاتھ سب ہاتھوں سے جدا جاویگا" کیا یہ اُسکا مصداق نہیں ہے؟ اور کیا اُسکے کارناموں سے اُسکی تصدیق نہیں ہوتی ہے یہ ممتاز رسول اپنے ساتھ دو صحیفے لایا:۔

۱۔ صحیفہ قدرت۔

۲۔ صحیفۂ فطرت۔

قرآن یا قرآنی رسالت نامہ کیلئے ہے صحیفۂ فطرت صحیفہ قدرت۔ ہر صحیح فطرت اُس میں اپنا عکس پاتی ہے اور ہر صحیح فطرت اُس سے آشنا ہو سکتی ہے۔ کتنے بڑے فخر اور فضل کی بات ہے کہ ہم اُس کوچے کے گداگر ہیں۔ جس میں ایسا ممتاز شخص ایسی محترم ہستی آقائے گزیں ہے۔ کیا یہ بے پایاں فضل و کرم نہیں ہے۔

ما عرفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قابَ قوسَین سے کھلتی ہے حقیقت تیری

سلطان احمد از جہلم

علاماتِ قیامت

جسکو عمدۃ المفسرین مسند المحدثین حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی رح نے آیات قرآنی و احادیث صحیحہ سے مع اسناد بزبان فارسی تحریر فرمایا تھا جو قیامت نامہ کے نام سے مشہور و معروف ہے اب زمانہ کی ضرورت کا خیال کر کے اپنے ملکی بھائیوں کے لیے بے کم و کاست اس کا اردو زبان میں ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ در حقیقت اس سے بڑھکر صحیح و مستند آثار قیامت کسی رسالہ میں یک جا نہیں مل سکتے قیمت ۳ر۔ علاوہ محصول۔

ایڈیٹر کا حشر

ایک عبرتناک فسانہ ہے۔ مصنفہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی اے سابق ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور قیمت علاوہ محصیل ۲ر۔

یہ کتابیں

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے

تصورات و تخیلات

متعدد قسم کے علوم جن کا تعلق قوت متخیلہ سے ہی ان کو موجودہ زمانہ کی ترقی کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ علوم بھی اُنھی علوم کی اگر نقل نہیں تو زیادہ سے زیادہ ایک ترقی یافتہ شکل قرار پائینگے جن کی بنیاد قدیم زمانہ میں قائم ہو چکی تھی۔ مثلاً علم کیمیا (یا بعرف عام ادنیٰ معدن کو اعلیٰ میں تبدیل کرنا) اس کا وجود اب سے صدہا سال پیشتر سے ہی۔ بیلون یا غبارہ یا زیپلن بہ تبدیل نام وہیئت قدیم زمانہ میں بھی استعمال ہوتا تھا آج کل آفتاب کی حرارت سے عجیب و غریب کام لیے جاتے ہیں۔ اُن کی ابتدا کا پتہ حضرت موسیٰ کے عہد تک چلتا ہی۔ جب کہ آفتاب سے مچھلیاں بھون لی جاتی تھیں۔ اہرام مصری کی ساخت پر غور کرتے وقت قدرتی طور پر اس زمانہ کے علم جر ثقیل کی جانب ذہن منتقل ہوتا ہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں اور چاند سورج کے طلوع و غروب کو اپنی عقل دوربیں سے ملاحظہ فرمانا آغاز تھا اُس عظیم الشان علم ہیئت کا جو آجکل بھی خداشناسی کا ایک زبردست آلہ تسلیم کیا جاتا ہے +

علیٰ ہذا وہ چیز قدیم اصطلاح میں جادو یا سحر یا کرشمہ یا نظر بندی کہلاتی تھی۔ اور جسنے آجکل مسمریزم اور ہپناٹزم اور اسی قسم کے دوسرے نام اختیار کیئے ہیں۔ اُنکے ابتدائی اصول کا اگر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ ان سب کا مدار تصور و تخیل پر اور اُن قوتوں کی ایک خاص طریقہ سے تربیت پر ہے۔ چنانچہ ان علوم شغلیہ کے طالب اپنا سبق محض ایک نقطہ پر نظر اور خیال کو قائم کرنیسے شروع کرتے ہیں۔ اور پھر رفتہ رفتہ اس درجہ ترقی کر لیتے ہیں کہ اُنسے ایسے ایسے حیرت انگیز افعال ظہور میں آنے لگتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو بلا مبالغہ ہزاروں انسانوں سے اب بھی اپنے آپ کو خدا منوا سکتے ہیں۔ مگر واضح رہے کہ ان علوم متخیلہ شغلیہ کہ

اُن مقدس علوم روحانیہ علویہ کے ساتھ (باوجود باہم ہم مخرج ہونیکے) وہی نسبت ہی جو نار ضلالت کو نور ہدایت کے ساتھ ہوسکتی ہے ؎

پروفیسر انگرے اپنی مشہور عالم کتاب "معجزات قدرت" میں بتلاتے ہیں کہ قوت خیال کے عجیب وغریب اثرات اُس کی غیر مسموع آواز اور اُسکے مختلف اللون لمعات کا ادراک حواس خمسہ ظاہری سے ناممکن ہے۔ اس عجیب وغریب قوت کی رفتار ۵۴ ہزار سے ۹۰ ہزار میل تک فی ثانیہ خیال کی گئی ہے۔ کوئی مضبوط سے مضبوط آہنی دیوار یا سنگین فصیل بھی اسکی سدّراہ نہیں ہوسکتی۔ درحقیقت برق کی رفتار بھی خیال کی رفتار کے سامنے ہیچ ہی کیونکہ خیال دنیا کے اس سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یعنی ۱۲ ہزار میل کا فاصلہ ایک ثانیہ کے آٹھویں حصے میں طے کرسکتا ہی یا بالفاظ دیگر ہم ایک ثانیہ کے اندر اپنے خیالات دنیا کی چاروں طرف آٹھ بار پھرا سکتے ہیں۔ اور اسی وقفہ کے اندر اُن کا اثر مختلف لوگوں کے قلوب تک پہنچایا جاسکتا ہے قوت متخیلہ کوئی مقناطیسی یا برقی قوت نہیں ہی بلکہ ہے۔ اور یہ قوت اعصاب کے ذریعہ سے انسان کے تمام جسم میں جاری وساری رہتی ہے۔ قوت خیال کا ثبوت بشاہدات بہم پہنچانے کے لیئے دو فرانسیسی فاضلوں نے متفقہ مساعی سے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جس میں ایک پیالہ نصب ہے جسکے اندر ایک نہایت باریک سوئی معلق ہے۔ اگر کوئی شخص کسیقدر فاصلے سے اُس سوئی پر قوت متخیلہ کے ساتھ نظر ڈالے تو اس سوئی میں خفیف لرزش پیدا ہوجاتی ہی اس آلے سے مختلف اشخاص کی قوت متخیلہ کی کمی بیشی کا بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے اور یہ امر قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ تخیل میں ہی خارجی عمل کی قوت پائی جاتی ہے۔ بعینہ جس طرح لاسلکی آلہ خبر رسانی کے ذریعہ سے پیغام ایک مقام کو بھیجا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کا خیال سیکڑوں میل کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کے دل پر عمل پیغام رسانی کو انجام دیتا ہے۔ اس امر کا ثبوت متعدد تجربات مستندہ سے ہوچکا ہے۔ مثلاً لندن کے مشہور رسالہ "ریویو آف ریویوز" کے دفتر میں رسالہ کے نامور ایڈیٹر اور دیگر چند فاضل حضرات کی زیر نگرانی

اس قسم کے چند تجربات کیے گئے جو بالکل صحیح نکلے۔ چنانچہ دفتر مذکور میں معینہ وقت پر مسٹر ریچرڈسن نہایت سکون و خاموشی کے ساتھ بیٹھے۔ اور شہر نائلکم میں (جو شہر لنڈن سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر واقع ہے) مسٹر فرنیکان بھی ٹھیک اسی وقت ایک خاص کمرہ میں اطمینان کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کمیٹی مذکور نے تین پیغامات بغرض تجربہ منتخب کیے۔ ڈاکٹر ریچرڈسن نے مذکورہ بالا پیغامات اپنی قوتِ متخیلہ کے زور سے مسٹر فرنیکان کے پاس بھیجے۔ جنھیں مسٹر موصوف نے محسوس کیا۔ اس تجربہ سے کمیٹی مذکور کے تمام ممبروں کی اچھی طرح دلجمعی ہوگئی کہ قوتِ متخیلہ کے ذریعہ پیغام رسانی نہایت آسانی سے ہوسکتی ہے۔ مشہور ہندوستانی مسمرسٹ پروفیسر کارفرما کا دعوےٰ ہے کہ وہ دو سو میل کی آواز بخوبی سن سکتا ہے۔ ایک دوسرا مسمرسٹ اپنے آپ کو دوسرے شخص کو خواب میں دکھا سکنے پر قادر ہونے کا مدعی ہے۔ سلب امراض بھی اس جماعت کے اختیار کے اندر ہے۔

بقول علمائے تخیلات جس وقت ہم کسی چیز کا خیال یا تصور کرتے ہیں تو خارج میں ہمارے دماغی تصورات کی شکلیں ضرور پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اس امر کا ثبوت متعدد تجربات سے مل چکا ہے۔ پیرس کے ایک زبردست عالم ڈاکٹر بریڈک نے مندرجہ بالا ہوائی اشکال کی عکسی تصویریں لینے میں کامیابی حاصل کی ہے۔ ڈاکٹر موصوف ان تصویروں کو تاریک کمرہ میں خواہ بذریعہ کیمرہ یا بواسطہ خشک پلیٹ نہایت خوبصورتی اور صحت کے ساتھ اتار سکتے ہیں۔ چنانچہ (۱) ڈاکٹر صاحب موصوف کے روبرو ایک فوجی افسر نے ایک پرند کا خیال اپنے دل میں کیا۔ معاً اسی پرند کی تصویر کیمرہ میں کھنچ گئی (۲) ایک ماں نے اپنے متوفی فرزند کا تصور اپنے دل میں کیا اور اس خیال کے ساتھ ہی پلیٹ پر اُسکے بیٹے کی تصویر ہو بہو موجود تھی۔

قوت خیال یا قوت ارادی کے اثر خارجی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر عامل کا معمول کسی حیثیت سے دلکش یا حسین یا بہ نسبت عامل کے کم قوت ارادی رکھنے والا ہوتا ہے تو

اُس پر عمل کا اثر زیادہ آسانی اور زیادہ پختگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ورنہ عامل کو بہت زیادہ قوت صرف کرنی ہوتی ہے۔ اور اگر معمول بھی قدرتی طور پر قوی الارادہ ہو تو عمل کا غیر مؤثر رہنا قطعاً یقینی ہے۔

غور اب اس امر پر کرنا ہے کہ قوت متخیلہ خارج میں کس طرح مؤثر ہوتی ہے۔ اسکی نسبت مشہور آفاق فلاسفر آرتھر لاریل کا دعوے ہے کہ زمانہ کی تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ آتھر (ایتھر) ایک ایسی شے ہے جو ہوا سے بہت زیادہ لطیف ہے اور تمام عالم میں محیط ہے وہ ہمیشہ متموج رہتی ہے۔ اور اس کے تموج و حرکت دائمی کے سلسلہ نامتناہی سے بو قلموں خیالات انسان کے دماغ میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے عالم کی رائے ہے کہ پھیپھڑے کی مدد سے جو ہوا جسم انسانی میں داخل ہوتی ہے۔ اُس سے خاص قسم کا اثر دماغ پر پڑتا ہے جس سے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ حرکات تنفس خیالات کو زندہ اور مردہ کرتی ہیں اور ایک منٹ میں کم از کم ۸ ہا اور زیادہ سے زیادہ ۱۶ ہا خیالات شاہراہ دماغ پر سے برق کی تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے نکل جاتے ہیں۔

مشہور امریکن مصنف امرسن کا قول ہے کہ سچی عزت اور فضیلت کے وہی لوگ مستحق ہیں جن کی قوت متخیلہ بہ نسبت دیگر قوٰے کے زیادہ زبردست اور طاقتور ہے۔ چنانچہ پیغمبروں سے لیکر دوسرے بڑے آدمیوں تک (جنہوں نے دنیا میں آکر کوئی کام کیا) اُن کی زندگی پر اگر تامل کی نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ غالباً بلا استثنا یہ سب کے سب عالی قدر مراتب نہایت عمیق غور و خوض کے عادی تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کا چُھپ جانیوالے معبودوں کو "لا اُحِبُّ الآفِلِین" (میں چُھپ جانیوالوں کو پسند نہیں کرتا) فرما کر مردود کر دینا اور صنم خانۂ آذری کے بتوں کی ناک کان خود کاٹ کر اور تبر کو بڑے بُت کے شانہ پر رکھکر پجاریوں سے یہ کہنا کہ "بل فعلہ کبیرہم" (یہ کام تو سب سے بڑے بُت نے کیا ہے) ان سے محض اتفاقی ظہور پذیر نہیں ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کو الواح عشر چالیس روز تک سنسان پہاڑ پر تنہا رہنے کے بعد حاصل ہوئی تھیں۔ بعثت سے

قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثورہ کے اندر عرصہ تک غور و فکر میں مصروف رہے تھے
دنیا میں جتنے مذاہب آئے ان میں اسلام اور صرف اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس نے وحی
آسمانی کو اپنا مدار علیہ معجزہ قرار دیا۔ جس کی یہ کیفیت ہے کہ اسکے نزول کے وقت اس درجہ انہماک
و استغراق ہوتا تھا کہ سردی کے موسم میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبیں مبارک عرق آلود
ہو جاتی تھی۔ اور اس وحی کا انسانوں کی جس تعداد کثیر نے خیر مقدم کیا وہ کسی دوسرے مذہب
کو نصیب نہیں ہوئی۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ:-

ما من الانبیاء نبی الا اعطی من الآیات ما مثلہ آمن علیہ البشر وانما کان الخ

کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کی کچھ مخصوص نشانیاں نہ ہوں اور ان پر انسان ایمان نہ لائے ہوں مگر مجھے جو نشان دیا گیا ہے وہ وحی ہے جو خدا نے مجھ پر نازل فرمائی۔ پس مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن جن نبی کے سب سے زیادہ پیرو ہوں گے وہ میں ہوں گا۔

امام دار قطنی کی قوت متخیلہ اس درجہ کی تھی کہ وہ استاد کی تقریر کی سماعت اور ایک بالکل
مختلف المضمون کتاب کی کتابت ایک وقت میں جاری رکھ سکتے تھے۔ امام حدیث حافظ کبیر
دو تقریروں کی کتابت ایک وقت میں کر سکتے تھے۔ مشہور محدث علی بن حسن اور حضرت عبداللہ
ابن مبارک کی نسبت لکھا ہے کہ وہ ایک بار عشاء کی نماز پڑھکر مسجد سے اٹھے۔ دروازے پر
آکر حدیث کا کوئی ذکر چھڑ گیا۔ جس میں باوجود سردی کی شدید شدت کے دونوں کو اس قدر
استغراق ہوا کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ اور دونوں مسجد کے دروازے سے پھر نماز کے لیے واپس
چلے گئے۔ اسی قسم کا ایک واقعہ مولانا بحر العلوم کا ہے کہ عشاء کی نماز پڑھکر ایک کتاب میں
کوئی مقام جو دیکھنے لگے تو پھر ایسے محو ہوئے کہ بلا ارادہ ساری رات کھڑے رہے۔ یہاں تک
کہ صبح کی اذان نے انہیں اس خواب نوشیں سے بیدار کیا۔

غرض انبیاء کے معجزات و اولیاء کے کرامات اور تمام ان دوسرے افعال کا جن کا تعلق قوت

خیال اور قوت ارادی سے ہی) منبع اور سرچشمہ ایک اور صرف ایک ہی۔ البتہ فرق یہ ہے کہ انبیاء اور اولیاء کے اندر علی قدر مراتب یہ قوتیں منجانب اللہ اور نہایت مکمل حالت میں ہوتی ہیں اور صرف پاک اور مقدس اغراض کے لیے کام میں لانے جانے کی وجہ سے اُن کے اندر روز افزوں جلا ہوتی رہتی ہے۔ بخلاف اسکے جو لوگ ان قوتوں کا بطور ایک فن کے اکتساب کرتے ہیں اور اُنکے عمل استعمال میں احتیاط نہیں برتتے وہ نہ تو اپنے مقاصد میں آسانی سے کامیاب ہوتے ہیں، اور نہ اُن کے اعمال ایسے مہتم بالشان و تیر بہدف ہوتے ہیں جہاں اس تصور و تخیل کی قوت کے ذریعہ سے صدہا انسان شکم پُری اور قوت لایموت کا سامان بہم پہنچاتے ہیں وہیں اسکے وسیلہ سے مردان خدا اور صوفیان باصفا بیسیوں مختلف مدارج طے کر کے فنافی اللہ کی منزل تک پہنچتے ہیں۔

قرآن پاک سے بھی حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں فرعون کے جادوگروں کا اسی ناقص قوت خیال یا قوت ارادی سے کام لینا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ:-

قَالُوا يٰمُوسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى (پ ۱۶ ع ۲)

ترجمہ اُنہوں نے پوچھا کہ اے موسیٰ پہلے تم ڈالو گے یا ہم ڈالیں؟ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ تم ہی ڈالو پس یکایک اُن کی رسیاں اور لاٹھیاں اُنکے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں۔ گویا دوڑ رہی ہیں۔

ایک دوسرے مقام پر ہے:-

قَالُوا يٰمُوسٰى اِمَّا اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّا اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ۔ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاۤءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ (پ ۹ ع ۱۳)

ترجمہ پوچھا اے موسیٰ! پہلے تم ڈالو گے یا ہم ڈالیں موسیٰ نے کہا تم ڈالو۔ پھر جب اُنہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور اُنہیں ڈرا دیا۔ اور بڑا ہی بھاری سحر کیا۔

مندرجہ بالا آیات سے علاوہ قوت خیال کی قوت کے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ساحران فرعون چاہتے تھے کہ اول اپنے حریف کی قوت کا اندازہ کرسکیں تاکہ انکو اس کے مقابلہ کے لیئے اس سے قوی تر یا اسی درجہ کی قوت کام میں لانے کا موقع ملے مگر انہوں نے اپنی بدبختی سے حضرت موسیٰؑ ہی کو جن کے ساتھ خدائی قوت تھی، اس انتخاب کا حق دیدیا۔ اور حضرت موسیٰ کی پہلی فتح یہی تھی کہ انکو ساحروں کی قوت کا اندازہ ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ سوائے موسیٰ علیہ السلام کے اور لوگ جن کے قوائے ارادیہ بہ نسبت ساحروں کے کمزور تھے وہ سب کے سب خوف زدہ ہوگئے۔ مگر حضرت موسیٰ کی خداداد قوت ارادی غالب آئی۔ اور ساحران فرعون

خَرُّوْا سُجَّدًا وَّقَالُوْآ اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى۔ (ترجمہ) سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے خدا پر ایمان لے آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار نماز جماعت کے اندر بعض مقتدیوں کی کوئی بات خلاف آداب صلوٰۃ محسوس کرکے فرمایا کہ میں پس پشت بھی اسی طرح دیکھ سکتا ہوں جس طرح سامنے سے۔ ایک بار آپ رات کیوقت بظاہر مصروف خواب تھے کہ اٹھکر بلا وضو نماز پڑھنی شروع کردی۔ اور حضرت عائشہ رضؓ کے استفسار پر فرمایا کہ میری آنکھیں سورہی تہیں مگر قلب بیدار تھا

۲۱ھ ہجری میں مسلمان نہاوند کی فیصلہ کن جنگ میں مصروف تھے۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے جمعہ کے خطبہ کے دوران میں بے اختیار باواز بلند تین بار فرمایا "یا ساریۃ الجبل" (یعنی اے ساریہ پہاڑ کی آڑ لو) لوگ یہ ایک بے تعلق سی بات سن کر آپس میں سرگوشی کرنے لگے لیکن جب ایک ماہ بعد فتح نہاوند کی خبر لیکر قاصد مدینہ طیبہ پہنچا تو اس نے بیان کیا کہ فلاں روز فلاں وقت کفار نے مسلمانوں کو نرغہ میں کرلیا تھا کہ تین بار فلاں آواز ہمیں سنائی دی۔ چنانچہ جب ہم پہاڑ کی آڑ میں آگئے تو دشمن کا صرف ایک طرف سے مقابلہ رہ گیا اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی۔ قاصد نے یہ بھی بتایا کہ آواز امیر المومنینؓ کی معلوم ہوتی تھی۔ حضرت عمرؓ

فرماتے ہیں کہ مجھے ایسا خیال ہوا تھا کہ ہمارے بھائی مسلمان شکست کھانے لگے ہیں اور اس وجہ سے میری زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ خود حضرت عمرؓ کے الفاظ یہ ہیں "وقع فی قلبی" یعنی میرے دل میں یہ بات آئی" +

علاوہ بریں اس زمانہ کے بڑے بڑے مدبر اور وہ لوگ جنہوں نے انسانی اعمال و افعال پر غور کرنے میں اپنی عمریں بسر کی ہیں اس امر کے قابل ہوئے ہیں کہ کامیابی کے لئے قوت خیال ازبس ضروری شے ہے۔ اور جب دو قوموں یا افراد کے باہم کسی امر میں مقابلہ ہو تو لازماً کامیابی اس قوم یا فرد کے حصہ میں آئے گی جس کا عزم راسخ تر اور جس کا ارادہ قوی تر ہوگا۔ اگرچہ دوسرے الفاظ میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ کامیابی کے لئے شرط اول حسن اخلاق ہے۔ لیکن درحقیقت ان دونوں دعووں کے مابین نتیجہ کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں ہے۔ کیوں کہ جس نسبت سے اخلاق عمدہ اور بہتر ہونگے اُسی نسبت سے قوت ارادی بھی مضبوط ہوگی۔ پس منطق کی شکل اول کے بموجب پہلا دعوےٰ صحیح ثابت ہو جاتا ہے۔ یہی نکتہ قبولیت دعا کا ہے۔ اسی استقامت و ارادت کا نام زبان شرع میں ایمان ہے۔ اور یہی وہ خوش نصیب جماعت ہے جس کی نصرت کا خدا نے بطور اُنکے ایک حق کے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ "كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ" یعنی ایمان والوں کا امداد کیلئے ہم پر حق ہے۔ اور اُنہی کو مخبر صادق صلعم نے خدا کی طرف سے یہ بشارت دی ہے کہ جب مؤمنین کا ایک گروہ کسی بات پر اڑ جائے تو خدا کو اُسکے پورا نہ کرنے سے شرم آتی ہے +

اپنی قوت ارادی کی بدولت مسلمانوں نے جو کارہائے نمایاں کیے اُن سے اسلامی تاریخ کے اوراق مزین ہیں۔ یہی وہ قوت تھی جسنے محمدؐ فاتح تک اُس جوش کو قائم رکھا جو فتح قسطنطنیہ کے لئے ابوایوب انصاری کی ہڈیوں کے خمیر سے پیدا ہوا تھا۔ یہی وہ آگ تھی جو اُن مسلمانوں کے سینوں سے مشتعل ہوئی جنہوں نے طارق بن زیاد کی سرگروہی میں اسپین کے ساحل پر قدم رکھتے ہی بیڑہ کو جلا کر راہ بازگشت اپنے اوپر مسدود کر دی تھی اور

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

(انسٹیٹیوٹ گزٹ) ملخص

۴۸۶

مذہب مزدکیہ

ایک جھوٹے مذہب کی ابتدا اور اسکا استیصال

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

سو خرابی ہے انکے لیے جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس کی ہے

لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۚ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا

تا کہ اسکے بدلے تھوڑا مول لیں پس خرابی ہو انکو اپنے ہاتھ کے لکھے پر اور خرابی ہے ان کے

يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۚ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ

کمانے پر اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ چھوے گی مگر چند روز تو کہہ کیا لے چکے ہو

اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ

اللہ کے یہاں سے اقرار تو بیشک اللہ اپنے عہد کے خلاف نہ کرے گا یا تم اللہ کی نسبت وہ باتیں لگاتے ہو جو تم نہیں جانتے ہاں

كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـــَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا

جنے بدی کمائی اور اسکے گناہوں نے اسے گھیر لیا وہی آگ میں رہنے والے ہیں وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ

ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ لوگ جنتی ہیں وہ

فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

اسی میں ہمیشہ رہیں گے

دنیا میں ایسے بہت سے شوریدہ سر گزرے ہیں اور جن کی اس زمانہ میں بھی متعدد جیتی جاگتی مثالیں مل سکتی ہیں جو دنیاوی نام و نمود کی غرض سے یا اپنی خواہشات کے پورا

کرنے کو جھوٹی پیغمبری کا دعویٰ یا اپنی ولایت کا بیانگ دہل اعلان کرکے عوام کو ورغلاتے اور جہنم کی آگ بڑھانیکے واسطے انسانی ایندھن تیار کرنے میں ٹھیکہ داران جہنم کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے علم و فضل کو بجائے کسی عمدہ مصرف میں لانے کے اُسکا بیہودہ استعمال کرتے ہیں؛ ایسے ہی لوگوں میں مزدک کا بھی شمار ہے جس نے ہزاروں نہیں لاکھوں کو راہ راست سے پھیر کر غلط راستہ پر ڈالدیا۔ لیکن بقول "چاہ کن را چاہ درپیش" آخر میں خود بھی اپنے کیے کا خاطر خواہ پھل پایا۔

مزدک یا بقول عرب مورخین مزدق سرزمین عجم میں نیشاپور کا باشندہ اور بقول علامہ ابن خلدون۔ اپنے زمانہ کا بہت بڑا حکیم اور نجومی کامل گزرا ہے، مدائن چونکہ اُس زمانہ میں منبع علم و فضل تھا اُس نے بھی اسی سرچشمہ سے فیض حاصل کیا، تحصیل علوم کے بعد خدمات سلطنت انجام دینے لگا اپنی خداداد قابلیت کی وجہ سے بہت جلد ترقی کرتے کرتے ملک القباد بن الفیروز کے عہد حکومت میں دربار شاہی کے سربرآوردہ لوگوں میں گنا جانے لگا:

چونکہ اس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا اور ایک مذہب باطل کی بنیاد ڈالی بعض عرب مورخین نے اُسے زندیق کے لقب سے یاد کیا ہے؛ علامہ مسعودی نے لفظ زندیق کی اس طرح تشریح کی ہے کہ چونکہ زردشت[1] کا نام زند تھا۔ اسلیے جو لوگ ظاہر تفسیر کتاب زند سے منحرف ہوکر اُسکی تاویل کرتے۔ اُنکو لوگ زندیہ کہنے لگے۔ لیکن بعد قوم عرب نے اُس کو معرب کرکے زندیق کر لیا اسمیں کل وہ لوگ شامل ہوگئے جو ظاہر کی مخالفت کریں۔ اور حقیقت میں باطن کے منکر ہوں، بعدازاں عرف شرع میں زندیق اُسکو کہنے لگے جو بظاہر اسلام کا قائل ہو۔ لیکن درحقیقت کفر کا پابند ہو؛

مزدک کو اسکے مرید موبد موبدان کے خطاب سے بھی یاد کرتے تھے۔ چونکہ علم نجوم میں بھی

---

[1] زردشت ہی آتش پرستی کا موجد تھا، اُس نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا، اُس کے زمانہ کے بڑے بڑے فرماں روا اُسکے پیرو ہوگئے تھے؛

کامل تھا اُس نے ستاروں کی چال سے معلوم کیا کہ عنقریب ایک رسول مبعوث ہونیوالا ہے جسکے مذہب کی گرج اور چمک تمام مذاہب کو باطل کرکے دنیا کے ہر گوشہ میں اپنے نام لیوا پیدا کریگی؛ اور یہ مذہب ابدالآباد قائم رہیگا؛ دنیاوی شہرت، عزت طلبی، جلال اور نفس پرستی کے اندھے شوق نے اسکے دل میں جوش اور گدگدی پیدا کی اور اُسکی تمنا ہوئی کہ یہ آنے والا عظیم الشان پیغمبر وہی ہو جائے - چنانچہ ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالی - اور بیان کیا کہ جب ایک پیغمبر مر جاتا ہی - اور لوگ اُسکے نصائح اور صحیفۂ آسمانی کو دل سے محو کرکے اُسکے احکام کی صحیح تعمیل نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ دوسرا رسول بھیجتا ہی تاکہ وہ ان مذاہب کی تجدید کرے چنانچہ میں "استا[1]" اور "ژند[2]" کی سچی عظمت قائم کرنے اور سچے معنی سمجھانے کے لیے مبعوث ہوا ہوں، اُسنے اپنے مریدوں کی ہدایت کے لیے "دسناد[3]" لکھی - مولانا عبدالرزاق نے اُسکی تعلیم کا لب لباب اپنی کتاب **نظام الملک** میں **ناسخ التواریخ** **دبستان مذاہب** اور **انجمن آرائی ناصری** سے انتخاب کرکے نہایت عمدہ الفاظ میں لکھا ہے اس لیے ہم یہاں اُسے بجنسہٖ نقل کیے دیتے ہیں :-

" مزدک کا قول ہے کہ جہان کے دو صانع ہیں، ایک خیر کا فاعل ہی اور وہ نور محض ہے جسکا نام یزدان ہے،، یہ سلاطین کی طرح کرسی پر بیٹھتا ہے - دوسرا شر کا فاعل ہی اور وہ ظلمت ہی جسکو اہرمن کہتے ہیں، چنانچہ یزدان اور اہرمن ہر وجود کی علت ہیں، نور کے تمام افعال اختیاری اور ظلمت کے اتفاقی ہیں - یزدان نے عقول، نفوس، آسمان، کواکب، بہشت، عناصر، معادن، اشجار میوہ دار، حیوانات اور انسان کو پیدا کیا ہی - آگ کا جلانا، پانی کا کشتی کو ڈبونا، جانداروں کا لوؤں کی لپٹ سے جلکر خاک سیاہ ہو جانا اور ہر قسم کی

---

[1] اُستا -

[2] ژند -

[3] وہ دستورالعمل جو مزدک نے اپنے پیرودں کے لیے بنایا تھا اور جسکا فارسی ترجمہ "آئین شکیب" اسکے ایک مرید نے کیا تھا؛

جسمانی تکلیف دینا، غرضکہ اہرمن کے کرتوت اسی قسم کے ہیں۔ اور عالم عنصری کی حکومت اُسکے ہاتھ میں ہے۔ اہرمن کی تمام مخلوقات فانی ہے۔ اور یزدان حیات جاودانی بخشتا ہے، عبادت کا سزاوار صرف یزدان پاک ہے، مسئلہ قیامت میں مزدک کا قول ہے کہ جب ظلمت سے نور کے اجزا علیحدہ ہوجائینگے۔ اور پرانی ترکیب بدل جائے گی اُس وقت قیامت آجائے گی؛

اُس عالم میں (عالم فرودین) یزدان کی چار قوتیں ہیں۔ اول بازکشا (قوت تمیز) دوم یاددہ (قوت حافظہ) سوم دانا (قوت فہم) چہارم سوربا (بہجت و سرور) اور ان قوتوں کا عملدرآمد چار شخصوں کی ذات سے ہوتاہے اور وہ یہ ہیں (۱) موبد موبدان (۲) ہیربد ہیربدان (۳) سپہبدان (۴) رامشگران، پہران چار طبقہ اعلیٰ کے سات رکن اور ہیں جو عزت اور مرتبہ میں اِنسے کمتر ہیں، یعنی سالار؛ پیشکار؛ بانو؛ وبیران؛ کاران؛ دستور؛ کودک؛ پھر یہ سات ناظم ملکر بارہ روحوں پر حکومت کرتے ہیں۔

خوانندہ؛ دہندہ؛ ستانندہ؛ برندہ؛ خواہندہ؛ دوندہ؛ پرندہ؛ کشندہ؛ زنندہ؛ آیندہ؛ شوندہ؛ پایندہ؛

جب کسی انسان میں یہ تینتیس قوتیں مجموعی طور پر جمع ہوجائیں تو عالم سفلی میں اُسکا نام پروردگار اور رب ہے۔ اور وہ تمام تکالیف سے چھوٹ جاتا ہے، گویا کمال کا یہ وہ درجہ ہے کہ جس مرتبہ پر پہنچکر اس ذات کو۔ دیبی، دیوتا، گاڈ، رب النوع وغیرہ سمجھنے لگتے ہیں؛

جدال وقتال سے نور بیزار اور اہرمن خوش ہوتاہے۔ اور تمام مفاسد کی بنیاد زن اور زر ہے۔ اِس لیئے نور کی رضامندی کے لیئے عورتوں کو مطلق آزاد کردینا چاہیئے۔ اور جس طرح آگ، پانی، خوراک وغیرہ میں تمام آدمی شریک ہیں، اسیطرح مال اور عورت میں بھی سب کا حصہ برابر ہونا چاہیئے۔ اُس نے گوشت خوری کو حرام

کر دیا تھا[۱]"؀

مزدکیہ مذہب جیسے جیسے پھیلتا جاتا تھا، بداخلاقیوں کے سیلاب اپنا زور دکھاتے تھے؛ چونکہ وہ دولت اور عورت کو سب بنی آدم کا مشترکہ اور جائز مال قرار دیتا تھا اسلیے عوام جوق در جوق اُسکے مذہب کے پیرو ہوتے جاتے تھے اور بدکاریوں کے مرتکب ہوتے کی اُنکو اجازت ملتی تھی؛۔ اِس قسم کے لوگ اپنا اثر بڑھانے اور لوگوں کو مرعوب کرنیکے لیے اکثر بڑی بڑی چالاکیاں کرجاتے ہیں؛ اور افسوس ہے کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھدار اُنکے دامِ تزویر میں پھنس جاتے ہیں؛۔

مزدک نے بھی عوام پر اپنی حقانیت ثابت کرنیکے لیے ایک پوشیدہ مقام سے ایک سرنگ کھدوائی۔ اسکا آخر سرا ایک آتشکدہ میں نہایت باریک سوراخ کی شکل میں نکالا؛ چونکہ اِس سوراخ پر اور اسکے ہر چہار جانب ہر وقت آگ روشن رہتی تھی۔ اُسکا پتہ نہ چلتا تھا؛ اور اس سرنگ میں مزدک کا ایک نہایت معتمد غلام ہر وقت موجود رہتا تھا؛ مزدک نے مشہور کر رکھا تھا کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ جس آگ کی تم لوگ پرستش کرتے ہو، وہ مجھسے گفتگو کرتی اور میری پیغمبری کی تصدیق کرتی ہے؛ چنانچہ جب یہ آگ کے سامنے کھڑا ہو کر گفتگو کرتا تو اندر سے وہ غلام جواب دیتا؛ معلوم یہ ہوتا تھا کہ آگ بول رہی ہے؛۔ زمانہ کی نیرنگیاں کچھ اِس طور پر ہیں کہ جب کسیکا ستارہ بخت اوج پر ہوتا ہے تو تمام کام ٹھیک ہوتے جاتے ہیں۔ اور اُس کے بُرے کام بھی احسن سمجھے جاتے ہیں؛ پبلک اسکی شہرت دینے کے لیے روز مرہ نئے نئے اور عجیب و غریب قصے اختراع کرتی رہتی ہے؛ للملک القباد بن الفیروز۔ روز مرہ اس نئے پیغمبر کے متعلق کوئی نہ کوئی حکایت سُنتا تھا؛ ایک روز اُس نے مزدک سے سرِ دربار دریافت کیا کہ "اگر تو واقعی پیغمبر ہے تو اپنا کوئی معجزہ دکھا۔" اُس نے جواب دیا "جس آگ کی آپ لوگ

[۱] "پرشیا" مصنفہ مسٹر بنجامن صفحہ ۲۱۹ پر لکھا ہے کہ اُس نے دودھ اور انڈا کھانے کے لیے بھی منع کیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ پوشاک نہایت سادہ پہنی جاتے ؀

پرستش کرتے ہیں وہی میری پیغمبری کی تصدیق کرے گی؛ چنانچہ بادشاہ مع جملہ علماء و فضلاء و اراکین سلطنت مزدک کے آتشکدہ پر گیا؛ مزدک بھی موجود تھا، آگ کے مقابل کھڑا ہوا اور یزدان پاک کی تعریف کرکے خاموش ہو رہا؛ تھوڑی دیر میں آگ میں سے آواز پیدا ہوئی اے یزدان پرستو! اگر تم دونوں جہان کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہو تو مزدک کی بات سنو؛ سب یہ آواز غیبی سنکر انگشت بدنداں ہوگئے؛ قباد نے اسی روز سے مزدک کا مرتبہ بلند کرنا شروع کیا۔ اور رفتہ رفتہ خود اسکے مذہب میں داخل ہوگیا؛ پھر مزدک کا اسقدر زور ہوا کہ وہ قباد کے تخت کے پاس بیٹھتا اور خود احکام نافذ کرتا تھا؛ قباد کے اس مذہب میں داخل ہوجانے سے رستہ اور صاف ہوگیا اور لوگ پہلے سے بھی زیادہ اسکے مذہب میں داخل ہونے لگے؛ فوج عام طور پر اسکی مخالف تھی۔ لیکن بادشاہ کے خوف سے کچھ بول نہ سکتی تھی؛

قباد کے چار لڑکے تھے۔ لیکن ناسخ التواریخ میں آٹھ لڑکے لکھے ہیں۔ اور انہیں میں ایک زمانہ کا وہ مشہور عادل نوشیرواں بھی تھا جسکے عہد حکومت میں پیدا ہونے پر خود ہمارے ہادی دین نے (جن پر ہمارا مال اور ہماری اولاد قربان) بھی فخر کیا ہے؛ ان چاروں میں سب سے چھوٹے لڑکے فطسولدساس مذہب مزدکیہ کا پیرو تھا۔ لیکن باقی تینوں اسکے سخت مخالف تھے؛ یہ تو ظاہر ہے کہ مزدک نے جو کچھ کیا اپنے نفس سے مغلوب ہوکر کیا۔ چنانچہ جب بادشاہ کے دل و دماغ پر اس نے خوب اچھی طرح اپنا سکہ جمالیا تو ایک روز اپنی اس نفس پرستی کا ثبوت بھی دیدیا؛ نوشیرواں کی ماں اپنے حسن خداداد کی بدولت شہرۂ آفاق تھی۔ بقول مسٹر بنجامن مصنف "پرشیا" اپنی نفسانی پیاس بجھانے کے لیے لعین مزدک نے قباد سے اس بادشاہزادی کو طلب کیا تاکہ خدا کے اس سچے مذہب کی تعلیمات کے ہر شعبے پر عامل ہوکر بادشاہ جنت کا حقیقی مستحق بنجائے۔ غرض اس نازک موقع پر یہ تینوں شاہزادے اس عصمت مآب شہزادی کے آڑے نہ آجائیں تو اس کی عصمت کا اللہ ہی بیلی تھا؛

علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کتاب ثانی جلد دوم میں لکھا ہے کہ جب قباد نے

اُسکا دین قبول کر لیا تو ارکان دولت نے برہم ہو کر اُسکو تخت سے اُتارا اور قید کر دیا اور جاماسپ بن الفیروز کو تخت نشیں کیا اسکے بعد زرمہر نے جو اس کا دلی رفیق تھا مزدکیوں کے قتل پر قباد کو دوبارہ تخت پر بٹھایا۔ لیکن مزدک زندیق کا فقرہ پھر چل گیا۔ اور ارکین دولت نے قباد اور زرمہر کو مزدک کا معتقد سمجھکر پھر تخت سے اُتار کر قید میں بھیجدیا۔ اور جاماسپ کو بادشاہ بنا لیا قباد کسی طرح قیدخانہ سے بھاگ کر ہیاطلہ کی طرف چلا گیا۔ اور اثنائے راہ میں نوشہر ہو کر گزرا وہاں کے حکمران کی لڑکی سے شادی کر لی جس سے نوشیرواں پیدا ہوا۔ بعدہ بادشاہ ہیاطلہ کی مدد سے چھ برس کے بعد جاماسپ پر حملہ کیا! جاماسپ کو اس لڑائی میں شکست ہوئی اور قباد تخت حکومت پر قابض ہو گیا۔"

بقول مسٹر بنجامن نوشہر کے حکمران کا نام خوش کش نواز تھا۔ اور اس نے .... سو مرد جنگی اُسکی مدد کے لیے دیئے +

(۳)

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نوشیرواں کی ماں اپنے حسن کے لحاظ سے یکتائے زمانہ اور شہرۂ آفاق تھی! ایک روز جبکہ نوشیرواں بھی سن بلوغ کو پہنچ چکا تھا۔ مزدک نے اُسکی ماں کو دیکھ لیا۔ اور اپنی نفسانی پیاس بجھانے کیلئے اُس شہزادی کو طلب کیا، یہی وہ خاص روز تھا جس روز سے نوشیرواں اور مزدک میں مخالفت کی حقیقی بنیاد پڑی۔ نوشیرواں رعایا اور فوج میں خاص طور پر ہر دلعزیز تھا اور کیوں نہو، عدل و انصاف کا یہ معمولی اور سب سے چھوٹا ثمرہ ہے، نوشیرواں کی مخالفت میں ذرا بھی عملی حصہ لینے سے غضب ہی کا سامنا ہو جاتا۔ اس لیئے مزدک نے اپنے انتقام کو کسی دوسرے وقت کے لیئے اٹھا رکھا لیکن قضا و قدر نے کچھ اور ہی فیصلہ کیا تھا +

مزدک کی عین خواہش تھی کہ یا تو نوشیرواں کا قطعی قلع قمع ہو جائے یا وہ اُسکے مذہب کا پیرو ہو جائے۔ ورنہ دوسری صورت میں مزدک خوب سمجھے ہوئے تھا کہ اُسکا اپنا مخالف

بنا کر کوئی کامیابی حاصل کرنا کارے دارد، اس لیے وہ ہمیشہ قباد کو اُسکے خلاف اُبھارا کرتا تھا، قباد بھی انسان ہی تھا روز نئی نئی سنکر اور وہ بھی مذہب کا ملمع چڑھی ہوئی باتیں سنکر اکتا گیا، ایک روز جوش میں آکر نوشیرواں کو سیر دربار طلب کیا، اُسوقت نوشیرواں کی عمر ۱۸ سال کی تھی، دربار میں اُس سے حسب ذیل گفتگو کی:۔

قباد۔ اے جانِ پدر! کیا تو مذہب مزدکیہ کا پیرو نہیں؟

نوشیرواں۔ خدا کا شکر ہے کہ میں اس مذہب کا پابند نہیں ہوں۔

قباد۔ آخر کیوں؟

نوشیرواں۔ اسلیئے کہ وہ جھوٹا ہی اور لوگوں کو فریب دیتا ہے۔

قباد۔ وہ کس طرح فریب دیتا ہی۔ جبکہ خود ہماری معبود آگ اُس کی تصدیق اور اُس سے گفتگو کرتی ہے؟

نوشیرواں۔ اسمیں بھی اُسکا کوئی فریب ہوگا۔ آگ، پانی، ہوا، مٹی، چاروں عنصر ہیں؛ اگر وہ آگ کو گویا کر دیتا ہے تو اس سے فرمایئے کہ بقیہ تینوں چیزوں کو بھی گویا کرے، اگر ایسا ہوا تو میں بھی بخوشی سرِ تسلیم خم کرونگا؛

قباد۔ مزدک کا ہر قول ژند واستا کے مطابق ہے؛

نوشیرواں۔ کیا اُس نے دولت اور عورت سب پر مباح نہیں کی۔ عہدِ زردشت سے آجتک کسی نے ژند واستا کی ایسی تغیر نہیں کی؛ اُس نے مذہب کو صرف عورت اور پیسے کے لالچ سے بیچ میں ڈالا ہے، جب یہ دونوں چیزیں سب پر مباح کر دی گئیں تو انسان اور حیوان میں کیا فرق رہا؟

قباد۔ میں تیرا باپ ہوں اور باپ کی فرمانبرداری فرض ہی:

نوشیرواں۔ عدول حکمی کی تعلیم مجھے آپ ہی نے دی ہے، آپنے اپنے والد کی مخالفت کی۔ میں آپ کی مخالفت کرتا ہوں،

قباد خیر جھگڑے کو زیادہ طول دینے سے کچھ فائدہ نہیں، مذہب مزدکیہ کے خلاف خود یا اور کا لثّا ایسے ثبوت دو جس سے اسکا قطعی رد ہو جائے۔ ورنہ ایسی سخت سزا دونگا کہ سب دیکھکر عبرت حاصل کریں، اور اس کام کے لیئے تم کو چالیس روز کی مہلت دیجاتی ہے +

(۳)

اصطخر ملک فارس کا ایک صوبہ ہے؛ کول وہاں کا نہایت مشہور مقام تھا! گو اب مرورِ زمانہ نے جہاں اور نظام درہم برہم کیئے اُس شہر کو بھی نیست و نابود کر ڈالا لیکن اُن دنوں بہت آباد اور علم خیز خطہ تھا! وہاں کا موبد یعنی اعلم العلماء بہت بڑا عالم اور اپنے زمانہ کا یکتا فاضل تھا نوشیرواں نے اُسے تمام واقعات کی اطلاع دی اور لکھا کہ للہ جلد تشریف لایئے۔ ورنہ میں جان سے جاؤنگا +

چالیسویں روز کی صبح تک موبد کا بہت بُری طرح انتظار رہا۔ لیکن وہ بھلا آدمی نہ آنا تھا نہ آیا، نوشیرواں دربار میں طلب ہوا، اُس سے پوچھا گیا۔ "اب کیا کہتا ہے؟"۔ جواب دیا "ابھی فکر میں ہوں"۔ مزدک نے کہا۔ "اب وقت نکل چکا۔ تمہاری سزا قتل ہے"۔ اراکین سلطنت و افسرانِ فوج نے غل مچایا کہ "ہنوز چالیسواں روز بھی پورا نہیں ہوا، کل اس قسم کے احکام جاری ہو سکتے ہیں"۔

مزدک نے آج اپنی مخالفت کی آگ نوشیرواں کے خون سے بجھا ہی لی ہوتی۔ لیکن اسکی ہردلعزیزی اور اُسکا عدل و انصاف اُسکے آڑے آگیا، اور کیوں نہ ہو۔ جبکہ قضا و قدر ایک دوسرے ہی فیصلہ میں منہمک تھی۔ یعنی جس چراغ گمراہی نے بہتوں پر ظلم کیئے، بہت سی بیکس اور عصمت مآب خاتونوں کی عفت سی نایاب چیز جلا کر برباد کر دی۔ اُسکے لیئے روز ازل میں ہی طے ہو چکا تھا کہ وہ چراغ خود نوشیرواں کے ہاتھ سے گل کیا جائے گا، پھر ایک کیا ہزار مزدک ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا لیتے لیکن نوشیرواں کا کچھ نہ بگاڑ سکتے تھے؛

شام کے وقت کول کا موبد بھی فرشتۂ رحمت بن کر آگیا، نوشیرواں اُسکو لیکر اُسیوقت

قباد کی خدمت میں حاضر ہوا، موبد نے بادشاہ کے سامنے کچھ ایسی مدلل اور فصیح تقریر کی کہ بادشاہ اُس کا گرویدہ ہوگیا، موبد نے کہا "مزدک چونکہ نجوم جانتا ہے اسکو معلوم ہے کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا جسکا مذہب بہت ترقی کرے گا۔ اور تا قیامت باقی رہیگا، چنانچہ یہ حرص ہوا کا پتلا وہ عظیم الشان پیغمبر خود ہی بننا چاہتا ہے۔ لیکن بے وقوف یہ نہیں جانتا کہ وہ پیغمبر سرزمین عجم سے نہ پیدا ہوگا اور اسکی شریعت مال و حرم کی حفاظت کرے گی اور وہ ایک معجز کتاب پیش کرے۔ حالانکہ مزدک عجمی الاصل ہے، اور زر زمن سب پر مباح کرتا ہے، وہ پیغمبر آتش پرستی سے منع کرے گا۔ لیکن مزدک زردشت کے مذہب اور آتش پرستی کی تجدید کرتا ہے؛ وہ چاہتا ہے کہ اس طرح حضور کے خاندان سے حکومت نکلکر دوسروں کے ہاتھ میں چلی جائے اور آپ کی زر و دولت سے وہ خود عیش و آرام اُڑائے، حضور کل خود ملاحظہ فرمائینگے کہ مزدک کیسا ذلیل و رسوا ہوتا ہے"۔

(۴)

آج اکتالیسواں روز ہے! قباد کا دربار نہایت شان و شوکت سے آراستہ ہے؛ بادشاہ تخت پر جلوہ آرا ہے۔ اور اُسکے برابر ہی دوسرے مرصع تخت پر مزدک بھی متمکن ہے۔ نوشیرواں اور کول کا موبد بھی حاضر دربار ہیں، ارکین سلطنت اپنی اپنی جگہ قرینے سے بیٹھے ہیں کل نوشیرواں کی جان جاتے جاتے بچنے کی کیفیت، موبد کی آمد اور آنکے معرکۃ الآرا مباحثہ کی کیفیت تمام میں مشتہر ہو چکی تھی۔ لہذا مباحثہ کا نتیجہ معلوم کرنیکے لیے عوام کا بھی ایک عظیم الشان سیلاب اُمنڈ پڑا تھا؛ دربار میں تل دھرنے کی بھی جگہ نہ تھی، جب مجمع ہر حیثیت سے مکمل ہوگیا تو مباحثہ یوں شروع ہوا:-

موبد:- تونے مال و دولت کو سب پر مباح کیا ہے۔ لیکن یہ بتا کہ جو لوگ خیرات یا روپیہ سے دوسرے ثواب کا کام کرتے ہیں۔ وہ آخرت کے ہی لیے کرتے ہیں یا نہیں"؟

مزدک:- "ہاں آخرت میں اجر ملنے کی غرض سے"۔

موبد:- لیکن جب مال و زر کسی ایک کا مال نہ رہا اور وہ سب پر مباح ٹھیرا تو اسکا ثواب کسکو ملیگا؟

مزدک - جوابے ندارد ۔

موبد - تونے عورتوں کو سب پر مباح کیا ہے اور اسپر عمل ہونے کی صورت میں اگر عورت کے بچہ پیدا ہو تو وہ کس کا سمجھا جائے گا؟

مزدک جوابے ندارد ۔

موبد - موجودہ بادشاہ، شاہ فیروز کا بیٹا اور اُسکا جائز وارث ہے، علی ہذا القیاس فیروز نے اپنے باپ سے سلطنت پائی۔ پھر جبکہ ہر عورت ہر شخص پر حلال ہے تو بادشاہ بیگم بھی اس سے بری نہیں ہو سکتی، اگر اُس سے کوئی اولاد ہوئی تو وہ کسی خاص شخص کی تو سمجھی نہیں جا سکتی؛ اس طرح شاہی نسل قطعاً مسدود ہو گئی؛ حاکمی و محکومی حقیقت میں دولت و مفلسی کا مقابلہ ہے۔ جب کوئی محتاج ہوگا تو اُسکو ضرورتاً مالدار کی خدمت اور مزدوری کرنی ہوگی ورنہ اگر مال سب پر مباح ہو گیا تو ہر شخص اپنی حیثیت کے مطابق آسودہ حال ہو جائے گا، اور یہ نظام الٰہی درہم برہم ہو جائے گا غرض تمہاری خواہش یہ معلوم ہوتی ہے کہ شاہنشاہ عجم کے خاندان سے سلطنت فنا ہو جائے؛

یہ ایسی تقریر تھی کہ میاں مزدک بغلیں جھانکنے لگے؛ کوئی جواب بن نہ پڑتا تھا؛ ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا؛ عجب شش و پنج میں گرفتار ہو گیا؛ اسی حالت میں قباد نے کہا "ان باتوں کا جواب دو"۔ مزدک نے کہا "ان کا جواب یہی ہے کہ اس موبد کو فوراً قتل کرا دو"۔ قباد خود مزدک کی جانب سے کسیقدر بدظن ہو چلا تھا۔ اس لئے بلا چون و چرا اُسکے حکم کو بجالانا مناسب نہ سمجھکر کہا "کوئی شخص تاوقتیکہ اُسکا جرم نہ معلوم ہو جائے قتل نہیں ہو سکتا"۔ مزدک نے کہا "بہتر اسکا فیصلہ خود آگ کرے گی"۔ چنانچہ رائے قرار پائی کہ کل اسکے متعلق آگ سے احکام حاصل کیے جائینگے؛

ایشیا کے مشہور معجز بیان شاعر فردوسی نے اس مباحثہ کے متعلق چند اشعار قلمبند کیے ہیں جن کا اس موقع پر درج کرنا خالی از دلچسپی نہوگا:

چنیں گفت موبد بہ پیش گروہ   بہ مزدک کہ اے مرد دانش پژوہ

یکے دین نو ساختستی درجہاں | نہادی زن و خواستہ درمیاں
چو داند پدرکش کہ باشد پسر | پسر ہمچنیں چوں شناسد پدر
چو مردم برابر بود درجہاں | نباشند پیدا کہاں از مہاں
کہ باشد کہ جوید درِ کہتری | چگونہ تواں ساختن مہتری
کہ باشد مرا و ترا کارگر | چو مردم جدا ماند از بہ بتر
کسے کو مرد جائے چیزے کہ ہست | کہ شد کار باشاہ راست
جہاں زیں سخن پاک ویراں شود | نباید کہ ایں بد بہ ایراں شود
ہمہ کدخدائیست مزدور نیست | ہمہ گنج دارندہ گنجور کیست
زدیں آوراں ایں سخن کس نگفت | تو دیوانگی داری اندر نہفت
ہمہ مردماں را بہ دوزخ بری | ہمہ کار بد را بہ بد نشمری
چو بشنید گفتار موبد قباد | برآشفت و اندر سخن داد داد

غرض آج پہلا موقع تہا کہ مزدک کے ظالمانہ حکم کے خلاف قباد نے اُس موبد کو اسکی نفس پرستی پر قربان نہ کیا ۔

(۵)

مزدک نے اپنے چند معتمد غلاموں کو طلب کرکے بہت انعام و اکرام دیا اور تاکید کی کہ کل جب وقت قباد عبادت خانہ میں آئے اور آگ اُسکے مارنے کا حکم دے تو فوراً قتل کردینا، اُسکے بعد تم کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کردونگا۔ غرض ادہر وہ اپنی خباثت سے کام لے رہا تہا اور اُدہر موبد بھی بیکار آگ کے حکم کا منتظر نہ بیٹھا تھا۔ بلکہ وہ اپنی فکر میں سرگردان تہا بے دریغ روپیہ صرف کرنے اور تمام شہر میں گشت لگانیکے بعد اُسکو مزدک کے دو ایک رازدار مرید مل گئے۔ جنہوں نے جاں بخشی کے وعدہ اور انعام و اکرام کے لالچ پر آگ کی گفتگو کا تمام راز فاش کردیا۔ اب گویا موبد کے لیے کامیابی کا دروازہ کہلا ہوا تہا، وہ مطمئن ہوکر اپنے آرامگاہ پر آیا

اور رات نہایت آرام و اطمینان سے گزاری؛ دوسرے روز جب بادشاہ مع اس موبد کے عبادتخانہ میں جانے لگا تو موبد نے بلحاظ حفظ ما تقدم چند فوجی سپاہیوں کو تاکید کر دی کہ اپنی اپنی تلواریں خفیہ طور پر اپنے پاس رکھ لیں، اور بوقت ضرورت کام میں لائیں، چنانچہ جب آتش خانہ میں مجمع ہوا اور مزدک نے اپنے عمومی جاہ و جلال کے ساتھ آگ کے سامنے اگر اُس سے اپنی پیغمبری کی تصدیق چاہی تو آگ نے جواب دیا کہ "مزدک کی مخالفت کرنے والے سزا کے مستوجب ہیں"۔ اس آواز کے سُنتے ہی مزدک نے گرج کر کہا کہ یزدان پاک کے حکم کی تعمیل ضروری ہے؛ اور یکایک اسلحہ بند لوگ قباد پر جھپٹ پڑے لیکن موبد کی حکمت عملی اپنا کام کر گئی، قباد کے ہمراہی سپاہیوں نے کلہ بکلہ خوب جواب دیا اور قباد کو مع نوشیرواں و موبد زندہ بچا لے گئے ؛

محل پر پہنچتے ہی موبد نے اول اُس شخص کو بادشاہ کے حضور میں پیش کیا جس سے آگ کی گفتگو کرنے کا راز معلوم ہوا تھا۔ پھر عرض کیا کہ "مزدک کا استیصال بہت ضروری ہے ورنہ سلطنت میں بہت سے رخنے پڑنے کا اندیشہ ہے"۔

بادشاہ - میں بھی اس سے کنارہ کرنا چاہتا ہوں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ نہایت مصلحت سے کام لیا جائے، ملک میں اُسکا بہت زور ہو گیا ہے، اور اس طرح اُس کا قتل بدامنی کا موجب ہو گا۔

موبد - اعلیحضرت اسکے متعلق کوئی فکر نہ کریں۔ بندگان والاجاہ خود اسکا انتظام کر لیں گے، کل میں سر دربار اپنی شکست کا اعلان کر کے چلا جاؤنگا۔ اُسکے بعد شاہزادہ والا تبار بطور مناسب اسکا استیصال کر دینگے ؛

(۶)

دوسرے روز دربار منعقد ہوا ؛ مزدک بھی رشک و حسد اور غم و غصہ کی آگ میں جلتا بھنتا پیچ و تاب کھاتا۔ حاضر دربار ہوا، بادشاہ کی جانب سے بھی کسی بدمزگی کا ثبوت نہیں دیا گیا،

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو موبد سے دریافت کیا گیا کہ کہو اب کیا کہتے ہو"؟

موبد۔ "آگ کا اس طرح گفتگو کرنا واقعی ایک معجزہ ہی۔ اور اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ اسلئے میں اپنے معبود کے خلاف کچھ کہنا چاہتا ہوں"۔

موبد کے اس اعلان شکست نے مزدک کے چہرے پر کسی قدر سرخی سی نمودار کردی وہ اپنی اس عارضی کامیابی پر ابھی مسکرا ہی رہا تھا کہ نوشیرواں بھی دست بستہ بڑھکر سامنے آیا۔ اور عرض کیا، میں بھی اس سچے پیغمبر اور اسکے دین پر ایمان لاتا ہوں لیکن اتنے دنوں میں نے اس مذہب کی سخت مخالفت کی ہے، چاہتا ہوں کہ اس کا کفارہ ادا کروں اور وہ صرف اس حالت میں ادا ہو سکتا ہے کہ اشاعت دین مزدکیہ میں اپنی جان تک لڑادوں، ایک مثل مشہور ہے۔ "اندھا کیا چاہے دو آنکھیں"۔ اس وقت مزدک کی خوشی کا عالم کچھ وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں جنکو بلا وہم و گمان وہ نعمت ملجائے جس کا خیال بھی نہ ہو مزدک بار بار اپنی خوش قسمتی پر ہنستا تھا۔ خوش ہوتا تھا، اور نوشیرواں کے سر پر دست شفقت پھیرتا تھا؛ نوشیرواں نے عرض کیا کہ میں ایک مقررہ دن اپنے تمام ہم مذہبوں کی دعوت کرنا چاہتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ اسی روز سب کو خلعت، گھوڑے اور سامان جنگ سے مسلح کرکے آپکے سامنے پیش کروں تاکہ جو دیکھے عملاً اسکے دل میں ہمارے مذہب کی عظمت ظاہر ہو اور مرعوب ہو جائے، لہذا امیدوار ہوں کہ آپ اپنے تمام مریدوں کو بذریعہ اعلان اطلاع دینگے کہ جملہ مردمان مزدکیہ روز مقررہ پر حاضر ہوں"۔

مزدک نے یہ سب شرائط منظور کیے۔ اور بذریعہ اعلان اپنے تمام مریدوں کو خاص تاکید کردی کہ فلاں فلاں روز ضرور حاضر ہوں، شاہزادہ نوشیرواں نے سب کو مدعو کیا ہے؛

(۷)

اس عرصہ میں نوشیرواں نے ایک بہت بڑا احاطہ بنوایا۔ جسکے اندر ہزار ہا کمر کمر گڑھے کھدوائے، اس احاطہ کے ہر چہار جانب مسلح سواروں کا پہرہ تھا جو کسی چڑیا کو بھی

اُسکے اندر پر نمارنے دیتے تھے؛ غرض دعوت کا روز آپہنچا، مزدکیوں میں عجب خوشیاں منائی جاتی تہیں۔ اور کیوں نہو جبکہ نوشیرواں جیسا اولوالعزم اور ہر دلعزیز شاہزادہ اُنکے مذہب میں داخل ہوکر اشاعت مذہب کا بیڑا اُٹھائے؛ جملہ مردان مزدکیہ کی دعوت نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کی گئی؛ تمام شہر میں روشن چوکیاں مقرر تہیں جن کی شیریں آوازیں اُس روز کی خوشی و مسرت کا اعلان کر رہی تہیں۔

دعوت کے بعد اب وہ وقت آیا کہ ہر شخص خلعت فاخرہ اور سامان جنگ سے مزین کیا جائے، حکم دیا گیا کہ ایک ایک شخص اِس احاطہ میں داخل ہو۔ جب سب لوگ مسلح ہوجائینگے تو ایک ساتھ اندر سے برآمد ہوکر غیر مذہب کے اردلیوں کی آنکھیں چندھیا دینگے، لیکن کون جانتا تہا کہ اندر کیا ہو رہا ہے، وہاں خاک کا وہ شاندار خلعت اُن کے زیر بدن کیا جاتا تہا جو اُنکے شان شایاں تہا،۔ جو اندر داخل ہوتا اندر کے آدمی اُسکو گرفتار کرکے نہایت تیزی کے ساتھ اُسکو اُلٹا کرکے گاڑ دیتے تھے۔ صرف ٹانگیں باہر نکلی رہنے دیجاتی تہیں، بقول صاحب سیاست نامہ آج بارہ ہزار مزدکیوں کا مجمع ہوا تہا وہ سب کے سب اسی طرح اُلٹے دفن کردیئے گئے پھر نوشیرواں مزدک کیخدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "فوج تیار ہے۔ پہلے آپ چلکر معائنہ فرمالیں۔ جب وہ فوج اشاعت مذہب کے لیے احاطہ سے برآمد ہوگی۔ چنانچہ مزدک خوشی خوشی احاطہ میں داخل ہوا۔ لیکن وہاں داخل ہونا تہا کہ اُسکا بھی وہی حشر ہوا جو اُسکے مریدوں کا ہوا تہا اور وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچا، اِسکے بعد نوشیرواں نے اعلان عام کردیا کہ جس شخص پر مزدکی ہونیکا شبہہ بہی ہو وہ قتل کردیا جائے۔ مسٹر بنجامن اپنی کتاب پرشیا میں لکھتے ہیں کہ اِس طرح ایک لاکھ آدمی مارے گئے۔

(۸)

غرض کچھ بہی ہوا ہو اُنھوں نے اپنی نفس پرستی اور زرطلبی کے لیے جیسا جیسا غیر مزدکیوں کو تنگ کیا۔ قدرت نے اُسکا نہایت منصفانہ انتقام اُن سے لے لیا۔ سچ ہی کہ غریب مظلوم کچھ

نہیں کر سکتا لیکن اُسکے پاس ایک ایسا مہلک آلہ ہے جو کبھی کبھی ظالم کو اُس کے کردار کا مزہ چکھا دیتا ہے ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

مزدک نے اپنے حصول مقاصد کے لیئے وہ وہ ظلم کیئے کہ پناہ بخدا۔ اُس نے اپنی نفسانیت پر ہزاروں عصمت مآب خواتین کی عصمتوں کو قربان کر ڈالا۔ اُن کی چیخ پکار ایک کام نہ آئی۔ لیکن آخر اُسکو بھی موت کا مزہ چکھنا پڑا۔ اور فدا آنکھہ کھولکر دیکھا تو سب ہیچ : نہ انسان رہ جاتا ہی اور نہ اُس کے بنائے ہوئے عالیشان محل! نہ اُسکا ظلم باقی رہتا ہے نہ مظلوم صرف ایک نام باقی رہجاتا ہے، مبارک ہیں وہ لوگ جن کے بعد اُن کے نام نیکی سے یاد کیے جاتے ہیں، آج مزدک کا ذکر کرنے والوں میں کوئی اُسکا نام نیکی سے نہیں یاد کرتا، اچھا ہوا کہ اُسکی جلائی ہوئی مشتعل آگ بہت جلد بجھادی گئی، ورنہ نہ معلوم کہاں کہاں اور کن کن لوگوں کے خرمن ایمان پر اُسکی چنگاریاں گرتیں ؎ خس کم جہاں پاک ؀

(عاصی) شبیہ حسین مارہروی (علیگ)

اب کے محرم میں کیا ہوگا؟

خواجہ حسن نظامی صاحب کا نیا لکھا ہوا محرم نامہ پڑھا جائیگا جسکو شیعہ بھی پسند کرینگے اور سُنی بھی اول خلافت سے کربلا تک کے حالات ہیں۔ اور شہادت کا بیان تو ایسا دردناک ہے جو آجتک کسی کتاب اور مرثیہ میں نہیں لکھا گیا محرم کی مجلسوں میں پڑھنے کے لیئے سب سے اچھی کتاب یہی ہے کیونکہ معتبر ہے بہت مفصل ہے اور بہت آسان اردو میں ہے جلد منگا لیجیے ضخیم کتاب ہے قیمت کاغذ چکنے پر عہ سادہ پر ۱۲؍

سی پارۂ دل یعنی مجموعہ مضامین خواجہ حسن نظامی صاحب بھی تیار ہے جسکے مضامین بہت میٹھے بہت کڑوے۔ بہت نمکین۔ بہت کھٹے۔ جن میں غم ہے ہنسی ہے تصوف ہے۔ دین ہے۔ دنیا ہے اور اردو زبان کا پورا چٹخارہ ہے قیمت عہ (محصول علاوہ ہے)

مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

سلام

سیدانی کی قربانی

جب بادِ سموم اپنے تند و تیز تھپیڑوں میں اُس رات کو وداع کر چکی، جس کی صبح نے بنی زہرا کے پھولوں کو فنا نماں برباد کیا۔ اور قمقموں کی روشنی جسنے تمام رات سید الشہداءؑ کے چہرے کو حسرت سے بھیگا اور خون کے آنسو گرائے۔ جھلملا گئی تو قانون قدرت کی تعمیل میں بلبل بیمار نے زیتون کے درخت سے نعرۂ اللہ اکبر کے ساتھ میدان کربلا میں پیغام صبح پہنچا دیا +

صبح صادق کا سُہانا وقت ہی۔ دریائے فرات زور شور سے لہریں لے رہا ہی۔ عمر بن سعد کے لشکر میں خوشی کے شادیانے بج رہے ہیں۔ آلِ رسولؐ پر دانہ پانی بند ہوئے تیسری رات گزر چکی شیر خوار معصوم بلبلا بلبلا کر ماؤں کی گودوں میں نڈھال ہو گئے۔ بیبیاں اپنے سچے معبود کی حمد و تسبیح میں مصروف ہیں۔ تین دن کی بھوکی پیاسی سیدانی زینب بدنصیب اپنے دونوں بچوں کو کلیجے سے لگائے جلتی بھلستی ریت پر لیٹی سوچ رہی ہی۔ کیا نازک وقت ہی حسینؑ کی ساری کمائی لُٹ گئی۔ اسکا بھرا پُرا گھر اُجاڑ ہوا۔ اصغر جیسا پھول باپ کے ہاتھوں میں دم توڑ کر رہ گیا۔ اور اکبر جیسا کڑیل دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں کے سامنے سے اُٹھ گیا۔ ایسا عاشق زار بھائی۔ میرے دودھ کا شریک، میری مصیبتوں کا شریک جس نے ماں کی محبت اور باپ کی شفقت دل سے بھلا دی۔ لُٹ رہا ہے۔ کل اماں جان کو میدان حشر میں مُنہ دکھانا ہے۔ اگر پوچھ بیٹھیں کہ زینب میرے بچے کا کیا ساتھ دیا تو کیا جواب دونگی" +

اسی اُدھیڑ بُن میں تخیل نے سیدانی کو عالمِ خواب میں پہنچا دیا۔ دیکھتی کیا ہے کہ مدینے کی بچھڑی ماں سامنے کھڑی ہے۔ اصغر گود میں ہے۔ آنکھ سے آنسو کی جھڑیاں بہ رہی ہیں اور سینے سے خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ کچھ دیر تک ساکت رہنے کے بعد بآواز بلند کہا۔ "زینب اپنے لال کو میرے لال پر سے قربان کردے" +

ماں کی صورت دیکھتے ہی زینب تڑپ اٹھی - چاہتی تھی کہ قدموں پر گرے مگر گھنٹہ تھا آنکھ کھلی تو آگے پیچھے دونوں معصوم گلے میں ہاتھ ڈالے بیخبر لیٹے پڑے تھے - یہ خیال آتے ہی کہ تھوڑی دیر بعد یہ لال پیوند زمین ہوں گے کلیجہ نکل پڑا - دونوں کو چمٹا کر پیار کیا کہ ہشیار ہوں بلائیں لیں - منہ پر منہ رکھا اور آواز دی "کلیجہ کے ٹکڑو! اُٹھو! ماموں پر قربان ہو"

پُھلرواسے لال گھبرا کر اٹھ بیٹھے - ماں کی ہچکی بندھی ہوئی تھی - قدموں میں گر پڑے - مامتا کی ماری نے دونوں کو اٹھا کر پیار کیا اور کہا "عون و محمد دس اور بارہ برس تمکو کلیجے پر لٹایا ہے چمٹا کر سوئی اور لپٹا کر لیٹی - اندھیرے اُجالے باہر نہ نکلنے دیا - بیٹو! آج اپنے ہاتھ سے تمہارے گلے پر چھری پھیرتی ہوں - مجھ سے زیادہ سنگدل - مجھ سے بڑھکر ظالم عورت کون ہوگی - جو اپنے چاند کے ٹکڑوں کو خاک میں ملادے - آؤ میرے بچو! میرے کلیجے سے لگو - میرا دل ٹھنڈا کرو میں تمکو دولہا بناؤں - تمہارے کپڑے بدلوں - دیکھو میرے دودھ کا حق، میری خدمت کا معاوضہ، میری محنت کا بدلہ پورا پورا دینا" دونوں بچے ہاتھ باندھکر کھڑے ہوگئے اور رو کر کہا "اماں جان! ہم تابعدار ہیں - شوق سے ذبح کیجئے" بچوں کی اس صدا نے بے قابو کردیا - آوازیں کلیجے کے پار ہوگئیں - منہ پھیر کر روئیں - رو چکیں تو دونوں کے کپڑے بدلے اب ضبط نہ ہوسکا - دونوں کو لپٹا لیا اور کہا -

"پیارے بچو! ماں کے گھر سے خدا کے گھر بھوکا پیاسا بھیج رہی ہوں معاف کرنا"

پیاس کے مارے پھیپھڑیاں بندھی ہوئی تھیں - مگر ماں کی زبان سے اتنا نکلنا تھا کہ دونوں بے اختیار ہوگئے - ننھے ننھے ہاتھ جوڑکر عرض کرنے لگے "اماں جان! ہم اپنی اماں کی شکایت کریں گے"

دنیا آنکھوں میں اندھیر تھی - بچوں کا جواب تیر کی طرح کلیجے پر لگا - انھیں آنسو پونچھے اور دونوں کی انگلی پکڑ بھائی کے سامنے آئیں اور کہا :-

"بھیا! آج بدنصیب بہن کے پاس تیری مدد کے لئے کچھ نہیں - تو سخی ابن سخی ہے رانڈ بہن کا بیڑا پار کر - اور یہ ناچیز ہدیہ قبول کر"

بہن کی گفتگو نے سید الشہداء کو پریشان کر دیا۔ ہر چند سمجھایا۔ مگر سیدانی نے ایک نہ مانی۔ بالآخر امام عالی مقام نے بھانجوں کو اجازت دی۔ اب دونوں بچے ماں کی طرف جھکے چکر آیا۔ قریب تھا کہ گر پڑتیں۔ مگر سہارا لیا۔ اور اس دعا کیساتھ رخصت کیا:۔

"جاؤ آب کوثر سے پیاس بجھاؤ"

دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور ٹھٹکے۔ کچھ کہنا چاہتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر بڑے نے نیچی نگاہ کر کے عرض کیا:۔

"اماجان! ہمارا دودھ معاف کر دیجئے"

دونوں کو پیار کیا۔ رو ئیں اور کہا "جاؤ معاف کیا" بچے رخصت ہوئے مگر ہر قدم پر مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے۔ آگے بڑھیں اور کہا "جاؤ۔ رخصت ہو۔ لو میں پردے کے پاس کھڑی ہوں۔ تمہاری بہادری دیکھونگی۔ بیٹو! مجھے بھائی سے سرخرو کر دو" ٹڈی دل لشکر کے سامنے دو بچوں کی بساط کیا۔ مگر خون کے دریا بہا دیئے۔ آخر ایک بدبخت نے یہ چال کی کہ "لڑکو! لڑ کیا رہے ہو وہ دیکھو ممتا کی ماری ماں پردے سے باہر نکل آئی"

دونوں نے مڑ کر دیکھا اور چشم زدن میں ظالموں کے تیروں نے نازک کلیجے چھلنی کر دیئے۔ سید الشہداء بھانجوں کی لاشیں خیمہ میں لائے۔ ماں نے ان چاند کے ٹکڑوں کو خون میں لتھڑا دیکھا غش کھا کر گر پڑیں۔ اور بھائی کی اس قربانی، دونوں بچوں کو اپنے ہاتھ سے پیوند زمین کر دیا۔

منظور احمد عبادی

جذبات بھاشا

اسکو کتاب نہ کہئے سنگ چقماق ہے جس سے شرر جھڑتے ہیں اور تفتہ و زخم خوردہ دلوں کو سرتا سر پھونک دیتے ہیں۔ بمشہور انشاپرداز مولانا نیاز نے مصور جذبات بھاشا زبان کے اُن مشہور و سحر نگار شاعروں کا جنکو دنیا سے رخصت ہوئے چار پانچسو سال ہوئے خاص خاص کلام انتخاب کر کے اردو کے مینا بازار میں اپنے انداز خاص پر سجایا ہے پھر اس کی پوری تشریح و توضیح اردو میں کی ہے۔ نیز اردو اور بھاشا شاعری پر دیباچہ میں فلسفیانہ تاریخی انداز پر نہایت معنی خیز بحث کی ہے۔ ہر ہر سطر پر دل تڑپ جاتا ہے۔ ادبی دنیا میں اپنی عنوان میں یہ پہلی مثال ہے اسکے مطالعہ کے بعد یہ سمجھ میں آجاتا ہے کہ شاعری درحقیقت کس چیز کا نام ہے اور یہ سحر کسقدر پر آشوب ہے کاغذ ولایتی پر عمدہ چھپی ہے قیمت ۱۲ر علاوہ محصول + منیجر نظام المشائخ دہلی

رباعیات اکبر داناپوری

ہے دونوں جہاں کے شاہ! شیئاً للہ　　سلطان جہاں پناہ! شیئاً للہ
ہے آپکے دیدار کا سائل اکبر　　اے شاہوں کے بادشاہ! شیئاً للہ

آنکھوں میں ہے وہ خمار اللہ اللہ　　ہے خلوتِ دل میں یار اللہ اللہ
شاخِ شجرِ امید پھر سبز ہوئی　　آئی فصلِ بہار اللہ اللہ

یارب مجھے مل جائے ترے عشق کی راہ　　یہ ہے مری امید کہ تو خود ہے گواہ
ہو ہر رگ و پے میں سمائی تیری الفت　　مر جاؤں میں کہتا ہوا اللہ اللہ

سب کا وہی مالک ہے زمانہ ہے گواہ　　ہر دل میں ہے اسکی ہی محبت کی چاہ
کیسا پیارا ہے مرے مالک کا نام　　اللہ اللہ واہ اللہ اللہ

(نئی روشنی)　　محمد اکبر داناپوری

مدینہ کا سفر

اللہ اللہ مری قسمت کہاں لائی دیکھو　　بعد مدت مری امید بر آئی دیکھو
ناخنِ بخت نے کی عقدہ کشائی دیکھو　　درِ جاناں پہ ہوئی آج رسائی دیکھو
سامنے گلشنِ طیبہ جو نظر آتا ہے
غنچۂ خاطرِ پژمردہ کھلا جاتا ہے

آج ہے سامنے آنکھوں کے وہ دلکش منظر فرط شادی سے مرے بس میں نہ دل ہے نہ جگر
للہ الحمد مٹے دل سے سب آلام سفر بن گئے خار و خس راہ گل تازہ و تر
روح بے چین ہے سینے سے نکلنے کے لئے
شوق کہتا ہے مجھے دوڑ کے چلنے کے لئے

پیشوائی کو مری آئی ہوائے جنت تاکہ آغوش محبت میں سلائے جنت
اب نہیں جچتی نگاہوں میں فضائے جنت گرچہ رضواں مجھے سو بار دکھلائے جنت
کھب گئی ہے مری آنکھوں میں بہار طیبہ
باغ فردوس سے بڑھکر ہے دیار طیبہ

دیکھ لو ہے یہی مرقوم سر عرش بریں دل سے مرغوب ہے اللہ کو طیبہ کی زمیں
حسن میں حوروں سے بڑھکر ہیں مدینے کے حسیں نور اللہ کا دن رات برستا ہے یہیں
بے ادب پا منہ ایں جا کہ عجب درگاہ است
سجدہ گاہ ملک روضہ شاہنشاہ است

شمع ساں جب غم دوری سے پگھلتا تھا میں سر سے چلتا تھا کبھی آنکھوں سے چلتا تھا میں
یا نبی کہہ کے جو گرتا تھا سنبھلتا تھا میں پیچھے رہتی تھی صبا آگے نکلتا تھا میں
شکر ہے آج ہوئی ختم مصیبت میری
سحر عیش سے بدلی شب غربت میری

کھولے کیا چرخ پہ حوران جناں نے گیسو دفعۃً چھا گئیں صحرا میں گھٹائیں ہر سو
ہر طرف پھیل گئی پیرہن حور کی بو مست بیخود ہوئے خوشبوے حرم کی آہو
آئی آواز کہ لو منزل مقصود ہے یہ
جستجو جس کی تھی دن رات وہ موجود ہے یہ

شکر کی جا ہے سفر میرا ہوا آج تمام سر کے بل چلتا ہوں اب جا کہ ادب کا ہے مقام

گنبد سبز میں آرام میں ہیں شاہِ انام حاضر اس در پہ ملائک ہیں بشکل خدام

مدح حضرت کی خدائے دو جہاں کرتا ہے
عظمت و شان کو قرآں میں بیاں کرتا ہے

شب معراج میں کس شوق سے بلوایا ہے اپنا محبوب خدا نے انہیں فرمایا ہے
آپ کی شان میں لولاک لما آیا ہے شافع عرصہ محشر کا لقب پایا ہے

خلق سے افضل و اعلیٰ ہے وہ ذاتِ حضرت
کس کا منہ ہے جو کرے مدح صفاتِ حضرت

اے مرے شاہ! مدینہ کے بسانے والے گمرہوں کو رہِ فردوس بتانے والے
اپنی امت کے لئے رنج اٹھانے والے اور گنہگاروں کو دوزخ سے بچانے والے

رخ انور سے نقاب آج اٹھا دو آقا
اپنا جلوہ مجھے للہ دکھا دو آقا

ہوں مصیبت میں مدد کو مری آؤ شاہا دردِ دل کی ہو دوا بگڑی بناؤ شاہا
تشنہ ہوں شربت دیدار پلاؤ شاہا راہ بھولا ہوں مجھے راہ بتاؤ شاہا

چھوڑ کر آپ کی چوکھٹ کو رسا جائے کہاں
درِ اقدس کے سوا سر کو یہ ٹکرائے کہاں

یا نبی آپ پہ قربان ہوں سوچا ہے یہی دشت طیبہ میں ہو مسکن مرا سودا ہے یہی
در پہ حاضر رہوں تا زیست ارادہ ہے یہی ہو مرا خاتمہ بالخیر تمنا ہے یہی

چشم رحمت سے تمہارا جو اشارا ہو جائے
بحر عصیاں سے مرا پار سفینہ ہو جائے

سید محمد اسمٰعیل رسا ہمدانی
گیاوی

۴۸۹

پانی

مجرئی ساقیٔ کوثر کو نہ پہنچا پانی
پانی پانی ہے ندامت سے ہر اک جا پانی

سوزِ لب تشنگیٔ آلِ عبا لکھنا ہے
میں نے دوات میں ڈالا ہے اُبلتا پانی

امتحاں صبر و رضا کا یہ لیا خالق نے
آسماں سے بھی کئی روز نہ برسا پانی

شاہ کہتے تھے گلہ کیا ہے ستمگاروں کا
کہ لکھی تھی مری تقدیر میں ایذا پانی

ہائے ہو قبضۂ کفار میں دریائے فرات
اور اصغرؓ کو نہ دیں ایک کٹورہ پانی

جانور ہو گئے سیراب زمانہ کے ۔ مگر
آلِ احمدؐ نے نہ پایا لبِ دریا پانی

تھی رجز شاہ کی ہیبت سرِ میدانِ وغا ق
تم نے کیوں بند کیا کوفیو دانہ پانی

میں اشارہ بھی اگر آنکھ سے اپنی کر دوں
لائیں بھر بھر کے حباب لبِ دریا پانی

میں جو چاہوں تو ہر اک سنگ سے دریا نکلیں
حکم دوں تو ابھی ہو جائے یہ صحرا پانی

ہاں مگر مرضیٔ اللہ سے مجبور ہوں میں
کہ ہے تقدیر شہادت مجھے اس جا پانی

نہر پر لائے جو عباسؓ تو بولا رہوار
میں تو ہرگز نہ پیوں گا تنِ تنہا پانی

کہتے تھے شاہ کہ دے گا تمہیں کوثر اللہ
میرے ننھے کو پلا دو جو ذرا سا پانی

اللہ اللہ یہ تھی حدتِ سوزِ غمِ شاہ
آنکھ سے بھی تو نہ نکلا دمِ گریہ پانی

رسم یہ سب ہے کہ دمِ ذبح عنایت کرکے ق
جانور کو بھی پلا دیتی ہے دنیا پانی

مگر افسوس دمِ قتل بقدرِ قطرہ
شمر نے سرورِ دیں کو نہ پلایا پانی

شامیوں کو شرر و شعلے دیئے جائیں گے
جب سرِ حشر پکاریں گے کہ "لانا پانی"

دل جو دکھتا تھا تو یوں آلِ عبا کہتے تھے
کون جانے ابھی تکلیف ہے کیا کیا پانی

وصف لکھنا ہی مجھے کرکے وضو حضرت کا
چاہیئے چشمۂ کوثر کا اچھوتا پانی

میں جو چلاؤں گا گونجے گی خدائی ساری
میں جو روؤں گا تو ہو جائیگی دنیا پانی

کوفہ میں تا لبِ سادات نہ پہنچا افسوس — آبرو کھونے کو تھا خلق میں آیا پانی
تین دن پانی کو ترسا کیے ننھے بچے — کیوں نہ ہو جائے مصیبت سے کلیجہ پانی
سینہ کی دھاروں پہ ہے دھوکا بھی تلواروں کا — خون کفّار کا اب تک ہے پیاسا پانی
آلِ زہراؑ کے حریفوں کا ہے پانی زہرہ
دیکھ سیمابؔ مری تیغِ زباں کا پانی

سیمابؔ صدیقی الوارثی اکبرآبادی

پامال چیونٹی کی فریاد

دولت کدوں سے اپنے بن ٹھن کے چلنے والو — جوشِ شباب میں او تن تن کے چلنے والو
مانا کہ تم جری ہو اور پہلوان تم ہو — زیبِ زمین تم ہو فخرِ جہان تم ہو
جن و ملک تمہاری شوکت کو مانتے ہیں — کوہ و فلک تمہاری رفعت کو جانتے ہیں
بھاگے ہیں دم دبا کر سب شیر نر تمہیں سے — پیلِ دماں کے ڈھیلے ہیں بال و پر تمہیں سے
اوصاف اب کرے کیا کوئی رقم تمہارے — قبضہ میں ہیں ازل سے سیف و قلم تمہارے
ہے یہ حقیقت رتبہ تمہارا فائق — خالق کے فضل سے ہو تم افضل الخلائق
ہاں شاندار ٹوپی خوش وضع سوٹ پہنو — ڈاسن کے شوز ڈاٹو بوسک کے بوٹ پہنو
سب کچھ مزے اڑاؤ پر دیکھ کر چلو تم — ناچار چیونٹی کو نہ پاؤں سے ملو تم
گو آپ کی نظر میں ہے ہیچ میری ہستی — پر لے خدا کے بندو سیکھو خدا پرستی
شکوے کرو نہ ناحق تم جورِ آسماں کے — حامی بنو خدارا کمزور و ناتواں کے

میر احمدی اجمیری

رعایت! کلید اخباری یعنی اخباری لغات کی قیمت میں ۲ر کی رعایت یکم محرم ۳۵ھ سے ۳۰ - ربیع الاول ۳۵ھ تک ہوگی بجائے ۱۰ر صرف ۸ر علاوہ محصول

منیجر نظام المشائخ

نظم

اکلِ حلال

نکلے ابراہیم ادہم طالبِ اکلِ حلال
چھان ڈالا سب عراق آیا نہ ہاتھ اُنکو کہیں

پھرتے پھرتے ہو گئے وہ جب وہاں سے نااُمید
تب گئے طرطوس کو دلکش تھی جسکی سرزمین

دس درم طے پا گئی تنخواہ اُنکی ماہوار
باغبانوں میں وہ نوکر ہو گئے آخر وہیں

باغ کے مالک نے مانگا ایکدن شیریں انار
توڑ لائے وہ ترش تو جھڑکیاں خوب اُنکو دیں

پھر اُنہیں بھیجا کہ لاؤ اب کے شیریں ڈھونڈھ کر
لائے تو پھر بھی ترش پاکر ہوا وہ خشمگیں

اُن سے بولا کیا نہیں ہے فہم شیرین و ترش
کتنے ناواقف ہو گو مدت سے رہتے ہو یہیں

تب دیا اُسکو یہ ابراہیم ادہم نے جواب
میں تو میووں کو رکھاتا ہوں اُنہیں کھاتا نہیں

(ہمدم) شوق قدوائی

نظم

رشحات اکبر الہ آبادی

کسیکے مرنے سے یہ نہ سمجھو کہ جان واپس نہیں ملیگی
بعید شانِ کریم سے ہے کسیکو کچھ دیکے چھین لینا

یوں تو دونوں ہی ہیں مصروف عبادت میں مگر
ایک نکتہ ہے نظر چاہیئے جس پہ کہ بس

اہلِ ظاہر تو فقط حکمِ خدا پاتے ہیں
اہلِ باطن طپشِ دل کی دوا پاتے ہیں

جو ہو مقبول شیطاں کام اُسے مردود سمجھا ہوں
زیادہ بحث کو اس باب میں بیسود سمجھا ہوں

کون کسکے ساتھ ہے ہر شخص اپنے ساتھ ہے
اب رہی مطلب برآری وہ خدا کے ہاتھ ہے

ہو رہا ہے نفاذ حکم فنا
نہ مکیں اس سے بچتے ہیں نہ مکان

توپیں خود آکے ابتو میداں میں
کہتی ہیں کُلُّ مَنْ عَلَیْہَا فَانٍ

محبوب ہے آزاد خیالات میں رہنا
لیکن نہیں منظور حوالات میں رہنا

سائنس نے مارا ہے مریدین پہ چھاپا
بیسود ہے اب فکرِ کرامات میں رہنا

عیدالضحیٰ کی خوشی میں شائقین کتب کے لئے خاص رعایت

(یہ رعایت ۲۰ ذوالحجہ لغایت ۲ محرم الحرام تک ہے)

نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی	نام کتاب	قیمت اصلی	قیمت رعایتی
احسن التفاسیر اردو معہ مقدمہ			تفسیر سورۂ الم نشرح	۶ر	۴ر	جواہر زواہر	۳ر	۲ر
یہ تفسیر تمام تفسیروں میں اچھی ہے	صہ	لعہ	تحفۃ الموحدین	۳ر	۲ر	فردوس بریں	عہ	۵ر
تفریح الاحباب فی مناقب آل و الاصحاب	عہ	عہ/۴ر	السارعون	عہ/۸ر	عہ	سرمہ چشم آریہ	۱۲ر	۶ر
الفاروق	ے	عہ/۴ر	حیات ولی	عہ	عہ/۱۰	قصہ جاپان	۱ر	۰ر
سیرۃ النعمان	عہ/۸ر	۱۲ر	حیات باقیہ	۱۲ر	۶ر	لکچر تحفہ	۴ر	۳ر
المامون	عہ/۸ر	۱۲ر	بڑی سوانح عمری	۸ر	۴ر	آزادی مستورات کی بے پردگی	۰۲ر	۲ر
الغزالی معہ جلد	عہ/۸ر	۱۴ر	شرف المناقب	۴ر	۲ر	تعلیم	۰۲ر	۲ر
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر معہ جلد	۸ر	۵ر	سوانح عمری بندہ نواز گیسو دراز	۸ر	۵ر	نصاب المسلمین	۴ر	۳ر
سفرنامہ روم و مصر و شام	عہ/۸ر	۱۴ر	بوستان خوشتر	۴ر	۲ر	نوٹ جو صاحب چار لکچر ایکدم خریدینگے		
مقالات شبلی معہ جلد (جلد ۱)	عہ/۴ر	۱۴ر	صالحات الملقب حیات صالح	۱۲ر	۱۰ر	ان سے صرف ۸ر لیے جاوینگے علاوہ محصول ڈاک		
تاریخ اسپین	للعہ	[illegible]	دہلی گائڈ المعروف بہ رہنمائے دہلی	عہ	۶ر	کشت زار اردو	۱۲ر	۸ر
رسالہ رکن دین معہ جواز الجمعہ	۱۰ر	۷ر	چمنستان عرب غنچہ ج	عہ/۴ر	۱۰ر	ازواج النبی صلعم	۱۰ر	۶ر
اربعین یعنے چہل حدیث	۳ر	۲ر	دیوانِ راسخ	[illegible]	عہ/۴ر	ثبات النعش کا تقدولاتی	۸ر	۵ر
سعادت الکونین فی فضائل حسنین	عہ	۸ر	دیوانِ واعظ	۴ر	۳ر	مرأۃ العروس	۸ر	۵ر
جواہر البیان فی حفظ الایمان	۱۲ر	۸ر	ارکان دین	۰۱ر	۱ر	مسدس حالی جدید معہ فرہنگ	۸ر	۴ر
فضائل محرمی المعروف بہ مولود منیر	۱۲ر	۶ر	تطہیر الاخلاق	۰۱ر	۱ر	گلشن نوشتہ حصہ چہار دانش	۱۲ر	۸ر
نئی اردو تفسیر	۱۰ر	۶ر	مظہر العقائد	۰۱ر	۱ر	بہشتی زیور معہ گوہر گیارہ حصے	عہ/۸	عہ/۱۲

نوٹ جو صاحب مولانا شبلی مرحوم کی تصانیف کی سات جلدوں کی ایکدم فرمائش کرینگے ان سے [illegible] علاوہ محصول ڈاک کے لئے جاوینگے [illegible] رعایت میں رعایت کردی گئی ہے۔ فرمائش جلد آنی چاہیے (تمام درخواستیں بنام سید محمد شفیع الدین [illegible] دہلی [illegible])

زہر عشق

(کوثر کی دُھلی ہوئی زبان میں)

یہ وہی مثنوی ہے جسکے لوگ ایک عرصہ دراز سے خواستگار تھے، جو کہیں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی تھی۔ ہم نے بڑی محنت اور پوری جانفشانی سے اسے تیار کیا ہے۔ واقعات اور جذبات کے لحاظ سے یہ مثنوی جیسی کچھ بے مثال و بے نظیر ہے وہ آپ خود جانتے ہیں۔ اسکی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی اور دہلی کی متوالی زبان ہے۔ وہ شعر بجائے خود ایک نشتر، اور ہر صفحہ ایک محشر ہے جس میں لفظی صُور پھونکا جا رہا ہے۔ جذبات مرحوم کروٹیں لے لیکر اُٹھتے ہیں۔ اور نیرنگی کی دل آویزی فردوس نظر بن جاتی ہے۔ ٹائٹل نہایت دل آویز اور نظر فریب ہے جس پر دو وفا شعاروں کی حسرتناک قبریں بنی ہوئی ہیں۔ سُنسان جنگل کے خاموش درخت کھڑے ہوئے ماتم کر رہے ہیں۔ چاند حیرت کی وہ اس بنا ہوا ایک طرف حیران کھڑا ہے۔ تارے حسرتناک آنکھوں سے مرنے والوں کو خواب ناز میں دیکھ رہے ہیں۔ غرضکہ مثنوی کو صوری و معنوی خوبیوں سے ہر طرح دل آویز و دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اندر دو تصویریں بھی ہیں۔ لکھائی چھپائی کا خاص انتظام کیا گیا ہے اور یہ صرف اسلیے کہ لوگوں کی نگاہیں جو مدتوں سے ترس رہی تھیں ہزاروں خوبیوں کے ساتھ

زہر عشق

کو پھر دیکھیں۔ اور اُس کے جذبات حُسن و عشق سے کیفیت تازہ اٹھائیں۔ **قیمت صرف ۴ر** محصول ڈاک علاوہ ہوگا۔ چار جلدیں اکٹھی منگا لیجیے۔ تو محصول بھی ہم اپنی طرف سے لگا دینگے۔

مثنوی منگوانے والے جلد منگوالیں ورنہ کثرت طلب کی وجہ سے جلد ختم ہو جانے کا یقین ہے

ملنے کا پتہ

ارشاد احمد خان ارشاد نظامی منیجر نظامیہ کمیشن ایجنسی

خود ڈاکٹر بن جائیے

اگر آپ خود ڈاکٹر بن کر اپنے اور اپنے عزیزوں کو وبائی امراض کے نادین محفوظ رکھنا چاہتے ہیں یا اپنے غریب پڑوسیوں کو اون کے نازک وقت میں امداد کر کے حق انسانیت سے ادا ہونا چاہتے ہیں تو اسکا ایک نہایت آسان طریقہ ہے جس میں زیادہ دولت کی ضرورت ہے اور نہ وقت کی اور وہ یہ ہے کہ کلکتہ کے ای ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کے مشہور نمائشی بکس کو خرید لیجئے۔ اس میں حسب ذیل ایسے مفید مجرب مفصل نیز دوائیں ہیں جو آپکو ہر وقت اکسیر کا کام دیگی

تفصیل ادویات

عرق کافور ہیضہ دگرمی کے دست کی ایک ہی دوا ہے **دمہ کی دوا**۔ فوراً دم کو دبا دیتی ہے **کولا ٹانک** ہرایک کے لیے طاقت بڑھانے کی دوا **مقوی باہ کی گولیاں**۔ جیسا نام ویسا فائدہ **جلاب کی گولیاں** آسانی سے پیٹ صاف کرتی ہیں **عرق پودینہ سبز**۔ درد شکم دریاحی درد کی دوا۔ قیمت فی بکس ایک روپیہ آٹھ آنے

محصولڈاک چار آنہ ۴ر

ادویات ہرجگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے طلب کیجئے

قوت کی گولیاں

۳۱ برس سے تمام ہندوستان میں مشہور ہو رہی ہیں۔ طاقت دینے والی مشہور دوائیں۔ فاسفورس اسٹکنیا ڈامیند ملا کر یہ گولیاں بنی ہیں۔ اسلئے معز رپڑھ۔ رگ اور خون کو طاقت دینے کا خاص دعویٰ رکھتی ہیں۔ زیادہ محنت دماغی کی خرابی دیپ اعصاب العیوب خواہ کسی وجہ سے ہوں ان گولیوں کے استعمال سے اول ہی روز میں فائدہ نظر آتا ہے بدن میں قوت اور مزاج میں گرمی معلوم ہونے لگتی ہے۔ چہرہ پر رونق اور جوانی پر ضعیفی کی سی حالت ٹوٹے ہوئے جسم میں دوبارہ جوش لاتی ہے۔ **قیمت**۔ ۳۰ گولیوں کی شیشی دو ہفتہ کی خوراک کا ایک روپیہ محصولڈاک ایک سے چار شیشی تک ۵ر

دیکھئے جناب اڈیٹر صاحب مخبر دکن کیا تحریر فرماتے ہیں ۔ ہم نے ڈاکٹر صاحب کی تعریف پر خیال کر کے تلبیس گولیاں منگائیں ۔ اس کے بہتر ہوف اثر اور فوائد پر نظر کرتے ہیں تو ان گولیوں کی قیمت بجائے ایک روپیہ کے دس روپے رکھنے چاہئے تھی +

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن نمبر ۵ و ۱۰ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

(انگریزی و یونانی طبابت کا ازدواج یعنی)

علم و عمل طب

مصنفہ لفٹنٹ کرنل بھولا ناتھ صاحب انڈین میڈیکل سروس چھپکر طیار ہو گئی ہے

اس نادر کتاب کے اندر لائق مصنف نے اپنی ۳۰ سالہ طبی تجربہ اور وسیع مطالعہ کا نچوڑ نکالکر درج کر دیا ہے گویا ایک دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے علمی مضامین کو ایسی انوکھی اور شیریں عبارت میں لکھا ہے کہ پڑھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی ناول پڑھ رہے ہیں کہ جو مضمون کو شروع کر دو تو ختم کئے بغیر اسے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس کتاب میں نہ صرف طبی مضامین پر بحث کی گئی ہے بلکہ اور دوسرے سوالات پر جہاں قلم اٹھایا ہے مصنف نے اپنی قابلیت اور زور قلم کا پورا پورا ثبوت دیا ہے۔

یہ کتاب یونانی اطبا کیلئے بالخصوص ضروری ہے جو جدید معلومات سے مستفید ہونا چاہتے ہیں نیز اسسٹنٹ سرجن اور سب اسسٹنٹ سرجن صاحبان بھی اس سے بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو جدید سے جدید معلومات کا اپنے مریضوں کو فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور نیز جو یونانی طب سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کتاب چھپی بھی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ ضخامت ۱۲۷۵ صفحے $\frac{18}{22}$ سائز

قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے (للعہ) محصولڈاک بذمہ خریدار

بابو برج لال بھارت انشورنس آفس لاہور

نصاب تعلیم نسواں

(شیخ محمد معرفت خواجہ حسن نظامی درگاہ دہلی)

عورتوں کے تعلیم دینے یا نہ دینے سے زیادہ مشکل یہ مسئلہ ہے کہ پڑھائیں تو کیا پڑھائیں کئی جگہ کوشش ہوئی بہت اچھی اردو زبان میں کچھ سلسلے لڑکیوں کے درس کی قابل لکھے ہیں ان سب میں ایک نہ کالج کی شاخ تعلیم نسواں نے جو سلسلہ تیار کیا ہے غنیمت معلوم ہوتا ہے لیکن جب نمونے اس شاخ نے شائع کئے ہیں میں نے انکو سرسری نظر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انگریزی طرز کی تقلید اور نقل کا بہت بڑا خیال کیا گیا ہے۔ بچپن میں دماغ کیا اکتساب کرتا ہے؟ اس کا سمجھنا آسان بات نہیں۔ اس کی الگ تمیز کر پوری ہو؟ یہ اس سے زیادہ مشکل ہے۔ مگر میں نے دیکھا اس سلسلہ نصاب میں ایک حد تک مدرسہ کی نظر سے فلسفہ کی بھی نظر رکھا گیا ہے۔ میں کہنا چاہتا ہوں کہ نصاب مذکور اس قابل ہے کہ ہندوستان کے شریف گھرانوں میں اس کا رواج جاری کیا جائے کیونکہ مذہبی مسائل میں تنگی کا خیال رکھا گیا ہو اور یہی سب سے بڑی بات ہے۔

کتابوں کے نام اور قیمتیں حسب ذیل ہیں:-

دینیات کی رسالے حنفی مسلمان بچیوں کیلئے (۱) پہلا رسالہ ۲/ (۲) دوسرا رسالہ ۳/ (۳) تیسرا رسالہ ۳/ (۴) اردو کا قاعدہ بالتصویر ۳/ (۵) اردو پہلی کتاب ۲/ (۶) پہلی کتاب بالتصویر ۲/ (۷) دوسری کتاب بالتصویر ۳/ (۸) تیسری کتاب ۲/ چوتھی کتاب اور پانچویں کتاب زیر طبع ہیں محصولڈاک وغیرہ بذمہ خریدار۔ ملنے کا پتہ شیخ عبدالعزیز ... حسن نظامی دہلی

اسلامک ریویو مجریہ لندن ماہانہ

اسلامک ریویو مجریہ لندن

ادیٹر خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی صدر الدین صاحب + قیمت سالانہ تین روپے + اسکا ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو کسی معرف کرانے کا محتاج نہیں۔ صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اسوقت اسی کے منافع پر انگلستان اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چل رہے ہیں۔ اسکا ہر ایک خریدار گویا بلاد غربیہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے۔ اگر برادران ملت کوشش کر کے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دس ہزار خریدار پیدا کر دیں۔ تو ان کا منافعہ ہی ہمارے دو کنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کئی ہزار تک بلاد غربیہ میں بمفت تقسیم ہو اگر کوئی تبلیغ اسلام کا شیدائی ہمیں پانچ روپے سالانہ دیدے۔ تو ہم ان کی طرف سے ایک انگریزی رسالہ یورپ میں بمفت تقسیم کر دیں گے۔ کیا ملت بیضا کی اشاعت کے عاشق چند ہزار بھی ہندوستان میں نہیں؟ دوستو اٹھو! جاگو! وقت کو غنیمت سمجھو۔ اسلامک ریویو ایک کامیاب ذریعہ اشاعت اسلام کا ثابت ہوا ہے۔ اور بفضلہ تعالی اس نے اپنی عزت کو یورپ میں نہایت آب و تاب سے قائم کیا ہے۔ اسکی مضبوط کرنے کی کوشش کرو۔ اور اللہ تعالی سے اجر جزیل پاؤ۔ والسلام۔ نوٹ نمونہ کا ٹکٹ آنے پر مفت۔ خط و کتابت و ترسیل زر ذیل پتہ پر آنی چاہیئے۔

خواجہ عبد الغنی منیجر اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

پانچ پانچ روپے کے سو خریدار فوراً مطلوب ہیں

تینوں کتابوں کے یکجائی خریدار کو محصولڈاک و فیس رجسٹری معاف

یعنی

تینوں کتابوں کا ملیہ مع محصولڈاک پانچ روپیہ

(۱) **انتخاب اردوئے معلی**۔ یعنی مرحوم رسالہ اردوئے معلی علیگڈہ کی گذشتہ دس جلدوں کے بہترین مضامین نظم و نثر کا بلند پایہ انتخاب مجلد۔ قیمت ایک روپیہ بارہ آنہ عہ

(۲) **مکتوبات امیر مینائی**۔ یعنی منشی امیر احمد مرحوم لکھنوی کے دلچسپ خطوط کا مجموعہ مع تصویر و سوانح عمری امیر و مولانا داغ و امیر تسلیم ۳۵۰ صفحے مجلد ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

(۳) **تذکرۃ الشعراء** حصہ اول مکمل۔ حجم تقریباً ۵۰۰ صفحے مرتبہ حسرت موہانی جس میں تذکرہ شعراء اردو کے علاوہ دیوان امیر، شیفتہ، سحر، تنہا، ہجر، محزون، آتش، عاشق، ناظر، خاطر، دہلوی، مومن، تسلیم، تسلیم، رشک، حالی ،نظیر، مست، مصطفیٰ آبادی و حسرت موہانی کے دواوین کا انتخاب بھی بطور ضمیمہ شامل ہے۔ ان میں سے اکثر دیوان ایسے ہیں جو کہ اور جگہ دستیاب نہیں ہو سکتے۔ قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ ۔ (نوٹ) طبع ثانی تک حسرت موہانی کا دیوان صرف بطور ضمیمہ تذکرۃ الشعراء مل سکتا ہے علیحدہ نہیں مل سکتا +

المشتہر:- بیگم حسرت موہانی۔ دفتر اردوئے معلی۔ علی گڈہ سٹی۔

رعایت بلکہ مفت

کتب جو دفتر انسٹیٹیوٹ پریس گزٹ علی گڈہ جو ذخیرہ کو ختم کرنے کے لیے حیرت انگیز رعایتی قیمتوں پر پبلک کی نذر کی جاتی ہیں محصولڈاک ہر کتاب کا بذمہ خریدار ہوگا ہے رعایت ... کتابوں کا ...ہر ... معارف کی ... کے ۵ فیصدی کمیشن بھی ملیگا مفصل فہرست جو بالکل بلاقیمت ... کتابوں کا ... اور دلچسپ کتابوں کا ایسا نادر ذخیرہ ان مجموعوں کے ... دستیاب نہیں ہو سکتا فوراً منگوائیے ...

منیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علیگڈہ

ایمان بڑی چیز ہے

اٹلی نے طرابلس پر جرمنی نے بلجیم پر اس زور کا حملہ نہیں کیا جس زور کا دھاوا آج کل سائنس نے مذہب پر کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف سے الحاد و دہریت کی عام وبا پھیل گئی ہے۔ اور لوگ بغیر عقلی دلایل کے لقمہ تک نہیں توڑتے یہاں تک کہ اپنی خام عقلی سے عقاید تک سے منحرف اور برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

اثبات واجب الوجود

اس خیال کو پیش نظر رکھ کر مفتی انوار الحسن ایم۔ اے منشی فاضل نے تصنیف فرمائی ہے جسقدر اعتراضات سائنس اور فلسفہ کی رو سے عقاید اسلام پر وارد ہوتے تھے سب کا نہایت دندان شکن جواب دیا ہے اور خود عقل و سائنس سے ثابت کیا ہے کہ تمام اعتراضات لغو و مہمل ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر ایک مسلمان کے لیے نہایت ضروری ہے خصوصاً نئے تعلیم یافتہ گروہ کے لیے تو واجب ہے کہ اسکا ایک مرتبہ ضرور مطالعہ کریں ایمان و عقاید کی اصلاح کے لیے تو یہ کتاب اکسیر کا حکم رکھتی ہے قیمت ۸؍ ملنے کا پتہ فردوس بک ڈپو دہلی

دکن کی پری

قیمت ۱؍ سے خریدار ہوں گے مہ و مشتری کہاں چھپی ہے دکن کی پری

حضرت والا مولانا سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کی جادو نگاری سے کون واقف نہیں۔ آپکا قلم محبوب جہاں آرا ہے جس کی جنبش سے موتی اور پھول ہی برستے ہیں چنانچہ بالفعل آپنے ایک ناول دکن کی پری نام لکھا ہے جو چھپ کر تیار ہو چکا ہے میں اسکی تعریف کیا کروں خوب ہے مرغوب ہے تصوف سے لبریز ہے ذوق و شوق شراب شیراز کی طرح اس سے ٹپکتا ہے۔ لغویت سے بالکل پاک ہے شریف زادیوں کے لیے ... پردہ کی تعلیم دیتا ہے قیمت اسکی ۸؍ محصول ڈاک چھ آنہ ۶؍ ہے

[illegible]

ملنے کا پتہ: سید ناصر نذیر فراق دہلوی محلہ ... [illegible]

نام کتاب	قیمت
عناصر الشہادتین۔ شہادت کے حالات شروع سے آخر تک درج ہیں جو نہایت مستند ہیں اور اسکی مقبولیت عام ہے۔ نہایت عمدہ کتاب ہے۔	۸ر
ذکر الشہادتین۔ یہ وہ مشہور کتاب ہے جس کی تعریف اسکی شہرت کے مقابلہ میں ہوسکتی ہے۔ بہ لحاظ صحت روایات جو قبولیت کا درجہ اس کتاب نے حاصل کیا ہے وہ ذکر شہادت میں کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ ہم نے جا بجا اسمیں نظم و نثر کا اضافہ کرکے اسکو زیادہ قابل بنادیا ہے	۵ر
رموز الشہادتین۔ مولفہ غلام امام شہید رح۔ یہ کتاب بھی حالات شہادت میں بے مثل ہے۔	۲ر
تقریر الشہادتین۔ منتخب شہادتوں کا رسالہ ہے۔ یہ بھی اپنی خوبی میں کسی سے کم نہیں۔	۰۳ر
دہ مجلس۔ یہ کتاب اپنی شہرت کی وجہ سے کسی تعریف و توصیف کی محتاج نہیں	۴ر
دہ مخزن۔ مولفہ حکیم نصر اللہ خان صاحب دہلوی مرحوم۔ بہت دلچسپ کتاب ہے	۵ر
جنگ نامہ کربلا	۴ر
جنگ نامہ محمد حنیف۔ بہت اچھی طرح سے شہادت کے واقعہ کو بیان کیا ہے۔	۱۴ر
ذائقہ ماتم۔ عرف چہل مجلس شیرازی۔ سید وزیر حسین صاحب رضوی یکم محرم سے چہلم تک پڑھنے کے لیے یہ کتاب اپنی طرز کی ایک ہے	۱۴ر
فضائل مرتضوی	۱۰ر
روضۃ الشہدا مسمّی بہ گنج شہدا	۱۴ر
جنگ نامہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۰۲ر
روضۃ الشہدا۔ فارسی از ملا حسین واعظ کاشفی	۱۰ر
سانحہ کربلا۔ فی ذکر سید الشہدا اردو شہادت کا مفصل حال درج ہے	۱۴ر
مجموعہ مرثیہ دبیر کامل۔ جلد اول ۱۰ر جلد دوم ۱۰ر	۱۰ر
مجموعہ مرثیہ انیس مرحوم۔ جلد اول ۱۴ر جلد دوم ۱۲ر جلد سوم ۸ر جلد چہارم ۱۰ر	۱۴ر
مجموعہ مرثیہ مونس۔ جلد اول ۱۰ر جلد دوم ۱۰ر جلد سوم ۱۰ر	۱۴ر
مجموعہ مرثیہ گلزار غم۔ مصنفہ سید حسین مرزا صاحب مرحوم کامل	۱۴ر
مرقع غم۔ مرثیہ جناب احمد رضا صاحب خان بہادر متخلص رضا	۱ر

عالم پاک کی خاک

چٹکی میں بیڑے پار

چند روز سے ایک اشتہار ان صفحات پر خاک کی چٹکی کے عنوان سے چھپ رہا ہے۔ لوگوں نے سمجھا ہوگا یہ بھی اشتہاری ہیرپھیر ہے مگر جن لوگوں نے اسکو منگوایا اور استعمال کیا ان کی تعریفیں ڈاک میں دیکھ کر خلقت حیران ہو کہ اس بے اثری کے زمانہ میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو خاک کی چٹکی سے صدہا لوگوں کے دکھ درد دور کر سکتے ہیں اطلاعوں سے پایا جاتا ہے کہ اس چٹکی نے برسوں کے قبض کو دور کر دیا ہے۔ اداس چہرے شگفتہ کر دئے۔ ٹوٹی ہوئی ہمتیں بلند و بالا کر دیں۔ موذی مرض جریان نے جن لوگوں کو زندہ درگور کر رکھا تھا اب اپنے بدن میں نئے قسم کے ولولے اور جذبے پاتے ہیں اس چٹکی سے خدا نے انکو نجات دی۔ معدے کے صدہا بیمار لکھتے ہیں کہ برسوں چورن کھائے نمک استعمال کئے رات کا کھانا چھوڑا مگر خاک فائدہ نہیں ہوا۔ کمبخت معدے کے ہاتھوں کھانے کا مزہ بھی جاتا رہا تھا لیکن اس چٹکی نے مسیحا کا کام دیا۔ سات دن کے اندر بھوک کا یہ عالم ہو گیا کہ چار چار دفعہ رات دن میں کھاتے ہیں اور سب ہضم ہو جاتا ہے روکھی سوکھی روٹی پلاؤ قورمہ کا مزہ دیتی ہے۔ جگر کے مریض لکھتے ہیں کہ خدا درویشوں کا بول بالا کرے موت کے منہ سے نکال لیا جگر نے زندگی خراب کر رکھی تھی۔ بدن میں خون کا نام نہ رہا تھا جو کھاتے تھے انگ کو نہیں لگتا تھا خبر نہیں کہاں غائب ہو جاتا تھا جو شخص صورت دیکھتا یہ کہتا میاں کیا حال ہے خیر تو ہے۔ تمہاری تو دن بدن حالت ہی خراب ہوتی جاتی ہے۔ جب اس چٹکی کو استعمال کیا ہے۔ ہاتھ پاؤں میں چستی اور پھرتی آ گئی۔ چہرہ پر سرخی آ چلی ہے ہم تو ایسی اکسیر کا دوامی استعمال رکھیں گے۔ ان سب تعریفوں اور کامیابیوں کو معلوم کر کے ہم نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ یہ سب اسی کی کارسازیاں ہیں۔ بندہ ہر حال میں بندہ ہے اس نے اپنی قدرت سے دکھا دیا کہ ولایت والے جن دواؤں کی شیشیاں ہزاروں روپیہ میں بیچتے ہیں ہندوستان میں خدا کے بندے چند پیسوں میں ان سے بڑھ کر دوا دیتے ہیں۔ اگر یہ دوا کسی یورپین کے پاس ہوتی تو لاکھوں روپیہ کما لیتا اور دوا اپنے نام پیٹنٹ کرا لیتا۔ مگر ہم تو عام مخلوق کے فائدے کے لیے اس کو ویسے ہی کم داموں پر فروخت کرتے رہیں گے۔ ابھی تو اس دوا سے زیادہ تر شہر والے جو کھلے اپنی مراد کو پہنچے ہیں جن لوگوں نے اسے ہمیشہ استعمال میں رکھنے کا ارادہ کیا ہے یقیناً انکو فائدہ ہوگا

آٹھ دن کی دوا ایک روپیہ میں اور چالیس روز کی پانچ روپیہ میں + **المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ و خطیب دہلی**

تین پر ایک

حصہ چہارم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴ر

ناگفتہ بہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴ر

شیخ سنوسی کا پہلا دوسرا تیسرا حصہ فراہم کیجئے جن میں آئندہ زمانہ کے انقلابات اور موجودہ جنگ کے پر اسرار انجام کے حالات ہیں۔

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی

سفرنامہ مصر و شام و حجاز باتصویر	عشر	فلسفۂ شہادت	۴ر
ایضاً ایضاً بلا تصویر	عہ	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	۶ر
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی صاحب	۸ر	ایضاً بم دو پیسہ [illegible]	۲ر
تفسیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر	۸ر	ایضاً جوابی جلد دو پیسہ [illegible]	۲ر
پیغمبری اشارے کی اردو دعائیں	۴ر	قیصر کا اعلان جنگ	۱ر
غدر دہلی کے افسانے باتصویر	۴ر	دل کی مراد	۱ر
رسول کی عیدی	۲ر	اصول	۴ر
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو	۴ر	آئینۂ دل یعنی ہندو مسلمانوں کی کتاب	۲ر
انتخاب اخبار توحید شہید	عہ	کنگی کا میدان جنگ	۲ر

یہ سب کتابیں کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

ایک نایاب تحفہ

امہات الامہ۔ شمس العلماء جناب مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی (مرحوم) کی آخری تصنیف جس میں انہوں نے عیسائیوں کے اس اعتراض کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں تحقیق و دلیل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی ایک جگہ بالتفصیل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور الگ الگ بتایا ہے کہ اس تعلق میں بڑی مصلحت تھی اور اس میں بے نفسانی خواہشات کا کہیں شائبہ ملنا محال ہے۔ اسکے اظہار کی ضرورت نہیں کہ شمس العلماء مرحوم کی تحریر باوجود عالمانہ شان رکھنے کے کسقدر دلچسپ مزیدار ہوتی تھی اور زباندانی کے اعتبار سے انکا پایہ کسقدر بلند مانا گیا ہے لہذا **امہات الامہ** صرف اسی حیثیت سے قابل قدر نہیں ہے کہ ایک مذہبی کتاب ہے یا امہات المؤمنین کی سب سے بڑی و معتبر و مستند سوانح عمری ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اسکی قدر کی جانی چاہئے کہ اردو لٹریچر میں اس سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ **امہات الامہ** درمیان میں چھپ رہی تھی اور [illegible] ایک [illegible] میں [illegible] نہ ملتا تھا [illegible] اسکا [illegible] کے بعد پھر چھاپا شروع کیا ہے۔ دو حصہ اول تیار ہو گیا ہے قیمت ۱۲ آنے ہیں علاوہ محصول ڈاک

دفتر خطیب نظام المشائخ دہلی سے درخواست کرنے پر ملیگا

راحت زمانی

ملک کے مشہور اہل قلم خان صاحب منشی سید احمد صاحب کی لطف بیگم تصنیف کی قبول خاص و عام کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہوا تھوڑے ماہ فروخت ہو چکا ہے [illegible] کی بیباکی زبان اور واقعات [illegible] دلکش کہ آپ اسکو ختم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بیگم کا شباب اور انجام [illegible] کرشمے۔ عیاروں کی مکاری الغرض اعتقادی ادب کی وہ آخری کتاب ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں کتابوں کی زینت [illegible] ہر گھر میں رہنا مناسب ہے قیمت علاوہ محصول [illegible]

منیجر خطیب نظام المشائخ

هو الکل ۷۸۶ یا معین

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲۱

نظام المشائخ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام
مذہب، اخلاق، اور تصوف کے مضامین کا
ایک دلنواز مجموعہ جو بڑی پابندی وقت کے ساتھ
ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

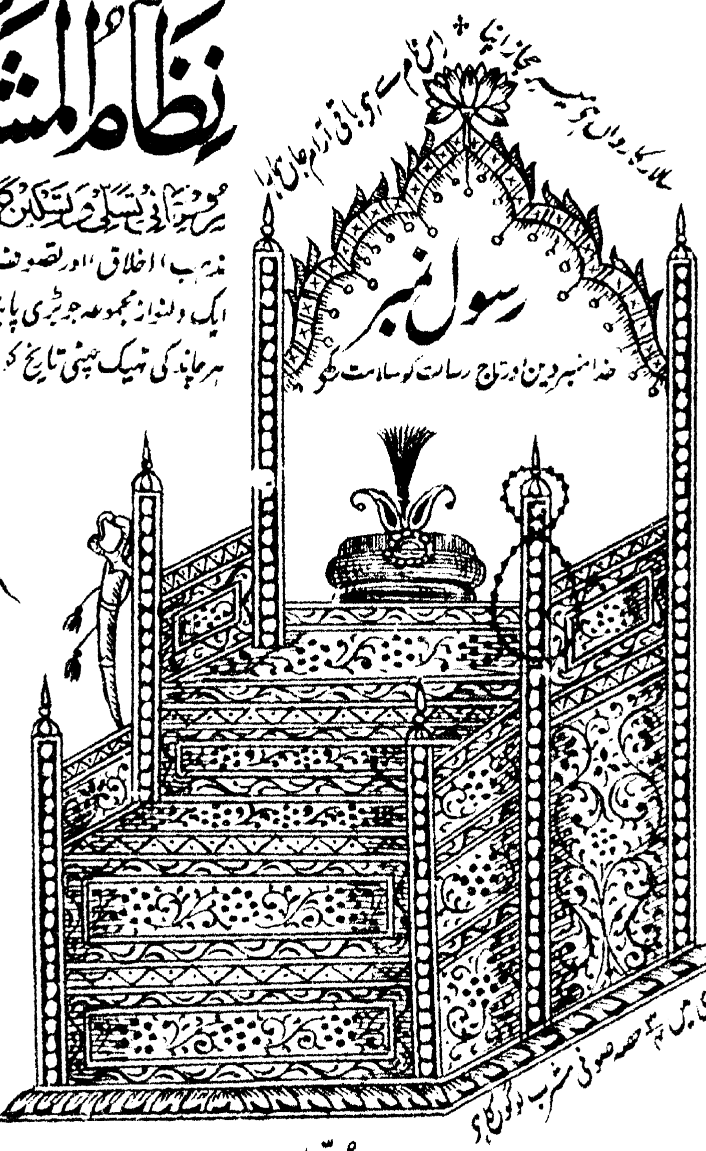

جلد ۱۵ + نمبر ۲ و ۳

بابت صفر و ربیع الاول ۱۳۴۳ ہجری

مرتبہ

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ رسالہ نظام المشائخ مع محصول ڈاک قسم اعلیٰ ؎ قسم اوسط ؏ قسم عام ؏ ششماہی ؏ ؏ ؏ نمونہ ۶ ۴ ۲ علی الترتیب

مقام اشاعت دہلی کوچہ چیلان

درویش پریس دہلی میں بہ اہتمام ملا محمد الواحدی پرنٹر چھپا

۶۸۹؁

آج کل

نظام المشائخ دو ہزار نکل رہا ہے

اور روز بروز اسکی اشاعت میں ترقی ہے۔ مشتہرین ضرور اپنے اشتہار اسمیں درج کراکر فائدہ اٹھائیں

نرخ نامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
نصف صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پورا صفحہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

نظام المشائخ کے قواعد وضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رح کا یوم عرس ہے۔ شائع ہوتا ہے۔ مضامین اسمیں مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، مگر حسب زمانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشار پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے (۲) اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کر کے ۱۰۔۱۲ تک انتظار کیجیے۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیے کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے پر شاید پرچہ ختم ہو جائے اور نہ مل سکے (۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کردینی کافی ہوگی (۴) خط وکتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوش خط لکھیے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتلایئے۔ جوابی امور کیلیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

جلد ۶ فہرست مضامین نظام المشائخ بابت صفر و ربیع الاول ۱۳۳۵ھ نمبر ۲،۱

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فہرست ہذا	.. ..	۱
۲	عرض حال	.. ..	۲
۳	فلسفۂ احیاء و ابقاء	جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی	۳
۴	رسول اللہ ﷺ کے مختصر حالات	جناب مولوی شفیع الدین خانصاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس	۱۰
۵	سچوں پر ستم	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۱۸
۶	حضور ﷺ کا درجہ صفا انبیا میں	جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب مفتی نکودر	۳۲
۷	ہادیٔ اعظم	جناب مولانا حکیم نواب علی صاحب برق پرنسپل مدرسہ الٰہیات کانپور	۳۴
۸	دنیا کا سب سے بڑا فلاسفر	خان بہادر جناب مرزا سلطان احمد صاحب ایم۔ آر۔ اے۔ ایس	۶۱
۹	رسول اللہ کا احتساب کبریٰ	جناب مولوی محمد الدین صاحب خلیقی	۷۰
۱۰	حضور کا برتاؤ غیر مسلم اقوام سے	جناب مولانا حکیم مرزا محمد نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل	۹۱
۱۱	لے دعا کا سلام	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۱۰۹
۱۲	آغاز وحی	جناب مولانا حکیم غلام غوث صاحب بہاولپوری	۱۱۴
۱۳	شفاعت	جناب مولوی سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہین حیدرآبادی	۱۱۸
۱۴	مدینۃ الرسول ﷺ	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی	۱۲۲
۱۵	قصیدہ	جناب جگر صاحب صدیقی بسوانی	۱۲۳
۱۶	اپنے پیا کی میں جوگن بنی	جناب مولوی ابوالاعظم سید احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۱۲۵
۱۷	اے وہ کہ تو سب کچھ ہے	جناب مولوی ابوالفخر عاشق حسین صاحب سیماب اکبرآبادی	۱۲۸
۱۸	نعت	جناب مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی بی۔ اے	۱۳۱
۱۹	صدقے ہیں پیمبر کے	جناب شمر باسط علی صاحب باسط بسوانی	۱۳۲
۲۰	روحی فداک اے نازنیں	جناب مولوی ابوالاعظم سید احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۱۳۳
۲۱	شمیم حرا	جناب مولوی حسن مرتضیٰ صاحب مشفق عمادپوری	۱۳۴
۲۲	اشتہارات	.. ..	۱۳۵

عرض حال

قارئین کرام کو یاد ہوگا کہ ہم نے اسد فعہ کے رسول نمبر کے متعلق تجویز پیش کی تھی کہ اس کی ترتیب و تہذیب ایسے طریقے پر ہونی چاہیئے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مختصر سی لائف ہو جائے۔

اس تجویز کی کامیابی ہم سے زیادہ ہمارے اہل قلم معاونین کے ہاتھ میں تھی۔ اسی لیے ہم نے دو مہینے پہلے سے اسے تفصیل کے ساتھ شائع کر دیا تھا۔

مگر شاید ہر آرزو کے لیئے کامیابی ضروری نہیں بلکہ اگر ایک فلاسفر کا قول صحیح مان لیا جائے تو آرزو نام ہی اُس خواہش کا ہے جو کبھی کامیابی کی صورت نہ دیکھے۔

اسی اصول کے ماتحت ہم شاید اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ اسمیں ہماری غفلت و سہل انگاری کو مطلق دخل نہیں۔ بہت ممکن تھا کہ پیشکردہ تجویز کے مطابق شروع سے آخر تک پرچہ ایڈیٹوریل اسٹاف مرتب کر دیتا۔ مگر ایک ماہوار رسالہ کے لیئے جسقدر تنوع اور گوناگونی کی ضرورت ہے وہ اِس صورت میں قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ اور پرچہ یک رنگی و یکسانیت کی وجہ سے بالکل غیر دلچسپ ہو جاتا۔

اگرچہ گزشتہ رسول نمبروں سے اس رسول نمبر کا معیار بہت بلند ہے۔ اور اپنے سابق نمبروں سے یہ بہت زیادہ مفید، قیمتی اور دلچسپ مضامین سے مزین و آراستہ ہے تاہم اس تجویز کی ناکامی کا ہمیں افسوس ہے۔ شاید ایسے ہی موقوں کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ عرفت ربی بفسخ العزائم۔

تاہم ہم مایوس نہیں ہیں۔ اس سال نہ سہی۔ انشاء اللہ آیندہ سال ضرور ہماری تمنا پوری ہوگی۔ اور ہم اپنے ارادے میں کامیاب ہونگے۔

(خاکسار ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسول نمبر

نظام المشائخ

فلسفہ احیاء و ابقاء

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

آج جس ولادت کبریٰ، جس حیاتِ طیبہ و عظمیٰ کے تذکار و درس کے لیے یہ صحبت مرتب ہوئی ہے، وہ وقائع و اخبار اسلامی کا وہ عظیم الشان و جلیل القدر واقعہ ہے، جو تاریخ اسلام کی اولین صدی سے لیکر اس وقت تک اپنے عجیب و غریب نتائج مو عظت، اور حیرت انگیز تاثیر و بقائے ذکر کے اعتبار سے نہ صرف تاریخ اسلام میں فقید المثال ہے بلکہ تمام وقائع عالم میں اپنی ایک عدیم النظیر حیثیت رکھتا ہے!

ہر چند کہ اگست ۱۹۰۵ء سے آج تک عالم اسلامی میں لاتعد و لاتحصیٰ بزم ہائے مولود منعقد ہوتی رہی ہیں، اور شیدائیان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ حصول برکت و سعادت

کے لیے صدہا مجلسیں ترتیب کی ہیں، اور ہمارا یہ آج کا اجتماع بھی اُس ہدایت اولین کی حقیقت پر غور و فکر کرنے کی تقریب سے ہی، تاہم یہ واقعہ عظمی اپنی بزم تہنیت میں ہر بار ایک نئی صف بصیرت ترتیب دیتا ہی اور اہل بزم کو دعوت فکر دیتا ہی!

اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز جو نمایاں طور پر ہمارے سامنے آتی ہی۔ وہ اس واقعہ کی یادگار، اور اُس کا دائمی تذکار ہے؛

دنیا میں ہر قوم نے اپنے ماضی کے ایسے حوادث و واقعات کی یاد، ہمیشہ زندہ رکھی ہی، جن کے اندر قوم و ملک کے لیے کوئی غیر معمولی تاثیر و عبرت، کوئی ممتاز وجہ تعظیم و عظمت پائی جاتی ہو، ایسے بزرگ ترین انسانوں کی بندگیاں اور عظمتیں، یادگاروں، عمارتوں، تاریخی تہواروں، قومی روایتوں، اور مجامع ملیہ، کے انعقاد کے ذریعہ قائم و محفوظ رکھی گئی ہیں جن میں خود اُس قوم کی کوئی تحریک عظمت، اور وجہ حصول شرف پوشیدہ ہوتی ہی؛

وہ چیز جسکو تمام اقوام متمدنہ نے "اسلاف پرستی" کے لفظ سے تعبیر کیا ہی، یہی ہے جسکے ذریعہ ہر قوم اپنی قومیت کے بڑے بڑے بانیوں، مذہبی پیشواؤں، محب الوطنوں، اور قوم کے عظمائے رجال کی تعظیم و تذکار کو باقی رکھتی ہی؛

تمدن بابل کا وہ عہد مدنیت، جبکہ کتابیں پتوں اور درخت کی چھالوں کی جگہ پتھر پر کندہ کر کے لکھی گئیں، کالڈیا کے حجری کتب خانے، جن میں اکابر ملت کے مناقب و محامد اینٹوں پر کندہ کر کے رکھے گئے، جن کا بڑا ذخیرہ بابل کے آثار عتیقہ میں آج دریافت ہو چکا ہے یہی رسم مشاہیر پرستی تھی!

اہل عرب نے اپنے سلسلۂ انساب کے ایک ایک حرف کو سینے سے لگا کے رکھا، مصریوں نے ایسے ایسے مینار تعمیر کیے، جو ہزاروں برس کے بعد بھی اپنی اولین حالت پر استوار ہیں، یونان نے دیوتاؤں کے مجسمے بنا کر اُنکی نمایش کی، ہندوستان نے مہابھارت کے معرکے کو قومی روایات میں داخل کر لیا، ہومر نے ایلیڈ لکھی، اور والمیک نے اپنی سحر طرازیوں سے نسل آیندہ کی روح معانی

مفاخر کو پژمردگی سے بچالیا، اقوامِ قدیم کے یہ تمام اعمال و افکار اسلاف پرستی کا عکس نہ تھے تو کیا تھے؟

اوقیانوس کے بحری مسافر کے لیئے ساحلِ امریکہ پر "واشنگٹن" کا بُت درسِ بصیرت و تاریخ نہیں تو کیا ہے؟ ممالکِ یورپ اور انکی محکوم متمدن قوم آبادیوں کی شاہراہوں، پارکوں، اور تفریح گاہوں، میں جگہ بہ جگہ یہ جو سنگی مجسمے (اسٹیچوز) نصب ہیں، اُنہیں پھر کیا کہتے ہو؟ ملٹن عرصہ ہوا اس دنیا سے رخصت ہوچکا۔ مگر اُس کے لکھنے کی میز زندہ ہی؟ شکسپیئر کی جائے پیدائش آج بھی مرجع عالم ہے؟۔ یہ سب کچھ کیا ہی؟ اسی مشاہیر پرستی کی کسی قدر زیادہ حسین و دل آویز شکل ہے جو اس سے قبل محض قومی روایتوں اور قصہ طرازیوں کے ذریعہ محفوظ رکھی جاتی تھی؟

لیکن ذرا سے فکر کرنیکے بعد یہ معلوم کیا جا سکتا ہی کہ اس تذکار کا حقیقی مقصد کسی واقعہ کو محض یاد رکھنا، یا کسی قوم کو فراموش نہ ہونے دینا ہی نہ تھا۔ بلکہ اور ہی کچھ مدعا اس میں مضمر و مخفی تھا!

کیونکہ اگر یہی مقصود محض ہوتا، تو پھر اِسکے واسطے کسی خاص نام، کسی خاص واقعہ، کسی خاص نُزل اور کسی خاص انقلاب کی تخصیص عبث تھی، اس مقصد کے لیئے ہر چھوٹا، بڑا، ہر ادنیٰ، اعلیٰ، ہر نیک و بد، سب یکساں ہونے چاہیئے تھے، کیا ضرور تھا کہ ایک ہی زمانہ کے دو فرد، ایک کو یاد رکھیئے ایک کو بھلا دیجئے بد ہم نے کار تھیج سے ہنی بال کو کیوں یاد رکھا اور تیتس کو کیوں بھلا دیا، ہم میں سے اکثر کیوں وقار الملک کے شیدائی ہیں اور کیوں رئیس و تاملی کو نہیں جانتے؟

حقیقت یہ ہی، اس اسلاف پرستی کی پرانی رسم کے اندر اجتماعِ انسانی کی جو روح، اور ارتقائے اُمم کی جو شئے، کام کر رہی ہے وہ دوسری ہی چیز ہے!

اصل میں اجساد و تشخصات اور ناموں کے تذکروں سے کچھ مطلب نہ تھا، غرض تو اس سے

یہ تھی کہ جو اعمال حسنہ، عزائم مہمہ، بصائر و مواعظ جلیلہ اور نتائج عظیمہ، اُن اعاظم رجال اُمم کی زندگیوں سے وابستہ ہیں، اور جن کی یاد و تذکرہ کے اندر قوموں اور ملکوں کے لیئے سب سے زیادہ موثر و سریع النفوذ، دعوت عمل و اتباع ہی اُنکی یاد ہمیشہ قائم و محفوظ رکھی جائے اور مختلف ذریعوں سے ایسے مواقع بہم پہنچائے جائیں جن کی وجہ سے کبھی بھی آنیوالی نسلیں اُن اعمال حسنہ کے نمونوں کی یاد فراموش نہ کرسکیں!

لاریب کہ یادگار دراصل انسانی افراد کی نہ تھی بلکہ انسانوں کے بہترین اعمال کی تھی، درس و تذکرہ شخصیتوں اور بڑے بڑے ناموں کا نہ تھا، بلکہ صداقتوں اور اُن سچائیوں کا تھا جو وہ اپنی زندگی کے اندر محفوظ رکھتے تھے؛

خدائے ذوالجلال نے ذات کی بڑائی اور عظمت صرف اپنے، اور اپنی کبریائی کے واسطے مخصوص کرلی ہی، اور دنیا کو جو کچھ دیا گیا ہے وہ صرف عمل کی بڑائی ہے، دنیا میں انسان تو کوئی بڑا ہو نہیں سکتا، اس لیئے کہ بڑا صرف ایک ہی، ہاں پھر عمل بڑا ہو سکتا ہی، اور اُسکی بڑائی اُسکے عامل کے اندر بھی نسبتی بڑائی پیدا کرسکتی ہے،

پس ساری تعظیم و تکریم، تمام وصف و تقدیس، اور ہر طرح کا احترام و شرف جو دنیا میں کسی کا کیا جا سکتا ہے۔ وہ صرف خدا کا ہی۔ یا پھر خدا کی سچائیوں اور اُسی کے قرار دیئے ہوئے اعمال حسنہ کے لیئے، اپنی ذات کا انسان کے واسطے اسمیں کچھ حصہ نہیں ہی!

دنیا والوں کی ضلالت کچھ اِسی میں نہیں کہ وہ صداقتوں کی جانب بڑھتے نہیں بلکہ اِس سے زیادہ خسران یہ ہے کہ بسا اوقات وہ اُسکی جانب قدم تو بڑھاتے ہیں مگر ہوتا یہ ہی کہ وہ راہ ہی میں گم ہو جاتے ہیں۔ جس طرح اس جانب نہ چلکر وہ سعادت سے محروم رہتے ہیں ٹھیک اِسی طرح وہ اس طرف چلکر بھی محروم رہتے ہیں؛

چنانچہ اس ضلالت عمل کی ایک عجیب مگر واضح ترین مثال دنیا کی یہ عالمگیر مشاہیر پرستی بھی ہی، جو مقصد کے لحاظ سے نہایت مبارک، عظیم و اہم، حیات پرور و سعادت بخش تھی

لیکن باایں ہمہ اس بارے میں ہمیشہ قوموں نے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ دنیا کی وہ ضلالت کبرٰی جو اسکے ہر عمل میں حقیقت اور مقصد کو فنا کرتی ہے، اور ظواہر و رسوم کی اس سے پوجا کراتی ہے وہ لغزش معصیت جو گمراہیوں اور حقیقت ناشناسیوں سے اس عمل عظیم کو آلودہ کراتی ہے یہی ہے، جو تمثیل ہدایت کی جگہ گمرہی کا پتھر ثابت ہوتی ہے، انسان کی عالمگیر ضلالت یہ ہے کہ جس شئے کو اسکی روح کے لیئے اختیار کرتا ہے۔ آگے چلکر صرف اسکے جسم ہی کی پرستش کرنے لگتا ہے؛

مشاہیر و اسلاف پرستی کا حقیقی مقصد تو اعمال حسنہ کی یاد، نیکی و صداقت کے عملی نمونوں کو پیروی و اتباع کے لیئے، قائم رکھنا تھا، لیکن نتیجہ بالعموم یہ نکلا کہ اعمال کی یاد مٹ گئی، اور محض انسانو کے تشخصات پوجے جانے لگے؛

اسلاف پرستی کا فطری مادہ جب اپنے معتدل حد تفہم صحیح ترین طریق سے ہٹ گیا تو مشاہیر پرستی کے زنجیر عمل کی پہلی کڑی اصنام پرستی کی ایک دوسری کڑی سے ہم رشتہ ہوگئی؛

وہ چیز جو کسی دوسرے مقصد کے حصول کا ذریعہ اور واسطہ تھی، اب خود وہی مقصود بالذات بن کر لوگوں کے عقائد و اعمال میں جاگزیں ہوگئی؛ اور حقیقت سے اس قدر بُعد و ہجر ہوگیا کہ محض رسوم و اسمار کی عظمت و پرستش ہی پر ہر شخص قانع ہوگیا؛

یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات اسلاف پرستی دنیا میں سخت بُت پرستی کا ذریعہ ثابت ہوئی؛ اکثر ایسا ہوا ہی کہ اعمال حسنہ کی جگہ افراد و اسمار کی پرستش محض نے دو تین نسلوں کے بعد ہی انسانی گروہ کو بت پرست بنادیا ہے؛

اس بنا پر اسلام دنیا کا وہ پہلا مذہب ہے جو اسلاف پرستی کے صحیح تر اصول پر اسلامی تعلیم دیتا ہے؛

اسلام ایک دین الفطرت، دین تھا۔ اور توحید خالص کو قائم کرنے والا تھا، وہ انسانی

عظمت کیجگہ اُن تمام راہوں کا ہمیشہ کے لیے سدباب کرنا چاہتا تھا جو کسی حال میں بھی عظمت الٰہی کے نقطہ تک پہنچ سکتی تھیں۔ پس نہ کسی طرح بھی قیام ذکر و بقائے عظمت کا ایسا طریقہ اختیار نہیں کرسکتا، جس میں پڑکر دنیا بار بار ٹھوکر کھا چکی تھی؛

اسلام نے ظاہر ہوتے ہی دنیا کے تمام اعمال و معمولات پر اک نظر ڈالی اور عمل کی حقیقتِ روح کا مطالعہ کیا تھا؛

وحشت نے جن حقیقتوں کو تاریک پردوں میں چھپا رکھا تھا وہ چاک چاک کردیے گئے، اور جہالت نے جن موتیوں کو پتھروں کے ڈھیر میں دبا دیا تھا وہ اُن سے الگ کردیے گئے؛

مشاہیر پرستی کا طریقہ بھی اِس سے مستثنیٰ نہ تھا، چنانچہ اسلاف کی یادگار قائم کرنے اور اُنکے اعمال و آثار کے زندہ رکھنے کا جو طریقہ زمانۂ قدیم سے چلا آتا تھا اسلام نے اِس میں بھی ایک روحانی انقلاب پیدا کردیا، اُس نے مسلمانوں کو مجسموں کی شکل میں مشاہیر پرستی کی اجازت نہیں دی، کیونکہ وہ بت پرستی تک منجر ہوتی ہے، اور اسلام زندہ انسانوں کے شرف کو پتھروں کے آگے نہیں جھکاتا، بایں ہمہ مشاہیر کرام اور سلف صالحین کے نمونوں کو بھی ضائع نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ بڑے زور سے کہتا ہے کہ صراط مستقیم، انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین کی راہِ علم و عمل میں ہے؛

قرآن پاک میں جو انبیائے سابقین کے قصص مذکور ہیں۔ اُن کے اندر درحقیقت اِن ہی بصائر کی روح مضمر ہے، جو حقیقت مجسموں کے قالب میں حلول کرکے بے اثر اور محض ظاہر فریب ہوجاتی تھی وہ ایسے تذکار جلیل کے ذریعہ حی و قائم رہیگی؛

یہی وہ امتیازِ شرف ہے جہاں اسلام کی قوتِ اصلاح منکشف ہوتی ہے، قرآن پاک نے قدما و اعاظمِ رجال کی یادگاروں کے قائم کرنیکے اصل مقصد کو اسوۂ حسنہ کے جامع و مانع لفظ سے تعبیر کیا ہے اور مسلمانوں کو جا بجا توجہ دلائی ہے؛

اُسوہ کہتے ہیں کسی فکر، کسی عمل، کسی وصف، کسی خاصہ کے ایک ایسے نمونہ کو جسے ہم اس لیئے اپنے سامنے رکھیں کہ اس کی پیروی اور نقل کریئے؛

انسانی سعادت کے لیئے تعلیم بالکل بیکار ہے۔ جبتک کہ اُس تعلیم کا زندہ نمونہ بھی انسانوں کے سامنے موجود نہو؛

جو اثر طبیعت انسانی پر ایک انسانی نمونۂ عمل سے پڑتا ہی وہ محض تعلیم لسانی سے ممکن نہیں، سماعت سے بصیرت کا کام نہیں ہو سکتا۔ اخلاق کی کتابیں اپنی موثر تعلیمات سے انسانوں کو رُلا ضرور دیں گی، مگر اُن کا دل پھیر دینا مشکل ہی؛ عدالت کا قانون مجرم کے پاؤں میں بیڑیاں ضرور ڈال سکتا ہی، مگر مجرم کو ارتکاب جرم سے ہی باز رکھنے کی اس میں قدرت نہیں؛

لیکن اسکے برخلاف ایک پاک اور مزکی انسان اپنی زندگی کے اندر نیکی کا عملی نمونہ رکھتا ہو، اور اس کے اعمال حیات راستبازی کے لیئے اُسوہ کا حکم رکھتے ہوں، تو وہ صرف نمونہ دکھا کر نہ صرف افراد کو بلکہ اقوام و امم کے اعمال کو یکسر پلٹ دینے کی قدرت رکھتا ہے، یہی نکتہ ہے جو اللہ پاک نے ہدایت خلق کے لیئے صرف کتابوں اور شریعتوں کی ترسیل پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اسکے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کو جو اُن کے حامل تھے، عملی نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا؛

آج ہم اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ و ولادت عظمیٰ پر مسرتیں اور خوشیاں منا رہے ہیں۔ زہے سعادت! مگر دیکھنا۔ حضور اکرمؐ کے تمام شعبہائے حیات ہمارے سامنے ہیں، اور اسلام کا طریق مشاہیر پرستی ہی ہمیں معلوم ہے، پھر کیا ہم کو زبان و الفاظ سے صرف کام لینا شایاں ہی؟ یا دل و دماغ سے فکر کرنے کی ضرورت ہی؟ آج اُسوۂ مبارک نبی برحقؐ پر ہم اگر عامل ہوں، آج اگر راہ نجات ہم اختیار کرلیں، تو پھر ہماری کایا پلٹ ممکن ہی، سچی یادگار اور حقیقی تذکار یہی ہی کہ ہم اور ہمارے معتقدات و اعمال حضورؐ کے اسوۂ پاک کا عکس کامل ہوں اور اس طرح ہم اور ہماری روح حضورؐ کے اعمال حسنہ کی تمثال ہو، تب تو سب کچھ ہی ورنہ ہماری یہ نسبت ناقص اور قابل شرم ہی! اب جناب حضورؐ کی حیات صالح کے مختلف دور ملاحظہ کریں اور اپنے لیے راہ عمل پیدا کریں اس میں منفعت! وما توفیقی الا باللہ +

(ابو المعالی خلیقی (دہلوی))

رسول اللہ صلعم کے مختصر حالات
ایام جاہلیت سے نبوت تک

بعض[1] یوروپین مورخین کا قول ہے کہ اہل عرب نے اسلامی تمدن رومی (یونانی) یا ایرانی طریقہ پر قائم کیا تھا۔ اور اس طرح انکو کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عربوں نے چونکہ کوئی جدید تمدن وضع نہیں کیا۔ اس لیے اُن کو تاریخ تمدن میں کوئی خاص جگہ نہیں دیجاسکتی یہ محض خیال ہے۔ اور اس وجہ سے قابل وقعت نہیں کہ اہل عرب دوسری قوموں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ کاروبار کرنے کی قابلیت رکھتے تھے اُنہیں انتظام ممالک۔ ترتیب افواج کا سلیقہ اُس زمانہ کی مہذب اقوام سے بہت زیادہ تھا۔

جزیرہ عرب کے باشندوں کی تقسیم یہ ہے۔ (۱) قحطانی[1] (۲) اسمٰعیلی[2] (۳) بائدہ۔

۱۔ قحطانی ملک یمن اور اسکے قرب جوار کے باشندے جو اپنا نسب قحطان یا یقطان سے ملاتے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ارفخشاد کے ذریعہ سے سام بن نوح ؑ پر ختم ہوتا ہے۔

۲۔ اسماعیلی یا عدنانی۔ یہ لوگ حجاز۔ نجد اور آس پاس کے رہنے والے ہیں۔ اور ان کا سلسلہ نسب حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ علیہ السلام (ابن حضرت ابراہیم خلیل اللہ ؑ) تک منتہی ہوتا ہے ان کا نام عدنانی اس وجہ سے ہوا کہ ان کے بزرگوں میں ایک صاحب عدنان نامی گزرے ہیں قحطانی عربوں نے اسماعیلی عربوں سے بہت پہلے اس وجہ سے ترقی کی کہ اُن کا ملک سرسبز و شاداب تھا۔ اور اُن کے یہاں بڑی بڑی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ جو فراعنہ مصر اور شاہان بابل و آشور کی ہمعصر تھیں۔ اُن میں سب سے زیادہ مشہور حمیر۔ سبا اور کہلان کی حکومتیں ہیں۔

۳۔ بائدہ وحشی اور جنگلی لوگ یعنی بدو۔

[1] مضمون ہذا کتب ذیل سے ماخوذ ہے ۱۔ تاریخ اسلام (ڈاکٹر سید امیر علی صاحب) ۲۔ تاریخ العرب (مسیو سیدی یو) ۳۔ التمدن الاسلامی (علامہ جرجی زیدان)، ۴۔ تاریخ الخلفاء (علامہ جلال الدین سیوطی رح) ۵۔ خطبات احمدیہ (ڈاکٹر سر سید احمد خاں بہادر مرحوم) اور دیگر مضامین۔

[2] [illegible]

اسماعیلی یا عدنانی عربوں کی حکومتیں حضرت مسیح سے پہلے اور بعد میں کئی جگہ قائم ہو چکی ہیں فلسطین (بیت المقدس) کے اطراف میں یہی لوگ کوس جہانبانی بجا رہے تھے علاوہ ازیں اقوام عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس وغیرہ جو اعراب بائدہ میں نہایت نامور گزری ہیں حکومتیں قائم کرنے میں کامیاب ہو چکی ہیں۔ ان کا نسب غالباً لاوذ بن سام بن نوح ؑ سے ملتا ہے عمالقہ کا مشہور و معروف خاندان جس نے تاریخ عالم میں مستقل نقش چھوڑا ہے۔ انہیں میں سے تھا

حجاز میں جاہلیت کا زمانہ

جزیرہ عرب کے جنوبی و شمالی حصہ کے باشندوں نے تمدن میں بہت کچھ ترقی کی۔ لیکن وسطی حصہ کے رہنے والے (حجازی) وحشیانہ زندگی بسر کرتے رہے۔ یہ قطعہ بے آب و گیاہ ہونے کے علاوہ ایسا دور واقع ہوا تھا کہ دنیا کے عظیم الشان فاتحین نے بھی اس جانب رخ نہ کیا۔ اور اس طرح یہ لوگ ایک ہی حالت میں رہتے رہتے ایسے وحشی ہو گئے۔ کہ سوائے لڑنے بھڑنے اور مار پیٹ کے دوسرا شغل نہ رہا۔ لیکن پھر بھی وہ خودداری۔ ایفائے عہد۔ حوصلہ مندی کرم فرمائی کی صفات سے آراستہ تھے۔ اور یہ اس بات کا پیش خیمہ تھا کہ ان میں آئندہ زمانہ کی شوکت و عظمت سنبھال لینے کی پوری قدرت ہے۔ ان لوگوں نے نامعلوم صدیاں اسی بدویانہ حالت میں بسر کیں البتہ یہ ضرور ہوا کہ باہر سے آ بسنے والے یہودیوں سے جو رومی حکام کے مظالم سے بھاگ کر عرب کے خشک میدانوں میں چلے آئے تھے تہذیب و تمدن کے چند اصول سیکھ لیے۔ حج۔ نکاح۔ قربانی طلاق۔ کہانت کے اصول اور تہواروں کے دن جلسے وغیرہ۔ یہودیوں نے انکو سکھائے سیل ارم کے بعد یمن کے لوگ بھی عرب میں آ گئے۔ پس یہودیوں اور یمانیوں کے خلط ملط نے عربوں میں دو گروہ پیدا کر دیئے (۱) اہل بادیہ جو وحشیانہ حالت میں رہے (۲) حضری یعنی شہری جو مکہ معظمہ۔ مدینہ طیبہ۔ اور طائف میں رہتے تھے +

سدانۃ کعبہ

مکہ معظمہ میں حج ہوتا تھا۔ اور دور دراز سے لوگ کعبۃ اللہ کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ اس لئے اُسکی شہرت بہت زیادہ تھی۔ رفتہ رفتہ وہ تجارت کی منڈی بن گیا۔ اور سوداگری کا مال کثرت سے آنے لگا۔ حج کے زمانہ میں اسقدر ہجوم ہوتا تھا کہ مکہ معظمہ کی گلیاں بھر جاتی تھیں۔ اس اجتماع کا یہ نتیجہ ہوا کہ طاقتور عرب سرداروں کی نظریں کعبۃ اللہ پر پڑنے لگیں اور ہر ایک کی خواہش سدانۃ کعبہ (حاجب کعبہ) حاصل کرنے کی ہوئی۔ ابتدائی دور میں مکہ معظمہ خاص حجاز کے باشندوں یعنی بنو اسمٰعیل کے قبضہ میں تھا۔ اور وہی لوگ خادم (حاجب) کعبہ ہوتے تھے۔ مگر جب ۲۰۶ء میں یمانی (یمن کے باشندے) یہاں آئے تو انھوں نے بنی اسمٰعیل کو محکوم بنالیا۔ اس وقت یہ لوگ کمزور تھے اور ان کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ لیکن زمانہ رنگ لایا۔ اور تھوڑے دنوں کے بعد یمانی حکومت کھو بیٹھے تو بنو اسمٰعیل کا ستارہ چمکا۔ اور اُن میں سے خاندان کنانہ زیادہ ممتاز ہوا جس کی ایک شاخ قریش تھے۔ ۴۰۰ء کے قریب قریش کا سردار قصی بن کلاب ابن مرہ ہوا۔ یہ شخص نہایت دوراندیش اور صائب الرائے تھا۔ اس نے متولی کعبہ کی لڑکی سے جو بنو خزاعہ (یمانی) میں سے تھا شادی کی۔ قصی کا مقصد اس ازدواج سے سدانۃ کعبہ حاصل کرنا تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد اُسکے خسر کا انتقال ہوگیا۔ اور موافق وصیت یہ خدمت اسکی بیٹی (قصی کی بی بی) کو ملی۔ لیکن عورت کیواسطے دروازہ کا کھولنا اور بند کرنا بڑا مشکل تھا۔ اس لیئے وہ معذور رہی اور اپنے بھائی محترش کو قائم مقام کردیا۔ اتفاق سے یہ صاحب بھی کمزور اور سنخی سے آدمی تھے۔ انھوں نے اس معزز خدمت کو بار خیال کرکے ایک مشک شراب کے عوض اپنے بہنوئی قصی کو سدانۃ کا پٹہ لکھدیا۔ اس طرح اسکی دیرینہ آرزو برآئی۔ اور ہمیشہ کے واسطے یہ عہدہ بنو خزاعہ (یمانی) سے نکل کر قریش میں چلا گیا۔ چنانچہ ظہور اسلام تک یہ خدمت اسی خاندان میں رہی ٭

سدانۃ کا اثر

نوٹ یمانی بنو خزاعہ کہلاتے تھے ٭

کعبہ کی خدمت دراصل مکہ معظمہ کی سرداری تھی قصی نے باطمینان خاطر اپنے عزاز کو جو قریش تھے مکہ معظمہ میں جمع کر لیا۔ اور انکو چاروں کھونٹ میں آباد کر کے پورے طور پر حکومت قائم کر لی۔ قریشیوں نے قصی کو سردار تسلیم کر کے ہر معاملہ اُسی کی رائے سے طے کرنا شروع کیا۔ اب جدہر دیکھو سوائے قریش کے دوسرا نظر نہیں آتا تھا۔

قصی کے بعد اسکا بیٹا عبد مناف جانشین ہوا۔ اُس کے دو لڑکے تھے (۱) ہاشم (۲) عبد شمس۔

اُس نے مرتے وقت ہاشم کو حاجب کعبہ بنایا۔ اس پر عبد شمس کے بیٹے اُمیہ (جد بنی اُمیہ) کو بڑا رشک ہوا اور وہ چچا سے علیحدہ ہو کر شام چلا گیا۔ یہی پہلی بنائے مخاصمت تھی جو عہد اسلام تک بنی اُمیہ اور بنی ہاشم میں برقرار رہی۔

ہاشم کے بعد عبد المطلب (جد آنحضرت صلعم) متولی کعبہ ہوئے۔ قبائل عرب میں قریش بہت زیادہ معزز تھے۔ فرائض اور ارکان حج کا تقرر اُنھوں نے ہی کیا۔

زمانۂ جاہلیت میں حکومت کا انداز

زمانۂ جاہلیت میں تمام اہل بادیہ (صحرائی عربوں) کے یہاں حکومت کا ایک ہی طریقہ تھا۔ اہل عرب میں جو شخص سب سے زیادہ طاقتور اور فہیم ہوتا تھا اُسی کو سردار بنا لیتے تھے انکی کل ضرورتیں اس ایک سردار یا بادشاہ سے پوری ہو جاتی تھیں۔ اور یہ ہی سادہ طریقہ ابتدائے اسلام تک رہا چنانچہ عبد المطلب اُس زمانہ میں سردار تھے۔

مندرجہ بالا مضمون سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے حضور سرور کائنات صلعم نہایت معزز۔ دولتمند اور حکمران خاندان سے تھے اور جناب اقدس کے بزرگوں سے سرداری چلی آتی تھی۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں علو خیالی اور فہم بہ نسبت اور قریش کے بہت زیادہ تھی۔ اسلام سے عظیم الشان مذہب کا بانی فی الحقیقت شاہی نسل سے ہونا بھی چاہیے۔

تھا۔ ورنہ غیروں کو اعتراض کا موقع ملتا +

آنحضرت صلعم کی پیدائش

عبدالمطلب کے چند بیٹے اور بیٹیاں تھیں جن میں ابو طالب۔ حضرت عباسؓ (مورث خلفائے عباسیہ) سید الشہدا حضرت امیر حمزہ رضؓ۔ حضرت عبد اللہؓ بہت مشہور ہیں۔ ابولہب (ملقب بہ ابو جہل) بھی تاریخ میں شہرت رکھتا ہے اور آنحضرت صلعم کا چچا ہونے کے لحاظ سے نیز اس لیے کہ باوجود چچا ہونیکے حضرتؐ کا دشمن اس سے زیادہ کوئی دوسرا نہ تھا۔ مسلمان اُسے خوب جانتے ہیں۔ حضرت عبد اللہؓ سب بھائیوں میں چھوٹے اور نہایت حسین وجمیل تھے۔ اُن کی شادی حضرت آمنہ رضؓ بنت وہب سے ہوئی۔ لیکن ۲۵ برس کی عمر میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ وفات کے تھوڑے روز بعد ہمارے حضور لامع النور سرور دوجہان صلعم دنیا میں تشریف لائے۔ خواجہ عبدالمطلب نے محمدؐ نام رکھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم +)

یہاں یہ نکتہ ملاحظہ فرمایئے کہ اہل عرب بشدت بُت پرست تھے۔ لیکن خدائے برحق و تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اُسکے پیارے حبیب کے باپ کا نام عبدالدار یا عبدالھبل ہو۔ اسلئے حضور انورؐ کے والد ماجد کا نام عبداللہ تھا۔ ورنہ بُت پرستوں کو اللہ سے کیا غرض۔ اِسکے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ محمدؐ نام بھی سوائے آپکے عرب میں کسی دوسرے کا نہیں ہوا۔ اللہ اکبر +

آنحضرتؐ کا ابتدائی زمانہ

آنجنابؐ کی عمر پانچسال کی تھی کہ حضرت آمنہ رضؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ اور اب دادا پرورش فرمانے لگے۔ عبدالمطلب بھی ۵۷۹ء میں انتقال فرما گئے تو آپکے صاحبزادے خواجہ

ابوطالبؓ (عم مکرم جناب سرورِ کائناتؐ) غور و پرداخت میں مشغول ہوئے۔ حضورِ اقدس نے اوائلِ زندگانی کا زمانہ اپنے عم مکرم کے پاس بسر کیا۔ چونکہ مزاج والا۔ نہایت حلیم اور طبیعت ملنسار تھی۔ اس لیئے کسی کا درد نہ دیکھ سکتے تھے۔ ہر شخص کے ساتھ شریک ہوجاتے تھے اور حتی الامکان اُسکی مدد سے پہلو تہی نہ فرماتے۔ خواجہ ابوطالب زیادہ مالدار نہ تھے۔ اس لئے اعلحضرتؐ بمقتضائے انصاف و عالیت گھر کے اور عزیزوں کے ساتھ اپنے چچا کے ریوڑ کی نگرانی فرمایا کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمانے کی بات ہی کہ ننھی سی عمر اور یہ مشقت۔ لیکن اربابِ ہوش جانتے ہیں کہ دنیا کے عظیم الشان بزرگ محنت و مشقت سے کبھی نہیں گھبرائے۔ انکو آیندہ زمانہ میں بڑے بڑے کام انجام دینے ہوتے ہیں۔ اس لیئے خدائے پاک ابتدا سے ہی محنت کا خوگر بنادیتا ہی۔ آنحضرتؐ دو دفعہ خواجہ ابوطالب کے ساتھ شام تشریف لے گئے۔ اور وہاں حضورِ والاؐ نے مخلوق خدا کے مصائب اور اعمالِ بد کو نظرِ غور ملاحظہ فرمایا +

ازدواج و اولاد

پچیس سال کی عمر میں حضورِ والاؐ کا عقد حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے ہوا۔ اُمّ المومنین کی عمر ۴۰ برس کی تھی اور بیوہ تھیں۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ پچیس برس کا حسین و جمیل۔ تندرست جوان چالیس سالہ بیوہ سے نکاح کرے! غیر اقوام کا اعتراض کہ آنحضرتؐ نے نعوذ باللہ حظِ نفس کے واسطے متعدد شادیاں کیں۔ پادرِ ہوا رہجاتا ہے۔ حضورِ والاؐ کی صاحبزادیاں اور صاحبزادے پیدا ہوئے۔ لیکن سوائے حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا رضؓ کے جو حضورِ والاؐ کے عظیم الشان کاموں کو دیکھنے کے لیئے حیات رہیں سب کا انتقال ہوگیا۔ جنابہ فاطمہ رضؓ کا نکاح حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا +

شادی کے بعد پندرہ سال جناب اقدس نے خاموشی کے ساتھ گزارے۔ صرف دو دفعہ آپ عام طور پر نمودار ہوئے۔ اور حضورؐ نے اُن لوگوں کی مدد فرمائی جو بیوگان۔ یتامیٰ

اور احباب کی دستگیری فرماتے تھے۔ حضور والا کے کارنامے اس زمانہ میں ایسے مشہور ہوئے کہ پبلک نے امین کا معزز خطاب دیا۔ قابل غور بات ہے کہ قوم اور عوام سے یہ خطاب پانا بہت بڑی عزت کی دلیل ہے ۔

حضور اقدس کی طبیعت ابر رحمت۔ فرض کا احساس مستقل۔ ایمان بلا لغزش۔ رافت و شفقت ہر شخص پر یکساں تھی۔ جو خوش خلقی اور پیار بوڑھوں سے تھا وہی بچوں سے۔ جب آپ دولتسرائے سے باہر تشریف لاتے۔ بچے چاروں طرف جمع ہو جاتے۔ اور حضور اقدس محبت سے انکے سروں پر ہاتھ پھیرتے +

عطائے نبوت

سال میں ایک ماہ آپ کوہ حرا کے غار میں جو مکہ معظمہ کے قریب ہے معتکف ہوتے۔ چالیس سال جب عمر شریف کے ہوگئے تو الہ العالمین نے نبوت عطا فرمائی +

آنحضرتؐ نے خدائے پاک کی توحید کو سرزمین پر بلا خوف پھیلایا۔ اور دین کے رستہ میں نہ کسی دوست کا خیال کیا اور نہ عزیز کا۔ لوگوں کے اخلاق و عادات درست کیے۔ ایک ہی وقت میں آپ نبی۔ سپہ سالار۔ مصلح قوم۔ زبردست بادشاہ۔ مقنن۔ فلاسفر اور عالم تھے۔ یہ وہ اوصاف ہیں جو ایک شخص میں جمع نہیں ہوسکتے۔ حضورؐ جب پیدا ہوئے تو عرب میں بت پرستی اور جہالت کا زور تھا جسقدر بری عادتیں ہوسکتی ہیں وہ سب عربوں میں موجود تھیں لیکن ایسے زمانے اور بے مذہب لوگوں سے آپنے امین کا خطاب حاصل کیا۔ حضور والا کا ایک ایک فقرہ اور آپکی زندگی کا ہر واقعہ تفصیل کا محتاج ہے۔ مختصر یہ ہے کہ ابتدا سے انتہا تک آپ عظیم الشان انسان ہے۔ اوصاف ظاہری و باطنی میں تمام جہان سے بہتر تھے۔ اور جسقدر صبر۔ بردباری عفو انکساری۔ شرم۔ سخاوت۔ مہربانی۔ متانت۔ مروت۔ جوانمردی۔ دلیری۔ ہمدردی آپ میں تھی۔ کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال

حضورؐ کی خدمت میں رہا مگر کبھی یہ نہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا۔ اور وہ کس واسطے کیا۔ ایک اعرابی نے ایک دفعہ حضور انورؐ کی چادر مبارک اس زور سے کھینچی کہ گردن مبارک میں نشان پڑ گیا لیکن آپ مسکرا کر خاموش ہو گئے۔ اور اُس کا سوال پورا کر دیا۔ مدینہ طیبہ کی ضعیف عورتیں اپنے کام کے واسطے حضورؐ کو بارہا تکلیف دیتیں۔ جنگ اُحد میں باوجود زخمی ہونے کے بھی کسی دشمن کے واسطے بددعا نہیں فرمائی۔ ازواج مطہرات پر کبھی ناراض نہیں ہوئے۔ ایک یہودی نے آپکو گوشت میں زہر کھلا کر اقرار بھی کر لیا۔ لیکن آپ نے معاف فرما دیا۔ غایت اخلاق و شرم سے آپ معانقہ و سلام میں تقدیم فرماتے۔ اور کسی سے آنکھ نہ ملاتے۔ کبھی ایسی بات نہ فرمائی جو مخاطب کو ناگوار گزرے کوئی چیز اگر آپ کو ناپسند ہوتی تو زبان مبارک سے ارشاد نہ فرماتے بڑوں کو بڑا اور چھوٹوں کو چھوٹا سمجھتے۔ دوستوں کے ساتھ محبت اور عزیزوں سے الفت کرتے۔ انعام و اکرام کے بہت حریص تھے۔ حضور انورؐ جوامع الکلام تھے۔

غرض جو تھے ایسے تھے کہ ہم غلامانِ محمدؐ کو ہمیشہ اُنکے امتی ہونے پر فخر کرنا اور خدا پاک کا شکر بجالانا چاہیئے اور ایک بزرگ کا یہ قول یاد رکھنا چاہیئے ؎

محمدؐ شاہدِ دین جان و ایماں　　　محمدؐ رحمت حق لطف یزداں
بہار بہشت جنت رنگ و بویش　　　بہشتِ نہ فلک خاکی ز کویش
ابد از ہستی او آفریدہ　　　عدم را سایۂ او نور دیدہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محمد شفیع الدین خاں مراد آبادی

رسول نمبر

سنہ ۱۳۳۱ھ اور رسول نمبر سنہ ۱۳۳۲ھ کی چند جلدیں پرانی کتابوں میں نکل آئی ہیں کسی صاحب کو ضرورت ہو تو طلب فرمائیں قیمت دونوں کی آٹھ آٹھ آنے ہے۔ ایک ساتھ منگانے والوں کو محصول ڈاک کی رعایت کر دی جائے گی۔

منیجر نظام المشائخ دہلی۔

سچوں پر ستم

ہندوستان کے کروڑوں مسلمانو! جس دین کے دم سے مسلمان کہلاتے ہو جس دین کی بدولت تاج و تخت کے مالک بنے تھے جس دین نے تم کو اونچا۔ عزت والا۔ حق گو۔ حق جو قوی پست بنا دیا۔ خبر بھی ہی اُس دین کے ہادی اور اُسکے یار و اصحابؓ پر شروع میں کیسے کیسے ستم ٹوٹے ہیں۔ آج تم ذرا سی کڑوی کسیلی بات کی سہار نہیں کر سکتے۔ معمولی سے خطرہ سے ڈر جاتے ہو اور سچائی سے زبان بند کر لیتے ہو؛

آج تم پلاؤ قورمہ کی رکابیوں کے سامنے اکڑ کر بیٹھتے ہو آج تم شال دو شالے اوڑھ کر سوتے ہو۔ ہاتھی گھوڑے۔ موٹر فٹن پر سوار ہوتے ہو۔ کل تمہارے آقا نے کیسے کیسے ظلم و ستم سچائی کے لیئے سہے۔ اور کیسی بے کسی و بیچارگی۔ بھوک و پیاس میں تمہارے دین و دنیا کی بنیاد ڈالی۔ لو سُنو! میں تم کو اسکی کیفیت سناتا ہوں۔ اسکو پڑھو۔ اور حق و صداقت کی باتوں میں صبر کرنا اور ثابت قدم رہنا سیکھو؛

پونے تین نمازی
کعبہ کی دیوار تلے

غارِ حرا میں جبرئیلؑ کو آئے ہوئے چند ہفتے ہوئے تھے۔ آخری زمانہ کے سب سے بڑے پیغمبرؐ کو رسالت ملے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ دنیا میں صرف چار مسلمان اُسوقت تھے ایک تو خود وہی ذات تھی جس کا کلمہ پڑھتے ہو۔ ایک اُن کی زوجہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ ایک صدیق اکبر حضرت ابو بکر رضؓ تھے۔ ایک خُرد سال عقل کمال حضرت علی رضؓ تھے؛

عفیف الکندی ایک سوداگر کا بیان ہی کہ میں ان دنوں مکہ میں آیا اور حضرت عباس رضؓ سے ملا۔ کعبہ کے سامنے ہم بیٹھے باتیں کر رہے کہ اتنے میں ایک شخص نکلکر آیا۔ اور کعبہ کے سامنے

ایک خاص قسم کی عبادت کرنے لگا۔ جو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ مجھے بہت تعجب ہوا۔ پھر ایک عورت آئیں۔ اور انہوں نے بھی اسی قسم کی عبادت شروع کردی۔ پھر ایک لڑکا آیا اور وہ بھی یہی عبادت کرنے لگا۔

میں نے عباس رضؓ سے پوچھا۔ بھائی یہ کون لوگ ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔ مکہ میں تو آجتک میں نے ایسی باتیں دیکھی نہیں۔

حضرت عباس رضؓ بولے یہ میرا بھتیجہ محمدؐ ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے خدا نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ قیصر روم اور کسریٰ ایران کے خزانے مجھے ملیں گے۔ اب تک فقط اسکی بی بی خدیجہ رضؓ اور یہ لڑکا علیؓ جو میرے دوسرے بھائی کا بچہ ہے اسپر ایمان لائے ہیں یہ انکی نماز ہے جو تم نے دیکھی۔

عفیف کندی کہتے ہیں۔ میرے دل پر اس نماز کا بڑا اثر ہوا۔ اور میں نے کہا۔ کاش میں بھی اسی دین میں شامل ہو جاتا۔

خیال کرنا۔ اپنے دین اسلام کے اُٹھان کے وقت کو سامنے لانا۔ کہ کعبہ کے سامنے صرف یہ تین آدمی "ایک اللہ" کو سجدہ کر رہے تھے اور روئے زمین پر کوئی "ایک اللہ" کہنے والا نہ تھا۔ یہ سچوں کی ابتدا تھی۔

پہلا ستمگر

اس سچے پر پہلا ستم ڈھانے والا خود اُنکا سگا چچا ابو لہب تھا۔ ہمیشہ آپ کی ہجو کرتا طرح طرح سے ستاتا۔ اور دروازے پر غلاظت ڈال دیتا۔ اسکا گھر آنحضرتؐ کے گھر کے برابر تھا حضرت فرماتے کیا پڑوسی کا یہی حق ہے۔ تم ہاشمی و عربی شرافت کو بھی بھول گئے۔ مگر یہ ذلیل باز نہ آتا تھا۔

ایک دن گندگی لئے جاتا تھا کہ آنحضرتؐ پر ڈالے۔ رستہ میں اُسکے بھائی حضرت حمزہ رضؓ مل گئے۔ انہوں نے اسکا ارادہ معلوم کرکے وہ غلاظت چھین لی۔ اور خود اُسی کے سر پر ڈال دی۔

شریر بہت کھسیانا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ بھائی تم بھی (نعوذباللہ) اس احمق کے حمایتی ہو گئے۔

ایک دفعہ آنحضرتؐ نے اپنے کنبے والوں کی دعوت کی اور چاہا کہ اس دعوت میں انکو ہدایت کریں۔ ابولہب بھی ان میں آیا تھا۔ جونہی آنحضرتؐ نے تقریر کا ارادہ کیا کہ اس بدبخت نے لوگوں کو بھڑکا دیا اور کہا چلو۔ اس کی بے سروپا بات نہ سنو۔ آنحضرتؐ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ اور سب لوگ اٹھکر چلدیئے۔

غرض ابولہب رات دن حضرتؐ کے آزار دینے میں آمادہ رہتا تھا۔ آخر خدا نے اسکو لناک چیچک میں مبتلا کر کے مار ڈالا اور اس ستمگر کا جنگ بدر کے بعد خاتمہ ہو گیا۔

دوسرا سفاک

اسود بن یغوث کا بیٹا تھا۔ آنحضرتؐ کا یہ ماموں زاد بھائی تھا پر بڑا ہی قصائی تھا۔ آنحضرتؐ اور آپکے غریب اصحابؓ کو رستہ میں دیکھتا تو آوازہ کشی کرتا:۔

"دیکھنا بھئی دنیا کے بادشاہ جارہے ہیں۔ اب کوئی دن میں روم و ایران کے مالک ہو جائینگے۔ کہو محمدؐ! آج بھی آسمان سے کوئی آواز آئی؟ اور خدا سے کچھ بات چیت ہوئی؟"

اسود کالے سانپ کی طرح ہر وقت پھنکارے مارتا رہتا تھا۔ اور آنحضرتؐ کے اذیت دینے میں کوئی کسر نہ رکھتا تھا۔ مگر حضرتؐ چپ تھے۔ صبر کرتے تھے۔ اور اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ جی کو برا لگتا تھا۔ لیکن کیا کرتے۔ خون کے سے گھونٹ پی کر خاموش ہو جاتے تھے۔

آخر خدا کی غیرت جوش میں آئی۔ اور اس کالے ناگ پر قہر خدا نازل ہوا۔ کہیں سفر میں گیا تھا۔ وہاں لو لگ گئی۔ اور چہرہ جھلس کر بالکل سیاہ ہو گیا۔ اور سچ مچ کا اسود بن گیا۔ گھر میں آیا تو گھر والوں نے اسکو پہچانا تک نہیں۔ اور کواڑ بند کر لیئے۔ کہا یہ اسود نہیں۔ کوئی بلا آگئی ہے۔ ہرچند اس نے غل مچایا۔ اور آہ وزاری کی۔ مگر کسی نے دروازہ نہ کھولا۔ مجبور ہو کر جنگل میں نکل گیا۔ اور پہاڑوں میں سر ٹکراتا پھرنے لگا۔ وہیں اسکو خارش کی بیماری ہوئی اور سارے

بدن میں پیپ پڑ گئی۔ اسی مرض میں بحالت بیکسی فی النار ہوا۔

تیسرا جفا شعار

قیس کا بیٹا حارث تھا۔ بڑا بدزبان اور از حد شریر تھا۔ پھبتیاں اڑانے میں اسکو بڑی مہارت تھی۔ اور اپنی ساری لیاقت یہ آنحضرتؐ کے خلاف خرچ کرتا تھا۔ بازاروں میں۔ رستوں میں کھڑا ہوتا اور مٹک مٹک کر آنحضرتؐ اور آپکے اصحابؓ کے مذاق اڑاتا۔ اور کہتا کہ محمدؐ اپنے اصحاب سے کہتے ہیں کہ مرنیکے بعد پھر زندہ ہونگے۔ کسقدر بے وقوفی کی بات ہے۔ مر کر بھی کوئی زندہ ہوا کرتا ہے۔ جو کچھ ہے بس یہی زندگی ہے مر گئے۔ قصہ ختم ہوگیا۔ زمانہ میں یہی ہوتا آیا ہے۔ پیدا ہوتے ہیں مرجاتے ہیں۔ کسی کو دوبارہ زندہ ہوتے نہیں دیکھا۔

جب اس جفا پیشہ پاجی کی حرکتیں حد سے بڑھیں تو خدا کا عذاب اسپر بھی آیا۔ کہیں کوئی زہریلی مچھلی کھالی تھی۔ بہانہ تو اسکا ہوا۔ مگر خدا نے تڑپا تڑپا کر مار ڈالا مچھلی کا یہ اثر ہوا کہ گھڑی گھڑی پانی پیتا تھا۔ لیکن پیاس نہ بجھتی تھی۔ پیاس پیاس پکارتے پکارتے دم آخر ہوا۔ اور سیدھا دوزخ میں پہنچگیا۔

چوتھا بیدرد

مغیرہ کا بیٹا ولید تھا۔ قریش میں اسکی بڑی عزت تھی۔ سارے قبیلہ قریش کے مقابلہ میں اس اکیلے کا یکتا درجہ مانا جاتا تھا۔ یعنی جب کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تو سب ملکر یہ فخر حاصل کرتے تھے مگر ولید کو یہ حق تھا کہ وہ اکیلا غلاف چڑھائے۔ کیونکہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ اکیلا مرتبہ میں سب کے برابر ہے۔

اس نے بھی بڑی بے دردی اور اپنی دانست میں بڑی عقلمندی سے آپکے ستانے پر کمر باندھی تھی۔ ایک دن اس نے سب کو جمع کر کے کہا۔ تم لوگ باہر کے مسافروں سے جو محمدؐ کا حال پوچھتے ہیں کہدیا کرتے ہو۔ وہ مجنون ہے۔ شاعر ہے۔ کاہن ہے۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ یوں کہا کرو۔ وہ جادوگر ہے۔ تاکہ لوگ ڈر جائیں۔ اور پھر کسی کو اسکے پاس ہی جانے کی

ہمت نہ ہو +

اس خبیث نے اپنی ساری فضیلت۔ بزرگی اور عقل بیکس خدا پرست کے ستانے میں صرف کردی تھی۔ لیکن خدا کی مار اسپر بھی آئی۔ قبیلہ خزاعہ کے ایک تیر ساز کے پاس ایک دن گیا تھا۔ تاکہ اپنے تیروں میں پر لگوائے۔ وہاں بدقسمتی سے اسکا پاؤں تیروں پر پڑگیا۔ جو اُسکے تلوے میں چبھ گئے۔ اور زخم ایسا گہرا ہوا کہ اُسی کے صدمے سے یہ عاقل بزرگ جہنم رسید ہوا +

پانچواں خوش نصیب پاجی

خلف کا بیٹا اُبیّ تھا۔ یہ دغا باز اپنے شریر بھائی امیہ ابن خلف سے بھی شرارتوں اور آنحضرتؐ کی ایذا رسانیوں میں سبقت لیگیا تھا۔ طرح طرح سے ستاتا۔ سامنے آآکر مذاق کرتا اور آپ کو جھٹلاتا تھا۔ ایکدن ہاتھ میں ہڈی لیئے ہوئے آیا۔ اور بولا۔ کیوں محمدؐ! تمہارا خدا اس بوسیدہ ہڈی میں بھی جان ڈال سکتا ہی؟ آیت نازل ہوئی:۔

(ترجمہ) "وہ کہتا ہے کہ اس بوسیدہ ہڈی میں کون جان ڈال سکتا ہے اے محمدؐ! کہدو جس نے اس ہڈی کو پیدا کیا تھا۔ وہی اس میں دوبارہ جان بھی ڈال سکتا ہے" +

مگر ملنے۔ اُبیّ بن خلف جیسا پاجی کیا خوش نصیب تھا کہ باوجود ان لگاتار شرارتوں اور ستم کاریوں کے کیسی اچھی موت مرا +

میں تو اسکو اچھی موت کہونگا۔ موت کے بعد ظاہر ہے کہ وہ ابدی جہنم میں گیا ہوگا مگر مرنا کیا مزیدار ہوا +

میں کیونکر اس رقیب روسیاہ کی موت کا حال لکھوں میرے سامنے تو یہ شعر ہے

نبود نصیب دشمن کہ شود ہلاکِ تیغت   سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

لو۔ کہدیتا ہوں۔ احد کی لڑائی میں یہ کافر آنحضرتؐ پر حملہ آور ہوا۔ اور آپنے۔ ہاں آپنے خود

اپنے نکیلے۔ چمکدار ابرو والے برچھے سے اُس کے سینہ کو چیر کر مار ڈالا +

کیا وقت ہوگا۔ سرکارؐ نے نیزہ تانا ہوگا۔ فرشتے الامان پکارتے ہونگے۔ دوست دشمن کھڑے کے کھڑے رہ گئے ہونگے۔ کہ الٰہی خیر۔ خود ذاتِ اقدسؐ نے حربہ اُٹھایا ہے نیزہ جھومتا ہوگا کہ میں کسکے ہاتھ میں ہوں۔ کافر کا سینہ اور دل وجد میں آتے ہونگے کہ ہم کیسے پیارے ہاتھوں سے زخمی ہونے والے ہیں! +

ہائے اُبیؔ نے کن قدموں کے سامنے دم توڑا ہوگا۔ وہ کسکے آگے خون میں لوٹ لوٹکر مرا ہوگا۔ اور مرتے وقت کسکو دیکھکر اُسنے آنکھ بند کی ہوگی! +

بس بس اُبی پاجی تھا۔ دغا پیشہ تھا۔ موذی تھا۔ مشرک تھا۔ دوزخی تھا۔ مگر کم بخت بڑا ہی نصیبہ والا اور تقدیر کا سکندر تھا۔ جو ایسی مزے دار موت مرا +

چھٹا فسادی

عاص تھا۔ نام میں بھی عاصی گنہگار اور کام بھی نافرمان ناہنجاروں کے۔ مشہور بزرگ عمرو بن العاص فاتح مصر کا باپ تھا۔ اسکی بدزبانی اور فتنہ پردازی ابولہب کے لگ بھگ تھی۔ اسی کے واسطے تبّت نازل ہوئی۔ اور اسی کے لیے انا اعطینٰک اُتری +

جب آپکے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو اس عاصی نے کہا تھا کہ میاں کیوں گھبراتے ہو۔ چند دن کی بہار ہے۔ محمدؐ کے بیٹا تو کوئی جیتا نہیں۔ جو کچھ ہے بس انکے دم تک ہے۔ بعد میں نہ کوئی نام لیوا ہوگا نہ پانی دیوا +

آنحضرتؐ کو عاص کے اس متواتر تشنعہ سے بڑا ملال ہوا۔ اسپر سورۂ کوثر نازل ہوئی۔ اور خدا تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ تمکو تو ہمنے کوثر دیا ہے یعنی حوض کوثر۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کثرت اُمت۔ تمہارا نام و اقتدار تو قیامت تک قائم رہیگا۔ بے نام و نشان تو تمہارا دشمن ہوجائے گا +

ایک روایت میں ہے کہ یہ طعنہ دینے والا عاص نہ تھا بلکہ کوئی اور کافر تھا جس کا

نام بھی لوگوں کو معلوم نہیں۔ بہرحال عاص نے اگر یہ طعنہ نہ دیا ہوتب بھی وہ بڑا ہی اکفر موذی تھا۔ اور آنحضرتؐ کو اسکے ہاتھوں ہر وقت کی اذیت تھی +

اسکو بھی انجام کار عذاب الٰہی نے پکڑا۔ اور پاؤں میں کسی زہریلے جانور نے کاٹ کھایا۔ جسکے سبب اسکی ٹانگ اونٹ کی گردن کی طرح موٹی ہوگئی اور ہجرت کے دوسرے مہینے یہ مفسد بھی دنیا سے غارت ہوا +

ساتواں شیطان

نضر بن حارث تھا۔ یہ آنحضرتؐ کے خاندان میں تھا۔ اور توریت و انجیل اور آتش پرستوں کے مذہب سے واقفیت رکھتا تھا۔ اِس بدبخت کو معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والے ہیں۔ سمجھتا تھا کہ وہ پیغمبر آئے تو سب سے زیادہ میں اُس سے فیض اُٹھاؤں گا۔ جب اپنے ہی گھرانے میں آنحضرتؐ کا ظہور ہوا تو حسد کے مارے جل گیا۔ اور مخالفت کرنے لگا۔ اِسکی نسبت قرآن شریف میں بہت سی آیتیں آئی ہیں۔ کیونکہ علمیت شیطان کی سی رکھتا تھا۔ اور عالمانہ غرور سے آنحضرتؐ کو ایذا دیا کرتا تھا۔ اور اسکی شب و روز کی شرارتوں سے مسلمان اور آنحضرتؐ ازحد دق ہوگئے تھے +

یہ بھی نہ بچا۔ اور گرفت قہاری میں آیا۔ بدر کی لڑائی میں حضرت مقدادؓ نے گرفتار کرلیا۔ اور پھر بحکم سرور دو عالم حضرت علیؓ نے تلوار کے ایک ہی تھپڑے سے دو ٹکڑے کرکے دوزخ میں بھیج دیا +

آٹھویں دو بچھو

حجاج سہمی کے بیٹے تھے۔ ایک کا نام مُنیا تھا دوسرے کا نُبیا۔ یہ دونوں بھی ہر وقت ڈنک مارتے رہتے تھے۔ آنحضرتؐ کو دیکھتے تو قہقہہ مار کر کہتے کہ بھئی واہ خدا کی عقل کے بھی قربان جائیے۔ کسکو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی بات بھی اِن میں پیغمبر بننے کی ہے؟ پھر آنحضرتؐ سے مخاطب ہوکر کہتے :۔

ارے میاں تم کیوں پیغمبر بن گئے۔ عمر تمہاری بڑی نہیں۔ روپیہ پیسہ تمہارے پاس نہیں۔ اور کسی قسم کی قوت اور طاقت نہیں۔ عرب میں کیا لائق آدمیوں کی کمی تھی؟ جو تم جیسے نبی بن بیٹھے +

ان دونوں کو بھی حضرت علیؑ نے بدر کی جنگ میں کچل کر رکھدیا۔ اور دونوں منہ پیٹتے ہوئے جہنم کو سدھارے۔ لکھا ہے مشہور تلوار ذوالفقار انہیں دونوں میں سے ایک کی تھی +

نواں غول بیابانی

عقبہ اُمیہ کا پوتا یعنی یزید کا بزرگ تھا۔ یہ بھی ابولہب کی طرح ہاتھ سے زبان سے اور جس طرح بن پڑتا صحابہ اور آنحضرتؐ کو ستایا کرتا تھا۔ ایک دن نجاست کا ٹوکرا آنحضرتؐ پر ڈالنے کو لیجاتا تھا کہ ایک صحابی ملگئے۔ اور اُنہوں نے ٹوکرا پھینک کر اُسکے دونوں کان پکڑ لیے اور اُنکو خوب کھینچا۔ کان کھنچوا کر بڑبڑاتا ہوا اُن صحابی کی ماں کے پاس گیا۔ اور کہا دیکھو بی تمہارے بیٹے نے میرے کان مروڑ دیے۔ ان بی بی نے جواب دیا۔ اچھا کیا تیرے کان کھینچے۔ تو ہمارے آقا سے گستاخیاں کرتا ہے۔ ہم اُن کا بدلہ نہ لیں تو کون لے کہ انکے غلام ہیں +

بدر کی لڑائی میں پکڑا گیا تو آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ اس خبیث کو ہلاک کردو۔ موت کے نام سے عقبہ کانپ گیا۔ اور عاجزی سے کہنے لگا۔ محمدؐ! میرے بال بچوں کا کون خبرگیراں ہوگا۔ مجھے نہ مار۔ آپؐ نے فرمایا دوزخ کی آگ تیرے بچوں کی خبرگیری کریگی۔ عاصم بن ثابت انصاری نے اُسکو تہ تیغ کیا۔ اور اُسکی لاش سولی پر لٹکائی گئی۔ اور اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ جب ایک دشمن کی لاش سولی پر لٹکائی گئی +

دسواں بھوت

اسود بن المطلب آنحضرتؐ کا چچا تھا۔ صحابہ اور آنحضرتؐ کو دیکھتا تو بولیاں مارتا۔ اور کہتا۔ دیکھنا ذرا دیکھنا۔ روئے زمین کے بادشاہ سلامت جاتے ہیں۔ اور پھر سیٹیاں بجاتا اور تالیاں بجاتا

ہوا پیچھے دوڑتا +

بدر کی لڑائی میں حضرت ابودجانہ کے ہاتھ سے فی النار ہوا - اور اسکے سب کنبہ والونکو حضرت علیؓ نے اسی لڑائی میں کاٹ کر ڈھیر کر دیا +

گیارہواں سنگدل

رکانہ ہاشم بن عبدالمطلب کا پوتا تھا - یہ بھی ابولہب ثانی تھا کوئی بات شرارت سے خالی نہ تھی - ایک دن آنحضرت کو رستہ میں ملا تو بولا - "یوں تو تم سچے ہو - جھوٹ نہیں بولتے میں تمہیں مانتا ہوں - مگر رسول اور پیغمبر جب جانوں کہ مجھ سے کشتی لڑلو - اگر تم نے مجھے پچھاڑ لیا تو تم نبی ورنہ جھوٹے" - رکانہ بڑا دیوزاد اور یل شل تھا - آنحضرتؐ کے تن نازنین کی اسکے سامنے کچھ بساط نہ تھی - مگر آنحضرت کشتی لڑنے کو تیار ہو گئے - اور کشتی ہونے لگی خلقت جمع ہو گئی حضرتؐ نے رکانہ کو زمین سے اٹھا کر چاروں شانے چت دے مارا - رکانہ کھڑا ہو کر پھر لپٹا آپ نے پھر دے پٹکا - تیسری مرتبہ اس نے پھر ہشت مشت کی - اب کے بھی آپ نے اٹھا کر پٹخنی دیدی بہت کھسیانا ہوا اور لوگوں نے قہقہے لگانے شروع کیے +

آنحضرتؐ نے فرمایا - لو اب وعدہ یاد کرو - اور جلدی کلمہ پڑھو - سبات ٹالنے کو بولا - اچھا اگر اس درخت کو پاس بلالو تو کلمہ پڑھ لوں - آپ نے درخت کو اشارہ کیا - درخت زمین چیرتا ہوا سامنے آگیا - رکانہ بہت حیران ہوا اور کہا اسکو الٹا بھیجو - آپ نے اشارہ کیا - درخت پھر چلا گیا - اب تو ہر طرح عاجز ہو کر بولا - بھئی کچھ شک نہیں کہ تم نے جادو اچھا سیکھا ہے +

بارہواں مشہور جگادھری

اوپر کا فر - نیچے کا فر - دائیں کا فر - بائیں کا فر - ازل کا فر - ابد کا فر - امیر الکافرین رئیس المشرکین ابوجہل - آنحضرت اور اسلام کا سب سے بڑا دشمن +

اسکی ستمگاریوں کے افسانے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے - لکھنے کی ضرورت نہیں بدر کی لڑائی میں نہایت ذلت کے ساتھ ایک غریب لڑکے کے ہاتھ سے مارا گیا - میں نے صرف بارہ کے

نام لکھے ہیں۔ انکے علاوہ اور بیشمار بڑے بڑے موذی تھے مضمون میں سب کی گنجایش نہیں یزید کے دادا جان ابو سفیان اور حکم بن ابی العاص مروان کے پدر بزرگوار ان ستم کاروں میں ابو جہل سے بھی بڑھکر سرغنہ تھے۔ مگر آخر میں مسلمان ہوگئے تھے۔ اسواسطے ان کی ستم کاریوں کا ذکر فضول ہے ۔

یہ تو دشمنوں اور ستمگاروں کی داستان تھی۔ اب خداکاروں اور عاشقانِ روئے احمد اور دینِ احمد کا بیان سُنو کہ ان سچوں اور سچ پرستوں پر کیسے کیسے ستم ٹوٹے اور وہ کسقدر ثابت قدم رہے ۔

پہلا پروانہ

بلال رباح حبشی کے بیٹے۔ امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ کالی صورت کو خدا نے نورانا۔ ایمان کا نور دیا تو امیہ بدذات اُنپر ظلم کرنے لگا۔ جنگل میں لے جاتا۔ باندھکر گرم ریت پر ڈال دیتا۔ جلتا ہوا پتھر سینہ پر رکھدیتا۔ اور کہتا۔ اس عقیدہ سے باز آ ۔

وہ کہتے ۔ اللہ واحد۔ اللہ واحد۔ ایک اللہ۔ ایک اللہ۔ ایک دن اُمیہ ظلم کاری میں مصروف تھا کہ ورقہ بن نوفل ادہر سے گزرے۔ اُنہوں نے جو بلال رضی اللہ عنہ کو اللہ ایک اللہ ایک پکارتے سُنا تو بے اختیار رو گئے۔ اور کہا سچ کہتا ہے۔ خدا ایک ہی ہے۔ پھر اُمیہ کو سمجھایا کہ اس سفاکی سے تیرے تئیں کچھ حاصل نہیں۔ یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ چھوڑے گا۔ اُمیہ نے کہا۔ اگر نہیں چھوڑے گا تو میں اسیطرح اسکو سزا دے دیکر مار ڈالونگا ۔

آخر امیہ نے دستور مقرر کرلیا۔ روزانہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر مار پڑتی تھی۔ اور ستم توڑے جاتے تھے۔ مگر یہ شمع توحید کا پروانہ حق سے نہ پھرتا تھا۔ اسی حال میں ایکدن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا۔ اور اُمیہ کو منع کیا۔ امیہ بولا۔ تو نے ہی تو میرے غلام کو بگاڑا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو اسکے عوض میرا غلام لے لے جو اس سے اچھا ہے اور تیرے دین پر ہے۔ اُمیہ نے قبول کیا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اُمیہ سے لیکر آزاد کردیا ۔

دوسرے شیدائی

عمار بن یاسرؓ تھے۔ انپر بھی حضرت بلالؓ کے سے ظلم ٹوٹتے تھے۔ ایکدن انکی والدہ سمیہ نے بیٹے کی اذیت سے بیقرار ہوکر ابوجہل کو برا بھلا کہا۔ اس ملعون نے بیچاری کے ایک برچھا مارا جس سے وہ شہید ہوگئیں۔ اور اسلام میں سب سے پہلی شہید یہ سمیہؓ تھیں۔ گویا اسلام میں سب سے پہلا درجہ شہادت ایک عورت کو ملا۔ عمار یاسر اسوقت مسلمان ہوئے تھے جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف تیس تھی +

اُن کی مظلومی کا خیال کرکے آنحضرتؐ نے اجازت دیدی تہی کہ تم اذیت سے بچنے کے لیئے مجکو برا کہدیا کرو۔ قرآن شریف میں بھی ایک آیت عمار کی نسبت آئی کہ جب انکا دل ایمان پر ثابت ہے تو جبر سے کفر کہنے کا کچھہ مواخذہ نہیں ہے +

حضرت عمار کی بڑی عمر ہوئی۔ پورے نوے سال کے تھے جب صفین کی لڑائی میں حضرت علیؓ کے ساتھ ہوکر امیر معاویہؓ سے لڑے اور شہید ہوئے +

تیسرے فدائی

حضرت خبابؓ تھے۔ جسوقت یہ مسلمان ہوئے ہیں مسلمانوں کی گنتی صرف چھہ تھی۔ خبابؓ سباع نامی درندہ کافر کے غلام تھے۔ اُنکو برہنہ کردیا جاتا تھا اور گرم ریت پر لٹا کر گرم پتھر سینہ پر رکھا جاتا تھا۔ پھر مار پڑتی تھی۔ اس فدا کار رسولؐ نے سب کچھہ سہا۔ مگر دین حق کو ہاتھ سے نہ دیا۔ آخر خدا نے دست ظالم سے رہائی دلوائی۔ اور اسلام کے بڑے بڑے کام انسے لیئے +

چوتھے شیفتہ

حضرت صہیبؓ رومی تھے۔ یہ نسلاً رومی نہ تھے۔ سرخ رنگ ہونیکے سبب لوگ اُنہیں رومی کہنے لگے تھے۔ انپر کفار نے وہ وہ بیدادیاں کیں جنکے سننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر اس اللہ کے سچے بندے نے کسی تکلیف کی پرواہ نہ کی اور امر حق پر اڑے رہے۔ مکہ سے ہجرت کرنی چاہی تو کفار نے اُنکو پکڑلیا۔ اور جب اُنہوں نے اپنا سارا مال اُنکو دیدیا تب ہجرت کرنے دی

مدینہ میں خالی ہاتھ آئے۔ اور دیدار سلطان کونین سے مالا مال ہوئے +

یہ صہیبؓ بڑے مقرب صحابی تھے۔ اسرار خاص حاصل کرنے والی جماعت اصحاب صفہ میں انکا شمار بھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی وفات کے وقت نماز کے لیئے انہیں کو مقرر کیا تھا۔ اسوقت تک کہ کوئی خلیفہ منتخب ہو +

پانچویں حلقہ بگوش

عامر بن فہیرہؓ تھے شروع کے مسلمانوں میں اُن کا نام بھی ہے۔ اِن غریب پر بھی کفار نے ظلم و ستم کے پہاڑ گرائے تھے۔ مگر یہ اپنی ایمانی بات سے نہ پھرے۔ آخر حضرت ابوبکرؓ نے انکو بھی انکے آقا طفیل بن عبداللہ سے خرید کر آزاد کر دیا۔ بکریاں چرایا کرتے تھے آنحضرتؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لیگئے تو یہی عامر خدمت کرتے ہوئے اِس مہاجر اعظم کے پا برکاتؐ تک گئے تھے۔ بدر اور احد کی لڑائیوں میں اسلام کی خاطر خوب تلوار چلائی۔ بیئر معونہ کے جہادؔ میں شہید ہوئے +

چھٹے جان نثار

ابوالفکیہہ تھے۔ اِن کا نام افلح اور بعض کہتے ہیں یسار تھا۔ صفوان بن خلف کے غلام تھے حضرت بلالؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ امیہ بن خلف کو خبر ہوئی تو اُن کی ٹانگ میں رسی باندھی۔ اور لوگوں سے کہا اسکو گھسیٹ کر لے چلو۔ پھر جلتی زمین پر ڈال دیا۔ اتنے میں ایک کیڑا پاس سے گزرا۔ اُمیہ نے کہا ــ یہ تیرا خدا آیا اُنہوں نے جواب دیا۔ میرا تیرا اور اس کیڑےؔ کا خدا اللہ ہے۔ اسوقت اُمیہ کا بھائی اُبی بن خلف بھی موجود تھا۔ اُس نے کہا اِس کا گلا گھونٹو۔ اور دیکھو محمدؐ اپنے جادو سے اسے بچانے آتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اُمیہ نے اُنکا گلا گھونٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ اُنکی آنکھیں نکل پڑیں۔ اور سب نے جانا کہ مر گئے۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آگئے۔ اُنہوں نے اِن نیم مردہ کو صفوان سے خرید لیا۔ گھر لائے۔ تیمارداری کی۔ اور پھر آزاد کر دیا۔ یہ بدر کی لڑائی سے پہلے رحلت فرما گئے تھے +

عورتوں کی جاں نثاریاں

مردوں کی چند مثالیں تو میں نے سنا دیں۔ مضمون میں زیادہ ناموں کی گنجائش نہ تھی ورنہ اور بہت سے مظلوم تھے۔ اب چند جاں نثار عورتوں کے حالات لکھے جاتے ہیں۔

پہلی فدویہ

لبینہ نام ایک لونڈی تھی۔ مسلمان ہونے سے پہلے حضرت عمرؓ اس پر ستم توڑا کرتے تھے۔ پٹتے پٹتے بدحال ہو جاتی تو چھوڑ دیتے اور کہتے میں تجھ سے از حد بیزار ہوں۔ لبینہ جواب دیتیں اگر تو مسلمان نہ ہوا تو خدا بھی تجھ سے بیزار رہیگا اور مجھ سے زیادہ تجکو مار پیٹ کرے گا۔ لبینہ کو بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

دوسری مومنہ

زنیرہ بنی عدی کی لونڈی تھی۔ ان کو ابوجہل نے اتنی تکلیفیں دیں کہ بیچاری اندھی ہو گئی۔ تو ابوجہل بولا۔ لات و عزٰی نے تجھے اندھا کر دیا۔ زنیرہ نے جواب دیا۔ لات و عزٰی کو اپنے پوجنے والوں کا حال تو معلوم نہیں۔ مجھے کیا اندھا کرینگے۔ یہ قدرت آسمان کے خدا کی ہے وہ چاہے تو مجکو پھر بینائی دیدے۔ خدا کی شان دوسرے دن اُنکی آنکھوں میں روشنی آگئی اور ابوجہل نے کہا واہ رے محمدؐ کے جادو۔ ان کو بھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے خرید کر آزاد کر دیا۔

تیسری مظلومہ

نہدیہ بنی نہد کی لونڈی تھی۔ اُنپر بھی کفار نے ہزاروں ظلم توڑے۔ مگر یہ بہادر حق سے نہ پھری آخر حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزادی دلوائی۔

چوتھی ستم رسیدہ

ام عبس بنی زہرہ کی لونڈی تھیں۔ انپر اسود بن عبد یغوث رات دن ستم کرتا۔ اور کہتا دیکھ باز آ اور اس نئے دین سے توبہ کر۔ ورنہ مار مار کر کچلا کر دونگا۔ ام عبس کہتیں۔ تو جو چاہے کر۔ جان

دے دوں گی۔ ایمان نہ دوں گی ٭ یہ بھی حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی اعانت سے آزاد ہوئیں ٭

الغرض ان سچوں اور حق پرستوں نے ایسا کون سا ستم تھا جو نہ اُٹھایا۔ کونسی جفا تھی جو اُن پر نہ کی گئی۔ مگر یہ سب اسلام پر۔ ایمان پر اور قول حق پر برقرار رہے۔ اور ہمارے لیے مثال چھوڑ گئے کہ ہم بھی خدا کی وحدانیت اور پیغمبر کی رسالت پر ثابت قدم رہیں۔ خواہ کیسی ہی مصیبت کا سامنا ہو ٭

حسن نظامی

حسن و ل ربائی

معجزہ نہیں کرامت نہیں
کایا پلٹ تائید الٰہی

کیا صحیح ہے۔ قدرتی رنگ بھی تبدیل ہوسکتا ہے؟ ہاں نور افروز صابن کو قدرت نے وہ اثر عطا فرمایا ہے کہ اگر شہزادہ حبش بھی استعمال کریں تو ہم دعوے کرتے ہیں۔ چند ہی عرصہ میں رنگ متغیر ہوگا۔ علاوہ بریں چہرے کو خوشنما۔ سیاہ رنگ کو چند ہی عرصہ میں سُرخ و سفید اور جلد کو ملائم مثل مخمل کے کردیتا ہے۔ گویا حسن و ربائی کی کنجی ہے۔ چہرے کے مُہاسے۔ داغ دھبے۔ پھوڑے۔ پھنسی کو دور کردینے میں افضل ترین ثابت ہوا ہے۔ بہترین دواؤں کے جوہر سے ہزارہا بدصورت۔ حسین۔ اور جمیل بن گئے ٭

المشتہر

حکیم عبدالمجید مالک سٹار سوپ فیکٹری کوچہ میر عاشق دہلی

حضورؐ کا درجہ صف انبیا میں

اِس کائنات کا دلچسپ منظر اور اِس ہستی کا پرفضا نظارہ جس میں دیدۂ حقیقت بین کے لیئے سیر آفاقی اور انفسی کی راہیں کشادہ ہیں۔ اور جس میں ایک بے بصر آنکھ کے واسطے عیش عشرت اور فریفتگی کے سامان پائے جاتے ہیں۔ اِس بات کی پکار کر شہادت دے رہا ہے کہ کائنات کی زینت اور محفل ہستی کی آرایش صرف انسان ہی کے واسطے ہے ؎

آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لیئے ہے

کیونکہ صانع قدرت کی اعلےٰ گلکاری کا یہ نمونہ اور صفاتِ ایزدی کے جمال کا یہ آئینہ ہے۔ خود دست قدرت نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اسے بنایا۔ اور مخلوقات کی افسری کا تاج اسی کے سر پر رکھا۔ اور برتری اور تکریم کے خلعت فاخرہ سے اِسے معزز و ممتاز کیا۔ اور کرمنا بنی آدم + لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم کے خطاب سے عزت بخشی اور اِسی میں قوت مادی و روحانی ودیعت رکھی ‌‌‌+

سائنس کے کرشمے۔ کلوں کی ایجادیں۔ اجرام فلکی پر تسلط یہ سب قوتِ مادی کے جلوے ہیں۔ قوتِ روحانی قوتِ مادی سے بہت ارفع و اعلےٰ ہے۔ جب کبھی اِس قوت کا معجزے یا کرامت کے رنگ میں ظہور ہوا تو بڑے بڑے فلاسفر بڑے بڑے حکما۔ بڑے بڑے فضلا حیران اور مبہوت رہ گئے۔ اِس روحانی قوت والے ہاتھوں میں عصا۔ اژدہا بن کر ظاہر ہوا۔ اسکی انگلیوں سے آب شیریں کی نہریں جاری ہوگئیں۔ اِس سے سنگریزوں نے بات چیت کی۔ یہ اسی روحانی قوت کے جلوے تھے جس نے سنگدلوں کو رحم و کرم اور گدڑیوں کو تاج و تخت بخشا۔ حکیم اور فلاسفر کو مادہ پرستی سے نجات اور ذات و صفات سے آگاہی بخشی۔ اِس روحانی گروہ کا امام اور پیشوا انبیا و اولیا رکا مقتدا وہ ہے جسکو زمین والے محمدؐ اور آسمان والے احمدؐ کے مبارک نام سے پکارتے ہیں

ہاں یہ وہی مبارک وجود ہے۔ جسکی مدح و ثنا کے گیت خداوند قدوس کے مقدس بندے اور اُس روحانی گروہ کے برگزیدہ فرد حضرت داؤد علیہ السلام نے زبور باب ۴۵ میں ان مبارک الفاظ میں گائے :۔

"تو حسن میں بنی آدم سے کہیں زیادہ ہے تیرے ہونٹوں میں لطف بٹایا گیا ہے۔ اسی لیئے خدا نے تجھ کو ابد تک مبارک کیا"۔

"تیرے تیر تیز ہیں۔ لوگ تیرے نیچے گرے پڑتے ہیں۔ وے بادشاہ کے دشمنوں کے دلوں میں لگ جاتے ہیں"۔

"تو صداقت کا دوست اور شرارت کا دشمن ہے"۔

"تیرے لباس سے مُر اور عود کی خوشبو آتی ہے[۵۱]"۔

"بادشاہوں کی بیٹیاں تیری عزت والیوں میں ہیں[۵۲]"۔

"میں ساری پشتوں کو تیرا نام یاد دلاؤنگا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستائش[۵۳] کریں گے"۔

حضرت سلیمان ؑ اس برگزیدہ ہستی کی مدح سرائی غزل الغزلات باب ۵ میں اس طرح کرتے ہیں :۔

"میرا محبوب گندم گوں ہزاروں میں سردار ہے"۔

"اُسکا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے اور اس کی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں۔ اسکا چہرہ ماہتاب ہے۔ جوان مانند صنوبر کے اُسکا گلا نہایت شیریں اور وہ محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہی میرا دوست و محبوب ہے"۔

۵۱ نسائی شریف میں ہے۔ جب نبی الطیب یعنی حضرت سرور عالم فرماتے ہیں کہ مجھے خوشبو بہت بھاتی ہے ۱۲ ۵۲ حضور انور صلعم کی ازواج مطہرات میں سے بادشاہ اور سرداران عرب کی بیٹیاں بھی تھیں ۱۲ ۵۳ قرآن شریف میں ہے ورفعنا لك ذكرك ۔ ہم (خدا) نے تیرے نام کو بلند اور مشہور کیا ۱۲ ۵۴ یا ایها الذین آمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما۔ مومنو تم حضرت سرور عالم پر درود اور سلام بھیجا کرو ۱۲

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خدائے قدوس برتر نے اس طرح اپنے محبوب سرار محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی شان میں فرمایا:۔

میں انکے لیے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی[۵۱] برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا"۔

حضرت مسیح علیہ السلام اس روحانی گروہ کے امام اور آدم توحید کی شانِ پاک میں انجیل یوحنا باب ۱۶ میں فرماتے ہیں:۔

"لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھلائے گا۔ اسلیے کہ وہ اپنی نہ کہیگا بلکہ[۵۲] جو کچھ سنیگا وہی کہیگا۔ اور تمہیں[۵۳] آیندہ کی خبر دے گا"۔

"اسکے بعد میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا اسلیئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں"۔

قرب مخصوص انکشاف مراتبِ توحید اور مدارج یقین آپ کو بدرجہ اتم و اکمل حاصل ہیں کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں +

وسعت علم و قدرت کثرت معجزات و جماعت میں انبیاء و رسل سے حضور نہ صرف افضل بلکہ افضل ترین ہیں +

سب سے پہلے حضور ہی کے نور کو پیدا کیا گیا۔ پھر اس نور سے فرشتے۔ انبیاء وغیرہ پیدا ہوئے میثاق کے دن الست بربکم کے جواب میں سب سے اول بلیٰ حضور ہی نے کہا۔ قیامت کے دن سب سے اول قبر مبارک سے حضور ہی اٹھیں گے۔ اور سب سے اول خاص خلعت حضور ہی کو عطا ہوگا۔ پلصراط پر سب سے پہلے حضور ہی گزرینگے۔ بہشت میں سب سے اول حضور ہی داخل ہوں گے۔

---

۵۱ قرآن پاک میں ہے انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ۵۲ دیکھو وما ینطق عن الھویٰ ۔۔۔ الا وحی یوحی ۵۳ یہ اشارہ ہے علم غیب کی طرف جیسا کہ ترمذی شریف کی ایک حدیث ۔۔۔ فی السموات والارض یعنی مجھ کو ہر اس چیز کا جو آسمانوں اور زمین میں ہے علم ہوگیا ایسا ہی اور احادیث

حضورؐ کے بدن مبارک پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ حضورؐ آگے پیچھے برابر دیکھتے تھے۔ حضورؐ کا سایہ نہ تھا۔ دھوپ میں حضورؐ کے سر مبارک پر بادل سایہ کیا کرتے تھے۔ حضورؐ آسمان کے دروازہ کی آہٹ تک سن لیا کرتے تھے۔ مقام محمود خاص حضورؐ ہی کو عطا ہوگا۔ سب سے اول حضورؐ ہی کو اذن شفاعت ہوگا۔ حضورؐ اندھیرے اور اجالے میں یکساں دیکھتے تھے (اقتباس از کتب احادیث)

خداوند کریم قرآن پاک میں ہمارے حضور انورؐ کی شان میں فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔

جب حضور عالم کے لیے رحمت ہوئے تو ضرور ہے کہ عالم اور اہل عالم سے افضل ہوں مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔

حضور انورؐ کی اطاعت کو خداوند کریم نے اپنی اطاعت فرمایا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ۔ "جن لوگوں نے آپ سے بیعت کی انہوں نے خدا سے بیعت کی۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے"۔

حضورؐ سے بیعت ہونے کو خداوند عالم نے اپنی بیعت اور حضورؐ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا۔

مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔ "آپ نے (کنکروں کو) نہیں پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا"۔ حضورؐ کے فعل کو خدائے قدوس نے اپنا فعل قرار دیا۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ۔ "عزت خدا اور رسول ہی کے لیے ہے"۔ معزز ہونے میں خداوند عالم نے حضور انورؐ کو اپنے ساتھ شامل کیا۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔ "اللہ اور رسول ہی لائق ہیں کہ انکی رضا طلب کی جائے"۔ رضاجوئی میں خداوند کریم نے حضورؐ کو اپنے ساتھ رکھا۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ "اگر تم خدا سے محبت پیدا کرنی چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو۔ خدا تم کو محبوب سمجھیگا"۔ مرتبہ محبوبیت کے لیے حضورؐ کی اطاعت کو مشروط و مخصوص فرمایا۔

وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ہ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ہ "(حضورؐ) اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے بلکہ آپ کا (ہر ایک) کلام وحی ہی سے ہوتا ہے"۔ حضور انورؐ کے کلام کو خداوند عالم نے وحی فرمایا۔

کَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا ہ "آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل و کرم ہے"۔ حضور انور پر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل عظیم فرما کر آپ کے عظیم الشان رتبہ کی تشریح کی جب خداوند عالم کا بڑا فضل ہو۔ اُسکی شان اور مرتبہ کو کوئی کیا بیان کر سکتا ہے۔

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی "حضور انورؐ کو جبرئیلؑ جیسے قوائے علمی تیز تھے علم سکھایا"۔

وَعَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ "خداوند کریم نے آپ کو ان اشیاء اور اسرار کا علم سکھایا جن سے آپ پہلے ناواقف تھے"۔

یہ علم باطن کی طرف اشارہ ہے کہ خود ذات الٰہی نے حضور انورؐ کو بلا توسط ملائک اسرار باطن اور رموز حقیقت سے آگاہی بخشی ؎

میانِ عاشق و معشوق رمزیست کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

یہی مطلب ہے اس حدیث کا لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل یعنی مجھے بعض وقت ایسی خلوت ذات باری سے حاصل ہوتی ہے کہ ہمارے درمیان نہ فرشتے سما سکتے ہیں اور نہ نبی اور رسول"۔

اللہ اللہ۔ کیا رتبہ ہے کیا شان ہے۔ کیا مبارک وقت کیا نیک ساعت ہی۔ حضرت سرور عالمؐ ہیں اور ذات باری۔ رمز ہے نہ نیاز۔ حال ہے نہ قال۔ ہجر ہے نہ وصال۔ من ہے نہ تو قدر ہے نہ جستجو ؎

وہی ساجد وہی مسجود تھا اللہ اللہ وہی عابد وہی معبود تھا اللہ اللہ

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ۔ "ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا"۔ آپ کی نبوت عام ہے کسی قوم کسی گروہ کسی ملک کے ساتھ خاص نہیں اس وسعت دعوت کا

مقابلہ عورت مسیح سے کیجئے جیسا کہ انجیل متی باب ۱۵ درس ۲۱ تا ۲۷ میں ہے:-
"دیکھو ایک کنعانی عورت وہاں کی سرزمین سے نکل کے اُسے پکارتی ہوئی چلی کہ اے خداوند داؤد کے بیٹے مجھپر رحم کر کہ میری بیٹی ایک دیو کے غلبے سے بیحال ہے۔ اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب اُسکے شاگردوں نے پاس آکر اُسکی منت کی کہ اُسے رخصت کر کیونکہ وہ ہمارے پیچھے چلی آتی ہے۔ اُس نے جواب میں کہا کہ میں بنی اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا۔ اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ پھر وہ آئی اور اُسے سجدہ کر کے کہا اے خداوند میری مدد کر اُس نے جواب دیا مناسب نہیں کہ لڑکوں (بنی اسرائیل) کی روٹی لیکر کتوں کو پھینکدیا جائے"

غور کا مقام ہے۔ حضرت مسیح صرف بنی اسرائیل کے لیئے مبعوث ہوئے اور ہمارے حضور پاکؐ سارے جہان کے لیئے۔

حضرت مسیح کے اخلاق کا یہ عالم کہ اپنی قوم یعنی بنی اسرائیل کو توڑ کے کہیں دیگر اقوام کو کُتے کہتے ہیں اور ہمارے حضورؐ کے حسن اخلاق کا یہ عالم تھا کہ خود ذات باری عزاسمہٗ نے فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔

پھر حضورؐ کا یہ ارشاد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان و الا تم پر رحم کرے گا۔ حضرت انسؓ دس سال تک حضور کی خدمت میں رہے مگر حضور انورؐ اس مدت دراز میں اُن پر خفا تک نہ ہوئے۔

حضرت صدیق اکبرؓ بعد فتح مکہ اپنے بوڑھے اور ناتوان باپ کو اسلام کے لیئے لیکر حضورؐ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ فرمایا اسکو ناتوانی میں کیوں تکلیف دی۔ میں تمہارے گھر میں ہی اسلام کی تلقین کر دیتا۔ یہ حال تھا آپکے حسن اخلاق کا کہ کفار و دشمن تک مداح تھے۔

خداوند کریم نے حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں فرمایا۔ اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً ۔ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

اور ادہر حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لیئے بصیغہ جمع ارشاد ہوتا ہے۔ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ" یعنی اللہ تعالیٰ وعدہ کرتا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے بعد ایمان عمل صالح کیے ہیں کہ ضرور انکو زمین میں خلیفہ بنائے گا۔

خداوند عالم نے حضرت ادریسؑ کے لیے فرمایا۔ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ "ہم نے اُسے بلند مکان میں بٹھایا"۔

اور یہاں عام مومنین کے حق میں ارشاد ہوتا ہے وَيَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ "یعنی اللہ تعالیٰ تم میں سے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے بلند کرتا ہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام خداوند قدوس کی درگاہ میں عاجزانہ دعا مانگتے ہیں:۔ لَا تُخْزِنِیْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ۔ "پروردگار! مجھے میدان محشر میں رسوا نہ کرنا"۔

اور ہمارے حضور انورؐ کو اور حضور انورؐ کے صدقے میں گنہگار اُمت کو بطور وعدہ ارشاد ہوتا ہے۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور مومنوں کو رسوا نہ کرے گا"۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ کیا شان ہے آپ کی کہ حضور کی ناچیز امت کی بھی رسوائی اُس میدان میں جہاں انبیاء علیہم السلام تک نفسی نفسی پکارینگے خداوند عالم نے گوارا نہ فرمائی۔ کیوں نہو۔ جب آپ خود فرماتے ہیں۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنی میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہونگے۔

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

حضرت ابراہیم اپنی خواہش ظاہر کرتے ہیں وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِيْنَ خداوندا میرا ذکر خیر آئندہ نسلوں میں جاری رہے۔

اور ہمارے رسولؐ کے لیئے ارشاد ہوتا ہے وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ "ہم نے آپکے ذکر کو بلند کیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ "اللہ تعالیٰ اور اُسکے فرشتے نبی پر درود

بھیجتے ہیں۔ مومنو تم بھی درود اور سلام بھیجو۔

بھلا اس سے بھی بڑھکر ذکر خیر اور یاد کی کوئی اور صورت ہو سکتی ہے؟ اذان میں حضورؐ کا نام بلند آواز سے پکارا جائے۔ محافل میلاد مبارک میں درود شریف پڑھا جائے وغیرہ وغیرہ اوراد میں درود داخل ہو۔ اور ترقی مدارج کا باعث ہو۔

حضرت ابراہیمؑ کا قول قرآن شریف میں ہے۔ فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ مجھ سے ہے اور جو میرا نافرمان ہوگا (اُسکے حق میں کیا کہوں) تو غفور رحیم ہے۔

اور ادہر حضورؐ کے لیئے ارشاد ہوتا ہے ولسوف یعطیک ربک فترضٰی۔ "خداوند آپ کو وہ دے گا جس سے آپ راضی اور خوش ہو جائینگے۔ اور حضورؐ فرماتے ہیں واللہ لن ارضی حتی یکون رجلا من امتی فی النار" خدا کی قسم میں کبھی راضی نہیں ہوں گا جب تک میری امت بخشی نہ جائے گی"۔

شفاعتی من امتی لاھل الکبائر" امت کے گنہگاروں کے لیئے میری شفاعت ہوگی"۔ ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں۔ الصالحون للہ والطالحون لی۔" نیک اللہ کے لیئے اور بدبخت گنہگار میرے لیئے ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ بدنصیب گنہگاروں سے پہلو بچاتے ہیں، اور ہمارے حضورؐ گنہگاران امت کو تسکین دیتے ہوئے اپنے بناتے ہیں ؎

گر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ تجھ پہ زیادہ اخبار میں الطالح لی ہم نے سُنا ہے

حضرت موسیٰ علیہ السلام عرض کرتے ہیں رب اشرح لی صدری" خداوندا میرا سینہ کھولدے۔ اور ہمارے رسولؐ کے لیئے حکم ہوتا ہے الم نشرح لک صدرک" کیا ہم نے آپکے مبارک سینہ کو نہیں کھولا؟

حضرت موسیٰؑ مشتاقانہ لہجہ میں دیدار کا سوال ذات الٰہی سے کرتے ہیں رب ارنی

انظر الیک۔ اسپر حکم ہوتا ہو لن ترانی ہرگز نہیں دیکھ سکوگے۔ اور حضور انورؐ فرماتے ہیں رأیت ربی فی احسن صورۃ۔ میں نے پروردگار عالم کو اچھی صورت میں دیکھا +

پھر خداوند کریم نے اپنی تجلی پہاڑ پر ڈالی تو حضرت موسیٰ غش کھاکر گر پڑے ؎

اُلٹی نہ تھی نقاب کہ بیہوش تھے کلیمؑ
حضرت سے سیکھے کوئی دیدار دیکھنا

یہاں ہمارے حضورؐ کے حق میں آیا ہے ماذاغ البصر وما طغیٰ۔ آپ کی نظر دوسری طرف نہ پھری اور نہ ہی مقصود سے دوسری طرف متوجہ نہ ہوئی ؎

پڑے ہوئے تھے ہزاروں پردے کلیم دیکھا تو جب بھی غش تھے
ہم اسکی آنکھوں کے صدقے جس نے یہ جلوہ یوں بے حجاب دیکھا

حضرت موسیٰؑ کو خداوند کا ارشاد ہوتا ہے فقلنا اضرب بعصاک الحجر۔ تم پتھر پر اپنا عصا مارو پانی جاری ہوجائیگا۔ چنانچہ پانی کے چشمے پتھر سے جاری ہوگئے۔ اور ادھر ہمارے حضور انورؐ نے مقام حدیبیہ پر جب لشکر اسلام میں پانی نہ رہا۔ اور پیاس سے صحابہ کرام جاں بلب ہوئے تو حضورؐ کی خدمت میں گزارش کیگئی۔ حضرتؐ نے ایک پانی کے برتن میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا۔ اور انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ سینکڑوں آدمیوں اور اونٹوں نے پیا۔ مشکیزوں میں پانی بھر گیا حضرت حسانؓ نے اپنے مشہور خطبہ میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور عجیب شاندار الفاظ میں اس مضمون کو باندھا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

ولما اشرفوا ھلکا لعطش
فانفجرت اصابعہ بماء

سقوا اسقوا الناس والعیں
توضوا اغسلوا املوا اناء

جب لوگ بباعث تشنگی کے ہلاکت کے قریب پہنچے تو حضورؐ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوگئے۔ آپنے پیا مردوں اور اونٹوں کو پلایا۔ وضو کیا اور غسل کیا اور برتنوں کو لبریز کیا +

پتھروں اور پہاڑوں سے چشموں کا نکلنا چنداں مشکل نہیں بلکہ ہزاروں چشمے جاری ہیں انگلیوں سے پانی کا بے اندازہ نکلنا ایک عظیم الشان معجزہ ہے +

ایسا ہی حضرت موسیٰؑ کا دریا کو عصا مار کر پھاڑنا اور ٹکڑے کرنا۔ اور ہمارے حضورؐ کا صرف انگشت مبارک کے اشارے سے چاند کو آسمان پر دو ٹکڑے کرنے انفلاق بحر سے مدہا مشکل اور افضل ہے۔

حضورؐ خود اپنی شان مبارک کی نسبت فرماتے ہیں:۔

انا اکرم الاولین والآخرین ولا فخر۔	میں اول اور آخر کے لوگوں میں افضل ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔
انا سید ولد آدم ولا فخر۔	میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں۔
لواء الحمد بیدی وانا اکرم ولد آدم علی ربی ولا فخر۔	حمد کا علم میرے ہی ہاتھ میں ہوگا۔ میں اولاد آدم میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و مکرم ہوں اور یہ کوئی فخر نہیں ہے۔
انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا خطیبهم اذا وفدوا وانا مبشرهم اذا یئسوا۔	میں پہلے نکلنے والا ہوں جب وہ حشر کے لیے اٹھائے جائیں اور میں ہی خطیب ہوں جب وہ جمع ہوں میں ہی بشارت دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہوں۔
اعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی ولا فخر بعثت الی الاحمر والاسود وکان النبی قبلی یبعث الی قومه وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا ونصرت بالرعب امامی مسیرة شهر واحلت لی الغنائم ولم تکن لاحد قبلی واعطیت الشفاعة فاوخرتها لامتی فهی نائلة ان شاء الله لمن لا یشرک بالله شیئا۔	مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا ہوئی ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کو ایسی بخشش نہیں ہوئی۔ میں ہر ایک کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں اور میرے سے پہلے نبی اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوتے تھے میرے لیے زمین کو پاک اور مسجد بنایا گیا مجھے اسقدر رعب عطا کیا گیا ہے کہ ایک ماہ کی راہ پر دشمن تک مرعوب ہو جاتے ہیں اور میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا ہے اور پہلوں کے لیے نہیں تھا۔ مجھے اذن شفاعت بخشا گیا ہے۔ میری شفاعت ہر اس شخص کے لیے ہوگی جو مشرک اور کافر نہ ہو۔

آنکھ پر اگر تعصب کی پٹی بندھی ہوئی نہ ہو۔ اور دل حق کا متلاشی ہو اور قوت ممیزہ میں بھی کوئی نقص نہ ہو تو اس شخص کو ضرور ماننا پڑے گا کہ حضرت **محمد** ہر حیثیت سے ہر ایک پہلو سے ہر ایک سے افضل و برتر ہیں ۔

آپ کی تعلیم علمی اور تمدنی دنیا کے لیئے ایک شفیق راہبر اور ایک کامل ہادی کا کام دیتی ہے۔ یہ اسی تعلیم کا اثر تھا۔ جس نے ان پڑھ شتر بانوں کو دنیا کے ایک بڑے حصہ پر حکومت بخشی۔ اور حکومت اور عام برتاؤ اور تمدن کے گُر سکھلائے ۔

آپ کی روحانی توجہ میں وہ اثر اور زور تھا کہ بڑے سے بڑے سنگدل۔ بڑے سے بڑے سرکش بھی آخر فدائی ہو گئے۔ اور فدائی بھی ایسے کہ آپ کے ایک ادنیٰ سے اشارے پر جان دینا دین و دنیا کی بہتری کا تمغہ سمجھتے تھے [ف۱]۔ وضو کے پانی کو بطور تبرک استعمال کرتے تھے پسینہ مبارک کو بیاہ شادی کے موقع پر عطر کی جگہ برتتے تھے۔ کتب تاریخ و سیر میں ایسے ایسے ہزاروں واقعات ہیں۔ کوئی کہاں تک لکھے۔ اب ہم اس مضمون کو اپنے فاضل دوست جناب منشی نبی بخش صاحب ناماب میونسپل کمشنر نکودر کی ایک بلیغ نعت پر ختم کرتے ہیں ؎

ہر ایک رہبر و مرشد کا پیشوا کہیئے ۔۔۔ تجھے سفینۂ امت کا ناخدا کہیئے
بٹھائیے تجھے آنکھوں میں توتیا کہیئے ۔۔۔ چھپائیے تجھے سینہ میں مدعا کہیئے
تمہارا عرش معلی کو نقش پا کہیئے ۔۔۔ تمہاری شان ہی ایسی بڑی کہ کیا کہیئے
قلم لکھے کہ تجھے مصدر کرم لکھیئے ۔۔۔ زباں کہے کہ تمہیں معدن بقا کہیئے
یہ ہم نے مانا کہ اعلےٰ ہر ایک سے ہی خدا ۔۔۔ خدا ہی جس کا ہو مداح اُسکو کیا کہیئے
وہ اعتقاد ہے اپنا کہہ نہیں سکتے ۔۔۔ خدا کا ڈر ہے وگرنہ تمہیں خدا کہیئے
رہے نہ ورد زباں کیوں محمدی ناماب ۔۔۔ یہ وہ ہے نام مبارک کہ مرحبا کہیئے

[ف۱] انجیل ملاحظہ ہو۔ ۱۲ حواری حضرت مسیح پر ایمان لائے مگر کیا ایمان۔ نہ ہونیکے برابر۔ ایکنے تو چند روپیہ لیکر حضرت مسیح کو پکڑوا دیا۔ دوسرے صلیب کے وقت سب کے سب فرنٹ ہوگئے۔ ملاحظہ ہو۔ قصہ ہجرت۔ اور جان نثاری حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔

۷۸۶

ہادیِ اعظم (صلے اللہ علیہ وسلم)

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے
من قبلہ راست کردم بر سمت کجکلاہے

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ
بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ۝

تمام اقوامِ عالم کسی نہ کسی ہادی اور ریفارمر نبی اور پیغمبر کو واجب الاحترام سمجھتی ہیں۔ اور ایک نہ ایک بانیِ شریعت کی حلقہ بگوش ہیں،

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا
وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً
وَّ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ
فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ

ہر ایک کی ایک شریعت اور ایک راہ ہے۔ اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ایک اُمت بنا دیتا۔ لیکن وہ تمہاری آزمائش کر رہا ہے۔ اس لیے بھلائی میں سبقت کرو ؕ

(قرآن مجید)

عالمِ اصنام پرستی میں عام سطحِ انسانیت "عبودیت" اور خاص اسٹیج "الوہیت" ہی اس لیے ممتاز اور خاص انسان زبان فطرت پرستی میں "اوتار" یعنی مظہرِ ربوبیت کہے جاتے ہیں۔ اقوامِ موحدہ میں بظاہر قلیل تعداد ہی جو ہادیانِ ملل کی اصلاحی تحریکات کو غلط فہمی یا مغالطہ ہی پر محمول کرتی ہی۔ مگر ہمارا مخاطب صحیح اس وقت یہ پست خیال گروہ نہیں جس کی کل ہی کائنات مادیات اور مادیات میں منحصر ہے۔ اور نہ ہم کو کوئی معرکۂ استدلال گرم کرنا نہ منطقی پیچ و خم کا دنگل آراستہ کرنا ہے نہ خشک تفلسف سے جذبات پسند ناظرین کو پریشان کرنا ہے۔ تاہم بنیادی اصل جب تک حقیقت سنجی کے ساتھ روشنی میں نہ لائی جائے۔ دعوے کی اہمیت اور عظمت پست ہو جاتی ہے۔

رکن مشترک مذاہب اور روح نوامیس الٰہیہ ایک اعلیٰ و ارفع ذات کامل الصفات کا تخیل اور اُسکے ساتھ ارواح انسانی کا رابطہ قدیم ہے، ہادیانِ اُمم کا عالمگیر احترام یہ مقصد نہیں رکھتا کہ اُس رابطہ ازلی کی وہ کوئی آخری کڑی ہیں۔ اور جاذبہ فطرت براہ راست اُنکے عتبات عالیات سے وابستہ ہے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ احیاء فطرت سنت اللہ نے اُنکے اتباع میں منحصر کردیا ہے جو مادیات کی طرح سلسلہ رُوحانیت میں بھی قانون اسباب و مسببات علل و معلولات اصل اور وسائل قائم کرکے حکمت بالغہ و تدبیر کاملہ کی شانیں جلوہ گر فرماتی ہیں"۔

وَمَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ۔ جو رسول کا مطیع ہے وہ خدا کا مطیع ہے۔

اگر مردہ اور بے حس مادہ اپنے نباتی استحالہ میں کسی بیرونی عالم کے فیض تحرک و نمو کا محتاج ہے۔ اگر حیوانی ترقی اپنی قوتِ ارادی میں کسی عالم حیات کے فیضان کی دست نگر ہے۔ اور اگر انسانی ارتقا کسی روحانی بارش کا ضرورتمند ہے تو جس آب حیات سے بدو خلقت میں کشتِ فطرت سینچی گئی تھی۔ اُسی مادہ الرحمۃ سے تکمیل فطرت کا باغ بھی سرسبز و شاداب ہوتا ہے"۔

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ہ	کیونکر خدا کا انکار کروگے حالانکہ تم مردہ تھے اُس نے تم کو زندہ کیا۔ پھر تمہیں مردہ کرے گا۔ پھر زندہ کریگا پھر تم اُسی کی طرف رجوع کروگے"۔

منکرین نبوت بھی اکثر منکرین روح و الوہیت ہیں۔ لیکن اگر کسی تھیوری سے وہ عقدۂ حیات کو حل کرسکتے تو روح و ضروریات روح و خالق روح سے انکار کا صحیح حق انہیں حاصل ہوسکتا تھا۔ مگر کیا بسلولر تھیوری "مسئلہ ثبوت" اور کیا ڈارون تھیوری "مسئلہ ارتقا" سے نباتی اور حیوانی زندگی کا راز بھی منکشف ہوسکا۔ اور کیا یہ قطعی طور پر ثابت ہوسکا کہ انسانیت صرف دماغی ساخت کا نتیجہ ہے۔ اور انسان روحانی حیثیت سے بھی حیوانیت کی ارتقائی شکل ہے۔ یہ قیاس بہت مشکل ہوگا کہ جب اصل (مادہ) حیات سے خالی ہے تو اُسکی ترکیب سے حیات پیدا ہوسکتی ہے

جب منبع میں پانی نہو تو واٹر پمپ میں کس طرح آسکتا ہے۔ اور جو قوت دماغی ترکیب تیس برس میں بالکل تبدیل ہوجاتی ہے۔ اور سابقہ ترکیب کا ایک ذرہ بھی جسم میں باقی نہیں رہتا ہے تو انسان کی شخصیت اور انانیت کیوں نہیں منقلب ہوجاتی؟

یہی وہ حد ہے جہاں پر ڈارونی ریوالیوشن (ارتقا) کا ڈھانچ روحانی اعتبار سے بالکل چُور مُر ہوجاتا ہے نہیں بلکہ ارباب بصارت و بصیرت کے یقین کے لیے رستہ بھی صاف کرجاتا ہے کہ موالید ثلاثہ کی زندگیاں عالمِ حیات کا جداگانہ فیضان ہیں اور انسانیت ایک ممتاز ترین ہستی ہے جو کم و بیش اپنی روحانیت کو ایک حی القائم ہستی کیطرف متوجہ رکھتی ہے جو حقیقۃً مبدأ حیات ہے۔ تصویر انسانیت کا وہ روشن رخ جو ایک رفیع المرتبت ذات کے ساتھ ہے اُسکی تخلیقی و تعبدی ذمہ داریوں کا سرچشمہ ہے اور یہی رشتہ مخفی اُسکی قوت ملکوتی سرِ لاہوتی نورِ ایمانی حاسۂ روحانی فطرت اولےٰ اور دین قیّم ہے۔

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ	کیا وہ جو مردہ ہے اُسے ہمنے زندہ کیا اور اُسمیں ایک روشنی پیدا کی جسکو لیکر وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

مگر افراد انسانی جس طرح مدارج مادیات میں مختلف ہیں اُسی طرح مراتب روحانیت میں متفاوت۔ وہ بھی ہیں جنکا حاسۂ فطرت مادی اثرات سے ضعیف ہوکر کالعدم ہوجاتا ہے وہ بھی ہیں جن کی مادیت اُنکی روحانیت سے ہمیشہ متصادم رہتی ہے۔ اور اس کشاکش میں کلی غلبہ کسیکو بھی نہیں ہوسکتا۔ وہ قوی الہمت بھی ہیں جو اثرات مادیت کو تقریباً اپنے مجاہدات اور ریاضات سے فنا کرسکتے ہیں اور وہ کامل الخلقۃ بھی ہیں جنکا یہ رابطہ الٰہی اور جاذبۂ ربانی اسقدر ارفع ہوتا ہے کہ اُنکی مادیت روحانیت سے دست و گریباں ہونے کی قابلیت ہی نہیں رکھتی جو نفوس ذکیہ اسقدر قوی الروحانیۃ ہیں وہی مسند آرائے رشد و ہدایت وہی رمز شناس عالم فطرت وہی نکتہ سنج اسرارِ حقیقت وہی مستاصل شقاوت وہی موسس سعادت وہی مہبط علوم رسالت اور وہی حامل عمل نبوت ہوتے ہیں۔

انتخاب ازل کا یہ چیدہ اور برگزیدہ گروہ بھی معارف غیبی اور حقائق لاریبی میں مساوی الدرجہ نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ کوئی مشکوٰۃ نور نبوت ہے تو کوئی نیر اعظم رسالت۔ الغرض جو روحانیت کا فرد کامل و مکمل ہو اُسی کو ہدایت کبریٰ حجت عظمےٰ آفتاب تکمیل سپر تنزیل رسول اکرم۔ ہادی اعظم ہونا چاہیئے +

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا
مُّبِيْنًا فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا
بِهٖ فَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ
وَّيَهْدِيْهِمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا

اے لوگو! تمہارے پاس خدا کی حجت اور دلیل آگئی اور ہم نے کھلی ہوئی روشنی نازل کر دی جو لوگ ایمان خدا پر لائے اور اُس سے چنگل مارا تو وہ اپنی رحمت میں اُن کو داخل کرے گا اور صراط مستقیم دے کر فضل کیا +

اِس مضمون کا عنوان ہادی اعظم ہے۔ جس کی ضرورت عقلی واضح ہو چکی۔ اب صرف تشخیص اور تعیین باقی ہے تو وہ ہدایت کبریٰ کے عقلی معیار سے صاف ہو جائیگی ہدایت عظمیٰ کیلئے امور ذیل عقلاً ضروری ہیں:۔

(۱) عرفان اتم جسکا مقصد یہ ہے کہ حقائق غیبیہ بغیر کسب و اکتساب تعلیم و تعلم اتصال مبدء قدس کی وجہ سے بلا شک و تردد حق الیقین کے ساتھ اُسکے قلب پر فائز ہو جائیں گو وہ سائنس و فلسفہ منطق و ریاضی۔ طب اور ہیئت کے مسائل سے بیخبر ہو۔ مگر ان رموز فطرت کا ماہر اعظم ہو۔ جہاں حکماء کی حکمت اور نکتہ وروں کی نکتہ سنجی کے پیر شکستہ اور انسانی تخیل کے پاؤں لنگے اور اپاہج ہیں +

(۲) انجذاب کامل۔ یعنی اُسکی سیرت ملکی صفات الٰہیہ کا عکس اور اسکی صورت ظاہری جمال حقی کا آئینہ ہو۔ اُسکی روحانیت کبریٰ سے تمام سلیم اور سادہ روحیں جنسیت کی وجہ سے طبعی میلان رکھتی ہوں اور یہی ہم جنسیت جذب صفات کی محرک بنجائے +

(۳) انقلاب اعظم جسکا یہ مطلب ہے کہ وہ اقالیم نفس کے جغرافیوں اور ممالک ابلیسیت کے

نقشوں میں عظیم الشان تبدیلیاں کرسکے جسکے بغیر اُسکا منصب ہدایت درجہ تکمیل پر فائز نہیں ہو سکتا ؀

(۴) نصرت غیبی سے یہ مقصود ہے کہ جنود الٰہیہ اُسکے ہمرکاب اور عساکر ملکی جلو ریز سعادت ہوں۔ وہ ایک بالاتر ہستی اور جلیل جبار ذات پر اعتماد کرکے تمام مادی طاقتوں کو بے حقیقت شیطانی قوتوں کو برباد۔ طاغوتی حکومتوں کو پامال اور الحادی اسباب الغرض، اُس رکاوٹ اور اُس فتنہ کو جو اُسکے مطمح نظر میں حارج ہو نیست و نابود کرسکے ؀

(۵) تکمیل شرائع جسکا منشا یہ ہے کہ تمام افراد انسانی کو وہ ایک ایسے جامع اور معتدل پلیٹ فارم پر جمع کرسکے جو ہادیان سلف کی ہدایات کا عطر اور جوہر ہو۔ اور خصوصیات قوم و ملک کو نظر انداز کرکے ایسی نافع عام دوا تجویز کرے جو ابدالاباد کے واسطے کافی اور شافی ہو۔ اسلیئے کہ ہدایت عظمیٰ کا تاج جس فرق اقدس پر ہو اُسکا کارنامہ بھی نہایت ارفع و اعلیٰ ہونا چاہیئے ؀

(۶) زندہ اعجاز جس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ وہ غیر سلیم الفطرۃ انسانوں کو مغلوب کرنیکے واسطے کوئی فوق العادت یادگار چھوڑ جائے جو اُسکی غیبت میں بھی دشمنان حق کو ساکت و صامت کرسکے۔ اور سلیم الطبع انسانوں کے واسطے سرچشمۂ ہدایت ہو ؀

(۷) خلافت الٰہی جسکے معنیٰ ہیں کہ وہ نظم و نسق کائنات کو اُن ربانی ضوابط پر قائم کرے جو حقانیت و صداقت کو تباہی سے بچائیں اور ضمیر و کانشنس کو قتل و خونریزی سے محفوظ رکھیں۔ کیونکہ نیابت الٰہیہ ہی حکومت آسمانی کی ضامن اور کفیل ہے ؀

(۸) اعلیٰ قوت تکمیل۔ یہی وہ مہتم بالشان خصوصیت ہے جو کمالات علم و عمل کا نمایاں نتیجہ ہے۔ کامل بننا آسان ہے مگر کامل بنانا دشوار۔ فرائض نبوت کو ادا کرنا سہل ہے لیکن اوروں کو کمالات نبوت سے آراستہ کرنا مشکل اور بہت مشکل ہے۔ جب تمام شرائط سابقہ کسی اعلیٰ روحانیت میں مجتمع ہوجاتے ہیں۔ اُسوقت قوت تکمیل بدرجۂ اتم پیدا ہوسکتی ہے

شروط بالا مسلمات عقلی ہیں اور میں بلند آہنگی سے چیلنج دیتا ہوں کہ اگر کوئی ان شرائط کو غلط ثابت کردے تو میں سب سے پہلے اپنی خیالات کو واپس لینے پر تیار ہوں۔ اسوقت میرے ہاتھ میں ایک آفتاب ہے جس کی روشنی میں حق و باطل کے باریک فرق نظر آسکتے ہیں کاش وہ ہادیٔ مطلق جسنے مجھے طریق اہتدار پر پہنچایا ہے کسی فطرت صالحہ میں تحقیق و تنقید کا جذبہ توفیق عطا کرے ؎

طبقہ ارض پر جن مذاہب کا مضبوط تسلط ہے تقسیم اولی کے لحاظ سے دو طرح کے ہیں (۱) مدعیانِ توحید (۲) ارباب شرک ؎

مدعیانِ توحید میں یہود۔ مسیحی اور مسلم ہیں۔ مشرکین میں ہنود۔ بودھ۔ مجوس وغیرہ تمام اصنام پرست ہنود برہما بشن مہیش وغیرہ اور سب کے اخیر میں سری کرشن جی مہاراج کو مظہر الٰہی سمجھکر ہادیٔ اعظم خیال کرتے ہیں۔ شجرہ ہندویت سے آخری زمانہ میں ایک اور شاخ نکلا ہے جو ویدک دھرم کے پرچار کا دعوے دار ہے۔ اور ادعائے توحید کے ساتھ تبت کے چار مجہول الحالات رشیوں کو ملہمین وید تجویز کرتا ہے ؎

اسی سناتن دھرم کی مقطوع شاخوں میں سے پچھلے عہد کا ایک اور نیم فلسفی مذہب ہے۔ جسکے بانی ایک فلسفی منش انسان "راجہ رام موہن بنگالی" تھے۔ بانی برہمو سماج نے الہام اور نبوت کو غیر ضروری اور فطرتِ انسانی کو اصلاح ملک و ملت اخلاق و معاشرت کیواسطے کافی سمجھا ہے۔ تاہم جملہ بانیانِ مذاہب کو نیک نیت اور ہمدرد خلق اللہ سمجھکر انکے ادب و احترام کو ملحوظ رکھا ہے۔ لیکن اگر اس مذہب کے بانی نے حاسۂ عقل کی عام کمزوریوں اور فلسفی نتائج کے اختلافات اور لاادریت پر توجہ کی ہوتی تو اُن کو تسلیم کرنا پڑتا کہ مادی عقل کسی درجہ پر پہنچ جائے۔ روحانیت کے اصول قوانین خواص اور اثرات پر حاوی نہیں ہوسکتی۔ یہ صرف حاسۂ روح کے نتائج ہیں اور وہ بھی کامل الروحانیت نفوس قدسیہ کے ساتھ مخصوص تھی جو نہ اسپنسر تھے نہ ہکسلے نہ نیوٹن نہ ڈارون بلکہ علم ظاہری میں بالکل صفر تھے۔ مگر جب

صلاح کے مظہر عام نمایاں ہوئے تو دنیا کا بڑا حصہ اُنکی تعلیمات کے سامنے سربسجود ہی۔

الغرض دنیا کا اکثر حصہ، رہبر اعظم سری کرشن جی مہاراج۔ بودھ دیو جی مہاراج۔ جناب زرتشت۔ حضرت موسیٰ۔ حضرت مسیح اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہے۔ ہم اس حیثیت کہ مسلم ہیں کسی مخصوص رشی منی کو نبی کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ جن کی بابت قرآن حکیم خاموش ہی۔ مگر ہم اُن کی عام عزت سے بھی چشم پوشی نہیں کر سکتے۔ ہمارے دل میں بھی ان مشہور ہادیان مذاہب کا احترام موجود ہے۔ اور میدان تقابل میں اصول ہدایت کے لحاظ سے ان حضرات کو لانا ہی۔ اسلیئے سب سے اول سری کرشن جی۔ اور بودھ دیو جی۔ اور جناب زرتشت کو معیار ہدایت کبرے پر جانچنا چاہتے ہیں۔

گیتا کے معارف سری کرشن جی کی یادگار ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ کرشن جی کا فلسفہ ویدانت روحانیت کی بلند منزل ہی۔ مگر اس تعلیم سے عبدیت اور معبودیت کا رشتہ بعقدر مستحکم نہیں ہو سکتا۔ جسقدر خلق اللہ کو ضرورت ہی۔ جب عبد اور معبود حقیقۃً ایک ہوں اور تعینات محض وہم وخیال۔ تو کون عبد کون معبود کیسی عبادت کسکی ترغیب کہاں کی ترہیب۔ اگر یہی کمال نقطہ عرفان ہے، تو منصورؒ۔ جنیدؒ۔ بایزیدؒ اور شیخ الاکبرؒ وغیرہ حاشیہ بردار بساط علم محمدی کی سطح اس سے کہیں بلند تر ہے۔ جن کے وحدت الوجود و تنزلات ستہ نے وحدت وکثرت۔ عبدیت اور معبودیت کے باریک فرق کو ظاہر کرکے عوام کو آزادروی اور غلط فہمی سے روک دیا ہے۔

بُدھ دیو جی کے معارف غم بینی اور تکالیف میں محدود ہیں۔ مگر ایسی گدایانہ تعلیم معمورۂ ارض کو کسقدر خوفناک اور اُداس بنا دیگی۔ جو شجر دانش کے نیچے جوگیانہ زندگی بسر کرنے کو کمال انسانیت قرار دیتی ہو۔

جناب زرتشت کا مبلغ عرفان خواہ کسی پایہ کا ہو مگر اہرمن اور یزدان کی غیر منقطع جنگ اور نور وظلمت کا مسلسل تقابلہ عقلی دنیا میں کبھی مقبول نہیں ہو سکتا۔ اور نہ آتشکدوں کی عظمت

اُن قلوب میں قائم ہوسکتی ہے جن کو تمیز کی روشنی سے حظ وافر ملا ہے۔ انجذاب کامل میں بھی یہ تینوں حضرات کوئی بلند پایہ نہیں رکھتے۔

کوروں پانڈوں کی جنگ انجذاب کرشن جی پر اچھی طرح روشنی ڈالتی ہے۔ خاص قربا میں جنگ ہے۔ مگر کرشن جی ایک فریق کے فیور میں ہیں۔ اور آتش کینہ و انتقام کو دبا نہیں سکتے یہاں تک کہ خود اپنے داہنے ہاتھ ارجن کو ترغیب جنگ دیتے ہیں۔ ربانی شان جلوہ گر فرماتے ہیں۔ اور جب تک ساری جگت اپنے شکم میں ارجن کو نہیں دکھادیتے وہ قتل اعزا کے واسطے تیار نہیں ہوتا۔

بدھ دیو جی کی نیم مجذوبانہ زندگی میں ضرور کچھ انجذاب ہے۔ لوگ آپ کی فقیرانہ طرز سے متاثر ہو کر آپ کے مرید ہو جاتے ہیں۔ اور آخر میں بودھ دھرم آریہ ورت کا شاہی مذہب بن کر لاکھ ہزار برس تک اپنی مسخ شدہ صورت کو سایہ حکومت میں قائم رکھتا ہے۔ جناب زردشت میں اگر کچھ انجذاب تھا تو وہ اُن کے نیر نجات و کرامات کا نتیجہ تھا۔ جس نے ایران کے شہنشاہ گشتاسپ پر قابو پا کر شاہی طاقت سے اپنا مذہب مشرق میں شائع کرایا۔

نصرت غیبی کے لحاظ سے صرف سری کرشن جی ضرور قابل عزت ہیں۔ جنہوں نے دشمنان حق کو زیر و زبر کرنے میں ہمیشہ غیر معمولی شجاعت اور بسالت کا اظہار کیا۔ باقی جو اور شرائط رہجاتے ہیں اُنپر غور کیجئے تو یہ تینوں رہنمایان سلف اُنکے بمراحل دور میں تکمیل شرائع کیا ہوتی جبکہ وقت تکمیل ہی اُنکو نصیب نہ ہوا۔ زندہ اعجاز کی جگہ کراماتی افسانے ضرور باقی ہیں۔ خلافت الٰہیہ کیونکر ہوسکتی جبکہ منشائے ایزدی کے مطابق اصول سیاسیا وضع نہ کیے جاسکے۔ قوت تکمیل کا یہ ادنےٰ ثبوت ہے۔ کہ ان رہنمایان عہد عتیق کے متبعین میں کوئی بھی اس قابل نہیں جسکا اصلاح خلق میں کوئی خاص کارنامہ ہو۔

مشہور ہادیان مذاہب فطرت پرستی کے بعد ہم اُن مقتدر اور نامور مصلحین عالم کو دیکھنا چاہتے ہیں جن کی عزت ہمارا جزو ایمان ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا علم و عرفان "رَبِّ اشْرَحْ صَدْرِیْ" کا نتیجہ اور ثمرہ تھا مگر تعلیمات بائیبل میں صفات الوہیت کا عام پیرایہ تشبیہی ہے اور تنزیہ و تقدیس صفات سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا ہے۔ اگر یہ تعلیم کمل ہوتی تو آج جبکہ صفات الوہیت تخیل و تعقل کے ہر درجہ سے عقلاً بلند قرار دیئے جاتے ہیں۔ الوہیت کا یہ تشبیہی خاکہ کیونکر یقین اور تسکین پیدا کر سکتا ہے۔ اس خداوند خدا کی روح جو پانی پر جنبش کرے۔ وہ خداوند جسکے واسطے بچھڑا ذبح کیا جائے وہ جو حضرت اسرائیل ایسے پہلوان قدرت سے شب بھر کے مقابلہ میں کشتی کہا جائے۔ کیا ایک فلسفی دماغ کا خدا ہو سکتا ہے! ہم تسلیم کرتے ہیں کہ افہام و تفہیم عوام کے لیئے یہی موزوں پیرایہ ہونا چاہیئے مگر ایک مکمل تعلیم میں وہ تنزیہی اشارات بھی موجود ہونے چاہئیں جو خواص کو استعارات اور مجازات سے نکالکر اصل حقیقت کی طرف متوجہ کر سکیں۔ یہی نقص ہے جو بائبل کی طرح ویدوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اور ایک حقیقت شناس کو اس خیال پر مجبور کرتا ہے کہ اگر یہ آسمانی محفوظ الہامات ہیں تو انہیں ابتدائی قرون کے حسب حال تھے جبکہ انسانی تعقل طفل شیر خوار تھا۔

حضرت موسیٰؑ کے بعد اُس اعلیٰ اور رفیع المرتبت انسان کا نمبر ہے جسے اقانیم ثلاثہ کا ایک اقنوم اور علم الٰہی کا عظیم الشان مظہر سمجھا جاتا ہے۔ یہ حضرت مسیحؑ کی روحانیت ہے جو عجیب و غریب افعال کے ساتھ جمود یہود کو دور کرنے کے واسطے منظر شہود پر جلوہ گر ہوتی ہے مگر خود اپنی زبان سے باپ باپ کہکر ایک ایسے عقدہ لاینحل میں دنیا کو مبتلا کر جاتی ہے جو بیس صدیاں گزر جانے پر بھی ہنوز مسیحی مذہب کا راز سربستہ ہے۔ حضرت مسیحؑ اگر خود یہ تشبیہی زبان اختیار نہ فرماتے اور ابوّت و نبوت کے مطلب کو صاف فرما دیتے تو تثلیث و توحید کا گورکھ دھندا بنانے کا موقع مسیحی مشنریز کو غالباً نہ ملسکتا۔

انجذاب کامل کے لحاظ سے بھی یہ دونوں پیشوایان بنی اسرائیل کوئی پایہ عظیم نہیں رکھتے حضرت موسیٰؑ نہ فرعون اور نہ فرعون کی قوم کو جذب کر سکے۔ اور نہ بنی اسرائیل پر پورا قابو پا سکے

قدم قدم پر معاہدے بات بات پر عذاب کی دھمکیاں +

حضرت مسیحؑ یہود کو کیا جذب فرماتے خود یہودا آپکا مشہور حواری آپکے دشمنوں سے جا ملتا ہے اور آپ پر لعنت کرتا ہے +

حیثیت انقلابی میں بھی دونوں حضرات کوئی خاص شہرت نہیں رکھتے البتہ نصرت غیبی میں حضرت موسیٰؑ کا نام بلند ہے کہ بنی اسرائیل بحیرۂ قلزم سے صاف گزر جاتے ہیں۔ اور فرعون ولشکر فرعون پانی کے رستے سے نار جحیم میں پہنچ جاتا ہے +

زندہ اعجاز نہ حضرت موسیٰؑ کا کوئی باقی ہے نہ حضرت مسیحؑ کا۔ حضرت موسیٰؑ عصا کو ثعبان مبین بنا کر دکھاتے رہے مگر کوئی ایسا ید بیضا نہ چھوڑا جو آج بھی مخالفین ملت کی نظر کو خیرہ کر سکتا۔ حضرت مسیحؑ اگرچہ مُردوں تک میں اپنی غیر معمولی روحانیت سے جو حیات روحانی وجسمانی کا منبع تھی حس وحرکت پیدا فرماتے رہے۔ مگر کوئی ایسا نسخہ آپکی یادگار باقی نہیں ہے جو آج بھی مردہ روحوں کو حیات ابدی عطا کر سکے +

تکمیل شرائع کا نہ حضرت موسیٰؑ نے دعوے فرمایا۔ نہ سارے عالم پر مبعوث ہوئے نہ ایسا زمانہ پایا جو تمام عالم کو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر سکتا۔ نہ ایسی معتدل شریعت پیش کی جو عام طبائع انسانی کے مناسب مزاج اور حسب حال ہوتی +

حضرت مسیحؑ کسی جدید شریعت کے بانی ہی نہ تھے۔ اور دعوت مسیحی عمومی نہ تھی بلکہ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کی گلہ بانی کے واسطے آپ مبعوث ہوئے۔ یہ دوسری بات ہے کہ چالاک دُعاۃ مذہب عیسوی نے ایک بت پرستانہ مذہب تراش خراش کر رومی بت پرستوں میں معمائے تثلیث فی التوحید شائع کر دیا۔ اور قیصر روم کی شاہی طاقت سے ایک مسخ شدہ مذہب ملت عیسوی کے نام سے پھیل گیا +

خلافت آلٰہیہ کے اعتبار سے بھی یہ دونوں برگزیدگان الٰہی کسی منصب جلیل پر فائز نہیں ہیں۔ حضرت موسیٰؑ نے ضرور حکومت بنی اسرائیل کی باگ اپنے ہاتھ میں لی۔ مگر ایسی

متمرد اور سرکش قوم آپ کے جھنڈے کے نیچے تھی جو عمالقہ کے مقابلہ میں جی ہار کر کہنے لگی۔
اذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ ۔

حضرت مسیحؑ نے تلواریں تو دشمنان ملت سے مقابلہ کے واسطے بنوائی تھیں مگر غالی یہود نے حکومت کا سامان مجتمع ہونے سے قبل ہی آپ کی درویشانہ زندگی کا اس عالم میں خاتمہ کرا دیا۔

قوت تکمیل میں یہ دونوں ہادیان دین الٰہی کوئی برتر شان نہیں رکھتے۔ لاکھوں بنی اسرائیل میں صرف یوشع اور کالب نکلے جو موسوی ہدایت پر کامل طور سے کاربند تھے ورنہ اور اسرائیلی چالیس چالیس برس تک تیہ میں سرگرداں رہنے پر بھی حضرت موسیٰ کی مخالفت پر کمربستہ ہی رہے۔ اور قتل انبیاءؑ سے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کراتے رہے حضرت مسیحؑ کے حواریین میں وہ بھی تھے۔ جنہوں نے مسیح کو گرفتار کرایا۔ اور لعنت لی۔ وہ بھی تھے جو یہود اور رومیوں کے خوف سے اپنی جانیں بچا کر چپ رہے۔ اور خدا کے مسیحؑ کو صلیب پر چڑھنے دیا۔ وہ بھی تھے جو بعد کو مسیحی لیڈر بنکر پیٹ کو سرگ کہنے لگے جس پر سے اچھا برا حلال حرام سب گزر جاتا ہے۔ کفارہ کی چاٹ دیگر معاصی کی راہیں کھولدی یہانتک کہ اصل نسخہ انا جیل ہی اپنی شکم پرستیوں کے لیئے دنیا سے غائب کر دیا۔

ہادیانِ سلف میں سے تاریخی زمانہ کے وہ رہنما جن کی عظمت اور عزت کا نقش کشیدہ رقم شماری عالم کے دلوں میں مستحکم ہے اپنی نمایاں خصوصیات کے ساتھ پیش کر دیئے گئے ہیں صرف فخر کائنات مظہر صفات حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم (روحی فداہ) باقی ہیں آپ کی شان جامعیت بھی انصاف سے ملاحظہ ہو۔

عرفان محمدی

آفتاب علم الاولین والآخرین (اوتیت جوامع الکلم) کا آوازہ بلند کرتا ہوا وسط السماء

عالم پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اِدھر (رب زدنی علما) کا وظیفہ ہے۔ اُدھر سے (علمک ما لم تکن تعلم) کے گھن گرج بادل برس رہے ہیں۔ اِدھر غار حرا درسگاہ علوم نبوت ہے۔ اُدھر سے (سنقرئک فلا تنسیٰ) کے جاں بخش مژدے سنائے جاتے ہیں۔ اس طرف (ما عرفناک حق معرفتک) سے غیر محدود علمی تشنگی کا اظہار ہے۔ اُس طرف (الم نشرح لک صدرک) سے اُن معارف غیبیہ کی خبر دیجا رہی ہے جو شان مصطفویت اور مقام اجتبا کے مناسب ہیں اور جن کی وجہ سے سینہ محمدی آفتاب حق نما بن گیا ہے۔

خارستان اُمیت میں علم لدنی کا درخت اُگتا ہے۔ اور بڑھکر سارے عالم پر سایہ کر لیتا ہے۔ منکرین و متشککین الوہیت کے دھوئیں بکھیر دیئے جاتے ہیں۔ مشرکین کے لات و ہبل توڑ دیئے جاتے ہیں۔ ستارہ پرستوں کے ستارے گردش میں آجاتے ہیں۔ زردشتیوں کے آتشکدے ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ یہود کا جمود اور غلو افراط و تعصب خاک میں ملجاتا ہے۔ عیسائیوں کا اقنومی طلسم شکست ہو کر دنیا معارف توحید سے بھر جاتی ہے۔ فطرت انسانی کا اعلےٰ ترین جذبہ (توحید کامل) رحمۃ للعالمین کے رنگ میں اسود و احمر ابیض و اصفر اقوام عالم کے سامنے جہالت کدہ عرب کا ایک مسلمہ اُمی اُٹھکر پیش کرتا ہے۔ اور اس معجز نما پیرایہ میں کہ افلاطون سے لیکر ایک وحشی تک یکساں طور سے معرفت اور یقین کا پتلا بن جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ پر اُسکی تعلیمات میں تشبیہات بائیبل کی جھلک ہے۔ تو اُسکی علانیہ تعلیما میں تنزیہات الٰہی کی چمک ۔ اگر (ان اللہ علی العرش استویٰ) کہکر ایک بدوی کو اس ذو الجلال ہستی سے مرعوب کیا جاتا ہے تو دوسری جگہ (لیس کمثلہ شیٔ) کہکر انسانی تخیل کو وجوب اور استغنا کے سربفلک منزل پر پہنچادیا جاتا ہے۔ اگر معاد کے نقشہ میں (جنت تجری من تحتہا الانہٰر) کہکر محسوس پسندوں کو دعوت ترغیب دیدی جاتی ہے تو دوسرے مقام پر (فلا تعلم نفس ما اخفی لہم) ارشاد فرماکر اس ارتقاء اخروی و بشارت کاملہ کی بشارت سنائی جاتی ہے جس سے عارفین الٰہی کی آخری امیدیں وابستہ ہیں۔ سنہ سرکشن جی

کی طرح رب مخلوقات ہونیکا دعویٰ ہے۔ نہ حضرت مسیح کی طرح ابنیت کی تشبیہی زبان ہے بلکہ "انما انا بشر مثلکم" اور "ما محمد الا رسول" کہکر انسانیت اور الوہیت عبدیت اور معبودیت میں ہمیشہ کیواسطے حد فاصل قائم کردی جاتی ہے ۔

انجذاب محمدی

منجذب کامل اپنے جمال ناسوتی اور کمال لاہوتی کو لیکر کائنات کی سب سے بڑی سنگدل قصی القلب خونخوار اور وحشی قوم میں آتا ہے۔ اُسکی حقانی آواز جس کان میں پہنچی ہے۔ اُسکی ملکوتی صورت اُسکا نورانی چہرہ جو کوئی دیکھتا ہے۔ اگر ضد اور تعصب سے خالی ہوتا ہے تو سو جان سے اُسپر قربان ہوجاتا ہے ۔

اُسکی چشم مست کا صدیق اکبرؓ ہے خراب — اُسکی تیغ ناز کا فاروق اعظمؓ ہی قتیل

اصحاب محمدی حضرت مسیحؑ کے حوارین نہ تھے کہ دباؤ کے وقت جان چرا جاتے۔ بلکہ ایک طرف اگر حضرت عثمان غنیؓ آپ کی احیائے ملت کیواسطے زر بکف ہیں تو دوسری طرف اس پودے کو خون سے سینچنے کے لیے حضرت علی مرتضیٰؓ سر بکف۔ جب طرۂ مشکیں محمدی کی نکہت روح پرور اُڑتی ہوئی یمن تک پہنچتی ہے تو اویس قرنیؓ سے مست محبت کے لیے بوئے پیرہن یوسف کا کام دیجاتی ہے۔ جب بلال حبشیؓ پر اُس چشم سیاہ کا جادوئے ایمانی چل جاتا ہے تو خون کے شراروں سے تکبیر اور اذان کی آواز بلند ہوتی ہے۔ جب تاثیر جذب حسن مصطفوی ایران میں پہنچتی ہے تو سلمانؓ کو ادنے حلقہ بگوش بناکر کھینچ لاتی ہے اور خاک مذلت سے اُٹھاکر بزم اہل بیت نبوت میں بٹھا دیتی ہے۔ کیا یہ ذوق جانفروشی۔ یہ جذبۂ سرد ہی۔ کسی کے متبعین میں تاریخ عالم دکھا سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں ۔

انقلاب احمدی

بانی انقلاب کبھی جنود ملکی اور افواج قدوسی کے ساتھ اہلبیت پر حملہ آور ہوتا ہے طاغوتی علم پست۔ شیطانی پرچم سرنگوں۔ خبائث ارضی پامال۔ عساکر شیطانی رو بفرار اور جراثیم نفسانیت فنا ہوجاتے ہیں۔ انقلاب عظمے کا یہ طوفان ساحل عرب سے اٹھتا ہے اور بجائے تباہی و بربادی۔ ہلاکت اور خرابی کے فلاح و صلاح۔ آبادی و راحت۔ علم اور حکمت کے گوہر شاہوار دنیا میں بچھاتا ہوا اِس سرے سے اُس سرے تک نکل جاتا ہے۔ کثرت وحدت سے تشبیہ تنزیہ سے ظلمت نور سے شرک توحید سے۔ الحاد ایمان سے۔ لاادریت ایقان سے ظلم انصاف سے۔ وحشت تہذیب سے۔ جہالت حکمت سے۔ نجاست طہارت سے لعنت رحمت سے کایا پلٹ ہوجاتی ہے ؎

یہ اسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن ۔۔۔ فاش کرنے لگے جبرئیل امیں کے اسرار
یہ اسی کا تھا نتیجہ کہ عرب کے بچے ۔۔۔ کھیلنے جاتے تھے یوں گویا کسرے میں شکار
اسکی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم ۔۔۔ بنگئی مہر میں جاکر چمن آرائے بہار

نصرت غیبی

ایک وقت ہے کہ امیر کاروان صداقت کی زبان حق گوئی سے بند کیجاتی ہے شعب ابوطالب میں مختصر جماعتِ حق کا شاہنشاہ محصور ہے۔ مگر اُسکا قلب صبور (وَاللّٰہُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ) کے وعدے سے قوی ہے۔ بعثت سے تیرہ برس بعد دنیا اُسکے استقلال و ثبات ہمت اور حوصلوں کے فوق العادت ثمرات کو دیکھ لیتی ہے "لَقَدۡ نَصَرَهُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ" کا غلغلہ عرب میں گونج اُٹھتا ہے اور جب "اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا" کا موعودہ وقت آتا ہے تو جس شہر سے آپ صرف اپنے ایک یار غار کو لیکر نکلے تھے اُسی شہر کو بارہ ہزار عربی ملکوتی افواج کی طاقت سے فتح فرماکر خزائن کسرے اور دفائن قیصر کی تقسیم کا اپنے سرفروش متبعین کو مژدہ سناتے ہیں جن کی جانبازانہ مساعی اور

فدائیانہ جدوجہد سے چند سال بعد ہی "اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ وَالْفَتْحُ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا" کی تکمیل رونما ہوتی ہے۔

تکمیل شرائع

مثیل موسیٰ دعائے خلیل پسر ذبیح نوید مسیح بحالت شباب معاصی اور کمال شقاوت اقوام متمدنہ میں اُمت وسط پیدا کرنیکے واسطے مرکز باطل میں مبعوث ہوتا ہے جو عقائد فاسدہ کا گہوارہ ہے۔ الحاد و شرک تثلیث و تجسم ستارہ پرستی آتش پرستی تناسخ وغیرہ کوئی ایسی بلائے فاسد نہیں جو اس میں موجود نہو۔ خوش قسمتی سے اُسکی بعثت کا وقت بھی اس قدر موزوں اور مناسب ہے جب اُسکی ربانی صدا بطحا سے چین تک یثرب سے اسپین تک پہنچ سکتی ہے۔ وسائل سفر نے اقالیم بعیدہ کو ایک سلسلے سے منسلک کر دیا ہے۔ اسوقت وہ منظر حقانیت پر نمودار ہو کر بلند آہنگی سے دعوت حق ان الفاظ میں شروع کرتا ہے۔

یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ

ادیان عالم کا جوہر خالص توحید و صفات اخلاق اور نجات ہی۔ قرآن حکیم آتا ہے اور ان حقائق جامع کو لیے بلیغ پر معزول نشین اور ہادیانہ انداز میں پیش کرتا ہی جو مقصد ملت ابراہیم مآل دعوت موسیٰ اور انجام روحانیت حضرت عیسیٰ ہے۔

قومی اور مقامی خصوصیات حذف کرنے اور تصرفات و تحریفات باطل دور کرنیکے بعد دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا جاتا ہے۔ اور پھر جو چیز معت مل باقی رہجاتی ہے وہی نجات ابدی اور حیات سرمدی کی کفیل ہوتی ہے۔ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا"۔

زندہ اعجاز

سلیم الفطرت انسان کسی خرق عادت کے ضرورتمند نہیں ؎

دردلِ ہر امتی کز حق مزہ است	روی و آوازِ پیمبر معجزہ است

مگر کج منش طبائع جو اثرات شیطانی سے متاثر ہو جاتے ہیں جبتک ید بیضائے موسوی کی چمک نہ دیکھ لیں شک و وہم سے نجات نہیں پاتے۔ اس لیئے قدرت کاملہ انبیاء میں ایسی اعلیٰ روحانیت پیدا کرتی ہے جس کی ہمت قوی کے سامنے ہیولائے عالم اور مادہ کائنات تو کیا چیز ہے خطرۂ قدس بھی سر ٹیک دیتا ہے۔ یہ فوق العادت افعال نبوت انبیاء کے علامات عادیہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ افعال غیر عادیہ بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن کا منصب نبوت سے خاص تعلق ہے جیسے بیمثل تعلیمات بےنظیر اخلاق۔ اعلیٰ قوتِ اجتہاد۔ دوسرے وہ افعال جن کا نبوت کی حقیقت سے کوئی لزومی اور مخصوص تعلق نہیں ہوتا۔ مگر عام جنس افعال سے چونکہ وہ علیحدہ ہوتے ہیں تو عجائب پسند عوام اُنہیں دیکھکر یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا مصدر ضرور سرچشمۂ صداقت ہے اور خدا ایک کاذب کو ایسے اعلیٰ اور باخبر افعال پر قدرت ہی نہ دیگا +

ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ دوسری قسم کے معجزات سے روحانیت محمدیہ (نعوذ باللہ) خالی تھی۔ مگر ہم روایت اور درایت کے جھگڑنے سے بچتے ہوئے اسی معجزے کو ظاہر کرتے ہیں جو تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی آجتک مخالفین کے دانت کھٹے کر رہا ہے +

بلاشبہ آپؐ زندہ۔ آپؐ کا دین زندہ۔ اور آپؐ کا اعجاز بھی ابدالآباد کے لیئے زندہ ہے جس نے نہ صرف مخاطبین اول کو بلکہ سارے عالم کو "فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ" کا ہمیشہ کے لیئے الٹیمیٹم دے رکھا ہے + ؏

آئے! جو حوصلہ ہو کسی شہسوار کا

خلافتِ الٰہیہ

اپنی تن پروری کے واسطے عالمگیر جنگ۔ انواع حیوانات کا تنازع البقا ایک جبلی جذبہ ہے۔ اگر وہ قوانین الٰہیہ کے ماتحت نہ ہو۔ صرف شخصی زندگی کے لیے جد و جہد ایک بہیمی حرکت ہے۔ اگر وہ نظم عمرانی و نسق تمدنی سے خالی ہو۔

عالم مادیات کا ناموس اول یہ ہے کہ اپنی زندگی کے واسطے دوسرے ہلاک کر دیئے جائیں۔ اور اپنی برتری اور سیادت کے لیے کمزور ہستیاں یا فنا کر دی جائیں یا مویشی بنا کر رکھی جائیں۔ عام طور پر دنیا میں پرچم شخصیت اور علم استبداد کے نیچے ضمیر اور کانشنس کے خون ہمیشہ ہوتے رہے۔ آزادی اور حریت کا وہ مشہور زمانہ بھی جو رومن امپائر کی یادگار ہے ان سیاہ دھبوں سے خالی نہ تھا۔ مگر جب خلیفۃ اللہ فی الارض دنیا میں آتا ہے تو اس شان سے کہ تکیۂ خاک زیب سر۔ فرش حصیر تو کمر۔ گلیم فقر زیب بر۔ مگر ہیبت حقانیت یہ ہے ؎

جو صیتش در افواہ دنیا فتاد　　　تزلزل در ایوان کسرے فتاد

مساوات آپ کے عمل سے زندہ جاوید ہوتی ہے۔ جمہوریت آپ کے فرمان "شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" سے حیات ابدی حاصل کرتی ہے۔ حریت کا پرچم بلند ہوتا ہے۔ اور آخر اسی پرچم کو قیامت تک قائم رکھنے کے واسطے یزیدی استبداد کے مقابلہ میں آپ کے فرزند حضرت حسینؓ کا خون دشت کربلا میں بہایا جاتا ہے ؎

در دبستان حرا خلوت گزید　　　قوم و آئین و حکومت آفرید

قوت تکمیل مصطفوی

جامع صفات تکمیل آفتاب مطلع تنزیل آئینۂ اوصاف الوہیت نقطۂ کمال عبودیت معراج علم و عمل پر فائز ہو کر "بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" کہتا ہوا استعداد قلوب امت میں زلزلۂ عظیم پیدا کر دیتا ہے۔ کمالات ولایت و ارشاد کے ساتھ مناصب تجدید و کمالات نبوت کی تقسیم بھی اسی منبع سے شروع ہوتی ہے۔ جسکا فرخلق اور رضا میں ازل سے برذخ

کبریٰ تھا۔ کبھی فضیلت صدیقی ایک راز پر منحصر بتلائی جاتی ہے۔ کبھی "لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیًّا لَکَانَ عُمَرُ" ارشاد ہوتا ہے۔ کبھی "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا" فرمایا جاتا ہے۔ یہ صرف اعتقادی فلسفے نہیں ہیں۔ سیر صحابہؓ وخصوصاً خلفائے راشدینؓ بنظر انصاف ملاحظہ طلب ہیں۔"

سلسلۂ فیضِ تکمیل صحابہ واہل بیت سے چلتا ہوا تابعین سفیان ثوری اور ابن سیرین وغیرہ سے حق گو مجتہدین پیدا کر دیتا ہے۔ اور امام مالکؒ۔ امام جعفر صادقؒ حسن بصریؒ امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ ایسے ائمہ روحانیت وفقہ پیدا کرتا ہوا تکمیل دین محمدیؐ کا بیّن ثبوت دیتا ہے۔

تاریخ عالم ہمیں سکندر اور نپولین بہتیرے دکھا سکتی ہے۔ مگر فاروق اعظم اور عمر بن عبدالعزیز کے نمونے نہیں پیش کر سکتی ہے۔ ارسطو اور افلاطون ہمیں ان پچھلی صدیوں میں بہت نظر آجائینگے۔ لیکن امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد غزالیؒ اور امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ سے کاملین حقائق کسی دوسری ملت میں تلاش سے بھی نہ مل سکیں گے۔ جو اُسی آفتابِ ہدایت کبریٰ کے انوار ہیں۔ جس کی زندہ جوت سے صدہا آفتاب اور ماہتاب پیدا ہوتے رہیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗ۔ "اے یقین والو! اُس نور کی پیروی کرو یعنی اُس روشنی پر چلو جو آپ کے ساتھ نازل ہوئی ہے"۔

ناچیز۔ برق

چند روشن نکتے

خدا سے واصل اور دنیا میں شامل رسول اللہ ہیں انسان کامل
محمد مصطفےٰ کا نام لکھکر منور ہو گئے میرے انامل
خدا کا قرب ہے گر تجکو منظور رسول اللہ کی ملت سے جا مل

(ستارہ صبح) ظفر علیخاں بی اے

از ۔۔۔

دنیا کا سب سے بڑا روحانی فلاسفر

مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا

رسالت اور نبوت اپنے اندر تبلیغی فرائض کے ساتھ ایسے فضائل اور ایسے مکارم بھی رکھتی ہے۔ جو دنیا کے اُن فضائل اور ان مکارم میں محبوب ہوتے ہیں۔ جو گو یا دنیوی یا مادی کمالات کی انتہائی حدود ہیں۔ یا انتہائی حدود سمجھے جاتے ہیں۔ ایسے فضائل اور ایسے مکارم دماغی اور طبعی رنگ میں وجود پذیر ہو کر تبلیغی رنگ میں لوگوں کی ہدایت اور رشد کا منبع و سرچشمہ ہوتے ہیں جو شخص خلعت رسالت سے فیضیاب ہوتا ہے اور علی الخصوص وہ رسول یا وہ نبی جو بمصداق وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ

کل قوموں اور کل مخلوق انسانی کے واسطے مبعوث ہوتے ہیں۔ اپنے اندر ہر ایک قسم کی فضیلت اور مکرمت انتہائی رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر اُنہیں ایسے فضائل اور ایسے مکارم نہ دیئے جاویں تو وہ وسعت رحمت نہیں رکھ سکتے۔ یا انہیں رحمۃ للعالمین نہیں کہا جا سکتا۔

چونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری قوموں اور ساری دنیا کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ اس واسطے لازمی تھا کہ اُنکی طبعی طاقتیں اور طبعی امتیازات انتہائی حد رکھتی ہوں۔

اگر رسول کریمؐ ایک طرف نبی اور مرسل تھے تو دوسری طرف یا اُسکے ساتھ ہی ایک روحانی فلاسفر بھی تھے۔ مذہب چونکہ بجائے خود ایک فلسفہ ہے اور ایک ایسا فلسفہ جو ہمہ گیر اور عالمگیر بھی ہے۔ اس واسطے لازمی ہے کہ رسالت کے ساتھ حضور علیہ السلام مذہبی

فلاسفر بھی ہوں۔ نہ صرف مذہبی فلاسفر ہی بلکہ اُن کا مذہبی فلسفہ اُس فلسفہ کو بھی محیط ہو جو مادی دنیا میں ایک انتہائی ترقی کا درجہ کہا جاتا ہے۔ آیت مندرجہ عنوان میں اُس حکمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو ایک شخص کو رسالت اور نبوت کے ساتھ دی جاتی ہے اِس آیت میں لفظ (خَیْرًا کَثِیْرًا) اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے لوگوں کو جو فلسفہ جو حکمت دی جاتی ہے وہ اپنی وسعت جامعیت اور صحت کے اعتبار سے خَیْرًا کَثِیْرًا ہوتی ہے +

مادی فلسفہ اور مادی حکمت میں گو خوبی۔ عمدگی فضیلت اور وسعت ہوتی ہے مگر صرف مادی رنگ میں جسکا خاتمہ اسی دنیا میں ہو جاتا ہے۔ وہ حکمت اور وہ فلسفہ جو نبیوںؑ اور مرسلوںؑ کو دیا جاتا ہے۔ یا جن سے اُنکی طبیعت وہبی رنگ میں بھر پور ہوتی ہے مادی حکمت اور مادی فلسفہ سے الگ ہی۔ اس میں شک نہیں کہ:۔

مادی حکمت اور مادی فلسفہ میں بھی دماغی۔ روحانی باتیں ہوتی ہیں مگر اُن کی قیمت اور ان کا رنگ ایسا نہیں ہوتا جسے خَیْرًا کَثِیْرًا کہا جاوے۔ اور حکمت اور فلسفہ وہی خوبی اور عمدگی رکھتا ہے جو خَیْرًا کَثِیْرًا ہو۔ اگر رسالت اور نبوت ایک انتہائی ملکہ انسانی یا فیضان ربانی ہے تو حکمت اور فلسفہ بھی ایک انتہائی ملکہ بشری اور فیضان وہبی ہے +

اگر ایک طرف حضور علیہ السلام کامل انسان، مرسل، خاتم، اور نبی عامہ بنائے گئے تھے تو دوسری طرف کامل فلاسفر بھی تھے ایسے کامل حکیم اور ایسے کامل فلاسفر کہ جن کی حکمت اور جن کا فلسفہ اپنے اندر ایک خیر کثیر رکھتا تھا۔ قرآن مجید بجائے خود ایک بحر مذہبی حکمت۔ اور سمندر مذہبی فلسفہ کا ہے۔ یہ کسی عظیم الشان انسان کے دل پر نازل ہوا جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے +

جب تک کسی انسان کا ظرف ایک شئے کے ساتھ مناسبت نہ رکھتا ہو۔ تب تک وہ شئے یا وہ مواد اُس ظرف میں سما نہیں سکتا۔ قرآن مجید جب بجائے خود ایک حکمت اور فلسفہ

انتہائی ہے تو لازمی تھا کہ جس قلب و ضمیر پر اُسکا نزول ہو وہ بھی ایک عظیم الشان ضمیر اور عدیم المثل قلب ہو کیونکہ اگر ایسا نہو تو لغت ٹھیک نہیں رہتی ۔ قرآن مجید ایک الہامی حکمت ہے یا الہامی حکمت کا خزانہ ۔ اور جس عظیم الشان انسان کے قلب و ضمیر پر یہ نازل ہوا ۔ وہ بھی الہامی یا ملہم تھا ۔ نہ صرف یہ بلکہ اسپر وحی نازل ہوتی تھی جو الہام کی ایک خاص یا ایک انتہائی صورت یا رنگ ہے ۔ اور جو صرف اُن ہی لوگوں سے خاص ہے جو رسالت اور نبوت میں بھی خاص درجہ یا خصوصیت رکھتے ہیں ؂

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

کامل رسول ۔ رسول للعالمین تبلیغی رنگ میں جو قانون اور شریعت اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے یا جسکے واسطے وہ مکلف ہوتا ہے تین رنگ رکھتی ہے :۔

(الف) تبلیغ ذات صمدیت حقیقی رنگ میں ۔

(ب) تبلیغ عبودیت و فرائض عبودیت ۔

(ج) تبلیغ انجام عبودیت و معاملات عبودیت ۔

اگر پہلا رنگ محض روحانی ہے تو دوسرے دو رنگ اپنی ذات میں روحانیت اور مادیت کے ساتھ معاشرتی یا مادی رنگ بھی رکھتے ہیں ۔ مادی فلاسفروں یا مادی حکیموں کے فرائض میں یہ تین صورتیں بالخصوص نہیں ہوتیں ۔ لیکن مادی فلاسفر یا ایک مادی حکیم سرسری رنگ میں اِن ضروریات سے مس رکھتا ہے ۔ لیکن اُسکا طریق عمل ہمیشہ مادیت تک ہی ختم ہو جاتا ہے ۔ وہ عبودیت کے انجام کی بابت کبھی کبھی غور اور بحث کرتا ہے ۔ لیکن اُسکا غور اور بحث کوئی انتہائی درجہ نہیں رکھتی ۔ کیونکہ وہ خود ہی محض مادیت یا الہام نہ پانے کی صورت میں انتہائی درجہ نہیں رکھتا ؂

رسول اور نبی چونکہ مدرسہ صمدی کا تعلیم یافتہ اور خود شرحِ صدر ہوتا ہے اسواسطے اُس کی انتہائی حکیمانہ قوتیں دونوں رنگ رکھتی ہیں :۔

"روحانی بھی"

"اور مادی بھی"

اگر خدا ہے اور ضرور ہے تو جو شخص اُسکے مدرسے تعلیم پاکے نکلے گا۔ اُس کا درجہ اُن لوگوں اور اُن تلامیذ سے کہیں زیادہ اور محترم ہو گا۔ جو محض مادی مکاتب کے شاگرد اور تعلیم یافتہ ہیں۔

چونکہ ہمارے رسول کریمؐ کل قوموں اور کل دنیا کے واسطے مبعوث تھے اس واسطے اُن کی وسعت تعلیم اور وسعت رشد جس پیمانہ پر ہونی چاہیئے اُسکا اندازہ فرائض تبلیغ کے موازنہ ہی سے ہو سکتا ہے۔

حکمت اور فلسفہ کی کئی ایک شاخیں اور شعبے ہیں اور ان سب شعبوں اور شاخوں میں سے عامہ عملی رنگ میں وہی شاخیں اور وہی شعبے مخصوص اور محترم ہیں جنپر انسانی تمدن اور انسانی زندگیوں کا عملی پہلو سے زیادہ تر مدار ہے۔

رسول کریمؐ نے اپنی زندگی میں بہ رنگ مرسل اور عبد کے جو کچھ اپنا طریق زندگی اور طریق عمل دکھایا۔ وہ اُنکی سیرت کا متقابلۃً ایک درخشاں اور نمایاں پہلو ہے۔ اگر آنحضرت علیہ السلام کے ملفوظات یا وہ ارشادات جو بلا کم و کاست اور بلا کسی اختلاف کے ہم تک پہنچے ہیں دیکھے جاویں تو ہر انسان آسانی سے ساتھ اس نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ اس عظیم الشان انسان کے محترم دل و دماغ میں کس قسم کی حکمت اور فلسفہ بھرا تھا۔ اور خدا نے اس بے نظیر اور عدیم المثیل انسان کو کیا کچھ بے لاگ طبیعت اور صحیح فطرت اور جامع عقل و فراست بخشی تھی۔

حکمت اور فلسفہ کی موٹی موٹی شاخوں میں سے اخلاقی حکمت یا اخلاقی فلسفہ بھی ہے اس شاخ حکمت اور شاخ فلسفہ پر انسانی کیریکٹر اور انسانی سیرت کا مدار ہے۔ اور اسی سے سیرت اور کیریکٹر کی تعدیں اور ہما میت کی بنیاد پڑتی ہے۔ سیرت اور کیریکٹر ہی انسانی عظمت اور انسانی وقار کا ایک درخشاں جوہر یا تاباں نشان ہے۔ قوموں کی ترقی اور

عروج کا اسی پر انحصار ہے۔ اسی کی ترقی سے مقربین بنتے ہیں۔ اور اسی کے تنزل سے عرشِ عظیم
قعرِ مذلت میں گرتے ہیں۔ تمام دنیا کے فلاسفر اور حکیموں کا سب سے اول اسی پر زور رہا اور
اسی کی ضرورت خاص کا احساس کیا گیا۔ کون سا ایسا حکیم اور ایسا فلاسفر ہے جس نے اس پر
بحث نہ کی ہو۔ یا جسکا اعلیٰ مطمع نظر یہ نہ رہا ہو ؎

عمر ہا در پئے آہو گمشاں　　　دل من مشق رمیدن کردہ است

آنحضرت علیہ السلام کے صدہا ایسے اقوال۔ ارشادات اور ملفوظات ہیں جنہیں اکثر
فلسفی رنگ میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ پیش ہی نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ مقابلۃً ان کی فوقیت
بھی ثابت کی جا سکتی ہے۔ چونکہ ایسی گونہ طوالت ہی اور وقت کی کمی بھی مانع۔ اس واسطے
ہم مختصراً صرف ایک ہی ارشاد مبارک سے ثابت کر سکتے ہیں کہ اس عظیم الشان انسان کے
دل و دماغ میں کس قسم کی حکمت اور کس قسم کا فلسفہ نشو و نما پا چکا تھا۔ اور ان کا نقطۂ اخلاق
اور کس اوجِ ثریا سے پیوستہ اور آشنا تھا۔

حضور ارشاد فرماتے ہیں: "تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ"۔

یہ اس مصلح اعظم ذات اقدس کا قول و فرمان ہے۔ جس کی نسبت قرآن مجید میں ارشاد
فرمایا گیا ہے۔ "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ"۔

یہ اس موحد کا قول ہے۔ جسے فلسفۂ اخلاق میں مکتب صمدی سے ایک عزت اور
ایک احترام کے ساتھ یہ ڈپلوما مل چکا ہے۔ جو اخلاقی فلسفہ میں ایک ایمانی سند یافتہ تھا۔
دنیا میں ہزاروں فلاسفر اور ہزاروں ریفارمر اور ہزاروں مرسل و نبی ہوئے۔ کسی ایک نے بھی
اخلاقی فلسفہ کے متعلق ایسا جامع اور ایسا وسیع جملہ نہ کہا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کتاب امثال میں کہا ہے کہ "خداوند کا خوف دانش
کی ابتدا ہے"۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم نہ پھرو اور بچوں کی

مانتے نہ ہو تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے"۔

ان یا ایسے اقوال کے مقابلہ میں رسول عالمین نے جو تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہ کہا ہے۔ اُسکی عظمت اور اُسکی وقعت وہی لوگ کر سکتے ہیں جو فلسفی سلیقہ رکھتے ہیں جنہیں خود بھی فلسفہ کی غایات کا کسی نہ کسی حد تک عملی رنگ میں علم ہے"۔

حضرت سلیمانؑ فرماتے ہیں کہ:۔

"خداوند کا خوف دانش کی ابتدا ہے"۔

حضرت مسیحؑ کہتے ہیں کہ "تم بچے بنو تب آسمان کی بادشاہت میں داخل ہوگے"۔

یعنی بچوں کی طرح بے لوث اور بیگناہ خود کو ثابت کرو"۔

ہمارے رسول مقبولؐ فرماتے ہیں کہ:۔

"اخلاق کا سبق خدا سے لو"۔

"اُن اخلاق (یعنی روش) کی پیروی کرو"۔

"جو تمہیں خدا کی قدرتوں کے مناظر اور مظاہر میں نظر آتے ہیں"۔

"جو تم قدرت کے افعال اور تصرفات میں دیکھتے ہو"۔

"جس کا ثبوت تمہیں خود قدرت برنگ افعالی و برنگ الہامی دے رہی ہے"۔

خدا کے اخلاق کیا ہیں؟

"خدا۔ یا قدرت کے افعال"۔

"خدا کے الہامی صحائف"۔

"اُس صحیح ضمیر کی صدائیں جو خدا نے ہر انسان کو دے رکھا ہے"۔

سو یہی خدا کے اخلاق۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ ان اخلاق سے خود کو تم متخلق کرو۔ اور ان کی روش لو۔ یہی طریقہ نجات اُخروی اور تزکیہ اخلاق کا ہے۔ اور اسی سے اخلاق حسنہ کی بنیاد پڑتی ہے۔

خدا کریم ہے! کیسا کریم - جو اپنے نہ ماننے والوں اور اپنے منکروں کو بھی بھوکا نہیں اُنپر بھی کرم کرتا ہے۔

خدا رازق ہے! کیسا رازق! جو رزق میں کسی کے ذاتی عیوب اور ذاتی کمزوریوں پر خیال نہیں کرتا۔

خدا ستار ہے! کیسا ستار؟ جو ہمارے صدہا ہی نہیں بلکہ ہزاروں گناہ روز دیکھتا ہے اور پھر اُنکا اپنے رنگ میں اعلان نہیں کرتا۔ اور کسی ہمارے ابنائے جنس کو اس سے مطلع اور خبردار نہیں کرتا۔

خدا قادر ہے! کیسا قادر؟ جو باوجود قادر مطلق ہونے کے بھی جلدی جلدی باز پرس اور گرفت نہیں کرتا۔ قدرت میں بھی اُسکی ستاری کام کرتی ہے۔

خدا رحیم ہے! کیسا رحیم جو باوجود ہماری بُرائیوں کے علم کے بھی ہم پر بار بار رحم کرتا ہے۔

خدا سمیع و بصیر ہے! کیسا سمیع و بصیر؟ جو ہر ایک کی آواز سنتا ہے اور ہر شے اور ہر محل کو دیکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس قدرت سماعت اور بصیرت کے بھی ہم سے بے حوصلگی سے معترض نہیں ہوتا۔

خدا ہمارے تمام رازوں اور اسرار سے واقف ہے لیکن کسی پر اُن کا افشا نہیں کرتا۔

خدا ہمیں اس دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں مفت دے رہا ہے۔ جن پر ہماری زندگی کا مدار ہے۔ اگر ایسی چیزیں ہمیں مفت نہ دی جاتیں تو ہم میں سے فیصدی پچانوے کی زندگی دوبھر ہوتی۔

خدا منتقم حقیقی ہے! لیکن سوائے وقت خاص اور مہلت دینے کے کسی سے بدلہ نہیں لیتا۔ اُسکی رحمت اُسکی انتہائی طاقت پر غالب ہے۔

خدا کارساز ہے! کیسا کارساز؟ جو ساری دنیا کی کارسازی کو اٹھائے ہوئے ہے۔ کیا یہی باتیں انسانی اخلاق کی بنیاد، نمود اور فضیلت و خوبی کا موجب نہیں ہیں۔ کیا ان ہی کا دوسرا لفظ

اخلاقی فلسفہ نہیں ہے؟ کیا یہی مواد حکمت نہیں ہے؟
کسی نے کہا کہ:-

"تم انسانی اخلاق سے متخلق ہو"

"تم فرشتے رہو"

"تم بچہ بنو"

"تم حکیموں اور فلاسفروں کے اخلاق سیکھو"

"تم سوسائٹی اور قوانین تمدن کی عظمت اور پیروی کرو"

رسول عربیؐ فرماتے ہیں کہ:-

تم اتنی راہیں کیوں لیتے ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک واضح ایک روشن راہ کا نشان دوں۔ تمہارے سامنے صحیفۂ قدرت کھلا ہے۔ مکتب قدرت کے دروازے بند نہیں ہیں آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ:-

"قدرت تمہیں کیا کچھ سکھاتی" "اور کیا کچھ سمجھاتی ہے"۔ افعال قدرت بجائے خود ایک صحیفہ اخلاق ہیں۔ اِن سے سبق لو۔ گو تم ویسے کریم۔ ویسے رحیم۔ ویسے ستار۔ ویسے رزاق اور ویسے قادر نہیں بن سکتے۔ لیکن چونکہ صنعت کو صانع سے ایک قسم کی نسبت اور خصوصیت ہوتی ہی ہے اس واسطے تم اِن آثار۔ اِن مظاہر اور اِن افعال قدرت سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہو اگر قدرت تمہیں بعض اشیاء۔ بعض مواد مفت دیتی ہے تو کیا تم بعض چیزیں اپنے غریب بھائیوں کو نہیں دے سکتے؟ بتاؤ تو سہی خدا تم سے اِن اشیاء اور اِن نعمتوں کی بابت کیا سود لیتا ہے اور تم پر کیا ٹیکس لگا رکھا ہے۔ پھر تم باوجود مقدرت کے بھی اپنے بھائیوں سے کیوں سود لیتے اور کیوں اپنے ایک ابنائے جنس کی روح شکنجے میں ڈالتے ہو؟

کیا خدا تمہاری عیب پوشی نہیں کرتا؟ اور کیا اس کی ستاری تمہیں مرہون نہیں کر رہی؟ پھر تم کیوں اپنے بھائیوں کی غلطیوں سے اکتاتے اور ان سے کاوش رکھتے ہو۔ حالانکہ تم بھی

درگزر کی طاقت رکھتے ہو! +

خدا ایک ضابطہ سے کام چلا رہا ہے۔ کیا تم بھی ایک ضابطہ اختیار نہیں کر سکتے؟ اور کیا تمہارے واسطے اسکی ضرورت نہیں ہے؟ +

انصاف سے کہو۔ کسی حکیم اور کسی فلاسفر نے بھی انسانوں کے واسطے اِس ضابطہ الٰہی کا اخلاقی رنگ میں نشان دیا ہے۔ اور کسی نے بھی یہ کہا ہے؟ کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ +

ایک طرف خدا کی وحدت پر زور دیا اور دنیا کے پردے پر سے شرک و بُت پرستی کو مٹایا۔ اور دوسری طرف انسان کی خدا سے یہ رسائی کر دی کہ اُسے اُسکے اخلاق۔ اسکی روش پر لگایا +

صحیح انسانیت یہی ہے کہ انسان انسان رہ کر افعال قدرت سے اپنے واسطے رستہ نکالے اور روش قدرت کا عملی رنگ میں مقتدی ہو۔ نہ صرف افعال قدرت ہی سے بلکہ اقوال قدرت سے بھی۔ قدرت ایک الہامی زبان رکھتی ہے۔ قدرت بولتی ہے۔ جسے دنیا میں سے صرف بعض مشاہیر ہی سمجھتے ہیں۔ تکمیل انسانی اخلاق کے واسطے یہ دونوں راہیں انسان کو منزل مقصود پر پہنچاتی ہیں۔ اور اِن ہی کی وجہ سے انسان مقدس اور کامل بنتا ہے۔ چونکہ خدا کامل ہے۔ اِس لئے وہ چاہتا ہے کہ انسان بھی اپنی حدود میں رہکر اِس زیست سے نکل کر کامل ثابت ہو اور اِس زندگی میں ہی وہ کمال پاوے۔ یہ بات تب ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ جب انسان اپنے ضمیر کا (جو ایک قدرتی پرندہ ہے) قدرت کے دیگر پرندوں سے تزکیہ اور تصفیہ کرے اور اُسکا گُر اور قانون کیا ہے۔ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ + دنیا میں اِس قانون کا معلم کون ہے؟ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی ذات مقدس میں روحانی۔ معادی اور معاشری دونوں حکمتیں اور دونوں کمالات رکھتے ہیں اور جنکی نسبت خدا یوں کہتا ہے "وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" اور جو دونوں جہان یا دونوں زندگیوں میں خَیْرًا کَثِیْرًا کا وارث اور مالک ہے ؎

درعشق دفتر دل ما کارنامہ ایست　　یک جزو ازاں سفینۂ اقوال احمد ست

(ریبنزا) سلطان احمد

رسول اللہ کا احتساب کبریٰ
اور
مدنیۃ صالحہ

(۱)

ہر کس شناسندہ، راز ہست ورنہ ... اینہا ہمہ راز ست، کہ معلوم عوام است

خود غرض، اور مغرور انسان کی آنکھوں پر کتنے بھی غفلت کے پردے پڑجائیں، اُس کے دل ضلالت منزل پر جہل و سرکشی کی کیسی ہی مُہر کیوں نہ لگ جائے، اُسکی قوت سامعہ کسی درجہ بھی بے حس کیوں نہ ہوجائے، تاہم وہ اس قدر اندھا نہیں ہوجاتا، کہ نور و ظلمت کے بدیہی فرق کو محسوس نہ کرسکے، وہ اس قدر جاہل نہیں ہوجاتا، کہ نغمہ ہائے شیریں اور دشنام ہائے تلخ سے اسکے کان کے پردوں میں دو مختلف و متضاد تموج پیدا نہو سکیں!

بااین ہمہ ہوا یہی ہے کہ وہ اکثر نہیں دیکھتا، وہ اکثر نہیں سُنتا، وہ اکثر نہیں سمجھتا! یہ جمع نقیضین اور اجتماع ضدین نہیں ہے بلکہ یہ کائنات کا ایک معلوم راز ہے جس کا فاش کرنا عیب نہیں بلکہ ہمارے استدراکات صحیحہ کا امتحان ہے!

اور یہ وسیع الحقیقۃ، اور رفعۃ التصریح عنوان، ع

ملنا ترا اگر نہیں آساں، تو سہل ہے ... دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

کے مفہوم سے ہم آغوش ہے۔

دنیا کی ہر چیز میں خیر و شر ملا ہوا ہے، دامان گل کانٹوں سے الجھا ہوا ہے، شہد کا ذخیرہ نیش ہائے زہرآلود سے گھرا ہوا ہے، نور ظلمت سے مخلوط ہے، آب شیریں اور

آب شیریں و شور کی نہریں ساتھ بہتی ہیں، اور ایک ساتھ رہتی ہیں، مگر اس اختلاط و التباس کے باوجود، دونوں کے درمیان ایک باریک سا پردہ بھی حائل ہے!

پھر یہ التباس و امتیاز، یہ فرق و تجنیس، عبادات، معاملات، سیاست، اخلاق غرض تمام چیزوں اور سارے شعبہائے اعمال انسانیہ میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے!

نبوت کی حقیقت، اور تنزیل الہام، و بعثت انبیاء کرام کا مقصد بھی صرف یہی ہے کہ خیر و شر کے درمیان جو چلمن پڑی ہوئی ہے۔ انکو صرف ضلالت سے بچائیں، تاکہ قانون الٰہی کے تحفظ تامہ کے ساتھ دنیا میں عدل و اعتدال قائم رہے!-

خیر و شر، ہدایت و ضلالت، اور حق و باطل کا وہ ایک غیر معمولی اختلاط ہے، جبکہ اعتدال قائم نہ رہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی راہیں کھل جائیں، اور وہ لوگ جو ان کے درمیان امتیازات قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں کا نام آمرین بالمعروف والناھین عن المنکر ہے!

انبیائے عظام کا حقیقی کام یہی ہے کہ وہ اشیاء کے مضار و منافع کو جو سیکڑوں پردوں کے اندر پوشیدہ ہوں بے نقاب و بے حجاب کردیں، تاکہ دنیا ضلالت سے نجات پاکر حقیقی امن و سلامتی حاصل کرے!!

مذہب کے تمام اجزا اگرچہ بالواسطہ تمدن سے تعلق و ربط رکھتے ہیں۔ لیکن احتساب خود تمام تمدن پر حاوی ہے، سیاست جو تمدن کا احیاء و ابقاء کرتی ہے بنفسہ کچھ نہیں بلکہ فلسفہ احتساب کا خلاصہ ہے۔ یہانتک کہ حکومت کی سیادت بھی حقیقۃً احتساب صحیحہ سے پیدا ہوتی ہے!

فطرت کا یہ قانون غالباً آپ کو معلوم ہے کہ ہر شئے خیر و شر سے ملی جلی ہوئی ہے اس واسطے انسان کو ہر وقت ہوشیار و خبردار کرتے رہنے کی ضرورت ہے، تاکہ وہ شہد کی جگہ زہر نہ پی لے، اور لعل کی جگہ انگارے نہ اٹھالے، پس اگر کوئی شخص وحی و الہام کے ذریعہ اس فرق کو قائم کرتا ہے تو وہ پیغمبر ہے! اور اگر کوئی فلسفہ و اخلاق کے پیرایہ میں

اس راز کو بتاتا ہے تو وہ حکیم ہے، اور اگر کوئی شخص حکومت کی قوت سے اس فرض کو نمایاں و استوار کرتا ہے تو وہ حاکم ہے!

زید نے راہ میں بیٹھکر اندھوں۔ اپاہجوں۔ بھولے بھٹکوں کو راہ بتائی تو وہ اللہ کا نیک بندہ ہے! عمرو نے لوگوں کو بازار کی ہر شئے کا ٹھیک نرخ بتلایا تو وہ تاجر امین ہے؛ اور بکر نے صداقت کی خاطر حق کا نشر و اعلان کیا تو وہ مومن و مسلم ہے!

اسی تعاون و تناصر کی تعریف مدنیت صالحہ ہے۔ اور یہی ہے وہ شے جسکا نام تمدن ہے۔ اور حقیقی تمدن ہی کے لیئے احتساب کی ضرورت ہے، اگر احتساب نہیں تو تمدن کی تعریف ہی صحیح نہیں۔ تعاون و تناصر ہر متمدن کا فرض ہے؛ اور چونکہ اسلام ایک مدنیت کبریٰ ہے پس ہر مسلمان، مدنی الطبع محتسب بھی ہے!

یہ اسلام کی فضیلت کبریٰ ہے کہ ساری دنیا کے ادیان و مذاہب میں وہی صرف ایک حقیقی نیکی اور اخلاق کی بادشاہت ہے جس نے ایک طرف تو انسان کے ہر عمل کو محکمہ احتساب کے ماتحت کر کے سلسلہ تمدن کی تکمیل کر دی۔ اور دوسری طرف ہر انسان پر احتساب بین الافراد فرض کر کے قیتِ محتسبہ کو ایک حقیقی عظمت و زندگی بخشدی: پھر یہ دستور بالکل عام، اور ایمان و ارکان اسلام میں راسخ کر دیا!!

اب تشریح اجزائے احتساب پر نظر ڈالیئے، ماد یت ہی کچھ منتہائے احتساب نہیں بلکہ احتساب ایک خاص روحانی ترتیب و ترتیب کا پابند ہے، احتساب کی سب سے پہلی منزل اپنے اعمال کی تشکیل، اور اپنے کارناموں کی جانچ پرتال، اپنے تزکیہ روح اور اپنی ہی اصلاح حالت و نفس سے عبارت ہے (ان النفس لامارۃ بالسوء)+

آنحضرتؐ کو جب تبلیغ رسالت کا حکم دیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے نشر حق کی ہدایت فرماتے ہوئے طرح و ترتیبِ احتساب بھی ایما فرما دی:- یا ایھا المدثر۔ قم فانذر۔ و ربک فکبر۔ و ثیابک فطھر۔ والرجز فاھجر۔ "اے چادر نبوت میں آسودہ! اٹھ۔ پھر لوگوں کو

ڈرا۔ پھر اپنے خدا کی تکبیر کہہ اور اپنے کپڑوں کو پاک کر، اور بتوں سے دوری اختیار کر! اصلاحِ نفس کے بعد آل و اولاد، اعزہ اور اقارب کا درجہ ہے (وانذر عشیرتک الاقربین) اپنے اقربا و قبیلہ کے لوگوں کو گمراہی و ضلالت کے خسران آمیز نتائج سے ڈراؤ!

اِن مراتب و مراحل کے بعد قوم کی اصلاح ہے! چنانچہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت خوبی و تکمیل کے ساتھ احتساب کے تمام منازل و مدارج طے فرمائے ہیں۔ اور اعمالِ حیاتِ انسانی کے درونی بیرونی جس قدر بھی شعبے ہو سکتے ہیں، ان سب میں ہمیں اپنے مصلحِ اکبر و اعظم، اپنے نبی کرم و محترم کے اسوۂ ہائے جمیل و متبرک ملتے ہیں۔ اور جو ہماری گم کردہ راہِ حیات کے لیے میل راہ کا کام دے سکتے ہیں، اس مختصر مضمون میں تمام کا احاطہ ناممکن ہے!

مگر ہم بعض مواقع احتساب و اصلاح پیش کرتے ہیں۔ زمانہ نازک اور وقت تھوڑا، اختصار سے بھی استفادہ کی طویل فہرست تیار ہو سکتی!

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ دان کیلئے!

(۲)

یہ مسلمہ امر ہے کہ قومی زندگیوں کے لیے اخلاق بمنزلہ جان کے ہے، مگر اسکے ساتھ اس حقیقت سے بھی انکار غیر ممکن ہے کہ حریتِ فکر، استقلالِ آراء، اور آزادیِ سخن، اخلاق کی روح ہے!

ہر چند کہ اخلاقِ علیہ کے لیے یہ اسپرٹ مہالک و خطرات سے خالی نہیں، تاہم اہلِ حق نے اس متاعِ عزیز کے لیے ہر طرح کے امتحان دیئے ہیں!

قوموں کے نظامِ اخلاق و نظامِ عمل کے لیے اس سے زیادہ کوئی بات شرمناک نہیں کہ شدائد کا خوف، خطرات کا ڈر، عزت کا پاس، تعلقات کے قیود۔ اسکے افراد و حق کے افکار و آراء کی شکلِ حقیقی کو مسخ کر دے، انکا ظاہر باطن کا عکس بر واقعہ رہے۔ ان کا قول انکے اعتقادِ قلب کی تفسیر نہو، ان کا مقال حال سے بعید ہو جائے۔ ان کی زبان دل کی سفارت نہ کر سکے، انکے

الفاظ ان کے مدعائے دل کے ترجمان نہ ہوں، ان کے مقالات صداقت کا عنوان نہ رکھتے ہوں۔ اور وہ یکسر اعراض عن الخیر و کتمانِ حق پر آمادہ ہو جائیں!

حالانکہ مرد صادق اس سے عبارت ہے کہ وہ جب حق و باطل، معروف و منکر، خیر و شر، خدا و شیطان، کا مقابلہ کہیں ہوتے دیکھے تو فوراً بلا رو رعایت، رضائے خدا، نصرت حق، امر معروف اور دعوتِ حق، کی حمایت کرے، اور "لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ" (مائدہ) آسمان کے نیچے کی کسی ہستی کی پرواہ نہ کرے۔

اور اگر وہ دل اور ضمیر کی مصلحت کو مدنظر رکھکر کچھ کہتا ہے جسکا دل شاہد نہیں جسپر ضمیر رضامند نہیں تو یہ شان مسلمان کی نہیں "لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ" (الصف) کہ وہ کہے کچھ اور کرے کچھ!

خدائے اسلام اور مبلغ دین حنیفی کبھی اس بات پر خوش نہیں کہ آپ کا ظاہر و باطن ایک نہ ہو، اور آپ کا اعتقادِ قلب کچھ ہو، اور ارادت و پرستش کچھ اور، "كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ" (الصف)۔

آج مدعیانِ حق گوئی ذرا احتساب نفس کر دیکھیں کہیں وہ اپنے میں اس نوع کی خرابیاں تو نہیں پاتے؟ کہ دوسروں کو تو نیکی کی دعوت دیجا رہی ہو، اور خود احتساب سے بھولے ہوئے ہوں "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ" (بقرہ)۔

اخلاق کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ انسان سچا، راستباز، اور حق گو ہو۔ اور اس کا مصداق نہو کہ "يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ" منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہے!

ایک مسلمان تو خدا کی طرف سے، اس دنیا میں احتساب کے لیے ایک سچے محتسب کی سی شخصیت رکھتا ہے، "وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ" اس واسطے کہ وہ ہر موقع پر حق کا شاہد ہو، اب یہ بدبختی نہیں تو کیا ہے، جسکو خدا اپنے محکمہ

احتساب کا رکن خاص بنا دے، اور اسکی اس ممتاز خصوصیت کا اعلان کر دے، اور وہ حق کی گواہی سے اعراض کرے، اور اخفائے حقیقت پر مائل ہو جائے (وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ) حقیقت میں اس سے زیادہ ہم اپنے آپ پر ظلم نہیں کر سکتے! اور (وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ) (بقرہ) کے خلاف عمل کر کے وہ نظام سوسائٹی کو درہم و برہم کر رہا ہے!

ایک حق گو، اور راست باز، انسان ہماری سوسائٹی، اس عام ہیئت اجتماعی کا رکن خاص، اور محافظ و نگہبان ہے، ملک اور حکومت کو اگر حفظ امن، اور تہدید اشرار کیلئے پولیس کی ضرورت ہے تو اس سے زیادہ یقیناً مجمع انسانی کی بدکار اور شریر ہستیوں کے لیے، انکی تہدید و تخویف جاری رکھنے راست باز، حق گو، انسانوں کی بھی سخت ترین ضرورت ہے، وہ راست باز، اور حق گو افراد، جو غلغلۂ صداقت سے ضلالت کو تھرا دیں جن کی راست بازی شریروں کی شرارت کو مرعوب کر دے! جن کی صداقت شعاری مبتلایانِ اعمال سیئہ کے لیے صدائے تنبہ و تہدید ہو! جو عملاً اس عقیدے کی تمثال ہوں کہ ہر خلوت و تنہائی میں ایک ایسا حاضر اُنکے پاس موجود ہے جو چھپے اور پوشیدہ اعمال کو دیکھ رہا ہے! جو ایماناً اس یقین کی تصویر ہوں کہ ہر پردے اور دیوار کی اوٹ میں ایک ایسا ناظر ہے جو اُن کے ہر بُرے اور بد کاموں کو جانتا ہے، دیکھتا ہے، احتساب کی یہ تعریف ہے، اور حقیقی محتسب کی یہ شخصیت ہے!

افسوس ہے اُس سوسائٹی پر، اور ہزار حیف ہے اُس اجتماع انسانی پر جس میں کسی حق گو اور راست باز روح کا اگر وجود نہ رہے، یا پیدا ہو جائیں ایسے لوگ جو فرض احتساب کو فراموش کر دیں!

عن ابی بکر رضؓ انی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول ان الناس اذا رأو الظالم فلم یاخذوا علی یدیہ اوشک ان یعمہم اللّٰہ بعقاب منہ — (ترمذی)

ابو بکر صدیق رضؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا ہے کہ لوگ جب ظالم و بدکار کو دیکھیں اور اُسکا ہاتھ نہ پکڑیں تو عنقریب خدا اپنا عذاب اُن سب پر نازل کریگا

حمایت حق اور منع عن الشر کی حضورؐ نے بے حد تاکید کی ہے۔ اور اجتماعِ انسانی کے اس احتساب سے درگزر کو بہت بُرا بتایا ہے، چنانچہ اس سے زیادہ تہدید اور کیا ہو سکتی ہے

والذی نفس محمد بیدہ لتامرن بالمعروف، وتنھون عن المنکر اولیوشکن اللہ ان یبعث علیکم عقاباً من عندہ ثم لتدعونہ فلا یستجاب لکم، (ترمذی)	اُس ذات اقدس کی قسم جسکے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ادا کرو! ورنہ خدا تم پر اپنا عام عذاب نازل کریگا پھر تم پکاروگے۔ لیکن قبول نہ کیا جائے گا! (ترمذی)

(۳)

آج خوفِ بیجا کے بعض موانع ہیں جو ہمکو حق گوئی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دعوت الی الخیر اور منع عن الشر سے اکثر باز رکھتے ہیں!

ہمارا دل حق کے لیئے کیوں آزاد نہیں؟ ہم صداقت کے کیوں حامی نہیں؟ ہم کو استقلال فکر کیوں محبوب نہیں؟ اشخاص کی غلامانہ پرستش کی زنجیروں کو ہم نے اپنے پیروں کا زیور کیوں سمجھ لیا ہے؟

بات یہ ہے کہ یہ سب انجام ہے ہمارے اُس بے جا حُسنِ اعتقاد کا جسکو ہم نے معقولیت کے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچا دیا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ذات ایک ہی ہے جو ہر نقص سے پاک اور ہر عیب سے منزہ و مبرا ہے، یا پھر وہ جماعت ہی جنکو انبیائے کرام کہتے ہیں جو معصوم اور گناہوں سے پاک بنائی گئی ہے!

حُسنِ ارادت فی نفسہ بُری شے نہیں۔ لیکن انبیاءؑ کے سوا جو پیغمبر اور امر ربانی ہیں اُن کے کسیکو اتنا رتبہ دینا کہ اُس کا ہر قول و فعل آئینِ تسلیم، اور معیارِ صداقت ہو ٹھیک نہیں بلکہ شرک فی النبوۃ ہے!

اعیان کرام کی عزت کرنا انسانی حسنِ اخلاق کا بہترین جوہر ہے، مگر یہ حق تو کسی کو

نہیں پہنچتا کہ وہ ہمارے قلوب پر حکمرانی کرے، اور کس حیثیت سے ہم پر مستولی ہو کہ اُس کے سارے احکام ہم دائرہ انتقاد سے باہر اور نقص بشری سے پاک سمجھ لیں۔ اور اگر ہم نے ایسا ہی سمجھ لیا تو پھر خدا کے لیئے ہمارے پاس کیا رہ گیا؟

قوموں کی حیات و ممات سوسائٹی کی اخلاقی اسپرٹ کی زندگی، اور بربادی پر موقوف ہے، اور سوسائٹیوں کی زندگی و بربادی افراد کے صلاح و فساد اور معاشرت و اخلاق پر مبنی ہے، اخلاق اور آداب معاشرت کی نگہبان و محافظ صرف دو چیزیں ہیں۔ خوف خداوندی، اور شرم انسانی، مبارک ہیں وہ قلوب جو خوف الٰہی کے نشیمن ہیں۔ اور عالی ترین ہستیاں ہیں جو انسانیت کے لیئے شرم رکھتی ہیں؛

لیکن اگر کسی جماعت میں ایسے لوگ نہیں جو خوف الٰہی اور شرم انسانی رکھتے ہوں تو بتاؤ سوسائٹی کے عام اعمال کا کون نگراں ہوگا؟

کون امر معروف، اور نہی عن المنکر کی خدمت انجام دیگا؟

اور شریروں کی ہدایت کن ہاتھوں سے ہوگی؟ کس کی زبان اعمال سیئہ کی تذلیل کے لیئے وا ہوگی؟۔ دل کا وہ کون گوشہ ہوگا جو بدکاروں کی لعنت و تحقیر کے جذبات سے معمور ہو؟

اور پھر وہ کون لوگ ہوں گے جو خموشی کے ساتھ بدکاروں سے اپنے آپ کو الگ کرلیں۔ احتساب کی ایک نازک ترین تعریف یہ بھی ہے اور یہی مفہوم ہے، مسلم اور ترمذی کی ایک ذیل کی مشہور حدیث مقدس کا۔

قال النبی صلعم من رای منکم منکرا فلینکر بیدہٖ ومن لم یستطع فبلسانہٖ ومن لم یستطع فبقلبہٖ و ذلک اضعف الایمان۔ (ترمذی و مسلم)	رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں جو مسلمان کسی برائی کو دیکھے چاہیئے کہ اُسے اپنے ہاتھ کے زور سے مٹادے اگر یہ نہو سکے تو زبان سے ہی بُرا کہے یہ بھی نہو سکے تو دل سے بُرا سمجھے (مگر) اور یہ ضعیف ترین درجہ ایمانی ہے۔

دنیا میں انسان سیکڑوں قوتوں کا محکوم ہے، ماں باپ کا محکوم ہے، دوست احباب کا مطیع ہے، استاد اور مرشد کا محکوم ہے، امیروں اور رئیسوں کا محکوم ہے ہیہات وہ دنیا میں بغیر کسی زنجیر اور بیڑی کے آیا تھا، مگر دنیا نے اُسکے پاؤں میں علائق کی بہت سی قیدیں ڈال دیں!

تاہم مومن و مسلم ہستی وہی ہے جو صرف ایک ہی کی محکوم ہو، اسکے گلے میں اگرچہ چھوٹی چھوٹی بہت سی زنجیروں کے حلقے ہیں مگر ہر سمت نہ کھنچ جانیکے لیے اصلی اور بوجھل ایک ہی زنجیر ہے۔ وہ ماں باپ کی اطاعت کرتا ہے اسلیئے کہ اُسکے حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے وہ دوستوں سے چشم مروت رکھتا ہے۔ اسلئے کہ اُسکے حاکم نے احباب سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے وہ اپنے ہر بزرگ کا احترام کرتا ہے۔ اس واسطے کہ اُسکے مولا نے، ادب آموز حقیقی نے ایسا ہی کہا ہے۔ وہ دنیا کے حاکموں اور بادشاہوں کا مطیع ہے، اسلیئے کہ اُسکے حقیقی حاکم نے ایسے حکم ماننے کا حکم دیدیا ہے جو اُسکے حکم کے منافی نہ ہوں؛

لیکن یہ جو وہ سب کچھ کرتا ہے تو اس واسطے نہیں کرتا کہ انکے اندر وہ کوئی ایسی شئے سمجھتا ہو جسکے لیئے اُسکی روح جھکے بلکہ صرف اس لیئے کرتا ہے کہ اپنے ایک حقیقی حاکم کی تعمیل ارشاد ہو سکے!

پس بظاہر دنیا میں انسان کے لیئے بے شمار حاکم ہیں، مگر حقیقت میں اُسکے سر کو جھکانے والی ایک ہی قوت ہے۔ اور اسکے سوا کوئی نہیں:-

ان الحکم الا للہ، امر الا تعبدوا الا ایاہ ٭	تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جسکی حکومت ہو۔ اس نے ہمکو حکم دیا ہے کہ اُسکے سوا اور کسیکو نہ پوجیں اور نہ کسیکو اپنا معبود بنائیں

تمام دعوت الی الحق میں اہم ترین مقصد استیصال شرک اور یہی تفریق حق و باطل ہے چنانچہ خدائے اسلام نے یہ کہکر ان تمام ماسوی اللہ اطاعتوں اور فرمانبرداریوں کی بندشوں سے مومنوں کو آزاد کر کے حُرِ کامل بنادیا ہے ٭

تمام مادی علائق اور دنیاوی قیدوں سے جو آزادی کے پاؤں میں بھاری سی زنجیر تھے اس ایک ہی جملے نے انسانی اطاعت اور پیروی کی حقیقت کو کامل ترین وسعت و احاطہ کے ساتھ واضح کر دیا!

اور اسوقت کے لیے جب کہ بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات جاتی ہو، دنیا والوں کا ساتھ دینے سے خدا سے علیحدگی پیدا ہوتی ہو، ہمارے رسول کے ارشاد نے راہ صاف کر دی:

لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۔ (بخاری و مسلم)	جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو، اسمیں کسی بندے کی فرمانبرداری واجب نہیں!

یہ اسلامی زندگی کا دستور العمل تھا۔ اور مومن کے تمام اعمال و معتقدات کی مکمل تصویر ہے: جسقدر بھی اطاعتیں، اور جس قدر بھی تسلیم و اعتراف ہے۔ اسوقت تک کے لیے جبتک کہ خدا سے رشتہ قائم رہ سکے، اور جو رشتہ اس سلسلے کو منقطع کرائے اُسکو پہلے قطع کر دو!

اُسوقت پھر نہ ماں، ماں ہے نہ باپ، باپ، نہ پھر دوست، دوست ہے نہ یار، یار، تمام عہدوں اور پیمانوں کی شکست، تمام رشتوں ناطوں کا انقطاع!

کیونکہ یہ اطاعت اور وفاداریاں اُسکی اطاعت کے احیا کا صدقہ ہیں، جب وہ نہیں تو کچھ نہیں: لا طاعۃ المخلوق فی معصیۃ الخالق۔ الحدیث۔

احتساب نفس

اعمالِ احتساب کے نازک ترین اشارات، اور عرض اجمال مباحث تدقیق، عمیق، کے بعد اب ہم بعض مقالاتِ احتساب عمومی کے جزئیات پیش کرینگے، جو موجودہ حالات کے اعتبار سے بہت زیادہ سبق آموز ہیں!

سب سے پہلے آپ آج اولیائے جمہور اور علمائے امت کی درونی و بیرونی زندگی کا مطالعہ کریں۔ آپ فوراً اُن اقوال و اعمال کے موازنہ کے بعد قول و عمل میں بُعد المشرقین کا فرق

محسوس کرینگے، پھر کیا لیڈران وقت، اور سرداران امت کا یہی حق ہے وہ دنیا کی چند روزہ عزت لیکر فراعنہ و نمارہ بن گئے، اور یہ حضرات علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد جنت کے وارث اور خوشنودی خدا و رسولؐ کے ٹھیکدار بنگئے ہیں۔ اُمت زدہ حال کے سُراغ یہیں سے ملیں گے، اسکے مقابل رسولِ خدا کا اسوہ ملاحظہ کیجئے، باوجودیکہ آنحضرتؐ کی ذات پاک جامع فضائل تھی۔ اور اللہ پاک نے آپکے تمام زلات کو معاف فرمادیا تھا، باایں ہمہ آپ کثرت سے نماز پڑھتے تھے۔ اور اسدرجہ انہماکِ مجاہدہ تھا کہ حضورؐ کے پاؤں ورم کرآئے تھے، ایک مرتبہ صحابہؓ نے عرض کیا۔ "یارسول اللہ! خدا نے تو آپکے تمام اگلے پچھلے گناہوں کو معاف کردیا ہے، پھر آپ کیوں اسقدر مصروف عبادت رہتے ہیں"؟ آپنے فرمایا۔

اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ کیا میں خدا کے شکرگزار بندہ ہونے کی کوشش نہ کروں؟ (بخاری)

برعمِ مقبول حضرات امت اِس سے عبرت پکڑیں

آج تھیٹر اور خصوصاً بائیسکوپ داخل فیشن ہے۔ اور اس سنتِ مدنیت کا ادا کرنا متمدن ہونے کی علامت ہے، ہم طرح طرح کے نغمہ ہائے دلکش اور روح کو مضطرب کردینے والے ہیجان مناظر دیکھتے ہیں، سُنتے ہیں، اور کچھ پرواہ نہیں کرتے؛ حالانکہ حضورؐ کے زمانہ میں یہ بدعتیں تو کہاں تھیں۔ مگر پھر بھی جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آتے۔ جن میں قلب کے خدا کی جانب سے غافل ہوجانے کا احتمال ہوتا تھا، یا نفس میں غرور و سرکشی پیدا ہوجانے کا ڈر ہوتا تھا تو آپ سختی کے ساتھ احتراز فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک پردہ لٹکا رکھا تھا۔ جس میں تصویریں سی بنی ہوئی تھیں۔ آپ کی نظر پڑی تو فرمایا:

امیطی عنا قرامک فانہ لاتزال ہمارے سامنے سے اپنا پردہ ہٹالو۔ کیونکہ

تصاویرہ تعرض فی صلاتی　　اس کی تصویریں ہمیشہ میری نماز میں خلل انداز ہوتی ہیں۔　(بخاری)

اس ارشادِ حق میں دلدادگانِ تہذیب جدیدہ کیلئے بہت کچھ تہدید و تنبہ ہے!

امراء و رؤساء اور عوام و متوسطین کو آپ میلے تماشوں، تفرجگاہوں میں دیکھئے۔ قاقم و کمخواب، اطلس و حریر سے مرغ زریں اور ایک کرہ آتشین بنے نظر آئیں گے؛ حالانکہ حضور نے ایسے ملبوس سے ہمیشہ اکراہ فرمایا ہے، ایک مرتبہ ایک صحابی نے بطور تحفہ و ہدیہ کے حریر کا ایک جُبّہ پیش کیا، آپ نے اسکو پہن کر نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد نہایت ناگواری سے اُتار ڈالا۔ اور فرمایا:

لا ینبغی ھذا للمتقین (بخاری)　یہ لباس پرہیزگاروں کے لیے موزوں نہیں ہے۔

میونسپل کمشنری سے لیکر کونسل کی ممبری تک کے لیے آج ہم ووٹ حاصل کرنے کی غرض سے خود آپ اور اپنے حاشیہ نشین احباب سے اپنی مدح و تعریف سے پر مضامین لکھوا کر اخبارات میں شائع کراتے ہیں۔ اور خود اپنے قلم خود دستلے اپنی تعریف لکھنا یورپ کے صدقے میں جائز بنا لیا ہے، اور اپنے تمام اعمالنامے استحسان کی رنگ آمیزی کیساتھ قلمبند کیے جاتے ہیں، اور ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملا دینا کھیل سمجھا جاتا ہے۔ آہ! آنحضرت اگرچہ خیر البشر تھے، لیکن کوئی شخص آپکو اگر انبیائے سابقین پر ترجیح دیتا تھا تو آپ منع فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک صحابی اور ایک یہودی میں جھگڑا ہو گیا، انتقام کی توثیق کے لیے صحابی نے قسم کھائی "اُس خدا کی قسم جس نے محمدؐ کو تمام دنیا سے افضل بنایا" اسی طرح یہودی نے کہا "اُس خدا کی قسم جس نے موسیٰؑ کو تمام دنیا پر ترجیح دی ہے" صحابی نے غصہ میں بھر کر یہودی کے منہ پر اک طمانچہ مارا، اُس نے آنحضرت سے شکایت کی۔ آپ نے حکم دیا۔ "مجھے موسیٰؑ پر ترجیح نہ دو" (بخاری)

کیا اس اسوۂ نبوت میں کچھ راہِ ہدایت ہے؟

(۶)

احتساب خاندان

دنیا نے حصول عزت کے لیے ہزاروں ہتھکنڈے پھیلا رکھے ہیں۔ اور دھوکہ و فریب دہی میں ایک دوسرے کا ممد و معاون بنا ہوا ہے، ایک و با عام ہے کہ "من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو" اور اس جلسازی میں اپنے قریبی رشتہ دار اپنے عزیز اور بھائی بند زیادہ امداد دینے کے قابل سمجھے گئے ہیں گھر پر نقیری باہر وزیات کے ذریعہ ایسے مشہور ہیں۔ حقیقت میں درسیات ابجد پر بھی عبور نہیں۔ مگر باہر مولوی اور مولانا لکھے اور لکھوائے جاتے ہیں۔ بھید یہ ہے کہ حضور نے سلوک و طریقت کی ہوا نہیں کھائی ہے۔ مگر مریدوں کے ذریعہ مشتہر کر دیا گیا اور کرایا جاتا ہے کہ جناب۔ قطب وقت اور ابدال زماں ہیں۔

اصلاح گھر سے شروع ہوتی ہے۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ وانذر عشیرتک الاقربین پہلے اپنے خاندان کے قریبی رشتہ داروں کے آگے تبلیغ حق کرو، اور انکی اصلاح کرو اور عذاب الٰہی سے ڈراؤ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور نے اپنے تمام قبیلہ اور تمام افراد خاندان کو جمع کر کے ایک پیغمبرانہ لہجہ میں اس حکم الٰہی کو سنایا:۔

"یا معشر قریش! یا معشر بنی عبد مناف! یا معشر بنی قصی! یا معشر بنی عبد المطلب! اے فاطمہ محمدؐ کی بیٹی! تم سب اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، کیونکہ میں تمہیں قیامت کے دن کچھ بھی نفع و نقصان نہ پہنچا سکونگا۔ اے فاطمہؓ! مجھکو تجھسے صرف جسمانی تعلق ہے۔ اور میں رشتے کی بیل صرف دنیا ہی میں سرسبز و شاداب رکھ سکونگا۔"

(ترمذی ملاحظہ کیجئے)

آج طرح طرح کے فنڈ اور نئے نئے نام سے فہرست چندہ کھولی جاتی ہے، اور قوم کے

اعیان و اکرام اس کے محافظ و نگراں کئے جاتے ہیں، تاہم بارہا اور اکثر پتہ چلا ہے کہ فلاں فنڈ کا اتنا روپیہ فلاں حضرت ہضم کر گئے۔ اور صاحب نصاب ہونے کے باوجود فلاں شخص فلاں مسجد کا چندہ کھا گیا۔ مگر حضرت کو دیکھئے۔ آپ نے تنزہ نفس اور استغناء و قناعت کی وجہ سے باوجود فقر و فاقہ کے اپنے اور اپنے تمام خاندان کے اوپر صدقہ کو حرام کر لیا تھا۔ ایک مرتبہ امام حسین علیہ السلام نے عالم بچپن میں صدقہ کی ایک کھجور اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپ کی نگاہ پڑ گئی۔ فوراً ٹوکا "کخ، کخ" کیا تم کو خبر نہیں کہ ہمارا خاندان صدقہ نہیں کھاتا (بخاری)

یتامے اور مساکین کے مال بے فکری سے اڑانے والے۔ ذرا دیکھیں، مدرسوں اور یتیم خانوں کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے، رسول اللہ کو کیا منہ دکھائیں گے!

(۷)

احتساب عقائد اس دور فتن و فساد میں آج مختلف مشارب و مسالک بعض بالکل غیر ضروری مسائل میں باہم دست و گریباں ہیں، آپ اگر جانبداری سے الگ ہو کر نفس بحث پر غور کیجئے تو وہ بحث نہ دین کی فلاح رکھتی ہوگی نہ آخرت کی پھر خواہ مخواہ الجھنیں بڑھا کر عقائد خراب کئے جاتے ہیں؟

آنحضرت کی بعثت کا سب سے بڑا مقصد تصحیح عقائد تھا۔ عقائد میں بدترین چیز صرف شرک فی اللہ ہے، آنحضرت نے سب سے پہلے صرف شرک ہی کے مٹانے کے لئے جہاد کیا، جو احتساب کی آخری منزل ہے؛

بہت سے مسائل ایسے ہیں جو عام لوگوں کی قوت تفہیم اور اسکی دسترس سے باہر ہیں، اگر جمہور کو ان میں غور و فکر کرنے کا موقع دیا جائے تو مذہبی عقائد میں ہزارہا مفاسد پیدا ہو جائیں۔ اور اسلامی سادگی یکسر فنا ہو جائے۔ اسی غرض سے آنحضرت نے مسلمانوں کی یہ خصوصیت قرار دی کہ وہ غیر ضروری چیزوں کی بحث اور ان کے فہم و استفہام کے

جھگڑوں میں وقت ضائع نہ کیا کریں!

چنانچہ عہد نبوت میں جب کبھی اس قسم کے مواقع پیش آئے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی کے ساتھ صحابہ کو زجر و توبیخ کی ہے، مثلاً ایک مرتبہ صحابہ مسئلہ قضا و قدر کے متعلق مباحثہ کر رہے تھے، جس نے حد سے گزر کر مسلمانوں کے دو حریف و مقابل فرقے بنا دیئے۔ آنحضرت صلعم نے دیکھا تو چہرہ مبارک غصہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمایا:۔

لهذا خلقتم تضربون القرآن بعضه بعض لهذا اهلك الامم قبلكم (سنن ابن ماجه)	کیا تم لوگ اسی لیئے پیدا کیئے گئے ہو؟ تم لوگ قرآن کو گڈ مڈ کر رہے ہو گزشتہ قوموں کو اسی قسم کے لایعنی مسائل نے برباد کیا ہے،،

ہماری یاد میں ابھی ایسے واقعات ہیں جنہوں نے لفظی نزاع سے بڑھکر کفر و تکفیر کے فتاوے نویسی کی صورت اختیار کرلی۔ اور اب بھی ہم بعض لوگوں کو ایسے جنون میں مبتلا دیکھتے ہیں!

(۸)

احتساب عبادات

یہ شعبہ نہایت اہم اور بے حد تفصیل طلب تھا مگر افسوس ضیق وقت کے لحاظ سے ہم زیادہ نہیں لکھ سکتے،

عبادات چونکہ روز کی چیز تھی جس میں سہو و غفلت اور تساہل و بے عنوانی کا پیدا ہو جانا ضروری اور ممکن تھا۔ اس لیئے آنحضرت صلعم کو احتساب کی اکثر ضرورت پیش آتی تھی،، (بخاری)

اسلام نے ادائے نماز کے لیئے جماعت کو واجب کر دیا تھا، لیکن اکثر لوگ اسمیں غفلت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور صلعم نے جماعت میں چند اشخاص کو تلاش کیا مگر نہیں پایا نہایت برہم ہوئے اور فرمایا۔ جی میں آتا ہی کہ ایک شخص کو امام بناکر خود اُن لوگوں کے پاس چلا جاؤں اور لکڑیوں کا ڈھیر لگاکر اُن کو آگ میں پھونک دوں،، (صحیح مسلم)

بعض لوگ جب امامت کرتے تھے تو نماز کو طول دیتے تھے؛ جس سے کاروباری اور ضعیف لوگ گھبرا جاتے تھے؛ ایک شخص نے اسی بنا پر حضرتؐ سے امام کی شکایت کی آپ کو معمول سے زیادہ غصہ آیا اور فرمایا:-

"تم لوگوں کو مذہب سے متنفر کرتے ہو، امام کو نماز میں تخفیف کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان میں مریض، ضعیف، کاروباری، اور ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں (بخاری)

نماز کا اصلی مقصد خضوع و خشوع ہے، لیکن جب کسی کے طرز عمل سے ان کا ظہور نہیں ہوتا تھا تو آنحضرتؐ اسکو تنبیہ فرماتے تھے، ایک بار ایک شخص نہایت عجلت کے ساتھ آیا۔ اور وضو کرکے تعجیل کے ساتھ نماز پڑھی۔ نماز پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا "نماز کو دہراؤ تم نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ اسی طرح اس نے تین بار نماز دہرائی۔ اور آپ نے تینوں بار ٹوکا اور آخر میں اس نے کہا۔ اس سے بہتر اب میں نماز نہیں پڑھ سکتا" پھر آپ نے خود تکبیر قرأت۔ رکوع۔ سجود۔ قیام و قعود کے طریقے بتلائے۔ جنسے اطمینان، سکون، وقار اور اعتدال کا اظہار ہوتا تھا (بخاری)

اوپر ہم نے نماز کے متعلق تین احادیث نقل کی ہیں۔ جن میں سے ایک میں تو شرکت جماعت میں غفلت کا ذکر ہے، دوسری میں نقص امامت اور تطویل نماز سے اجتناب کا بیان اور تیسری میں نماز میں خشوع و خضوع کا تذکرہ ہے۔ اس وقت ہمارے واسطے یہی کافی ہیں؛

آج آپ دیکھتے ہیں کہ شرکت جماعت تو ایک چیز اور تکبیر اولٰی کا ثواب تو ایک شئے ہے۔ ہم سرے سے نماز ہی سے دور ہیں اور ہماری یہ وہ سیہ بختی ہے جو ہمیں دین و دنیا میں ذلیل کررہی ہے۔ استغفراللہ! اب تو نماز انگریزی داں طبقہ میں ایک مسئلہ ظرافت بن گئی ہے۔ انہماک اور شوق کہاں! اللہ! اللہ! رہی امامت اور طوالت نماز اس کا بھی خدا حافظ، ہاں کبھی کبھی نمائش لحن قرأت کے لیے طوالت ہوجائے تو ہوجائے۔ ورنہ

اسلام نے اپنے ورود اولین سے زکوٰۃ سسٹم قائم کرکے قوم کے نظام اخلاق و نظام اقتصادیات کو ان ایسی آنے والی تباہیوں سے بچا لیا، ایک جانب مستحقین شرمندگی عسرت سے بچ گئے، اور دوسری جانب استعمال عزت ہوتے رہنے کی وجہ سے گداگری پیدا نہ ہوئی، اور اُمت مفت خوری اور گداگری کو ذلیل پیشہ سمجھتی رہی، یہ ایک نہایت عظیم الشان بحث ہے اور بعید فکر و مطالعہ کا متمنی۔ ہمیں افسوس ہے کہ ناممکل اشارات کے سوا کچھ اور لکھنے کی گنجایش نہیں پاتے، تاہم ذہن نشین کرنا چاہیے۔ آج مُسلم محتاج و گداگری کی جائز خدمت و اصلاح اگر ہو سکتی ہے تو اعمال نبوت کا مطالعہ کرو، +

صحیح ادائے زکوٰۃ، اور یہ احتیاط صرف آج بھی قوم کی عسرت کی دوا ہو سکتا ہے اور قوم کے دولتمند افراد، اعظم رجال امت، اگر ذرا اسلام کی اس بیکسی پر دل گرا ہیں تو وہ بہت سے نہ بھیک مانگنے والے شریف سائل صورتوں کو شرافت فروشی کی شرمناک حالت سے نجات دے سکتے ہیں۔ اور مثالاً ہم ایک شکل اُسوۂ پاک نبی مکرمؐ میں سے پیش کرتے ہیں،

ایک مرتبہ ایک انصاری آپ کی خدمت میں سائل ہو کر پیش ہوا۔ آپ نے پوچھا "تمہارے گھر میں کچھ پونجی بھی ہے"؟ اُس نے کہا۔ "ایک ٹاٹ ہے کہ جسکو اوڑھتا ہوں۔ بچھاتا ہوں، ایک پیالہ ہے۔ جس میں پانی پیتا ہوں"، آپ نے فرمایا۔ "اُسکو جا کر لے آؤ"۔ وہ گیا، اور اُٹھا لایا، آپ نے تمام صحابہ کرام کے سامنے اُسے بغرض فروخت پیش کیا، ایک صحابی نے ایک درہم پر لینا چاہا۔ دوسرے صحابی نے قیمت میں اضافہ کرکے دو درہم پر لے لیا۔ آپ نے دونوں درہم انصاری کے حوالے کیے، اور فرمایا "ایک درہم کا غلہ لیکر گھر میں دے آؤ" دوسرے درہم کا بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ"۔ وہ بسولا خرید لایا، آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اُس میں دستہ لگایا۔ اور حکم دیا کہ "جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹو، اور بیچو، ۱۵ دن تک میں تمہاری صورت نہ دیکھوں" وہ لکڑی کاٹتا رہا۔ اور بیچتا رہا۔ دس درہم ہاتھ آئے، وہ لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس رقم سے کچھ غلہ

اسلام نے اپنے دورِ اولین سے زکوٰۃ سسٹم قائم کر کے قوم کے نظام اخلاق ونظام اقتصادیات کو ان ایسی آنے والی تباہیوں سے بچا لیا، ایک جانب مستحقین شرمندگی عسرت سے بچ گئے، اور دوسری جانب استیصال غربت ہوتے رہنے کی وجہ سے گداگری پیدا نہ ہوئی، اور اُمت مفت خوری اور گداگری کو ذلیل پیشہ سمجھتی رہی، یہ ایک نہایت عظیم الشان بحث ہے اور بجد فکر و مطالعہ کا متمنی۔ ہمیں افسوس ہے کہ نامکمل اشارات کے سوا کچھ اور لکھنے کی گنجایش نہیں پاتے، تاہم ذہن نشین کرنا چاہیے۔ آج مسلم محتاج وگداگری کی جائز خدمت واصلاح اگر ہو سکتی ہے تو اعمال نبوت کا مطالعہ کرو۔

صحیح ادائے زکوٰۃ، اور پُر احتیاط صرف آج بھی قوم کی عسرت کی دوا ہو سکتا ہے اور قوم کے دولتمند افراد، اعظم رجال امت، اگر ذرا اسلام کی اس بیکسی پر دل کڑا ہیں تو وہ بہت سے بھیک مانگنے والے شریف سائل صورتوں کو شرافت فروشی کی شرمناک حالت سے نجات دے سکتے ہیں۔ اور مثالاً ہم ایک شکل اُسوۂ پاک نبی مکرمؐ میں سے پیش کرتے ہیں،

ایک مرتبہ ایک انصاری آپ کی خدمت میں سائل ہو کر پیش ہوا۔ آپ نے پوچھا "تمہارے گھر میں کچھ پونجی بھی ہے"؟ اُس نے کہا۔ "ایک ٹاٹ ہے کہ جسکو اوڑھتا ہوں۔ بچھاتا ہوں ایک پیالہ ہے۔ جس میں پانی پیتا ہوں"، آپ نے فرمایا۔ "اُسکو جا کر لے آؤ"۔ وہ گیا، اور اُٹھا لایا، آپ نے تمام صحابہ کرام کے سامنے اُسے بغرض فروخت پیش کیا، ایک صحابی نے ایک درہم پر لینا چاہا۔ دوسرے صحابی نے قیمت میں اضافہ کر کے دو درہم پر لے لیا۔ آپ نے دونوں درہم انصاری کے حوالے کیے، اور فرمایا۔ "ایک درہم کا غلہ لیکر گھر میں دے آؤ۔ دوسرے درہم کا بسولا خرید کر میرے پاس لاؤ۔" وہ بسولا خرید لایا، آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے اُس میں دستہ لگایا۔ اور حکم دیا کہ "جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹو، اور بیچو۔ ۱۵ دن تک میں تمہاری صورت نہ دیکھوں" وہ لکڑی کاٹتا رہا۔ اور بیچتا رہا، دس درہم ہاتھ آئے، وہ لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ اس رقم سے کچھ غلہ

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں: "میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی کہ اے ابو مسعود! ہوشیار! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے۔" حضرت ابو مسعود پر اس درجہ اثر ہوا کہ اُنہوں نے اسیوقت غلام کو آزاد کر دیا! (ابو داؤد)

(۱۰)

احتساب سامان عشرت

جبکہ اونچی اونچی دیواروں کی سر بفلک تعمیر انسان کو بلند پایۂ شخصیت عطا کر دیتی ہے، اور آہنی دروازوں کی آواز بڑھکر خاک نشینوں کی منزلت کم کر دیتی ہے۔ جبکہ نقش و نگار کی بہتات انسانیت کے سیدھے چہرے کو مسخ کر دیتی ہے۔ اور آہن کی صنعت کی سب سے مانگ ہو جاتی ہے تو اللہ پاک اپنی محبت کے لیے اور نشیمن تلاش کر لیتا ہے! معاشرت کے حسن اور تمدن کی لطافتیں روح انسانی میں کثافت پیدا کر دیتی ہے! چنانچہ ایک مرتبہ جب آنحضرتؐ ایک راستے سے گزرے تو آپ کو ایک بلند عمارت نظر پڑی، آپ خاموش ہو گئے، اور بات کو دل میں رکھ لیا! جب وہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا وہ مکان تھا، اور اُس نے سلام عرض کیا، تو آپنے مُنہ پھیر لیا۔ اُنہوں نے کئی بار سلام کیا، مگر آپنے بدستور اعراض قائم رکھا اُس نے حضورؐ کی خفگی و ناراضی کا سبب دریافت کیا تو لوگوں نے اصل واقعہ بیان کیا، وہ فوراً گیا اور مکان کو اُسیوقت منہدم کرا دیا۔ آپ دوسری بار جب اُدھر سے گزرے تو فرمایا کہ وہ عمارت کیا ہوئی؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! صاحب خانہ نے آپ کی ناراضی کے خوف سے اسکو مسمار کرا دیا۔ آپ خوش ہوئے، اور فرمایا "ہر وہ گھر جو ضرورت سے زیادہ ہے۔ صاحب خانہ پر وبال ہے" (ابو داؤد ملاحظہ کیجیے)

عفت و پاکبازی

ہم مترنم مجالس، اور حسین تفریحگاہوں میں حظ نظر اور ذوق حسن کے لیے جاتے ہیں، اور جائز سمجھتے ہیں، ہمکو حسین و جمیل صورتوں کے مطالعہ سے قطعاً پرہیز نہیں اور نفس کو بیباک کر لیا ہے۔ اور اس کے لیے ہزاروں حیلے

اور کچھ کپڑا خرید لو۔ کھاؤ، پہنو، گداگری سے یہ بہتر ہے، وہ تو آدمی کے چہرے کا داغ ہے، اور صرف اپاہجوں کے لیے جائز ہو سکتی ہے"۔ (سنن ابن ماجہ)

ہم کو اخبارات میں انسداد گداگری پر چند آرٹیکل لکھدینا مناسب نہیں۔ بلکہ ضرورت ایسے عملی ایثاروں کی ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ اس سے فائدہ مترتب نہو!

احتساب درازدستی و زیادہ گوئی

بس چلے پر ہاتھ پیر سے بھی کوئی نہیں چوکتا، اور آج عموماً زبان سے تو دل و جگر کو زخمی کر ڈالنا، اور نہایت بے دردی و بے مہری سے زخم گہرے کر دینا بالکل عام ہے۔ اور معمولی سی بات سمجھی جاتی ہے؛

مراعات، تلطف، حسن سلوک، خوش اخلاقی، سب پرانے مرض سمجھ لیئے گئے ہیں، مگر اسلام نے معیار مسلمانی کچھ اور ہی قائم کیا ہے :-

المسلم من سلم المسلمون من یدہ ومن لسانہ۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے :۔

درازدستی و زیادہ گوئی کے اکثر مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے سے انتقام لے سکتا ہے۔ مگر بعض مواقع ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مقابل کی کمزوری حصول انتقام سے بھی محروم رکھتی ہے، اور وہ یوں بھی دل کو تسکین نہیں دے سکتا، چنانچہ یہ مقام تفریط عدل اور قطع مساوات کا ہے۔ اور ایسے مواقع پر آنحضرت نے جب کسیکو ایسا اخلاقی جرم کرتے دیکھا ہے تو فوراً ٹوکا ہے۔ ایک مرتبہ ابوذر غفاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے غلام کو ماں کی گالی دی، آپ نے فرمایا "تم اسکو گالی دیتے ہو؟ تم میں زمانۂ جاہلیت کا اثر باقی ہے؟ غلام، تمہارے بھائی ہیں، جن کو خدا نے تمہارے سپرد کر دیا ہے، جو تم کھاؤ، وہی انکو کھلاؤ، جو تم پہنو، وہی ان کو پہناؤ، اور ان کی طاقت سے زیادہ ان سے کام نہ لو، اگر لیتے ہو تو ان کی اعانت کرو"۔ (بخاری)

حضرت ابو مسعود انصاریؓ کہتے ہیں "میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ یکایک پیچھے سے ایک آواز آئی کہ اے ابو مسعود! ہوشیار! خدا کو تم پر اس سے زیادہ قدرت حاصل ہے" حضرت ابو مسعود پر اس درجہ اثر ہوا کہ انہوں نے اسیوقت غلام کو آزاد کر دیا! (ابو داؤد)

(۱۰)

احتساب سامان عشرت

جبکہ اونچی اونچی دیواروں کی سربفلک تعمیر انسان کو بلند پایۂ شخصیت عطا کر دیتی ہے، اور آہنی دروازوں کی آبادی بڑھکر خاک نشینوں کی منزلت کم کر دیتی ہے۔ جبکہ نقش و نگار کی ہنات انسانیت کے سیدھے چہرے کو مسخ کر دیتی ہے۔ اور آہن کی صنعت کی سب سے مانگ ہو جاتی ہے تو اللہ پاک اپنی محبت کے لیے اور نشیمن تلاش کر لیتا ہے! معاشرت کے حسن اور تمدن کی لطافتیں روح انسانی میں کثافت پیدا کر دیتی ہے؛ چنانچہ ایک مرتبہ جب آنحضرتؐ ایک راستے سے گزرے تو آپ کو ایک بلند عمارت نظر پڑی، آپ خاموش ہو گئے، اور بات کو دل میں رکھ لیا، جب وہ انصاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا وہ مکان تھا، اور اس نے سلام عرض کیا، تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے کئی بار سلام کیا، مگر آپ نے بدستور اعراض قائم رکھا اس نے حضورؐ کی خفگی و ناراضی کا سبب دریافت کیا تو لوگوں نے امر واقعہ بیان کیا، وہ فوراً گیا اور مکان کو اسیوقت منہدم کرا دیا۔ آپ دوسری بار جب ادھر سے گزرے تو فرمایا کہ وہ عمارت کیا ہوئی؟ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ! صاحب خانہ نے آپ کی ناراضگی کے خوف سے اسکو مسمار کرا دیا۔ آپ خوش ہوئے، اور فرمایا "ہر وہ گھر جو ضرورت سے زیادہ ہے۔ صاحب خانہ پر وبال ہے" (ابو داؤد ملاحظہ کیجیے)

عفت و پاک بازی

ہم مترنم مجالس، اور حسین تفریحگاہوں میں حظ نظر اور ذوق حسن کے لیے جاتے ہیں، اور جائز سمجھتے ہیں، ہمکو حسین و جمیل صورتوں کے مطالعہ سے قطعاً پرہیز نہیں اور نفس کو بیباک کر لیا ہے۔ اور اس کے لیے ہزاروں حیلے

تراش رکھے ہیں مگر اسلام اجازت نہیں دیتا +

وَالَّذِیْنَ لِفُرُوْجِہِمْ حٰفِظُوْنَ + کامیاب مسلمان وہ ہے جو عفیف و پاکباز ہو +

آپ نے ایسے مواقع پر خود اپنی آنکھیں ڈھانپ لی ہیں اور امتیوں کا سختی سے احتساب کیا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت فضل ابن عباس کو جو نہایت وجیہ آدمی تھے آپ نے زمانہ حج میں اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ حسن اتفاق سے ایک خوش رو عورت آنحضرت کی جانب فتوے پوچھنے بڑھی۔ فضل نے اسکو شوق کی نگاہوں سے دیکھنا شروع کیا، حضور نے خود اپنے دست مبارک سے انکی ٹھوڑی پکڑ کے ان کا منہ دوسری جانب کو پھیر دیا + (بخاری)۔

یورپ کو اپنی تہذیب پر بڑا ناز ہے کہ وہ انسان کی ہر فروگذاشت پر سختی سے گرفت کرتی ہے؟ رومن لا کو اپنے آپ پر بڑا گھمنڈ ہے کہ وہ دنیا کے قوائے متضادہ کو اپنے مرکز سے ہٹنے نہیں دیتا؛ یونان کو اپنے فلسفہ اخلاق پر بہت فخر ہے کہ وہ اخلاقی قوائے کی تربیت کرتا ہے، مگر ہمکو اس سے کیا مطلب۔ ہم رسم و رواج کے غلام نہیں جو یورپ کے قوانین معاشرت پر فریفتہ ہو جائیں! ہم ایسی اکتسی غلطیوں کے خوگر نہیں جو اپنے ہاتھ کو ہر شکڑی کے سنکے لیے پھیلادیں۔ قیاسات عقلی ہمارے خدا، اور غذائے روحانی نہیں کہ ہم یونانیوں کی طلسم آرائیوں میں الجھ جائیں۔ بلکہ ہمارے رگ و ریشہ میں تو ایک پاک مذہب کا خون دوڑ رہا ہے ہمارے گوشت و پوست پر تو احتساب محمدی کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ ہمارے واسطے صد باعث شرم ہے۔ اگر اپنے مذہبی غیر متزلزل احساس کو چھوڑ کر مناظر یورپ و فلسفہ غیر سے متاثر ہوں! ہمارے لیے حقیقی غیرت کی وجہ یہ ہے کہ ہم خدا کے برحق رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو ترک کر کے فانی اور باطل تہذیبوں کی زنجیریں اپنے پیروں میں ڈال لیں!

ہمیں ایسے اعمال صالحہ کا خزانہ دوسری جگہ نہیں مل سکتا، ہمیں ایسی سعادت اور روشنی دنیا میں اور کہیں میسر نہیں آسکتی!!

ابو المعالی خلیقی دہلوی

نقوش

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ غیر مسلم اقوام سے

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا   دلِ دشمنان ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام   کہ با دوستانت خلافست و جنگ

حکیم الامت حضرت سعدی نے ان دو شعروں میں کس بلاغت، اور کس دل آویز اسلوب سے ہمارے آجکل کے اخلاق کا مقابلہ کر دکھایا ہے، ان اعلیٰ اخلاق سے جن کا سرچشمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔

آنحضرتؐ نے غیروں سے یگانہ وار سلوک کر کے دنیا کے قلوب کو تسخیر کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ ارض حجاز کی ایک کمزور جماعت تھوڑے سے عرصہ میں دنیا کی زبردست طاقت بن گئی، مگر آجکل آنحضرتؐ کے وارثوں میں امور باتوں پر تو خیر، خاص مسائل شرعیہ کے اختلاف پر باہم وہ خانہ جنگی رہتی ہے۔ جس کا تصفیہ مجسٹریٹ یا سشن جج کی عدالت سے باہر ناممکن ہے۔ فَتَبَصَّرْ، وَاعْتَبِرْ، وَکٰبِلْتُ عَلَیْہِمْ۔ نتیجہ یہ کہ ہماری رہی سہی طاقت فتفشلوا وتذھب ریحکم کے قانون کے ماتحت روز بروز گھٹتی جا رہی ہے۔

دین اسلام نے جس عالی پایہ انسان کا اسوۂ حسنہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کے اخلاق کا دائرہ مسلم و غیر مسلم، یگانہ و بیگانہ سب کے لئے یکساں وسیع ہے۔ سماحت و رواداری اسکے دین کا جزو لاینفک ہیں۔ حریت و مساوات اسکے صرف نام ہی نام پر یورپ کو ناز ہے، اسکی تعلیم کی جان ہیں۔ ان امور کا تذکرہ نہ صرف کسی محدث کی شمائل النبوی، یا کسی مسلمان مورخ کی معارج النبوۃ میں محدود ہے بلکہ غیر مذاہب کے اکثر عالی خیال لوگوں کی تصانیف بھی آواز بلند اسکی تصدیق کرتی ہیں۔ سر جان میلکم صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:۔

"بالجملہ محمد را خلقتے نیکو و فصاحتے حاضر و شجاعتے باہر و سلیقتے وافر بود۔ در اں ضیع کہ ملک خود را

ل العلماء ورثۃ الانبیاء ۱۲ ۲ تاریخ ایران ملکم صاحب باب ۲۲

دید- واسباب بکہ جہت انتشار شریعت واستقرار حکومت خود فراہم آورد. اگر کا بینی ملاحظہ شود. ہم اعادئے اور الازم ہست کہ اقرار کنند کہ حقوق احسان او برا عراب ثابت است"

لندن کے کوارٹرلی ریویو نمبر ۳۴۵ بابت اکتوبر ۱۹۱۶ء کے اندر ایک آرٹیکل میں جس کا عنوان الاسلام ہے لکھا ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے محققین نے تمام جہان پر یہ بات ثابت کی ہے کہ اسلام ایک زندگی بخشنے والی چیز ہے۔ ہزاروں فائدہ مند اثروں سے بھرا ہوا ہے۔ اور یہ کہ محمدؐ نے مروت کی سنہری کتاب میں اپنے لیے جگہ کرلی ہے"۔

پنجاب کے مشہور منصف مزاج ہندو مصنف شری پرکاش دیوجی نے اپنی کتاب میں جہاں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے زیدؓ پر رحم فرماکر جو بطور غلام آپکی نذر کیا گیا تھا اُسے آزاد کر دیا. وہاں لکھتے ہیں۔[1] "محمد صاحب نے ہمدردی بنی نوع انسان کا ایک پورا پورا نمونہ صرف اپنے اہل وطن کو بلکہ کل دنیا کو دکھایا"۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کن کن غیر مسلم طبقات سے واسطہ پڑا؟ اور کس کس جہت سے! پھر آپنے اُن سے کیا برتاؤ کیا؟

آغازِ تبلیغ اور مخالفت عامہ کا طوفان

نزول وحی کے بعد سب سے پہلے جن غیر مسلم لوگوں سے آپکو پالا پڑا وہ آپکے ہم قوم و ہم وطن لوگ تھے۔ جو توحید کی غیر مانوس صدا سنکر چونک اُٹھے۔ اور اپنے بتوں کی تذلیل گوارا نہ کر سکے یہ لوگ آپکے خون کے پیاسے تھے۔ قطع علائق، بغض و معاندت، ہتک و توہین، سب و شتم وغیرہ بدسلوکی کی کوئی صنف باقی نہ رہی جسے آنحضرتؐ کو دُکھ دینے کا آلہ نہ بنایا گیا۔ گویا عداوت عام کی ایک آگ آپکے خلاف بھڑک اُٹھی۔ اور آپکے معتقدین پر مصیبتوں کا آسمان ٹوٹ پڑا۔

اس زمانہ میں سرزمین عرب جسیا نہ جدال و قتال کے لیے دنیا بھر میں ایک نمایاں حیثیت رکھتی تھی۔ لوگوں کی ادنی ادنی سی تکرار ایک خونریز معرکہ کی شکل اختیار کرلیتی تھی۔ تاریخ عرب کا ایک واقعہ ہے کہ کسی شخص کی اونٹنی ایک محفوظ چراگاہ میں چلی گئی۔ مالک چراگاہ نے اُسکے تیر مارا اونٹنی

[1] سوانح عمری حضرت محمد صاحب صفحہ ۲۷۔

کے مالک نے اِس بدسلوکی کو اپنے قبیلہ کی توہین قرار دیا۔ جس کے انتقام کے لیے تمام قبیلہ آمادۂ پیکار ہو گیا۔ اُدھر حریف کا جتھا بھی مسلح ہو کر میدان میں آن اُترا۔ اور وہ جنگ شروع ہو گئی جو برابر چالیس سال تک جاری رہی۔ اسی طرح ایک شخص نے کسی بات پر اپنی بیوی کے تھپڑ مارا تو اس نے اپنے بھائی سے اِسکی شکایت کی۔ بھائی نے اس بدسلوکی کو اپنے قبیلہ کی تذلیل سمجھکر انتقام لینا ضروری سمجھا۔ اور آخر دونوں قبیلوں میں ہولناک جنگ کی وہ آگ مشتعل ہو گئی جو برسوں تک نہ بجھی۔

جس ملک میں ایک اونٹنی کے زخم اور ایک عورت کے تھپڑ کا انتقام اس شدومد سے لیا جاتا تھا۔ ہر چند کہ آنحضرتؐ اسی سرزمین کے فرزند تھے۔ اسی آب ہوا میں پرورش پائی تھی اور وہی خون رگوں میں دورہ کر رہا تھا۔ لیکن جب آپ کے سچے پیروؤں کو بے رحمی سے زدوکوب کیا گیا۔ زنجیروں میں جکڑ کر کوڑوں سے پیٹا گیا۔ وہ کھولتے ہوئے پانی میں بٹھائے گئے۔ پھانسی پر لٹکا کر نہایت اذیتوں سے شہید کیے گئے تو آپ کے دل میں کبھی انتقام کا وحشیانہ جذبہ پیدا نہ ہوا۔ حالانکہ اگر آپ ظالموں کو اُن کے ظلم وستم کے انجام کا ذائقہ چکھانا چاہتے تو کچھ بڑی بات نہ تھی۔ آپکا غیور و بہادر قبیلہ بنی ہاشم آپ کی امداد سے کبھی پیچھے ہٹنے والا نہ تھا۔ اس غیر معمولی صبر وتحمل کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی ذات پاک رحمۃ للعالمین تھی۔ آپ دنیا کو اس امن وراحت سے معمور کرنے کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ جس میں تمام بنی آدم کا حصہ تھا۔ دوستوں کے لیے دشمنوں کو مٹانا آپ کی مروت سے بعید تھا۔

ناحق شناسانِ وطن کا سلوک خود آپ کے ساتھ بھی آدمیت سے گرا ہوا اور نہایت ظالمانہ تھا۔ راہ چلتے آپ کے سر پر کوڑا کرکٹ گرا دیا جاتا۔ کبھی بحالت سجدہ آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی رکھی گئی۔ بارہا آپ کے جسم مبارک کو پتھروں سے زخمی کیا گیا۔ اگر کسی سے اور کچھ نہ بن آیا تو آپ کے دروازہ پر ہی خون یا نجاست گرا گیا۔ غیر تو غیر خود چچا کا یہ حال تھا کہ محض اظہار حق کی وجہ سے آپ کا جانی دشمن بن گیا۔ چچی جنگل سے کانٹے جمع کر لاتی اور آپ کی

گزرگاہ پر بچھیرہوتی۔ غرض اس قسم کے بے انتہا مصائب و نوائب تھے۔ جن کی تفصیل کا یہ مقام نہیں۔ اور جنسے متاثر ہوکر ہمارا انصاف پسند ہندو مؤلف آنحضرتؐ کی عالی ظرفی میں یہ شعر درج کرتا ہے ؎

میر تجنسند در رہ او خار و باہمہ　　چوں گل شگفتہ بود رخ جانفزائے تو

اور جن پر غور کرنیکے بعد مشہور تند مزاج نکتہ چیں انگریز مصنف سر ولیم میور اپنی کتاب "لائف آف محمدؐ" میں آنحضرتؐ کے صبر و استقلال پر بڑا تعجب ظاہر کرتا ہے اور اسکو فیق العادہ قرار دیتا ہے"۔ ناسلوکی کی ان تمام بدسلوکیوں اور جفاکاریوں کے مقابلہ میں آپ نے کبھی غیظ و غضب کا اظہار کیا۔ نہ انتقام کی خواہش کی بلکہ سب کا جواب آپ کی یہ دعا تھی اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ہ الٰہی! میرے ان لوگوں کو ہدایت دے کہ وہ نادان ہیں"۔

(سلسلہ حرب کا آغاز۔ اور آنحضرتؐ کا غیر مسلم حریفوں سے سلوک)

مسلمانوں کے لیے مشرکین مکہ کا دائرہ ظلم و ستم جب غیر محدود وسعت اختیار کر گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناچار پیروان اسلام کو پہلے حبشہ کی طرف چلے جانیکا حکم دیا۔ پھر مکہ سے تین سو میل کے فاصلہ پر مدینے ہجرت کرجانا مناسب سمجھا تاکہ جنگ و جدل کی نوبت نہ پہنچے بغیر مخالفوں کی ایذا سے نجات ملے۔ لیکن ان لوگوں کو مدینے میں بھی اسلام کا پھلنا پھولنا گوارا نہ ہوا۔ لہذا مدینہ پر فوجی چڑھائی کردی +

اب مسلمانوں کے مصائب کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور دشمنوں کی تعدی حد کو پہنچ چکی تھی۔ ناچار انکو بھی تلوار اٹھانی پڑی۔ وہ بھی جارحانہ نہیں بلکہ مدافعانہ ارادے سے۔ اور کشورکشائی یا انتقام کیلئے نہیں بلکہ دین کی حمایت کے لیے۔ اور اسمیں بھی انکو تعدی اور زیادتی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ہ (سورہ بقرہ رکوع ۲۴ پارہ ۲)

اور مسلمانو! جو لوگ تم سے جنگ کریں تم بھی اللہ کی راہ میں (یعنی حمایت دین میں) ان سے لڑو اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ کسی طرح زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا +

اب موقع ہی ایسی مجبوری کا تھا کہ اسلام کو تلوار ہاتھ میں لیے بغیر چارہ نہ تھا ورنہ مسلمان مخالفوں کی ٹھوکروں سے پامال ہو جاتے۔ معابد و مساجد تباہ ہو جاتیں اور عالم کا نام تک مٹ جاتا۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ‎(رکوع ۶ سورۂ حج پارہ ۱۷)

اور اگر اللہ بعض (مفسدین) کو بعض (حامیان امن و رفاہت) کے ہاتھ سے دفع نہ کرتا تو (فتنہ و فساد کے باعث) یہود و نصاریٰ کی عبادت گاہیں اور خانقاہیں اور مسجدیں جنمیں اللہ کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے تباہ ہو جاتیں اور اللہ ضرور ہی اس شخص کو مدد دیگا جو اس (اللہ) کے دین کی مدد کرتا ہے۔ بیشک اللہ توانا اور غالب ہے۔

گو جفا کار و ستم شعار دشمن سے مقابلہ تھا۔ پھر بھی آنحضرتؐ کی رافت و شفقت اور رحم و کرم کا پہلو انتقام کے جذبے پر ہمیشہ غالب رہا۔ مقابلہ میں ہر طرح یہ کوشش ہوتی تھی کہ جنگ رک جائے اور خونریزی نہ ہونے پائے۔ اگر لڑائی لابدی ہوتی تو حکم تھا کہ دشمن کے بچوں، عورتوں اور بڈھوں پر آنچ نہ آنے پائے۔

عن مالك ان عمر بن عبد العزيز كتب الى عامل من عماله انه بلغنا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا بعث سرية يقول لهم اغزوا باسم الله في سبيل الله تقاتلون من كفر بالله لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا وليدا ولا امرأة وقل ذلك لجيوشك وسراياك ان شاء الله والسلام عليك۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے اپنے ایک صوبہ دار کو لکھا کہ مجھکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی فوجی مہم بھیجتے تھے تو انکو حکم دیتے تھے کہ اللہ کا نام لیکر جنگ کرو اللہ کے دین کی حمایت میں اللہ سے کفر کرنیوالوں سے لڑو۔ فریب اور دھوکا نہ دو عہد شکنی نہ کرو مقتولوں کے ناک کان نہ کاٹو۔ اور کسی بچے اور عورت کو قتل نہ کرو (خلیفہ نے لکھا) اور تم بھی اپنے لشکروں اور فوجی مہم والوں کو یہ ہدایت کرو بلکہ انشاء اللہ تعالےٰ السلام علیک۔

آجکل کے ماہران جنگ اور مدبران حرب کے نزدیک مغلوب دشمن کی التجائے صلح منظور کرنا اُسے آئندہ جنگ کے لیے دوبارہ تیار ہونیکا موقع دینا ہے اسلیے وہ بقول ع "چو سر بزیر سنگ تو داری مکوب" ایکبار ہی میں اُسکا سر کچل دینا بہتر سمجھا کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے امن پسند رسولؐ کو خدا کا یہ حکم ہے کہ طالب صلح کو ہرگز امن و صلح سے محروم نہ رکھا جائے۔

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (سورۂ انفال رکوع ۸ پارہ ۱۰)

اور (اے پیغمبر) اگر غیر مسلم لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اسکی طرف جھکو۔ اور اللہ پر بھروسا رکھو کیونکہ وہی (سب کی) سنتا اور خوب جانتا ہے۔

آنحضرت پناہ میں آنے والوں کو ہمیشہ امن بخشتے خواہ وہ مذہبًا مخالف اور عملاً دشمن ہی ہوتے

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (توبہ ع ۱ پ ۱۰)

اور اے پیغمبر! مشرکین میں سے اگر کوئی شخص تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اُسکو پناہ دو۔ تاکہ وہ اللہ کے کلام کو سنے پھر اُسکو اُسکی امن گاہ میں پہنچا دو یہ (رعایت) اس لیے کہ یہ لوگ (اسلام کی حقیقت سے) واقف نہیں۔

(غیر مسلم مفتوحوں اور اسیروں سے نیک سلوک)

آجکل ترکوں نے برطانیہ عظمیٰ کے خلاف تلوار اُٹھا کر نہ صرف ایک سیاسی خطا کی ہے بلکہ ہمارے نزدیک وہ ایک اخلاقی و دینی جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ انہوں نے ایک ایسے بادشاہ کو مدد دی۔ جسکو دنیا میں کسی اسلامی قوم یا اسلامی ملک کا فرماں روا ہونیکا فخر حاصل نہیں اور ایک ایسی گورنمنٹ کے خلاف۔ جسکے زیر سایہ تمام سلطنتوں سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ ترکوں کا یہ جرم تو بیشک بھاری جرم ہے۔ لیکن اس جنگ میں اُنکے ایک خاص وصف کا اہل عالم نے بلکہ خود کئی انگریز فوجی افسروں نے اعتراف کیا ہے۔ اور اخبارات اسکے ذکر میں رطب اللسان ہیں۔ وہ یہ ہے کہ "ترک لوگ میدان میں اولوالعزمی و علو ہمتی کے پُتلے ثابت ہوئے ہیں۔ شدت غیظ و غضب کبھی وحشیانہ جذبات اُن میں پیدا نہیں کر سکتی۔ جوش انتقام ہرگز اُن کو دیوانہ نہیں بنا سکتا۔ مفتوح کے حق میں وہ ایک نیکدل اور عالی ظرف فاتح۔ اور اسیروں کے لیے وہ پورے شفیق و مربی پائے گئے ہیں"۔

غور کا مقام ہے کہ چنگیز و ہلاکو کے بھائی بند یعنی ترک آج بہترین انسانی اوصاف سے متصف تسلیم کیے جاتے ہیں وہ چنگیز و ہلاکو جیسے وحشیانہ کارناموں کی چشم انسانیت تابحشر شرمگیں

رہے گی! اس تفاوت عظیم کی وجہ یہ ہے کہ چنگیزی دَور تو گزر چکا، اب ترکوں نے ایک اسلامی قوم ہونے کے سبب سے ہمارے رسول مقبول ؐ کے ساتھ نسبت حاصل کی ہے ع

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا

ایک وحشی قوم نے اسی خلق و مروت و انسانیت کا ورثہ پاکر دنیا کی ستایش حاصل کی ہے جو نسبت محمدیہ کی بدولت اُن کے حصے میں آیا ہے +

غیرمسلم قیدیوں سے مسلم بھائیوں کا سا سلوک کیا جاتا تھا

اہل اسلام و مخالفین اسلام کی سب سے پہلی جنگ یعنی غزوۂ بدر میں بہت سے قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے، جن میں اکثر وہ لوگ بھی شامل تھے جنھوں نے اسلام اور اہل اسلام کے نیست و نابود کردینے کے لیے اپنی ساری طاقت خرچ کرڈالی تھی۔ آنحضرت صلعم نے ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس کا جواب ہم اپنے منصف مزاج ہندو مصنف کے الفاظ میں دینا مناسب سمجھتے ہیں:-

"اُدھر مسلمانوں کو سخت تاکید کی گئی کہ ان قیدیوں کو قیدی نہ سمجھیں، بلکہ اُن کے ساتھ بھائیوں کی طرح سلوک کریں، اور عزت و احترام سے رکھیں۔ چنانچہ جب تک یہ قیدی مسلمانوں کے پاس رہے مسلمانوں نے اُنکی خاطر و تواضع کی، اور اُن کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیں۔ جب ان قیدیوں میں سے سب سے پہلا قیدی رہائی پاکر مکہ میں آیا تو اہل اسلام کی نسبت اُس نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ خدا اُنکا بھلا کرے وہ ہم کو سواری دیتے تھے، اور خود پیادہ پا چلتے تھے۔ وہ ہم کو گیہوں کی روٹی کھانے کو دیتے تھے اور آپ کھجوریں کھاکر گزارہ کرتے تھے"۔

"اِس لڑائی میں دو قیدیوں کے قتل کر دینے سے معترضین نے محمد صاحب پر سخت الزام لگایا ہے۔ اور اسے شان پیغمبری کے خلاف ٹھیرایا ہے۔ مگر الزام لگاتے وقت سب پہلوؤں کو دیکھنا چاہیئے۔ اگر وہ دو مجرم زندہ رہتے اور بیشمار بندگان خدا کے خون بہتے[1] تو اِس خونریزی کا ذمہ دار کون ہوتا"+

[1] یعنی اِن دونوں مفسدہ پردازوں کی شرارت سے پھر کوئی خونریز جنگ چھڑ جاتی۔ سوانح عمری حضرت محمد صاحب صفحہ ۸۰

قتل عام کی بجائے کرم عمیم

جب ۸ھ ہجری میں حق کے غالب ہونے اور باطل کے مغلوب ہوجانیکا وقت آگیا۔ اور آنحضرتؐ دس ہزار جاں نثاروں کی زبردست جمعیت کے ساتھ فاتحانہ شان و شکوہ سے مکہ میں داخل ہوئے تو اہل مکہ کو مقابلہ کی ہمت نہ پڑی اور لشکر اسلام کو ہدایت تھی کہ اہل شہر پر ہرگز پیشدستی نہ کی جائے۔ لوگ اپنے اپنے گھروں میں چھپ گئے کچھ شہر سے باہر پہاڑوں میں جا بیٹھے۔ شہر میں رعب ہیبت کا سناٹا تھا اور در و دیوار پر خوف و ہراس طاری تھے۔ دشمنان اسلام کو اپنے سابقہ اعمال پر قیاس کرتے ہوئے یقین تھا کہ کوئی دم میں قتل عام شروع ہونیوالا ہے گلی گلی میں لاشے تڑپتے ہونگے۔ اور کوچے کوچے میں خون کے نالے بہ نکلیں گے۔ مگر ان سب ہولناک قیاسات اور ہیبت خیز احتمالات کے برخلاف آپ نے فرمایا۔ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ اِذْهَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ۔ یعنی آج تم پر کوئی ملامت نہیں اور وہ (خداوند) سب سے زیادہ رحم والا ہے۔ جاؤ تم آزاد ہو

حضورؐ نے چھ ہزار غیر مسلم قیدی آزاد کر دیئے۔

بنی ہوازن ایک متمول اور نہایت مغرور قبیلہ تھا۔ اور مسلمانوں کو ایذا پہنچانیکے درپے تھا فتح مکہ کے بعد اہل اسلام کو ان سے نبرد آزما ہونا پڑا تو کسیقدر زحمت اٹھانیکے بعد فتح حاصل کی۔ اور انکے چھ ہزار زن و مرد گرفتار کرلیئے چند روز بعد عمائد بنی ہوازن نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر اسیروں کی رہائی کے لیئے التجا کی آپ کو انپر رحم آیا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ تمام اسیران جنگ قدیمی دستور کے موافق سپاہ میں تقسیم ہوکر مملوک ہوچکے تھے۔ اب انکو آزاد کرنا یا دوسروں سے آزاد کرانا ایک غیر معمولی اور ناقابل برداشت ایثار کا کام تھا۔ آپ نے ذرا سوچکر ان سے فرمایا۔ مسجد میں جب لوگ نماز کے لیے جمع ہونگے اسوقت عرض کرنا۔ چنانچہ اگلے روز جب ان لوگوں نے تمام حاضرین کے سامنے وہی عرض کی تو آپ نے برملا فرمایا۔ میں نے اپنے اور تمام بنی عبدالمطلب کے اسیر آزاد کیئے۔

مہاشہ پرکاش دیو جی اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "یہ نیکی اور کشادہ دلی کی مثال ایسی نہ تھی کہ لوگوں پر بے اثر کئے رہتی۔ اسی وقت سب خادمان بارگاہ نبوت نے اسکی تقلید کی

اور چند منٹوں میں چھ ہزار آدمی غیر مسلم مرد اور عورت غلامی سے آزاد کیے گئے۔ اور کسی نے یہ وہم تک نہیں کیا کہ یہ مسلمان نہیں ہیں۔ ہم ان پر کیوں مہربانی کریں۔ یہ رحم اور خیرات کا کام تھا اور اسلام ایسی خیرات میں کوئی تمیز مسلم و غیر مسلم کی پسند نہیں کرتا۔[1]"

حضرتؐ نے اپنے چچا حمزہ اور اپنی بیٹی زینب کے قاتلوں کی جان بخشی کی۔

جنگ احد میں وحشی نے دھوکا دیکر آنحضرتؐ کے بہادر چچا حمزہؓ کو زہر آلود حربے سے قتل کیا۔ اس قتل کی خاص مجرمانہ نوعیت اور مقتول کی منصبی عظمت اس درجہ کی تھی کہ قاتل کو کوئی زاویہ ارض اور کوئی غارِ کوہ پناہ نہ دے سکتا تھا آخر جب اس نے مدتوں خاک چھاننے کے بعد درگاہ نبویؐ میں حاضر ہوکر اپنے آپکو حضورؐ کے رحم کے حوالے کردیا تو آپؐ نے فوراً معاف کردیا۔

ابو سفیان کی بیوی ہندہ اسلام کے کینہ توز دشمنوں میں سے تھی حضرت حمزہ کا قتل اسکی سازش اور تحریک سے ہوا تھا۔ ہندہ نے انکی لاش کا مثلہ کیا یعنی ناک کان کاٹے اور کلیجہ نکالکر منہ میں چبایا اور پھینک دیا فتح مکہ کے بعد وہ بھی پیش کیگئی۔ اسوقت اسنے ندامت کے مارے منہ پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ آپؐ نے اسکو بھی معاف کردیا۔

ہبار وہ سیاہ باطن شخص تھا جس نے حضورؐ کی بیٹی زینبؓ پر محض اس عناد سے پتھر پھینکے کہ وہ مکہ سے ہجرت کرکے باپ کے پاس جارہی ہیں۔ وہ اونٹ سے گر پڑیں۔ حمل ساقط ہوگیا۔ اور مدینہ پہنچکر چند روز کے بعد اسی صدمہ سے وفات پاگئیں۔

کون کہہ سکتا ہے کہ آج آسٹریا کے بڈھے فرمانروا نے چند مفاد پرست حلیفوں کی رفاقت کے بھروسے اپنے مقتول ولیعہد کے خون کے عوض کا جو اندازہ لگایا ہے۔ مکہ کا مقتدر فاتح جو خاکِ عرب ہی کا نہیں بلکہ دنیا کے قلوب کا حکمران تھا اپنی لختِ جگر کے خون کے لیئے وہی حتمی قاعدہ عمل میں نہ لا سکتا تھا؟ مگر نہیں فاتح مکہ کو ملکی فتوحات کی بجائے قلبی فتوحات مدنظر تھیں اسکے فضائل و مکارم کی حدود جوزف اور ولیم دونوں کی ملکی حدود سے وسیع تھیں۔ چنانچہ ہبار نے جب آپکے حضور میں آکر ندامت کے ساتھ معافی چاہی تو آپؐ نے اسکو بھی معاف کردیا۔

[1] سوانح عمری حضرت محمدؐ صاحب صفحہ ۱۲۵

حضورؐ نے ایسے غیر مسلم شخص کو قابو پاکر چھوڑ دیا جو آپ کی جان کا قصد رکھتے تھے۔

ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے سو گئے۔ اور تلوار شاخ میں لٹکا دی۔ ایک دشمن ہاتھ میں برہنہ تلوار لیے آیا۔ اور گستاخانہ آپکو جگا کر کہنے لگا۔ بول اب تجکو میرے ہاتھ سے کون بچائیگا آپنے ایک جذبے کے عالم میں جوش کے ساتھ فرمایا۔ اللہ!!!۔ اس کلمہ کی قدرتی ہیبت نے اس سرکش کے رگ وریشے میں ایک تھرتھری سی ڈال دی۔ اور معًا اُسکے ہاتھ سے تلوار گر گئی وہی تلوار آپنے اُٹھا کر فرمایا۔ اب تو بتا۔ تجھے کون بچائیگا۔ وہ شخص عاجزی کرنے لگا آپنے فرمایا جاؤ میں بدلہ لینا نہیں چاہتا۔ بلکہ دنیا کو دکھانے آیا ہوں کہ رحم یوں کیا کرتے ہیں۔

ایک یہودن کچھ پکا ہوا گوشت لائی۔ اور ہدیہ کے طور پر آپکے سامنے پیش کیا۔ جب آپ کھانے لگے۔ تو معلوم ہوا۔ اسمیں زہر ملایا گیا ہے۔ آپنے یہودن سے بازپرس کی۔ کہ اس شرارت کا سبب کیا ہے۔ اس گستاخ عورت نے صاف کہدیا کہ میں نے آپکو زہر دینے کی نیت سے یہ کام کیا تھا آپنے فرمایا اللہ کو منظور نہ تھا کہ تیری مراد برآئے۔ صحابہؓ نے چاہا کہ اس مکار بڑھیا کی گردن اُڑا دیں مگر آپنے منع فرمایا اور اُسے چھوڑ دیا[سلہ]۔

ایک باغی جماعت کا حشر

یہ امر بقدر روشن کیطرح عیاں ہے کہ آنحضرتؐ کا دامن الطاف مسلم وغیر مسلم سب کے لیے یکساں پھیلا ہوا تھا۔ آپکے عفو وکرم کا دریا موحد ومشرک، اور مسلم وکتابی سب کے جرائم ومعاصی کی سیاہی دھو ڈالنے کے لیے وسیع تھا۔ مگر بعض ایسے مواقع بھی پیش آتے ہیں کہ جرائم کی غیر معمولی نوعیت یا خود مجرموں کی اپنی غلطی نے ان لوگوں کو آنحضرتؐ کے رحم وکرم سے متمتع نہ ہونے دیا۔

بنی قریظہ یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا مسلمانوں کے ساتھ اُن کا عہد تھا کہ فوجی مہمات میں اُنکا ساتھ دیا کرینگے۔ ۵ھ ہجری میں جب مشرکین مکہ نے قبائل عرب کا ایک ٹڈی دل جمع کرکے مسلمانان مدینہ پر ایک خونخوار دھاوا بول دیا۔ تو بنی قریظہ نے عین وقت پر مسلمانوں کا ساتھ دینے سے انکار کردیا اسوقت اِن لوگوں کی عہد شکنی نے مسلمانوں کیلئے نہایت خطرناک حالت پیدا کردی تھی۔ لیکن

سلہ احیاء العلوم جلد دوم کتاب معیشت و اخلاق نبوت بروایت انسؓ

دشمن نے شہر کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ دوسرا دشمن (خود بنی قریظہ) شہر کے اندر موجود تھا۔ اور بقول ہمارے حق پسند ہندو مولف کے "ایسے نازک موقع پر بنی قریظہ کا جو دوستی اور مدد کا پیمان کر چکے تھے۔ دشمن کے ساتھ مل جانا ایک ایسی کارروائی تھی کہ اگر وہ عمل میں آجاتی تو پھر اہل اسلام کا نام و نشان تک مدینہ میں نہ رہتا[1]"۔

آخر اللہ کی توفیق شامل حال ہوئی اور حملہ آوروں نے ناکامی کے ساتھ اپنی اپنی راہ لی اب بنی قریظہ کی جواب طلبی اور انکی سزا کا وقت آیا۔ اگر وہ بدنصیب لوگ حضورؐ کے دامن کرم میں پناہ لیتے تو بقیاس غالب انکی جان بخشی ہو جاتی۔ مگر انکی جبلی عصبیت اور فطری بداعتقادی پیام اجل بن گئی۔ انہوں نے بنی عرب کے آگے سر جھکانا اپنے لیے بحیثیت اُمت موسوی اور حاملین توریت ہونیکے باعث توہین خیال کیا۔ اور اپنے قدیمی دوست معاذ بن جبل (صحابی) کو منصف قرار دیے جانیکی التجا کی جسکو آنحضرتؐ نے منظور فرمایا۔

ہر چند کہ معاذؓ ان لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتے تھے۔ اور اسلیئے عام اہل اسلام اسکے منصف قرار دیے جانیکو ناپسند کرتے تھے۔ لیکن ایک جلیل القدر صحابیؓ سے یہ کب ممکن تھا کہ اپنی ذاتی دوستی کے لیئے دینی و ملی مصلحت کو قربان کر ڈالے۔ انہوں نے صاف حکم دیا کہ یہ لوگ بغاوت کے بدترین جرم کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ ان کی سزا قتل سے کم نہیں ہو سکتی۔

مہاشہ پرکاش دیوجی لکھتے ہیں:- "یہ سزا بظاہر بہت بیدردی کی صورت رکھتی تھی لیکن جن حالات میں وہ صادر کیگئی ان کے لحاظ سے غیر منصفانہ نہ تھی۔ اور اس زمانہ کی مہذب گورنمنٹ کو اگر ایسے واقعات پیش آئیں تو وہ بھی ایسے مجرموں کے لیئے یقیناً یہی سزا تجویز کرے اور کچھ شک نہیں کہ دو ڈھائی سو مفسدوں کی جانوں کے مقابلہ میں تمام ملک کا امن زیادہ وقعت رکھتا تھا"

(اشاعت اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ)

بیشک یہ کلمات اسلام کے ایک نہایت اعلیٰ مقصد کو ظاہر کر رہے ہیں۔ اور جناب پیغمبرؐ نے اس مقصود کو خود اپنے لیئے مقصد اولین قرار دے رکھا تھا۔ مگر نہ ان معنوں میں جنکو مخالفین نے

[1] سوانح عمری حضرت محمد صاحب صفحہ ۲۰۹

اسلام اور شارع اسلام کے بدنام کرنے کا ذریعہ بنا رکھا ہے +

اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ غیر مسلم لوگوں کو زبردستی مسلمان بنایا جائے یا اُن کو مسلمان بنانے کی غرض سے اُن پر چڑھائی کی جائے۔ دین و ایمان کا تعلق دل کے یقین سے ہے جو ہر شخص کی اندرونی نورانیت کی بدولت پیدا ہو سکتا ہے۔ کسی جبار کے دست تصرف یا کسی فاتح کی برش شمشیر میں یہ قدرت نہیں کہ کسی کے دل میں نور ایمان پیدا کر دے۔ اشاعت اسلام کا مسنون و مشروع طریقہ یہ ہے کہ جن لوگوں کو اسلام کی حقیقت کی خبر نہیں ان کو زبانی رہنمائی کی جائے۔ اگر اُنکے نصیب میں وہ نورانیت ہوگی تو اسلام کے پرتو سے سینہ جگمگا اُٹھیگا۔ ورنہ اُنکی بد قسمتی ناصح اپنا فرض ادا کر چکا۔ اور یہی پیغمبر صاحب کی اشاعت اسلام تھی +

ہاں جب بعض معاندین نے اسلام کی اشاعت میں روڑا اٹکانا چاہا۔ اور ہنگامہ دار و گیر برپا کر کے اسلام کو مٹا دینے اور کلمۃ اللہ (لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کو قعر فراموشی میں گرا دینے کا تہیہ کیا۔ تو مجبوراً ان کے دفاع کے لیے اہل اسلام نے تلوار سے کام لینا لازم سمجھا تاکہ اسلام زندہ رہے اور کلمۃ اللہ اپنی حقیقی شان کے ساتھ بلند رہے۔ یہ ہے اعلاء کلمۃ اللہ اور بس +

مذہبی معاملہ میں جبر و تشدد تو ساورکنار۔ جب اس قسم کی گفتگو بھی ہوتی تو اس میں بھی غصہ اور تحکم کا لہجہ اختیار کرنا آپ کے نزدیک ناپسند تھا۔ ایسی گفتگو ہوتی تو آپ کو حلم و معقولیت کے ساتھ دلائل پیش کرنے کا حکم تھا +

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ٥	(اے پیغمبر لوگوں کو عقل کی باتوں اور اچھی اچھی نصیحتوں سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور انکے ساتھ بحث (بھی) کرو (تو) ایسے طور پر کہ بہت ہی پسندیدہ ہو جو کوئی خدا کے رستے سے گمراہ ہوا تمہارا رب اس سے بخوبی واقف ہے اور نیز وہ اُن (لوگوں کے حال) سے بخوبی واقف ہے جو راہ راست پر ہیں +
(سورہ نحل رکوع ۱۶ پ ۱۴)	

مجھے نہایت افسوس آتا ہے۔ جب میں اپنے کسی ہندو وغیرہ نا مسلم دوست سے یہ سنتا ہوں کہ

شاتمانِ اسلام نے جبر و تشدد سے لوگوں کو مسلمان بنایا۔ اور مذہب اسلام کا یہی شیوہ ہے ایسے مواقع پر میں اکثر یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ صاحب! اول تو تمام شاتمانِ اسلام کو محض تعصب یا کسی پولیٹکل مصلحت سے ناحق بدنام کیا گیا ہے۔ اور بالفرض کوئی مسلمان حکمران صدرجہ کا سفاک خونریز ہو بھی۔ جس نے اشاعت اسلام کے حیلہ سے ملک گیری کی ہوس نکالنی چاہی ہو یا غیر مسلم رعایا کو مسلمان بنانے کے بہانے سے اپنے جور و جفا کی عادت پوری کی ہو تو اس سے اسلام پر حرف نہیں آسکتا۔ ایک شخص کا ذاتی فعل اپنے فاعل کو قصوروار بنا سکتا ہے نہ کہ اُسکے مذہب کو۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ اسلام نے اپنی اشاعت کیلئے کیا اصول مقرر کیے ہیں۔ اور پیغمبر اسلام نے اس کے لیے کیا طرزِ عمل اختیار کیا ہے کیونکہ اسلام کی نیک نامی یا بدنامی کا مدار تو صرف اس پر ہو سکتا ہے:-

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (بقرہ رکوع ۳۴ پ ۳)

دین میں زبردستی (کا کچھ کام) نہیں گمراہی سے ہدایت الگ ظاہر ہو چکی تو جو جھوٹے معبودوں کو نہ مانے اور اللہ ہی پر ایمان لائے تو اُس نے مضبوط رسی پکڑ رکھی ہے جو ٹوٹنے والی نہیں۔ اور اللہ سب کی سنتا۔ اور خوب جانتا ہے۔

مذکورہ آیت کو سابقہ آیات کے ساتھ ملانے سے عیاں ہے کہ غیر مسلم لوگوں سے جب کوئی معرکہ ہوا ہے یا اُن پر چڑھائی کی گئی ہے تو اُنکو مسلمان بنانے کی غرض سے نہیں بلکہ اُنکے شور و شر کو توڑنے اور اہل ملک کے امن و امان کی خاطر ان کی فتنہ انگیز طاقت کو دبانے کی غرض سے کی گئی ہے جب وہ لوگ مغلوب و مفتوح ہو کر گردن اطاعت خم کر دیتے۔ تو اُن کے لیے ایک امن پسند و ضابطہ شناس رعیت کی حیثیت سے اسلامی حکومت کے زیر سایہ رہنے کی دو صورتیں تھیں یا تو دینِ حق قبول کریں اور فوجی خدمت اپنے اوپر لازم سمجھیں یا اپنے سابقہ دین پر قائم رہیں۔ اور فوجی خدمت سے مستثنیٰ رہکر اس کا عوض نقدی کی صورت میں ادا کیا کریں جس کا نام جزیہ ہے چنانچہ شرعی قانون (فقہ) میں درج ہے:-

فَاِنْ حُوْصِرُوْا دَعُوْا اِلَی الْاِسْلَامِ فَاِنْ اَبَوْا فَاِلَی الْجِزْیَۃِ فَاِنْ قَبِلُوْا فَلَھُمْ مَا لَنَا وَعَلَیْھِمْ مَا عَلَیْنَا ۔ جب ان غیر مسلم لوگوں کا محاصرہ کیا جائے تو ان کو اسلام کی طرف توجہ دلائی جائے پھر اگر وہ انکار کریں تو جزیہ دینے کیلئے کہا جائے پس اگر وہ قبول کریں تو وہ تمام تمدنی و ملکی نفع و نقصان میں ہمارے ساتھ

اہل طائف جنہوں نے چند سال پیشتر نبی برحق کی دعوت الی الحق کا جواب اینٹ پتھر کے ساتھ دیا تھا حتی کہ آپ کی پنڈلیاں اور ٹخنے لہولہان ہو گئے تھے فتح مکہ کے بعد مسلمانوں سے آمادہ پیکار رہے۔ اور شکست کھائی - مہاتشے ممدوح لکھتے ہیں:-

اہل طائف کو یہ پورا اختیار رہا گیا کہ وہ چاہیں مذہب اسلام اختیار کریں چاہے نہ کریں اس باب میں جس طرح اور کسی پر جبر نہیں ہوا ان پر بھی مطلق نہ ہوا[۵] ۔

(غیر مسلم بادشاہوں کی طرف پیغام ہدایت)

دین اسلام کوئی مختص القوم یا مختص الملک مذہب نہیں ہے۔ خدا نے اسکو دنیا کی ہر قوم اور ہر ملک کے لیئے نازل کیا ہے۔ پس آنحضرت ؐ کافۂ انام کی ہدایت کے لیئے مبعوث ہوئے ہیں جس میں زن و مرد، پیر و جوان، امیر و غریب، شاہ و گدا، رومی و حبشی، چینی و افریقی سب برابر ہیں اسی لیئے برخلاف دوسرے انبیاء و مرسلین ؑ کے جو خاص خاص اقوام کی ہدایت کے لیئے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ آنحضرت ؐ کا برتاؤ جمیع طبقات الناس کے لیئے جامعیت اور ہمہ گیری کا پہلو لیئے ہوئے ہے۔ آپ کے دل میں ہر فرد نوع کے لیئے عام اس سے کہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم مساوی محبت و شفقت ہے - آپ کے آگے تمام وہ امتیازی و افتراقی حیثیات جو بعض افراد نوع کو فلک رفعت کے تارے بنا دیتی ہیں۔ اور بعض کو قعر مذلت میں گرا دیتی ہیں کالعدم ہیں۔ آپ کے دل میں جو وقعت اپنے چچا عباس ؓ کے لیئے انکے اسلام لانیکے باعث ہے۔ فارس کے سلمان کے لیئے اس میں اسلیئے کمی نہیں آسکتی کہ وہ غریب الوطن ہے۔ آپکی صف میں جو مقام قریش کے ایک گورے چٹے سردار عمر بن الخطاب ؓ کو حاصل ہے حبش کے سیاہ فام بلال ؓ کے قدم اس سے محض اسلیئے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے کہ وہ ایک کم حیثیت غلام ہے۔ ہمارے حق گو دوست فرماتے ہیں:-

[۵] سوانح عمری حضرت محمد صاحب صفحہ ۱۲۳ -

حضرت مسیح ہمیشہ یہی فرماتے رہے کہ میں بنی اسرائیل کی بھولی بھٹکی بھیڑوں کو راستہ دکھانے آیا ہوں۔ چنانچہ اسی کی ہدایت میں لگے رہے۔ لیکن آنحضرتؐ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں بنی اسمٰعیل کی ہدایت کے لیے آیا ہوں اُنہوں نے بنی اسمٰعیل اور بنی اسرائیل سب کو ایک آنکھ سے دیکھا بلکہ اُنہیں اور تمام دنیا کو۔ اپنا بھائی جانا۔ اور سب کو یکساں محبت اور دردمندی سے پیغام الٰہی سُنایا۔ بادشاہوں کی شان شکوہ کا رعب بھی اُنکو پیغام الٰہی پہنچانے سے مانع نہیں ہوتا تھا۔ وہ جس آزادی سے ادنیٰ غریب آدمی کو صداقت کی طرف بُلاتے تھے۔ اُسی آزادی سے بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہوں کو پیغام حق بھیجتے رہے[1]۔

غرض جس طرح آپ نے چند مسافران یثرب کو پیغام الٰہی سنا کر اس شہر میں دین حق کی بنیاد رکھ دی۔ اسیطرح شاہانِ روئے زمین کی طرف پیام ہدایت بھیجکر اُن کے درباروں کو عرفان حقیقت کی تجلی سے منور کرنا چاہا۔ ایران کے مغرور بد دماغ فرمانروا خسرو پرویز کے پاس جب یہ پیغام پہنچا تو وہ اپنے نام کے ساتھ پیغمبر کا نام پڑھکر طیش میں آگیا اسکا خط کے پُرزے کر ڈالے آپنے پیشنگوئی فرمائی کہ عنقریب اِسکی سلطنت کے بھی اسیطرح پرزے ہو جائینگے۔ یہ پیشگوئی عہد فاروق رضؓ میں پوری ہوئی۔ سلطنت روم کے عظیم الشان بادشاہ ہرقل اعظم نے اس پیغام کے متعلق معقولیت اور دلچسپی کے ساتھ بحث کی مگر مصلحت ملکی سے دین حق کو قبول نہ کر سکا البتہ سفارت کو بیش بہا تحائف دیکر واپس کیا۔ ابی سینیا کے تاجدار نجاشی نے اس پیغام پر سر تسلیم خم کر دیا اور صدق دل سے مسلمان ہوگیا۔ بنی غسان کے حکمران نے سفارت کے ساتھ بے ادبانہ سلوک کیا اور سفیر کو قتل کر ڈالا جسکی پاداش میں تھوڑے عرصہ بعد اسکی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے ملیامیٹ ہوگئی۔

(اسلامی تمدن کا سنگ بنیاد۔ اور مسلم و غیر مسلم میں مساوات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد جاہلیت کے تفرقہ و تنافس کی بساط کو الٹ کر تمدن و عمران کی جو نئی بزم قائم کی۔ اسکا دروازہ مسلم و غیر مسلم سب کے لیے یکساں کھلا تھا بت پرستی کے سوا اور کسی مذہب کے لیے کوئی شرط۔ کوئی قید عائد نہیں کی گئی۔ اور وہ بھی اسلیئے کہ عبادت اصنام جو

[1] سوانح عمری حضرت نو صاحب صفحہ ۱۰۰۔

فی الواقع روحانی مفاسد کی سرچشمہ ہو اسوقت اہل عرب کے رگ و پے میں ساری تھی پس اسکا
ازالہ خاص استثنائی طرز عمل اور بلیغ و مؤکد احکام کے بغیر سہل نہ تھا چنانچہ فتح مکہ کے روز مسجد الحرام
کو بتوں سے جن کی تعداد ۳۶۰ تھی پاک کیا گیا پھر کچھ عرصہ بعد خدا کے حکم سے اعلان کیا گیا کہ
کوئی بت پرست مکہ میں نہ رہے اور نہ کوئی شخص جاہلیت کی رسم کے موافق ننگا ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرے۔
باایں ہمہ تمام غیر مسلم اقوام جزو تمدن ہونے کی حیثیت سے مسلمانوں کے ساتھ ایک نظر سے دیکھی
جاتی تھیں ان کی جان و مال کے مسلمان محافظ تھے۔ مسلمانوں کے گھروں کے ساتھ انکے گھر تھے مسلمانوں
کے بازاروں کے ساتھ انکے بازار تھے۔ ان کا اور ان کا عموماً دنیوی دستور ایک، ملکی و عمرانی
قانون واحد اور معاملاتی تعلقات مشترک تھے غیر مسلموں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا کوئی امتیازی
پہلو نمایاں نہ تھا۔ بلکہ جہاں تک سکنی بود و باش کا تعلق ہے خود آنحضرت نے ان لوگوں سے
جداگانہ کوئی خاص ممتاز شان اپنے لیے مخصوص نہ کی ٭

اِسوقت کہ انسانی تہذیب کا آفتاب سمت الراس پر سمجھا جاتا ہے۔ کونسا مہذب ملک
اور کونسی متمدن قوم ہے جو اس مساوات بین الاقوام کا نمونہ پیش کر سکے جو تیرہ سو سال قبل
اسلام نے قائم کی ہے۔ بھلا اس سے بڑھکر مساوات کا کوئی درجہ باقی رہ جاتا ہے کہ اسلام میں ذمیوں[1]
کا خون مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔ علامہ شبلی مرحوم فرماتے ہیں "بے شبہ یہ اسلام کی بڑی فیاضی
ہے کہ اس نے اپنی رعایا کو اپنے برابر سمجھا اسلام کو اس انصاف پر ناز ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ کا قول ہے
من کان لہ ذمتنا فدمہ کدمنا و دیتہ کدیتنا ۔ یعنی ذمی کا خون ہمارا خون اور اسکی دیت
ہماری دیت ہے" حضرت علی رض پر موقوف نہیں تمام مہاجرین و انصار کا یہی قول تھا اور اسی
عمل تھا۔ عبید اللہ جو عمر فاروق کے فرزند تھے۔ اُنہوں نے عمرؓ کے زخمی ہونے کے وقت دو
شخصوں کو جو کافر تھے اور جن پر انکو شبہ تھا قتل کر ڈالا۔ جب حضرت عثمانؓ مسند خلافت
پر بیٹھے تو انہوں نے مہاجرین اور انصار کو بلایا۔ اور اس بارہ میں رائے پوچھی۔ تمام مہاجرین نے
بالاتفاق کہا کہ عبید اللہ کو قتل کرنا چاہیئے"[2]۔

[1] ذمی سے مراد وہ غیر مسلم اقوام ہیں جو اسلامی عملداری میں آباد ہوں۔ یہ مساوات فی الخون امام ابو حنیفہ کا مسلک ہے امام شافعی اسکے خلاف ہیں
مگر چونکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب اکثر اسلامی ممالک میں رائج رہا ہے۔ اس لیے اسلام کی طرف سے یہی [illegible] پیش ہونیکا حق رکھتا ہے ۔ سیرۃ النعمان

کتابی غیر مسلموں کے ساتھ جن سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ مذہبی مغایرت کے باوجود مسلمانوں کے تمدنی و معاشرتی اتحاد کی اس سے بڑھکر اور کیا صورت ہو سکتی تھی کہ مسلمانوں کے لیے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے۔ ان کا پکایا ہوا کھانا جائز ہے ان کے گھروں میں آنا جانا روا ہے ان کی عورتوں سے نکاح درست ہے:۔

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ۲ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّهُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ (سورہ مائدہ رکوع ۱ - پ ۶)

مسلمانو! آج تمہارے لیے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا جو تمہارے نزدیک ممنوع نہ ہو تمہارے لیے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے۔ ان کی بھی بیاہتا بیبیاں (تمہارے لیے) حلال ہیں۔ بشرطیکہ ان کے مہر ان کے حوالے کردو۔ اور تمہارا ارادہ ان کو قید نکاح میں لانے کا ہو نہ کہ کھلم کھلا بدکاری کرنے کا اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے کا۔

۲ [illegible]

اہل کتاب کے ساتھ اس خیال سے کسی قسم کی زیادتی کرنا روا نہیں کہ وہ مفتوح قوم ہے اور ہم فاتح ہیں۔ ابوداؤد کی ایک حدیث کے ضمن میں یہ الفاظ آنحضرتؐ سے آئے ہیں:۔

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمْ یُحِلَّ لَکُمْ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا بِاِذْنٍ وَلَا ضَرْبَ نِسَآئِهِمْ وَلَا اَکْلَ ثِمَارِهِمْ اِذَا اَعْطَوْکُمُ الَّذِیْ عَلَیْهِمْ +

اور یہ کہ اللہ نے حلال نہیں کیا کہ تم اہل کتاب کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہو اور نہ ان کی عورتوں کو مارنا حلال ہے اور نہ ان کے پھلوں کا کھانا روا ہے جبکہ وہ تم کو وہ چیز دے دیں جو ان کے ذمہ ہے۔

ایک مرتبہ کسی یہودی اور مسلمان کے مابین کسی معاملہ میں تنازعہ ہوگیا۔ دونوں نے اپنا جھگڑا آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے بتقاضائے انصاف یہودی کے حق میں فیصلہ دیا۔ واپسی کے وقت مسلمان نے اس خیال سے کہ حضرت عمرؓ اشدا علی الکفار کے حق میں شدید ہیں۔ ان کے پاس

میرا اپیل شاید مفید ہو۔ حضرت عمرؓ کیطرف رجوع کیا۔ یہودی نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا۔ ہم ابھی حضرت محمدؐ سے فیصلہ لیکر آئے ہیں۔ مگر یہ اُسپر راضی نہیں ہے۔ یہ سُنتے ہی حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی اور مسلمان کا سر اتار کر رکھدیا[۵۱]۔ نہ صرف عام مسلمانوں کو غیر مسلموں سے مساوات کا برتاؤ رکھنے کا حکم ہے بلکہ خود آنحضرتؐ جو ایک ہادی برحق ہونے کے علاوہ حاکم مختار بھی تھے۔ تمدنی معاملات اور سلسلہ مساوات میں اپنے آپکو افرادِ رعیت کی صف میں شامل رکھتے تھے۔ یہودیوں میں سے ایک عالم شخص کا ذکر ہے کہ اسکا کچھ قرض آنحضرتؐ کے ذمہ آتا تھا۔ اس نے تقاضا کیا تو آپنے فرمایا۔ اسوقت دینے کو میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے وہ کہنے لگا میں آپکا پیچھا نہیں چھوڑونگا جبتک کہ میرا قرض ادا نہ کرینگے۔ فرمایا تو پھر بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ گیا آپ نے بامر مجبوری اُسی جگہ بیٹھے ظہر عصر مغرب عشا۔ اور فجر کی نمازیں پڑہیں آپکے اصحاب اُس یہودی کو دہمکیاں دیتے رہے مگر وہ ٹلا نہیں۔ آپکو معلوم ہوا تو صحابہؓ کو اس سے منع فرمایا۔ اصحاب کہنے لگے یارسول اللہ ایک یہودی آپکو باندہے بیٹھا ہے۔ فرمایا اللہ نے مجھے غیر مسلم رعیت پر ظلم کرنے سے منع فرمایا ہے جب دن چڑہا تو یہودی کلمہ پڑھکر مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا میں اپنا آدھا مال اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے جو کچھ کیا اسلیئے کیا کہ آپکے حالات آزماؤں جو میں نے توریت میں پڑھے ہیں[۵۲]۔

ابورافع رضہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوئی مہمان آپکے پاس اُترا آپنے مجھے حکم دیا کہ فلاں یہودی سے جاکر کہو۔ ہمارے ہاں مہمان آیا ہے کچھ آٹا رجب کے ادہار پر دے۔ یہودی نے کہا واللہ میں جبتک کوئی چیز گروی نہ رکھلوں اُدہار نہیں دونگا آپنے خادم سے فرمایا واللہ میں زمین و آسمان بھر میں پورا امانت دار ہوں۔ اگر وہ اُدہار دیدیتا تو میں ضرور ادا کردیتا۔ خیر میری زرہ لیجاؤ اور اُسکے پاس گروی رکھدو[۵۳]۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عادلانہ مسلک کا یہ اثر ہوا کہ آپکے بعد خلفائے راشدین بھی مسلم اور غیر مسلم کو ملکی و تمدنی رتبہ میں دوش بدوش سمجھتے تھے۔ ایک یہودی نے حضرت عمرؓ کی عدالت میں حضرت علیؓ پر قرضہ کا مقدمہ دائر کیا۔ اسوقت حضرت علیؓ اُنکے برابر بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ "ابوالحسن! مدعی کے برابر کھڑے ہو کر جوابدہی کرو" وہ اُٹھے اور چہرہ پر رنج کے آثار تھے جب مقدمہ طے ہوچکا۔ مدعی چلا گیا۔ تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ اُسوقت آپکے چہرے پر رنج کے آثار کیوں تھے۔ اُنھوں نے کہا مدعی کے سامنے میں اس عزت کا حقدار نہ تھا کہ آپ مجھے

۵۱ بخاری شریف ۵۲ مشکوٰۃ المصابیح ربع چہارم باب فی اخلاقہ ۵۳ احیاء العلوم کتاب المعیشۃ فی اخلاق النبوۃ ۵۴ دیانت الاسلامیہ فرید وجدی

(حکیم عرشی)

۴۸

سے دُور کا سلام

رنجور کا سلام۔ مہجور کا سلام۔ او دور رہنے والے۔ سے دُور کا سلام۔ اپنے عشق کو اُلٹا لیلو۔ میں زمین۔ آسمان۔ سمندر۔ پہاڑ بننا چاہتا ہوں۔ آدمی نہیں بنتا۔ مجھسے یہ امانت نہیں سنبھالی جاتی۔ یہ بھی الفت کا کوئی دستور ہے۔ یہاں تو جان پر بنتی ہے۔ اور کم بخت بیتاب دل زبان کو چھیڑ چھیڑ کر کچھ کہلواتا ہے۔ اندر کی بپتا باہر لاتا ہے۔ اور تمہارے مولوی دربان اُسکو فتوے کے ڈنڈے سے مارنیکو دوڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں خبردار۔ ایسی جناب میں گستاخ ہوتا ہے۔ منہ مسل دینگے سر کچل دینگے۔ ع با خدا مستی کن و با مصطفےٰ ہشیار باش ٭

ہوشیار تو جب ہوں کہ تم ہوش میرے قابو میں رہنے دو۔ ادب کا لحاظ تو اُس وقت کروں کہ عقل آداب کو مجھ تک آنے دو۔ دل لیا چھپ گئے۔ عقل چھینی۔ دیوانہ بنایا اور زنجیر ہو گئے میں تڑپتا پھرتا ہوں۔ پھڑکتا رہجاتا ہوں نہ دل واپس ملتا ہے نہ عقل و ہوش کی رسید دیجاتی ہے اچھا حضور میں ادب کرونگا۔ اُوہ۔ اُف۔ اپنے ارمانِ دلکو مسوسونگا۔ کچھ نہ کہونگا۔ کچھ نہ بولونگا آپ کہکر خطاب کرونگا۔ میرے دل کی جلن مولویوں کو دیدیجئے۔ اپنے ان لٹھ مار دربانوں کو نوازئیے دیکھوں گا۔ کیونکر آتش عشق پر بھنتے ہیں۔ اور کیونکر ان کی بو نہیں پھیلتی۔ امتحان کرونگا۔ محبت کے کانٹوں میں گھسیٹے جائینگے۔ اور اُسکے مزے میں چپ پڑے رہیں گے داتا جی امین مانو بلبلا اُٹھیں گے۔ گریبان پھاڑ ڈالیں گے۔ اور کہیں گے۔ پھر چلا۔ پھر کانٹوں میں گھسیٹ۔ اور چیر پھاڑ اور چیر کر دے۔ اسمیں خوب مزہ ہے۔ یہ تو بڑی عجیب چیز ہے۔ یہ کہتے کہتے گستاخانہ جملے زبان پر لائینگے۔ آپکی نوازش پر گھمنڈ کرینگے۔ دامن پکڑ کر اپنی طرف کھینچیں گے۔ آپ ادب ادب فرمائینگے۔ تو یہ بے ادبانہ انداز سے دامنوں کو پھر جنبش دینگے۔ کیونکہ محبت میں صبر نہیں ہے۔ وہ بہت ترقی کرنیوالی حرص ہے۔ وہ خالی حرفوں کی طرح ہے۔ مگر جذبات سے بھرپور ہے۔ جذبات کی طغیانی انسان

کو بے عقل کر دیتی ہے۔ دیوانہ بنا دیتی ہے۔

سرکار ذرا ٹھیریئے۔ محبت اور میرے دلکو واپس نہ فرمایئے۔ پھر غور کر لوں۔ شاید میں اسکو اُٹھا سکوں۔ کم ہمتے آسمان زمین۔ پہاڑ سمندر کی ہم جنسی سے شرم آتی ہے۔ میں آدمی ہی رہنا چاہتا ہوں۔ مجھے دربان مولویوں سے پٹنا منظور ہے۔ میں انکے قدموں پر سر رکھونگا آخر تو میرے آقا کے دروازے والے ہیں۔ لیلے کے گھر کا کتا بھی عزیز ہوتا ہے اور یہ تو تاجدارانِ شریعت ہیں۔ آپکے الفاظ کے مومن ہیں۔

لیجیے میں عہد کرتا ہوں۔ اب جی کو سنبھالوں گا۔ بے ادبی کا کوئی فقرہ زبان پر نہ لاؤنگا بہت مہربانی ہوگی۔ بہت نوازش ہوگی۔ اِس دل کو وہیں کہیں کونے میں پڑا رہنے دیجیے۔ اور خدارا مولویوں کو اپنا آزار نہ دیجیے گا۔ انکو بہت کام کرنے ہیں۔ انکے حق میں یہی بہتر ہے کہ اِس درد سے ناآشنا رکھے جائیں۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت — سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

جوشِ رقابت کے سبب نہیں میں واقعی عرض کرتا ہوں انکو اس کام کی ذرا بھی فرصت نہیں ہے۔ کامی آدمیوں کو نکما نہ بنایئے۔ ہم بلاکشان سر فدا کیا تھوڑے ہیں جو ان غریب مولویوں کو تکلیف دیجائے۔

کیوں مولا! عرض قبول ہوئی؟ شروع میں جو گستاخی ہوگئی تھی۔ اور دل واپس مانگا تھا اِس سے معافی ملی یا نہیں۔ آپ تو رحمت والے ہیں۔ آپ تو مروت والے ہیں۔ آپ تو خفا نہیں ہوا کرتے۔ آپ تو برا نہیں مانا کرتے۔ آپ تو خلقِ عظیم ہیں۔ دیکھیے دیکھیے۔ اِدھر دیکھیے مجھ دور دستور کا سلام لیجیے۔ اور سلام کی عرض سُنیئے۔ کہ ع سلام عشق بازاں بیغرض نیست۔

جھومتی کھجوروں میں آئے ہیں چُپ پہاڑوں میں بولتا دل لائے ہیں۔ ینبوع و دمشق اور مکے کے معروف راستہ سے الگ ایک رستہ نکالا ہے یا تو گئے۔ پر اب بھی دور ہیں۔ یا آپ تو معلوم ہوتے ہیں رنگین تصویر دور سے بھلی لگا کرتی ہے۔ دور ہی سہی۔ لو دور کا سلام۔ ایک بدقسمت قوم

کہلاتے ہیں۔ مگر امت مرحوم ہونیکے فخر سے دل کو سمجھاتے ہیں۔ ہندوستان کے پردیس میں رہتے ہیں۔ مگر آپ کی حُب کا وطن دل میں پاتے ہیں۔ اُمت تو ہم دور والے ہیں۔ کیونکہ پاس والے تو اہل بیت ہیں۔ ہمکو امتی امتی فرمایئے۔ جب ہم پکاریں لودورکا سلام۔ تو آپ فرمائیں

آ دور کے سلام۔ آ مجھ دور کے سلام۔ میں تجکو قبول کرتا ہوں۔ میں وعلیکم السلام کہتا ہوں۔ اور امتی امتی کے پاس تجکو اپنی پسندیدگی کے ساتھ آراستہ کرکے بھیجتا ہوں ٭

جہاں پناہ! ہمکو بھولیئے گا نہیں۔ ہم بہت غریب ہیں۔ ہم بہت لاچار ہیں۔ نہ آپکے وطن تک آسکتے ہیں نہ دل کی دبی آگ کو دکھلانے کی طاقت ہے۔ ہم آپ ہی کے کہلاتے ہیں۔ ہمارا آسرا آپ ہی ہیں۔ ہماری آبرو آپ ہی کے بلند اور عزت والے نام سے ہے۔ دولت والے۔ علم و ہنر والے۔ خدمتگزار اور لائق بچے ماں باپ کو عزیز ہوتے ہیں۔ وہ سپوت کہلاتے ہیں۔ مگر نالائق کپوت بھی آغوش شفقت و رحمت سے محروم نہیں رہتے۔ ہمکو اقرار ہے کہ ہم آپکی کپوت اولاد سے بھی گئے گزرے ہیں۔ نہ دولت ہے نہ علم و ہنر ہے۔ نہ کوئی خدمت بن پڑتی ہے۔ نہ فداکاری و جاں نثاری ہوسکتی ہے کس منہ سے کہیں اُمت شہ لولاک ہیں۔ بڑی بات ہے اور منہ چھوٹا ہے۔ اب تو آپ کی نظر کرم ہماری لاج کا بیڑا اٹھاتا ہے۔ اب تو آپ ہی کی نگاہ مہر پر ہم بیکسوں کی آس لگی ہے۔ دنیا ہے تو آپکے سہارے دین ہے تو آپکے سہارے ٭

ایسا نہو ہماری دوری آپکے دل سے بھی ہمکو دور کردے۔ دیکھئے ہمارا سب کچھ لٹ گیا ہے۔ ہم بیابان غربت میں لٹے اور مایوس بیٹھے ہیں۔ آپکے ہاں سے بھی دوری ہوگئی تو ہمارا دونوں جہان میں کہیں ٹھکانا نہیں رہیگا ٭

قیامت قریب آگئی۔ حساب کا وقت سر پر پہنچ گیا۔ یہاں نامۂ اعمال گناہوں سے کالے ہیں۔ جی سہم رہا ہے۔ کس منہ سے خدا کے سامنے جائینگے۔ اور آپ کی اُمت ہونا زبان پر لائینگے۔ آپنے تو یہ فرمایا تھا کہ ایسے کام نہ کرنا جو حشر کے دن مجکو خدا سے دوسرے نبیوں میں شرمندگی و ندامت ہو

ہائے ہم نے تو وہی کام کیے۔ جن سے منع کیا تھا۔ اب کیا ہوگا۔ یہ کالے منہ آپ کے روبرو کیونکر لا سکیں گے۔

لِلّٰہ بتانا۔ ہمکو پھٹکار تو نہ جائے گا۔ خدارا کہنا ہمکو ٹھکرایا تو نہ جائیگا۔ کیا ہمکو دھکے دیے جائینگے۔ ہم آپ کے ہو کر کہاں جائینگے۔ آپ کے کہلا کر کسکے دامن تلے پناہ لیں گے۔

ہمارے تو تم ہو۔ جیسے ہیں ہماری لاج و شرم تو تمہارے ہاتھ ہے۔ اُمتی اُمتی کہو گے یا نہیں۔ کلیجہ کانپا جاتا ہے۔ خبر نہیں آپ کیا فرمائینگے۔ ہائے ہم نے بڑی غفلت کی افسوس ہم نے عمریں برباد کر دیں۔ اور اپنے سید کو یہ منہ دکھانے آئے۔

دیکھو ہمارا کوئی نہیں ہے۔ اپنے کمبل کا دامن ہمارے عیبوں پر ڈال دینا۔ دیکھو ہماری نالائقی کا پردہ ڈھک لینا۔ تم ہمارے ہم تمہارے۔ کسکے آگے رکھیں سر۔

اپنے یارِ غار صدیقؓ ذی وقار کی خاطر معاف کر دینا۔ عادل کامل عمر فاروقؓ کی خدمات کی طفیل ہم نکموں کا ہاتھ پکڑ لینا۔ صابر و غنی نیکی کے دھنی عثمانؓ کے صدقے میں اپنا چہیتا بھائی اور وصی۔ سید خطاپوش علیؑ مرتضٰے کے وسیلے سے قصوروں کو چھپا لینا۔ اپنی مقبول و ملول بیٹی فاطمہ زہراؓ کا واسطہ۔ اپنی حمیرا عائشہ صدیقہؓ کا واسطہ۔ اپنے گیسو نواز پیارے دلارے حسنؓ حسینؓ کا واسطہ ہم پر مہر و کرم کی آنکھیں رکھنا۔

نہیں ہم ایک اور وسیلہ لاتے ہیں۔ ایک اور ذریعہ ہاتھ آیا ہے اور وہ آپ کی غریب پروری ہے بیکس نوازی ہے۔ اس مسکین پرور دل کے صدقہ میں جو آپ کے سینہ پاک میں ہے۔ اس دارو گیر کے میدان میں هٰذَا اُمَّتِی اُمَّتِی کہکر گود میں اٹھا لینا۔ سیاہ اعمال ناموں پر ہاتھ رکھ دینا وہ ناز کی شفاعت۔ وہ انداز کی شفاعت۔ وہ پایۂ عرش کے سامنے سجدہ طویل کی شفاعت جبتک نہ ہوگی۔ ہمارا انجام درست نہ ہوگا۔ ہماری سیاہ کاریاں درست نہ ہونگی۔

یہ سلام ہے۔ ہندی گنہگاروں کا۔ آپ کے صادق طلبگاروں کا۔ جن میں ناتواں ہیں۔ جوان پر ارمان ہیں۔ بچے نادان ہیں۔ عورتیں ہیں۔ مرد ہیں۔ آپ کے کلمہ کے اسیر ہیں دنیا

کی بپتا سے دلگیر ہیں۔ یمن یمن۔ کوہستانوں۔ بیابانوں کے ہزاروں پہاڑوں سے پرے کے ہیں
آپ کے وطن کے ہندی فقیر ہیں +

سلام لو۔ مکہ کے شہریار۔ سلام لو۔ مدینہ کے شہسوار۔ سلام لو۔ عرب و عجم اور ساری دنیا کے
رکھوالے۔ سلام لو۔ کائنات موجود و معدوم کے خلاصہ کہلانے والے۔ سلام اے بابا۔ سلام اے
مولیٰ۔ سلام اے سرور۔ سلام اے ہادی۔ سلام اے سلام۔ اے سلیم۔ اے سالم۔ اے سلامتی بخش
اب تیری دستگیری ہو۔ دنیا میں تیرے نام پر جئیں۔ عقبیٰ میں تیرے نام پر اٹھائے جائیں
تیری برکت سہارا دے۔ تو اطاعت قرآن و اطاعت حدیث و اطاعت اولوالامر نصیب ہو
روٹی سے پیٹ بھرے۔ کپڑے سے تن ڈھکے۔ اولاد صالح سے گود بھرے۔ عزت سے دل شاد
بنے۔ دشمن مٹیں۔ یار بڑھیں۔ جھنڈا تیرا اونچا چڑھے۔ اسکو اٹھا کر جوش میں آکر نعرہ لگا کر تجھکو
پکاریں۔ اور تیرے خدا کو۔ اپنے خدا کو۔ سچے خدا کو۔ اچھے خدا کو۔ زندہ خدا کو۔ ایک خدا کو۔ ایک
خدا کو۔ اور وہ ہوم مچے وحدت رب کی۔ زندہ بنے اسلام ہمارا۔ **سلام** ہمارا +

حسن نظامی

۴۸۶

پُر تاثیر خطیب

اخبار ہفتہ وار خطیب کے خطبے سنو جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پُر تاثیر وعظ سناتا ہے۔ اردو زبان اسکے
نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ کھوئے ہوئے راستے اس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں مشہور ماہوار رسالہ
نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں
چندہ سالانہ عہ ششماہی عہ سہ ماہی ۱۳؍ نمونہ مفت +

منیجر خطیب دہلی

نظم

آغازِ وحی

شنیدم ز گفتار دانشوراں — خرد پروران و سخن گستراں

کہ گفتند آں راستان داستاں — بحالاتِ آں قدوۂ راستاں

کہ در خواب آنچہ نظر آمدش — بہ بیداری از وے اثر آمدش

مگر خواب نیکاں گزافہ مداں — تو "ہذا حدیث خرافہ" مخواں

کہ خوابِ بزرگاں بیاید چو صبح — چناں داں کہ وارد ز الہام بریخ

پس آنگہ ہمیگشت در دشت و کوہ — پرستش گہِ جست دور از گروہ

چنیں بود جویائے کار بزرگ — بکوہِ "حرا" یافت غارِ بزرگ

پرستش گہِ خویشتن کوہ کرد — ہمین بِ "براہیم" آں نیک مرد

حقِ اہلِ خانہ ہمیکرد ادا — ہمی برد از خانہ آذوقہ را

ہمہ شغل بِ فکرش بہ تفرید بود — بہ تسبیح و تحلیل[۵] تحمید بود

نہ یک ماہ گذشتہ ہنوز اندریں — کہ آمد فرشتہ ز جاں آفریں !

کہ روزے نبی بر سرِ کوہ شد — کہ اندوہ تنہائی انبوہ شد

بناگہ شنید از ہوا ایں کلام — "من اللہ" و منی علیک السلام"

سہ نوبت شنید ایں چنیں بار بار — بدہشت درآمد دراں روزگار

سوئے آسماں باز دیدن گرفت — یکے دید مردے بشکلِ شگفت

چو خورشید مستاجِ زد بر سرش — یکے حلۂ سبز اندر برش

فرود آمد آں مرد از آسماں — یکے داد کاغذ کہ ایں را بخواں

چنیں گفت پیغمبرِ خوش شیم — چگونہ بخوانم کہ خوانندہ نیم

[۵] عالمِ رؤیا میں آنحضرت صلعم سے ارشاد ہوا ہے کہ تحلیل بہ حائے حطی لکھی جاتی ہے نہ بہ ہائے ہوز یعنی تہلیل ۱۲ منہ

همان مردِ نورانیِ پاک ذات — دگر گفت بشنو ز من کن بیاد
سه نوبت کشیدش ببر پے بپے — که چهرِ محمد برآورد خوے
چو تجذیب و تصریف شد در عمل — درآمد در آن پرتوِ لم یزل
حکیمان دانا و اہلِ کمال — ہمیں را بخوانند فعل الفعال

پس انگه دگر باره گفتش که بخواں — بتائید نامِ خدائے جہاں
توانا و دانا و بینندهٔ — تنِ آدمی آفرینندهٔ
ز خونِ غلیظ و ز خونِ پلید — ببیں تا چه پاکیزه شکل آفرید
نگاریدنِ خامه و دسترس — بیاموخت آنچه ندانست کس
گر آدمی آخر از حدِ خویش — بشادی و راحت نهد پا به پیش

همیں ست قولِ سعید و درست — که این پنج آیت درآمد نخست
که در فارسی ترجمه کرده ام — در ابیات پنج اندر آورده ام

طبیعت چو چند استماله گرفت — پے جذبِ نور استحاله گرفت
همه یاد کرد آنچه از وے شنید — بتوفیقِ پروردگارِ حمید
وزاں پس همان مرد پا بر زمیں — بزد چشمه شد چو حوضِ وفیں
طهارت بیاموخت غسل و وضو — دوگانه نمازش بر آئینِ نو
به استاد و پس دست بر دست بست — خمید و ستاد و بزانو نشست
چو پس السلام علیکم گذار — نه آن بزم بود و نه آموزگار

بترسید و لرزید و آه برکشید — رمید و دوید و بخانه رسید
چو آمد بکاشانه تیز و دواں — چنیں گفت با همسرِ مهرباں
که دارم به تن لرزهٔ بے شمار — بپیچید از جامه یکے پنبه دار
فرازش چهاں جامه انداختند — زمانے ز گفتار پرداختند

پس از ماجرا گفت با جفتِ خویش | کہ اے بانوئے خانۂ خوب کیش
کزیں صدمہ شاید کہ میرم ہمی | مگر بایدم دستگیرم ہمی
خدیجہؓ چنیں گفت کاے رہنمون | توئی کارِ دیں را ستودہ ستون
تو با آنکہ داری، دل نرم و گرم | بسے نیم خنداں رُخے پُر ز شرم
نگاہِ "براہیم" تا ایں زماں | ندیدست چوں تو کس اندر جہاں
چنیں شخص محمود، و پاکیزہ جاں | کہ ہستی تو اے شوہرِ مہرباں!
سزاوار باشد" بکارِ بزرگ" | بدانم کہ ایں است رازِ سترگ
بریں فکر آں بانوئے ہوشمند | ہزار آفریں از "حکیمِ" نژند
ہزار آفریں، زا فریں آفریں | بر آں پُر خرد بی بی ژرف بیں
خدیجہؓ یکے داشت اوورپسر (چچا زاد بھائی) | ذہین، و ذکی، و خجستہ سیر
کہ او بود مردے کشادہ زباں | سخنگو، و پُر شغل و پاک جاں
ہمی بود بر مذہبِ عیسوی | ذکا، و مزاج، و طبیعت قوی
کہ توریت و انجیل خواندی ہمہ | نوشتے بتازی زباں ترجمہ
خدیجہؓ بگفتش ہمہ داستاں | کہ ورقہ! گذارش کن از راستاں
بہ آغاز و انجام ایں کار چیست؟ | ہماں مرد نورانی از آں کیست؟
ہماں آبدستے و ہماں بارگیں | چہ چیزست؟ اے مرد باریک بیں
چو ورقہ ہمہ ماجرا را شنید | و با عشقِ پیغمبرے بو شمید!
چنیں گفت کاے خواہرِ مہرباں! | مہ عصمت و عفت، و پاک جاں!
ہماں شخص پاکیزہ و خوبرو | کہ ناموسِ اکبر (جبرئیل) بود نام او
ز یزداں سلام و پیام آورد | ز دل دردہائے کہن میبرد
بمن شادماں، شادمانی بکن! | درختِ غم و فکر برکن ز بن

که اینست بیشک نبی الهدا　　　چنین است یادم ز گفتِ خدا
همین است "دین آور تازیان"!　　　نمایندهٔ راهِ سود و زیان
بفرمانِ یزدانِ جان آفرین　　　لقب یافتش "خاتم المرسلین"
لقب مر ترا آشکار و نهان　　　بود مادرِ "مومنان" (رضی اللہ عنہا) در جهان

ولیکن ازین قومِ ناآگهان　　　بشورند چون ابلهان در جهان
محمد بسوئے مدینه رود　　　که او خاتم و این نگینه شود
دریغا که تا آن زمان بودمے　　　بجود و کارہائے بفرمودمے
ازین در بسے گفت با رنگ و بو　　　همان "ورقهٔ نوفلِ" نیک خو
که تا از دلِ بانوئے مستطاب　　　سترده شد آلایش اضطراب

نه یک مه گذشته برین خوش سخن　　　که "ورقه" نور دیده شد در کفن
زمانه کسے را بعلم و هنر　　　ببالا برد گر ز شمس و قمر
هم آخر بخاکش فرو افگند　　　سرانجام نیشش اجل در زند
"حکیما" گر از نور آگنده　　　مشو زاین چنین زانکه تو بنده
ترا بندگی باید و سر نهی　　　مبادا که از دست ایمان دهی
نه بندد دلِ خود بکارِ جهان　　　خردمند و دانا و روشن روان

رسول خدایش بخوابے بدید　　　که پوشیده بد جامهائے سپید
بفرمود او مسرور و مغفور شد　　　تن و جان او هر دو مسرور شد

همانا که آنکس ز دوزخ برست　　　که از مهرِ "احمد" (ص) رگِ او پرست
محمد فرستاده اش راست است　　　دران راستی دین بپا راست است
چنین است پایانِ صدق و صفا　　　ز دل چشم باریک بین برگشا

دلِ خویش را خوردہ و کو جگر ہمیں — سر وقتے ہمین است دیدے ہمیں
کہ در قعر چاہ و شمار آب و گل — بیامد ولیکن بیاراست دل
بکارِ خدا باشش در یک دلی — پس آنگہ تو نی ورقہ توفلی
ہمی خواہی گر تو بہر دو سرائے — بہ تسلیم نیکان و پاکان گرائے
بجا صہ محمد کہ پیغمبر است — کہ بعد از خدا از ہمہ برتر است
دریں ہر کہ شک آورد کافر است — نہ شک بلکہ گر دغدغہ اندر است
تکلیما گل از ہاشمی بوستاں — بیامد بسبزہ و ہمہ دوستاں
کہ بینند و بویند و بر سر نہند — درودے دمند و سلامی دہند
ہمہ آب و گل تا محمد بود — درودے خدا بر محمد بود!

غلام غوث بہاولپوری

نظم

شفاعت

یوں تو دنیا میں ہیں ادیان بہت سے جاری — عقل مانے جسے وہ دین ہے عین فطرت[1]
بسکہ ہے دین سے مقصود فلاحِ دارین — سچے مذہب کی رہائی ہے یہی بس غایت
قید مذہب کی ہے تقلید جو اس سے نکلو — راہِ تحقیق ہے جس میں ہے نہایت وسعت
کام لو عقل سے سوچو ہے تکلف کس میں — کس میں تکلیف ہے گو ہو گئی اس کی عادت
ایک یورپ کا حکیم الحکما کہتا ہے — میں نے تحقیق مذاہب میں اٹھائی محنت
کچھ نہ کچھ خود غرضی دیکھی ہر اک مذہب میں — بانیٔ فرقہ کی خالص نہیں پائی نیت

[1] فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ۱۲

ہیں بہت زاہد سالوس ہر اک ملت میں
مگر اسلام میں مطلق نہیں رہبانیت[1]

عقل و حکمت کے موافق ہیں شعار اسلام
عین فطرت ہے کوئی فرض ہو یا ہو سنت

فلسفیانہ عقائد کا ہوں گو میں پابند
اسکا قائل ہوں کہ اسلام میں ہے حقیت

غیر اقوام اگر اس کی کریں گے تحقیق
کبھی پائینگے نہ وہ اس کو خلاف فطرت

جو یہ چاہے کہ ہو مذہب سے اُسے اطمینان
کہہ دو اسلام سے بہتر نہیں کوئی ملت

غیر جسکو کہیں اچھا وہ ہے مذہب سچا
ورنہ ہے کونسا مذہب نہیں جسمیں آفت

وہ ہیں وحشی جنہیں مذہب کی ضرورت ہی نہیں
متمدن جو ہے مذہب کی اُسے ہی حاجت

جب کہ دنیا میں ہی چارہ نہیں بے مذہب کے
چاہیئے پھر وہی مذہب جو ہو عین فطرت

ہوتے آئے ہیں نبی بہر ہدایت ہر جا[2]
اُن کے مذہب نہ رہے رہ گئی باقی بدعت

غور سے دیکھئے سیرت کو رسول حق کی[3]
آخری تھی یہی رب دو جہاں کی حجت[4]

حق تعالی کے رسول امت عاصی کے شفیع
ہے شفاعت[5] کی سزاوار انہیں کو خدمت

ہیں محمد ہی کہ حق نے انہیں محبوب کیا
دو جہاں کی انہیں دی شوکت شان عزت

جو ہو محبوب خدا پوچھنا پھر کیا اُس کا
تھا وجود آپ کا عالم میں خدا کی رحمت

---

[1] لا رهبانية في الاسلام ۔ عن انس قال جاء ثلثة رهط الى بيوت ازواج النبي صلے الله عليه وسلم يسألون عن عبادته فلما اخبروا كانهم تقالوها قالوا اين نحن من رسول الله صلے الله عليه وسلم وقد غفر له ما تقدم من ذنبه وما تاخر قال احدهم اما انا فاصلے الليل ابدا وقال الآخر وانا اصوم الدهر ولا افطر وقال الآخر وانا اعتزل النساء ولا اتزوج ابدا فجاء رسول الله صلے الله عليه وسلم فقال انتم الذين قلتم كذا وكذا اما والله انى لاخشاكم لله تعالى واتقاكم له ولكنى اصوم وافطر واصلے وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتى فليس منى (بخارى ومسلم)، [2] ان من امة الا خلا فيها نذير ۔ ما كنا معذبين حتے نبعث رسولا ۱۲ [3] انك لعلے خلق عظيم ۱۲ [4] انا فتحنا لك فتحا مبينا الخ ۱۲ وما ارسلنك الا كافة للناس ۱۲ [5] الناس يصيرون يوم القيمة جثاء كل امة تتبع نبيها يقولون يا فلان اشفع يا فلان اشفع حتى تنتهى الشفاعة الى محمد فذلك يوم يبعثه الله المقام المحمود ۱۲ الشفعاء خمسة ۔ القرآن ۔ والرحم ۔ والامانة ونبيكم واهل بيته ثم الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء ۱۲ شفاعتى لاهل الكبائر من امتى شفاعتى لامتى لمن احب اهل بيتى ۱۲ انا سيد ولد آدم يوم القيمة ولا فخر وبيدى لواء الحمد وما من نبى يومئذ فمن سواه الا تحت لوائى وانا اول من تنشق عنه الارض ۱۲

بندہ اور بندے سے عصیاں نہ ہو اللہ اللہ — سچ تو یہ ہے کہ خدایا یہ ہے تیری قدرت
حشر[۵۱] کے دن جو کھڑی ہوگی ترازوئے عدل[۵۲] — دل پہ ہر شخص کے ہو جائیگی طاری ہیبت
لمن الملک کی آواز سے سب کانپیں گے — قہر یزداں کی نظر آئے گی ہر سو صورت
ہوگا خورشید جہانتاب سوا نیزے پر — ڈوب جائے گی پسینہ میں سراسر خلقت
مشورے[۵۳] ہونگے چلو حضرت آدمؑ کے پاس — سب نبیوں میں رفیع انکی ہے شان و شوکت
جد اعلیٰ ہیں ملائک نے کیا سجدہ انہیں — یہ شفاعت جو کریں دور ہو ساری آفت
ملکے سب جائینگے پھر حضرت آدمؑ کے پاس — سب کہیں گے کہ یہی وقت شفاعت حضرت
سن کے فرمائینگے۔ کی[۵۴] میں نے جو نافرمانی — اس گنہ سے مجھے ہوتی ہے ابھی تک خفت

۵۱ یوم ینادی المناد من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذلک یوم الخروج
۵۲ نضع الموازین القسط (سورۂ انبیاء ع ۵) ۵۳ عن انس رضـ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یجمع اللہ الرسل یوم القیامۃ فیقولون لو استشفعنا علی ربنا حتی یریحنا من مکاننا فیاتون آدم
فیقولون انت الذی خلقک اللہ بیدہ ونفخ فیک من روحہ وامر الملائکۃ فسجدوا لک فاشفع لنا
عند ربنا فیقول لست هناکم ویذکر خطیئتہ ائتوا نوحًا اول رسول بعثہ اللہ فیاتونہ
فیقول لست هناکم ویذکر خطیئتہ ائتوا ابراھیم الذی اتخذہ اللہ خلیلا فیاتونہ فیقول لست
هناکم ویذکر خطیئتہ ائتوا موسیٰ الذی کلمہ اللہ فیاتونہ فیقول لست هناکم فیذکر
خطیئتہ ائتوا عیسیٰ فیاتونہ فیقول لست هناکم ائتوا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم فقد
غفر لہ ما تقدم من ذنبہ وما تاخر فیاتونی فاستاذن علی ربی فاذا رأیتہ وقعت ساجدًا
فیدعنی ما شاء اللہ ثم یقال لی ارفع رأسک سل تعطہ وقل یسمع واشفع تشفع فارفع راسی
فاحمد ربی بتحمید یعلمنی ثم اشفع فیحد لی حدًا ثم اخرجہم من النار وادخلہم الجنۃ ثم اعود
فاقع ساجدًا لمثلہ فی الثالثۃ او الرابعۃ حتی ما بقی فی النار الا من حبسہ القرآن (ای اخبر
بخلودہ بنحو قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ای لمن وجب علیہ الخلود) (بخاری شریف)
۵۴ ای اکل الحنطۃ ۱۲

عفو گو ہو گئی تقصیر مگر نادم ہوں ۔۔۔ نوحؑ کے پاس اگر جاؤ تو نکلے حاجت
لوگ جب اُنکے یہاں جائینگے کیا دیکھینگے ۔۔۔ نوحہ و گریہ سے خود غیر ہے اُن کی حالت
دیکھکر لوگوں کو فرمائینگے یہ حضرتِ نوحؑ ۔۔۔ وہ گنہ مجھ سے ہوے جس سے ہی مجکو خجلت
کیا شفاعت میں کروں جاؤ اُدہر ہیں خلیلؑ ۔۔۔ حق تعالیٰ سے ملا ہے اُنھیں عزِّ خُلّت
سب سے فرمائینگے روتے ہوئے یہ ابراہیمؑ ۔۔۔ کیا بیاں تم سے کروں اپنا میں حالِ نکبت
مجھ سے بھی تین خطائیں ہوئیں خاطی ہوں میں ۔۔۔ جاؤ موسیٰؑ سے کرو عرض تم اپنی حالت
حق سے کرتے ہیں کلام ان کا ہی القاب کلیم ۔۔۔ میں شفاعت کی نہیں اپنے میں پاتا قدرت
سن کے فرمائینگے موسیٰؑ کہ عزیزو مجھ سے ۔۔۔ قبطی اک مارا گیا جس سے ہے بے حد خجلت
الغرض سارے نبیؑ عذر ہی فرمائیں گے ۔۔۔ حشر والوں کی زبوں اور بھی ہو گی حالت
پھر کہیں گے یہ سب اب چلئے محمدؐ کے پاس ۔۔۔ یہ ہیں محبوب خدا نکلیگی ان سے حاجت
عرض سب جاکے کرینگے کہ گنہگار ہیں ہم ۔۔۔ عاصیوں کی کریں اب آپ شفاعت حضرت
عذر تقصیر بھلا کرنے کی قدرت ہے کسے ۔۔۔ دیکھ سکتے ہی نہیں قہرِ خدا کی سطوت
رہ گئے زندہ و سالم پسر ابراہیمؑ ۔۔۔ ہونے پائی نہیں کچھ ذبح کی اُن کو زحمت
ہوئے سبطین شہید آپکے وہ نورِ عین ۔۔۔ جن کے اخلاق سے تھی دونوں جہاں کو زینت
کربلا میں ہوئی کیا کیا نہ قیامت برپا ۔۔۔ آلِ اطہار پہ کیا کیا نہیں آئی آفت
ڈبڈبا آئینگے آنکھوں میں یہ سنکر آنسو ۔۔۔ جائینگے روتے ہوے سامنے حق کے حضرت
پوچھیگا خالق اکبر سببِ آہ و بکا ۔۔۔ آپ روتے ہوے سب عرض کرینگے حالت
ہوگا پھر رحمتِ غفار کو وہ جوش ذہینؔ ۔۔۔ بخشدی جائیگی اک لحظہ میں ساری امت

ذہینؔ۔ حیدرآبادی

ملہ وھومنع السوال بالیس بہ علم واثنان انہ لہ دعوۃ محققۃ الاجابۃ وقد استوفاہ بدعائہ علی اھل الارض ۱۲ ملہ وھو قولہ بل فعلہ کبیرھم وقولہ انی سقیم وقولہ لزوجتہ ھی اختی ۱۲ ملہ من ذاالذی یشفع عندہ الا باذنہ ۱۲ ملہ لا یشفعون الا لمن ارتضی ۱۲

۸۶

مدینۃ الرسولؐ

اے وفورِ شوقِ دل لے جذبہ کوئے حجاز　　لے چل اے ذوقِ تمنا اب مجھے سوئے حجاز
حور کی آنکھوں سے بہتر چشمِ آہوئے حجاز　　عطر عنبر بیز میں ڈوبی ہے خوشبوئے حجاز

سچ تو یہ ہے دردِ دل کا چارہ و درماں ہے تو
مرہمِ کافورِ زخمِ خاطرِ سوزاں ہے تو

اے مقدس سرزمیں اے غیرتِ خلدِ بریں　　اے بہارِ باغِ رضواں اے فضائے دلنشیں
ہر مکاں کو یہ شرف یہ مرتبہ ممکن نہیں　　لامکاں سے کم نہیں توقیر میں تیری زمیں

تیرا ہر ذرہ چمکتا گوہرِ نایاب ہے
ضوفشانی میں تو رشکِ مہرِ عالمتاب ہے

کسقدر تجھ میں کشش ہے مرحبا خاکِ حجاز　　خالقِ عالم نے ہیں تجھ میں بھرے پوشیدہ راز
ہو رہا ہے ہر دلِ مومن ترا پامالِ ناز　　جھک رہے ہیں شوق میں ہر سو سرِ عجز و نیاز

آنکھیں گو پتھرا گئی ہیں اشتیاقِ دید میں
ہے چراغِ زندگی روشن اسی امید میں

روح پرور ہے تری موجِ نسیمِ خوشگوار　　دلکشا و جاں فزا ہر سو فضائے لالہ زار
وادیوں میں ہی کیا نزہت فزا رنگِ بہار　　ذرے ذرے میں نظر آتی ہے شانِ کردگار

بارک اللہ ہر ادا تیری نشاط انگیز ہے
مثلِ جنت تیرا ہر منظر مسرت خیز ہے

ایک وہ دن تھا کہ تیرا نام تھا وحشت سرا　　چار سو تھی جہل کی چھائی ہوئی کالی گھٹا
لات کا بندہ ہبل پر کوئی تھا دل سے فدا　　ود و عزیٰ کا پڑھا جاتا تھا کلمہ جا بجا

جنگ جو قزاق قوموں کا تو مسکن تھا کبھی
کفر و ظلمت جہل و نادانی کا مخزن تھا کبھی

رحمتِ ہادیٔ مطلق سے ہوا جب انقلاب
جاگ اُٹھے کلمۂ توحید سے مصروفِ خواب

ارض بطحا سے ہوا طالع جو روشن آفتاب
ہوگیا نورِ ہدایت سے زمانہ فیض یاب

ہوگیا عالم منور خسروِ ذی جاہ سے
کفر و ظلمت مٹ گئی نور رسول اللہؐ سے

وہ نبیؐ جس سے ریاضِ دینِ حق پھولا پھلا
وہ نبیؐ جس سے اخوت کا سبق سب کو ملا

وہ نبیؐ جس کا لقب ہی شافعِ روزِ جزا
ہو مبارک اُس حبیبِ حق کا تو مدفن بنا

در جوارِ رحمتِ پاکت چو روزے جا کنم
من فدائے نامِ تو دنیا و مافیہا کنم

اوج۔ گیاوی

۲۸۶

قصیدہ

(نعت سرکائنات علیہ السلام والصلوٰت)

سامنے اپنے ہوا اک مہر محشر آشکار
فتنۂ دوراں عدوئے جاں بلائے روزگار

گورے رخ پر زلف کچھ بکھری ہوئی کچھ دوش پر
حسن آفت کا قیامت کی ادا ظالم نکھار

آنکھ جو پڑ جائے اُس پر نور سے معمور ہو
سر سے پا تک نور کا پتلا سراپا سج دھج وقار

مسکرا کر ناز سے بیدردنے ڈالی نظر
تیر سینے پر پڑا ایسا۔ ہوا جو دل کے پار

میں نے پوچھا کون ہے تو اے شہِ حسن و جمال
ہنسکے فرمایا کہ ملکِ دلبری کا تاجدار

میں نے پوچھا نام تیرا کیا ہے اے شمعِ مراد
ہنسکے فرمایا کہ میں ہوں رحمتِ پروردگار

تجھ پہ میں نازل ہوئی ہوں حکم سے اللہ کے
تو ہے مداح جناب احمدِ عالی تبار
مژدۂ جاں آفریں سنتے ہی وہ مطلع کہا
مطلع کونین خوبی پر ہوا جس کی نثار

اے رسول ہاشمیؐ اے ماہ اوج افتخار
تو ہے فخر انبیاء تو ہے حبیب کردگار

یا محمد مصطفےٰ قربان تیرے نام کے
یا محمد مصطفےٰ ہم نام پر تیرے نثار
نور تیرا تھا ازل کو جس نے روشن کر دیا
نور تیرا ہے رہیگا جو ابد تک بر قرار
حق کو تجھ سے عشق تھا بھیجا اسی سے سب کے بعد
انبیاء کرتے رہے دنیا میں تیرا انتظار
یا رسول اللہ تو ہے راحت و آرام جاں
یا رسول اللہ تو دلدادگاں کا ہے قرار
یا رسول اللہ تیری زلف ہے شام مراد
یا رسول اللہ تیرا نور ہے صبح بہار
تو امام المرسلیںؐ ہے تو شفیع المذنبیںؐ
تو شفاعت کر تو ہم طوفانِ محشر سے ہوں پار
یا رسول اللہ تو چشم کرم سے دیکھ لے
یا رسول اللہ ہم تیرے ہیں ترے امیدوار
یا رسول اللہ جان و دل ہیں آفت میں پھنسے
یا رسول اللہ آنکھیں ہیں ہماری اشکبار
یا رسول اللہ دل کی بیقراری دیکھ لے
یا رسول اللہ دل تیرے لیئے ہی بیقرار
یا رسول اللہ تجکو دیکھکر جیتے ہیں سب
یا رسول اللہ کرتی ہے تجھے ہر آنکھ پیار

یا رسول اللہ اپنا شاد کو تو شاد کر
یہ جگر یہ خستہ دل تجھپر فدا تجھپر نثار

جگر صدیقی بسوانی

مجموعۂ مضامین خواجہ حسن نظامی صاحب
چھپکر تیار ہو گیا اور دھڑا دھڑ بک رہا ہی آپ نے ابتک نہ منگایا ہو تو جلد منگا لیجیے ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲
المشتہر منیجر نظام المشائخ دہلی

۲۸۶

اپنے پیا کی میں جوگن بنی

خطاب بلبل سے!

او خوشنوا پرندے فریاد کرنے والے! — او اپنی زندگانی برباد کرنے والے
نالوں سے خوش دلوں کو ناشاد کرنیوالے! — معشوق بیوفا کو او یاد کرنے والے

گل کی تجھے تجسس میں رشک گل کی جویا
آ۔ مل کے ساتھ ڈھونڈیں، آ۔ عندلیب گویا

خطاب کوئل سے!

او میری کالی کوئل! او غم میں جلنے والی! — آواز تیری دلکش۔ کوکو تری نرالی
ماتم میں کسکے رنگت تیری ہوئی ہی کالی؟ — کسکی تلاش میں تو پھرتی ہے ڈالی ڈالی؟

دلچسپ میرا نالہ۔ دلکش تری صدا ہے
میں تیری ہمزباں ہوں۔ تو میری ہمنوا ہے

خطاب پپیہے سے!

بیچین کسلئے ہی۔ بیکل ہے کیوں پپیہا! — یہ حال کسکے غم میں۔ ہی ہی ہوا ہے تیرا؟
یہ کالی کالی راتیں۔ یہ وقت راحت افزا — دنیا تو سو رہی ہی۔ تو جاگتا ہے۔ یہ کیا؟

سچ ہے تجھے بھی غم نے برباد کردیا ہے
تیری زباں پہ پی پی۔ لب پر مرے پیا ہی

خطاب پروانہ سے!

او کشتۂ محبت! غم سے نہ ڈرنے والے! — او ننھے کیڑے! سر کی پروا نہ کرنیوالے!
او شمع محفل غم! جل جل کے مرنے والے — او جان دینے والے! جی سے گزرنیوالے!

شیدا میں نور کی ہوں۔ تو نار پر فدا ہے
منزل تو ایک ہی ہے۔ رستہ جدا جدا ہے

خطاب قیس سے!

او قیس عامری! تو کیوں پھر رہا ہے بن بن؟ ٹکڑے ہی کیوں گریباں؟ صد چاک کیوں ہے دامن؟
کیوں ہے جنوں سے الفت؟ انسانیت سے اَن بَن دشمن کا دوست ہے تو عقل و خرد کے دشمن!

تو خاک چھانتا ہے لیلےٰ کی جستجو میں
نکلی ہوں میں بھی گھر سے یثرب کی آرزو میں

اپنی حالت!

جوگن بنی ہوں میں بھی اپنے پیا کے کارن چھوڑا ہے دیس میں نے اک دلربا کے کارن
کرتی ہوں آہ و نالے اک خوش ادا کے کارن ہے چاک جیب و دامن۔ رنگیں قبا کے کارن

مثل حنا جہاں میں اب پائمال ہوں میں
تیغ مفارقت سے بسمل مثال ہوں میں

کیا شام بیکساں کی یارب سحر نہیں ہے؟ یہ چاندنی کی راتیں۔ رشک قمر نہیں ہے؟
کیوں کشتگان غم کی اُسکو خبر نہیں ہے؟ کیوں نخل زندگانی! تجھ میں ثمر نہیں ہے؟

اے ابر رحمت اینک چشمے بتو نہادم
چوں دانہ برامیدت در خاک او فتادم

رکتا نہیں کسی کے روکے سے منچلا دل سنتا نہیں کسی کی اک بات دل چلا دل
اللہ رے ڈھٹائی۔ جاتا ہے برملا دل اے ہمدمو! خبر لو۔ دیکھو کہاں چلا دل

دل میرود زدستم صاحبدلاں خدارا
دردا۔ کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا (حافظ)

سونا پڑا ہے پہلو۔ جب سے گیا ہے دل اس تن کے جو نہ پڑے ہیں گو یا کہ تھا دیا دل

ہیں۔ اور تجھ سے پوچھوں۔ ایجان کیا کیا دل اب اختیار تیرا۔ میں نے تو دے دیا دل
دل دیکے جان اپنی تیرے لیئے گنوائی
پھر بھی مرے کنھیا! دکھیا نہ یاد آئی

خطاب محبوب سے!

او خسرو حسیناں! او تاج دلربائی! اے رحمت دو عالم! اے علت خدائی!
الفت میں آہ راحت میں نے کبھی نہ پائی مشکل وصال تیرا، آفت تری جدائی
من شمع جاں گدازم تو صبح دلکشائی
سوزم گرت نہ بینم۔ میرم چو رخ نمائی (ملا اعظم)
او مست ناز آجا! او شہسوار آجا! او سرو باغ خوبی او گلعذار آجا!
آجا مرے چمن میں او نو بہار آجا! قربان تیرے آجا! تیرے نثار آجا!
اے بادشاہ خوباں! داد از غم جدائی
یک دم چو روح در تن۔ بدل حزیں بیائی
آئی برہ کی ماری تیرے لیئے بروگن درشن سے اپنے کردے دلشاد چشم روشن
ہاں کب سے رو رہی ہوں میں رکھکے منہ پہ دامن کب سے کھڑی ہے داتا! در پر ترے بھکارن
جوگن کی جھولی بھر دے او رام نام والے!
اُس بت کو رام کر دے او رام نام والے!
نکلی ہے گھر سے جوگن کفنی گلے میں ڈالے پاؤں میں پڑ گئے ہیں اب چلتے چلتے چھالے
گرنے کو ہوں زمیں پر۔ ہے کون جو سنبھالے یثرب نگر کے راجہ! او کالی کملی والے!
کرپا کی اک نظر ہو دکھیا پہ اپنے پیارے
بھولی نہیں میں تمکو۔ تم کیوں مجھے بسارے

امجد حیدرآبادی

اُے وہ، کہ تو سب کچھ ہے

میں کیا کہوں تو کیا ہے! ہاں پاسِ ادب کچھ ہے
کچھ بھی نہیں کہہ سکتا، اسکا بھی سبب کچھ ہے

ہے رنگِ حقیقت کچھ، اظہار کا ڈھب کچھ ہے
انجیل میں کچھ خطبہ، قرآں میں لقب کچھ ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

سب کچھ ہی تو اے آقا! کیا اس میں عجب کچھ ہے
اندازِ تعب کچھ ہے، اعجازِ طرب کچھ ہے

کل تیری ادا بھی کچھ اور تھی، اب کچھ ہے
مومن کی غرض کچھ ہے، کافر کی طلب کچھ ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

اللہ کا بندہ بھی، اور اُس کا پیمبر بھی
پابندِ علائق بھی، مسکیں بھی توانگر بھی

آلودۂ غربت بھی، اور حشمتِ کشور بھی
خود صاحبِ افسر بھی، خود غاشیہ بردر بھی

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

تو خلق کا مولا ہے، تو سرورِ عالم ہے
تو سرِ معظم ہے، تو خُلقِ مجسم ہے

تو شافعِ محشر ہے، تو شاہِ مکرم ہے
اے وصف سے بالاتر، جو کچھ بھی کہوں کم ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

مومن ترے شیدائی، کافر ترے سودائی
آنکھیں تری متوالی، دل تیرا تمنائی

پیدا تری ٹھوکر سے اعجازِ مسیحائی
کرتا ہے فلک تیری چوکھٹ پہ جبیں سائی

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

موسیٰ کا یدِ بیضا ہے دستِ کرم تیرا
یوسف کا رخِ زیبا ہے حسنِ قدم تیرا

بھرتا ہے دمِ عیسیٰ کس شوق سے دم تیرا
خلقت میں براہیمی مسلک ہے اتم تیرا

اے وہ، کہ تو سب کچھ ہے!

ہے دین ترا ناسخ ادیانِ گزشتہ کا   کچھ اور ترے دم سے نقشہ ہوا دنیا کا
مہماں تجھے کہتے ہیں سب عرشِ معلّٰی کا   اور عرش کو کہتے ہیں سایہ قدِ بالا کا

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

کہتے ہیں سب تجھے مولا مکّی بھی حجازی بھی   بندے ہیں بُخاری بھی خادم ہیں یمانی بھی
مشہور ہے دنیا میں وہ بندہ نوازی بھی   ممنون ہے جمہور کی اعجاز طرازی بھی

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

سایہ کہیں سورج نے دیکھا نہ ترے قد کا   تو نورِ الٰہی ہے غنچہ گُلِ سرمد کا
جو حُسن ہے بے حد ہے، جو وصف ہے بے حد کا   پھبتا ہے مگر تجھ پر ہر حرف محمدؐ کا

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

اُمت تری عاصی بھی، برباد بھی رسوا بھی   زحمت کشِ عقبیٰ بھی، ذلت کشِ دنیا بھی
تو رحمتِ عالم بھی، تو راحتِ عقبیٰ بھی   اُمت کی مصیبت کا لِلّٰہ مداوا بھی!

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

مختار ہے ہر شے کا، اللہ کے گھر میں تُو   ممتاز اجابت کے رنگ اور اثر میں تو
بھولا نہیں امت کو تسکین میں ڈر میں تو   پھر ہم کو ہے کیا کھٹکا ہے اپنی نظر میں تو

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

محتاج ہیں مضطر ہیں اے گیسوؤں والے ہم   بے ہمدم و ہادی ہیں اے گیسوؤں والے ہم
آوارہ ہیں ابتر ہیں اے گیسوؤں والے ہم   بھولے ہوئے بچھڑے ہیں اے گیسوؤں والے ہم

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

امید کے دریا میں طوفان سا برپا ہے   موجوں کا تلاطم ہے، کشتی ہے نہ بیڑا ہے
بدلا ہوا رخ ہم سے دنیا کی ہوا کا ہے   ادبار میں اُمت کی منجدھار میں نیّا ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

منزل ہے ابھی کوسوں، اور سخت اندھیرا ہے — چلنا ہے ابھی باقی، اور یاس نے گھیرا ہے
کہتے ہیں جسے دنیا وہ رین بسیرا ہے — اس عالم فانی میں اک آسرا تیرا ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

سرکار تری مولا دنیا میں نرالی ہے — محتاج ہیں سب تیرے سب کا تو ہی والی ہے
درجہ ترا اعلیٰ ہے، رتبہ ترا عالی ہے — امت کا ہر اک خادم تجھ سے ہی سوالی ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

حسرت یہ ہے آئندہ گردش نہ تعب کچھ دے — اسباب عنا دے کر سامان طرب کچھ دے
عقبیٰ کا نہیں وعدہ، دنیا ہی تو اب کچھ دے — دینے میں تردد کیا، مولا ہمیں سب کچھ دے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

ہم رنج و مصیبت سے امن اور اماں پائیں — ہاں اپنے نصیبوں کو دنیا میں جو ان پائیں
جو دل کی مرادیں ہیں دنیا میں یہاں پائیں — مر جائیں تو خالق سے گلزار جناں پائیں

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

ہم خلق میں ہیں رسوا، خلقت ہے تماشائی — کہتا ہے کوئی ہم کو وحشی کوئی سودائی
اب ضبط کا یارا ہے ہم میں نہ توانائی — محرومیم از استغنا، وقت است کہ باز آئی

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

ہمدم ہے تو بے بس کا، بے کس کا تو یاور ہے — تو ماویٰ دنیا ہے اور تو شافع محشر ہے
تو حامیٔ امت ہے، تو خلق کا رہبر ہے — تو دل کا مداوا ہے اب حصر تجھی پر ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

سب کچھ ترے قبضہ میں ہے دین بھی دنیا بھی — حسرت بھی ترے در پہ لاتے ہیں تمنا بھی
مرنا بھی ہے اپنے بس، بیکار ہے جینا بھی — کر اپنی عنایت سے کچھ کام ہمارا بھی

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

دنیا میں کہیں وہ تیغ افتادہ نہ ہو جائیں　　مجبور تہ دام صیاد نہ ہو جائیں
مقتول جفا ہائے جلاد نہ ہو جائیں　　ہم وقت سے پہلے ہی برباد نہ ہو جائیں

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

قوت ہی نہیں ہم میں گر گر کے سنبھلنے کی　　اس پیر فلک سے کچھ پیری نہیں چلنے کی
امید نہیں آقا، قسمت کے بدلنے کی　　معلوم نہیں اتنی کیوں دیر اجل نے کی

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

سب کچھ ہے تجھے آساں سب کچھ ہمیں مشکل ہے　　فریاد ہی مظلومی، ارمان بھرا دل ہے
ہم جانتے ہیں کب تو اس حال سے غافل ہے　　سب کچھ تجھے آگاہی، اے مرسل کامل ہے

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

بس دیر نہ کر آقا، اعجاز نمائی کر　　جو در پہ سوالی ہیں انکی بھی سنائی کر
زندان غم و ہم سے امت کی رہائی کر　　ہاں عقدہ کشائی کر ہاں عقدہ کشائی کر

اے وہ کہ تو سب کچھ ہے!

سیماب صدیقی الوارثی اکبرآبادی

نعت

جن و ملک ہیں خدام درگاہ　　رتبے سے تیرے ہو کون آگاہ
مقصد بر آئیں سب حسب دلخواہ　　یکرہ ترحم مجھ پر بھی اے شاہ
بیٹھے ہوئے ہیں ہم بھی سر راہ　　گزرے ادھر سے شاید وہ ذیجاہ
میں اور نہ لائے کفار گمراہ　　استغفر اللہ۔ استغفر اللہ
کافی ہیں تیرے سودائیوں کو　　جا نہائے روشن و لہائے آگاہ
اس نازنیں کی محفل میں اک دن　　لے چل مجھے بھی اے شوق ہمراہ
فرقت کی شب میں کیا ہو جو حسرت　　آجائے مجھ تک وہ شوخ ناگاہ

[illegible]

صدقے میں پیمبرؐ کے

اُس عارفِ کامل کے اُس ہادیٔ و رہبر کے
اُس صاحبِ باطن کے اُس مالک و سرور کے
اُس صورتِ زیبا کے اُس روئے منور کے
اُس کاکلِ پیچاں کے اُس زلفِ معنبر کے

صدقے میں پیمبرؐ کے

نام اُسکا محمدؐ ہے وہ رب کا دُلارا ہے
محبوبِ خدا وہ ہے اللہ کا پیارا ہے
ظلمت میں پھنسے جو ہیں وہ اُن کا سہارا ہے
روشن ہے جہاں سارا کیا حسن دل آرا ہے

صدقے رخِ انور کے

اُمّی ہے لقب اُسکا وہ شاہ دو عالم ہے
قرآن ہوا نازل کیا رتبۂ اعظم ہے
معراج ہوئی حاصل یہ مرتبہ کیا کم ہے
اوصاف کہوں تمسے یہ مجھ میں کہاں دم ہے

اُس شافعِ محشر کے

وہ روزِ قیامت کا وہ حشر کا ہنگامہ
سوکھی ہو زباں جسدم ہر شخص ہو پیاسا
بخشش کا بہا دے وہ ہم سب کیلئے دریا
حیران ہوں میں بیشک افضال کہوں کیا کیا

اُس ساقیٔ کوثر کے

باسط کی تمنا ہے بیمار مدینہ ہو
ہاں پیشِ نظر اُسکے گلزار مدینہ ہو
سودا زدہ یہ سر ہو۔ دیوار مدینہ ہو
بندے کی طرح پہنچوں سرکار مدینہ ہو

صدقے میں اُسی در کے

بتلائے کوئی مجھسے کس سمت مدینہ ہے
پہنچوں میں وہاں اُڑکر یہ دل کا تقاضا ہے
جو دلمیں ہے باسط کے وہ تجھپہ ہویدا ہے
پوری ہو مرے مولا یہ میری تمنا ہے

ہوں دفن وہیں مرکے

باسط بسوانی

روحی فداک اے نازنیں

تضمین بر غزل حضرت جامی علیہ الرحمۃ

در کشف سرِ سینہ ات صد سینہ چاک ای نازنیں — مثلت ندیدم در جہاں زیرِ سماک ای نازنیں
سر تا قدم پاک آمدی چوں جانِ پاک ای نازنیں — تو جانِ پاکی سر بسر نے آب و خاک ای نازنیں
واللہ ز جاں ہم پاک تر روحی فداک ای نازنیں

حبل المتین عاشقاں سر رشتۂ گیسوئے تو — جاں میدہد و مردگاں در یک نظر ہندوئے تو
اے پیکرِ معجز نما! دیدم عجب جادوئے تو — پاکاں نہ دیدہ روئے تو جاں دادہ اندر بوئے تو
اینک بگرد کوئے تو صد جانِ پاک ای نازنیں

در سینہ از پیکانِ غم افتادہ زخمِ کاری — جانِ حزیں آمد بجاں بگذشت از حد زاری
ہاں اے مسیحا دم بیا تا چند سہل انگاری — دارم ز غم بیماری بیمارِ غم را یاری
گر تو کنی غمخواری از غم چہ باک ای نازنیں

صحرا ز فیضِ گیسوت دشتِ غزالانِ ختن — از جامۂ زیبائے تو ہر زندہ دل سر در کفن
از فتنۂ رفتار تو برخاست ہر جا صد فتن — رفتی بگلگشتِ چمن گل دید لطفِ آں بدن
از ذوق او بر خویشتن زد جامہ چاک ای نازنیں

صد شکر رحم آمد ترا بر جان بجاں ابترم — کردی سبکسار از بلا قربان آں دستِ کرم
سر از تنم انداختی شد دفع ایں دردِ سرم — گر شد چو لالہ پیکرم غرقابِ خوں سے غم خورم
ایں بس کہ بر دل میبرم داغت بخاک ای نازنیں

جز تو ندیدم ماہ نے گشتم بعالم چار سو — بر آستانت آمدم بعد از ہزاراں جستجو
سر بر ندارم از درت اے مایۂ صد آرزو — جامی کہ دارد با تو خو ہرگز نتابد از تو رو
گر خود نہی بر فرقِ او تیغِ ہلاک ای نازنیں

امجد حیدرآبادی

۷۸۶

شمعِ حرا

ایک فلسفیانہ نعت کی تضمین

وہ غنچہ کھلا جو صورتِ گل وادیٔ عرب کے خاروں میں — وہ گل کہ تھی خوشبو جسکی بسی آبادِ صبا گلزاروں میں
وہ نور کہ برقِ طور بنا موسیٰ کیلئے کہساروں میں — وہ شمع اُجالا جس نے کیا چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں

گر غارِ ظلمتِ باطل میں اُس نورِ خدا کا شور نہ ہو — گر شمس و قمر کی منزل میں اُس ماہ لقا کا شور نہ ہو
گر بحرِ رواں کے ساحل میں اُس موجِ صفا کا شور نہ ہو — گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں، یہ نور نہ ہو سیاروں میں

بھٹکے ہوئے تھے جو قافلے سب جن کا نہ تھا کوئی رہنما — وادیٔ عرب میں انکے لیے اک غیب سے آیا خضر نما
جس نکتۂ مالا ینحل کا کوئی نہ ہوا تھا عقدہ کشا — جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا جو نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

اسرارِ الٰہی کھل نہ سکے منطق کی زبانِ فلسفہ سے — توحید کے عقدے حل نہ ہوئے حکمت کے بیانِ فلسفہ سے
مذہب کی ہے منزل دور بہت صحرائے گمانِ فلسفہ سے۔ — وہ جنس نہیں ایمان جسے لے آئیں دکانِ فلسفہ سے
ڈھونڈھے سے ملیگی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں

توحید کے دامن میں ہے کھلی ہر رنگ کی اک خوش رنگ کلی — اسلام کے گلشن میں ہے شفق اک پھول کی خوشبو سب میں بسی
اِک روشنیٔ شمعِ وحدت کی ہر چار طرف ہے پھیلی ہوئی — ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ
ہم مرتبہ ہیں یارانِ نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم

شفق رضوی

صرف (۷) کتابیں

مندرجہ ذیل سات کتابیں میری تازہ تصنیف و تالیف سے ہیں جو مختلف مطابع میں چھپی ہیں۔ اشتیاقین کے بیحد اصرار سے اپنی تصانیف منتشر کو میں نے ایک جگہ جمع کیا ہے۔ طرز تحریر و انداز انشا کا حال آپ سے پوشیدہ نہیں ہے اگر میرے بیانات واقعی آپ کی دلبستگی کا ذریعہ ہیں تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ یہ کتابیں مجھ سے طلب فرمائیں اور دیکھیں کہ ایک ہی مصنف نے سات مضامین کو کس عمدگی و برجستگی سے مرتب کیا ہے کتابوں کی تفصیل یہ ہے

بنت الرسول ص جنابہ محترمہ سیدہ حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جامع و مکمل سوانح عمری پیدائش سے وفات تک کے تمام کمال حالات صاف اور سادی زبان میں لکھے گئے ہیں سائز ۲۰×۲۹ قیمت ۵

زیور ایمان اس نام سے دو تین کتابیں اب تک چھپ چکی ہیں۔ مگر میرے خیال میں وہ سب بیکار سی ہیں اصلی کتاب یہ ہے۔ اسمیں میلاد شریف کا حال لکھا گیا ہے جو عورتوں کے لیے عورتوں کی زبان میں مرتب کیا گیا ہے عبارت نہایت سلیس ہے اور انداز بیان نہایت فصیح مضامین تحقیق و تلاش سے صحیح درج کیے گئے ہیں جابجا آسان نظمیں بھی قیمت ۸

مسائل النساء اس کتاب کا دوسرا نام "دینداربی بی" ہے جب بہشتی زیور کے خلاف پبلک کی صدائیں بلند ہوئیں تو میں نے عورتوں کی دینی و مذہبی ضروریات کا خیال کر کے یہ مبسوط کتاب لکھی۔ کوئی بات' کوئی مسئلہ کوئی تعلیم' اور کوئی سبق ایسا نہیں چھوڑا گیا جو عورتوں سے متعلق ہو اور اسمیں نہ ہو البتہ شرمناک باتوں کا ذکر واشگاف نہیں کیا گیا ہے زبان بالکل سادہ ہے کہ ایک معمولی لکھی پڑھی عورت بھی بے مدد صاحبان علم بھی ضرور تو سمجھے یہ آسانی واقف ہو سکتی ہے پھر لطف یہ ہے کہ تمام باتیں ایک قصے کے پیرایہ میں سمجھائی گئی ہیں۔ اسی کتاب میں "نظم میلاد" کا بھی ایک حصہ قائم کیا گیا ہے اور علحدہ تائیٹل پیج کے ساتھ اپنے موقع سے شامل کر دیا گیا ہے یعنی یہ کتاب بڑی محنت سے لکھی ہے اسلام حصہ کی ضخامت ہے۔ لکھائی چھپائی کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ میں آپ سے بزور درخواست کرتا ہوں کہ اپنے گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کے لیے آپ یہ کتاب ضرور منگوائیں۔ اسکی موجودگی میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ قیمت عہ

سوانح خواجہ غریب نواز رح ولی الہند شیخ المشائخ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری کی مکمل و مفصل سوانح عمری مع مستند نقشہ جات۔ بیسیوں سوانح عمریوں کے بعد یہ لائف لکھی گئی ہے جس آپ بھی دیکھ سکتے ہیں

تین پر ایک ۳ ؍

حصہ چہارم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت چار آنہ

ناگفتہ بہ!

حصہ پنجم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت چار آنہ ۴ ؍
اور شیخ سنوسی کا پہلا دوسرا تیسرا حصہ فوراً منگائیے جن میں آیندہ زمانہ کے
انقلابات اور موجودہ جنگ کے پُراسرار انجام کے حالات ہیں۔

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب

سفرنامہ مصر شام و حجاز۔ بالتصویر	ے	فلسفۂ شہادت	ا ر
ایضاً بلا تصویر	عہ	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	ا ر
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی صاحب	۸ ر	ایضاً بم دو پیسہ • ر بندوق	• ر
تسخیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر	۸ ر	ایضاً ہوائی جہاز۔ ر جرمن شہزادہ کی لاش	• ر
پیغمبری اشارہ کی اردو دعائیں	۴ ر	جیجہر کا اعلان جنگ	ا ر
غدر دہلی کے افسانے بالتصویر	۴ ر	دل کی مراد	ا• ر
رسول کی عیدی	۲ ر	اسرار	۴ ر
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو رح	۳ ر	آئیڈیل یعنی ہندو ویدانت کی کتاب	۸ ر
انتخاب اخبار توحید شہید	عہ ر	مکھی کا میدان جنگ	• ر

یہ سب کتابیں کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

اور ایک نہایت حسین خوش رو جوان سے شادی کرنا چاہتی ہوں !!!!!!

رنگیلے چھبیلے حسن کے دلدادہ نوجوانو! خبردار ہو جاؤ

حسن خوبصورتی پیدا کرنے والا چہرے کی رنگت سفید چمکدار کرنے والا

پری جمال صابن

جو ایک خاندانی طبیب کی ایجاد ہے جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں نام پیدا کر لیا ہے
فوراً منگا کر استعمال کریں یہ صابن تازہ تازہ خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے۔ کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف
سات روز ملکر نہانے سے گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت اور مخمل کی مانند ملائم ہو جاتا ہے مہاسے دور کرتا ہے
فی بکس تین ٹکیہ مع صابن دانی ایک روپیہ (عہ) ۱

روغن پری بہار گیسو دراز

یہ سر میں لگانیکا خوشبودار پر بہار تیل بالوں کو خوشنما بناتا ہے خشکی رفع کرتا ہے۔ بالوں میں نرمی۔ لچک و چمک
بے انتہا پیدا کرتا ہے۔ بال لمبے اور ریشم کی طرح ملائم ہو جاتے ہیں۔ اسکی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ
معطر رہتا ہے فی شیشی ۱۰ تولہ قیمت ایک روپیہ (عہ) ۱

حکیم محمد یعقوب خاں مالک دواخانہ نورتن دہلی فراشخانہ

شائع ہو گیا قرآن مجید معری حنا شدہ

یہ قرآن مجید متوسط التقطیع خط نہایت پاکیزہ چھپائی صاف کاغذ سفید ستھرا ہے۔ مبتدیوں کے لیے اس سے بہتر قرآن
مجید شائع نہیں ہوا صحت کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک لفظ کی ذمہ داری باوجود کاغذ کی گرانی کے ہدیہ مجلد ۱۲/

انگلش ٹیچر یعنے انگریزی سکھانے کی آسان کتاب

اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے سیکھنا چاہتے ہیں تو اس انگلش ٹیچر کو ضرور منگایئے۔ اس لاجواب
کتاب میں گرامر ٹرانسلیشن ایڈیم اور لیٹر رائٹر وغیرہ درج ہیں لفظوں کے معنی اور تلفظ سلیس اردو میں لکھے گئے
ہیں۔ ہر محکمہ و عدالتی و ہر موقع کے فقرے تقریباً بتیس قسم کے خط بھی درج ہیں ۵۶ صفحہ مجلد قیمت صرف عہ

المشتہر ایچ۔ محمد یوسف خاں منیجر شہرت ایجنسی دہلی

دنیا کی آبادی میں چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷

جلد ۸ نمبر ۴

ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

۷۸۶

نظام المشائخ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم سوم　　　　قسم سوم

روحانی تشفی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ

جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواہر زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۴؍

مقام اشاعت دارالسلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

آجکل

نظام المشائخ دوہرا

نکل رہا ہے اور روز بروز اسکی اشاعت میں ترقی ہے۔ مشتہرین ضرور اپنے اشتہار اسمیں درج کراکر فائدہ اٹھائیں

نرخ نامہ

مقدار	ایک بار	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
¼ صفحہ	عہ/	مجر/	للعہ/	[illegible]
نصف صفحہ	۶/	صہ/	لعہ/	صہ ۵
پورا صفحہ	للعہ/	عہ ۵	مہ ۵	سہ ۵

نظام المشائخ کے قواعد و ضوابط

(۱) نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رح کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے۔ مضامین اسمیں مذہبی، اخلاقی، اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاپردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے (۲) اگر رسالہ ۶ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے دس بارہ تک انتظار کیجیے۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیے۔ کیونکہ زیادہ زمانہ گزرنے پر شاید پرچہ ختم ہو جاوے اور نہ مل سکے (۳) جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو۔ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیں۔ ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانہ کو کردینی کافی ہے (۴) خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ نہایت صاف و خوشخط لکھیے۔ اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے۔ جوابی امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

نظام المشائخ

نمبر | بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۵ ہجری | جلد ۱۶

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فلسفۂ توحید	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳
۲	واردات قلب	جناب ماسٹر احمد حسین صاحب صوفی فریدآبادی	۸
۳	امریکہ کے پیغمبر کا معجزہ	جناب مولوی شبیر حسین صاحب (علیگ) مارہروی	۱۵
۴	زلزلہ اور قرآن	جناب مولوی طیب علی عبد الرسول صاحب جلپوری	۲۰
۵	الوداع	جناب مولوی احمد سعید صاحب دہلوی	۲۹
۶	حمد	جناب فخر الشعراء آغا شاعر قزلباش دہلوی	۳۶
۷	نعت	جناب مولوی الف دین صاحب نفیس وکیل کیمبلپور	۳۶
۸	نعتیہ قصیدہ	جناب قاضی بدر الحسن صاحب بدر جلالی بی اے۔ علیگڈھ	۳۷
۹	مصطفےٰ اور ہم	جناب پروفیسر غلام محمد صاحب طور ایم اے سیالکوٹ	۳۹
۱۰	کملی والے کی یاد میں	جناب مولانا ارشاد نظامی اکبرآبادی	۴۱
۱۱	یار کے جلوے	جناب منشی چند سروپ صاحب چاند۔ لاہور	۴۲
۱۲	دل مجروح کے ٹکڑے	جناب مولوی سید محمد حنیف صاحب مفتی نکودر	۴۴
۱۳	رباعیات امجد	جناب مولوی سید احمد حسین صاحب امجد حیدرآبادی	۴۵
۱۴	تازہ غزلیں اور نعتیں	مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب شاد۔ حضرت قدسی۔ رضا۔ قمر۔ بسمل	۴۶
۱۵	اسرار الصلوٰة	حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ	۴۹
۱۶	اصنام العرب	جناب مولوی سید ظفر احسن صاحب علوی شاہ ثری	۵۰

یارانِ نظام المشائخ

ذیل میں اُن حضرات کے اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے گزشتہ مہینے نظام المشائخ کی نئے خریدار پیدا کر کے یا خود خریدار بنکر مدد فرمائی +

جناب محمد اسمٰعیل صاحب صراف ڈرو نے جناب محمد عمر صاحب ڈرو کو۔ جناب حکیم غلام محمد یوسف صاحب ڈرو نے جناب میاں خان محمد صاحب لاڈیسول کو۔ جناب منشی عبد المجید صاحب نے جناب منشی ذکیر الدین محمد یعقوب صاحب موضع مذہبور کو۔ جناب بابو غلام محمد صاحب جمانسی نے جناب بابو امیر علی صاحب کالی سندہ دریا کو جناب محمد سیاست علی صاحب شاہد نے جناب ر۔خ صاحب قصبہ گڈہی بہلول کو۔ جناب منشی میر امام علی صاحب ڈرائینگ ماسٹر مدرسہ جالندہر کن نے جناب مولوی محمد شریف صاحب ۔۔ وگاراول مدرسہ مذکور کو۔ جناب منشی عنایت الہی صاحب منگلو والی نے جناب منشی محمد یار خان صاحب ضلعدار منگلو والی کو۔ جناب قاضی بدر الحسن صاحب مدیر جلالی (علیگڈہ) نے جناب مولوی ضیاء الحسن صاحب علیگڈہ کو۔ جناب چودہری احمد خان صاحب نے جناب مستری حق نواز خان صاحب مقام رحیم یارخاں کو۔ جناب فضل عظیم صاحب مالک جارج کورونیشن ہوٹل دہلی نے جناب حاجی نذیر علی صاحب درگاہ شریف اجمیر کو۔ جناب محمد یوسف صاحب ناظر چیلاونی نیمچہ نے جناب بابو عبد اللطیف صاحب کو۔ جناب فضل الٰہی صاحب نے سیٹھ محمد علی برادرس سوداگران سیستان کو۔ جناب محمد عبد الرشید صاحب نے جناب مولوی ظفر حسن صاحب زمیندار دہام نگر کو۔ جناب محمد حسن صاحب نے جناب محمد شریف صاحب اینجی کو۔ جناب محمد عبد الخالق صاحب نائب محاسب محبوب نگر نے جناب سید پیراں صاحب اوکمنڈ کو۔ جناب ماسٹر حمزہ خاں صاحب نے جناب کریم خان صاحب ناندرہ کو۔ جناب مولوی عبد الصمد خان صاحب نے جناب شیخ محمد صاحب کہنڈالہ کو جناب مولوی عبد العزیز صاحب راولپنڈی نے جناب شیخ بشیر احمد صاحب قادر شکر گڈہ کو۔ جناب سید پیر صاحب نے جناب عبد اللطیف صاحب جناب عبد الشکور صاحب کو۔ جناب قاضی ابو الحسن صاحب حسن تجارہ نے جناب مولوی قاضی محمد سراج الدین صاحب داروغہ کسٹم ومسوبہ کو۔ جناب ماسٹر محمد حمزہ خان صاحب ناندرہ نے جناب شیخ امام خان صاحب ناندرہ کو۔ جناب مولوی سید احمد شاہ صاحب بمبی نے جناب مولانا ابو محمد اسمٰعیل صاحب بمبی کو **خریدار بنایا** (باقی برصفحہ ۶۵)

خاکسار ایڈیٹر

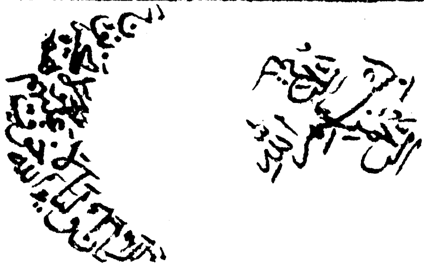

نظام المشائخ

فلسفۂ توحید

شرک سے خدا کو کیوں نفرت ہے؟

تیرے قدِ زیبا کی قسم۔ میری آنکھ نہیں چاہتی کہ کوئی دوسری نگاہ تجھ پر پڑے میں ہر رقیب کی شرکت ناپسند کرتا ہوں۔ کیونکہ میرا خدا بھی شرک سے نفرت کرتا ہے۔ کیا معلوم نہیں؟ ہر مذہب کی بنیاد توحید ہے۔ اور ہر پیغمبر یہ پیام لیکر آیا کہ خدا کی ذات و صفات میں شرک نہ کرنا۔ توراۃ نے۔ انجیل نے۔ وید نے ہزاروں برس پکارا کہ شرک برا ہے۔ اور قرآن تو اس معاملہ میں اس قدر سخت نکلا کہ اس نے کہا ہر گناہ معاف ہو سکتا ہے۔ مگر شرک کی معافی نہیں ہے۔ یعنی آخرت میں خدا چاہے گا تو سب گناہوں کی معافی دیدے گا۔ لیکن اس نے عہد کیا ہے کہ شرک کو معافی نہیں ملیگی۔

کیوں صاحب! شرک میں ایسی کیا بات ہی۔ زنا اس سے بڑا ہی۔ چوری شراب خواری۔ بیشمار قصور ہیں جو ظاہر میں شرک سے بڑے نظر آتے ہیں۔ شرک تو ان گناہوں سے زیادہ نہیں ہی۔ بس اتنی سی بات ہی کہ خالق کے سوا مخلوق کے آگے ذرا سر جھکا دیا جاتا ہی۔ خالق جیسی اس مخلوق سے بھی محبت کرلیجاتی ہی +

شرک کا فلسفہ

شرک کا فلسفہ غور کرنیکے قابل ہی۔ اور ہم اپنے ہی اوپر غور کرنے سے اس فلسفہ کو معلوم کرسکتے ہیں۔

پہلے جانوروں کو اور درختوں کو دیکھنا چاہیے۔ ان میں بھی قدرت نے شرک سے بیزاری کا مادہ پیدا کیا ہی +

جس زمین پر آم کے درخت زیادہ ہوں وہ زمین اجنبی درختوں کو سرسبز نہیں ہونے دیتی۔ کیونکہ وہ اسکو شرک سمجھتی ہی۔ جہاں کھجوریں بہت ہوں۔ نیم بہت ہوں کیکر بہت ہوں۔ غرض جس جنس کے درخت زیادہ ہوں گے وہاں غیر جنس کے پودے فروغ نہیں پاسکتے۔ کیکروں میں نیم ہوسکتا ہی اور ہوتا ہی مگر بیچارہ کیکر کی طرح بڑھتا نہیں۔ سہما سہما۔ ڈرا ڈرا۔ سکڑا سکڑا کھڑا رہجاتا ہی +

اونچے درختوں کے سایہ میں چھوٹے پودے سوکھ جاتے ہیں۔ ڈارون اس سے کچھ اور نتیجہ نکالتا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ اونچا درخت نیچے پودوں کو مشرک سمجھتا ہی کیونکہ قدرت نے اسکو اس زمین پر اونچا ہونے کا حق دیا تھا۔ یہ ننھے ننھے پودے کہاں سے آگئے۔ کھیت میں تو خود آدمی اجنبی گھاس کو کھود کر پھینک دیتا ہی۔ کیونکہ وہ اپنے کھیت کی وحدت میں اغیار کا شرک کھیتی کے لیے نقصان رساں تصور کرتا ہی +

ایک شیر نہیں چاہتا کہ اسکے جنگل میں دوسرا شیر آئے۔ ایک بچا گوارا نہیں کرسکتا کہ گائیں کے گلہ میں کوئی دوسرا سانڈ قدم رکھے۔ جب وہ کسی اور سانڈ کو دیکھتا

ہی تو پھنکارتا ہی۔ پاؤں سے۔ سینگ سے زمین کھودتا ہی۔ نعرے مارتا ہی۔ اور دوڑ کر ٹکر لڑنے جاتا ہی۔ پہر یا قسمت یا نصیب یا تو دشمن کو مار بھگایا۔ یا خود پٹ کر بھاگ گیا۔ سب جانوروں میں یہی حال ہی ۔ ہر ایک غیرت وحدت رکھتا ہی۔ اور شرک برداشت نہیں کرسکتا۔ یہاں چند جانور بے غیرت و بے حمیت بھی ہیں۔ مثلاً کتا د سوٗر۔ قدرت نے ان کو نمونہ بنایا ہی مشرک انسانوں کی حالت کا۔ کیونکہ وہ بھی بے حمیت و بیغیرت ہوتے ہیں۔ اور اس طرح گویا وہ کتے اور سوٗر ہیں۔ اصل میں جو مرد ہو وہ موحد ہی جس میں مردانگی کی حرارت ہی وہ شرک کا دشمن ہی۔ خیال نہیں کیا؟ سانڈ مرد ہوتا ہی۔ شرک سے نفرت رکھتا ہی۔ او بیل کی مردانگی خراب کر دی جاتی ہی۔ اسواسطے اسکو شرک کی کچھہ پروا نہیں ہوتی +

انسانوں میں بھی غیرت وحمیت اُنہیں قوموں میں ہی جو مردانگی کی قوت زیادہ رکھتی ہیں اور جو خدا کے مسئلہ توحید پر ایمان رکھتی ہیں +

ایک آدمی اپنے محبوب و مطلوب میں کسی کی شرکت گوارا نہیں کرسکتا اور اسپر اپنی جان قربان کر دیتا ہی۔ جب اسکو رقیب کی شرکت کا علم ہوتا ہی +

رقابت کا سلسلہ

رقابت کا سلسلہ آدمیوں کے ہر کام میں پایا جاتا ہی۔ کچھ محبت و عشق میں ہی مخصوص نہیں۔ آجکل کی جنگ یورپ میں دیکھہ لو۔ یہی سلسلہ رقابت خون بہا رہا ہے ہر قوم چاہتی ہی کہ اُسکی عزت۔ اُسکی آن بان۔ اُسکے بول کی بڑائی میں کوئی دوسری قوم شریک نہو۔ جو زندہ اور مرد قومیں ہیں وہ شرک کی مخالفت میں جانیں مٹا ہی ہیں جو مردہ اقوام ہیں اُنکو شرک کی پروا ہی نہیں ہوتی +

نظارۂ قدرت سے سبق

قدرت و فطرت کے اس عالمگیر نظارہ سے ہم نے سمجھ لیا ہوگا کہ خدا نے اپنی

وحدت کی محبت اور شرک کی عداوت کھول کھول کر سمجھائی ہے +

جیسے تم شرکت اغیار برداشت نہیں کرسکتے اور کہتے ہو۔کہ ؎

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری

اسی طرح تمہارا خدا بھی شرک سے نفرت رکھتا ہے۔ اور اسکو شرک سے از حد عداوت ہے۔ محبت کا جوش شرک کا دشمن ہے۔ غیرت مردانگی شرک کی مخالف ہے۔ چونکہ خدا بندوں کا عاشق ہے۔ اور سب سے بڑا غیور ہے۔ اس واسطے اُسکو گوارا نہیں ہے کہ اس کے بندے کسی غیر کا دم بھریں۔ کسی اور کو خدا کے سوا چاہیں +

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرکت پر اظہار نفرت

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی شرکت اغیار کے مخالف تھے۔ ایک دفعہ کوئی شخص توریت پڑھ رہا تھا آپ نے دیکھا تو نہایت برہم ہوئے +

کیوں؟ برہمی کا کیا سبب؟ توریت تو وہ کتاب ہے جس کی تصدیق قرآن نے کی ہے۔ مگر یہاں بھی وہی شرک کا خیال تھا کہ جب تمہارے پاس قرآن موجود ہے تو دوسری کتاب سے کیوں جی لگاتے ہو +

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو تیری بات کو دوسرے کی بات پر تیری صحبت کو دوسرے کی صحبت پر۔ تیری خوشی کو دوسرے کی خوشی پر ترجیح دے وہ تیرا دوست نہیں ہے۔ اسکی دوستی سے ہاتھ اُٹھائے +

اس مقولے میں بھی وہی شرک کا جذبہ کام کرتا ہے یعنی وہ تیرا دوست کیا ہوگا۔ جو دوسرے کی محبت کا دم بھرتا ہو +

نتیجہ

نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ ہم لوگ منہ سے لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ اور قبروں سے۔ پیرزادوں سے۔ تعزیوں سے۔ دکیلوں سے۔ ڈاکٹروں سے۔ حاکموں سے تعلق خدا کا سا رکھتے ہیں

اور اپنے کاموں میں خدا کا اتنا خیال نہیں کرتے جتنا ان اغیار کا رکھتے ہیں ۔

پھر اگر خدا بسبب جوش رقابت ہماری ناک کاٹے۔ ہم کو ٹھکرائے۔ ہم پر قہر نازل کرے۔ تو بالکل حق بجانب ہے ۔

اے لوگو! اے مسلمانو! تاویل نہ کرو۔ حدیث رسولؐ میں خبر ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔ جس میں شک و شبہ ہو اُسکو چھوڑ دو۔ جو بے شبہ ہو اسکو اختیار کرلو ۔

میں اہل قبور میں پیدا ہوا ہوں۔ مگر جب وحدت کا نام آئیگا۔ شرک کا خیال کروں گا تو کانپ کر اور رو رو کر کہوں گا کہ قبروں میں بھی شرک کیا جاتا ہے۔ اسکو بھی ترک کرنا چاہیئے۔ کسی بزرگ کی قبر کے آگے سر نہ جھکاؤ۔ کسی سے مراد نہ مانگو کہ خدا اس فعل کو اپنی وحدت کے منافی سمجھتا ہے ۔

آل رسولؐ کی محبت ایمان ہے مگر وہ جب خدا کے ماتحت ہو۔ اتنا نہ بڑھو کہ خدا کو بوئے شرک آنے لگے۔ تم تو اہل بیت اور پیر فقیر کے آگے کبھی خدا کا خیال ہی نہیں کرتے تمہارے دلوں میں۔ تمہاری زبانوں پر خدا کی محبت اور اس کی وحدت کی یاد نہیں سُنی جاتی ۔

ڈرو۔ خدا اپنی ذات و صفات میں اپنے محبوبوں کی شرکت بھی گوارا نہیں کر سکتا اسی واسطے میں نے یہ فلسفۂ توحید لکھا کیونکہ مجھے اپنے بھائیوں سے حق کی وصیت کرنے کا حکم ہے ۔

حسن نظامی

نظام المشائخ کے قواعد و ضوابط

ہر مہینے اسکے ٹائیٹل کی دوسری طرف شائع کیے جاتے ہیں مگر اکثر حضرات انہیں نہیں پڑھتے۔ یا اُن کا خیال نہیں رکھتے۔ اور جب کبھی کوئی موقع شکایت کا آتا ہے تو ناراض ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں اسکی وجہ انکی عدم پابندی قواعد و ضوابط ہوتی ہے۔ خدا کرے کہ اُن سطور ہی کا کچھ اثر پڑے ۔

منیجر

واردات قلب

حبیبِ خدا کی عدیم النظیر خصوصیات

دینِ حق کا اصل بانی تو خود وہی وحدہٗ لاشریک ہے۔جس نے ہمیشہ اپنی حکیمانہ مصالح کے ماتحت اور ضرورتِ وقت کے مناسب حال اپنے ہزاروں لاکھوں انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام دنیا میں مبعوث فرمائے کہ غافل مخلوق کو دین کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ اور نجات کی سیدھی راہ دکھلائیں۔ اُس نے اُن کی ذات میں گویا آسمان سے ایسے وجود نازل فرمائے جو الٰہی پیغام پہنچانے کی دُھن میں اتنے سرشار و منہمک ہوتے تھے کہ سفلی علائق سے انہیں کچھ واسطہ ہی نہ تھا۔گو بظاہر دیکھو تو لوازماتِ بشریت بھی اُنکی ذات سے وابستہ ویسے ہی پائے جاتے تھے جیسے دوسرے انسانوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ (انما انا بشر مثلکم ولکن یوحی الیّ) پس سچا مذہب تو وہی اسلام ہے جس کی تمام انبیاء و مرسلین منادی کرتے۔ اور دنیا کو اسکی طرف بلاتے رہے۔لیکن آہ۔کہ اللہ پاک کے برگزیدوں میں ایک بھی ایسا نہ ملیگا۔جس کی ہنسی نہ اُڑائی گئی ہو۔اور جسے روحانی مریضوں سفلی تعلقات و خواہشات کے پابندوں نے ایذا نہ دی اور طرح طرح سے مخالفت نہ کی ہو (یٰحسرۃً علی العباد ما یاتیھم من رسول الا کانوا بہ یستھزءون)+

چونکہ حبیبِ خدا (صلے اللہ علیہ وسلم) جامع کمالات نبوت و رسالت تھے اس واسطے جو شخص اسلام کی ہسٹری پر ایک نظر ڈالنا چاہے۔اسکے لیئے بالیقین کافی ہوگا کہ آپؐ کی اکیلی ذات بابرکات کے حالات کا سرسری مطالعہ کرلے۔یہ کوئی بے بنیاد لاف و گزاف نہیں۔بے شک ہو وہ اُن پاک سوانح کی تفصیلات پر تدبر کرکے

انشاءاللہ ضرور پتہ لگا سکیگا کہ جو محاسن دیگر انبیاء میں فرداً فرداً تھے وہ آپؐ میں سب کے سب جمع تھے۔ اور جو سائل محامد انہیں علیحدہ علیحدہ کر کے حاصل تھے انکا مجموعہ آپ کو عطا ہوا۔ صداقت کی فتح بعینہٖ جن جن صورتوں میں ان کے وقت کے بعد دیگرے ہوتی رہی۔ ان ساری صورتوں میں آپکو بکثرت فتوحات دی گئیں کسی نے خوب کہا ہے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری　　آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپکے رسول برحق ہونیکے کھلے کھلے نشانات اسقدر ہیں کہ اور کسی نبیؑ کے حالات میں ہرگز نہ ملیں گے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں انبیائے سابقین اور ان کے مخالفوں کے جو جو عبرت انگیز و سبق آموز حالات مذکور ہیں ان کا بیان فرمانا علیم و حکیم ذات واحد نے ضروری سمجھا تاکہ اُسکے پیارے نبی آخر زماں کی کامیابی اور دشمنانِ دین کی تباہی و ذلت کے لیے ایک جامع و زبردست نشان کی صدیوں پہلے سے پیشین گوئی قرار پائے جو تاقیامت طرح طرح سے پوری ہو کر آپؐ کے اور اسلام کے لیے عدیم المثال مابہ الامتیاز ہو گیا کوئی غیر مسلم اپنے پیشوا کی ذات میں یہ خصوصیت دکھلا سکتا ہے؟ ذرا غور کیجیے کہ کیا خدائے علیم و حکیم کی کتاب پاک معاذاللہ کوئی قصے کہانیوں کا مجموعہ ہے؟ یا لایعنی و دوراز کار باتوں کا ایک بے مغز فسانہ ہے؟ لا واللہ لا۔

غرضکہ ہمارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیات تو ساری ہی ایک سے ایک بڑھکر اور بے عدیل ثابت ہونگی اگر کوئی منظر انصاف اور چشم بصیرت سے انپر غور کرے۔ لیکن اس مختصر مضمون میں ایک خصوصیت کا ذکر خیر مقصود ہے۔ وہ کیا؟ یہ کہ اسلام اپنے نام اور کام دونوں کے لحاظ سے ایک ہی دین حق اور نجات کا یقینی ذریعہ ہے [illegible] بالکل مخصوص ہے کہ اسلام کے نشو و نما [illegible]
[illegible] جسکے ذریعہ انسان نجات کی منزل مقصود پر پہنچتا ہے [illegible]

عیسائی۔ بدھ وغیرہ اپنے دین وہرم میں یہ امتیاز و فرق نہیں دکھلا سکتے +

اب رہا وہ کام جو اسلام نے دنیا میں کیا یا قیامت تک کرتا رہیگا یا اُس کے پیرو کو میدانِ عمل میں جو جو کچھ کرنا پڑتا ہے اُسکی تفصیل بلا مبالغہ ایک دفتر بے پایاں ہے۔ ایک شخص واحد کی مختصر زندگی کے حالات اور تاریخ واقعات ہی کا صحیح معنوں میں احاطہ نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ اُس دین متین اور اُسکے رسول امینؐ کے متعلقات زندگی کا فی الواقع جامع طور پر حیز تحریر یا تقریر میں آنا جو ہزاروں لاکھوں معمولی انسانوں کا نہیں بلکہ انبیائے اولوالعزم علیہم السلام کی خصوصیاتِ حیات کا جامع ہے۔ جسکے کمالات اور سچائی کے نشانات یوم الآخر تک ختم نہیں ہوسکتے +

محض لطیفہ نہیں بلکہ ایک امر واقعی ہے کہ اول تو ہر وہ شخص جس نے آپ کو نہ بچشم خود دیکھا اور نہ آپ کی صداقت کے دلائل پر کما حقہ غور کر کے آپؐ کے حلقہ بگوشوں میں شامل ہونے کو اپنی سعادت سمجھا ایک کھلا ہوا نشان ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سچائی کا +

سوال ہوسکتا ہے کہ اس طرح تو تمام انبیائے بانیانِ مذاہب یا خانہ ساز ریفارمر بھی راست باز اور عدیم المثال ثابت ہونگے۔ یہ سچ ہے مگر اُنکے راست باز ہونے میں تو اسلام کا کچھ نہیں بگڑتا۔ جہانتک وہ فی الحقیقت برحق یا خدام دین حق تھے۔ لیکن پھر ان میں سے ایک پر بھی عدیم المثالی کا اطلاق نہیں ہوسکتا +

یوں تو اسلام کے علمی محاسن و برکات جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا بے شمار ہیں لیکن ایک معمولی خصوصیت جو کسی لفاظی کا کرشمہ نہیں بلکہ بفضل خدا بربنائے واقعات ہر وقت باآسانی ثابت ہوسکتی ہے۔ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا پیشکردہ دین (اسلام) اپنے حقیقی پیرو کے لیئے قدم قدم پر بلکہ بات بات میں ایک سچی تسکین و راحت بہم پہنچاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو شخص بظاہر آپکے غلاموں میں شامل نہو۔ مگر عملی طور پر آپکی شریعت

حقہ کے اصول و احکام پہ کاربند ہو۔ نہ بھی اُن فیوض و برکات سے محروم نہیں بتاہل حق کے بظاہر تابع اپنے نزدیک واحد اجارہ دار بنے بیٹھے ہیں۔ اور اس غلط فہمی و غفلت کا عبرتناک انجام یہ کہ خدائے تعالیٰ تو اپنی کتاب مجید میں یہ عالمگیر قانون بیان فرمائے کہ ہم اپنے رسولوں اور اُنکے ساتھ مومنوں کی ہی جیتے جی امداد و نصرت کیا کرتے ہیں (اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا) مگر مسلمانان عالم کی موجودہ دردناک حالت گویا اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ قانون معاذ اللہ۔ توبہ توبہ۔ بڑا گنتی ہے۔ یا منسوخ ہو چکا۔ اور اصل میں مسلم کا لفظ ہی عبارت ہے اُس قوم سے جس کے افراد قوم موسیٰ کی طرح خدا جانے کیوں ذلت و مسکنت کیلئے وقف کر دیئے گئے ہیں۔ اس بارہ میں مزید غور کرنے سے ساتھ ہی یہ بات بھی نکلتی ہے کہ یا تو اسلام کا خدا اب وہ خدا نہیں رہا جو پہلے کسی وقت تھا۔ یا معاذ اللہ وہ اپنے وعدوں کا پابند نہیں یا اپنے قول و قرار بھول گیا ہے۔ یا سرے سے یہ الٰہی قانون ہی نہیں۔ اور یہ تمام صورتیں غیر ممکن لغو۔ اور از روئے کلام الٰہی باطل ہیں۔ ہاں اگر کسیکو ذات باری کی نسبت اور نفس مذہب ہی میں وساوس شیطانی گھیرے ہوتے ہوں تو اسکا ذکر نہیں۔ اور ایسے لوگ ہمارے مخاطب بھی نہیں ✦

جس راحت و سکینت کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اُسکی ایک عملی مثال ذیل میں ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے۔ شاید کسی دوست کے لیئے سودمند ہو۔ بشرطیکہ غور فرمائیں۔ اور اپنے روزانہ زندگی میں سچ مچ اسکا تجربہ کر کے یہ جاننے کے خواہشمند ہوں کہ اسلام درحقیقت قدم قدم پر بلکہ بات بات میں اپنی سچائی اور بے نظیری کے زندہ ثبوت پیش کرتا ہے ✦

فرض کرو کہ اسلام کا ایک ادنیٰ خادم۔ حبیب خدا کا نہایت ہی ناچیز نام لیوا[1] کسی دوست باکرم فرما سے ایک وعدہ کرتا ہے۔ مگر دین دنیا کے مشاغل و تفکرات میں وہ ایفائے

[1] یہ ادنیٰ ناچیز کے الفاظ بطور رسم و تکلف کے نہیں بلکہ اس امر کے اظہار کیلئے ہیں کہ جب حضور کے حقیر ترین غلام

وعدہ کا میعاد معینہ کے اندر باوجود کافی مہلت کے پہلے سے موقع نہیں پاتا اور جب وقت موعود میں تین چار دن باقی رہجاتے ہیں تو سوء اتفاق سے خرابیٔ صحت کا بھی عذر واجبی پیدا ہوجاتا ہے۔ مگر تاریخ مقررہ سے صرف دو روز قبل رات کو شدت تپ کی حالت میں جبکہ اہل و عیال بھی اپنی علالت کے سبب مزید پریشانی و حواس باختگی کا موجب ہوسکتے ہیں۔ اسے خیال آتا ہے کہ تعلیم اسلام کی رو سے ذکر الٰہی طمانیت قلب کا باعث ہوتا ہے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) اور یہ مسلّم ہے کہ ذکر سے محض کسی لفظ یا بعض الفاظ کو رٹتے جانا ہرگز مراد نہیں بلکہ دین کی وہ باتیں یا نتیجہ خیز اور مفید و مبارک کلمات ہیں جنہیں سنکر سامعین کا ایمان باللہ بڑھے۔ دو اور دو چار کی طرح ذات و صفات باری کے کرشموں یا اسلام کی زندہ برکات کا احساس اور انکی سوجھ بوجھ پیدا ہو اس خیال کے آتے ہی وہ اپنے بال بچوں کو اسی قسم کی باتیں سنانی شروع کر دیتا ہے جسکا نتیجہ یہ کہ۔ تواصوا بالحق وتواصوا بالصبر کی تعمیل سے وہ مستحق ثواب ہی نہیں ہوتا بلکہ خدا کے فضل سے مرض میں بھی تخفیف ہوتی۔ اور اسکی روح کو بیماروں والی پژمردگی و بدحواسی کی بجائے ایک تازگی اور بیداری حاصل ہوتی ہے۔ اسی حالت میں اچانک اپنے وعدے کا خیال بجلی کی طرح اُسکے دماغ سے ٹکرا کر اس کام کی پورے زور سے تحریک کرتا ہے جو اگر اس رات یا اگلی صبح تک اس سے نہ بن پڑے تو یہی نہیں کہ ایک کرمفرما کے لیے ملال خاطر کا موجب ہوسکتا۔ کیونکہ تحریری وعدہ کے درمیانی واقعات کی بنا پر وہ کوئی عذر معذرت بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسلام کے ایک حکم صریح مراعات عہود (والذین ہم لاماناتہم وعہدہم راعون) کا خلاف ہوتا ہے اسیطرح اُس دین و ملت کو بھی حرف آتا ہے جسکے ادنٰے خدام میں ہونے کا وہ فخر کرتا ہے۔ یہ دینی غیرت کا احساس

(بقیہ صفحہ ۱۱) اصول و احکام اسلام کی پیروی سے آپکے دین کی امتیازی خصوصیات کی شکل میں آپکے فضائل کا علی وجہ البصیرہ یقین بلکہ حق الیقین حاصل کرسکتے ہیں تو آپ کے متبع خاصان خدا کی واردات قلب اور واقعات حیات تو ہر کس و ناکس کے قیاس میں بھی نہیں آسکتے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ کا پاس تپ لرزہ کے تمام لوازمات کو بالائے طاق رکھکر اسکو ایفائے وعدہ کے میدان عمل میں اُتار دیتا ہے۔ اور جو کام بعض موانع کے سبب ہفتہ یا عشرہ کی کافی مہلت میں نہ بن پڑا۔ اسکے وہ تین ہی گھنٹوں کے اندر اور ایسی حالت میں جو اوپر مذکور ہوئی انجام دینے کی توفیق اُس خدائے برحق کی طرف سے عطا ہوجاتی ہے جو خود بھی اپنے وعدوں کا بڑا پکا اور ایفائے عہد کا اپنے کلام پاک میں صراحۃً مداح ہے۔ اور اب وہ شخص دیکھتا ہے کہ دینی غیرت کے اس تجربے سے ایک مفید وضروری کام ہی نہیں ہوگیا۔ بلکہ وہ طبیعت بھی ایک بڑی حدتک صاف اور سکینت سے مسرور ہے جو بیماری میں رات کی گھڑیاں عموماً کرب سے گزارتی تھی ۔

یا مثلاً کوئی شخص خلاف توقع واقعات یا ناگہانی مشکلات میں بعض اوقات سخت مجبور وہراساں ہوہوجاتا ہے مگر وہ دین کی خاطر کبھی اپنے مسلک صبر و شکر سے مُنہ نہیں موڑتا۔ کیونکہ اسلام کی پاک تعلیم (ان اللہ مع الصّٰبرین) اُسے یقین دلاتی ہے کہ صبر کرنے والوں کا ساتھ خود خدائے قادر وکریم دیا کرتا ہے۔ پھر انجام بخیر کی جانب سے کیوں اطمینان نہو۔ اور یہ بھی اسکے پیشِ نظر ہے کہ کلام الٰہی کے مطابق شکر کا نتیجہ ازدیادِ نعمت ہوتا ہی۔ اور ناشکری کا عذاب سخت (لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید) اس حکیمانہ تعلیم کا خیال آتے ہی وہ محکمہ واردات قلب کی طرف رجوع کرتا اور ان بندگانِ حضرت احدیت کا تصور باندھتا ہے جو کسی نہ کسی طور پر اس سے بھی زیادہ قابل رحم حالت میں ہے تو اسکی زبان سے الحمدللہ نکلتا ہی۔ اور اپنی تکالیف کا بار اُسکے نزدیک کوئی بارگراں نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے کہ رنج وراحت کا تعلق احساس سے ہی۔ ایک شخص لوؤں میں مٹی کے ڈلوں پر دراز ہوکر سکھ کی نیند سو سکتا ہے۔ اور دوسرا پھولوں کی سیج پر بھی خواب راحت کو ترستا ہے۔

غرض اس قسم کی ہزارہا خصوصیات اسلام کی پاک تعلیم اور حبیب خدا کی

پیروی میں ہیں۔ جن کی نظیر دیگر مذاہب اپنی مسلمہ کتب کی رو سے ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ مگر اِن تمام باتوں کی قدر و قیمت میدان عمل میں آنے کے بغیر جیسی چاہیئے کبھی نہیں معلوم ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق دے کہ اسلام کے محاسن و برکات کا زندہ نمونہ بن کر غیر قوموں کے لیے دین حق کی مجسم تبلیغ بن جائیں۔ اور اپنی غفلت جہالت کے سبب محض چند رسوم و عادات کو اسلام قرار دے کر اُن کے افسوسناک نتائج میں اسلام یا حضرت خیر الانام کا بھی نام بدنام کرنے والے نہ ٹھیریں۔ آمین +

فقیر احمد حسین فرید آبادی

پُرتاثیر خطیب!

اخبار ہی نمبر کے اردو خطیب کے خطبے سنو۔ جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پرتاثیر وعظ سناتا ہے۔ اُردو زبان اسکے نرالے بیان پر جھوتی ہے۔ کھوئے ہوئے راستے اس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں۔ مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں۔ چندہ سالانہ ۱۲/ ششماہی ۱/۸ سہ ماہی ۱۳/ نمونہ مفت +

ملنے کا پتہ

منیجر خطیب دہلی

تیشہ

امریکہ کے ایک جدید پیغمبر کا معجزہ

طبیعت پر نہ قابو دے تو یہ تسکین مجھے یا رب
کہ میرے جرم پنہاں کا یہاں نگراں نہیں کوئی

کیلیمین (Caliman) امریکہ کا باشندہ ہے؛ قریب قریب انیس ۱۹ سال ہوئے کہ اس نے نبوت کا دعوے کیا۔ اسکے ثبوت کے لیئے اس نے سب سے پہلے جو معجزہ دکھایا ہم ناظرین کے تفنن طبع کے لیئے ذیل میں درج کرتے ہیں:

(۱)

بحر اطلانطک کی خاموش لہروں میں کوپرا نامی جہاز لورپول سے روانہ ہوکر نیویارک کو جا رہا ہے؛ منجملہ اور مسافروں کے اس جہاز میں امریکہ کا ایک کروڑپتی بھی مع اپنی بیوی اور اکلوتی بچی کے سفر کر رہا ہے؛ یہ بچی زیادہ تر خادمہ کے پاس رہتی ہے۔ جسکا نام برتھا ہے؛ آج آسمان قدرے ابرآلود ہو رہا ہے۔ اور سورج کی کرنیں فضائے آسمانی میں سے گزر کر معمول سے اسقدر کم گرم رہجاتی ہیں جو تکلیف دہ نہیں معلوم ہوتیں؛ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے جو سمندر کی سطح سے ہم آغوش ہوکر آتے ہیں۔ مسافروں کے دل و دماغ پر عجب فرحت انگیز اثر ڈال رہے ہیں؛ قریب قریب تمام مسافر اس قدرتی مسرت انگیز سمے سے لطف اٹھانے کو اپنے کمروں سے باہر نکل آئے ہیں؛ برتھا بھی مس ورین کو گود میں لیئے باہر آتی ہے اور جہاز کے کنارے ایک تختے پر بچی کو بٹھا کر آپ دودھ کی بوتل لینے دوسری جانب بڑھتی ہے۔ اتفاقیہ جہاز کو ایک جنبش ہوتی ہے۔ اور غریب معصوم چھوٹی سی بچی سمندر میں جا پڑتی ہے؛ تمام جہاز میں کہرام مچ جاتا ہے؛ سمندر میں کشتیاں ڈالی

جاتی ہیں لیکن محض بیکار۔ ماں باپ رو پیٹ کر اور اپنی قسمت پر شاکر ہو کر بیٹھ رہتے ہیں: سچ ہے کسی کو خبر نہیں کہ ایک لمحہ کے بعد کیا ہونے والا ہے!

(۲)

جہاز نیویارک میں پہنچتا ہے؛ اخبارات مسٹر وین کی ماتم پرسی کرتے ہیں ہر کس وناکس جانتا ہے کہ کوئی مرکر زندہ نہیں ہوتا۔ لیکن محبت پدری سے مغلوب ہو کر مسٹر وین ایک اخبار کے رپورٹر سے کہتا ہے کہ "اگر دس لاکھ ڈالروں کے عوض بھی میری بچی مجھے ملجائے تو میں بخوشی دینے کو تیار ہوں"۔

(۳)

مسٹر وین کے نیویارک پہنچنے کے ایک ہفتہ بعد کیلیمین اسکو ضرورتاً اپنے یہاں بلاتا اور برسر تذکرہ کہتا ہے کہ "رات میں نے ایک خواب دیکھا ہے"۔

مسٹر وین:۔ "اگر آپنے مجھے محض اپنا خواب سنانے کیلئے بلایا ہے تو بہت بُرا کیا؛ کیونکہ اس طرح میرا بہت وقت ضائع ہوا ہے"۔

کیلیمین:۔ "میرے خواب ہمیشہ سچے ہوتے ہیں؛ مختصر یہ سن لو کہ تمہاری بچی کو پھر زندہ کردینا میرے امکان میں ہے"۔

مسٹر وین:۔ (غصہ سے) "شاید آپکے دماغ میں کچھ خلل واقع ہوگیا ہے، آپ اُس بات کا دعوے کررہے ہیں جو سوائے قادر مطلق کے اور کوئی نہیں کرسکتا"۔

کیلیمین:۔ "توبہ کیجیے! میں خدا کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں؛ البتہ اُسکا ایک ذریعہ ضرور ہوں، جس سے وہ بہت سے کام لیتا ہے؛ کیا تم پیغمبروں اور اولیائے کرام کے معجزات اور کشف کرامات کے معتقد نہیں"۔

مسٹر وین:۔ "ان کا بھی میں جہالت میں معتقد نہیں"۔

کیلیمین:۔ "میں سمجھا: تم زمانہ کے سچے ہونے والوں کے معتقد نہیں

لیکن میری سچائی کا تم کو اُس وقت یقین ہوگا جب تم اپنی بچی کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ لوگے! جس وقت میں تمہیں مطلع کروں تم ضرور آنا۔"

مسٹر وین:۔ "فضول مت بکیے! یہ ناممکن ہے۔"

(مسٹر وین چلا جاتا ہے)

(۴)

کئی روز بعد کیلیمین کا خط موصول ہوتا ہے کہ "آج خلیج سینڈی پر لو۔ تمہاری بچی تم کو واپس ملے گی۔" وین جانا نہیں چاہتا۔ لیکن اُسکا مصر اُسے یہ کہکر مجبور کرتا ہے کہ "آخر وہاں جانے میں آپ کا حرج کیا ہے، یا تو وہ اپنا دعوے ثابت کرے گا ورنہ کم از کم اُس کی دغابازی کا ثبوت تو اُسکو دے ہی دیا جائے گا۔" غرض وین مع اپنے چند احباب کے اُس مقام پر پہنچتا ہے؛

شب کا وقت ہے، تارے فضائے آسمانی میں ٹمٹما ٹمٹما کر گنہگاروں کی گنہ شماری کر رہے ہیں؛ باوجودیکہ تارے چاروں جانب چمک رہے ہیں پھر بھی اندھیرا غالب ہے، سمندر کا پانی خاموشی سے لہریں مار رہا ہے؛

ان لوگوں کو کیلیمین کے انتظار کی زیادہ زحمت گوارا نہیں کرنی پڑی کہ وہ آگیا، آج اس تاریکی میں خلاف معمول اُسکے چہرے سے جلال برس رہا ہے! قریب پہنچکر وہ تحکمانہ لہجہ میں کہتا ہے: "تم لوگ پانی سے ایک گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو جاؤ۔" اس کے بعد پھر کہتا ہے: "خاموش، خبردار، نہایت صبر سے کام لینا۔" بعدہ وہ کمر کمر پانی میں اُتر کر کچھ ناقابل فہم الفاظ پڑھتا ہے، ایک گھنٹہ کے بعد وہ ہاتھ پھیلاتا ہے گویا کسی کو گود میں لینا چاہتا ہے! اللہ غنی! یہ کیا معاملہ ہے! کیلیمین سطح سمندر سے ایک بچہ اُٹھاکر مسٹر وین کی گود میں ڈال دیتا ہے! حقیقت میں یہ وہی بچہ ہے! ناظرین انصافاً بتائیں کہ کیلیمین کی پیغمبری اور اُسکے معجزے میں کیا شک ہو سکتا ہے!

ویَن کو اپنا عہد یاد ہے وہ کیلیمین کو دس لاکھ ڈالر دیتا ہے۔ لیکن وہ اُن کے قبول کرنیسے انکار کرتا ہے جب ویَن اصرار کرتا ہے تو وہ اس شرط پر لیتا ہے کہ اسمیں نصف ویَن خود غربا کو تقسیم کر دے؛ اس طرح عام لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جاتا ہے؛

معجزہ تم نے دیکھ لیا، کیلیمین کی خدائی (۵) قوت تم کو معلوم ہوگئی۔ لیکن اب اس معجزے کی حقیقت بھی تو دیکھو؛ اسٹرینڈ میگزین کا خدا بھلا کرے کہ اُس نے ان معمہ جات سے حقیقت کا پردہ اٹھا کر خلقت کو بڑی گمراہی سے بچا لیا؛ وہ لکھتا ہے کہ کیلیمین کو جب اپنا کوئی معجزہ دکھانا ہوتا ہے تو دنوں یا ہفتوں نہیں بلکہ مہینوں پہلے اُسکا انتظام کرتا ہے؛ برتھا اور اُسکا خاوند دونوں کیلیمین کے اشارے پر چلتے ہیں؛ اُسکی جاہ پرستی کی پیاس بجھانے میں وہ بھی بہت بڑا عملی حصہ لیتے ہیں؛ برتھا کو ویَن کے یہاں ملازمت کرنے کی ترغیب کیلیمین نے ہی دی تھی؛ اُس کا خاوند بھی جس سے ویَن قطعی نا آشنا تھا۔ اُسی جہاز میں موجود تھا؛ مس ویَن کی شکل کا ایک موی بت بنایا گیا، موقع پاکر اصل بچے کو کسی طرح چھپا دیا۔ اور اُس موی بچے کو تختۂ جہاز پر اس انداز سے رکھا کہ ذرا سے جھٹکے سے نیچے جا پڑے؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا؛ بچہ نہایت چالاکی سے چپ چپاتے جہاز میں رکھا گیا۔ اور نیویارک کی بندرگاہ پر نہایت ہوشیاری سے اتار بھی لیا گیا؛ چونکہ جہاز پر برتھا خود موجود تھی اور بچی اُس سے زیادہ مانوس تھی۔ وہ اپنے خاوند کے کمرے میں کسی کسی وقت جا کر اُسکو کھلا بہلا آتی تھی؛ غرض یہ تمام کارروائی کچھ ایسی ہوشیاری کے ساتھ کی گئی کہ کسی کو کانوں کان بھی خبر نہوئی؛ نیویارک پہنچنے پر برتھا اپنے خاوند کے پاس چلی آئی۔ اور اس طرح بچی کی پرورش میں کچھ دقت واقع نہو سکی؛ برتھا کا خاوند کینٹلے (Cantley) نہایت عمدہ تیراک تھا، اُس روز رات کو بچہ کو کوئی خواب آور دوا کھلا کر اور اپنا جسم ایسا سیاہ کر کے کہ اندھیری رات میں پاس سے بھی نظر نہ پڑ سکے

کسی دوسری راہ سے بچہ کو لیکر سمندر میں گھس گیا! جب کیلیمن سمندر میں گھسا تو بچہ اسکے ہاتھ میں دیدیا۔ خود بہت زیادہ فاصلے اور تمام جسم سیاہ ہونے کی وجہ سے نہ نظر پڑ سکا!

(۶)

غور کرو کہ ایک پڑھا لکھا، تہذیب و تمدن سے واقف شخص دعوئے نبوت کرتا ہے، اپنے معجزے دکھاتا ہے۔ لیکن کچھ ہی دنوں میں حقیقت کے منہ سے پردہ اُٹھ جاتا ہے اور سب پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ ع

وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود

حالانکہ ایک دوسرا خدا کا بندہ جس نے جہالت و وحشت کی گودوں میں پرورش پائی جو تہذیب و تمدن کے نام تک سے واقف نہیں۔ جو محض بے پڑھا لکھا ہے۔ دعوئے نبوت کرتا ہے، معجزے دکھاتا ہے۔ اور آج تیرہ سو برس گزر جانے پر بھی اُسکے کسی قول و فعل کو حقیقی معنوں میں کوئی غلط ثابت نہ کرسکا! ع

ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا

عمیق نگاہوں سے دیکھنے والے ان دو متضاد واقعات کی حقیقت صرف دو لفظوں میں پائینگے یعنی "صدق" "کذب"۔ پہلے کیلئے خدا کے بیشمار لطف و کرم اور دوسرے کیلیے لعنت و ملامت کے انبار اور دوزخ کی جھلستی ہوئی آگ!

اے محبوب ایزدِ پاک! اے رسول عربی و ہاشمی! اے نبی اُمّی! اے پیغمبر آخر الزمان! اے پرتوِ مہر لایزالی! اے مثلِ مثال بیمثالی! تجھپر اور تیرے نام پر، اور تیری یاد پر، مَیں، اور میرے ماں باپ، میری بیوی بچے، میری دولت، سب قربان، لیکن ﷲ اسی مرکزِ مقدس کے طفیل جسکا تو پرتو ہے ؎

ہیں جسقدر حبیب مرے اور مہرباں
شاگرد اور عزیز اور احباب قدرداں

آلودہ ہیں اگرچہ سراپا گناہ میں
محشر میں لیجیے انہیں اپنی پناہ میں

تحقیق

زلزلہ اور قرآن

مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں جس طرح معاد و معاش اور دینی و دنیوی ضروریات کے تمام احکام مشرح موجود ہیں۔ اُسیطرح طبعیات۔ علم النفس۔ ریاضیات۔ فلسفہ طبقات الارض۔ علم ہیئت اور علم مابعد الطبعیات وغیرہ وغیرہ علوم کے اصول بھی بیان کیئے گئے ہیں۔ اس لیئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ سائنس سے زلزلہ کی ماہیت اور اُسکے معرض وقوع میں آنیکے اسباب تحریر کرکے قرآن کریم میں اُن اسباب کو تلاش کیا جائے۔ زلزلہ کی مختصر حقیقت سائنس کی معتبر کتابوں کی روسے حسب ذیل ہے۔

نظام شمسی کا آغاز سب سے پہلے گیس کے ایک بادل سے ہوا تھا۔ اور اُس بادل میں سے زمین الگ ہوکر اپنے موجودہ مقام پر بتدریج سرد ہونا شروع ہوئی۔ اور ایک زمانہ کے بعد یہ آتشین کرۂ گرم سیال بن گیا۔ ایک مدت مدید گذرنے پر اُسکا بالائی قشر سرد ہوکر منجمد ہوگیا اس طرح ایک عرصہ دراز کے بعد زمین اس قابل ہوئی کہ اُس پر نباتات اور حیوانات کی پیدائش ہوسکے۔ ہنوز تیس ۳۰ سے چھتیس ۳۶ میل زمین کے نیچے ذوبانی گرم مادہ موجود ہے جب زمین کی سطح زیادہ موٹی نہ تھی۔ اُسوقت زمین کے اندر سے آتشین مادہ بہت بڑی مقدار میں باہر نکلا کرتا تھا۔ جس سے بڑے بڑے پہاڑوں کے سلسلے قائم ہوگئے۔ یہی پہاڑ اُن آتشین موجوں کے تھمنے کے ایک حد تک ملجا ہوئے۔ مذکورۂ بالا تمہید کے بعد زلزلہ کی تعریف ہی کہ زمین کے اندرونی گرم اور پگھلے ہوئے مواد اور اُسکے ساتھ دوسرے ہوائی مادہ کے بخارات کی اندرونی حرکت سے قشر ارض پھٹ جاتا ہے۔ جس سے ایک اضطراب سطح زمین پر پیدا ہوتا ہے۔ اکثر اوقات زلزلہ کے قبل یا بعد ایک گرج سُنائی دیتی ہے۔ اور بعض وقت اندر سے زمین اوپر پھینک دی جاتی ہے۔ اور مختلف قسم کی دراڑیں پیدا ہوجاتی ہیں جن

میں سے بعض زلزلے کے بعد بالکل بند ہو جاتی ہیں۔ اور بعض کبھی رہجاتی ہیں۔ اور بعض وقت اُن میں سے گرم مواد خارج ہونے لگتا ہے۔ کبھی کبھی یہی گرم مواد کے فوارے ترقی کر کے کوہ آتش فشاں کی صورت اختیار کر لیتے ہیں +

زلزلہ کے نقصانات

زلزلہ کے وقوع سے بڑے بڑے شہر تباہ ہو گئے۔ اور فلک فرسا عمارتیں زمیں دوز ہو گئیں۔ ندیوں کا رخ بدل گیا۔ بڑے بڑے غار پیدا ہو گئے۔ ہزاروں آدمی عمارتوں کے نیچے دب کر راہی ملک عدم ہوئے۔ چنانچہ ۱۷۵۵ء میں ایک زلزلہ واقع ہوا۔ جس نے شہر لسبن کو تباہ کر ڈالا۔ اور جب زلزلہ گرم مواد کے اخراج میں منجر ہوتا ہے۔ اور کوہ آتش فشاں کی صورت اختیار کرتا ہے تو نتیجہ اور ہولناک پیدا ہوتا ہے۔ سیکڑوں میل اردگرد کے شہر کوہ آتش فشاں کی سنگ باری کی زد میں آجاتے ہیں بڑی بڑی عمارتیں منہدم ہو کر سربسجود ہو جاتی ہیں۔ اور لاکھوں جانیں لقمۂ نہنگ اجل ہو جاتی ہیں۔ پومپی آئی جو ایک نہایت عظیم الشان شہر تھا۔ ویسیوویس کوہ آتش فشاں کی سنگ باری سے بالکل تباہ و برباد ہو گیا +

زلزلہ کے فوائد

زلزلہ کے نقصانات بالاجمال پیش کیے گئے۔ مگر آپ یہ سنکر متعجب ہوں گے کہ ایسے تباہ کن اور قیامت نما عذاب میں بھی کوئی فائدہ مضمر ہے۔ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ زلزلہ جس طرح دنیا کے لیے نہایت خطرناک ہے۔ اسی طرح مفید بھی ہے۔ چنانچہ اس امر کو ذیل میں مختصراً بیان کرتے ہیں +

بارش ہمیشہ سطح ارض پر ہوتی ہے۔ اور بارش کا پانی اپنے ساتھ سیکڑوں من زمین کی اشیاء کو ندیوں اور نالوں کے واسطے سے سمندر میں بہالیجاتا ہے۔ اسی طرح برف سردی کے موسم میں جمتا ہے۔ اور گرمی میں پگھل کر پانی کی شکل اختیار کر کے مذکورہ بالا عمل

کرتا ہے۔ چنانچہ ہزاروں من سطح ارض کی ملکیت سمندر کے تصرف میں آجاتی ہے۔ یہ عمل اسی طرح جاری رہتا اور اُس کے مقابل کوئی اور عمل نہوتا تو ایک وقت ایسا آتا کہ زمین کی خشکی کا ہر ذرہ سمندر کی تہ میں جاکر ٹھیرتا۔ اور تمام صفحہ ارض پر پانی ہی پانی نظر آتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ خشکی کے تمام حیوانات ناپید ہو جاتے +

سطح ارض کو غرقاب ہونیسے بچانے والے کئی اسباب ہیں۔ جس میں سے زلزلہ اور کوہ آتش فشاں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ زمین کا جو حصہ رسوب کی شکل میں رائع بالا سے سمندر میں جاکر تہ نشین ہو جاتا ہے۔ زلزلہ اور کوہ آتش فشاں اپنی خاص قوتوں کی وساطت سے اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں۔ بالفاظ دیگر زلزلہ کے وقوع سے زمین کی سطح مرتفع ہو جاتی ہے۔ اور اُس کا اثر سمندر پر پڑتا ہے۔ اور وہ زیادہ عمیق ہو جاتا ہی ۱۸۳۵ء میں جزیرہ چیلی کے کنارے پر ایک شدید زلزلہ آیا تھا کہ جس کے اثر سے بہت سے شہر برباد ہوگئے۔ مگر جزیرہ سنتامریا کی سطح مرتفع ہوگئی تھی۔ اور اندازہ کرنے پر معلوم ہوا کہ اسکی سطح کہیں آٹھ فٹ اور کہیں دس فٹ تک بلند ہوگئی ہے۔ اور اب تک جزیرہ اسی حالت میں باقی ہے۔ اور کوہ آتش فشاں کی وجہ سے زمین کی سطح کے بلند ہو جانے کی مثال یہ ہے۔ ایک زلزلہ جزیرہ چیلی میں ۱۸۲۲ء میں واقع ہوا تھا۔ جو کوہ آتش فشاں میں منجر ہو گیا۔ جس سے مواد حجری کا اس قدر اضافہ ہوا کہ جس کا وزن ایک لاکھ اہرام مصری کے برابر تھا۔ مختصر یہ کہ بارش اور برف ندیوں اور نالوں کی مدد سے زمین کے سطحی مواد کو سمندر میں لیجاتے ہیں۔ زلزلہ اور کوہ آتش فشاں زمین کے اس نقصان کو بوجہ اپنی قوت مرتفعہ کے دور کرتے ہیں +

زلزلہ اور قرآن

اب سنئے اور غور کیجئے کہ تکوین عالم زلزلہ کے وقوع کے اسباب اسکے نقصانات و فوائد کو قرآن کریم نے مختلف مسائل کے ضمن میں کس جامعیت کے ساتھ بیان کیا ہے +

قرآن مجید میں لفظ سماء مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ کہیں ابر کے معنی میں وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (سورۂ فرقان) اور ہم نے نازل کیا آسمان سے پاک پانی کو۔

ہمیں جو نیلگوں چھت نظر آتی ہے اور جسے ہم آسمان کہتے ہیں۔ اسے بھی سماء کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وزینا السماء الدنیا بزینة الکواکب۔ ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو ستاروں سے۔

بعض مقامات پر قرآن میں لفظ سماء صرف بلندی کے اظہار کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے۔ اصلها ثابت وفرعها فی السماء۔ (سورۂ ابراہیم) اس کی جڑ مضبوط ہے اور اسکی ٹہنی آسمان میں ہے۔ اسی طرح خدائے تعالیٰ نے سب سے ابتدائی مادہ کو جس سے نظام شمسی پیدا ہوا ہے۔ سماء کے نام سے موسوم کیا ہے چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ ثم استوی الی السماء وهی دخان فقال لها وللارض ائتیا طوعا او کرها قالتا اتینا طائعین فقضهن سبع سموٰت فی یومین واوحی فی کل سماء امرها (سورة السجده) پیدا کیا سماء کو اور وہ دھواں تھا اور پھر کہا اسکو اور زمین کو حکم مانو خوشی سے خواہ ناخوشی سے دونوں نے کہا ہم نے حکم مانا خوشی سے۔ پھر کر دیے سات یا متعدد آسمان دو دن میں اور ڈالدیا ہر آسمان میں اسکا کام سب سے پہلے خدا نے سماء یعنی دخانی مادہ کو بیان کیا۔ اب یہاں یہ فقرہ حذف ہے کہ اس دخانی مواد سے زمین کو الگ کیا اور پھر خدا نے دونوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا۔ اور باقی ماندہ مادۂ آتشین سے متعدد سموٰت اور وجود پذیر ہوئے۔ انکو سماء اس وجہ سے کہا کہ وہ بلندی پر ہیں۔ اور ایک ٹکڑے کو ارض اسلیے کہا کہ وہ ہمارے پیروں کے نیچے ہے چنانچہ عربی میں ہر نچلی چیز کو ارض کہتے ہیں۔ چنانچہ قاموس میں ہے (الارض کل ما سفل) ہم نے آیۂ بالا کی تشریح کرتے ہوئے کہا تھا کہ خدا نے ابتدا میں دخانی مادہ کو

پیدا کیا تھا۔ اور اُس کے بعد اِس آتشین کرہ سے اِس دنیا کو الگ کیا۔ اور یہ فقرہ آیۂ بالا میں محذوف تھا۔ اور اسکے بعد کا واقعہ بیان کیا گیا تھا۔ اب اِس امر کا ثبوت سنئیے کہ دراصل یہ دنیا اُس سما ہی کا ایک ٹکڑا ہے۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے اولم یر الذین کفروا ان السموٰت والارض کانتا رتقا ففتقنٰھما (سورۂ انبیاء) آیا نہیں دیکھتے کافر کہ زمین اور آسمان ملے ہوئے تھے۔ اور اُنہیں ہم نے الگ کیا یعنی سات یوں آسمان جن کا بیان قرآن مجید میں بتکرار آیا ہے۔ آپس میں جُڑے ہوئے تھے اُن سے ہم نے زمین کو بھی الگ کیا اور ہر آسمان کو جدا جدا کیا۔

دخانی گیس کا وہ ٹکڑا جو ہزاروں سال کے بعد زمین بننے والا ہے۔ بتدریج منجمد ہو کر ایک سیال مادہ بن گیا۔ جس طرف قرآن مجید کے ان لفظوں میں اشارہ ہے وکان عرشہ علی الماء خدا کا عرش پانی پر تھا۔ یعنی خدا کی حکومت پانی پر تھی۔ بالفاظ دیگر خدا نے اُس پانی پر جو دخانی حالت کو طے کر کے سیال بن گیا تھا اپنا عمل تدبیر جاری کیا۔

زمانہ گزرتا چلا جاتا ہے اور اگرچہ قرآن کریم میں زمین کے اکثر تغیرات کا بیان موجود ہے مگر تطویل کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

جب کہ زمین کا سب سے بالائی حصہ منجمد ہو جاتا ہے اور زمین پر ایک تیق قشر تیار ہو جاتا ہے۔ اور زمین کا اندرونی گرم مادہ متحرک ہوتا ہے تو زلزلے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اور چونکہ زمین کا قشر نہایت نازک ہوتا ہے اس لیے وہ مادہ پھوٹ نکلتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ اذا زلزلت الارض زلزالھا واخرجت الارض اثقالھا۔ ترجمہ "جبکہ زمین اپنے بھونچال سے سخت جنبش میں آجائے اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے"۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ جب زلزلہ واقع ہوتا ہے تو زمین اپنے اندرونی مواد کو باہر نکال پھینکتی ہے۔ بالفاظ دیگر زمین کے ہلنے کی وجہ وہی متموج مادہ ہے جو لاوا کی صورت میں کوہ آتش فشاں سے نکلتا ہے۔

یہ حقیقت کہ زمین کے اندرونی مواد کے متحرک ہونیسے زلزلہ پیدا ہوتا ہی۔ الہامی زبان کے صرف لفظ زلزلہ ہی سے ظاہر ہے۔ زل کے معنی پھسلنا ہے اور جیسا کہ ثابت کیا گیا۔ زلزلہ کا باعث زمین کے اندرونی مواد کا اپنے مقام سے پھسلنا ہے +

اس لفظی تشریح کے بعد آیت مذکورکے معنی بخوبی واضح ہونگے کہ زمین کے اندرونی مواد کے پھسلنے سے زلزلہ واقع ہوتا ہی۔ اور یہ مادہ قشر ارض کو پھاڑ کر باہر نکل جاتا ہے +

زلزلہ کی وجہ سے کوہ آتش فشاں معرض ظہور میں آتے ہیں۔ اور ان میں سے لاوا بہکر باہر نکلتا ہے۔ اس نظارہ کی تصویر قرآن کی حسب ذیل آیت میں بڑی خوب صورتی سے کھینچی گئی ہے ویوم ترجف الارض والجبال وکانت الجبال کثیبا مھیلا (سورۂ مزمل) ترجمہ "جس دن کہ زمین اور پہاڑوں میں زلزلہ پڑجائے۔ اور پہاڑ ریگ رواں ہوجائیں"۔ ایک دوسرے مقام پر خدا نے اسی مضمون کو بڑی فصاحت سے بیان کیا ہی واذا رجت الارض رجا وبست الجبال بستا فکانت ھباء منبثا۔ (سورۂ واقعہ) ترجمہ "جبکہ زمین جنبش کھا کر تھرا اٹھے۔ اور پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر ٹکڑے ہوجائیں پھر غبار کی طرح اڑتے پھریں"۔ ان آیتوں میں خدا نے زلزلہ اور کوہ آتش فشاں کا بیان اس طرح کیا ہی کہ نظروں کے سامنے نقشہ کھنچ جاتا ہے۔ یہ دونوں آیتیں اکثر حقائق فطرت کی حامل ہیں۔ مگر اس مختصر مضمون میں گنجایش نہیں کہ ان آیتوں کی کما حقہ تشریح کیجائے +

کوہ آتش فشاں سے نکلا ہوا مواد پہاڑوں کی صورت اختیار کرتا ہی۔ اور ان ہی پہاڑوں کی وجہ سے زمین کی سطح موٹی ہوتی جاتی ہے۔ جس سے زلزلے بہت کم واقع ہوتے ہیں۔ اور اگر واقع بھی ہوتے ہیں تو چونکہ زمین کی سطح بہت موٹی ہوگئی ہے ہمیں بہت ہی کم محسوس ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت قرآن کریم کے مختلف مقامات میں بیان کی گئی ہے چنانچہ دو آیتیں پیش کیجاتی ہیں۔ والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم۔ اور ہم نے

زمین میں پہاڑوں کو پیدا کیا تاکہ زمین میں زلزلے نہ پیدا ہوں +

دوسری جگہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بہم اور زمین میں ہم نے ثقل پیدا کیا تاکہ تم کو جنبش نہ دے +

اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها ۔ اس آیت میں خداوند عالم نے بتایا کہ زلزلہ ہی سے زمین کا اندرونی مواد نکلکر زمین کے بالائی فرش کے ثقل کا باعث ہوتا ہے۔ اور وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بہم سے بتلایا کہ یہی ثقل زمین کے تزلزل کا ایک حد تک مانع ہوا۔ اور زلزلہ اگر ہوتا بھی ہے تو ہمیں بہت کم محسوس ہوتا ہے۔ زلزلہ کی یہ سچی فلاسفی قرآن کریم میں تیرہ سو برس قبل بالصراحت بیان کی گئی ہے۔ جن لوگوں کو دعوے ہے کہ ان کی مذہبی کتاب سائنس کے علوم سے معمور ہے میدان میں آئیں۔ اور اسی مسئلہ کو اپنی اپنی کتاب سے ثابت کرکے دکھائیں +

پہاڑوں کی پیدائش کی وجہ سے زمین کی دبانت کافی ہوجاتی ہے تب حیوانات اور نباتات کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہوتا ہے چنانچہ یہ مضمون قرآن مجید کے متعدد مقامات میں بالتفصیل بیان کیا گیا ہے مگر چونکہ زمین کی اس حالت کو ہمارے مضمون سے بہت کم تعلق ہے۔ اس لیے صرف ایک ہی آیت پر اکتفا کیجاتی ہے۔ وجعل فیها رواسی من فوقها وبارك فيها وقدر فيها اقواتها الآیہ ۔ اور زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی۔ اور اسپر ہر قسم کی کھانے کی چیزیں پیدا کیں +

یہاں تک تو زلزلہ کی حقیقت جو کچھ جدید تحقیقات سے ثابت ہوئی ہے بلا کسی قسم کی رکیک تاویل کے قرآن مجید کی آیات بینات سے ثابت کردی گئی۔ اب زلزلہ کے نقصانات سنیئے +

زلزلہ کے نقصانات قرآن کی رو سے

زلزلے کے وقوع کے وقت لوگوں میں دہشت اور خوف پیدا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے

یوم ترجف الراجفۃ تتبعہا الرادفۃ قلوب یومئذ واجفۃ ابصارھا خاشعۃ
جس دن کانپنے والی زمین کانپ اُٹھے۔ اسکے پیچھے لگاتار بھونچال چلا آئے کئی دل اُسدن دھڑک رہے ہونگے اور انکی آنکھیں حیران ہونگی +

زلزلہ کے وقوع سے زمین میں بڑے بڑے شگاف پڑ جاتے ہیں۔ اور اگر ایسے موقع پر کوئی بھی شئے موجود ہوگی۔ ضرور ہے کہ وہ شکم مادر میں چلی جائے۔ اور پھر اطمینان سے اُسمیں قیامت تک آرام کرے۔ اور اگر یہی زلزلہ کوہ آتش فشاں کے ظہور پر منتج ہو تو پھر اس سے پتھروں کی بارش شروع ہوجاتی ہے۔ اور اُسکے ارد گرد کی تمام بستیاں برباد ہوجاتی ہیں۔ قرآن مجید نے ان دونوں عذابوں کو عجب رنگ سے بیان کیا ہے۔ دیکھو سورۃ الملک آیت ۱۶-۱۷ ءامنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور۔ ءامنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا فستعلمون کیف نذیر۔ ترجمہ کیا وہ جسکی عظمت آسمان میں ہے تم اُس سے بیخوف ہوگئے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ لرزنے لگے۔ یا وہ ذات جس کی ہیبت آسمان میں ہے کیا اُس کے غضب سے نڈر ہوگئے کہ تم پر پتھر برسا دے۔ پھر تم کو معلوم ہوجائے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے +

مذکورۂ بالا دونوں آیتوں سے بدیہی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ سے دو باتیں رونما ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑے بڑے غار پیدا ہوجاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ پتھروں کی بارش واقع ہوتی ہے۔ اور قرآن نے ان دونوں کو دردناک عذاب سے تعبیر کیا ہے۔ اور عدا اصل سبب کبھی کوئی زبردست زلزلہ واقع ہوتا ہے تو مخلوقِ خدا کا ایک حصہ کوہ آتش فشاں کی سنگ باری کے نذر ہوجاتا ہے۔ اور موجودات عالم کا ایک حصہ اُن شگافوں میں جو زلزلہ کے وقوع سے پیدا ہوتے ہیں دھنس جاتا ہے۔ قوم عاد پر خدا تعالیٰ کا قہر زلزلہ ہی کی صورت میں نازل ہوا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فاخذتہم الرجفۃ فاصبحوا فی دارھم جٰثمین۔ (سورۂ اعراف) پھر پکڑا انکو زلزلے نے پھر رہ گئے صبح کو اپنے گھروں میں

اوندھے پڑے +

زلزلہ کا فائدہ قرآن کی رو سے

تحقیقات جدید سے زلزلے کے وقوع سے ایک زبردست فائدہ ثابت ہوا ہی وہ یہ کہ بارش اور برف کی وجہ سے سطح ارض کی ہزاروں من مٹی سمندر میں چلی جاتی ہے جس سے زمین کی سطح پست ہوجاتی ہے. مگر زلزلوں کے واقع ہونیسے اکثر زمین کا حصہ بلند اور کمتر پست ہوجاتا ہی - اس طرح زلزلہ سطح ارض کو سمندر میں غرقاب ہونیسے بچا لیتا ہے اس حقیقت کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں اوا فرمایا ہے - اذا وقعة الواقعة لیس لوقعتھا کاذبة خافضة رافعة اذا رجت الارض رجا - جس دن وہ بڑا واقعہ وقوع میں آئیگا اُسکے وقوع پر کسی کو مجال انکار نہ ہوگی پست کرنے والا اور بلند کرنے والا جبکہ زمین جنبش کھاکر تھرا اُٹھے" یعنی یہ بات نہایت صحیح ہے اور اس سے کیسکو انکار کی مجال نہیں ہے کہ زلزلہ کے وقوع سے کہیں زمین پست اور کہیں بلند ہو جاتی ہے +

زلزلہ کیوجہ سے کوہ آتش فشاں رونما ہوتے ہیں اور اُس سے پہاڑ پیدا ہوجاتے ہیں جس سے زمین کی سطح بلند ہوجاتی ہے. چنانچہ قرآن مجید میں ہے - واذا الارض مدت والقت ما فیھا وتخلت (سورہ انشقاق) اور جبکہ زمین پھیلائی جائے. اور جو کچھ اُسمیں ہے اُگل دے اور خالی ہوجائے - یعنی زمین کی سطح کا بقا زمین کے اُگلنے پر منحصر ہے. اور زمین کے اندرونی مواد کے باہر نکلنے کا ذریعہ صرف کوہ آتش فشاں ہیں مضمون چونکہ بہت بسیط ہوگیا ہے - اس لیئے اِنھیں دو آیتوں پر اکتفا کی جاتی ہے - جب یہی مضمون الگ رسالہ کی صورت میں شائع کرنے کی غرض سے لکھا جائیگا. اُسوقت زلزلے کے متعلق تمام جزئی باتوں کی توضیح کی جائے گی +

طیب علی عبدالرسول

۴۸۶

الوداع

چل دُلہنیا تورے پیا نے بلائی

ایک عبرت خیز آنکھ ہر پہلو اور ہر بات سے سبق حاصل کر سکتی ہی بشرطیکہ قدرت نے اُس کو بصارت تامہ عنایت کی ہو۔ بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ اُن کا ظاہر واقعی اچھا ہی۔ دیکھنے دکھلانے کے قابل دنیاوی وجاہت بھی معقول۔ قیل وقال میں خاصہ ملکہ لیکن باطن کا اللہ ہی حافظ ہی۔ لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور۔ ایسے حضرات سے تو ہمکو کوئی بحث نہیں اور نہ یہ کسی مطلب کی دوا ہیں۔ البتہ ایک بصیر دل اور عبرت والی آنکھ سے گزارش ہی کہ وہ غور کرے اور دیکھے کہ دنیا کی بہت بڑی شادی میں بھی ایک موت کی جھلک ہی دیکھئے لفظ وداع جسکے لغوی معنی رخصت کرنا ہی۔ یہ لفظ اکثر ایسے ہی موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جہاں رخصت مقصود ہوتی ہے۔ مثلاً رمضان کے آخری جمعہ کو جمعۃ الوداع اسیوجہ سے کہتے ہیں کہ موجودہ رمضان میں پھر کوئی اور جمعہ نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کو اسی لیے حجۃ الوداع کہتے ہیں کہ اسکے بعد حضور مسلمانوں سے رخصت ہو کر عالم بالا کو تشریف فرما ہوئے +

اگرچہ دہلی والوں نے اس لفظ کو بگاڑ کر بدہ یا بدا کر دیا ہی۔ لیکن اصل لفظ وداع ہے شادی کے موقع پر اس لفظ کا استعمال بیٹی والے کے ہاں ہوا کرتا ہی۔ چونکہ اسکے گھر سے بیٹی رخصت ہو کر اپنے مجازی پیا کے گھر جاتی ہی +

گو یہ لفظ اپنے معنی کے اعتبار سے اسقدر عام ہی کہ جس طرح بیٹی والے اسکا استعمال کرتے ہیں بیٹے والے بھی کر سکتے ہیں۔ یعنی جس طرح لڑکی اپنے ماں باپ اور سہیلیوں سے رخصت ہو کر دلہا کی ہو گئی۔ اسیطرح لڑکا بھی اپنے یار دوستوں کو رخصت کر کر دلہن کا ہو گیا۔ پرانے لوگوں کا قول مشہور ہے جب کسی یار کا بیاہ ہو جائے تو یار چھٹ گیا۔ اور جب اُسکے ہاں اولاد ہو جائے تو بھول گیا

لیکن یہ تمام باتیں ایک حقیقت کا مجاز اور ایک باطن کا ظاہر ہیں۔ ہم جس بات کو اس مضمون میں عرض کرنا چاہتے ہیں وہ حقیقی وداع ہے۔ اُسکے معنی اپنی عمومیت کے باعث بڈھے بچے اور جوان سب کو شامل ہیں وہ حقیقی پیا کے گھر کی رخصتی ہے۔ پیا حقیقی اور مجازی کی باتیں ملتی جلتی ہی ہیں۔ لیکن اصل اور نقل کا فرق ہے۔ ہم حتی الامکان اس مضمون کو قرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی کوشش کرینگے +

دنیا میں بعض لڑکیاں لڑکے ایسے ہی ملینگے کہ جن کا آجتک نکاح نہیں ہوا۔ اور عمریں ڈھل چکیں۔ اب شادی کی امید بھی نہیں۔ لیکن حقیقی پیا کے گھر جانیسے کوئی نہ بچیگا۔ تمام سکیوں کو جانا ہوگا۔ اور ضرور جانا ہوگا۔ حقیقی دولہا کا سچا پیام سُنیئے کل نفس ذائقة الموت اُسکے قربان جائیے کیسے پیارے الفاظ میں اپنے مشتاقوں کو بشارت دی ہے۔ یہ ایک رقعہ ہے جو ہمارے نام آیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شادی کی تیاری کرتے رہو ایسا نہو برات آبیٹھے اور تمہارے پاس سامان جہیز ہی نہو +

ناظرین رقعہ کیسا یوں سمجھو کہ منگنی ہو چکی۔ نہیں معلوم کب اور کسوقت حقیقی شادی کا پیام آجائے +

مجازی دُلہن کا مایوں بیٹھنا

بیٹی والے سات آٹھ دن پہلے لڑکی کو مایوں بٹھاتے ہیں۔ روز اُبٹنا مل ملکر نہلایا جاتا ہے۔ مقصود یہ ہوتا ہے کہ دلہن کو جھکنے کی عادت پڑ جائے۔ سہیلیوں سے محبت کم ہو جائے پیا کا تصور زیادہ ہو میل کچیل سے پاک ہوکر صورت اُجلی ہو جائے تاکہ دولہا خوش ہو۔ اور سمجھے کہ میری دُلہن خوبصورت ہے۔ حقیقی وداع میں بھی یہ بات موجود ہے۔ موت کے قبل بیماری آتی ہے جسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بندہ گناہوں سے پاک ہو جائے۔ دنیا اور دنیا والوں کی محبت کم کرکے حقیقی مالک سے جی لگائے۔ اور یقین کرلے کہ حقیقی وداع کے دن قریب ہیں حقیقت اور مجاز میں اتنا ہی فرق ہے کہ وہاں میکے آنے کی اجازت ہے اور یہاں سُسرال ہی سُسرال ہے۔ وہاں اُبٹنے اور کھلی نے اگر ظاہری میل کو دور کیا تھا تو یہاں بیماری نے بندے

کو باطنی آلایش سے صاف کردیا۔ کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تسبوا الحمی فانہا تذہب خطایا بنی آدم کما یذہب الکیر خبث الحدید۔ یعنی بخار کو برا مت کہو وہ بنی آدم کے گناہ اس طرح دور کرتا ہے جس طرح لوہے کی میل کچیل کو آگ دور کردیتی ہے +

مجازی دلہن کا بناؤ

دلہن والے بیٹی کو نہلا دھلا کر زینت کا سرخ جوڑا پہناتے ہیں۔ خوشبو لگاتے ہیں سر گوندھتے اور مانگ نکالتے ہیں۔ آنکھوں میں سرمہ دانتوں میں مسی۔ ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی جاتی ہے۔ زیور سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ کانوں میں بالیاں پتے اور جھلنیاں ہاتھوں میں پہنچیاں چوہے دتیاں۔ کنگن وغیرہ۔ گلے میں چمپاکلی۔ گلوبند۔ اچک وغیرہ پاؤں میں چوڑیاں۔ جھانجن۔ توڑے پازیب۔ بہرحال یہ تمام آراستگی کیوں کیجاتی ہے؟ اسی لیے کہ مجازی پیا کو یہ تمام باتیں بھاتی ہیں۔ اسکو وہی مانگ والا سر اور جھلنیوں والے کان اچھے معلوم ہوتے۔ اسکو مہندی سے رنگے ہوئے ہاتھ پاؤں بھلے لگتے ہیں۔ اسی غرض سے یہ تمام امور پورے کیے جاتے ہیں کہ کسی طرح دولہا کو دلہن پسند آجائے +

حقیقی دلہن کا بناؤ

سچے دولہا خود ہی نرالے انکا بناؤ بھی نرالا۔ دلہن کو نہلایا۔ خوشبو کی جگہ کافور چھڑکا گیا۔ موضع سجود پر عطر ملا گیا۔ زینت کا جوڑا نہیں تھا۔ اس لیے کفنی پہنائی گئی۔ مبارک ہیں وہ دلہنیں جو اپنے سچے پیا کی سچی دلدادہ ہیں۔ وہ جانتی ہیں کہ مولائے حقیقی کو بھی گل شفتالو رنگ پسند ہے۔ خود حضور انور روحی فداہ کی اس زینت کے جوڑے کے متعلق یہ تمنا تھی۔ اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی ثم اقتل +

اسی طرح فاروق اعظمؓ کی یہ تمنا ان لفظوں میں موجود ہے اللھم اجعل لی شہادۃ فی سبیلک واجعل موتی فی بلد حبیبک (اصح الکتب بعد کتاب الباری) مبارک ہیں وہ دل جو اس تمنا سے لبریز ہیں۔ اور مبارک ہیں وہ جو کامیاب ہوئے۔ طوبیٰ لہم ثم طوبیٰ لہم +

مولائے حقیقی کو وہ سر پسند نہیں جس میں مانگ نکالی گئی ہو۔ وہ پیشانی پسند نہیں۔ جسپر افشاں لگائی گئی ہو۔ بلکہ وہ سر اور پیشانی محبوب ہے جو اُسکی ذات پاک کے علاوہ دوسرے کے سامنے نہ جھکائی گئی ہو۔ بالی پتوں سے کان پسند نہیں بلکہ وہ کان پسند ہیں جو غیبت جھوٹ اور فحش باتیں سُننے سے پاک ہوں۔ اُنکو سرمگیں آنکھیں محبوب نہیں بلکہ وہ خوف زدہ آنکھ کو جو اُن سے ڈرکر روتی رہتی ہو پیار کرتے ہیں۔ اُنکو مستی لگے ہونٹ یا دانت پیارے نہیں بلکہ وہ لب پسند ہیں جو ہر وقت ذکر الٰہی سے ہلتے رہتے ہیں۔ اُنہیں کنگن والے ہاتھ مقصود نہیں ہاں جو ہاتھ ضرورت اور حاجت کے وقت دوسرے کے آگے نہ پھیلائے جائیں وہ اُنکو دوست رکھتے ہیں۔ مولائے حقیقی کو وہی پاؤں محبوب تر ہیں جو اُسکے راستے میں گرد آلود ہوں جو اُسکے سامنے پچھلی رات کو کھڑے رہیں اور ورم کر آئیں۔ مولا کو سیاہ بالوں والی دُلہن نہیں لُبھا سکتی۔ البتہ جس نے اسلام میں اپنے بال سفید کیے ہوں۔ اُسپر اُنہیں رحم آتا ہے دیکھئے قاضی یحییٰ بن اکثم جو ہارون الرشید کے عہد میں بعہدۂ قضاۃ مامور تھے مرنیکے بعد حقیقی دولہا کے سامنے پیش ہوتے ہیں خفگی کے ساتھ ارشاد ہوتا ہے یاشیخ السوء فعلت کذا وکذا۔ یہ کالی دُلہن لرزتی ہوئی کہتی ہے۔ حضور ایک حدیث یاد ہے اگر ارشاد ہو تو عرض کروں۔ حکم ہوتا ہے سناؤ۔ یہ خوف زدہ عرض کرتے ہیں حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن جبرئیل علیہ السلام عنک یا رب انک قلت انی لاستحی ان اعذب شیبۃ شابت فی الاسلام وانا شیخ کبیر۔ یہ سُن کر فرمایا یحییٰ یہ تمام لوگ سچے ہیں اور ہمارا قول بھی سچا۔ جاؤ ہم نے تم کو بخشا۔ اسیطرح حقیقی دولہا کے نزدیک کالے گورے میں کوئی امتیاز نہیں۔ ہاں اُنکو وہ دل محبوب ہے جو گناہوں سے پاک اور سچی توحید سے لبریز ہو۔ کیا ہی خوش نصیب ہے وہ دُلہن جو ان زیورات سے آراستہ ہو کر پیا کے گھر روانہ ہو۔

دُلہن کا ڈولہ یا پینس

یہاں دُلہن کو پالکی میں بٹھایا گیا۔ ایک ہری بھری بیوی نے جال کا دوپٹہ جس میں تھل ٹکے ہوئے تھے۔ پالکی پر ڈال دیا۔ چار کہاروں نے پالکی اُٹھائی۔ بہن بھانجیاں رونے لگیں۔ بیٹی کے باپنے سر پر ہاتھ رکھکر خدا کے سپرد کیا۔ ماں نے بھی چلتے وقت کچھہ نصیحتیں فرمائیں۔ بیٹا ہمیشہ خاوند کی تابعداری کرنا۔ کبھی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر بات نہ کرنا۔ وہی گھر ہے۔ اگر خاوند کی رضا سے آوگی تو آؤ۔ لیکن اگر ناراض کرکے آئیں تو پھر اِس گھر میں گزارا نہیں۔ آجکی رات بالکل نہ بولنا۔ نیچی نگاہ رکھنا۔ اور جہاں تک ممکن ہو۔ آنکھیں نہ کھولنا۔ اگر آج اُسکو کوئی بات بھی تمہاری پسند آگئی تو ہمیشہ سکھہ سے رہوگی اگر خدانخواستہ آج ہی دل نہ ملے تو پھر تمام عمر مصیبت کا سامنا رہیگا۔ یہ سب کچھہ ہورہا ہے لیکن دُلہن اپنے جی ہی جی میں کچھہ کہہ رہی ہے۔ اماں نے تو سب کچھہ بناو سنگار کردیا ہے اب اللہ اُنکے دل کو خوش کردے +

دُلہن کے باپنے آگے بڑھکر لڑکے کو سلامی کے روپے دیئے۔ اور پرنم آنکھوں سے کہا۔ آپ کو لونڈی دی ہے۔ خدا کی بندی ہے اور میری ماتا ہے۔ چودہ پندرہ برس تک تنکا بھی نہیں توڑا۔ پہلی پھوڑنی تو کیسی اپنی غریبی موجب اِسکا دل نہیں میلا کیا۔ اب آپکو اختیار ہے۔ ہم نے تو بیٹی کیا دی سب کچھہ دیدیا۔ بہت غریب آدمی ہیں۔ آپکے لائق تو تھے نہیں لیکن جو کچھہ ہوسکا۔ اور جو اسکی تقدیر کا تھا حاضر کردیا۔ یہ کہکر واپس چلے آئے +

حقیقی دُلہن کا ڈولہ

مرتے وقت کچھہ لوگ کلمہ پڑھ رہے تھے تاکہ مرنے والیکی زبان پر بھی جاری ہوجائے نہلانے اور کفنانے کے بعد ایک چارپائی پر جنازہ رکھا گیا۔ اوپر سے ایک چادر ڈالی گئی۔ جسپر چارخانہ بنا ہوا تھا۔ بیچ میں اللہ اللہ لکھا ہوا جو دور سے دیکھنے والے کو جال کا دوپٹہ معلوم ہوتا تھا چار آدمیوں نے چارپائی اٹھائی۔ اور کلمہ پڑھتے ہوئے لیکر چلے۔ اِس دُلہن کے ساتھ اسکے نیک اعمال کا جہیز ہے۔ جنگل میں جنازہ کی نماز ہوئی۔ جو الفاظ وہاں بیٹی کے باپنے کہے تھے

یہاں سب نے ملکر دولہا سے کہے۔ اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا الخ
اس سے فارغ ہوکر دلہن کو سچے پیا کے سپرد کردیا۔ اور ایک پھولوں کی چادر قبر پر ڈالدی
سب لوگ دعا کرکے واپس اپنے اپنے گھر چلے گئے۔

سچ ہے ای بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست کسی جا سہرے چڑھے ہیں کسی جا چادر گل

مجازی دلہن کی پہلی رات

اِدھر ماں باپ دعا کررہے ہیں۔ الٰہی آج کی رات ہماری عزت تیرے ہاتھ ہے۔ دلہن اپنے دولہا کے دل میں کھب جائے۔ وہاں دولہا نے دیکھا دلہن پسند آگئی۔ خوش ہوکر مُنہ دکھائی میں کوئی چیز چڑھائی۔ اور دُلہن سے کہا۔ تم آج سے تمام باتوں کی مالک ہو۔ جو تمہارا جی چاہے وہ کرو۔ آج میری دعا قبول ہوئی۔ میں خدا سے چاہتا تھا کوئی اچھی عورت ملے جو خوب صورت بھی ہو اور خوب سیرت بھی۔ الحمد للہ تم میری مرضی کے موافق ملیں اب تم جو کہوگی وہی کیا کرونگا۔

اور اگر خدانخواستہ دلہن پسند نہیں تو رات ہی سے لڑائی شروع ہوگئی۔ کبھی طلاق دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں سڑا سڑا کر مارونگا۔ جیسی میرے ساتھ چال چلی ہے ویسا ہی میں بھی بدلہ لونگا۔ مشاطہ پر فوجداری دعوے کرنے کو تیار ہیں۔ تمام عمر بیچاری عقوبت میں مبتلا ہے۔ طرح طرح کی سختیاں اور تکلیفیں ہیں۔ کوئی بات نہیں کرتا۔ روتی ہے مگر کوئی آنسو پونچھنے والا نہیں۔ اس سے بڑھکر اور کیا عذاب ہوگا کہ پیا ناراض ہو۔

اُدھر بھی یہی حال ہے۔ اگر بندہ پہلی رات اپنے آقا کو پسند آگیا تو ارشاد ہوتا ہے سلٰمٌ قولًا من رب الرحیم۔ سلام علیکم طبتم فادخلوھا خلدین۔
ہر قسم کی نعمتوں سے مالا مال ہے۔ لا یمسھم فیھا نصب وما ھم منھا بمخرجین
مجازی دُلہن کو وہ مزیدار نیند کہاں میسر جو بندۂ مومن کو میٹھی نیند اپنی قبر میں آتی ہے۔ کما قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام یقال للمیت الصالح نم کنومۃ العروس الذی

لایوقظه الا احب اهله الیه ۔ اِس پیاری آواز کو سُن کر سونے والے قیامت تک بھی کروٹ نہ بدلیں گے۔ جب پیا ہی جگائیگا تو یٰعباد لاخوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون ۔ کی آواز سُن کر اُٹھیں گے۔ پیاری اور مبارک ہے وہ دلہن جس سے پیا خوش ہوجائے ۔

اور اگر خدا نہ کرے۔ میاں خفا ہوگئے اور کوئی ادا بھی اس پردیسی مسافر کی اُنکو پسند نہ آئی۔ اور اُنہوں نے کہدیا سب کچھ سہی۔ لیکن صورت شکل تو کسی کام ہی کی نہیں یعنی تیرا قلب جو میری جلوہ گاہ تھی وہی سیاہ ہے تو بس حیف صد حیف۔ دولہا نے خفا ہوکر مُنہ پھیرلیا۔ اور جھڑک کر سختی کے لہجہ میں فرمایا۔ فافرشوہ من النار و البسوہ من النار و افتحوا له بابا من النار ۔

اِس ہیبتناک آواز کا جو کچھ اثر اس بدصورت دلہن پر ہوگا نعوذ باللہ من ذٰلک اب دیکھنا ہے کون کون سی سکھی پیا کے پاس چلنے کو بناؤ کرتی ہے۔ پیا ظاہر بین نہیں ہے بلکہ پیا کچھ اور چاہتے ہیں۔ وقت کو غنیمت سمجھو۔ موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ جس پر پیا کی نظریں پڑتی ہیں اُسکو بناؤ سے

کچھ تو کر لو بناؤ چلتے وقت　　جا کے صورت اُسے دکھانی ہے

یہی شادیاں ہیں اگر انہی پر غور کریں تو بہت کچھ راز کا پتہ چلتا ہے ۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ ۔

ھٰذہ نبذۃ مما علمنی ربی۔ الحمد للہ علی ذٰلک ۔

بندہ سعید دہلوی

۷۸۶

حمد

(سورۂ فاتحہ کا ترجمہ)

ہے نام سے خدا کے آغاز کا اجالا
جو مہرباں بڑا ہے بیحد جو رحم والا

تعریف سب خدا کو جو رب ہی عالم کا
جو مہرباں بڑا ہے بیحد جو رحم والا

محشر کے دن کا مالک روز جزا کا والی
تجھکو ہی پوجتے ہیں ہم تیرے ہی سوالی

سیدھی ڈگر پہ لے چل ثابت قدم بنا دے
نعمت جنہیں عطا کی اُنکی روش سجھا دے

نے اُن کی راہ جن پر قہر و غضب ہوئے ہیں
نے اُن کی جو بھٹک کر گمراہ ہوگئے ہیں

آغا شاعر دہلوی

۷۸۶

نعت

خاطفِ شرک لامعِ توحید
نکلا غارِ حرا سے اک خورشید

ظلمتِ کفر ہوگئی کافور
نور تھے نور تھے وہ نور النور

ہاں وہ ہیں نور نور یزداں ہیں
مہبطِ جبرئیلؑ و قرآں ہیں

نام اُن کا زباں پہ لاتا ہوں
نعمتیں دو جہاں کی پاتا ہوں

اے محمدؐ اے احمدؐ اے محمودؐ ق
اے بشیرؐ اے نذیرؐ اے مسعودؐ

رہ نماؤں کا رہنما ہے تو
حق تو یہ ہے کہ حق نما ہے تو

کلمۂ حق سُنا دیا تو نے
نقشِ باطل مٹا دیا تو نے

الف دین نفیس وکیل کیمبلپور

۸۴

نعتیہ قصیدہ

مطلع اول

ذوق جلوہ سے مٹے دہر کے رسم آئیں — دونوں رخصت ہوئے پہلو سے جنون وتمکیں
دیکھنا قوت تخئیل کے افعال ہیں — جانچنا طاقت اعمال نظر کے آئیں
ہیں یہ نقائص محال اور بصیر ممکن — واقف راز زماں کاشف اسرار زریں
ہے وجود ان سے ہی تمیز وخرد کا قائم — اور بغیر ان کے کبھی معرفت حق ہی نہیں
فیض سے انکے ہی ادراک معائب حاصل — ذات سے انکی ہی عالم کے نقائص کا یقیں
انکے اجزا میں ہی پوشیدہ فساد و اصلاح — انکے اندام میں مضمر ہے جہاں کا آئیں
آگیا ان کے احاطہ میں وجود عالم — پالیا ان ہی تجارب سے ثبوت دارین
ساری ترتیب عناصر کے معلم یہ ہیں — ان ہی کے دم سے ہے اشیا کے حقائق کا یقیں
جتنے اجزائے بسیط اور مرکب موجود — انکے رازہائے حقیقت کے تجارب ہیں امیں
امر مشہود میں کیا دخل توہم کو ملے — اجر اعمال کہاں اور کہاں صبر متیں
لائیں اوراک بدیہی میں دلالت کیسی — پائیں اوقات معین میں کہاں سے تلوین
جب کہ ہوجاتا ہی اک شئے کا تیقن کامل — ٹوٹ جاتی ہیں توہم کی حدود تخمیں
اور یہ کیفیت عقل و تمیز انساں — ان تعدد سے جسے نعمتیں عرفاں کی ملیں
اس صفت ناقصہ خلق کی وسعت معلوم — ہو محیط جہت غیب یہ تقدیر نہیں
پردہ روئے حقائق ہیں یہ علم جوہر — یعنی وہ مادۂ دہر دل ما و طیں
ہست و بود اسکا ہے ترتیب عناصر کے سبب — جن کا ہر جزو وجودی ہی تغیر آئیں
کوئی ہے حسن حقیقی کہ تماشا اپنا — ہے فروغ نگہ خلق جمال شیریں
کوئی ہے ذات کہ ہے قادر و حی و قیوم — جس کا ہر عزم نقوش صفحات ارضین

ایک بس اُسکا ہے انعام حقیقی سب پر — حُسن تمیز دیا تاکہ ہو تمیز حسیں
اپنی فطرت بھی اسی امر کی مامور بنی — کیفیت ہائے ترقی بھی اسی سے پائیں
دیکھنا جو ہمہ اندیشہ کی پرواز ذرا — دورِ ہستی بجز اک وہم کوئی بات نہیں
جس کی آنکھوں میں سمایا ہو محبت کا نظام — اُسکی نظروں میں تو ترتیبِ جہاں کچھ بھی نہیں
شورشِ دہر نہیں مرغِ نظر کی منزل — جس کی پرواز کا ہو پہلا مکاں عرش بریں
ہستیٔ دہر کی تکوین بسببِ اظہار — کون کہتا ہے نہیں نازشِ اوّل خود بیں
فکرِ حق جو نے غمِ عشق کا پہنا خلعت — جوششِ دل نے سنبھالا علمِ علم یقیں
جس کی تعمیر میں بس صرف ہوا خونِ نیاز — میں ہوں اُس خانۂ خمار کا مست دیریں
سرخارِ مئے الفت سے مرا ساغرِ جم — نغمۂ شوق میں دل آئینۂ حُسن یقیں
گرمیٔ فکر! ذرا ضبط صدائے اعجاز — ق — خاک بھی فکر تجھے تنگیٔ ہستی کی نہیں
تیرے نغمے ہیں بتوصیف مسیحائے جہاں — تیری ہر بات میں اب جان نہ پڑ جائے کہیں

مطلع ثانی

جس کے ہر امر کی تحریر بنی جبلِ متیں — جسکے احکام کی تفسیر نقوشِ سنگیں
جس کے اندازِ جمالی ہیں بہارِ فطرت — جسکے اوصاف جلالی ہیں انارِ یاسیں
جس کے ہر عزم میں اک شان شگوفہ کاری — جسکے ہر جنبشِ مژگاں سے جہاں کی تزئیں
نقطۂ مرکزی پرکارِ جہاں کا وہ ہے — پیکرِ چہرۂ عالم کا ہے خالِ آفریں
بزمِ ایوانِ رسالت کا وہ شمعِ روشن — عرشِ تکمیلِ ولایت کے وہ خورشید مبیں
مجمع اہلِ شریعت کے وہ سردارِ اتم — محفلِ اہلِ طریقت کے وہی صدر نشیں
مظہرِ ذاتِ خدا بوئے ظہیرِ توحید — مشعلِ نور آلہ روحِ روائح تمکیں
رہبرِ راہِ محبت کے وہی رہبر ہیں — منزلِ دشتِ حقیقت کے وہ خضرِ حق ہیں
موردِ لطف و عنایاتِ خدائے اکبر — ذاتِ اقدس ہے وہی مہبطِ جبرئیلِ امیں

اولیں موج یم عزم قدیرو خالق — آخریں نقطۂ بیضائے حروف تکویں
دور خودبینی سے اور قرب الٰہی حاصل — شمع فانوس حقیقت سے ہوئے نور آگیں
ذات مطلق سے ملا فیض کا تمغہ اُن کو — جو قریب اُن سے ہوا رب سے وہ ہو گیا قریں
جن کی تعلیم کا اک راز صریح "ماینطق" ہو — جن کی بس "یوحیٰ الی" ہے حقیقی تلقیں

غزل

اے مرے خضر ازل آپ سے پوشیدہ نہیں — اپنی یہ حالت ناگفتہ کہ دنیا ہے نہ دیں
ٹھوکریں سارے زمانہ کی کھلائیں مجھ کو — کیسا دشمن ہوا ایمان کا یہ نفس لعیں
آپ کے در کے سوا میرا ٹھکانہ ہے کہاں — جا کے یثرب میں نکل جائے مری جان حزیں
میرے عصیاں ہیں فزوں حد سے شفیع امت — مجکو رسوا نہ کریں عرصۂ محشر میں کہیں
آپ کے در سے ملوں جا کے میں آنکھیں اپنی — آپ کے نقش کف پا پہ گھسوں اپنی جبیں
حسرت دید میں آنکھوں سے رواں سیل سرشک — حسرت عرض تمنا میں زباں صرف امیں
اپنے یثرب میں لے سرکار بلا لو مجھ کو — بدر آشفتہ نوا ہند میں رہتا ہے حزیں

ہوگئی حد سے فزوں ہرزہ سرائی تیری — تو کہاں اور کہاں نعت رسولؐ برتریں
اے کہ وہ ذات مقدس کہ ہے ممدوح خدا — اسکی توصیف و ثنا بدر ترے بس کی نہیں

احقر بدر جلالی

۱۹۸۶ء

مصطفٰے اور ہم

سورج کی روشنی سے ذرات میں منور — پھیلا ہوا ہے جگ میں اک فرش نور یکسر
پانی کے بل پہ ہستی زرع و نخیل کی ہے — کہتے ہیں مصر جسکو بخشش وہ نیل کی ہے

بادِ صبا کے دم سے ہیں قہقہے گلوں کے
اور چہچے اگلوں کے ہنسنے سے، بلبلوں کے

بادل کے فیض سے ہی آب بساطِ سبزہ
ہے رشحہ کرم سے اسکے نشاطِ سبزہ

نیساں کی لطف ریزی دیتی صدف کو جاں ہے
موتی کھلا کھلا کر کرتی اسے جواں ہے

موجِ ہوا کے دم سے عالم کے دم میں دم ہے
تاکِ حیاتِ انساں کی رگ میں اس سے نم ہے

مسلم کی زندگانی ہے نام مصطفےٰؐ سے
جیتا ہے دل ہمارا پیغام مصطفےٰؐ سے

مدفونِ خاک یثرب! ہم تجھسے جی رہے ہیں
آبِ حیات تیرے چشمے سے پی رہے ہیں

دانائے راز تو ہے، ہم رازدار تیرے
تو صاحبِ تسلی، ہم بے قرار تیرے

رقصاں ہمارے دل میں تجھ سے حرارتیں ہیں
مسلم کی آرزو کی اونچی عمارتیں ہیں

اقوامِ پاستاں کو دوراں مٹا چکا ہے
لکھی ہوئی ہمارے حق میں مگر بقا ہے

سونپے گئے ہیں ہمکو توحید کے خزانے
ہمکو امیں کیا ہے اس گنج کا خدا نے

ہم نام لیوا تیرے اے سرورِ جہاں ہیں
سالار تو ہمارا، ہم تیرے کارواں ہیں

آئینۂ زمانہ گو پُر صُوَر رہا ہے
تجھ سا نگار اس میں کب رونما ہوا ہے

سینہ امیں ہمارا تیرے پیام کا ہے
جاں سے عزیز ہمکو پیغام یہ رہا ہے

مینارِ نور تو ہے ظلمت گہ جہاں میں
تیری طرف ہیں آنکھیں اس بحرِ بیکراں میں

عصرِ جدید گرچہ ظلمت میں مبتلا ہے
بے اختیار تیری جانب کو آرہا ہے

غلام محمد طور ایم اے

کملی والے کی یاد میں

شب دیجور ہے اور عالم تنہائی ہے — گنبد سبز پہ سنتا ہوں گھٹا چھائی ہے
یہ گھٹا بھی مجھے اک آفت بالائی ہے — دل میں اور ہی سامان کا سودائی ہے

کملی والے کی کملیا مجھے یاد آئی ہے

آج میں خلوت تاریک میں گھبرا اُٹھا — درد ایسا کچھ اُٹھا دل میں کہ چلا اُٹھا
بارہا کشمکش درد سے بیٹھا اُٹھا — شب تاریک کو مژدہ مجھے سودا اُٹھا

کملی والے کی کملیا مجھے یاد آئی ہے

آنکھ کیا اپنی دکھاتے ہیں یہ آہو مجکو — نافۂ مشک کی سب سو ہے خوشبو مجکو
سانپ ہیں حور کے بکھرے ہوئے گیسو مجکو — اے زباں کرنے بھی دے نعرۂ "یاہو" مجکو

کملی والے کی کملیا مجھے یاد آئی ہے

شہر اے بخت سیہ آئی تباہی تیری — دیکھ کافور ابھی ہوتی ہے سیاہی تیری
کیا ہے سنبل جو یہ تصویر ہے آہی تیری — دلکو بھاتی نہیں دزدیدہ نگاہی تیری

کملی والے کی کملیا مجھے یاد آئی ہے

لے چلو چارہ گرو سوئے حریم کعبہ — سنگ اسود ہو وہاں ایک ندیم کعبہ
خاک اُڑاتا پھروں بن جاؤں نسیم کعبہ — کملی والے سے ملادے گا کریم کعبہ

کملی والے کی کملیا مجھے یاد آئی ہے

لیلٰے محمل طیبہ کا تماشائی ہوں — خرقۂ سید ابرار کا شیدائی ہوں
نہ میں دیوانہ نہ وحشی ہوں نہ ہرجائی ہوں — منی گیسوؤں والے کا میں سودائی ہوں

کملی والے کی کملیا مجھے یاد آئی ہے

ارشاد نظامی چشتی اکبر آبادی

بقیہ

یار کے جلوے

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۱۷)

باغ میں آگیا ہے موسم گل — دارو ئے دردِ سینۂ بلبل
نافۂ چیں ہوا میں پھیل گیا — جب کھلا پیچ طرۂ سنبل
برگِ گل نے بھی یار کی خاطر — باغ کی نالیوں پہ باندھا پل
ڈالی مالی نے توسنِ گل پر — چادرِ گل کی ایک رنگیں جل
دیکھئے چشم نرگسِ مخمور — کہ ہوئی مست یک قلم بے مل
چہکیں گلشن میں بلبلانِ سحر — نکلا شیشہ سے نعرۂ قلقل
بازو دُرّاج کے گلستاں میں — گلِ لالہ سے لال ہوئے چنگل
ایسی مستی میں ہو کے میں مخمور — سر جھکائے ہوئے تھا از سرِ فُل
سوچتا تھا کہ یار سے میں ملوں — ناگہاں یہ پکارا تھا صلصل

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

(۱۸)

جو کہ رکھتا ہے تیرے عشق کا دھیان — ہیچ ہے اُس کے آگے سارا جہان
تیرے تیر نگہ سے دل میرا — دیکھ رکھتا ہے سیکڑوں ہی نشان
میرا صوفی بھی ہے عجب آزاد — کہ ہے عشاق سے بھی سرگردان
ہیں خطائیں مری جو لا محدود — یار کا رحم بھی ہے بے پایان
نہ دلبر کو دل نہ دیگا وہ — جس کا دلبر ہو تجھ سا جانِ جہان

گر رہِ دوست میں تو اپنا سر | کر دے قربان کچھ نہو نقصان
عمر بھر جبہ سائی کر کہ ملے | تجکو بھی یار بزم مہرویان
قتل کرنے کو میرے ترک مرا | ساتھ رکھتا ہے تیغ خون افشان
جو نہیں جانتا اُس اک کے سوا | یہی کہتی ہے ہر دم اُسکی زبان

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

(۱۹)

قرب اُس کا وصال کہتے ہیں | وصل اُس کا محال کہتے ہیں
چاند کی طرح دیکھتے ہیں مُنہ | ابروؤں کو ہلال کہتے ہیں
اُس کی زلف و دہان کو کاتب | سہو سے میم و دال کہتے ہیں
میرے دل کے شرار کا ہی داغ | اُسکے مُنہ پر جو خال کہتے ہیں
لبِ لعلین سے جو ہیں میخوار | جامِ جم کو سفال کہتے ہیں
تخت شاہنشہی کو تیرے گدا | پائے وصف فعال کہتے ہیں
ناقص العقل جاہ دنیا کو | پائیگاہِ کمال کہتے ہیں
قصۂ ناقبول و قول قبیح | بیہدہ قیل و قال کہتے ہیں
صوفی ہر دم ہے صفا میں یہی | از سر وجد و حال کہتے ہیں

کہ بچشمانِ دل مبیں جز دوست
ہر چہ بینی بدانکہ مظہر اوست

چند سروپ چاند۔ لاہور

دل مجروح کے ٹکڑے
(دربار فریدؒ میں)

تیری شانِ بندہ نوازی کے صدقے۔ تو نے کھینچا اور یہ ستانہ فقیر آرزو کی جھولی میں زخمی دل کے ٹکڑے رکھکر آپہنچا۔ شوق نے کہا فریدؒ کا دربار سخی کی سرکار ہے کہو من مانی مرادیں پاؤگے۔ بیتاب دل اُٹھا اور زبان کو ترجمانی کی خدمت کیلئے بولایا +

وظیفہ ہوکے زبانوں پہ نام ہے تیرا ۔۔۔ سرورِ بن کے دلوں میں مقام ہے تیرا
کھلے ہوئے ہیں گلِ چشت جا بجا آقا! ۔۔۔ شانِ نکہتِ گل فیض عام ہے تیرا
ترے غلاموں میں دیکھلے رنگ محبوبی ۔۔۔ نظامِ دینِ محمد نظام ہے تیرا
عیاں ہے شانِ ایوبی ترے مریدوں میں ۔۔۔ وہ میرا صابرؒ عالی مقام ہے تیرا
مجھے بھی بادۂ الفت سے کچھ عنایت ہو ۔۔۔ کہ پُر شرابِ حقیقت سے جام ہے تیرا
کرم کرم کہ مصیبت زدہ ہے یہ سیّد ۔۔۔ غریب و بیکس و مضطر غلام ہے تیرا

مٹا مٹا مرے دل سے تو نقش کثرت کا
دکھا دکھا مری آنکھوں کو جلوہ وحدت کا

گرا ہوں در پہ ترے حرفِ آرزو ہوکر ۔۔۔ میں آبِ چشم سے آیا ہوں باوضو ہوکر
خدا کا شکر ہے پہنچا ہوں آستانہ پر ۔۔۔ دکھائی دیتا ہے مجکو وہ آج "تو" ہوکر
تمہارے پاس میں آیا ہوں دیکھنے اُس کو ۔۔۔ جو چھپ رہا ہے قریبِ رگِ گلو ہوکر
خیالِ ہستیٔ باطل مٹا مرے دل سے ۔۔۔ پھنسا رہا ہے مجھے وہمِ ما و تو ہوکر

نگاہِ لطف و کرم سے اِدھر اشارہ ہو
زمانہ دشمن جاں ہے مرا عدو ہو کر
زباں پہ میری ہو جاری ترانۂ منصور
ہو ایک میری نظر میں یہ ذاکر و مذکور

محمد حنیف چشتی (اسید)

۵۸۶

رباعیاتِ امجد

سبحانہ اعظم شانہ

اے خالق دو جہاں! خدائے اکبر!
از چشم کرم بحالِ زارم بنگر
در حالت اضطرار عبد بیکس
یا رب سواک من یجیب المضطر

استرحام

تن ہست کہ دادہ ایم یارب در خاک
سر ہم بنہادہ ایم یارب در خاک
تا ابر ترحم تو سر سبز کند
چوں دانہ فتادہ ایم یارب در خاک

اذکرونی اذکرکم

غم سے ترے اپنا دل نہ کیوں شاد کروں؟
جب تو سنتا ہے کیوں نہ فریاد کروں؟
میں یاد کروں۔ تو تو مجھے یاد کرے
تو یاد کرے۔ تو میں نہ کیوں یاد کروں؟

امن یجیب المضطر

تا چند مصیبت میں گزاروں یارب!
کیونکر ترے در پہ سر نہ ماروں یارب؟
لے دیکے غریب کو سہارا ہے ترا
جب تو نہ سُنے کِسے پکاروں، یارب

مجیب الدعوات

بیتاب کو تاب دے مجیب الدعوات!
لب تشنہ ہوں، آب دے مجیب الدعوات!

سو مرتبہ میں تجھے پکاروں لیکن　　تو بھی تو جواب دے مجیب الدعوات!

جواب

دل سے تجھے کیوں نہ چاہوں ربی ربی　　میں تجھ پہ نہ کیوں فدا ہوں ربی ربی
عبدی عبدی اُدھر سے آتی ہے صدا　　میں درد میں کہہ رہا ہوں دبی دبی

امجد حیدرآبادی

تازہ غزلیں اور نعتیں

(۱)

نتیجۂ فکر ہز اکسلنسی راجہ راجایان مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر یمین السلطنت جی سی آئی ای پیشکار و سابق مدار المہام سرکار عالی المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت آصف غفران مکان علیہ الرحمۃ

کانِ عرب سے لعل نکلکر تاج بنا ہم والوں کا　　نام محمد اپنا رکھا سلطان بنا سرکاروں کا
باندھکے سر پر سبز عمامہ کالی کملی کالی کملی　　ساری خدائی اپنی کرلی مختار بنا مختاروں کا
تیرا چرچا گھر گھر ہے جلوہ دلکے اندر ہے　　ذکر ہی تیرا لب پر جاری دلدار بنا دلداروں کا
روپ ہے تیرا سچی سچی نور ہے تیرا سچی سچی　　مہر و مہ کو تجھ سے رونق نور بنا سیاروں کا
اُمّی گو سب کہتے تھے علم لدنی کا تھا عالم　　راز بھرا تھا سینے میں قرآن کے تیسوں پاروں کا
بوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و علیؓ سے تھے چار عناصر ملت کے　　کثرت وحدت میں ہی جیسے حال وہ تھا ان چاروں کا

بادۂ عرفاں پیتا ہی ساقی وحدت کے میخانے سے
شاد مقدر فضل خدا سے جاگا اب میخواروں کا

(۲)

(از جناب سید محمد جعفر صاحب قدسی جائسی)

نظر سے دور ہو یا قریں ہو
تمہارے ساتھ دل ہے تم کہیں ہو

خدا ہے چاہنے والا تمہارا
تمہیں محبوب رب العالمیں ہو

نہیں کونین میں ثانی تمہارا
تم اس دفتر میں نقش اولیں ہو

نزول وحی باری ختم تم پر
کلام اللہ کی منزل تمہیں ہو

نہ کیوں دامن سے وابستہ ہوں عاصی
تمہیں تو رحمۃ للعالمیں ہو

تمہیں ہو طلعت سیمائے آدم
تمہیں اک نور عالم آفریں ہو

تمہیں سے انبیاء کا نام روشن
تمہیں اس سلک میں دُر ثمیں ہو

کوئی سر ہے بظاہر فصل تو کیں
حقیقت میں تم اس سے بھی قریں ہو

تمہیں یوسف سے کیا نسبت مرحبا
عزیز خاطر حسن آفریں ہو

تمہارا ہی میں کلمہ پڑھ رہا ہوں
جہاں بھر میں مرے سب کچھ تمہیں ہو

کوئی پہلو میں قدسی اور بھی ہے
تمہیں اک اسکے شیدائی نہیں ہو

(۳)

(از جناب ابو البیان محمد رضا صاحب رضا صدیقی ۔ الہ آبادی)

مرنے کی کچھ خوشی ہے نہ جینے کی آرزو
ہے کوئی آرزو تو مدینے کی آرزو

دریائے معصیت میں پھنسا ہوں میں المدد
ہے آپکے کرم کے سفینے کی آرزو

جنت کا کچھ خیال نہ حوروں کی خواہشیں
دل میں بھری ہے دشت مدینے کی آرزو

سودائے عشق احمد مختار سر میں ہے
سینے میں ہے ہمارے مدینے کی آرزو

کعبہ کو جاتے جاتے قدم آج پھر گئے
دامن کشاں ہوئی جو مدینے کی آرزو

تقاضا ہے سفر سوئے طیبہ نصیب ہو — اک عمر سے ہے ایسے مہینے کی آرزو
کُنجِ لحد پہ طور کے جلوے نثار ہیں — دلمیں جھلک رہی ہے مدینے کی آرزو
ہم بیخودوں کو کوثر و تسنیم سے غرض — ہاں اُنکے ہاتھ سے تو ہے پینے کی آرزو
پہلو میں تیر سطور کا جلوہ ہے اے رضاؔ — ہے جلوہ ریز دل میں مدینے کی آرزو

(۴)

ازجناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب قمرؔ ہلالی شاہ نظامی حیدرآبادی

محبت مصطفٰے کی دلمیں اے نادان پیدا کر — اگر انسان ہے انسانیت کی شان پیدا کر
تری عمر رواں ہے پا بجولاں تو ہے غفلت میں — سفر درپیش ہے عقبے کا کچھ سامان پیدا کر
صفائی قلب کی کر لے کسی پیر طریقت سے — مکان خالی ہے رہنے کیلئے مہمان پیدا کر
مرے گھر آج آیا ہے وہ دلبر بعد مدت کے — نہ اسمیں انقلاب گردش دوران پیدا کر
تری شہ رگ سے نزدیکتر وہ یار رہتا ہے — ذرا کر غور دلمیں اور اُسکا دھیان پیدا کر
ترے آئینہ دلمیں تماشا ہے خدائی کا — مراقب ہو ذرا گردن جھکا پہچان پیدا کر
نہ سوکھ اے دیدۂ تر یاد محبوب الٰہی میں — سمندر کیطرح اپنے میں اک طوفان پیدا کر
قمرؔ کیا فکر ہے دنیا کی کرم اسکا ہے بے پایاں — بھروسہ اُسکی رحمت کا ہی اطمینان پیدا کر

(۵)

ازحضرت قسطاس مرادآبادی

یہ سب حق ہی حق ہے نہ میں ہوں نہ تو ہی — انا انت کی یہ غلط گفتگو ہے
یہ حیرت ہے جس کی مجھے جستجو ہے — وہ آئینہ رو خود مرے روبرو ہے
نہیں سوجھتا کچھ بجز دوست مجکو — جسے دیکھتا ہوں وہی ہو بہو ہے
وہی خود ہے لیلیٰ وہی خود ہے مجنوں — وہی شیخ رہ ہے وہی رند دُمنہ ہے
سُنایا تھا جس نے الست کا نغمہ — خدا کی قسم تو وہی خوش گلو ہے

سنو قسطاس وہم و گماں ہیں — یہ تفصیل اجمال کی ہو بہو ہے۔

ضمیمہ نظام المشائخ

رسالہ

اسرار الصلوٰۃ

مصنفہ

حضرت خواجہ میر درد رحمہ اللہ دہلوی

مترجمہ

جناب مولوی حکیم ناصر نذیر فراق دہلوی

سنہ ۱۳۳۵ھ

ملا محمد الواحدی نے اپنے

درویش پریس دہلی میں طبع کرکے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اِس چھوٹے سے رسالہ کے مصنف حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ دہلوی ہیں جنکے نام نامی سے سارا ہندوستان واقف ہے۔ آپ میر تقی صاحب میر۔ اور میرزا رفیع السودا صاحب کی طرح اردو زبان کے ایک رکن اور موجد ہیں۔ میر حسن دہلوی مثنوی سحر البیان کے مصنف یا میر انیس صاحب لکھنوی کے دادا آپکے شاگرد تھے۔ میرے استاد شمس العلما مولانا محمد حسین صاحب آزاد دہلوی نے تذکرہ آب حیات میں اگرچہ آپکے کچھ حالات لکھے ہیں۔ مگر آپکے کمالات۔ اور مقامات معرفت کے لکھنے کے لیئے دفتر درکار ہیں۔ آپکا علمی تبحر اور آپکے فقر و عرفان کے درجوں کا پتہ آپ کی تصنیف سے خوب چلتا ہے۔ مجھ ناچیز کے قلم سے اُن کا ایک شمہ بھی نہیں لکھا جا سکتا۔ البتہ یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ اگلے زمانہ میں ہوتے تو حضرت امام غزالی اور محی الدین بن عربی جیسے اہل سلوک و معرفت میں گنے جاتے۔ آپ حسینی سید اور خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام حسن عسکری علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نواب احمد علیخان صاحب کی دختر نیک اختر تھیں۔ یہ وہ نواب احمد علیخاں ہیں جن کی مدح میں میرزا رفیع السودا نے

قصیدے لکھے ہیں۔ اور نواب صاحب نے انہیں اُنکے صلہ میں بہت کچھ دیا ہے۔ نواب صاحب پانی پت کے مقام پر نادرشاہ کی جنگ میں شہید ہوئے۔ اور غوث پاک رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ دلی میں تین گھرانے سادات کے ضرب المثل تھے۔ ایک جناب امام حسین صاحب کا دوسرا فوجدار خاں کا[1]۔ تیسرا خواجہ میر درد صاحبؒ کا۔ مگر غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہمارے خاندان پر ایسا زوال آیا کہ ساری خوبیوں پر پانی پھر گیا۔ اور آپ کے متوسلین نے نئے نئے طریقے اور نئے نئے چلن اختیار کر لیئے۔ خواجہ میر درد صاحب اپنے والد بزرگوار خواجہ سید محمد ناصر عندلیب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں اور خواجہ محمد ناصر صاحب کو ظاہری بیعت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ یعنی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے پڑوتے صاحب سے تھی۔ مگر ایک خاص نسبت نے واسطہ اور بالمشافہ حضرت سیدنا امام حسن علیہ السلام نے آپ کو عطا فرمائی تھی۔ جسکا نام نسبت محمدیہ ہے۔ اسی واسطے خواجہ میر درد صاحبؒ اپنی تصنیف میں جابجا فرماتے ہیں۔ "ما محمدیان خالص مستیم"۔ اگرچہ آپ نقشبندی ہیں۔ مگر سماع آپ نے اس دھوم دھام سے سنا ہے کہ حضرات چشت کو حیرت ہوتی تھی۔ آپ محمد شاہ کے عہد میں گزرے ہیں۔ میرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ اور جناب مستطاب حضرت مولانا فخر الدین چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے ہمعصر ہیں۔ فقیر حقیر ناصر نذیر فراق دہلوی جو آپ کا نواسہ کہلاتا ہے۔ مگر بزرگوں کے جوہر اور کمالات سے نابلد ہے "میراث پدر خواہی علم پدر آموز"۔ حضرت ممدوح نے ۲۴ صفر ۱۱۹۹ھ جمعہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ ترکمان دروازہ کے باہر جہاں آپکا مزار مبارک ہے وہ جگہ باغیچی کہلاتی تھی۔ مگر ہوائے بے تمیزی نے اُسے ویران کر دیا۔ چونکہ فی زمانہ اردو کا مذاق جوش ملدہا ہے۔ اور عربی فارسی کے خزانے اردو کے قالب میں ڈھلکر رائج ہو رہے ہیں۔ اس لیئے میں نے رسالہ اسرار الصلوٰة کا ترجمہ اردو میں

[1] یعنی آپکے رسالہ نظام المشائخ کے لوڈیٹر ملا واحدی صاحب کا خاندان ۔۔

لکھکر اپنے محب صادق مولانا سید محمد ارتضیٰ صاحب واحدی سلمہ اللہ تعالیٰ اڈیٹر رسالہ نظام المشائخ ومالک درویش پریس دہلی کی خدمت میں پیش کیا ہے تاکہ وہ اسے جس طور سے مناسب سمجھیں۔ اپنے پریس میں چھاپ کر شائع فرمائیں۔ اور ترجمہ کے سقم کو وہ خود بھی نیز جملہ ناظرین بھی میری کم سوادی پر محمول فرماکر معاف کریں۔

(وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین)

فقیر حقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ

رودگران۔ مدرسہ ارادتمند خاں مکان

میر ظریف صاحب

دھلی

اسرار الصلوٰۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی ھو افضل المرسلین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین ہ **اما بعد** بندۂ پرتقصیر خواجہ **میر محمدی** المتخلص بہ **درد** غفر اللہ لہ عرض کرتا ہی کہ جب معبود برحق اور ہادی مطلق نے حضرت قبلہ گاہی مظلہ العالی کے طفیل اور توجہ سے مجھ عاجز پر نماز کے بھید میرے حوصلہ اور میری استعداد کے موافق کھولے تو مجھے اُنکے لکھنے کی توفیق بھی عنایت کی۔ اور جب اُن کا ایک چھوٹا سا رسالہ بن گیا تو میں نے اُسکا نام **اسرار الصلوٰۃ** رکھا۔ یقین ہی کہ اِسکے مطالعہ سے عابد اور عارف لوگ لطف بھی اُٹھائینگے اور اپنے مقامات میں ترقی بھی کرینگے۔ اسرار الصلوٰۃ میں باب کے بدلے میں نے سِتر کا لفظ لکھا ہے اور چونکہ نماز کے سات رکن ہیں۔ اِسلئے میں نے بھی اسمیں سات ہی سِتر قائم کیے ہیں۔ مگر اِسکا فلسفہ اور حکمت خدا ہی جانتا ہے کہ نماز میں خاصکر سات ہی رکن کیوں رکھے گئے ہیں۔ اِسلئے کہ عبادت کے امور میں عقل کو دخل نہیں ہے۔ مگر یہ دوسری بات ہی کہ خدا تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے کسی بندہ پر کچھ اسکے نکتے کھولدے۔ ذرا غور فرمائیے۔ خدائے تعالیٰ نے اِس جہاں کی بنیاد سات ہی سات چیزوں پر رکھی ہے۔ آسمان سات ہیں۔ سیارے سات ہیں۔ زمین کے طبقے سات ہیں۔ دنیا کی ولائتیں سات ہیں۔ حضرت انسان کہ عالم صغیر اُسے کہہ سکتے ہیں۔ اُسکے ظاہری جسم میں ہفت

اندام ہیں۔ اور اُسکی باطنی ہستی کہ عالم امر سے بنائی گئی ہے اسمیں لطیفے سات ہیں ہفتہ کے دن سات ہیں۔ اسی طرح خداوند کریم نے نماز کو سات رکن سے اس طور سے بنایا کہ بغیر اُنکے نماز پوری نہوگی۔ وذٰلک تقدیر العزیز الحکیم۔ جس صوفی نے اپنے ہفت اندام کو سنوارا اور تزکیہ کے سات اُنہیں ٹھیک کیا۔ اور اپنے سات لطیفوں کو بھی ماسوئی کی آلودگیوں سے پاک کرلیا تو اُسوقت وہ درحقیقت نماز پڑھنے کے قابل بنا۔ اور اُسکی نماز پوری اور قبولیت کے لائق ہوگئی۔ اور اگر ہفت اندام یا سات لطیفوں میں سے ایک لطیفہ کے اندر بھی کچھہ خلل رہا تو ساری نماز اُسکی ابتر ہوجائیگی اور نماز کی شرطوں اور اُسکے ارکان میں فتور پڑ جائے گا۔ اور اہل دل کے نزدیک اُسکی نماز ناقص ہوگی۔ جس طرح نماز کے رکن سات ہیں۔ اسیطرح نماز کی شرطیں بھی سات ہیں۔ ہفت اندام کی درستی نماز کی شرطوں سے واسطہ رکھتی ہے اور لطیفوں کا وسوسوں اور خطروں سے پاک کرنا نماز کے ارکان سے تعلق رکھتا ہے ✦

پہلا سِرّ

نماز کی حقیقت اور نماز کی فضیلت اور عروج کے بیان میں جو نماز کے اندر حاصل ہوتا ہے اور نیت اور تکبیر تحریمہ اور خدائے پاک کے اُس نام کے ذکر میں جسکا اسوقت پرتوہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد کرتا ہے ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ دوسری جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے اقم الصلوٰۃ لذکری۔ اِن دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ نماز بالطبع فحش اور بُرے کاموں اور غفلت سے روکنے والی ہے۔ اور خدائے تعالیٰ کے ساتھ لگن لگانے والی۔ نماز کے اندر ساری عبادتوں کا مزا ہے۔ اور تمام بندگیوں سے بڑھ چڑھکر ہے۔ جس طرح نماز کے ظاہری جزوں میں سے قرآن کا پڑھنا۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا ہے۔ اسی طور سے

نماز کے باطنی مرتبوں میں سے قرآن کی حقیقت اور کعبہ کی حقیقت تک پہنچتا ہے۔ نماز عالم امر میں سے ایک چیز ہے۔ اور خاص ملائکہ اور ملاء اعلےٰ کا شغل ہے۔ نماز کی اصلیت اللہ تعالیٰ کے اُس نام سے متعلق ہے جیسے یا جامع کہتے ہیں۔ اور نماز کی اصل الاصل اُس معبود برحق کی صفت المحیات ہے۔ کوئی طالب العلم اس اصل کا نام سُنکر یہ نہ سمجھے کہ اسکے مقابلہ میں فرع بھی ہوگی۔ حاشا وکلا۔ یہ اصل اُس جزو فرع سے جو طلباء کی منطق اور حکیموں کی حکمت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ پاک ہے۔ مگر جب مکاشفہ میں معلوم ہوا کہ نماز میں بہت سے باطنی مقامات ہیں۔ اور ایک مقام دوسرے سے بڑھ چڑھکر ہے اور اُن سب مقاموں میں ایک مقام فوق الفوق یعنی چوٹی کا یا سب سے اوپر ہے۔ اور عالم مثال میں اُسکا رنگ حقیقت جلوہ گر ہوتا ہے۔ اس لیئے اصل الاصل کہدیا ہے اور اب شائقین کی سمجھ میں آجائے گا کہ اس پاک مرتبہ میں تبعض اور تجزی یعنی ٹکڑہ ٹکڑہ ہونے یا جزو جزو ہو جانے کو اصلاً دخل نہیں ہے تو جس طرح یہ حیات خدا کے صفاتی نام کی جامع ہے اسی طرح نماز کی حقیقت سب اعیان اور حقیقتوں کی جامع ہے اِسی لیئے نماز ہر شخص پر فرض کی گئی ہے۔ اور اُسکا ادا کرنا لازم ہوگیا ہے۔ اور آدمی تو آدمی ہے نماز ساری مخلوق پر واجب کی گئی ہے۔ آدمی اگر پوری نماز ادا کرتا ہے تو نماز کے بعض بعض رکن اور مخلوق کے حصہ میں آگئے ہیں۔ چاند سورج اور ستاروں کی پیشانی زمین کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ گویا وہ سجدے میں مشغول ہیں۔ پہاڑ اور درخت قیام کی حالت میں ہیں۔ چارپایہ جانوروں کی بناوٹ ہی ایسی ہے کہ یہ معلوم ہوتا ہے سب رکوع میں ہیں۔ چنانچہ خدائے تعالیٰ اسکی طرف اشارہ کرتا ہے الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموٰت ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب کثیر من الناس۔ اور وجدان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کی اصل الاصل صفت حیات ہے۔ اور صفت الحیات خدا کے سارے صفاتی ناموں کی

جامع اور اُنسے رتبہ میں اعلےٰ ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ خدا کے صفاتی نام بھی نماز سے خالی نہیں ہیں۔ اگر اسمائے صفاتی کے نماز ادا کرنیکے معنی نہ سمجھے ہو تو سمجھ لو کہ اسمائے صفاتی کا خدا کی ذات مطلق کی طرف رجوع کرنا یہی اُنکی نماز ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی اسکی گواہ ہے۔ قف یا محمد ان ربك یصلی۔ جب حضورؐ معراج کی شب کو پردہ وحدانیت کے پاس پہنچے تو آواز آئی "محمدؐ ذرا ٹھیرئیے تمہارا رب نماز ادا کرتا ہے"۔ اس صفت حیات کے کہنے سے کوئی یہ نہ خیال کرے کہ جیسی ہماری تمہاری حیات ہے ایسی ہی خدا کی حیات بھی ہوگی۔ ہماری تمہاری حیات کے مقابلہ میں ممات موجود ہے۔ خدا کی حیات اُس سے مبرّا و منزہ ہے۔ وھو الحی القیوم۔ جن حضرات کے قدم منصب امامت تک پہنچے ہیں اُنہیں نماز کی پوری پوری حقیقت کھلی ہے اور وہی حضرات۔ اولیاء اللہ اور مقربین درگاہ کے پیشوا مانے گئے ہیں۔ اور ان حضرات کی پیروی سب پر لازم ہوگئی ہے اور اسی مرتبہ عالیہ کے رئیس اور سردار جناب حسنین علیہما السلام ہیں۔ یہ حدیث اِس کی طرف اشارہ کرتی ہے سیدا شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین۔ اگر کسیکو منصب امامت کی تفصیل دیکھنے کا شوق ہو تو وہ مکتوبات امام برحق مدظلہ العالی کو دیکھے اُنکے مطالعہ سے اس مقام کی حقیقت اُسے بخوبی معلوم ہو جائے گی۔ الغرض عارف جب نماز میں مشغول ہوتا ہے تو اُسے اپنی حقیقت سے اوپر عروج حاصل ہوتا ہے۔ اور ان تجلیات فوق الحقیقۃ سے قسرؔ سر اور حظ وافر اٹھاتا ہے۔ اور یہ شبہہ بالکل نامناسب ہے کہ قسر قاسر کے لیئے میل طبعی لازم ہے۔ اس مقام عروج میں میل طبعی سے کچھ سروکار نہیں ہے میں عرض کرتا ہوں۔ ہر چند کہ عالم باطن میں کہ وہ مجردات سے ہے میل طبعی نہیں ہے مگر میل ذاتی ضرور ہے۔ آپ قرآن مجید کو دیکھئے والی اللہ ترجع الامور لکھا۔

سلہ زبردستی کسیکو کسی کام پر لگانا۔ اور حرکت قسری وہ حرکت جسکا محرک کوئی دوسرا ہو +

۹۸ھ

اصنام العرب

مؤلفہ

جناب مولوی سید ظفر احسن صاحب علوی

ناظم دائرۃ الادب دہلی

جس میں عرب کے علم الاصنام پر نہایت تفصیلی اور تاریخی معلومات جمع کردیگئی ہے۔ اسکے ملاحظہ سے آپکو معلوم ہوگا کہ دنیا میں بُت پرستی کیونکر پیدا ہوئی۔ اور اسکا موجد کون تھا۔ اور پھر خانہ کعبہ میں ان بتوں نے کیونکر رسوخ اور دخل پایا۔ کون بُت کہاں بنا۔ کہاں نصب ہوا اور کب کس نے اُسکو توڑا اور اہل عرب کیا سمجھکر اُن بتوں کو پوجتے تھے

۱۹۱۶
ملا واحدی نے اپنے درویش پریس دہلی میں چھاپکر شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

تقریب

دنیا میں ہمیشہ، ہر قوم نے اپنے اکابرِ سلف، اور ماضی کے عظیم الشان واقعات کی یاد زندہ رکھنے کی کوشش کی ہے۔ اور ایسے بزرگترین لوگوں کی عظمتیں، یادگاروں عمارتوں، تاریخوں، تہواروں اور مجامع ملیہ کے ذریعہ قائم و محفوظ رکھی گئی ہیں!

۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کو اقوام متمدنہ نے آج "مشاہیر پرستی" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

مگر یہ ایک دلخراش کہانی ہے کہ انسانوں نے ہمیشہ کسی نہ کسی شکل میں اپنے زندہ شرف کو پتھروں کے ناجائز احترام میں غارت کردیا ہے۔

چنانچہ وہ اربابِ نظر جنکو اصنام پرستی کی افسوسناک تاریخ پر عبور رہے، اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہی مشاہیر پرستی جو تذکارِ اعمال کے مقصد واحد سے اِسقدر حیات پرور رہے، آگے چلکر، دو تین نسلوں کے بعد، افراد و اسماء کی پرستش محض

سکھا کر انسانی جماعتوں کو، کیونکر بت پرست بنا دیتی ہے ؟

اسلاف پرستی کا مادّہ فطری ہے، مگر نہایت خطرناک، یہ بسا اوقات اپنے معتدل حد تفہم سے ہٹ گیا ہے، اور اس طرح اسلاف پرستی کے زنجیر عمل کی کڑیوں سے ہمیشہ اصنام پرستی کی ایک دوسری کڑی ہمرشتہ ہوتی گئی !

اسلاف پرستی، اصنام پرستی تک منتج ہوتی ہے ؛ اور یہ سب ظاہر ہے، چنانچہ اسی ضلالت عمل کی ایک عمیق، مگر واضح ترین مثال یہ بت پرستی ہے !

یہ موضوع حقائق و معارف کے لحاظ سے نہایت اہم ہے۔ مگر ہمارے مکرم دوست سید ظفر حسن صاحب علوی نے ایک سرسری نظر تاریخی حیثیت سے اس مسئلہ پر ڈالی، اور ایک موزوں اختصار کے ساتھ اس مبحث کے جملہ کوائف قلمبند فرمائے، اور اس طرح اصنام العرب کے نام سے حشو و زوائد سے پاک اپنی تالیف پیش کر دی !

علوی صاحب میرے محترم دوست ہیں، اور یہ ان کا حسن اخلاق ہے کہ مجھ سے اس تالیف پر تبصرہ کے خواہشمند ہیں ؛

اس تحریر پر کسی مقدمہ کی ضرورت نہیں، سوائے اسکے کہ میں بابِ اتفاق یہ عرض کروں کہ آپ تالیفات کی تلخیوں سے واقف ہیں، اور آپ اس مشقت و زحمت سے بھی خبردار ہیں جو ایک مؤلف کو اپنے موضوعِ سخن کے لیئے بڑی بڑی ضخیم کتابوں کی ورق گردانی، اور اخذ و اقتباس نیز تزئین و ترتیب، میں اٹھانا پڑتی ہیں ؛

پس یہ تحریر اسی قدر و منزلت سے مطالعہ کے قابل ہے، جسکے لیئے حقیقتہً ایسی تحریریں موزوں ہوں +

خلیقی دہلوی

۲۴۔ اکتوبر ۱۹۲۶ء

اصنام العرب

بُت پرستی کا آغاز

تمہید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱)

اس عنوان کے تحت میں یہ عرض کیا جاتا ہے کہ دنیا میں بت پرستی کا موجب کون ہوا، اور ان پتھر کی مورتوں نے رفتہ رفتہ پرستش کی عزت کیونکر پائی۔

(۲)

حضرات! اس لاعینی بدعت کا رواج، حضرت آدم علیہ السلام کی پانچویں پشت کے عہد میں اِسطرح پر آغاز پذیر ہوا۔

۱ حضرت آدم علیہ السلام
۲ حضرت شیث علیہ السلام
۳ انوش
۴ قینان
۵ مہلائیل
۶ (برد)

(برد) کے عہد میں پانچ شخص نہایت نیک اور ہر دلعزیز تھے۔ مخلوق کو ان سے بیحد فوائد و آرام پہنچتے تھے،

تقدیر الٰہی نے (ود) (سواع) (یغوث) (یعوق) (نسر) ان پانچوں کو ایک ہی ماہ کے اندر مخلوق سے چھین لیا،

مرنے والوں کا ماتم بہت زور شور سے ہوا، متوفیوں کے اعزہ واحباب کیلئے یہ صدمہ جب نا قابلِ برداشت معلوم ہوا تو اولادِ قابیل میں سے ایک شخص نے متوفیوں کے اعزہ واحباب سے تحریک کی کہ "اگر آپ لوگ پسند کریں، تو ان لوگوں کے ہمشکل پانچ مورتیں پتھر کی میں بنادوں۔ بلحاظ شکل وصورت تو کوئی فرق معلوم نہ ہوگا، البتہ نقل وحرکت اور نطق جسکا تعلق روح سے ہی یہ نہ ہوسکیگا،"

متوفیوں کے ورثا واحباب نے اس تحریک کو اس لحاظ سے بہت زیادہ پسند کیا کہ شاید ہمارا غم کچھ اسی سبیل سے غلط ہو۔ اور ہم کسی بہانہ سے کسی دوسرے شغل میں مصروف تو ہوسکیں،

چنانچہ محرک نے حسب وعدہ پانچ مجسمے بناکر ایک خاص مقام پر کچھ عرصہ بعد کھڑے کردیئے،

جن لوگوں کی خواہش پر۔ یہ مجسمے تعمیر ہوئے تھے وہ نہایت محبت کے ساتھ انکو دیکھتے تھے۔ واقعی طور پر غم غلط کرنے کی یہ ترکیب بہت مفید ثابت ہوئی،

ان کی محبت میں رفتہ رفتہ تعظیم نے بھی دخل پایا۔ مگر انکے بعد جب انکی نسل نے ہوش سنبھالا، تو محبت وتعظیم کے ساتھ ساتھ عقیدت نے بھی رنگ جمایا،

غرضیکہ محبت، تعظیم، عقیدت ان تینوں چیزوں نے ملکر ان مجسموں کا وہ رتبہ نہ رکھا جو انکے پیشروں نے قائم کر رکھا تھا،

جب یہ نسل بھی رخصت ہوئی، اور تیسری نسل نے ہوش سنبھالا تو جو کچھ یہ اپنے بزرگوں کا برتاؤ وسلوک ان مجسموں سے دیکھتے آئے تھے اسپر بہت کچھ مبالغہ کیا وفور تعظیم وعقیدت نے یہ عقیدہ دلمیں پیدا کردیا کہ یہ بُت ضرور خدا سے ہماری سفارش

کرینگے،

اس جہالت نے اسقدر استقلال کے ساتھ اشاعت پائی کہ تمام آدمیوں نے انھیں کی پرستش شروع کردی،

یہانتک کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں خداکو کوئی جانتا بھی نہ تھا حضرت نوح علیہ السلام سابقہ وحدانیت کو ہر چند زندہ کرنا چاہتے تھے۔ اپنی قوم کو ہر طرح سمجھاتے تھے مگر اُنکے وعظ کے مقابلہ میں ان کی قوم کے سردار اپنی قوم کو یہ ہی سمجھاتے رہے کہ

لا تذرن الھتکم ولا تذرن ودّا — نہ چھوڑیو اپنے ٹھاکروں کو۔ اورنہ چھوڑیو ودّ کو

ولا سواعًا ہ ولا یغوث ویعوق ونسرا — نہ سواع کو اورنہ یغوث کو نہ یعوق کو نہ نسر کو

(سورہٗ نوح پارہ تبارک)

اِس کفر پروری کا نتیجہ اور خدا کے رسول کو جھٹلانے کا منظلمہ غیرت الٰہی کو حرکت میں لایا۔ اورحضرت نوح علیہ السلام نے پکار کر کہا:۔

رب لا تذر علی الارض من الکٰفرین دیّارا۔ (سورہٗ نوح پارہ تبارک) — اے رب نہ چھوڑیو زمین منکروں کا ایک گھر بسنے والا۔

چنانچہ غضب الٰہی طوفان کی شکل میں نازل ہوا۔ اور دنیا غرق ہوگئی۔ پانی کے زور وتموج نے اُن پانچوں مجسموں کو جو کل تک بھی معبود تھے اُنکی جگہ سے اکھیڑ کر "حدود جدہ میں پہنچا دیا" طوفان کا پانی خشک ہوجانے کے بعد، یہ خدائی گم کردہ بت وہیں پڑے رہے۔ جہاں انکو پانی کی موجیں ڈال گئی تھیں۔ اس کے بعد جو ہوا چلتی تھی ایک چادر ریگ اُنپر چڑھا جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک روز یہ مخلوق کی نگاہوں سے قعرِزمین میں چھپ گئے،

بُت پرستی کی ایجاد وابتداء صرف اس واقعہ پر مبنی ہے جو اوپر عرض کیا

جا چکا۔ ہر زمانہ میں اس عقیدہ نے مختلف قسم کی ترقیاں پائیں۔ یہاں تک کہ خدا کے گھر میں بھی یہ جا پہنچے،،

یہ بُت خدا کے گھر میں کیونکر پہنچے؟

اس کی تفسیر یہ ہے کہ بانی کعبہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جب اپنا وقت پورا کر چکے تو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے باپ کی خدمت کو سنبھالا،

اُن کی اولاد نے اپنے جد بزرگوار کی دعا سے اسقدر ترقی پائی کہ مکہ کی زمین تنگ نظر آنے لگی،

آخرش اولاد اسمٰعیل نے ہجوم عام کے ساتھ "عمالیق" کو مکہ سے نکالا۔ لیکن پھر بھی ضروریات پوری نہوئیں۔ انجام کار جب کوئی دوسرا مقابل نرہا تو آپس میں ہی زمین، زن، زر کے لیے کشت و خون کرتے رہے،

زبردست و صاحب قوت نے مغلوب و کمزور کو اس طرح نکال دیا جس طرح پہلے عمالقہ کو جلاوطن کر چکے تھے،

مغلوب و معذور تلاش امن و معاش میں چاروں سمت پھیل گئے زبردست مکہ کے مالک بنے رہے،

جو لوگ جلاوطن ہوئے تھے۔ انکو کعبہ کے ساتھ ویسا ہی محبت و عشق تھا خانہ کعبہ کی عظمت، حج، عمرہ، ان مذہبی امورات کو اُنھوں نے نہ چھوڑا۔ جلاوطن ہوتے وقت انھوں نے یہ سمجھا کہ اب ہم بھلا خانہ کعبہ تک کیونکر پہنچ سکیں گے، یہاں کی جو چیز بھی لے جا سکیں ضرور لے جائیں۔ چنانچہ چلتے وقت بہتوں نے حرم کے پتھروں میں سے ایک ایک پتھر اٹھا لیا، جب اُن کا جی چاہتا، وہ اس پتھر کو آگے رکھکر کعبہ کی طرح اُس پتھر کا طواف کرتے، اور وہ تمام رسومات بجا لاتے جو وہ کعبہ میں ادا کیا کرتے تھے، اُن کی اولاد نے اس رمز کو نہ سمجھا کہ ہمارے بزرگ ان پتھروں کی

تعظیم کس خیال سے کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملت ابراہیمی کو چھوڑ کر بت پرستی میں مبتلا ہو گئے، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جس پتھر کو چاہا معبود سمجھ لیا، رفتہ رفتہ بہت کم لوگ باقی رہے، جنھوں نے ملت ابراہیمی کو زندہ رکھا۔ جلاوطن اسمٰعیلیوں کے اس فعل نے تھوڑے ہی عرصہ میں، دو پشتوں کے بعد اطراف مکہ میں بت پرستی کو عام کر دیا،

خاص مکہ میں یہ ہوا

کہ عمرو بن لحی خزاعی" جس نے اپنے نانا عمرو بن حارث سے تولیت مکہ پائی تھی، بحالت تولیت مکہ یہ شخص نہایت طویل علالت میں گرفتار ہوا۔

کسی نے اُسے مشورہ دیا کہ "بلقا رشام میں ایک حمام ہے تجکو وہاں جاکر غسل کرنا چاہیے۔ ضرور آرام ہوگا،

چنانچہ عمرو بن لحی خزاعی وہاں گیا اور غسل سے صحت یاب ہوا۔ وہاں کے لوگوں کو اسنے بتوں کی پرستش کرتے دیکھا، اُسنے پوچھا کہ یہ کیا چیزیں ہیں اور تم کیا کرتے ہو؟

اُنھوں نے بتلایا کہ یہ ہمارے معبود ہیں۔ انہیں سے ہم مینہ برسنے کی استدعا کرتے ہیں۔ اور انہیں کے ذریعہ سے ہم اپنے دشمنوں پر فتح پاتے ہیں؛

عمرو نے خواہش کی کہ مہربانی ہوگی مجکو بھی ان میں سے ایک معبود دو۔ یہ درخواست حمام والوں پر بہت شاق تھی۔ تاہم مہمان نوازی سے مجبور ہو کر اُنھوں نے اس درخواست کو منظور کر لیا۔ اور ایک بُت جس کا نام "ھبل" تھا عمرو کو دیدیا، جسکو وہ اپنے ساتھ مکہ میں لایا، اور خانہ کعبہ کے اندر نصب کر دیا،

اسکے بعد عمرو نے کسی سے سن پایا (جیسا کہ ہمارا خیال ہے) یا صاحب "بلوغ الارب فی احوال العرب" کی تحقیقات کے موافق، عمرو بن لحی خزاعی متولی مکہ کو جو اپنے وقت کا زبردست کاہن بھی تھا۔ ایک "جن" نے جو اسکا تابع تھا۔ بتلایا، کہ یہاں سے جلد روانہ ہو، جدہ جا، وہاں تو چند بت معبود بنے بنائے پائیگا، انکو لے آ، اور بلا خوف تمام عرب کو انکی پرستش

یارانِ نظام المشائخ

(بقیہ صفحہ ۲)

خریدار دینے والے حضرات کی فہرست

جناب محمد عبدالرزاق صاحب ڈاکخانہ کوبٹہ نے جناب مولوی شاہ معین الدین صاحب آرہ کو خریدار بنایا
جناب محمد شریف مالک صاحب لہریا سرائے نے جناب مولوی محمد زین الدین صاحب زمیندار لہریا سرائے کو،
جناب عنایت علی صاحب اختر نے جناب فیض علی صاحب موضع موئی کو، جناب منشی عبدالعزیز صاحب
طالب علم نے جناب محمد اکبر صاحب العراقی کو، جناب ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب حیدرآبادی نے
جناب مولوی سید محمد صاحب شطاری کو، جناب مولوی محمد کفایت اللہ صاحب قریشی مقام بڑنیرہ
نے جناب رحمت خان صاحب کو، جناب غلام احمد صاحب نے جناب سید احمد شطاری صاحب مدراس کو، جناب
منشی محمد فیض الدین صاحب مختار بنارس نے جناب محمد سلیمان خان صاحب سب اوورسیر شہر بنارس کو،
جناب ماسٹر محمد حمزہ خان صاحب نامدور نے جناب دولے خان صاحب مقطعہ دار مستردن ضلع اکولہ کو،
جناب عزیز الرحمن صاحب کلکتہ نے جناب عبدالحلیم صاحب ڈھاکہ کو، جناب ماسٹر محمد حمزہ خان صاحب نامدور نے
جناب شیخ محی الدین صاحب ملکاپور کو، جناب عبدالصمد صاحب صوفی دہلوی نے جناب فضل احمد صاحب کانپور کو،
جناب محمد غلام رسول صاحب موضع ڈیہی نے جناب شیخ صغیر الدین صاحب موضع بلوا کو، جناب محمد عبدالخالق
صاحب نائب محکمہ آبپاشی ٹپہ خانہ جامم سیٹھ نے جناب مولوی غلام محمد رضا صاحب مترجم دفتر آبپاشی
مذکور کو، اور جناب مولوی سید احمد اصغر حسینی صاحب قادری اہلکار دفتر مذکور کو، اور جناب مولوی محمد قمرالدین
صاحب وکیل ٹپہ خانہ جامم سیٹھ کو، جناب صوفی ارشاد صاحب والون نے جناب قمرالدین صاحب نیشا نانوکو

جو خود خریدار ہوئے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

جناب محمد عثمان صاحب سوداگر چالیس گاؤں، جناب محمد خان صاحب شنشن تینی پور، جناب
احمد دراز خان صاحب عاجز عطاپوری، جناب محمد فقیر خان صاحب سب انسپکٹر پولس الدین

جناب محمد نصیر احمد صاحب متعلم مدرسۃ العلوم علی گڈھ، جناب شیخ عنایت کریم و حاجی شیخ یار علی صاحب سوداگر
گودام ، جناب اے۔ بلکے۔ عادل شریف صاحب رنگون، جناب حافظ سید عبدالرحیم صاحب تحصیلدار
پھپرقی، جناب کے غلام نبی صاحب پالے پنو، جناب شبیر علی صاحب میاوڈ، جناب چودہری محمد ظہیر الدین
حسین صاحب قصبہ ڈیوی، جناب حافظ محمد قاسم صاحب پٹواری موضع گولڑیا، جناب رام نرائن سنگھ
صاحب موضع بیر پور، جناب سید اصغر علی صاحب سب اوورسیر جالندھر، جناب قاضی غلام جیلانی
صاحب سب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ باوشاہان، جناب عبداللطیف صاحب موضع گگ سلطان، جناب ایم بی
مصطفےٰ صاحب کولمبو، جناب محمد حنیف صاحب کارنجہ، جناب میر احمد علی صاحب عادل آباد، جناب آنریری
سکریٹری صاحب مسلم انسٹی ٹیوٹ اجمیر شریف، جناب محمود الرب صاحب خالد ڈاکخانہ لولائی، جناب سید محمد
صاحب مدرس ہاشمی، جناب عبدالوہاب صاحب قریشی کلکتہ، جناب شیخ سردار علی صاحب نقشبندی کیمبل پور، جناب
ایم۔ اے رحیم ایم۔ اے باری صاحب ڈاکخانہ پاسان، جناب محمد صاحب مرج، جناب محمد یٰسین خان
صاحب ٹاجنا پلی، جناب ولی میاں چاند بھائی صاحب پرنتیج، جناب عبدالغنی صاحب ڈاک خانہ دارسا،
جناب ای سی ایس قمر الدین صاحب نوپورہ سورت، جناب محمد حسین صاحب نظامی مغلسرائے، جناب محمد عبدالخالق
خان صاحب مینڈار مرشد پور، مسٹر عبدالعزیز صاحب بنگلور چھاؤنی، جناب پریسیڈنٹ صاحب مسلم تجیرز
کانفرنس برما، جناب غلام نبی صاحب پٹواری کوٹلی بہوٹہ، جناب عبدالعزیز صاحب بنگلور، جناب فتح محمد
صاحب ناتھہ دوارہ، جناب منشی رمضان خان صاحب مہرولی، جناب یوسف علی ولد علی محمد صاحب ناسک
جناب عبدالحی خان صاحب رئیس گوتنی ضلع پرتاب گڈھ، جناب سید شجاعت حسین صاحب کلرک مغلسرائے،
جناب بشیر احمد صاحب صوفی باغ کلکتہ، جناب محمد جان اخون صاحب اُمر ضلع ہوشیار پور، جناب بابو
نظیر احمد صاحب مغلسرائے، جناب غلام محی الدین صاحب سیلور، جناب ایم نذیر احمد صاحب بھاگلپور، جناب
محمد عبدالرحمن خان صاحب رڑکی، جناب منشی محمود میاں شہاب الدین صاحب کیرا، جناب شریف اللہ خان صاحب
شاہجہانپور، جناب اسحٰق حاتم سیٹھ صاحب مدراس، جناب منشی عبدالاحد بیگ صاحب تحصیل گھوسی،
جناب محمد کرامت اللہ خان صاحب ملکاپور، جناب ایس ایم احمد صاحب بریلی، جناب شفیق احمد صاحب غازی پور،

جناب علی اکبر صاحب پوسٹماسٹر ڈسکی چاہ، جناب محمد عبد الصمد صاحب ہیڈ ماسٹر حسین آباد، جناب ثناء اللہ خان صاحب
چوڈہولن، جناب ایس رحمت علی صاحب کلکتہ، جناب محمد عبد الرحیم صاحب مدگری، جناب مولوی محمد منور صاحب
سنگرولے، جناب محمد عبد الغفور صاحب کولا، جناب چودھری اکرام شرف صاحب زمیندار گڑھی، جناب محمد بہادر
خان صاحب چشتی چھاؤنی لاہور، جناب سلطان محمود صاحب کشکوری محمد پور، مسرز ابا عبد الشکور
اینڈ سنز میسور، جناب محمد سلیمان خان صاحب چکیا، جناب تجمل حسین صاحب اورنگ آباد، جناب مولوی محمد
نعمان صاحب مقام بقہ، جناب منشی محمد بشیر الحق صاحب سب انسپکٹر پولس سوندرسا، جناب شیخ عبد الرحیم
صاحب سب انسپکٹر مدارس مدھے پورا، جناب جند ودھر صاحب سکنہ راجن پور کلاں، جناب سید محمد
واعظ الدین صاحب مختار ڈالٹنگنج، جناب منشی نیاز احمد صاحب لائبریرین راجندرا وکٹوریہ لائبریری
پٹیالہ، جناب سید نظیر المحمد صاحب سب رجسٹرار ڈاک خانہ ٹیگرا، جناب ایم محمد عبد الحی صاحب کچہری کدسیا
جناب ای۔ وائی ابراہیم صاحب مانڈلے، جناب عبد القادر صاحب سوداگر حیدرآباد دکن۔

مردِ زن کرشنگی مشین

ناظرین یہ مشین المعروف بہ اکسیر قوت گولیاں
خوراک شستی طلائی، سستی کمزوری ضعف قوت کی

بچپن کی غلط کاریوں کے بد نتائج سرعت۔ رقت ضعف دل و دماغ و جگر کی کمی خون ضعف گردہ و مثانہ ضعف اعصاب و سکڑوں کی
ماہر کن۔ کثرت بول۔ بلند زیابطیس لاولادی جریان وغیرہ وغیرہ کی دنیا بھر میں ایک نہایت مجرب بیتر بہدف تریاق کامل شرطیہ حکمیہ مفید اعلیٰ
خاصیت دوا ثابت ہوئی ہے۔ ہزار ہا لوگوں نے جو مندرجہ بالا امراض میں مبتلا ہو کر بظاہر زندہ مگر بباطن مردہ تھے اور ہر طرح علاج کر کے مایوس ہو چکے
تھے ان کو اس سے پورا آرام ہوگیا گویا وہ دوبارہ زندہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ انگریزوں صاحبوں ڈاکٹروں حکیموں وغیرہ نے منگوا یا اور
مفید پایا ہر موسم ہر طبیعت ہر ملک میں مفید و بے ضرر ہے اگر آپ بھی خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا ہیں تو ہم یقین سے کہتے ہیں کہ آپ بھی
اکسیر قوت کو بھی استعمال کر کے شرطیہ لوہے کی مانند مرد کامل بن جائیں۔ یہ دنیا بھر کی چوٹی کی بے ضرر مفید و مقوی مجرب
دوا ہے ساتھ ہی شرط ہے کہ اگر باقاعدہ استعمال سے آرام نہ ہو قیمت واپس ہو گی قیمت سالم بکس اکسیر قوت و مرد زندہ کرنیکی مشین
پانچ روپیہ مگر نظام المشائخ کے خریداروں کو چار روپیہ حکیم دوست محمد خان مالک دواخانہ ہمدرد

سپہر طریقت کے درخشاں ستارے

آئینہ فقیری ۱ے۔ فقیر کے چاروں حرف کی عالمانہ اور صوفیانہ تشریح۔ فقیروں اور صوفیوں کے گہرے راز۔ اور بیکد اقوال طریقت کے سینہ بسینہ اسرار فقیر کون لوگ ہیں فقیر بننے کا آسان طریقہ بالغرض عجیب کتاب ہے قیمت فی جلد دو آنے (۲)

آئینہ خیالات ۔ ایوان طریقت کا آئینہ سالکان مسلک حق کے لیے ایک شفاف آئینہ گل و بلبل جام و صراحی۔ مینا و قلقل خلوت جلوت، فراق وصال غمزہ و ادا زلف و کاکل وغیرہ الفاظ کی پیاری تشریح کیفیات۔ فنائیت کے تینوں درجوں کی پوری پوری توضیح ملکوت و طریقت۔ مرابطہ و مراقبہ۔ عالم صغریٰ و کبریٰ۔ مکاشفہ و مشاہدہ ناسوت ملکوت جبروت لاہوت ماہوت وغیرہ کی پوری کیفیت توحید و معرفت حق کا طریقہ الغرض طریقہ کی ایک عجیب و نایاب کتاب ہے قیمت فی جلد ۸/

تحفۃ العشاق جنہیں سجدہ کریں گے سامنے ہم دو گواہ ہوں گے تو بلا کو دیر سے ہندو کو کعبہ سے مسلماں کو۔ اس شعر کی شرح میں یہ انوکھی کتاب لکھی گئی ہے تصوف کے دقیق مسائل کو حل کر دیا ہے سجدہ کے اقسام سجدہ کا جواز اور عدم جواز شہادت حقیقی کے علم دیر و کعبہ ہندو اور مسلمان کی مفصل تشریح دل کی کیفیت صوفیوں کا صحیح فوٹو صوفی بننے کا سہل طریقہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں لکھا ہے قیمت فی جلد ۴ (چار آنے) غرضیکہ تینوں کتب دس آنے معہ محصولڈاک میں مل سکتی ہیں +

اکسیر دماغ روحانی اور دماغی ریاضت کرنے والوں کے لیے نایاب تحفہ جو پیٹ کے اندر پہنچتے ہی دماغ رگ پٹھوں کی غذا بنجاتی ہے دماغ کی گرمی خشکی کمزوری چہرے کی بے رونقی۔ درد سر چکر آنا اٹھتے بیٹھتے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جانا کم حافظہ نزلہ زکام دائمی آنکھوں اور ناک سے پانی بہنا دہشت ناک خواب دیکھنا طبیعت کا منتشر رہنا وغیرہ وغیرہ دماغ اور آنکھوں کی بیماریوں کو بیخ و بن جڑ سے کھو دیتی ہے لذیذ اور خوشگوار ہے طلباء کے لیے ایک نایاب تحفہ ہے قیمت فی ڈبیہ ایک پاؤ کے بوتل جو ایک ماہ کیلئے کافی ہے صرف عہ

روحانی پیغام تصوف اخلاق۔ روحانیت۔ طمانیت قلبی اور سرمایہ ابدی کا ایک ماہوار رسالہ جس کے دس نمبر اس وقت تک نہایت آب و تاب سے نکل چکے ہیں جسکے انوکھے اور پرتاثیر مضامین نے لوگوں کے دلوں کو ایسا مسخر کر لیا ہے کہ وہ سوتے وقت بھی سرہانے رکھ کر سوتے ہیں اور جسکی مطالعہ سے سینکڑوں گمگشتگان بادیۂ ضلالت راہ راست پر آگئے ہیں جس نے اپنے مسیحائی اثر سے مردہ دلوں میں زندگی کی ایک نئی روح پھونکدی ہے اور جو تمام موجودہ صوفیانہ رسالوں سے نرالا ہے اگر آپکے پاس ابتک نہیں پہنچا تو کارڈ لکھ بھیجئے نمونہ مفت ملتا ہے مگر پیشگی بھیجا جاتا ہے قیمت سالانہ معہ محصولڈاک صرف ستر آنے ہے عہ/

پتہ: قیس چشتی۔ دینانگر ضلع گورداسپور

میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

اور ایک نہایت حسین خوش رو نوجوان سے شادی کرنا چاہتی ہوں!!!!!!

رنگیلے چھبیلے حسن کے دل دادہ نوجوانو! خبردار ہو جاؤ

حسن خوبصورتی پیدا کرنیوالا چہرے کی رنگت سفید اور چمکدار کرنیوالا

پری جمال صابن

جو ایک خاندانی طبیب کی ایجاد ہے جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں نام پیدا کر لیا ہے فوراً منگا کر استعمال کرو۔ یہ صابن تازہ تازہ خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے۔ کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف سات روز ملکر نہانے سے گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت اور مخمل کی مانند ملائم ہو جاتا ہے۔ مہاسے دور کرتا ہے فی بکس تین ٹکیہ مع صابن دانی ایک روپیہ (عہ) +

روغن پری بہار گیسو دراز

یہ سر میں لگانیکا خوشبودار پر بہار تیل بالوں کو خوش نما بناتا ہے خشکی رفع کرتا ہے۔ بالوں میں نرمی لچک و چمک بے انتہا پیدا کرتا ہے۔ بال لمبے اور ریشم کی طرح ملائم ہو جاتے ہیں۔ اس کی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطر رہتا ہے +

قیمت فی شیشی ۱۰ تولہ ایک روپیہ (عہ)

حکیم محمد یعقوب خاں مالک دواخانہ نورتن دہلی فراشخانہ

شان دار قرآن مجید معری شدہ حنا

یہ قرآن مجید متوسط القلم خط نہایت پاکیزہ چھپائی صاف کاغذ سفید ستھرا ہے۔ مبتدیوں کے لیے اس سے بہتر قرآن مجید شائع نہیں ہوا صحت کا یہ عالم ہے کہ ایک ایک لفظ کی ذمہ داری۔ باوجود کاغذ کی گرانی کے ہدیہ مجلد عہ

انگلش ٹیچر یعنی انگریزی سیکھنے کی آسان کتاب

اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے سیکھنا چاہتے ہیں تو اس انگلش ٹیچر کو ضرور منگا لیجئے اس لاجواب کتاب میں گرامر ٹرانسلیشن ایڈیم اور لیٹر رائٹر وغیرہ درج ہیں لفظوں کے معنی اور تلفظ سکیں اردو میں لکھے گئے ہیں ہر محکمہ عدالتی و ہر موقع کے فقرے تقریباً بتیس قسم کے خط بھی درج ہیں ۵۶ صفحہ مجلد قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

المشتہر ایچ۔ محمد یوسف خاں منیجر شہرت ایجنسی دہلی

گلزارِ چشت کے انتالیس (۳۹) پھول

بڑی کوشش اور پوری تلاش سے خاندان چشتیہ کے انتالیس بزرگوں کے فوٹو دستیاب کرکے اور سب کو ایک جگہ موزونیت کیساتھ ترتیب دیکر پھر بذریعہ فوٹو ۱۲ × ۱۰ سائز کے بر عائد بیپر پر منعکس کیا ہے ہر بزرگ کا نام تصویر پر بخط جلی لکھا ہوا ہے۔ ایک نقشہ کم از کم آپ بھی منگوا لیجئے۔ اور گھر کی رونق بڑھائیے ایسی چیز بار بار نہیں ملتی ہے اس فوٹو میں جن بزرگوں کی تصویریں ہیں اُن کے نام یہ ہیں :-

(۱) امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ
(۲) حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
(۳) حضرت ابو الفضل عبدالواحد رح
(۴) حضرت ابو علی فضیل رح
(۵) حضرت خواجہ ابراہیم ادہم رح
(۶) حضرت خواجہ سدید الدین رح
(۷) حضرت خواجہ امین الدین رح
(۸) حضرت خواجہ کریم الدین رح
(۹) حضرت خواجہ شرف الدین رح
(۱۰) حضرت خواجہ احمد ابدال چشتی رح
(۱۱) حضرت خواجہ ظہیر الدین ابو محمد رح
(۱۲) حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف رح
(۱۳) حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتی رح
(۱۴) حضرت خواجہ احمد چشتی رح
(۱۵) حضرت خواجہ شاہ سبحان چشتی رح
(۱۶) حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی رح
(۱۷) حضرت خواجہ عثمان ہارونی رح
(۱۸) حضرت خواجہ معین الدین چشتی رح
(۱۹) حضرت خواجہ حمید الدین صوفی رح
(۲۰) حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح
(۲۱) حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ
(۲۲) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح
(۲۳) حضرت خواجہ امیر خسرو دہلوی رح
(۲۴) حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلی رح
(۲۵) حضرت خواجہ برہان الدین غریب رح
(۲۶) حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رح
(۲۷) حضرت خواجہ شیخ جلال تھانیسری رح
(۲۸) حضرت خواجہ شیخ کمال الدین علامہ رح
(۲۹) حضرت خواجہ سراج الحق والدین رح
(۳۰) حضرت خواجہ علم الحق والدین رح
(۳۱) حضرت خواجہ محمود عرف راجن چشتی رح
(۳۲) حضرت خواجہ جمال الدین عرف جمن رح
(۳۳) حضرت خواجہ شیخ حسن محمد چشتی رح
(۳۴) حضرت خواجہ محمد اعظم چشتی رح
(۳۵) حضرت خواجہ سید شاہ علی شاہ رح
(۳۶) حضرت خواجہ سید حسن نظامی صاحب مدظلہ
(۳۷) حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادی رح
(۳۸) حضرت مولانا خواجہ فخر الدین رح
(۳۹) حضرت پیر محمدی صاحب رح

قیمت فی فوٹو آٹھ آنہ (۸/) ایک درجن فوٹو کی قیمت ۵/

محصولڈاک علاوہ۔ فرمائشیں جلد جلد بھیجئے۔ نقشے امید سے زیادہ نکل رہے ہیں +

المشتہر فقیر ارشاد احمد سنحال ارشاد نظامی چشتی اکبر آبادی منیجر نظامیہ کمیشن ایجنسی منڈی حجام آگرہ

کلکتے کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کانوزی جنتری

کانوزی جنتری ۱۹۱۶ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجے کے چکنے کاغذ پر چھپ رہی ہے۔ اور جنوری ۱۹۱۶ء کے پہلے ہفتے سے بلا قیمت و محصولڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جائے گی۔ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف لکھے پڑھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیجیے اور جنتری مذکورہ وقت پر آپ کے پاس بھیجی جائے گی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی و ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملا کر بنا ہے اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی۔ چھاجن۔ برص وغیرہ دفع ہو جاتے ہیں۔ برص سے خراب ہوئے چمڑے میں اچھا فائدہ دکھلاتا ہے چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اسلئے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنیوالی دوا ایڈوڈ ائینر سالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے۔

قیمت فی شیشی ۸؍ محصولڈاک ایک سے چار تک پانچ آنہ۔ سالسہ قیمت دو روپیہ ۲؍ محصول چھ آنہ ۶؍

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر ریم آتا ہو بہتا یا ٹیسا ہو دو تین مرتبہ استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت ۱۲؍ پچکاری کان صاف کرنیکی ۴؍ خرچ ہر دو چیز کا پانچ آنہ (۵؍)

کلورو ڈاین

یہ انگریزوں کی ایک خانگی دوا ہے سیاہی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے۔ آؤں دست اور بچپش کے لیے نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دوا خانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈاین سے کہیں بہتر ہے۔

اسلیے بازاری کلوروڈاین نہ خرید کر کے اس کلوروڈاین کو خریدیں قیمت ۱؍ اور ایک درجن کے لئے چار روپے۔ محصول ڈاک پانچ آنہ (۵؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے۔ روتے کو ہنساتی ہے۔ ایک باریک و مضبوط تنکے کے سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اُسے دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے۔ اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ۔۔۔ روئی ڈبو کے اسمیں بھر دیں فوراً درد بند ہو جائیگا۔ قیمت چار آنے ۴؍ محصولڈاک ایک سے آٹھ شیشی تک چھ آنہ (۶؍)

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

یورپ میں اشاعت اسلام جیسے فرض اولین کے گرانبار اخراجات سے قوم سبکدوش ہو سکتی اگر

رسالہ

اسلامک ریویو انگریزی ماہواری - مجریہ لندن قیمت [illegible] سالانہ مع محصول ڈاک [illegible]

کے پانچہزار خریدار اور اسکے اردو ترجمہ

رسالہ اشاعت اسلام ماہواری قیمت مع محصول ڈاک [illegible] سالانہ

کے دسہزار خریدار ہو جائیں

مسلم پبلک میں اسلامک ریویو محتاج تعریف نہیں اسکے ایڈیٹر مشہور مسلم مشنری جناب خواجہ کمال الدین صاحب و جناب مولوی صدر الدین صاحب ہیں صرف ہم برادران اسلام کو یہ اطلاع دینا چاہتے ہیں کہ اسوقت اسکے منافع پر انگلستان کے اسلامی مشن کے اخراجات بہت حد تک چلتے ہیں اسکا ہر ایک خریدار گویا بلا واسطہ میں اشاعت اسلام کا خود متکفل ہو جاتا ہے اگر برادران ملت کوشش کرکے انگریزی رسالہ کے پانچہزار اور اردو کے دسہزار خریدار پیدا کریں تو انکا منافع ہی ہمارے ووکنگ اسلامی مشن کا کفیل ہو سکتا ہم چاہتے ہیں کہ انگریزی رسالہ کی ایک ہزار کاپی بلا قیمت یورپ میں مفت تقسیم ہو اگر کوئی شائق تبلیغ اسلام شیدائی ہر پانچ روپے سالانہ بھیجے تو ہم ان کی طرف سے انگریزی رسالہ یورپ میں مفت تقسیم کر دینگے [illegible] اشاعت کے شائق چند ہزار بھی ہندوستان [illegible] دو [illegible] اسلامک ریویو [illegible] اشاعت اسلام کا ثابت ہوا [illegible] ان اپنی عزت [illegible] اسکو [illegible] کرنے کی کوشش کریں اور اللہ تعالیٰ سے [illegible]

[illegible]

خواجہ عبد الغنی سیکرٹری رسالہ اسلامک ریویو و اشاعت اسلام عزیز منزل نولکھا لاہور

اشتہار

[illegible] جواب کے لیے ٹکٹ ساتھ آنے چاہییں

[illegible] مولوی علی محمد خان [illegible] مقام [illegible] ضلع [illegible] (پنجاب)

تین پر ایک ۱ر

حصہ چہارم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴ر

ناگفتہ بہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴ر

اور شیخ سنوسی کا پہلا ۔ دوسرا تیسرا حصہ فوراً منگائیے جن میں آیندہ زمانہ کے انقلابات اور موجودہ جنگ کے پُراسرار انجام کے حالات ہیں +

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی یہ ہے

سفرنامہ مصر شام و حجاز ۔ باتصویر	ے ر	فلسفہ شہادت	ا ر
ایضاً ایضاً بلاتصویر	۱۲ر	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	ا ر
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی صاحب	۸ر	ایضاً بم دو پیسہ ۔ رہنشدوق	۲ر
تسخیر مہر و قہر یعنی اعمال حزب البحر	۸ر	ایضاً ہوائی جہاز دو پیسہ ۔ جرمن شہزادہ کی لاش	۲ر
پیغمبری اشارے کی اردو دعائیں	۴ر	قیصر کا اعلان جنگ	ا ر
غدر دہلی کے افسانے باتصویر	۴ر	دل کی مراد	ا ر
رسول کی عیدی	۲ر	اسرار	۴ر
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو رح	۳ر	آئیڈیل یعنی ہندو ویدانت کی کتاب	۸ر
انتخاب اخبار توحید شہید	عہ	مکھی کا میدان جنگ	۲ر

یہ سب کتابیں کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے

ایک نایاب تحفہ

امہات الامہ ۔ شمس العلماء جناب مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی (مرحوم) کی آخری تصنیف، جس میں اُنہوں نے عیسائیوں کے اس اعتراض کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں تحقیق و دلیل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی ایک جگہ بالتفصیل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور الگ الگ بتایا ہے کہ اس تعلق میں یہ دینی مصلحت تھی۔ اور اس میں یہ۔ نفسانی خواہشات کا کہیں شائبہ ملنا محال ہے۔ اسکے اظہار کی ضرورت نہیں کہ شمس العلماء مرحوم کی تحریر باوجود عالمانہ شان رکھنے کے کسقدر دلچسپ مزیدار ہوتی تھی۔ اور زباندانی کے اعتبار سے انکا پایہ کیسا بلند مانا گیا ہے لہذا **امہات الامہ** صرف اسی حیثیت سے قابل قدر نہیں ہے کہ ایک مذہبی کتاب ہے، یا امہات المؤمنین کی سب سے بڑی اور معتبر و مستند سوانح عمری ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اسے آنکھوں سے لگانا چاہیے کہ اردو لٹریچر میں اس سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ **امہات الامہ** درمیان میں نایاب ہو گئی تھی اور اسکا ایک ایک نسخہ میں میں روپے کو ڈھونڈے سے نہ ملتا تھا۔ اب بے انتہا مانگ دیکھکر نظرثانی کے بعد پھر چھاپنا شروع کیا ہے۔ اور حصہ اول تیار کر لیا ہے جو **۱۲** آنے میں علاوہ محصول ڈاک

دفتر خطیب و نظام المشائخ دہلی سے درخواست کرنے پر ملیگا

راحت زمانی

ملک کے مشہور اہل قلم خانصاحب منشی سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ کی مقبول خاص و عام کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔ قلعہ معلی کی بیگماتی زبان اور واقعات اس درجہ دلکش کہ آپ اسکو ختم کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بیگم کا شباب اور انجام سعد الدین کے کرشمے۔ عیاروں کی مکاری انتظام خانہ داری و شائستگی ادب اردو کی وہ آخری کتاب ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں کتبخانوں کو زینت دیگی۔ اور جس کا مرقع میں رہنا ضروری ہے قیمت علاوہ محصول عہ + **منیجر خطیب و نظام المشائخ**

دنیا کی آبادی میں چوتہائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۰۷
جلد ۸ نمبر ۵
جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ھ

یا خواجہ یا معین

۴۸٦

نظام المشائخ

قسم سوم — قسم سوم

ہو الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پیام

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹہیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہی

ایڈیٹر
خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱عہ
مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان
مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

پڑھیے پڑھیے!

اسے ضرور پڑھیے!

اِس پرچے میں

صفحہ ۳۲ سے شامِ زندگی نامی ایک کتاب کا کچھ حصہ شروع ہوا ہے جو سب سے پہلے آپکو دیکھنا چاہیئے۔ شامِ زندگی میں نے صرف کثیر کر کے جناب مولانا راشد الخیری دہلوی سابق اڈیٹر مخزن و تمدن و حال مدیر عصمت سے لکھوائی ہے جس میں لڑکی کی شادی سے اُسکی موت تک کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور بتلایا گیا ہے کہ آپ کی بیٹیاں، بہنیں اور بائیں اپنی زندگی کو کیونکر کامیاب بنا سکتی ہیں۔ یہ بے مثل تصنیف ابھی زیرِ طبع ہے۔ اور غالباً دس جزو پر ختم ہوگی۔ کاغذ نہایت عمدہ سفید لگایا ہے۔ اور چھپائی درویش پریس کی ہے۔

قیمت ایکروپیہ علاوہ محصول ڈاک قرار پائی ہے۔

چونکہ اشاعت سے قبل اسکی درخواستیں کافی آچکی ہیں۔ لہذا آپ منگانے میں دیر نہ فرمائیں ورنہ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ یہ ایسے مشہور ادیب کی دو محنت ہے جس سے پڑھی لکھی خواتین کا کوئی گھر خالی رہنا نہ چاہیئے۔ اس سے اگر آپنے اپنی مستورات کی اتالیقی کا کام لیا۔ اور اللہ نے اُنہیں اس سے مستفید ہونے کی توفیق دی تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ محسوس کرینگے کہ آپ دوزخ سے بہشت میں آگئے۔

خادم **وحیدی** ۔ دفتر نظام المشائخ دہلی

فہرست

نظام المشائخ

نمبر ۵ | بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۵ ہجری | جلد ۱۶

فہرست مضامین

شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	نیم پیر	سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳
۲	سجدۂ ندامت	جناب مولانا راشد الخیری مدظلہ العالی	۹
۳	جذبات محبت	جناب مولانا غلام مصطفیٰ صاحب فریدہ حیدرآبادی	۲۲
۴	جنت سبا	معارف	۲۶
۵	شام زندگی	جناب مولانا راشد الخیری مدظلہ العالی	۳۲
۶	رباعیات امجد	جناب محمد ابوالحسن صاحب صدیقی بدایونی	۳۸
۷	توحید	جناب عرشی امرتسری	۴۳
۸	ماہ عرب	جناب سائیں مہر دین صاحب صدق امرتسری	۴۴
۹	حاضر و ناظر سمجھ اللہ کو	جناب چودھری دلورام صاحب کوثری	۴۵
۱۰	علم	جناب مولانا احمد علی صاحب شوق قدوائی	۴۰
۱۱	قطعات صابر	جناب مولانا علی احمد صاحب صابر بی اے	۴۷
۱۲	غزل	جناب سلیم کدھوری	۴۸
۱۳	اسرار الصلوٰۃ	جناب مولانا حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۴۹
۱۴	اصنام العرب	جناب مولوی سید ظفر احسن صاحب علوی	۵۷
۱۵	اشتہارات	مشتہرین	۶۵

خوبصورت اور نوجوان خاتون

بھی اگر ان پڑھ بے ہنر اور پھوہڑ ہو تو وہ ایسی ہی ہے جیسے گہن لگا چاند۔ اور پھر وہ جب کسی لکھے پڑھے شریف کی شریک زندگی بنا دی جائے تو کیا طوطی را با زاغ و زغن در قفس کردند کی کہاوت ان کے حسب حال نہ ہو گی؟ ان حالات کو پیش نظر رکھکر کتاب اتالیق نسواں نامی کہ جسکا ثانی ہندوستان کی کسی زبان میں موجود نہیں ہے بارہ وہم دس حصوں میں طبع ہوئی ہے جسکے ۱۴۰۰ صفحوں میں ۱۲۰۰ شکلیں اور نقشے۔ مگر ان تمام علمی علوم و فنون کو بہت آسان اور سلیس اردو میں سکھلانے کی کوشش کی ہے جو ہر ملت و قوم کی بہو بیٹی کو سگھڑ بننے کیواسطے درکار ہیں فہرست مضامین کے لیے ۲۰ صفحے اور ریویوز کے لیے ۴۰ صفحے درکار ہیں۔ زنانہ خانہ میں ناپسند ہونے پر ایک ہفتہ تک واپس۔ قیمت مکمل دس حصوں کی رعایتہً چار روپے للعہ محصولڈاک علاوہ

ضرورت ہے

ہر شخص کو ڈرائنگ یا فن نقشہ کشی سیکھنے کی کیونکہ دنیا کے تمام فنون کی جان یہ علم ہے۔ کوئی ہنر اس کام سے خالی نہیں اور اردو زبان میں اس وقت تک کوئی کتاب شائع ہوئی جو فن مذکورہ کی تمام شاخوں پر حاوی ہو۔ کتاب کلید نقشہ کشی کی بہت تھوڑی جلدیں رہ گئی ہیں۔ قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ باقی حصے زیر طبع میں

مرقع الوان

کے نام سے ظاہر ہے کہ رنگ بنانے کے متعلق ہے۔ اسمیں رنگوں کی اصلیت ماہیت اور انکے بنانیکے مفصل طریقے اور استعمال واضح طور پر سکھایا ہے۔ رنگسازوں مصوروں نقشہ نویسوں اور ان لوگوں کے واسطے جنکو رنگ سے کام پڑتا ہے ایک لاجواب کتاب ہے۔ کیونکہ اس میں ۲۷ رنگوں کے نمونے بھی چھاپے ہیں رعایتی قیمت ۱۴ر

ہفت عجائبات عالم ہی ایسی کتاب ہے جس میں پانچ ہزار سال پیشتر کی ان عجیب و غریب عمارتوں اور صنعتوں کا ایسے دلچسپ پیرائے اور رنگین عبارت میں ذکر ہے کہ شروع کرکے بغیر کتاب ختم کیے ہاتھ سے رکھنے کو دل نہیں چاہتا۔ رعایتی قیمت صرف عہ

المشتہر سکندر علیخاں کوچہ پنڈت گلی عزیز الدین دہلی

جلد ۱۶ نمبر ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

نیم پیر

خطرۂ ہر آن

الٰہی! اس ہاتھ کی خیر۔ یہ تو دست مرشد کی طلب میں بیطرح بیقرار ہوا جاتا ہے یہ آدمی کا ہاتھ ہے۔ مسلمان کا ہاتھ ہے۔ اُسکا ہاتھ ہے جسکے سر پر بڑی بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے۔ ایسا نہ ہو کسی ایسے پیر کے ہاتھ میں پھنس جائے جس سے اُسکی آدمیت کو بٹہ لگے مسلمانی تباہ ہو جائے۔ سر کے بوجھ کی جوابدہی کرنی پڑے۔

دنیا میں شور ہے مادیت۔ دہریت۔ فلسفۂ الحاد نے پیری کا۔ روحانیت کا طلب حق کا خاتمہ کر دیا۔ اب پیروں کا چل چلاؤ ہے۔ پہلے سو تھے تو اب دس پیر نظر آتے ہیں شام کو سات رہجائینگے۔ رات بڑھے گی تو صرف پانچ نظر آئینگے۔ صبح کو ان پانچ کا بھی

نام نہ ہوگا۔ نہ اسم رہیگا نہ مسمّے۔ نہ قال رہیگا نہ حال۔

میں کہتا ہوں۔ اندیشے غلط ہیں۔ خطرے بے اصل ہیں۔ پیری۔ مرشدی۔ حقانیت و ہدایت نابود نہو گی۔ بلکہ بڑھے گی۔ مادیت لاکھ نقارے بجا بجا کر غلغلے اُٹھا اُٹھا کر آواز حقانی کو دبائے۔ یہ صوت سرمدی نہ دبے گی۔ بلکہ اور گونجے گی اور گرجے گی۔ اسکا چرچا اور بڑھے گا۔ پہلے سو پیر تھے اب ہزار ہونگے۔ ہزار کا عدد ہُو کا نعرہ لگائے گا اور کئی نقطے بڑھائے گا۔ لاکھ ہونگے۔ دس لاکھ ہونگے۔ کروڑوں تک نوبت پہنچے گی۔ ہر گھر میں انہی کا ڈنکہ بجے گا۔

کیوں؟ دلیل مادی کی رو سے عقل سلیم کے غور کرنیسے نظر آتا ہی کہ یہ زمانہ جو ہمارے آس پاس سانس لے رہا ہی۔ مکان بڑھاتا ہی۔ روپیہ بڑھاتا ہی۔ عقل بڑھاتا ہی۔ علم بڑھاتا ہی تو فکر بھی بڑھاتا ہی۔ ضرورتوں میں بھی اضافہ کرتا ہی۔ بے اطمینانیوں میں بھی اسکے دم سے ترقی ہوتی ہی۔ بے چینیاں اسکے باعث گھر گھر میں نمودار ہوتی ہیں۔ کیونکہ خود اسکی ترقی بے چینی و بیقراری کی چنگاریوں سے ہوتی ہی۔ پس جب بیکلی "ہر گھر گیر" ہو گی تو انسان کی قدرتی خصلت مجبور کرکے اسکو ایسے لوگوں کے سامنے جھکائے گی جو اضطراب دل کی دوائیں جانتے ہیں۔ تصورات و تخیلات کے طوفان جن کو تھما دینے آتے ہیں۔ جذبات و افکار کے شعلے بجھا دینے پر جن کو قدرت ہی۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ فطرت اور نیچر جو ضروریات انسان کی کفیل و کارساز ہی۔ اور آدمی کے حالات و میلان طبع کی چیزیں از خود بے طلب بنایا کرتی ہی۔ مہیا کیا کرتی ہی۔ اولاد آدم کو روح کے اصلی قرارگاہ کا جویا دیکھے گی تو دوڑکر ہادی و مرشد۔ گرو اور روحانی اشخاص بنانے لگے گی جو بیقراروں کا مرکز ہیں۔ بے اطمینانوں کا سہارا اُن پر ہو۔

آئندہ کیا۔ یہ تو اب ہی نظر آرہا ہی کہ نئی روشنی کی ترقی کے ساتھ پرانی روشنی کے تمام اوضاع و اطوار ترقی کر رہے ہیں پیروں کی تعداد بھی زیادہ بڑھ رہی ہے۔

گزشتہ وقت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہی کہ بڑے بڑے شہروں میں دو چار بزرگ ہوتے تھے۔ اب چھوٹے چھوٹے قصبے اور گانوں بھی اُنسے خالی نہیں +

پہلے درگاہوں کے عرس اس ہجوم سے نہ ہوتے تھے ایسے بڑے بڑے مجمعے درگاہوں میں نظر نہ آتے تھے۔ اب دس گنے بیس گنے آدمیوں کا ہجوم عرسوں میں ہوتا ہے +

اِسکی وجہ ایک تو ذرائع آمدرفت کی سہولت ہی۔ اور دوسرے یہ کہ خلقت نہایت بے چین ہی۔ اور اسکو مزارات و فقرا کے سوا کوئی دروازہ تسلی و تسکین نہیں ملتا۔ اس لیئے میں کہتا ہوں کہ جوں جوں نئے زمانہ کو ترقی ہوگی پیروں کی تعداد بھی بڑھے گی۔ اور برابر بڑھتی چلی جائے گی۔ جیسے کہ آجکل اسکی رفتار مشاہدہ میں آرہی ہی۔

مگر ڈر اِس کا ہے

کہ زمانہ فریب کا ہی۔ وقت سراسر دھوکہ بازی ہی۔ ایسا نہو۔ پیر بھی دھوکہ بازی میں پڑ جائیں اور وقت کی افتاد میں ڈہل ڈہل کر باہر آنے لگیں +

اوپر اشارہ کیا ہی۔ فطرت خود انسان کی ضرورتیں مہیا کیا کرتی ہے۔ وہی پیر بھی تراش تراش کر لوگوں کے سامنے لائے گی۔ اور اُن کی تعداد بڑھائے گی۔ لیکن فطرت اِسکی پروا کبھی نہیں کرتی کہ چیز کھوٹی ہی یا کھری۔ کیونکہ اسکا مدار خود انسان کی عقل اور پرکھ پر ہوا کرتا ہی فطرت نے دیکھا کہ انسان کی ضرورت زہر چاہتی ہے۔ وہ فوراً زہر بنا دیتی ہے۔ پھر یہ کام آدمی کا ہی کہ اس زہر سے ایسا کام لے کہ وہ مضر نہو۔ اور فائدے ہی کے مقصد میں اس سے مدد لے +

لہذا اہل عرفان کا فرض ہونا چاہیئے کہ اس وقت کہ پیروں کی کثرت تولید کا ہی سنو سال غور کریں۔ اور نقصان رساں پیروں کو اپنی جماعت سے صاف کرتے رہیں تاکہ دنیا کی روحانی پیاس تو بجھے مگر اُلٹی گمراہی نہ پھیلے +

عنوان میں دیکھا ہوگا۔ نیم پیر خطرۂ ہر آن۔ لکھا ہی۔ میرا مقصد اپنی نومولود پیروں کے معاملات کے ایک حصہ پر بحث کرنا ہے جو پیری کی بنیاد ہی +

پہلے ہماری بول چال میں صرف دو لفظ تھے۔ جو نیم کے تحت میں بولے جاتے تھے نیم حکیم خطرۂ جان۔ نیم مُلا خطرۂ ایمان۔ اب تیسرے فقرہ کا وقت آیا ہے۔ وہ خود آگیا تھا۔ زبردستی بول چال میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ میں نے تو اسکو صرف وزن اور طرز ادا میں شریک کرنے کا فخر حاصل کیا ہے؎

کچھ شک نہیں نیم حکیم فقط جانوں کا خطرہ ہے۔ نیم مُلا صرف ایمان کی بلائے جان ہے۔ مگر پیر اگر آدہا ہو تو اُس سے ہر آن کا خطرہ ہے۔ نیم حکیم وہ ہے جو طب پوری نہ جانتا ہو نیم مُلا اُسکو کہتے ہیں جسکو دین کی پوری واقفیت نہو۔ نیم پیر وہ ہوا جو نیم حکیم بھی ہو۔ نیم مُلا بھی ہے اور پھر نیم پیر بھی ہے۔ کیونکہ نیم پیر نسخے بھی بتاتا ہے۔ دوائیں بھی تقسیم کرتا ہے۔ اور مسائل دینی میں بھی دخل دیتا ہے۔ مولویت کے میدان میں بھی قدم مارتا ہے۔ اور پیری تو اسکا اصل شیوہ یا پیشہ ہے اسکا ذکر ہی کیا۔ زمانہ نے۔ چھاپہ خانوں نے طرح طرح کی ایجادوں نے نیم پیری بہت آسان کردی ہے۔ اردو کے حرف پہچاننے والا بہت جلد حکیم۔ مُلا اور پیری کی مجموعی قوتوں کا مالک مشہور ہوسکتا ہے۔ اور بغیر کسی دشواری کے اس تثلیث میں وحدت کا جلوہ دیکھنے والوں کی جماعت اپنے آس پاس جمع کرسکتا ہے؎

اے لوگو! اگر تم طبقۂ مشائخ میں ہو اور حقوق و اختیارات پیری رکھتے ہو تو جلدی خبردار ہو۔ اور ان نیم پیروں سے اپنے حلقوں اور مداروں کو بچاؤ۔ ورنہ یہ وبا تمہاری آبادیوں کا ستیاناس کردے گی؎

اور اگر تم اس فرقہ میں ہو جو سر کو جھکاتا ہے۔ پیروں کے ہاتھوں کو چومتا ہے۔ اُن کے فیض باطن سے اپنے مقاصد دارین میں آسرا چاہتا ہے تو تم پیروں سے زیادہ ہوشیار ہو جاؤ۔ کہیں نیم پیروں کے پھندے میں نہ پڑجانا۔ انہوں نے بڑے بڑے اور نہایت مخفی دام بچھا رکھے ہیں؎

کہنے کو تو سیکڑوں برس پہلے بھی بزرگ فرما گئے ہیں۔ کہہ گئے ہیں کہ بہت فرشتہ صورت

شیطان سیرت پیر ہیں۔ ذرا دیکھ بھال کر ہاتھ دیا کرو۔ ذرا سوچ سمجھکر مرید ہوا کرو۔ مگر آجکل تو حشر برپا ہو گیا ہی۔ قیامت آگئی ہی۔ جسکو نوکری نہیں ملتی۔ پیر بن جاتا ہی۔ قرضہ کی زیر باری ہوئی ہے۔ قرض خواہ ستاتے ہیں۔ مقروض صاحب خرقۂ درویشی پہن لیتے ہیں۔ کاہلی و آرام طلبی سے کچھ کام نہیں ہو سکتا تو پیری کو آسان و آرام بخش پیشہ سمجھکر اختیار کر لیتے ہیں یہی نیم پیر ہیں۔ جنہوں نے اُردو کی چند کتابوں سے کچھ الفاظ یاد کر لئے ہیں۔ چند دعائیں اور اعمال زبانوں پر چڑھا لیئے ہیں۔ کپڑے۔ رنگ کر۔ تسبیحیاں ہاتھ میں لیکر عرسوں میں جاتے ہیں۔ متعلے بچھا کر کرایئے کے آدمی آس پاس بٹھا کر دکانیں سجاتے ہیں۔ اور پیری کو بہت ہی سستے داموں فروخت کرتے ہیں +

بچو! بچو!! ہٹو! ہٹو!! - انکے ہاتھ میں یہ خدا کا پسندیدہ ہاتھ نہ دینا۔ یہ تمہارا ہاتھ خدا کو کیا جواب دیگا۔ اس کی خدا کے دربار میں بڑی عزت ہی۔ بڑی قدر ہی۔ خدا ہرگز گوارا نہیں کرے گا کہ تمہارا یہ برگزیدہ ہاتھ ایک ناقص ادہورے نیم پیر کے ہاتھ میں جاکر اسیر ہو۔ تم ہاتھ دیکر اسکے غلام بن جاؤ۔ اور پھر ہر آن کے خطرے کا تم کو سامنا کرنا پڑے +

نیم پیر نہ یہ جانتا ہی کہ تصوف و پیری کی بنیاد کیا ہی۔ مراسم و اشغال کی کیا تقسیم ہی۔ حالات و کیفیات کے کیا کیا مقام ہیں۔ وہ کہیں کی اینٹ لیتا ہی۔ کہیں کا روڑا اُٹھاتا ہی۔ اور اپنی ہنرمندی سے ایک گھر چُن کر تمہارے سامنے رکھدیتا ہی۔ اور تم اُس میں قید ہو جاتے ہو۔ اور یہ قید تمہاری زندگانی دنیا اور حیات آخرت کو برباد کر دیتی ہی +

نیم پیر اُبل پڑے ہیں۔ نیم پیر سیلاب کی طرح بہتے پھرتے ہیں۔ نیم پیروں کی آگ ہر صوبہ۔ ہر شہر۔ ہر بستی۔ ہر مجمعے میں بھڑکتی جاتی ہی۔ ہوشیار ہو۔ باہنر ہستی اور خرمن ایمان کو بچاؤ۔ ورنہ پھر دونوں جہان میں کہیں ٹھکانا نہ رہیگا +

نیم پیر وہی ہے جو شریعت اسلام کے خلاف عمل رکھتا ہے اور طریقت و فقیری کو شریعت سے الگ ایک مخفی راز اور کہنی حقیقت بیان کرتا ہے۔ اور اس آڑ میں اپنے

عیب کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے +

تم خدا سے عقل لیکر آئے ہو۔ تم کو اسلام نے دانش اور سمجھ کے حقیقت نما آئینے دیدیئے ہیں۔ اُنسے کام لو۔ اور نیم پیروں کے وبال وجال سے بچو +

جو شریعت کی بے حرمتی کرتا ہو۔ اُس کے احکام کی۔ اُسکے مناہی کی تقلید سے الگ ہو۔ وہ ہرگز کامل پیر نہیں ہے۔ نیم پیر ہے۔ نیے بروں نہیں پورا باہر اور برون از طریقت شریعت کے بعد اُسکے معاملات کو دیکھو۔ پیر کا کمال اُسکے اعمال حسنہ ہیں جو انسانوں کے ساتھ زبان کا برتاؤ اچھا کرے۔ اُنکے دُکھ درد میں مدد دے۔ اُنسے لین دین میں صاف سچا۔ کھرا۔ دیانت دار ہو۔ وہی آجکل کامل پیر ہے ورنہ ناقص۔ میرے عنوان کا مصداق نیم پیر +

خیال رکھو یہ نئی روشنی کا زمانہ ہے بڑی کسوٹی معاملات پیر کے پرکھنے کی ہے آجکل پیروں کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وہ کسی کو فریب نہ دیتے ہوں۔ ظاہر و باطن یکساں رکھتے ہوں۔ اور خاصکر یہ کہ اُن کا لین دین اور معاملہ صاف ہو۔ معاش اپنے قوتِ بازو پر رکھتے ہوں۔ مریدوں کے دست نگر نہوں۔ کیونکہ اب وہ زمانہ نہیں ہے جب پیروں کو حُبِ خدا میں نذریں دیجاتی تھیں۔ آجکل پیروں کو جھوٹا گواہ بنانے کے لیئے نذریں دیجاتی ہیں۔ لہٰذا تم دیکھو کہ پیر روٹی کپڑے میں کسی غیر کا محتاج تو نہیں ہے اور حقوق العباد میں اُسکا کیسا طرز عمل ہے +

اگر صاف پاؤ مذکورہ شرائط کے اندر دیکھو تو بڑھاؤ۔ بڑھاؤ۔ ہاتھ بڑھاؤ۔ اس کامل کے دست مبارک میں اپنے ہاتھ کو دیدو کہ وقت ایسا نازک آیا ہے کہ بغیر کامل کی دستگیری کے بغیر نہ دنیا میں ٹھکانا ملیگا نہ آخرت میں +

حسن نظامی

۹۸۰ء

سجدۂ ندامت

یوسف زئی اور موسیٰ خیلی دونوں خاندانوں کی منافرت جو بالآخر بتدریج ترقی کرتے کرتے حد عداوت سے بھی دو چار ہاتھ آگے تجاوز کر گئی۔ نتیجہ تھا چند افراد کے بغض عناد، کینہ وحسد اور کد وکاوش کا جو وجہ ہوئی فریقین کی تباہی و روسیاہی کی۔ اس خاندانی جنگ کی ابتدا یوسف اور موسیٰ کے دور سے ہوئی ورنہ سلسلۂ نسب کی زیادہ دور نہیں ساتویں ہی کڑی میں جلال الدین ابن ابی عیسے ایک ایسا شخص نظر آتا ہے جسکے تیرہ لڑکوں میں سب ایک دوسرے کے جاں نثار رہے۔ یہ امیر نصر بن احمد کا زمانہ تھا۔ جب امیر فتح خراسان کے بعد ہرات کو اپنا دارالخلافہ بنا چکا تو یہ خاندان اس کے ساتھ تھا۔ اور نہ صرف امیر بلکہ تمام اُمرا اور ذی رتبہ ان بھائیوں کی صحبت کو نظر استعجاب سے دیکھتے اور خوش ہوتے کہ ہرات کا ایک گوشہ اسلام کی سچی تعلیم پر لبیک کہہ رہا ہے یوسف اور موسیٰ حقیقی چچا زاد بھائی ماؤں کی گود میں رشک کے دودھ سے پلے حسد کی چھاؤں میں پڑھے اور چادر فساد پر پروان چڑھے۔ سلیمان بن داؤد کی کا عہد سلطنت تھا اور اشہب دوران تین صدیاں آگے طے کر چکا تھا۔ اٹھارھویں صدی کے آخر میں امیر پر بڑھاپے میں آکر یورپ کا کچھ ایسا رنگ چڑھا کہ ملک کے کونہ کونہ سے مغربی تمدن ٹپکتا تھا۔ خیلی سیدھے سادے مسلمان تھے۔ کنارے ہو گئے۔ مگر یوسفی امیر سے بھی دو قدم آگے بڑھے۔ اسی خاندان کی بیٹی سمیعًا بنت حارث جو جوان ہونے کے بعد مسلمان ہو کر اور مسلمان رہکر سومینیا ہیرس کے نام سے مشہور ہوئی۔ اگر کھلم کھلا عیسائی ہو کر باپ بھائی کی ناک کاٹ دیتی تو ایک ہمکو کیا تمام اُس برادری کو جو خاندانی بہادری کے گیت گاتی تھی صبر آجاتا۔ مگر اُس نے تو اسلام کی آڑ میں احکام الٰہی کا ایسا بھانڈا پھوڑنا

کر جو دیکھتا وہ ہنستا جو سنتا وہ روتا۔ عورت ذات و دھڑلے سے سگار پئے اور بیدھڑک
سگرٹ اڑائے۔ باپ سنے اور اُف نہ کرے۔ بھائی دیکھے اور ٹال جائے۔ مان لیا۔ سیانی
بچی کون منہ لگتا اور باتیں سنتا۔ مگر یہ کیا بے ادائی ہے کہ ماں غریب۔ آس نہ پاس اور
سارا الزام اسی بدنصیب کے سر تھوپ دیا۔ کلیم النسا۔ وہ عورت کہ مرتے دم تک اسکی اشراق
تہجد ناغہ نہ ہوئی۔ گرمی کے پہاڑ سے دن جمعہ جمعرات کا روزہ۔ چلوں کی کڑکڑاتی سردی
اور ٹھنڈے پانی سے وضو۔ خدا کی شان ہے۔ ولیوں کے ہاں بھوت۔ کلیم النساء کی
گود سے سمیعًا جیسی سپوت بیٹی پیدا ہو۔ مگر اسکا بھی کیا قصور۔ جو سنا وہ جانا۔ جو
دیکھا وہ سیکھا۔ باپ کو آنکھ کھولکر دیکھا تو اللہ کا بندہ مذہب سے ایسا اندھا کہ نماز روزہ
تو درکنار اسکو اسلام کے نام سے عار۔ بھائی تھا تو بڑا۔ مگر اسپر بھی باپ کا ایسا اثر پڑا
کہ ڈیڑھ لاکھ کا اوقاف صاف ہضم کر گیا۔ اور ڈکار تک نہ لی۔ باپ سچ مچ کا کرشٹان
بھائی مجسم شیطان۔ حارث کی بیٹی سمیعًا۔ سمینیا نہیں تو اور کیا ہوتی +

ہٹ دھرمی ہوگی اگر یہ نہ کہا جائے کہ خاندان یونہی سے نقائص زیر بحث میں اس
امتیاز سے قطعًا محروم تھا جس کا موجودہ اسلامی تمدن ہندوستان کے ہر کونے سے
بیٹی کی پیدائش میں پتہ دے رہا ہے۔ اسی لیے سمیعًا کی پیدائش پر نہ گھر میں مصیبت
کی گھٹا چھائی نہ کوئی ناگہانی بلا آئی۔ ہاں۔ حارث کا چہرہ باغ باغ تھا۔ خوشی اسکے ہر قول
و فعل سے ٹپک رہی تھی اور وہ اس لیے کہ بیوی جس کی جان خطرے میں تھی۔ بخیر و عافیت
تمام سبکدوش ہوئی۔ سمیعًا پہلوٹھی کی بیٹی نہ تھی۔ اور بھی بہن بھائی موجود تھے۔ مگر
کیا مجال جو کھانے میں۔ پینے میں۔ لینے میں۔ دینے میں۔ غرض کسی چیز میں بھی
بیٹا بیٹی کا فرق ہو جائے +

(۲)

پانچویں سال سمیعًا مکتب میں بٹھا دی گئی جہاں تیس پینتیس لڑکیاں پڑھتی تھیں۔ استانی

ایک چالیس برس کی ادھیڑ عورت تھی جسکے دو بچے اور ایک نکھٹو شوہر تھا۔ اپنی اپنی حیثیت کے موافق شاگردوں کا فرض تھا کہ علی الصباح والدین سے پیسے لیتے اور ناشتہ لیکر مکتب پہنچتے۔ آتے۔ اُستانی کے آگے ناشتہ پیش کیا۔ اُنھوں نے جتنا سمجھ میں آیا لے لیا اور باقی چھوڑ دیا۔ آٹھ بجے تک استانی جی کے پاس کابلی چنوں اور قندھاری بوریوں کا خاصا ڈھیر لگ جاتا۔ وہ بیٹھی حکومت کرتیں۔ اور شاگردیں گھر کے کام دھندوں میں مصروف رہتیں۔ کوئی بچھونے اُٹھاتی۔ کوئی مصالحہ پیستی۔ کوئی پاؤں دباتی۔ کوئی استانی جی کے بچوں یعنی طلیفوں کو گود میں لئے پھرتی۔ شام کے وقت تھوڑا سا سبق بھی ملجاتا۔ اور چھٹی ہوجاتی۔ تقریباً تین سال سمیعاً کے اسی طرح برباد ہوئے۔ اس تمام صرف وریاض کا نتیجہ پوری طرح نماز بھی نہ آسکی۔ مجبوراً مکتب کو سلام کہنا پڑا۔ مس فیلوسی خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھی۔ تھوڑے سے قطعہ زمین پر خوشنما باغیچہ دلکش کوٹھی تیار کرلی تھی۔ گو بعض رؤسا اسکے مخالف تھے مگر پھر بھی چھ سات لڑکیاں ڈھب پر چڑھ چکی تھیں تعلیم کا انتظام معقول۔ اسپر مس صاحبہ کی شفقت ودلجوئی سونے پر سہاگہ تھی۔ لڑکیوں کو کیا ضرورت تھی کہ ٹاٹ کے کھلے ہوئے پھول چھوڑکر سڑے ہوئے ٹاٹ پر جاکر بیٹھیں۔ جو بچی ایک دفعہ بھی یہاں پہنچ جاتی۔ وہ مکتب تو رہا درکنار گھر کا نام بھی مشکل سے لیتی۔ باپ بھائی کے خیالات کا اثر چپکے ہی چپکے سمیعاً کے دل میں اثر کررہا تھا۔ مس فیلوسی کی صحبت نے اس بنیاد پر خاصا اچھا محل چن دیا۔ کیا باعتبار بود وباش اور کیا بلحاظ خورد ونوش ایک پانچ ہی سال میں سمیعاً دوسری مس فیلوسی تھی۔

(۳)

مس ہیرس: نہیں نہیں مسٹر واحد (واحد) مجکو افسوس ہی کہ میں آپ کی شادی میں شریک نہ ہوسکی۔

سمیعاً۔ ہاں آپ مجبور تھیں۔ آپ لوگوں کی زندگی عجیب ہے۔ آپ شادی کے بعد

شوہروں کے ہاتھ فروخت ہو جاتی ہیں۔ قدرت نے اگر آپ کو باعتبار قوائے جسمانی کمزور کیا تھا تو آپ نے اس کمزوری کو قبول کرکے اور بھی اپنی مٹی پلید کی ۔

سعیدہ۔ کیا آپ کے خیال میں اسلام نے عورت کے حقوق کم کر دیے اور ہمارا تمدن آپ کی رائے میں ٹھیک نہیں ؟

سمیعا۔ کیا آپ کو اسمیں شبہ ہے۔ بیشک اسلام میں عورت کی کوئی وقعت نہیں ہم رات دن مسلمان بیویوں کی زندگیاں اپنی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ تنخواہ دار نوکروں سے کچھ ہی بہتر ہیں۔ مگر اس بہتری سے بہت زیادہ اُن کی ذمہ داری بڑھی ہوئی ہے۔ مجھکو آپ سے شکایت نہیں۔ آپ بغیر اپنے آقا سے اجازت لیے کیونکر میری شادی میں شریک ہو سکتی تھیں !

سعیدہ۔ آپ جن بیویوں کی زندگی پر منہ آرہی ہیں اُسکے ذمہ دار اُنکے شوہر ہیں نہ کہ اسلام۔ مجھکو اپنے شوہر سے چھٹی لینے کی ضرورت نہ تھی۔ شاید آپ کو اپنی جھوٹی عصمت اور ناپائدار حالت میں ایسا پیش آتا ہو۔ بلکہ مجھکو اس لیے ان کی اجازت کی ضرورت تھی کہ وہ میرے شوہر ہیں اور میں اپنی رائے سے اُن کی رائے بہتر سمجھتی ہوں میں اس لیے بھی آپ کی شادی میں شریک نہوئی کہ آپ کی شادی شرع اسلام کے بالکل برخلاف ہوئی ہے ۔

سمیعا۔ افسوس آپ اپنی ذلیل حالت میں خوش ہیں۔ میری شادی میری مرضی سے ہوئی ہے۔ کسی دوسرے شخص کو اسمیں دخل نہ تھا۔ میں نے اٹھارہ مہینے کورٹ شپ کیا۔ آپ اسکو شرع کے خلاف بتاتی ہیں۔ میں وہ زندگی بسر کر رہی ہوں جو آپکے خواب و خیال میں بھی نہیں آسکتی ۔

سعیدہ۔ ہمکو ہمارے پاک مذہب نے کورٹ شپ سے زیادہ اختیار دیا ہے والدین ہماری شادی کے ہرگز اسوقت تک مجاز نہیں جبتک ہم خود رضامند نہ ہوں

البتہ اٹھارہ مہینے کی یکجائی قبل از نکاح سے خدا ہمکو محفوظ رکھے۔ آپ کی شادی کو
ابھی جمعہ جمعہ آٹھ دن کے آدمی ہو گئے پھر شادی دو ہفتہ ہوئے ہیں۔ آپ ابھی تیل دیکھیے
تیل کی دھار دیکھئے مجھے امید نہیں کہ آپ واحد کے ساتھ اچھی زندگی بسر کریں۔ میرا شوہر
جس نے مجھ بدصورت کو چار چاند لگا دیئے شاید میری پرستش کا مستحق ہے اور دنیا
آپ کو دکھا دے گی کہ مسٹر واحد آپ جیسے گلاب کے پھول کو تروتازہ نہ رکھ سکیگا۔ میری
شادی کو پانچواں برس ہے۔ میں تین بچوں کی ماں اور اپنے گھر کی ملکہ ہوں۔ مجھے چند
عزیزوں کے سوا غیر مرد کی صورت دیکھکر تکلیف ہوتی ہے۔

سمیعًا۔ اوفو۔ معاف کیجیے گا۔ میں اسوقت آپکے پاس نہیں بیٹھ سکتی۔ میں نے
آپ کو وقت دیدیا تھا۔ مگر مجھے مطلق خیال نہیں رہا۔ یہ چار کا وقت ہے۔ اور میں چار
ہمیشہ واحد کے ساتھ پیتی ہوں۔ آپ بیٹھیے۔ مجھے چاء میں ایک گھنٹہ سے زیادہ
نہ لگے گا۔

سعیدہ۔ آپ شوق سے جائیے اور مجھے بھی اجازت دیجیے۔

سمیعًا۔ مجھ سے غلطی ہوئی معاف کیجیے گا۔

سعیدہ۔ کوئی غلطی نہیں آپ کا تمدن ہی یہ ہے۔ البتہ ہمارے یہاں غلطی ہے۔

(۴)

میاں واحد انگریزیت کے دلدادہ توازلی تھے۔ بیوی کے رجحان نے جو تھوڑا بہت بزرگوں
کا لحاظ یا دنیا کی شرم باقی تھی۔ اس کا بھی خاتمہ کیا۔ باپ کی زندگی میں کہ وہ مرحوم کے مُلّا تھے
دونوں میں سے ایک کی ہمت نہ ہوئی کہ کینچلی بدل لیں۔ شراب اُسوقت بھی اُڑتی تھی
مگر چوری چھپے۔ ہارمونیم جب بھی بجتا تھا۔ لیکن کبھی کبھار۔ مرنے والے کا رعب اتنا زبردست
تھا کہ کتے ایک چھوڑ چھ پلے ہوئے تھے مگر اتنی مجال نہ تھی کہ انگنائی میں قدم دھر لیں
ان غریب کی آنکھ بند ہوتے ہی دونوں کھل کھیلے۔ جس خاندان میں کواری بیٹی گھر کی

چوکھٹ تک نہ لانگ سکے۔ اُسکا چراغ بی سمیعًا دن دہاڑے بغیر برقع اور نقاب علی الاعلان سیروں کو جاتی۔ میاں بیوی نے تو ایک تین ہی سال میں وہ طوفان برپا کیا کہ کنبہ کیا سلسلہ شہر چیخ اٹھا۔ نماز قسم۔ روزہ گناہ۔ نذر نیاز حرام۔ نوکر بددل۔ مامائیں پریشان۔ بیرے حیران ہیمیں اور مسیں۔ انگریز۔ عیسائی۔ گوری اور کالی۔ کواری اور بیاہی سیکڑوں ہی دیکھیں اور سنیں۔ مگر یہ رنگ ڈھنگ دیکھے نہ سُنے کہ اللہ کی بندی تایا کے پھولوں میں بھی آئی تو پٹے اور سایہ ہی پہنکر۔ موت کا گھر۔ بیسیوں عورتیں بھری ہوئیں سمیعًا تو سب کو تماشہ ہوگئی۔ چاروں طرف دیکھا۔ بیٹھنے کو کوئی چیز نہیں۔ ٹوٹا سا ایک تخت پڑا تھا وہ میں ٹھکی کھائی تائی اندر کے دالان میں تھیں۔ قالین کا فرش تھا۔ اندر جانے کا ارادہ کرتی ہے تو پاؤں میں دامن کا بوٹ۔ اُترے کیونکر۔ اور اُتارے کون۔ بیویوں نے ٹھٹھے لگانے شروع کیے۔ تائی نے آواز دی کہ بیٹی یہاں آؤ تو جوتی سمیت لگی چلنے۔ برابر میں کھڑی تھیں چچی۔ اُنھوں نے ٹوک دیا۔ بوا نمازی قالین ہے۔ منڈے سے اتار لو۔ چلی ٹھٹکی اور کہا۔ تائی صاحب۔ مجھے افسوس ہی تایا صاحب کی مَوت کا +

اتنے ہی میں چچی بول اُٹھیں بیٹی تایا کیا؟ زبان کیوں موٹی ہوگئی؟ +

سمیعًا۔ ویل چچی صاحب آپ تہذیب سے بولیے +

چچی۔ تہذیب؟ اچھی بیٹی پھر کہیو۔ تہذیب اور تائی +

سمیعًا میں اب تاب کہاں تھی۔ بیویوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ گھیرے ہنس رہے تھے جلکر لگی اُول جلوُل بکنے۔ اور چلی دروازے کی طرف یہ کہتی ہوئی۔

اتنا بد تمیز لوگ ملنے کے لائق نہیں۔

چچی۔ تمیز!

اب تو بیویوں کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑگئے۔ جو ہے وہ لوٹے جا رہی ہے جل تو رہی ہی تھی۔ غضب یہ ہوا کہ لڑکوں نے تالی بجادی اور سمیعًا جلتی بھلستی اپنی

گاڑی میں آ کوٹھی روانہ ہوئی +

(۵)

واٹد اور سوسینیا دونوں میاں بیوی نے تقریباً نو برس اسطرح زندگی بسر کی مگر دسویں سال کچھ ایسے پے در پے اتفاقات پیش آئے کہ واحد واٹد کے چھکے چھوٹ گئے چمڑے کا کام تھا۔ کارخانہ میں آگ لگی۔ رہنے کا مکان گرا۔ گھوڑی اپنی موت سے مری گاڑی سائیس کے ہاتھوں چکنا چور ہوئی۔ اب وہ طمطراق اور شوں شاں کس برتے پر کوٹھی چھوڑ شہر میں آئے۔ نوکروں کو جواب دینا پڑا۔ مگر چار بچے۔ دو میاں بیوی۔ ایک بڑھیا، ایک رشتہ کی خالہ۔ آٹھ آدمیوں کا خرچ۔ کال پڑا ہوا۔ حال بگڑا ہوا۔ واٹد صاحب کے تو ہوش اُڑ گئے۔ نوبت فاقوں تک پہنچی۔ بڑی بی واٹد کی ماں اگلے زمانہ کی ڈینڈا عورت۔ لاکھ بیٹے کی صورت سے متنفر۔ اور عادت سے بیزار تھیں۔ مگر ممتا بری چیز ہے یہ مصیبت دیکھکر سٹ پٹا گئیں۔ جس شخص نے سیکڑوں روپیہ روز خرچ کیے ہوں اب اُس کے پاس ایک پیسہ کا بھی سہارا نہ تھا۔ کوٹ پتلون کے بدلے ایک میلی سی دُلائی دن بھر اوڑھے اٹوائی کھٹوائی لیے پڑا رہتا۔ بیٹے کا یہ ڈھنگ دیکھ بڑی بی دنگ رہ گئیں بڑھاپے کے دن۔ اس صدمہ نے بڑھیا کو نہ پنپنے دیا۔ اور بخار شروع ہو گیا۔ رشتہ کی خالہ عمر کی تو خاصی تھی مگر ایسی ظالم کہ پندرہ پندرہ دن پہلے بڑی بی کی موت کا یقین دلا دیا بخار تو بے شک چڑھا ہوا ہے مگر خاصی اچھی طرح باتیں کر رہی تھیں کہ خالہ نے رو کر واحد سے کہا۔ بیٹا بس اب چند ہی گھڑی ہیں۔ ارے تو بچہ ہے ان کا تو بولتے بولتے دم نکلے گا جا لپک کے اگر کی بتیاں اور لوبان لے آ۔ بیٹی تو کیا بیٹھی دیکھتی ہے ذرا اسٹوو کی ڈبیاں جلدی سے نکال +

لوبان سلگ گیا۔ بتیاں جل گئیں۔ ڈبیاں آ گئیں۔ مگر بڑی بی خاصی اچھی تھیں۔ اصل میں خالہ کو خود موت سے ڈر لگتا تھا۔ وہ یہ ڈرتی تھیں کہ کہیں رات بیرات کو یہ

مر مرا گئیں۔ اور میں اکیلی ہوئی تو مجھے نہ جھپٹ جائیں۔ اسلئے چاہتی یہ تھیں کہ یہ دونوں بھی میرے ساتھ پلٹے رہیں۔ کھانے کی شوقین تھیں۔ مگر یہ دیکھکر کہ اس طرح کام تو بن گیا لیکن فاقہ برے پڑے یہ چال کی کہ جہاں صبح ہوئی اور انہوں نے کہا۔ بیٹا اِن کا تو کسی چیز میں دم اٹک رہا ہے۔ جا کچھ مٹھائی لے آ۔ نیاز دونگی +

واحد لاکھہ فرنگی تھا مگر اس معاملہ میں تو ایسا بودا نکلا کہ تو بہ بھلی۔ مگر اصل بات یہ تھی کہ انتہائے مصیبت نے اسکے اوسان باختہ کردیئے تھے۔ اور اسی وقت میں خدا زیادہ یاد آتا ہے۔ جو خالہ منگواتیں وہ لاتا۔ اور جو کہتیں وہ کرتا۔ اِن داموں خالہ کو بھی یہ سودا برا نہ تھا۔ آدھی رات کیوقت ایک دن واحد رات بھر کا جاگا دن بھر کا تھکا ہارا۔ آنکھ لگ گئی۔ بڑی بی نے سیلے خرّاٹے۔ خالہ کو لگا ڈر۔ ایک چیخ مارا گھنائی میں آگر بچے اُچھل پڑے۔ سمیعًا ہوشیار ہوئی۔ واحد جاگا تو خالہ اُکڑوں بیٹھی ہائے ہائے کر رہی ہیں +

واحد۔ کیوں خالہ صاحب خیر تو ہے ؟

خالہ۔ خیر! ہائے خیر ہاں میاں خیر ہے! بُوا اپنے گھر سدہاریں اس سے زیادہ خیر کیا ہوگی۔ اِسی دن کو بیٹے کا ارمان کرتے ہیں کہ ماں ترستی ہوئی جائے۔ اور تم پڑے آرام کرو۔ ہے ہے واحد!

واحد۔ کیا بتاؤں خالہ صاحب میری آنکھہ لگ گئی تھی +

خالہ۔ اب عمر بھر آرام کرنا۔ وہ تو گئیں۔ قسم اپنے ایمان کی چوتھی ہچکی میں دم نکلا ہے!

واحد۔ اب جو فرمایئے وہ کروں +

خالہ۔ کروگے کیا گلاب جامنوں کو کہتی ہوئی مری ہیں۔ لادو۔ نیاز دیدونگی + کیا مصیبت کا وقت تھا۔ آدھی رات کو مٹھائی کہاں۔ مگر بدنصیب بھاگا بھاگا گیا۔ دکان

دکان کھلوائی اور ہاتھ پیر جوڑ گلاب جامنیں لایا تو بی خالہ نے لیلیں۔ وضو کیا اور پھر کونے میں جاکر آٹھ دس گلاب جامنیں چکھیں +

موت کی خبر سنکر بچے بھی اُٹھ بیٹھے۔ سمیعًا بھی آگئی۔ بڑی بی بیمار تو تھیں ہی مگر اس وقت لیٹی کچھ اس طرح تھیں کہ خواہ مخواہ مردہ معلوم ہوتی تھیں۔ خالہ۔ واحد۔ سمیعًا اور بچے بیٹھے بڑی بی کا ذکر خیر کر رہے تھے کہ مُردے نے کروٹ لی۔ اور سب سے پہلے خالہ یہ کہتی ہوئی بھاگیں۔

اے ہے کوئی سا گیا!

سب سٹ پٹا گئے۔ ادھر بچے۔ اُدھر میاں بیوی گدیدا ایک پر ایک گرا۔ کلیجہ دھکڑ دھکڑ کر رہا ہے۔ بڑی بی سب کو آوازیں دے رہی ہیں۔ مگر جو ہے وہ کونے میں گھسا جاتا ہے آخر بڑی بی جوں توں اُٹھیں اور باہر نکلیں۔ دیکھا تو سب دبکے سکڑے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ بڑی بی سب سے پہلے سمیعًا کی طرف لپکیں۔ بڑی بی کا آنکھیں نکالنا تھا کہ سمیعًا چیخیں مارتی ہوئی بھاگی۔ آگے آگے وہ اور پیچھے پیچھے خالہ اور واحد اور ان دونوں کے پیچھے بچے +

(٦)

جس شخص کے ہاتھوں میں روپیہ کی ریل پیل ہو کر یہاں تک نوبت پہنچ جائے کہ اب اسکو ایک پیسہ بھی اشرفی ہو۔ اسی کے دل سے پوچھنا چاہیئے کہ کیا گزر گئی۔ مگر واحد پھر مرد تھا۔ جس طرح ہوا زندگی کے دن کاٹے۔ اور صبر کیا۔ مصیبت پڑی اس کمبخت سمیعًا کی تھی۔ دل بڑا ہوا۔ آنکھیں پھٹی ہوئی۔ عادتیں کچھ مزاج کچھ۔ یا وہ دن تھے کہ نوکروں سے بھی سیدھے مُنہ بات کرنی قسم تھی یا یہ وقت آیا کہ تین سیر آٹا چلچلاتی دھوپ میں تھوپ کر چولہے کے آگے سے اُٹھتی تو ٹکڑا نصیب ہوتا۔ وہ بھی کہیں سے ہاتھ لگ گیا تو۔ ورنہ دو دو وقت صاف گزر جاتے۔ اکتا گئی زندگی۔ بال اور جینا اجیرن

تہا۔ اس انقلاب کا یقینی نتیجہ میاں بیوی کی رنجش تہا جو بڑہتے بڑہتے نفرت کی حد کو پہنچا۔ دونوں ایک دوسرے کی صورت سے بیزار ہوگئے۔ مگر واحد اس معاملہ میں زیادہ گنہگار نہیں۔ وہ اپنے افعال پر نادم اور حرکات پر پشیمان تہا۔ نماز پڑہتا۔ روزے رکہتا روتا۔ گڑگڑاتا۔ سجدے کرتا۔ اور عفو قصور کا طالب ہوتا۔ اُسنے اس حالت میں بہی بیوی کی دلجوئی میں اور سمجہانے میں دقیقہ نہ چہوڑا۔ لیکن لگے عادات کا لطبیعۃ اور خیالات راسخ ہوچکے تھے۔ وہ واحد کی ندامت پر ہنستی اور توبہ کا ضحکہ اُڑاتی۔ فاقہ کو اتفاق مصیبت کو امکان اور اس انقلاب کو اُسکی غلطی سے تعبیر کرتی۔

(۷)

مصیبت نے واحد کے تکلے کے سے بل نکالدیئے وہ ایک ہی جہکولے میں خدا کے آگے گر پڑا۔ مگر وہ پکی چہتیسی اِس حالت میں بہی نہ جہکی۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر سمیعًا واحد کے ساتھ توبہ پر آمادہ ہوتی توکیا ہوتا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس کی ہیکڑی اور نافرمانی اسکی زندگی کی قربانی ہوگئی۔ تین چہوٹے چہوٹے معصوم لڑکے مشن میں بہیجدیئے گئے گو اس وقت سمیعًا نے دل بہت کڑا کیا۔ اور یہ سمجہکر کہ بچے پڑہیں گے۔ لکہیں گے مصیبت سے بچیں گے۔ فاقوں سے محفوظ۔ کپڑوں سے مطمئن ہونگے۔ میاں سے بہی بگاڑلی مگر ایک دو ہی مہینے بعد اسکو معلوم ہوگیا کہ بچے ہمیشہ کو چہوٹ گئے۔ اور مجہے یہ پتہ بہی نہیں چل نہیں سکتا کہ وہ ہیں کہاں۔ اب البتہ سمیعًا کی حالت خراب تہی۔ صرف ایک بچہ گود میں تہا۔ اور دنیا کی تمام خوشیاں۔ زندگی کی کل امیدیں اسکے دم سے وابستہ۔ بچوں کا فراق ایسا نہ تہا کہ سمیعًا سنبہل جاتی۔ کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے اور پہلوا سے لال تھے ایک دو نہیں اوپر تلے کے تین بچے۔ جیتے۔ جاگتے۔ کہیلتے ہاتے ہنستے بولتے۔ اسکی گود خالی اس کا گہر سونا۔ اور اسکی آنکہیں اجاڑ گئے۔ رات دن روتی۔ اور دو دو تین تین وقت کہانا نہ کہاتی۔ واحد قریب قریب قطع تعلق کرچکا تہا۔ بے ثباتی دنیا اُسکے دلپر جم چکی تہی

بیوی کی بے اعتنائی تو رہن خیال کو ایک مہمیز تھی۔ دن بھر مولانا شاہ رحمت اللہ کے مشہور مزار کی جھاڑو دیتا۔ اور رات کو وہیں پڑ رہتا۔

ماہتا کی ماری ماں نے بچوں کا پتہ لگانے میں کسر نہ چھوڑی۔ جہاں سُراغ ملتا وہیں جاتی۔ مگر جہاں جاتی ناکام آتی۔ آخر گھر کو خیر باد کہا۔ بچہ کو ساتھ لیا اور اُنکی تلاش میں روانہ ہوئی۔ خطرناک جنگلوں میں جہاں مردوں کے دل دہلتے ہیں راتیں اُس کے سر پر صبح ہوتیں۔ اور صبح کا نکلا ہوا سورج اسکی آنکھوں کے سامنے ڈوب جاتا۔ دونوں آنکھوں میں روتے روتے ناسور پڑ گئے۔ پاؤں چھلنی ہوئے۔ سوکھ کر کانٹا ہوگئی۔ آخر وہ وقت بھی آگیا کہ سمیٹا زندگی سے بیزار ہوکر موت کی طلبگار ہو۔ مگر مصیبت کا ابھی خاتمہ نہ ہوا تھا۔ اور اپنی سرکشی کی اور سزا بھگتنی تھی۔ صبح صادق کا سہانا وقت تھا دریا آنکھ کے سامنے لہریں لے رہا تھا۔ کنارے پر بیٹھی رو رہی تھی کہ بچہ گود سے بہک کر دریا میں گرا اور چشم زدن میں آنکھ سے اوجھل ہوگیا۔

یہ تھا وہ صدمہ جس نے سمیٹا کی کمر ہمت توڑ دی اور کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئی۔ ایک چیخ ماری اور یہ کہکر بے ہوش ہوگئی۔

"اے کمبخت دنیا! آج جو تھا لال بھی چھین لیا!"

ہوش میں آئی تو آفتاب سر پر چمک رہا تھا۔ گود خالی تھی۔ بچہ کا خیال آتے ہی دیوانہ وار اُٹھی۔ چاروں طرف دیکھا۔ آوازیں دیں۔ مگر کچھ نہ تھا۔ خیال آیا کہ مجھ سے زیادہ بدنصیب ماں کیا ہوگی۔ آنکھیں اُن تین ہی کی صورت کو ترس رہی تھیں کہ آج یہ بھی رخصت ہوگیا کلیجہ کے داغ۔ آنکھوں کے ناسور۔ پاؤں کے زخم سب اکارت گئے۔ کون ہے جو بچھڑی ہوئی ماں اور ترستی ہوئی آنکھوں کو ان پیاروں کی صورت دکھائے۔ آسمان کروٹ لے رہا تھا۔ پرند بسیرے میں تھے۔ اُٹھی اور کہا۔

"فضا میں اُڑنے والی چڑیو! بچوں کو کلیجے سے لگا کر رات گزارنے والے پرندو!

بندہ میرے بچھڑے ہوئے لال مجھسے ملا دو"۔

"سعید۔ حمید۔ رشید۔ کہاں گئے۔ ان کی بھولی صورتیں۔ انکی پیاری باتیں میری آنکھوں سے چھپ گئیں۔ ہائے مجید بھی گیا۔ نہیں وہ موجود ہے۔ آ۔ آ۔ آ مجید! دودھ پلاؤں۔ آ خفا نہ ہو میرے لال۔ میں دکھیاری ماں ہوں۔ اے مجید! بدنصیب ماں پر رحم کرے دودھ پی۔ آ آ۔ کلیجہ سے لگ جا۔ لپٹ جا۔ مجید چمٹ جا"۔

"ہائے نہیں ہے۔ گیا۔ ہمیشہ کو گیا۔ اب نظر نہ آئے گا۔ نہیں۔ زندہ ہے۔ اُدھر سے آواز آرہی ہے"۔

اُٹھی بھاگی۔ مجید مجید کہتی ہوئی دوڑی۔ راتوں دوڑی۔ دنوں بھاگی۔ ہر طرف آوازیں دیں۔ ہر جگہ چیخی چلائی۔ روئی پیٹی۔ دنیا چھان ڈالی۔ مگر وہ صورت نظر نہ آئی ایک روز آدھی رات کے وقت جب چاندنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ کلیجہ کی آگ بھڑکی کائنات کا ہر ذرہ قدرت کی زبردست طاقت کا پتہ دے رہا تھا۔ وہ سر جو اکیس سال خرنٹ رہا جنگل بیابان میں منتظم حقیقی کے آگے جھکا۔ آنسو کا دریا آنکھ سے جاری تھا سجدے میں گری۔ اور عرض کیا۔ مجھسے زیادہ بدنصیب۔ مجھسے بڑھ کر گنہگار۔ مجھ جیسا سرکش اے مالک حقیقی اپنے افعال پر نادم۔ اپنی حالت پر پشیمان آج تیرے حضور میں حاضر مولا! گنہگار ہوں مگر تائب۔ سرکش ہوں۔ مگر شرمسار۔ اعمال کا ذخیرہ خراب صورت روسیاہ۔ میرے پاس کچھ نہیں۔ ہاں تحفۂ ندامت میرے ساتھ۔ اور عفو تقصیر تیرے ہاتھ۔ احکم الحاکمین! رحم۔ کرم۔ عفو۔

رحیم علی الاطلاق! شرمسار کمینہ گنہگار بندی۔ بدنصیب ماں۔ تیرے عفو کی منتظر کرم کی امیدوار ہے۔ حاکم حقیقی! مجکو نہ دیکھ تیرا دربار بڑا۔ تیری حکومت بڑی اپنے حبیب کا طفیل۔ اپنے رحم کا صدقہ۔ اسلام پر میرا خاتمہ کر؟ اے دونوں جہان کے بادشاہ! میری التجا قبول میرے بچھڑے ہوئے لال مجھسے ملا دے۔ قدرت والے

عزت والے ۔حکومت والے بادشاہ ! میری آنکھیں ٹھنڈی کر دے +

آج پہلا اتفاق تھا کہ سمیعًا کا دُکھا ہوا دل خلوص کے آنسوؤں سے رویا۔ روتے روتے بیہوش ہوگئی۔صبح کے قریب ہوش آیا تو پھر آگے بڑھی۔ بھوک لگتی تو جنگلوں کے پھل کھالیتی اور پیاس سے بیتاب ہوتی تو چشموں کے پانی سے پیاس بجھاتی۔ بچوں کا خیال دم بھر کو بھی مفارقت نہ کرتا۔ مردہ پہلے ہی ہو چکی تھی۔ مجید کے فراق نے رہا سہا اور بھی خاتمہ کیا۔ اس پر یہ رحمت اللہ دستا۔ ہاتھ پاؤں جواب دے گئے۔ طاقت سلب ہوئی۔ ایک ڈھانچ رہ گیا۔ خراسان کے جنگلوں میں ایک دن شام کے وقت بچوں کی یاد میں کلیجہ منہ کو آرہا تھا کہ ایک شخص سامنے آتا ہوا دکھائی دیا۔ دیوانوں کی طرح اُسکی طرف لپکی اور کہا۔ اے جنگل کے رفیق میرے بچوں کو مجھے ملا دے؟ +

نووارد کو اسکے سوال پر تعجب ہوا۔ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ یہ واحد تھا۔ دونوں میاں بیوی کی نظریں ملیں اور ساکت رہ گئے۔ کچھ سکوت کے بعد واحد نے کہا:۔

"سمیعًا ! تیرے چاروں بچے میرے پاس موجود ہیں۔ اور اس سامنے والی جھونپڑی میں اب ہم پانچوں اپنی عمر گزشتہ کے نقصانات کی تلافی خدا کی حمد و تسبیح میں کرتے ہیں +

یہ سُنتے ہی سمیعًا ایک چیخ مار کر گری۔ واحد اُسکو اُٹھا کر جھونپڑی میں لایا۔ بچے باہر نکلے تو سمیعًا نے آنکھ کھولی۔ بچوں کو کلیجہ سے لگایا۔ آسمان کی طرف دیکھا اور کہا:۔

"سچے بادشاہ ! میری التجا قبول کی۔ تیرا راج سچا۔ اور تیرا دربار حقیقی۔ میری ممتا ٹھنڈی کی۔ میری آنکھیں روشن کیں۔ جس طرح بچھڑے ہوئے لال مجھے ملائے میرے گناہوں کو بھی معاف کر۔ کہ تیرے حضور میں شرمندہ حاضر ہوں +

راشد الخیری

جذبات محبت

عشق و محبت کے جذبات سچے بھی ہوتے ہیں اور جھوٹے بھی۔ بہت امتیاز دشوار ہے اہل باطن کی نرالی شان کا کیا پوچھنا؟ وہ مجاز سے بھی حقیقت کا لطف اٹھاتے ہیں مگر اہل ظاہر حقیقت نشناس جب طوق ہوس پرستی اختیار کرتے ہیں تو جادۂ راستی سے کوسوں دور جا پڑتے ہیں۔ چاہ ان کے حق میں ایک چاہ بن جاتی ہے۔ ڈوبتے ہیں تو پھر ابھرتے نہیں۔

محبت آدمی کو آدمی سے ہو ہی جاتی ہے۔ مگر خدا سے آدمی کو محبت پیدا کرنی مشکل ہے۔ خدا کو مانتے سب ہیں۔ مگر اُسکے جاننے والے بہت کم ہیں۔ جانتے اور ماننے میں فرق ہے اس اعتبار سے عارف کے سوا خدا کی محبت کا دم کوئی نہیں بھر سکتا اور معرفت حق خدا کا فضل ہے۔ یؤتیہ من یشاء۔ وہ کیا نہیں کر سکتا! چاہے تو ذرّہ کو آفتاب قطرہ کو دریا۔ رائی کو پربت بنادے۔ مشت خاک انسان کو افلاک پر پہنچا دے۔ آدمی کو فرشتہ کردے۔ صورت انسانی کو سیرت رحمانی کا جامہ پہنا دے۔ وھو علی کل شئ قدیر۔

عشق و محبت کے جذبات و خیالات ظاہر کرنے والوں میں کوئی خدا بیں ہے۔ کوئی خود بیں۔ کوئی صاحب دل ہے۔ کوئی بے دل۔ کوئی عالی دماغ۔ کوئی بے دماغ، اور مستمعین و متاثرین کی بھی یہی حالت ہے۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ حقیقی جذبات سے بھی متاثر نہیں ہوتے۔ اور بعض صاحب حال ہیں کہ صورت مجاز اُن کے سامنے جلوۂ حقیقت کے لباس میں ظاہر ہوتی ہے۔ "ہر کہ آید در نظر از دور پندارم توئی"۔ دیوانہ را ہوئے بس ست ؎

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی ۔۔۔ چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

ہر رنگ میں اُسی کی نیرنگی کا خیال ہے ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ میپوش ۔۔۔ من انداز قدت را مے شناسم

عشق و محبت کے بارہ میں بہت سے بلند خیالات ہیں ایک صاحب دل یوں گہر افشانی فرماتے ہیں ؎

عاشقی چیست بگو بندہ جاناں بودن
دل بدست دگرے دادن و حیراں بودن

ایک بزرگ کامل ارشاد فرماتے ہیں ؎

عشق کیا شئے ہے کسی کامل سے پوچھا چاہیئے
کس طرح جاتا ہے دل بیدل سے پوچھا چاہیئے

ناصر علی کہتے ہیں ؎

محبت جادۂ دارد نہاں در خلوت دلہا
چو تار سبحہ گم گردید این رہ زیر منزلہا

ایک تجربہ کار کہتے ہیں ؎

عشق تا خام ست باشد بستۂ ناموس و ننگ
پختہ مغزان جنوں را کے حیا زنجیر پاست

حضرت جامی لوا سنجی فرماتے ہیں ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

حضرت لسان الغیب سخن سرائی فرماتے ہیں ؎

فاش میگویم و از گفتۂ خود دلشادم
بندۂ عشقم و از ہر دو جہاں آزادم

ایک اور جگہ فرماتے ہیں ؎

حافظ صبور باش کہ در راہ عاشقی
ہر کس کہ جاں نداد بجاناں نمیرسد

پھر فرماتے ہیں ؎

گرچہ بدنامی ست نزد عاقلاں
ما نمیخواہیم ننگ و نام را

غنی کہتے ہیں ؎

جنونے کو کہ از قید خرد بیروں کشم پارا
کنم زنجیر پاے خویشتن دامان صحرا را

غالب نواسنجی کرتے ہیں ؎

عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
دل کا کیا حال کروں خون جگر ہونے تک

ایک اہل دل فرماتے ہیں ؎

پرتو حسنت نگنجد در زمین و آسمان — در حریم سینہ حیرانم کہ چون جا کردہ

ایک صاحب دل ارشاد فرماتے ہیں ؎

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ — نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

ایک دلفگار جگر تمام کے کہتا ہے ؎

درون سینۂ من زخم بے نشان زدہ — بحیرتم کہ عجب تیر بے کمان زدہ

ایک روشن ضمیر مشاہدہ کی یہ تدبیر بتاتا ہے ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار — جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

کوئی خود رفتہ محو تصور ہو کر یوں نوا سنج ہی ؎

دلربایانہ اگر بر سر ناز آمدۂ — از دل ما چہ بجا ماند کہ باز آمدۂ

ایک بزرگ ہادی طریقت ہدایت فرماتے ہیں ؎

وصال دوست طلب میکنی ز خود بگذر — کہ در میان تو و او بجز تو حائل نیست

ایک بزرگ حقیقت آگاہ آگاہ فرماتے ہیں ؎

آن ہا کہ در پردۂ اسرار نہان بود — از علم بعین آمد و از گوش بآغوش

ایک واقف اسرار بزرگ راز کی بات صاف بتا دیتے ہیں ؎

سر حب ازلی در ہمہ اشیا ساری است — ورنہ برگل نزدے بلبل بیدل فریاد

ایک بزرگ فنا و بقا کے راز کو اس طرح ظاہر کرتے ہیں ؎

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست — تا کرد تہی مرا و پر کرد از دوست

اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت — نامے ست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

اس طرح کے ہزاروں ہی جذبات ہیں جنسے کوئی حقیقی لطف اٹھاتا ہے کوئی بام مجاز سے گر کے سر پھوڑ لیتا ہے۔ کوئی محیط عشق میں غوطہ لگا کے گوہر مراد پاتا ہے۔ کوئی دریائے ہوس میں

گرکے آبرو ڈبوتے ہیں ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند بر آواز دولاب مستی کنند

ع سر مدغم عشق بوالہوس را ندہند

شیر و شیر لکھنے میں یکساں ہیں مگر ؎

شیر آں باشد کہ آدم مے خورد شیر آں باشد کہ آدم وا خورد

کوئی جھوٹے عشق کے دعوے کرتا ہے۔ کوئی سچے عشق کو چھپاتا ہے کوئی کہتا ہے میں خدا ہیں ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں سب کچھ ہوں ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اہل باطن فنا کے طالب ہیں اور اہل ظاہر بقا کے متمنی۔ وہ فنا فی اللہ میں منہمک۔ یہ بقا باللہ سے ناواقف۔ ہمہ اوست کے وہ قائل۔ اور یہ ہمہ از وست کے سمجھنے سے عاجز اور خود میں خدا کو دیکھتے ہیں کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور یہ خودی سے خدا کو بھلا بیٹھے ہیں۔ ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجاست

اہل دنیا کی محبت ہوس پرستی غرض پر مبنی ہے۔ محبت خدا کی مانع ہے محبت خدا ترک دنیا کا نام نہیں کہ لارھبانیہ فی الاسلام ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

بار خدایا!

با صنع تو ہر مور چہ لانے دارد با شوق تو ہر سوختہ سازے دارد
اے خالق ذوالجلال نومید مکن آنرا کہ بدرگہت نیازے دارد

سید غلام مصطفٰے ذہین

۱۹۲۶ء

جنّت سبا

اور

قرآن مجید کے ثبوت اعجاز کی کچھ قدیم شہادتیں

عرب کے صوبہ یمن میں حضرت مسیحؑ سے تقریباً بارہ سو برس پہلے سباؔ کے نام سے ایک عظیم الشان حکومت قائم تھی، یمن کی مشہور شہزادی بلقیسؓ اسی مملکت سبا کی فرمانروا تھی قرآن مجید، توراۃ اور انجیل ان تینوں صحیفوں میں اس ملکۂ سبا کا مفصل و مجمل تذکرہ موجود ہے، حضرت سلیمانؑ کی بارگاہ میں پہنچنا اور تحائف پیشکش کرنا بھی سب کو معلوم ہے۔

سبا کا دارالحکومت شہر مارب تھا، اُسکے افتادہ اور منہدم آثار اب تک موجود ہیں، یورپ کے علمائے آثار میں سے ارناؤ، گلازر، اور ہالوے نے اٹھارہویں صدی کے مختلف سنین میں ان آثار باقیہ اور منہدم یادگاروں کا بچشم خود معائنہ کیا، اُن کے کتبات کو حل کیا، اور عمارتوں کے نقشے تیار کیے۔

سبا ایک صلح پسندانہ اور امن و مسرت کی حکومت تھی، یہی سبب ہے کہ اُس نے اپنی قوت کا زیادہ تر حصہ اسلحہ کی بجائے عمارتوں پر صرف کیا، ان میں سے بعض عمارتیں عہد اسلام تک باقی تھیں، مسلمان مورخین نے خود دیکھا ہے اور اپنی کتابوں میں اُنکے حالات لکھے ہیں ہمدانی نے اکلیل کا ایک باب صرف انہیں عمارتوں کے لیے مخصوص کیا ہے، بلکہ اب تک جو کتبات ملتے ہیں، وہ زیادہ تر انہیں عمارتوں کی یادگاری لوحیں ہیں، نشوان بن سعید حمیری نے قصیدہ حمیریہ میں تقریباً ۲۵ عمارات شاہی کا ذکر کیا ہے، یورپین سیاح بھی ان عمارات کے کھنڈروں کے عجیب و غریب حالات بیان کرتے ہیں، قصر سلحین جو دنیا کا

ف۱ یہ نام مشہور ہے لیکن صحیح نہیں،

شاہی تھا، اسکا نشان بھی اب تک موجود ہی +

اسی سلسلۂ عمارات میں ایک "بند آب" ہے، جسکو عرب حجاز "سد" اور عرب یمن "عرم" کہتے ہیں، عرب کے ملک میں کوئی دائمی دریا نہیں، صرف سلسلۂ کوہستان سے پانی پہاڑوں سے بہکر ریگستانوں میں خشک ہوجاتا ہی اور ضائع جاتا ہی، زراعت کے مصرف میں نہیں آتا، سبا نے مختلف مناسب موقعوں پر پہاڑوں اور وادیوں کے بیچ میں بڑے بڑے بند باندھ دیئے تھے کہ پانی رک جائے اور بقدر ضرورت زراعت کے مصرف میں آئے، مملکت سبا میں اس قسم کے سیکڑوں بند تھے، ان میں سب سے زیادہ مشہور سد مارب تھا جو دار الحکومت کے اندر واقع تھا، +

شہر مارب کے جنوب میں دہنے بائیں دو پہاڑ ہیں، جن کا نام کوہ ابلق ہی، دونوں پہاڑوں کے بیچ میں وادی اذنیہ ہے، پہاڑوں اور نیز ادہر ادہر سے پانی جمع ہوکر وادی اذنیہ میں ایک دریا جاری ہوجاتا ہی، سبا نے ان دونوں پہاڑوں کے درمیان تقریبًا سنہ ۸۰۰ ق م میں سد مارب کی تعمیر کی تھی، یہ بند تقریبًا ۱۵۰ فٹ لمبی اور ۵۰ فٹ چوڑی ایک دیوار ہے، اسکا اکثر حصہ تو اب افتادہ ہے، لیکن تاہم اسکی ایک ثلث دیوار اب بھی باقی ہے، آرناؤ ایک یورپین سیاح نے اسکی موجودہ حالت پر ایک مضمون فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کے جرنل میں لکھا ہی اور اسکا موجودہ نقشہ نہایت عمدگی سے تیار کیا، اس دیوار پر جا بجا کتبات ہیں، وہ بھی پڑھے گئے ہیں +

عام مسلمان مورخین چونکہ ہر قدیم عمارت "بناے سلیمانی" کہنے کے عادی ہیں۔ اس لیے اس سد کا بانی وہ بلقیس ملکۂ یمن و حرم سلیمانی کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن سد مارب کے بقیہ حصہ پر جو کتبات ہیں، ان میں بانیوں کے نام بھی خوش قسمتی سے باقی رہ گئے ہیں ان میں سے تبع امر یمن بن سمہعلی ینوف مکارب سبا، سمہعلی ینوف بن ذمرعلی مکارب سبا، کرب ایل بین بن تبع امر مکارب سبا، ذمرعلی ذرح ملک سبا، اور یدع ایل وتار کے

نام پڑہے گئے ہیں - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سد ایک زمانہ ممتد میں مختلف سلاطین یمن کے عہد میں تعمیر ہوا ہے، اسکا پہلا بانی تبع امر تہاجو آٹھویں صدی ق.م میں تھا، اس سد میں اوپر نیچے بہت سی کہڑکیاں تہیں. اوپر سے نیچے تک کی کہڑکیاں حسب ضرورت کہولی اور بند کیجاتی تہیں، سد کے دائیں بائیں مشرق و مغرب میں دو بڑے بڑے دروازے تھے، جن سے پانی تقسیم ہوکر چپ و راست کی زمینوں کو سیراب کرتا تھا، اس سد کے حالات ہمارے مفسرین نے جو بیان کیے ہیں[1] بعینہ ارناؤد کے بیان سے اسکی تصدیق ہوتی ہے[2] نقشہ کے دیکھنے سے صورت حال اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیگی +

اس نظام آب رسانی سے چپ و راست دونوں جانب اس ریگستانی و شور ملک کے اندر ۳۰۰ میل مربع میں سیکڑوں کوس تک بہشت زار تیار ہو گئی تھی جس میں انواع و اقسام کے میوے اور خوشبودار درخت تھے، اُن کی خوشبو دور تک پھیلی رہتی تھی قرآن مجید ان آیات میں انہیں باغوں کی طرف اشارہ کرتا ہے :-

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاءٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ ، جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ ، كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ ، بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ (سبا ۲۰)	سبا کے لوگوں کے لیے خود انکے گہر میں قدرت خدا کی ایک عجیب نشانی موجود تھی، دو باغوں کا سلسلہ دائیں بائیں، سبا کے لوگو! اپنے پروردگار کی روزی کہاؤ اور شکر کرو، شہر ہے پاکیزہ، اور پروردگار بخشنے والا۔

ہمارے مخالفین، تفسیروں میں اس جنت زار کے عجیب و غریب قصے جو مذکور ہیں اُنکو پڑہکر خندہ تحقیر کے ساتھ کہتے تھے کہ کیا عرب کے خشک ریگستان میں بہی کبہی یہ باغ و بہار تہی ہم اس شکر خند ہنسی کو سنکر خاموش ہو رہتے تھے، لیکن الحمد للہ کہ اب حاملین قرآن کی آنکہیں جسقدر کہلتی جاتی ہیں، اور اُنکو قدیم و جدید یورپ کے سربمہر خزانوں پر دسترس ہوتی جاتی ہے، قرآن مجید کے ثبوت اعجاز کی نئی نئی شہادتیں اُنکے سامنے آتی جاتی ہیں +

---

[1] تفسیر آیت مذکور، طبری، بغوی، [2] فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کا رسالہ ۱۸۷۴ء،

پہلی صدی ق م سے چوتھی صدی ق م تک یونانی مصر کے حکمران تھے۔ ان کے عہد میں مصر کا دار الحکومت "اسکندریہ" تمام مشرقی اور مغربی تاجروں کا مرکز تھا، سبا اس عہد کی سب سے بڑی تاجر قوم تھی، ان تعلقات کی بنا پر یونانی سیاح اور تاجر یمن تک پہنچا کرتے تھے، یمن کا نام ان کی زبان میں "عربیا فیلکس" یعنی خوش قسمت اور خوشحال عرب ہے۔ اس خوش حال اور خوش قسمت قطعہ عرب کے حالات جو انہوں نے اپنے زمانہ میں لکھے، ان سے "سبا کی جنت کی" داستان کے عجیب غریب احوال منکشف ہوتے ہیں اور انکو پڑھکر قرآن مجید کے اعجاز کا ایک تعجب انگیز باب ہمارے سامنے آجاتا ہے، اور ہمکو اپنے معترضین کے خندۂ تحقیر پر اب خود ہنسی آتی ہے۔

اراٹوستھینیس Eratosthenes (۱۹۴ق م) ایک یونانی مورخ بیان کرتا ہے:-

عرب کی انتہائی حد پر سمندر (بحر ہند و عرب) کے پہلو میں... سبا کے گو ہیں، جن کا دار الحکومت مارب Mariaba ہے.... یہ قطعہ زمین سرسبز سے بڑا ہے، گرمیوں میں بارش ہوتی ہے، اور دریا جاری ہوتے ہیں، جو میدانوں اور تالابوں میں جاکر خشک ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب سے زمین اسقدر سرسبز و شاداب ہے کہ تخم ریزی وہاں سال میں دو بار ہوتی ہے،

حضرموت سے سبا کے ملک تک ۴۰ دن کا راستہ ہے اور معین سے سوداگر ۷۰ دن میں ایلہ (عقبہ) پہنچتے ہیں، حضرموت، معین اور سبا کے ملک خوش خرم ہیں، اور ہیکلوں اور شاہی عمارتوں سے آراستہ ہیں۔

ایک یونانی مورخ اگاتھرشیڈس Agartharchides (۱۴۵ق م) جسکی تصنیف کا زمانہ دوسری صدی ق م ہے، بیان کرتا ہے:-

سبا عرب آبادان (Arabia Flex) میں رہتے ہیں، جہاں بہت

اچھے اچھے بیشمار میوے ہوتے ہیں، زمین متصل بحر میں بلسان اور نہایت خوبصورت درخت ہوتے ہیں۔ جو دیکھنے میں نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں اندرون ملک میں بخورات، داچینی، چھوہارے وغیرہ کے نہایت بلند درختوں کے گنجان جنگل ہیں، اور ان درختوں سے نہایت شیریں بو پھیلا کرتی ہے، درختوں کے اقسام کی کثرت و تنوع کے سبب سے ہر قسم کا نام و وصف مشکل ہے، جو خوشبو اس میں سے اڑتی ہے وہ جنت کی خوشبو سے کم نہیں، اور جن کی تعریف لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتی۔ جو اشخاص اس زمین سے دور ساحل پر سے گزرتے ہیں، وہ بھی جب ساحل کی طرف ہوا چلتی ہے، تو اس خوشبو سے محظوظ ہوتے ہیں۔ ان مسالوں کو وہاں کاٹتے نہیں، اور کاٹ کر ان کا انبار نہیں لگاتے، لیکن چونکہ شگفتہ اور تازہ رہتے ہیں، اس لیے جو شخص اس ساحل سے گزرتا ہے، وہ آب حیات کا گویا لطف اٹھاتا ہے، یہ تشبیہ بھی اسکی قوت و لطافت کے لحاظ سے ناقص ہے،

سبا میں حکومت وراثۃً منتقل ہوتی ہے، ان کا بڑا شہر ماربؔ ہے جو ایک پہاڑ پر واقع ہے (جبل البلق) بادشاہ اسی شہر میں رہتا ہے، جو لوگوں کو فیصلہ دیتا ہے، لیکن اسکو کبھی اسکی اجازت نہیں کہ وہ اپنا قصر چھوڑ کر نکل سکے اگر وہ اسکے خلاف کرتا ہے تو وہ حسب حکم مذہبی سنگسار کر دیا جاتا ہے"

"سبا تمام دنیا میں سب سے زیادہ دولتمند لوگ ہیں، چاندی اور سونا بکثرت ہر طرف سے لایا جاتا ہے، بُعد کے سبب سے کسی نے انکو فتح نہیں کیا ہے، اس لیے خصوصاً انکے دار الحکومت میں سونے چاندی کے برتن ہیں، تخت اور پیشتر پائیاں ہیں، جن کے ستون زرنگار اور نقرئی و طلائی نقش و نگار سے آراستہ ہیں ایوان اور دروازے زرد جواہر سے منقش ہیں، اس قسم کی زیب و زینت پر

نہایت ہنرمندی و محنت وہ صرف کرتے ہیں"
مشہور سیاح آرٹی میڈوروس (Artemedorus سنہ ۱۰۰ق م) باشندہ شہر افسوس (Ephesus) جو سبا کے عہد آخر میں تھا، لکھتا ہے:-

سبا کا بادشاہ اور اس کا ایوان مارب میں ہے جو ایک پر اشجار پہاڑ پر ہے زمانہ خوش حالی (عیش آرائش و مسرت) میں واقع ہے، میووں کی کثرت کے سبب سے لوگ سست اور ناکارہ ہو گئے ہیں، خوشبودار درختوں کی جڑوں میں لیٹے پڑے رہتے ہیں، جلانے کی لکڑی کے بدلے دارچینی اور خوشبودار لکڑی جلاتے ہیں، کچھ لوگوں کا پیشہ زراعت ہے اور کچھ ملکی اور غیر ملکی مالوں کی تجارت کرتے ہیں، یہ مسالے مقابل کے حبشی ساحل سے لائے جاتے ہیں، جہاں سبا کے لوگ چمڑے کی کشتیوں میں بیٹھکر دریا کے پار چلے جاتے ہیں، آس پاس جوار کے قبائل سبا سے تجارتی اسباب خریدتے ہیں، اور وہ اپنے ہمسایوں کو دیتے ہیں، اور اسی طرح دست بدست وہ شام اور جزیرہ تک پہنچتے ہیں[۵۴]۔

ان قدیم شہادتوں کے بعد جنت سبا کی واقعیت سے کس کو انکار ہو سکتا ہے اس حقیقت کے متعلق شکوک و شبہات کا جو انبار تھا، ان شہادتوں کی ایک چنگاری ان کو جلا کر خاکستر کر سکتی ہے۔

ذرۂ عشقے جہانے عقل را غارتگر است
پنبہ گر صد تو دو باشد آتشش یک اخگر است

(معارف)

---

۵۴ یہ تمام بیانات تاریخ قدیم کے مستند ترین ماخذ ڈنکر کی ہسٹری آف انٹیکوٹی سے ماخوذ ہیں۔ جلد ۱ صفحہ ۳۱۰، ۳۱۳، ۳۱۲۔

۸۶ء

شام زندگی

دلی کی خاک پاک سے پیدا ہونے والے وہ اقلیم سخن کے شاہنشاہ جن کی زندگی پر جہان آباد کو ناز تھا، آج اسکی آغوش میں بے خبر پڑے سوتے ہیں، کیسا مبارک ہوگا وہ وقت جب یہ مجلس جمی ہوئی ہوگی، اور کیسی پر لطف ہوگی وہ صحبت جس میں وہ باکمال موجود ہونگے۔ جن کے منہ سے موتی جھڑے اور قلم سے پھول برسے، اب وہ جلسے درہم برہم اور وہ صحبت ختم ہوئی، ہاں صحبت شب کی یادگار دو ایک افسردہ شمعیں باقی رہ گئی ہیں، جنہوں نے رات بھر ساتھ دیا، اور ان میں ایک مولانا راشد الخیری مدظلہ العالی کے پیکر میں دکھائی دے رہی ہے، اس بلبل خوش الحان کی نوا سنجیاں ایک عالم کو مسخر کر چکی ہیں۔ سائرہ، صلحات، انشار، صبح زندگی وغیرہ مولانائے ممدوح کے قلم سے ایسی کتابیں نکلیں کہ اردو علم ادب نے ان کو سر آنکھوں پر رکھا، مخزن کو مولانا کے قلم سے معراج نصیب ہوئی عصمت کی ہر دلعزیزی مولانا کی ذات سے تھی، اور اسوقت ہندوستان کا کوئی پرچہ ایسا نہیں جسکو یہ آرزو نہو کہ مولانا کی دو سطریں ملجائیں تو عزت افزائی ہو جائے مگر مولانائے ممدوح کی زندگی ایک عجیب زندگی ہے، نام و نمود، شہرت و تشہیر سے الگ تھلگ، گوشہ قناعت میں دنیا کے بکھیڑوں سے دور۔ اللہ اللہ کرنا، اور صنف نسواں کی ممکن خدمات انجام دینی۔ صبح زندگی مولانائے موصوف کی کتاب پر جب سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب جیسے مشہور و ممتاز ادیب خواہشمند ہوتے کہ اسکا دوسرا حصہ لکھوایا جائے، تاکہ بیٹیوں کے علاوہ بیویاں اور بہوئیں بھی مولانا کے فیض سے مستفیض ہوں تو ہم نے جسارت کی، مگر یہ در شاہوار ذرا ایک

نوطوں میں ہاتھ آنے والے نہ تھے، المختصر جس طرح ہوسکا۔ مولانا کا بیچیا شام زندگی لکھوا کر چھوڑا گیا، کتاب اس پایہ کی لکھی گئی ہے کہ کوئی ٹکڑا ایسا نہیں جسکو پڑھکر سنگین سے سنگین دل کی بھی ہچکی نہ بندھ جائے۔ ٹریجڈی (داستان غم) لکھنے میں مولانا اسوقت اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ اور اس رنگ میں حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے عم بزرگوار ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم پر بھی سبقت لے گئے ہیں، کتاب ابھی پریس سے باہر نہیں آئی۔ مگر دنیائے ادب میں اسکی وہ دھوم مچ گئی ہے کہ خواستگاروں کا تار بندھا ہوا ہے، اسلیئے کہ ناظرین نظام المشائخ اس سے محروم نہ رہیں ہم شام زندگی کا ایک مختصر ٹکڑا درج ذیل کرتے ہیں۔ اور اعلان کرتے ہیں کہ اگر ناظرین نے اس کتاب کے لینے میں جس سے کوئی پڑھا لکھا گھر خالی نہ رہنا چاہیئے جلدی نہ کی تو دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ ہم نے ۱۴ فروری سنہ رواں کے خطیب میں شام زندگی کا ایک بڑا ٹکڑا نقل کیا ہے، اور ناظرین نظام المشائخ کو بھی آگاہ کردیا ہے کہ ان کو شکایت کا موقع نہ رہے +

ایڈیٹر

بہنوں! میں نے آج تم سب کو تکلیف دی۔ مگر مجبور ہوں۔ جی چاہتا تھا کہ ایک دفعہ تمہاری صورتیں اور دیکھ لوں۔ موت کی تمنا مذہبًا درست نہیں۔ مگر مجھے اب اپنی موت کا یقین ہے۔ اس لیئے ضرور تھا کہ سب سے ملکر رخصت ہوتی۔ میں آجتک چون برس چار مہینے اور اٹھارہ روز اس دنیا میں رہی۔ یہ عرصہ کہنے کو تو بہت بڑا اور بظاہر میں خاصا بہت ہے۔ مگر انسان جو فانی دنیا کی جلوں پر مٹا ہوا ہے۔ آنکھ بند کرکے گزار دیتا ہے، یہی حال آج میرا ہے۔ پچپن برس کے قریب زندہ رہی مگر جینے سے دل سیر نہوا۔ وقت کافی، زمانہ معقول، اور عرصہ پورا ہے مگر ہر کام ادھورا۔ ہر بات ناقص۔ اور ہر معاملہ غیر مکمل۔ چھوڑ رہی ہوں۔ گویا نہ موت آنی تھی۔ نہ مجھے جانا۔ بیکار آئی۔ بار دیگراں رہی،

شرمسار مرتی ہوں اور گنہگار جاتی ہوں۔ اعمال کی بھلائی، اور افعال کی کمائی میرے ساتھ ہوتی۔ مگر کچھ نہیں۔ ابتدائی پانچ چار سال کا حال تو یاد نہیں مگر جب سے ہوش سنبھالا ایک کام بھی ڈھنگ کا نہ کیا۔ پھوپی جان جیسی شفیق ماں کی خدمت جنہوں نے اپنی زندگی مجھپر برباد کی۔ مجھ سے خاک نہو سکی۔ کہنے کو عمر گزر گئی۔ مگر نہیں مجھے وہ دن یاد ہیں جب میں انکو سختی سے جواب دیتی تھی اور وہ خاموش ہو جاتی تہیں۔ آج یہ ہاتھ پاؤں جنپر گھمنڈ تہا بیکار ہیں۔ اور عمر جسپر ناز تہا ختم ہو گئی۔ مگر اسکی یادگار آج ندامت و پشیمانی میرے پاس ہیں۔ اور اب سوائے رونے کے کوئی چارہ نہیں۔ اماں جان کی فضیحتیاں میں نے کیں۔ ابا جان کے حکم بارہا میں نے ٹالے۔ بہن بھائیوں پر شفقت مجھ سے نہ ہوئی۔ بڑوں کی طاعت میں نے نہ کی۔ آہ اے عمر گزشتہ۔ اس کٹھن رستے میں جہاں ایک ایک قدم اٹھنا مصیبت ہی۔ تو نے عذاب کا ایسا انبار سر پر رکھدیا کہ کسی طرح ہلکا نہیں ہوتا۔ ماما ئیں مجھ سے ناخوش، لونڈیاں مجھسے نالاں نوکر مجھ سے پریشان الٰہ العالمین۔ الامان الامان۔

اسوقت نسیمہ کی ہچکی بندہی ہوئی تہی۔ اور بیویوں میں سے کوئی بھی ایسی نہ تھی جو نہ رو رہی ہو۔ کچھ ضبط کیا اور پھر سلسلہ شروع کیا۔

کل کی بات ہی کہ پھوپی جان نے مجکو پالکی میں سوار کرایا۔ اُسوقت بیسیوں عورتیں سفید بالوں والی مجھے رخصت کرنے میں شریک تہیں۔ آج وہ سب قبروں میں جا سوئیں اور میرا سر سارا سفید ہو گیا۔ یہ انقلاب قدم قدم پہ مجھے موت کا سبق دیکھے تھے۔ لیکن غفلت کی انتہا بیخبری کی حد کہ کبھی بھولے سے بھی موت کا خیال نہ آیا۔ پندرہ برس کی بیاہی آئی۔ چالیس برس اس محلہ میں رہ چلی۔ مگر ایک کو بھی پوری طرح خوش نہ کر سکی۔ اماں جان اللہ غریق رحمت کرے۔ کون کہہ سکتا ہی کہ مجھ سے خوش گئیں یا رنجیدہ۔ رابعہ ہاجرہ دونوں نندیں میرے سپرد تہیں۔ مگر ان کا حق خدمت کچھ بھی ادا نہوا بیموقع

گھر کا۔ بلا وجہ ڈانٹنا۔ بے سبب خفا ہوئی۔ خواہ مخواہ بگڑی۔ اب دیکھتی ہوں تو اس غصہ میں اصلاح کا خیال کم اور نفسانیت زیادہ تھی۔ مگر مجھے ان بچیوں کی سعادتمندی سے امید ہے کہ یہ مردہ بھاوج پر عذاب نہ ہونے دینگی۔ اور عند اللہ میری غلطیوں کو معاف کردیں گی ۔

نندیں یہ سنتی ہی چیخیں مار کر بھاوج کے قدموں پر گر پڑیں۔ اور کہا خدارا بھابی جان یہ نہ فرمائیے۔ آپنے ہماری ماں کو ہمارے دل سے بھلا دیا۔ آپنے ہمکو انسان بنایا۔ اور ہم آپ ہی کی بدولت دنیا میں رہنے کے قابل ہوئے ۔

دونوں نندوں کو نسیمہ نے گلے لگایا۔ اور پھر کہنا شروع کیا۔ کنبہ کی ایک دو نہیں بیسیوں اللہ کی بندیاں میرے رحم کی مستحق تھیں۔ محلہ کی بہت سی مخلوق بھوکی سوئی اور میں نے پیٹ بھرے۔ مسافر میرے در سے خالی گئے۔ یتیم میری چوکھٹ سے ناکام پھرے۔ رانڈوں نے اس بند ہونیوالی زبان سے جھڑکیاں سنیں۔ بڑی بوڑھیوں نے میرے طعنے سہے۔ نوکروں نے میرے غصے اٹھائے۔ ہائے اللہ۔ گناہوں کی گٹھری اتنی بڑی۔ رحم آقا رحم!

(ایک متفقہ آواز نکلی)

اے بیگم تیرے رونے میں روئیں ہیں خدا جان دے۔ ہمکو بے کس نہ چھوڑ۔ یتیموں کا باپ تو۔ رانڈوں کا وارث تو۔ اپاہجوں کا سہارا تو۔ مفلسوں کا گزارہ تو۔ اے بیگم تو ۔

نسیمہ اسکے بعد کچھ اور کہنا چاہتی تھی۔ مگر تکان زیادہ ہوئی۔ بخار شدت سے چڑھا اور بولنے کی ہمت نہ رہی۔ بیویوں نے اسکی بلائیں لیں۔ بچوں نے اسکو دعائیں دیں۔ شام قریب تھی۔ بیویاں روتی دھوتی اپنے گھروں کو سوار ہوئیں۔ رات کے نو بجے بخار کچھ ہلکا ہوا تو نسیمہ نے قسیم کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

خوش نصیب ہوں میں بیوی کہ تمہارے ہاتھوں پیوند زمین ہوتی ہوں جس چہرے

سے گھونگھٹ اُٹھایا تھا۔ اُسکو اپنے ہاتھ سے خاک میں چھپا دینا۔ سیاہ بال تمہارے گھر میں سفید ہوئے۔ اور جوانی تمہارے سامنے بڑھاپے سے بدل گئی۔ تم آقا تھے میں کنیز تھی۔ تمہارا رتبہ زیادہ اور حق بڑا تھا۔ مگر ہزاروں مرتبہ بگڑی ہوں۔ اور بُرا بھلا کہا ہے آج اپنے بچوں کے سامنے ہاتھ جوڑکر کہتی ہوں۔ اپنی عنایت سے اسکو معاف کردینا تاکہ خدا کے حضور میں تمہاری گنہگار نہ رہوں۔ قسیم بیوی کی زبان سے اتنا سُنتے ہی بیتاب ہوگیا۔ روتا ہوا آیا۔ اُسکے ہاتھ اپنی آنکھوں سے لگائے اور کہا:۔

تم جیسی بیوی۔ دنیا چراغ لیکر ڈھونڈے تو نہ ملیگی۔ تم نے وہ کیا کہ میرا دل تم کو دعائیں دے رہا ہے۔ تم نے مجکو پچاس روپیہ کی نوکری سے صدر الصدور بنادیا۔ اور جس گھر میں کتّے لوٹتے تھے تمہارے دم سے آجتک گلزار بنا ہوا ہے میرا مُنہ نہیں کہ تمہارا شکریہ ادا کرسکوں۔ ہاں میں تم سے نادم ہوں اور اس خیال سے جو پہلو ل میں نے کیا میری روح کانپ رہی ہے۔ بیگم نسیمہ بیگم اپنے بچوں کا صدقہ۔ مرے ہوئے وسیم کا صدقہ مجکو بخشدے +

نسیمہ نے شوہر کا ہاتھ اپنے سر پر رکھا۔ اپنے ہاتھ سے اُسکے آنسو پونچھے۔ اور کہا خدائے برحق تم کو معاف کرے۔ میں پہلے ہی معاف کرچکی ہوں اور اب پھر کہتی ہوں۔ میں نے معاف کیا۔ اب میں تم سے اِسقدر اور کہتی ہوں۔ اگر میرے بعد ضرورت تم کو دوسرے نکاح پر مجبور کرے تو بیشک کرلینا۔ میں منع نہیں کرتی۔ لیکن وہ معصوم بچیاں تمہاری محتاج چھوڑتی ہوں۔ لڑکے سیانے ہیں اور کما تا دھن۔ مگر یہ بھولی چڑیاں سوتیلی ماں کے قبضے میں نہ جائیں۔ "تسنیم" اِن کی پرورش کرے گی۔ ماں کا پکھوا چھوٹنے کے بعد تسنیم سے بہتر رفیق اِن کا کون ہوگا۔ وہ دشمنی میں اِنکی دوست اور بدخواہی میں اِنکی بہترین خیر خواہ ہوگی۔ تمہاری تنخواہ میں سے جو کچھ مجکو آجتک جمع ہوا۔ یہ دس ہزار کے نوٹ ہیں جو اِن دونوں کی شادی کے واسطے محفوظ تھے۔ اور اب تمہارے سپرد کرتی ہوں

بچے گو ہشیار ہیں۔ مگر میرے بعد دیوار سے سر پھوڑیں گے۔ اِن کو کلیجہ سے لگا کر کہنا اگر میدان حشر میں ملاقات ہوتی ہے تو میں اپنے بچوں کے دُکھ کا مواخذہ تم سے ضرور کروں گی۔

بخار پھر تیز ہوا۔ اور بارہ بجے تک ۱۰۹ درجہ سے بھی کچھ زیادہ تھا۔ تسنیم ماں کے پاؤں سے اور قسیم بیوی کے ہاتھ سے آنکھیں مل رہا تھا کہ نسیمہ خاموش ہوگئی۔ صبح کے وقت جب قسیم بالکل ہی نا امید ہوگیا تو ایک چمچہ شربت لیکر بیوی کے پاس آیا۔ اُسوقت نسیمہ نے اُسکے آگے ہاتھ جوڑے۔ آنکھوں سے قصور کی معافی چاہی۔ قسیم شربت دینا چاہتا تھا کہ اُسنے شوہر کا ہاتھ ہٹا دیا۔ اور یہ کہکر ہمیشہ کو خاموش ہوگئی۔

دیکھو میرے لال کی روح میرے استقبال کو آئی۔ وسیم ہاتھ پھیلائے مجھے گود میں لینے کھڑا ہے۔

راشد الخیری

پُر تاثیر خطیب

اخباری منبر کے اُردو "خطیب" کے خطبے سُنو جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پُرتاثیر وعظ سناتا ہے۔ اُردو زبان اِسکے زورِ بیان پر جھومتی ہے۔ کھوئے ہوئے رستے اِس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں۔ مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین زیادہ تر اِسی میں چھپتے ہیں چندہ سالانہ ۲ ششماہی ۱ سہ ماہی ۸ خریداران نظام المشائخ سے سالانہ ۱۲ ششماہی ۱ سہ ماہی ۸ نمونہ مفت۔ منیجر خطیب دہلی سے طلب فرمائیے۔

تبصرے

رباعیاتِ امجد

ان رباعیات کا اول حصہ اردو میں دوسرا حصہ فارسی میں ہے۔ ان رباعیات کے دیکھنے کے بعد نوجوان مصنف کی قابلیت و ذہانت و جدت پسندی و خیال آفرینی کی داد ضرور دینی پڑتی ہے۔ قدیم فارسی شاعری کا ایک بڑا حصہ خط و خال۔ زلف و کمر کے دقائق و موشگافیوں پر محدود تھا۔ لیکن بعض شاعر ایسے بھی گزرے ہیں جنہوں نے اس قدیم حد سے تجاوز کرکے انسانی جذبات و فلسفہ اخلاقی و معرفت الٰہی و پند و مواعظ کے اعلیٰ نمونے بھی اپنی نظموں میں دکھلائے ہیں۔ ایسے مضامین حافظ کی غزلوں۔ سعدی کی نظم و نثر۔ ابن یمین کے قطعات۔ مولانائے روم کی مثنوی و غزلیات۔ عمر خیام و سحابی نجفی کی رباعیات میں جا بجا نظر آتے ہیں۔ اور زبان زد خاص و عام ہیں۔ فلسفہ عملیہ و افادیہ جس کا موجد اہل یورپ لارڈ بیکن کو تصور کرتے ہیں۔ اس سے صدیوں پیشتر ان نامور شعرائے ایشیائی کی تصانیف میں موجود تھا۔

شاعری کی اس صنف میں جسکو رباعی کہتے ہیں جو خاص بحر ہزج میں ہوتی ہے۔ اور اُسمیں بھی اُسکے اوزان و زحافات محدود و مخصوص ہیں۔ میری رائے ہے سحابی نجفی سے زیادہ کسی شاعر نے نہ لکھا ہوگا۔ اس شاعر نے اپنی عمر تجرد اور گوشہ نشینی میں بسر کی اور اسیوجہ سے عوام میں زیادہ مشہور نہوا۔ لیکن اُسکا کلام فلسفہ اور معرفت کے دقائق سے مملو تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اُسنے ستر ہزار رباعیاں تصنیف کی تھیں لیکن اُن کا ایک بڑا حصہ اُسنے ایک فوری اور مجنونانہ خیال کی تحریک سے دریا کی نذر کردیا اور دنیا کو اُنکے استفادہ سے محروم رکھا۔ گویا حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کے اس شعر پر عمل کیا ؎

مرا بکشتیِ بادہ درافگن ساقی کہ گفتہ اند نکوئی کن و در آب انداز

ہندوستان میں اردو جدید رنگ کی فطری اور فلسفیانہ شاعری کا باوا آدم حضرت حالی کو کہنا زیبا ہے۔ جناب اکبر الہ آبادی کے قطعات اور رباعیوں نے بھی قوم کو اپنے بعض عیوب پر مطلع اور متنبہ ہونے میں بہت کچھ مدد دی ہے۔ ہمارے امجد صاحب کی بھی رباعیاں اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی ہیں ؀

یورپ میں اخلاقی اصلاح ایسی ہی تصنیفات کے ذریعہ شروع ہوئی تھی جس کا نتیجہ آج دنیا پر روشن ہے۔ جو کام جناب اکبر الہ آبادی شمالی ہند میں کر رہے ہیں۔ وہی کام ہمارے امجد صاحب نے جنوبی ہندوستان میں شروع کیا ہے۔ یہ دونوں فلک شاعری کے قطبین کہے جاسکتے ہیں۔ البتہ شمالی اور جنوبی کا فرق ہے ؀

اب میں امجد صاحب کی بعض بعض رباعیات کے مضامین پر سرسری نظر ڈالنا مناسب سمجھتا ہوں ؀

ناپائداری عمر

ہر لحظہ سوئے ممات مائل ہے حیات سچ پوچھو اگر تو نقش باطل ہے حیات
خطی تجنیس سے سبق لو امجدؔ! دیکھو کہ حباب کے مماثل ہے حیات

اس رباعی میں حباب و حیات کی باہمی مماثلت صنعت تجنیس خطی سے نہایت عمدہ طور پر ثابت کی گئی ہے ؀

پردہ

بی بی کو مناسب نہیں شوہر سے خلاف آئینہ کو زیبا نہیں جوہر سے خلاف
مستور رہیں۔ ستر سے انکار کریں مشتق سے موافق۔ اور مصدر سے خلاف

یہ رباعی پردے کے متعلق ہے۔ مشتق سے موافق اور مصدر سے خلاف بالکل انوکھی اور نئی بات ہے۔ اور مخالفین پردہ سے عجب پرمعنی سوال کیا گیا ہے ؀

عجز دشمن

مشکل ہی جہاں میں نیک گوہر ملنا بہتر ہے جفاکار سے کم تر ملنا
دشمن کی تواضع پہ نجا اے امجد جان لے لیتا ہی تلوار کا جھک کر ملنا

اس میں اس شعر کا مضمون ایک دوسرے پیرائے میں عمدگی کے ساتھ ادا کیا گیا ہے

بر تواضع ہائے دشمن تکیہ کردن ابلہی ست
پائے بوس سیل از پا افگند دیوار را

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

واللہ محمدؐ رسول بشرؐ من وجہہ یخجلان شمس قمر
ہو عارض و گیسو و کمر کا کیا وصف دور و تسلسل و فیہ نظر

اسمیں عارض کے متعلق دور اور گیسو کے متعلق تسلسل اور کمر کے متعلق فیہ نظر کے الفاظ نہایت موزونیت کے ساتھ لف و نشر مرتب کی صنعت میں استعمال کرکے قدیم ایشیائی شاعری کی داد دی ہے +

علم و عمل

جب علم و عمل ہمکو نہیں یاد بہم سمجھو کہ وہ ہو جائینگے برباد بہم
ہی علم عمل سے۔ اور عمل علم سے ہی ہیں علم و عمل دونوں کے اعداد بہم

اس رباعی میں علم و عمل کے ہم عدد ہونیسے اچھا نتیجہ نکالا گیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے موجب ضلالت ہی +

بیدردی

عسرت ہی پریشانی ہی بدحالی ہے افسوس عجب قوم کی پامالی ہے
خودسر کو کسی کے درد دل سی کیا کام فانوس حباب شمع سے خالی ہے

اس رباعی میں ایک اچھوتا مضمون باندھا گیا ہے جو قابل تعریف ہے +

رباعیات فارسی

ضرورت خاطرجمعی

مپندیر و لاظل بہلے اسباب   استادہ مشو تو پہلے اسباب
بے خاطر جمع، جمع اسباب مکن   کن خاطر خویش جمع بجائے اسباب

اسباب کے بجائے خاطر جمع رکھنے کی اچھی ہدایت کی گئی ہے جو ایک عمدہ اخلاقی سبق ہے

مبدا و معاد

بزلیست چند ساعتے چوں بدخوست   بیفائدہ غافلا چرا غازہ بروست
زین غالیہ و عطر چہ خوشبو باشد   مبدا و معادت از تعفن مملوست

دائرہ حیات انسانی کی ابتدا اور انتہا کا یکساں ہونا خوب ثابت کیا گیا ہے ؎

وحدت مبدا و معاد

چوں بندہ بہ رب فنا شود رب گردد   آثار ربوبیت مرتب گردد
حب از صور برگ و ثمر برگشتہ   آخر بمثال اولیں حب گردد

اسمیں انسانی زندگی کا دور و تسلسل فلسفیانہ طور پر بیان کیا گیا ہے ؎

حرص

ممسک پئے مال چوں گدا میگردد   بر نذر بنزا جاں فدا میگردد
طامع ز حصول مال محتاج شود   چوں دانہ بیا بدآسیا میگردد

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدر وسعت" کے مضمون کو عمدہ تمثیل سے ثابت کیا ہے

عزت شفا

یکسا قسمت بہ بحر تا بے گوہر   از موج نہ شکند حباب گوہر

از سیلِ بلا آبرو ما نہ رود   کے شستہ شود درآب آب گوہر

اخلاقی فلسفہ کے ایک عمدہ مضمون کو ایک نہایت موزوں اور برجستہ تمثیل سے ثابت کیا جو قابل داد ہے ۔

ہر کس بخیالِ خویش

در جرم و گناہ فرقہ خوار وزبوں   جمے بعبادتِ خدائے بیچوں

کافر بصنم خوش و مسلماں بحرم   کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْہِمْ فَرِحُوْنَ

قرآنِ مجید کے ایک مشہور جملہ (آیت) پر موزوں اور مناسب مصرعے لگا کر فلسفیانہ تفسیر لکھی گئی ہے ۔ دریا کوزے میں سمادیا گیا ہے ۔ اللھم زد فزد ۔

محمد ابوالحسن صدیقی فرشوری بدایونی

میلاد نامہ

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی تصنیف ہے۔ اردو زبان میں آجتک جسقدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں یہ کتاب اُن سب سے نرالی ہے اور اسمیں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے اور ولادت کا بیان نظم ونثر کی زیبائش سے قلمبند کر کے بچپن ۔ جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں ۔

پھر دوسرے حصہ رسول بیتی میں رسالت سے لیکر وفات تک کے حالات ہیں گویا آنحضرتؐ کی مختصر پوری سیرت رسول احمدی ہے۔ آخر میں آپکے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے ۔ دونوں حصے ایک ہی جلد کے اندر ہیں ۔ میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان و دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بے تکلف پڑھتی چلی جاتی ہیں ۔ یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہے۔ شائع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ پانسو سے زیادہ فروخت ہوگئی ۔ اگلے ربیع الاول تک شاید دوبارہ چھپوانی پڑیگی کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے

قیمت علاوہ محصول صرف ۱۲ ار   مینیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کریں ۔

۴۸۵

توحید

ہر گھڑی مدِ نظر مجکو ہے جلوہ تیرا
نظر آتا ہے ہر اک شے میں تماشا تیرا

جب کہ خود ناظر و منظور ہے مقصود ہے تو
کون ہے تیرے سوا دیکھنے والا تیرا

لبِ سالک پہ کبھی ہجر کی فریاد نہیں
مجکو ہمراہ سمجھتا ہے شناسا تیرا

تیری وحدت میں ہے کثرت کی کہاں گنجایش
دوسرا تیرے سوا کون ہو شیدا تیرا

اُس نے اے دوست ابھی تجکو نہیں پہچانا
جو یہ کہتا ہے کہ میں بھی ہوں فنا سا تیرا

امتیاز من و تو کیا ہو ترے عرفاں میں
ایک ماخذ ہے جو ماخوذ یہ میرا تیرا

آپ کو تجھسے سمجھتا ہو جدا جو نماسل
قابلِ طے ہی نہیں فاصلہ اس کا تیرا

برزخِ چشم سے پیچھے بھی تو آگے بھی تو
اس مرقع کے پس و پیش ہے نقشہ تیرا

عشق پس ماندہ ہے کوسوں تری یکتائی سے
کسکا معشوق ہی تو کون ہے شیدا تیرا

مبنی آئین دوئی پر ہے کلام عرشی
خامشی ذکر ہے اے ہستی یکتا تیرا

عرشی امرتسری

۴۸۶

ماہ عرب

جوہر صنعت صناع ازل ہے احمد
جلوہ لمعہ عرفاں کا محل ہے احمد

بیگماں ناسخ ادیان و ملل ہے احمد
منبع جود و سخا علم و عمل ہے احمد

آں سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست
چشم میگوں لب خنداں دل خرم با اوست

دہر کو نغمۂ توحید سنانے والا
اثرِ نطق سے ہر دل کو لبھانے والا

اپنے بیگانوں کو آپس میں ملانے والا
شب معراج میں افلاک پہ جانیوالا

شرک اور کفر کو دنیا سے مٹانے آیا
جانبِ جادۂ حق سب کو بلانے آیا

گرچہ اُمّی کا لقب دہر سے پایا اُس نے ‎ ‎ دہر کے فلسفہ دانوں کو پڑھایا اُس نے
نغمۂ حکمت کا آہنگ بجایا اُس نے ‎ ‎ سیکھنے والوں کو کیا کیا نہ سکھایا اُس نے

مانعِ کفر ہوا شارعِ اسلام ہوا
جامعِ قوم ہوا موردِ الہام ہوا

جلوہ گر ہو گئی پھر سنتِ زہرائے خلیل ‎ ‎ کھل گیا پردۂ توریت و زبور و انجیل
نئے انداز نئی شان سے آیا جبریل ‎ ‎ یعنی وہ حاملِ ارشادِ خداوندِ جلیل

پھونکنے والا نئی روح دمِ عیسیٰ میں
پرتوِ اندازِ ضیا حسنِ یدِ بیضا میں

لیکے مخلوق کی سمت آیا پیامِ خالق ‎ ‎ خلق کو کر دیا آگاہ کلامِ خالق
لبِ ہر شخص ہوا ذاکرِ نامِ خالق ‎ ‎ ہو گیا کون نہ مستانۂ جامِ خالق

ساغرِ دین نے ہے بادۂ توحید خوشا
ساقیِ ذکر بمیخانۂ تجرید خوشا

اک طرف مستِ مئے شوق بلالِ حبشیؓ ‎ ‎ اک طرف عاشقِ شیدا تھے اویسِ قرنیؓ
کہیں بوبکرؓ فدا تھے کہیں گرویدہ علیؓ ‎ ‎ واہ رے خلقِ جہانگیرِ رسولِ مدنی

ہر شہنشہ کو غلام اپنا بنایا تو نے
خود فراموش کیا جلوہ دکھایا تو نے

ہر زبانِ مرد تھا واں زمزمہ پیرائے نماز ‎ ‎ دلِ ہر انسان کا تھا عاشقِ شیدائے نماز
سرِ ہر اک شخص کا تھا ناصیہ فرسائے نماز ‎ ‎ وادیِ غیرِ بطحا تھی مگر جائے نماز

حکم دیتا تھا ہر اک کو یہی وہ شاہِ عرب

انہیں انوار سے تہا جلوہ نما ماہ عرب

کیوں نہ بڑہجاتی ہر اقلیم سے پہ شانِ عرب جبکہ محبوب الٰہی تہا وہ خاقانِ عرب

بشرِ کامل و کامل تہا ہر انسانِ عرب ذکر اللہ کا تہا شمع شبستانِ عرب

حق نے فرمایا رَفَعنَا لَکَ ذِکرَکَ اس کو

مستند شانِ نبوت ہی ابد تک اس کو

کر دیا خانۂ ظلمت میں اجالا اس نے گرنے والوں کو عنایت سے سنبھالا اس نے

کفر میں جو تھے گڑے انکو نکالا اس نے مَے توحید کو ہر خُم سے اچھالا اس نے

صدق! مدح شہِ کونین نہ آسان کاریست

نسبتِ ذرہ بخورشید فلک ممکن نیست

صدق امرتسری

حاضر و ناظر سمجھ اللہ کو

تھے سفر میں ایک دن حضرت عمرؓ اک گڈریئے کا غلام آیا نظر

لا رہا تھا بکریاں وہ کوہ سے الغرض نیچے وہ جب آیا اتر

اس سے فاروقِ معظمؓ نے کہا ایک بکری بیچ دے دونگا میں زر

اس غلام باوفا نے عرض کی ملک یہ میری نہیں اے نامور

ان کا مالک اور ہے میں ہوں غلام کس طرح پھر بیچدوں اے خوش سیر

امتحاناً آپ نے اس سے کہا / تیرا آقا اس گھڑی ہے اپنے گھر
غیر حاضر ہے نہیں وہ دیکھتا / کس طرح پھر اس کو ہوگی یہ خبر
بیچ دے اور اس سے کہہ دینا یہی / لے گیا بکری کو گرگِ بد گہر

عرض کی رو رو کے عبدِ زار نے / اے بزرگ نیک اے مردِ سفر
گو مرا آقا نہیں ہے دیکھتا / گرچہ وہ اس سے ہی بالکل بےخبر
لیکن آقائے حقیقی ہر جگہ / دیکھتا ہے اور کرتا ہے نظر
حاضر و ناظر ہے ذاتِ ذوالجلال / اُس سے پوشیدہ نہیں حالِ بشر
ظاہر و باطن سے وہ آگاہ ہے / اُس سے کچھ پنہاں نہیں نفع و ضرر
غصب لونڈوں کا کروں حق کس طرح / مجکو حقا۔ حق کا ہی خوف و خطر
حق نہ بخشے گا کبھی حق العباد / چاہئے ہر عبد کو اُس سے حذر

سُن کے یہ قولِ غلامِ نیک زاد / خوفِ حق سے رو پڑے حضرت عمرؓ
اس غلامِ نیک کو پھر آپ نے / اُسکے مالک سے خرید ادیکے زر
کر دیا آزاد اُس کو بعد ازاں / اور دعا اُسکو یہ دی با چشمِ تر
حق کرے آزاد دوزخ سے تجھے / تو رہے محفوظ از نارِ سقر

واقعی ہے عالم الغیب اُسکی ذات / ہے خدا دانندۂ عیب و ہنر
وہ چھپے بھیدوں سے واقف خوب ہے / دیکھتا ہے ہر جگہ شام و سحر
حاضر و ناظر سمجھ اللہ کو / کوثری تو عیب چھپ چھپ کے نہ کر

(چودہری) دلعلم کوثری

۷۸۶

حلم

کاہل تہا اک غلام جناب امیرؓ کا — حضرت پکارتے رہے اُسنے نسُنی خبر
آئے خود اٹھکے آپ کہ دیکھیں کہاں ہے وہ — دیکھا اُسے تو چین سے لیٹا ہی فرش پر
پوچھا یہ آپنے کہ صدا کیا سُنی نتہی — کیا بات ہی کہ ناشنوائی ہے اس قدر
بولا ضرور میں نے سُنی آپ کی صدا — اُٹھنا مگر گراں تہا بچھونے کو چھوڑکر
پوچھا یہ کیوں۔ کہا کہ ہیں حضرت بہت حلیم — کھٹکا عتاب کا ہی نہ مجکو سزا کا ڈر
آزاد کرکے اُسکو یہ فرمایا آپنے — اب جاکے اپنی عمر کرو چین سے بسر
لوگوں نے عرض کی کہ یہ کیا بات ہی جناب — بدلے سزا کے اسپہ ہوئی رحم کی نظر
فرمایا آپنے کہ یہ سمجھا مجھے حلیم — امیدوار حلم کو پہونچاؤں کیا ضرر
اب ایک دوسرے کا کسی کو نہیں ہی غم — آزاد وہ اُدہر ہے تو آزاد ہے اِدہر

شوق قدوائی

قطعاتؒ صابر

عشق کی آتش کے بہڑکانے کو یاں آیا ہی تو — آکے اس دنیائے فانی میں مگر لاحیراں نہو
دور کچھہ دن دلربا سے تجکو رہنا تہا ضرور — وصل کی لذت ہی کیا گر صدمۂ ہجراں نہو

ہر دفعہ لاکہ کیجیے پرہیز و احتیاط — اِس عاشقی میں زور ہی اب کے یا اختلاط
جس بار کو اُٹھا نہ سکے آسمان میں — انساں اُسے سنبھال سکے اُسکی کیا بساط

یہ تری آہ و بکا قہر و ستم ہے صابر
دل پہ آخر ترے کس بات کا غم ہے صابر
دہر میں عیش کی توفیق میسر ہے تجھے
چین و آرام مگر تجکو قسم ہے صابر

علی احمد صابر

غزل

نشۂ حسنِ حقیقت سے کر بیٹھا مستانہ ہمیں
حاجتِ مے ہی نہ ہے درکار پیمانہ ہمیں
پردے پردے میں نمایاں ہو گئی بے پردگی
کوئی دکھلاتا ہے جلوہ بے حجابانہ ہمیں
لیا شیشہ؟ کیسی مے؟ کیا سبو؟ ساغر ہی کیا
ہو عنایت وصل کے شربت کا پیمانہ ہمیں
چشم مجنوں دیدِ لیلیٰ کے لیے درکار ہے
یاں نظر آتا ہے بت خانہ خدا خانہ ہمیں
دشت ہو سکتا نہیں تو، ہم جہاں چاہے رہیں
جیسے بستی ہے نظر میں ویسا ویرانہ ہمیں
بے سبب صحرا نوردی کون کرتا ہے پسند
آپ خود مجنوں ہے، جو کہتا ہے دیوانہ ہمیں
جس طرف دیکھا نظر آنے لگا جلوہ ترا
خانۂ دل ہے ہمارا، آئینہ خانہ ہمیں
ہم گنہگاروں کو رحمت سے تری امید ہے
خلد پہنچا دیں گے، انداز کریمانہ ہمیں
ہم تو اس قابل نہ تھے پر شکر ہے اسکا سلیم
رزق پہنچاتا ہے وہ رزاق روزانہ ہمیں

سلیم کدوروی

پس نماز عارف کو اسکی حقیقت سے اوپر لے جاکر صفت حیات تک کہ اسکی اصل الاصل ہے پہنچا دیتی ہے۔ اور اس مقام پر پہنچکر عارف کو فنائے کل کا مرتبہ نصیب ہوتا ہے۔ اور نماز کی مدد سے عارف یہانتک ترقی کرتا ہے کہ عروج کی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیئے ارشاد کیا گیا۔ سر الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔ یعنی نماز کا بھید یہ ہے کہ وہ مومنین کو معراج تک پہنچا دیتی ہے۔ مگر جبتک کمالات نبوت کے فیضان سرکار خاتم المرسلینؐ سے عطا نہیں کیئے جائینگے۔ معراج کا مرتبہ اُسے کبھی نہ ملیگا۔ اور معراج المؤمنین سے مراد یہی ہے کہ نماز مومنوں کو ظاہری اور باطنی ترقی دیتی ہے۔ گویا کہ عرصۂ دنیا سے عالم آخرت میں پہنچا دیتی ہے۔ اور اسوقت عارف کے اوپر معاملات آخرت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ اور جو کچھ عالم آخرت میں موعود ہے عارف نماز میں ہی اُس کا حصہ پانے لگتا ہے۔ اور قرب الٰہی اور محبت الٰہی کا معاملہ عارف کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ اور نسبت حضوری اور نسبت شہودی کو اپنی نظر سے دیکھ لیتا ہے حدیث قرۃ عینی فی الصلوٰۃ انہیں باتوں کی تو خبر دیتی ہے۔ نماز انبیا علیہم السلام کا شیوہ ہے۔ جو لوگ انبیائے مرسلینؑ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور نماز کو ادب اور قاعدے کے ساتھ بجالاتے ہیں تو انہیں کمالات نبوت کے فیض سے مالا مال کردیتے ہیں اسی سبب سے بہت کم اور بہت تھوڑے ایسے فقیر نکلینگے جنہیں نماز کے سبب سے باطنی ترقی حاصل ہوتی ہو۔ کیونکہ جبتک سالک مرتبہ سلوک میں ہے۔ اُسے مراقبہ اور معمولی شغل زیادہ نفع دیتے ہیں۔ یہ نسبت نفل نماز کے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ سالک فرض نماز کو چھوڑکر مراقبہ وغیرہ شغلوں کو کرنے لگے۔ کیونکہ فرض نماز تو ہر حال میں فرض ہے البتہ جب نماز فرض ادا کرلیتا ہے تو آگے اُسکی ترقیاں نماز کے ہی سبب سے ہوتی ہیں جسقدر چاہے قرأت کو طول دے اور جتنے چاہے نفل ادا کرے ٭

بیان

ارادہ قلبی کی تفصیل۔ نماز کی نیت۔ تکبیر تحریمہ اور وہ اشارہ جو تکبیر تحریمہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خدا کا وہ نام مبارک جو نیت کے وقت پرتوہ ظہور ڈالتا ہے۔

حضور پرنور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کی درستی نیتوں کے ساتھ ہے۔ کیونکہ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں اور کام جو دل کے تابع ہیں بغیر نیت کے وقوع میں نہیں آتے ہیں۔ اگر ارادہ نیک ہی تو سب کام نیک ہیں۔ اگر ارادہ بُرا ہی تو سب کام بُرے ہیں۔ گو ظاہر میں کیسے ہی بھلے دکھائی دیں اور جسے ارادہ کہتے ہیں وہ دل کی ایک صفت ہی۔ اور نیکی اور بدی دل کی ہی بننے اور سنورنے پر منحصر ہے۔ وکما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان فی جسد ابن آدم لمضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وھی القلب۔ یعنی انسان کے بدن میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ لوتھڑا ٹھیک رہتا ہی تو آدمی کا سارا بدن ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جاتا ہے تو آدمی کا سارا بدن بگڑ جاتا ہی۔ اور وہ لوتھڑا دل ہے اسلئے ہم پہلے ارادے کا بیان کرتے ہیں کہ اُسکی کتنی قسمیں ہیں۔ اور اُسکی نیکی بدی کس طور سے پہچانی جائے گی۔ اور ارادہ باطل اور ارادہ حق میں کس طرح تفریق کیجائے گی اور عبادت قلبی اور گناہ قلبی سے کیا مراد ہے؟ اسکے بعد ہم نماز کی نیت کا ذکر کریں گے کیونکہ وہ عبادت قلبی سے تعلق رکھتی ہے۔ ارادۂ قلبی کی دو قسمیں ہیں۔ ارادۂ خالص اور ارادۂ مشترک۔ ارادۂ خالص ساری نیکیوں کا سردار ہے۔ اور ارادۂ مشترک ساری بدیوں کا اُستاد ہی۔ آدمی کے قلب اور آدمی کے اجزائے بدن (اعضاء وجوارح) میں ایک ایسی نسبت اور ایسا علاقہ ہے کہ ایک کی دوسرے میں تاثیر جاری ہوتی ہے۔ یعنی دل سے آنکھ۔ کان۔ ہاتھ۔ پاؤں اور تمام اعضاء میں تابڑ توڑ ایسی امانت اور قوت پہنچتی رہتی ہے جسکے ذریعہ سے جو کام جس عضو کے مناسب ہوتا ہے وہ بجا لاتا ہے۔ اسیطرح اُن اعضاء کی تاثیر میں بھی قلب میں داخل ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً آنکھیں جو رنگ اور

الوان میں تمیز کرتی ہیں۔ وہ دل معلوم کرلیتا ہے جو باتیں کان سنتے ہیں اُن سے دل کو آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسیطرح تمام اعضاء اور جوارح اور حواس کے آثار اور علم قلب اخذ کرلیتا ہے۔ اِس واسطے تمام خواہشیں طبعی و نفسانی اپنے غلبہ کے سبب سے قلب میں اثر کرتی ہیں۔ اور اُسے اُبھارتی ہیں کہ وہ ایسا ارادہ فعل کرے جو اُنکی مرضی کے موافق ہو۔ تو اب جو ارادہ اِن شہوتوں اور خواہشوں سے دل میں پیدا ہوگا اُسے ارادہ مشترک کہیں گے۔ کیونکہ اُنکے اشتراک سے ہی اِس قسم کی شہوتیں پیدا ہوتی ہیں اِسکا دوسرا نام ارادہ باطل ہے۔ جس طرح اعضاء دل کے تابع ہیں اسیطرح دل روح کا تابع ہی اور اسکے جمال دلفریب کا آئینہ ہے۔ اور روح عالم امر اور عالم ملائکہ میں سے ہے۔ اِسی لحاظ سے اسکا نام روح رکھا گیا ہے۔ ملائکہ کے حق میں وارد ہوا ہے۔ لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون۔ اسلیئے جو ارادہ القائے روح سے بے نفس کی چھیڑ چھاڑ کے دل میں پیدا ہوگا وہ نیک ہوگا۔ اور اسیکا نام ہم نے ارادہ خالص رکھا ہی اور ارادہ باطل کے مقابلہ میں ارادہ حق بھی اِسکا دوسرا نام ہے۔ اب صوفی اِس کسوٹی پر کس کر دیکھ لے کہ جو ارادہ دل میں پیدا ہوتا ہے مشترک ہی یا خالص ہی۔ اگر ارادہ مشترک ہے تو اُسکے مٹانے اور اُسکے دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ نفس انسانی کی بالطبع یہ خاصیت ہی کہ بُرے اور بھلے کاموں اور بُرے اور بھلے ارادوں سے اطلاع دیدیتا ہے۔ جیسا کہ خدائے تعالی فرماتا ہی ونفس وما سوٰیھا فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا اگر رائی برابر بھی اِن شہوتوں کا اشتراک ہوگا تو فوراً اُس سے آگاہی ہو جائے گی اب سمجھ لینا چاہیئے کہ عبادت قلبی ایسے ارادہ خالص سے مراد ہے۔ عارف کو چاہیئے کہ اپنے ارادہ خالص کو اُس ذات پاک کے ارادے میں محو کر کے اُسکے حضور اور شہود میں اپنے تئیں بالکل فنا کردے۔ اور ماسوا کے ارادوں کی طرف سے مُنہ موڑ لے۔ عبادت قلبی کے مقابلہ میں معصیت قلب اُس ارادہ مشترک کو سمجھنا

جس کی تشریح ہم نے آپ کو اوپر سمجھا دی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ عبادت قلب ارادہ خالص کا نام ہے تو نماز جو تمام عبادتوں کی سرتاج ہے اوّل دل سے ہی شروع کرنی چاہیئے۔ تاکہ ظاہری اُٹھک بیٹھک بھی ٹھیک ہوجائے۔ کیونکہ سارے اعضا اور جوارح دل کے غلام ہیں۔ جب دل نماز پڑھے گا تو اُسکے غلام بھی ہاتھ باندھ اُسکے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوجائینگے۔ یعنی پہلے نیت کرنی چاہیئے اور سب بُرے ارادوں کو اپنے دل سے بُھلا دینا بلکہ مٹا دینا چاہیئے۔ اور ارادہ خاص کے ذریعہ سے کعبہ مقصود کا احرام باندھنا چاہیئے۔ کعبہ مقصود سے ہماری مراد معبود حقیقی کی کبریائی سے ہے۔ اور اللہ اکبر کے وسیلہ سے درگاہ کبریائی کیطرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور تکبیر کہکر نفس بد کے گلے پر چھری پھیر دے۔ کان ھٰذا ذبح عظیم۔ اور ماسوا کو قطع کرکے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر یہ ثابت کردے کہ میں دین و دنیا دونوں سے اسوقت کچھ واسطہ نہیں رکھتا ہوں۔ کانوں پر ہاتھ دھرنے سے یہ غایت ہے کہ میں اپنے کانوں کو تمام جہان کی آوازوں کے سُننے سے محفوظ کرتا ہوں جبتک میں نماز میں مشغول رہونگا کوئی کھٹکا میرے کان میں نہ آنے پائے گا۔

فقط نماز کی نیت سے عارف کو بہت سے مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اِس خدا کے نام یا مرید کی تجلی پیدا ہوتی ہے۔ اور اُس تجلی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ نماز کے دل میں نماز کے پڑھنے کا ارادہ پیدا ہوتا ہے نیت کے بعد تکبیر تحریمہ سے فنائے قلب اور فنائے نفس حاصل ہوتے ہیں۔ جو سچے صوفی ہیں اور جو اس طرح نیت اور تکبیر تحریمہ ادا کرتے ہیں وہ اس بیان کی تصدیق کرینگے۔

دوسرا ستر

قیام کسے کہتے ہیں؟ اور قیام کے وقت خدا کے کس نام کی تجلی ہوتی ہے

نماز کے ارکان میں سے قیام ہی ایک رکن ہے جیساکہ حق تعالیٰ فرماتا ہی قوموا
للہ قانتین یعنی قائم ہوجاؤ خدا کے واسطے مضبوطی اور پائداری کے ساتھ۔ اور
ظاہر میں تو قیام یہی ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد نمازی سیدھا ہاتھ اپنے اُلٹے ہاتھ
پر رکھکر باندھ لے۔ مرد ہے تو ہاتھ ناف کے نیچے اور عورت ہی تو ہاتھ سینے پر
دھرے جائینگے۔ مگر عارفوں کے نزدیک قیام سے یہ مراد ہے کہ مالک حقیقی کے سامنے
دست بستہ بہت ادب اور نیاز کے ساتھ بندہ حاضر ہو۔ اور باریتعالی کے حضور و
شہود میں ڈوب کر ظاہر و باطنی قیام کو اُسکی علت غائی سمجھے اور اپنے کھڑے ہونے
کی قوت کو اپنے طرف سے بالکل نہ سمجھے بلکہ اُس فاعل حقیقی کی قدرت اور توانائی
جانے۔ اور اپنی ذات اور ما سوا سے اپنے تئیں خالی کر کے خدا کا مظہر قبولیت بنجائے
اور حرف الف کی طرح تعداد اور کثرت اسمائے صفاتی سے آزاد ہو کر اپنی لگن مرتبہ
احدیت مجرد .... سے لگائے۔ اور اگر اس حالت قیام میں خدانخواستہ قرب
الٰہی اور شہود میسر نہو تو جبر کر کے دیر تک قیام کرے۔ اور قرأت کو طول دے تاکہ
نفس کی مخالفت حاصل ہو اور اجر و ثواب ہاتھ سے نہ جائے۔ یہ نماز ابرار لوگوں کی
ہے۔ اور اگر اس ضمن میں اُس نسبت کا ظہور ہو جس کی طرف ہم اشارہ کر چکے ہیں اور
مقربین کی نماز کا کچھ حصہ ملجائے تو خدائے تعالیٰ کا شکر بجالائے کہ یہ معاملہ اُسکی
رحمت اور عنایت سے تعلق رکھتا ہے واللہ یختص برحمتہ من یشاء۔ اور قیام میں
بھید ہے۔ ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ پر رکھنے میں یہ نکتہ ہے کہ نیک کام سیدھی طرف سے
تعلق رکھتے ہیں۔ اسی لیئے نیکی کے لکھنے والے سیدھے ہاتھ کی طرف رہا کرتے ہیں
اور قیامت کے دن تمام مومن اصحاب الیمین کہلائینگے۔ اور برے کام بائیں طرف سے
مناسبت رکھتے ہیں۔ اسواسطے بدی کے لکھنے والے فرشتے بھی ہمیشہ اُلٹے ہاتھ کو
رہا کرتے ہیں۔ اور محشر میں تمام بے دین اور گنہگار بائیں ہاتھ کی جانب ہونگے

اور انکا لقب اصحاب الشمال ہوگا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہی اِن الحسنات یذھبن السیئات
یعنی نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ اسلیئے جب نماز میں سیدھا ہاتھ اُلٹے ہاتھ پر رکھا
گیا تو گویا بھلائی کے پلہ نے برائی کے پلہ کو دبالیا۔ اور ظاہر میں بھی ہر عاقل سیدھے
ہاتھ کو اُلٹے ہاتھ سے اچھا جانتا ہی۔ اور داہنے کو بائیں پر ترجیح دیتا ہی۔ اور یہ قیام کا
رکن پوری مناسبت عالم بالا کے عروج سے رکھتا ہے۔ اور صوفی کو اس سے بہت
سے نتیجے بقا اور ترقیوں کے حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں تک کہ نظر کشفی سے دیکھا جاتا ہی
کہ انسان کے جسم کے اربعہ عناصر بھی حالت قیام میں عالم بالا کی طرف جاتے ہیں
عارف کو اس قسم کے قیام میں ظاہری اور باطنی طور پر اُن مقامات مقررہ سے جہاں
وہ سکونت اور استقرار رکھتا تھا ترقی ہوتی ہے۔ اور اسوقت اسم القیوم کی تجلی
پڑتی ہے۔ اور اُسے اسرار قیومیت سے خبردار کرتے ہیں۔ اس مختصر رسالہ میں اتنی
گنجایش نہیں ہے جو اُن بھیدوں کی تفصیل لکھی جائے مگر اتنا سمجھائے دیتے ہیں کہ
صفت قیومیت بمقابلہ اور صفات کے صفت حیات سے بہت ملتی جلتی ہے۔ اور
سوائے قیومیت کے نہ کوئی اور صفت حیات سے متصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدائے تعالیٰ
اِن دونوں صفتوں کو قرآن مبارک میں متصل بیان فرماتا ہی الحی القیوم۔ اس وجہ سے
رکن قیام کہ اسم القیوم کے ظہور کا محل ہے۔ اصل الاصل نماز کہ صفت حیات ہے
تمام رکنوں سے قریب تر اور سب رکنوں سے اولیٰ بھی ہے۔ اگرچہ یہ مسئلہ اختلافی ہی
بعض کہتے ہیں۔ سجدہ قیام سے بہتر ہے۔ بعض کہتے ہیں قیام سجدہ سے افضل ہی لیکن
حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی اعتقاد ہے کہ قیام سجدہ سے فضیلت
رکھتا ہے۔ اور فقیر یہ کہتا ہے کہ ہر رکن ایک جداگانہ خصوصیت اور قربت رکھتا ہی
جیسی جس رکن کی حقیقت پر خدائے تعالیٰ نے آگاہی دیدی ہے۔ وہ اسی رکن کو
اور رکنوں سے ترجیح دیتا ہے۔ اور جس شخص کو سب رکنوں کی خوبی اور برکات سے

خبردار کرویا ہے۔ اُسکے نزدیک سب ارکان بہتر اور افضل ہیں سہ

بس کنم خود عارفاں راایں بس است
نکتہ کافی ست گر سامع کس است

تیسرا سرّ

نماز میں قرآن کیوں پڑہا جاتا ہی؟ سورۂ فاتحہ کی جامعیت اور اُسکا ہر رکعت میں سورۃ سے ملانا اور اُس نام کا ظہور جو اُسوقت صوفی پر تجلی کرتا ہے ٭

قرأت یعنی قرآن شریف کا نماز میں پڑہنا فرض بھی ہے اور نماز کا ایک رکن بھی ہے۔ اور الحمد شریف کا نماز میں پڑہنا۔ اور اُسکے ساتھ سورۃ کا ملانا واجب ہے چونکہ فرض واجب سے فضیلت رکھتا ہے۔ اسلیئے پہلے قرأت کی فرضیت کے اسرار بیان کیئے جاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ نماز میں بندہ کو اپنے معبود سے قربت اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے۔ اور بہت بڑی قربت خدا کے ساتھ بندہ کے لیئے یہ ہی کہ وہ اُس سے ہمکلام ہو اور بات چیت کرے۔ اور آثار کے الہامات اور انعامات سے مشرف ہو۔ اِس لیئے قرآن پڑہنا نماز میں فرض ہوا تاکہ رب العالمین سے ہمکلامی پیدا ہو۔ مگر اِس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ بہت سے اولیاء اللہ کو نماز میں خدا کی طرف سے الہام ہوتے ہیں۔ اور خدا اُن سے باتیں کرتا ہے تو پہر قرآن پڑہنے کی کیا خصوصیت باقی رہی کیونکہ یہ صورت تو ایسی ہے کہ اِس میں بے واسطہ عارف کو اللہ تعالیٰ سے ہمکلامی نصیب ہوتی ہے۔ مگر نہیں یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ اولیاء اللہ کے کاروبار اور کارخانۂ ولایت انفس کا ایک معاملہ ہے۔ اسی سبب سے حضرت خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ ارشاد کرتے ہیں کہ عارف جو کچھ دیکھتا ہے اپنی ہستی میں دیکھتا ہے اور جو کچھ پاتا ہے اپنے اندر سے ہی پاتا ہے۔ حالانکہ

بعض اولیاء اللہ باکمال کو قربت النفس و آفاق سے پرے حاصل ہوتے ہیں ۔ اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے ۔ جن لوگوں کو کمالات نبوت کے فیضان سے حصّہ ملتا ہے بہ نسبت اُن حضرات کے جو محض مرتبۂ ولایت سے مشرف ہوتے ہیں اُنکے درجے بہت اعلےٰ ہوتے ہیں مگر پھر بھی اُنکی قربت میں حضرات انبیاء علیہم السلام کی نسبت انفسیت اور افاقیت کی آلایش پائی جاتی ہے ۔ انبیاء علیہم السلام کے معاملات کو ولی ہرگز نہیں پاسکتا ہے ۔ کیونکہ اُنکے کام انفس و آفاق سے ماوراء بلکہ وراء الوراء ہوتے ہیں تو جب قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور مرتبہ اعلیٰ کو پہنچانے والا ہے تو اُسے نمازمیں پڑھنا ضرور ہوا تاکہ اصلی مرتبہ کی نزدیکی حاصل ہو ۔ اور اللہ تعالیٰ کے کلام حقیقی سے فیضیاب ہوں ۔ اور جو بات جیبت الہامات میں خدا کی سُنی جاتی ہے وہ اس رتبہ کو کبھی نہیں پہنچتی ہے +

سوال ۔ اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ کا معاملہ انفس سے خالی نہیں ہے ۔ اور انبیاء کا معاملہ انفس و آفاق سے اعلیٰ ہے ۔ اسلیئے یہ کلام جو ہمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملا ہے خدائے تعالیٰ کا کلام حقیقی ہے اسلیئے اسکا نمازمیں پڑھنا بھی فرض ہوا ۔ اور اُسکے ذریعہ سے ہمیں قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے ۔ مگر جب انبیاء علیہم السلام کا معاملہ اولیاء اللہ سے بڑھ چڑھ کر اور انفس و آفاق کی آلودگی سے پاک ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نمازمیں قرآن کیوں پڑھتے تھے ۔ جو کچھ الہامی طریقہ پر خدا آپ سے ہمکلام ہوتا وہی کافی تھا +

جواب ۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب دو قسم کا ہے ۔ ایک قرب نبوت ۔ اور ایک قرب ولایت ۔ قرآن کا معاملہ قرب نبوت سے تعلق رکھتا ہے اسلیئے حضورؐ کو بھی قرآن کا پڑھنا فرض تھا کیونکہ قرآن کی ہمکلامی انفس و آفاق سے آگے ہے ۔ اور حدیث قدسی قرب ولایت سے تعلق رکھتی ہے ۔ اس لیئے خدا کی

کی دعوت دے ؟

جن یا یوں سمجھئے کہ شیطان کا یہ سمجھانا خالی نہ گیا، عمرو فوراً تہامہ سے جدہ کو روانہ ہوا۔ اور حسب نشان دہی انہیں سے کھُدواکر ان پانچوں بتوں کو نکلوایا۔ جنکو طوفان نوح پھینک گیا تھا،

عمرو نہایت خوشی خوشی بڑے احترام کے ساتھ وَدّ، سواع، یغوث، یعوق نسر، کو تہامہ میں لایا،

جب حج کا موسم آیا، اطراف و جوانب سے تمام قبائل عرب مکہ میں جمع ہوئے تو تمام قبائل کو پوری عقیدت کے ساتھ پرستش کی دعوت دی،

(حسب تحقیقات صاحب بلوغ الارب فی احوال العرب) عمرو چونکہ نہایت زبردست کاہن، دولتمند، فیاض، مہماں نواز، قابو یافتہ، صاحب اقتدار وحکومت تھا۔ ہجوم عام کے ساتھ لوگوں نے اسکی دعوت پر لبیک کہا،

سب سے پہلے عوف بن عذرہ بن زید اللات نے بت پرستی کو قبول کیا، اور اس سبقت کے صلے میں عمرو نے ایک بُت جسکا نام وَدّ تھا عوف کو بخشدیا، عوف نے وَدّ کو رومتہ الجندل کی وادی القریٰ میں لاکر نصب کیا۔ اور جب بیٹا پیدا ہوا تو اُسکا نام اسی بُت کے نام پر عبد وَدّ رکھا۔ اور اپنے بڑے بیٹے عامر کو اسکی مجاورت سپرد کی، چنانچہ ظہور اسلام تک عوف ہی کی اولاد میں وَدّ کی مجاوری رہی

اوپر کے مضمون کا خلاصہ یہ ہوا کہ یرد کے زمانہ سے بت پرستی کی ابتدا ہوئی اولاد اسمٰعیلؑ نے طوفان نوح کے بعد اسکو پھر زندہ کیا۔ اور حرم شریف میں عمرو بن لحی خزاعی کی ذات سے بت داخل ہوا۔ پہلا بُت جو خانہ کعبہ میں نصب ہوا وہ ہُبل تھا بُت پرستی کا آخری داعی عمرو بن لحیّ خزاعی تھا،

بت پرستی کی بنیاد انہیں واقعات پر تحقیق ہوئی ہے، اِسکے بعد دوسرے ممالک میں مختلف اشکال وسائل کے ساتھ رواج ہوتا گیا، اور اب بھی ہے، چین، جاپان، ہندوستان میں اِس بت پرستی نے وہ عروج پایا کہ اب تک موجود ہے اور اس کی ترقیوں پر نگاہ ڈالنا بہت مشکل ہے،

عرب کے بتوں کی تعداد معلوم کرنا آج ناممکن ہے۔ ہر قبیلہ کا بلکہ ہر شخص کا بُت جدا جُدا تھا،

خانہ کعبہ میں فتح مکہ تک تین سو ساٹھ بُت پوجے جا رہے تھے۔ اس مختصر بیان میں ہم صرف اُن بتوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ جن کی عظمت و احترام و پرستش میں بہت زیادہ مبالغہ کیا جاتا تھا، اور ہجوم عام کے ساتھ بلا اختلاف پوجے جاتے تھے،

(۱)

اساف

یہ بُت خانہ کعبہ کے قریب صفا پر نصب تھا، خزاعہ اور قریش بمقابلہ تمام قبائل عرب کے زیادہ پوجتے تھے، صرف قریش اسپر قربانی بھی چڑھاتے تھے،

(۲)

نائلہ

یہ بُت خانہ کعبہ کے قریب مَروَہ پر نصب تھا اِسکو بھی خزاعہ و قریش دیگر قبائل عرب کے مقابلہ میں زیادہ پوجتے تھے، قریش اِسکے نام کی بھی قربانی کرتے تھے،

(۳)

وَدّ

یہ بُت طوفانِ نوح سے پہلے کا بنا ہوا تھا، رومۃ الجندل کی وادی القریٰ میں عوف بن عذرہ نے اِسکو نصب کیا تھا، بنی کلب کا یہ معبود تھا (حلیہ) در اقد

تہمد باندھے ہوئے، چادر اوڑھے ہوئے، گلے میں تلوار، ہاتھ میں کمان زہ کی ہوئی آگے بھرا ہوا ترکش رکھا ہوا، لڑائی کا جھنڈا برابر کھڑا ہوا،

اس علیہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کی پانچویں پشت میں انسان تیر ترکش، جھنڈا، دھوتی یا تہمد، تلوار، سے آگاہ ہو کر اس سے کام لینا جان گیا تھا، اور مصوری و سنگ تراشی بہت کچھ ترقی پا چکی تھی، اس ودّ کو جناب خالد ابن ولید مشہور اسلامی فاتح نے حسب الحکم جناب سرور کائنات بنی عذرہ و بنی عامر قتل کرکے پارہ پارہ کیا۔ پوجنے والوں نے دیکھا کہ ہمارا معبود خالد سے نہ ہمکو بچا سکا نہ خود ہی بچ سکا۔۔۔۔

(۴)

سُواع

یہ بت بھی حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا تھا، ینبغ میں نصب تھا، اسکے مجاور بنی لحیان، مضر، ہذیل تھے اور اسکے گرد و پیش کے رہنے والے اسکی پوجا کرتے تھے، بنی مذحج کا یہ مشہور معبود تھا،

(۵)

یغوث

یہ بت ارض یمن کے کسی بلند مقام پر نصب تھا، مذحج اور جرش والے اسکو پوجتے تھے، یہ بھی نوح علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے بنا تھا، قبیلہ بنی مراد کا یہ مشہور معبود تھا رانگ کا بنا ہوا تھا، پھر اسکے پوجنے والوں نے اسکو اسکے مقام سے اکھاڑ لیا تھا اور شتر پہ بار کئے ہوئے پھرتے تھے۔ جہاں اونٹ خود بیٹھ جاتا، وہیں اسکی پرستش شروع کر دیتے، اور خیال کرتے تھے کہ ہمارا پروردگار اس منزل سے خوش و راضی ہے ابو عثمان رضی اللہ عنہ نے اسکو بچشم خود دیکھا بھی تھا،

(۶)

یعوق

یہ بت بھی حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کا تھا، خیوان میں نصب تھا، یہ گاؤں، صنعا سے دو منزل ہے، ہمدانی یعنی اسکو پوجتے تھے۔ بنی ہمدان کا یہ مشہور معبود تھا،

(۷)

نسر

یہ بُت بھی حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کا تھا، بلخع میں نصب تھا، حمیر اسکی پرستش کرتے تھے، اور انہیں کا یہ مشہور معبود تھا،

(۸)

منات

یہ بُت مکہ اور مدینہ کے درمیان قدید میں سمندر کے ساحل پر نصب تھا، تمام قبائل عرب اسکی بہت تعظیم کرتے اور قربانیاں چڑہاتے تھے۔ خصوصًا اوس و خزرج اسکی تعظیم و پرستش میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد ۸ھ ہجری میں بحسب الحکم صاحب شریعتؐ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے اسکو منہدم فرمایا،

(۹)

لات

یہ بُت طائف میں اُس جگہ نصب تھا جہاں اب مسجد طائف کا بایاں منارہ ہے اس کے مجاور بنی ثقیف تھے،

(حلیہ) ایک مربع پتھر تھا، سرخ سیاہی مائل رنگ تھا، بنی ثقیف نے اسکے اوپر ایک مکان بھی بنادیا تھا، قریش و دیگر قبائل عرب اسکی تعظیم و پرستش کرتے تھے

حسب الحکم صاحب شریعت جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اسکو منہدم کرکے
آگ لگا دی تھی،

(۱۰)

عزیٰ

یہ بُت ذات العرق سے چار فرسنگ مخلہ شامیہ کی وادی میں ظالم بن سعد
کے ہاتھوں نصب ہُوا تھا اور قبہ کے اندر تھا۔ قریش کا سب سے بڑا بُت یہی تھا
کعبہ کا طواف کرتے وقت لات، عزیٰ، منات کی قسم کھایا کرتے تھے۔ ان کو خدا
کی بیٹیاں اور اپنا شفیع جانتے تھے، اشراف قریش نے اسکے نام پر وادی حرض
کا ایک حصہ وقف کر رکھا تھا۔ اس کی قربانی کے لیئے قربان گاہ بنا رکھی تھی۔ اس
وقف شدہ زمین کو اسکا حرم قرار دے رکھا تھا۔ قربان گاہ کا نام "غبغب" تھا،
اس بت کے مجاور بنی شیبان تھے، فتح مکہ کے روز سرکار رسالت ﷺ نے جناب
سیف اللہ کو اسکے انہدام کے لیئے مامور فرمایا، چنانچہ موصوف نے نہ صرف اس
بت کو توڑا بلکہ وہاں جو درخت کھڑے تھے، اُنکو بھی کاٹ ڈالا۔ جس طرح خصوصیت سے
ثقیف کا معبود لات، اور اوس خزرج کا خاص معبود منات تھا۔ اسی طرح قریش کا
مخصوص معبود عزیٰ تھا۔ لیکن عزیٰ کو بنی ثقیف اور اوس خزرج بھی پوجتے تھے،

(۱۱)

ہُبل

یہ بُت خانہ کعبہ میں نصب تھا اگرچہ ابتداءً اسکو عمرو بن الحی خزاعی بلقائے
شام سے لایا تھا۔ مگر اسکو دوبارہ خزیمہ بن مدرکہ کے مناسب مقام پر نصب کیا۔ اسی لیئے
اُسکو ہبل خزیمہ بھی کہا جاتا تھا،
(حلیہ) بشکل انسان، سُرخ عقیق کا بنا ہوا تھا، کسی وقت میں اُسکا داہنا ہاتھ

سعیر

یہ بت عنزہ کا تھا، وہ اس کے نام پر قربانی بھی کرتے تھے، اور اسکے گرد طواف بھی کیا کرتے تھے،

(۲۲)

عوض

یہ بت بکر بن وائل کا تھا،

(۲۳)

عمیانس

یہ بت خولان کا تھا، وہ اپنی مویشی و زراعت میں سے ایک حصہ خدا کے نام کا مقرر کرتے تھے، اور ایک حصہ اس بت کے نام کا۔ "عمیانس" کے حصہ میں تغیر و تبدل ناممکن تھا، ایسی ضرورت ہوتی تو خدا کے حصہ میں سے ایسا کتر بیونت کر لیا جاتا تھا،

(۲۴)

یعبوب

یہ بت جدیلہ طے کا تھا،

(۲۵)

باجر

یہ بت بنی طے اور تقاعہ کا تھا،

(۲۶)

دوار

یہ بت بھی اپنے پرستاروں کے لحاظ سے بہت مشہور تھا، مرد، عورت سب اسکو

یارانِ نظام المشائخ

ہندوستان ہی کا نہیں انگلستان کا پریس چیخ اٹھا ہے

کاغذ کی گرانی نے اخباروں اور رسالوں کے ہوش پرّاں کر دیئے ا

آپ جس پرچے کو جی چاہے اُٹھا دیکھ لیجئے سب کے چہرے زرد ملیں گے۔ خطیب اور نظام المشائخ کے سوا ایک آدھ کوئی سرخ و سپید نظر آتا ہو تو آتا ہو۔ **لیکن**

کب تلک یارب چھپائیں سوزِ دل

خطیب و نظام المشائخ کے مالک کے پاس قیصر ولیم کا خزانہ نہیں ہے کہ نقصان پر نقصان اٹھائے چلا جائے۔ ناظرین اگر خطیب و نظام المشائخ کو اپنی موجودہ شان میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں تو خود بھی کچھ تکلیف اٹھائیں،

کاغذ ریلیف فنڈ

کے نام سے ایک مدِ امداد پیش کرتا ہوں ہمیں جب تک جنگ ہے ۴ رسالانہ کم از کم ہر ایک صاحب کو دینا پڑیگا اور اس سے زیادہ جتنی جس میں قدرت ہو۔

خاکسار **واحدی**

شکریہ

ان حضرات کا جنہوں نے اس مہینے نظام المشائخ کے دو سے خریدار پیدا کیئے یا خود خریدار بنے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

جناب منشی محمد خان صاحب ناندورہ۔ جناب بسم اللہ خان صاحب سوداگر ناندورہ۔ جناب لیلا صاحب اسسٹنٹ ویٹیرنری افسر علاقہ بمبئی۔ جناب عبد اللطیف خان صاحب حیدرآباد دکن کو۔

جناب حشمت علی شاہ صاحب امرناتھ نے جناب منشی شیخ غلام حسین صاحب سب ڈویژن منشی شادیوڑکو
جناب منشی صفت علی صاحب میاں منشی کفیل الدین صاحب پوریینے جناب منشی اظہر علی صاحب پوریہ کو ۔
جناب ڈاکٹر محمد قمرالدین صاحب سکندرآباد دکن نے جناب شاہ امیر اسد حسینی صاحب جاگیردار کو۔
جناب محمد امیر خان صاحب گرداور قانونگو الہ آباد نے جناب منشی عزیز احمد صاحب الہ آباد کو۔ جناب
منشی ارشاد احمد صاحب نائب میر منشی ملیشیا نے جناب مولوی شیر محمد صاحب اسکول ماسٹر دانو کو جناب
مولوی سید احمد شاہ صاحب بمبئی نے جناب ایس، ایم یاسین صاحب کورلا کو۔ جناب سید امین الدین
صاحب منگرول نے جناب محمد لقمان صاحب دھامن گاؤں کو۔ جناب مولوی محمد حسین صاحب
دہلی نے جناب رفیق محمد صاحب بیرسٹر نابھہ کو۔ جناب مولوی محمد عبد الوسیع صاحب آسی بالگاؤں نے
جناب سید سعادت علی صاحب بالگاؤں کو۔ جناب سید غلام جیلانی صاحب نے جناب سید
شہاب الدین صاحب سنگریدکو۔ جناب فتح محمد صاحب ولد محمد صاحب نے جناب خدا بخش صاحب
کانپور کو۔ جناب غلام حمید صاحب سب پوسٹ ماسٹر سالپور نے جناب ابو عبد اللہ صاحب سالپور کو
جناب مولوی حکیم محمد عبد الغفور خان صاحب گورکھپور نے جناب شیخ بسم اللہ صاحب گورکھپور کو،
جناب حق نواز صاحب رحیم یارخان نے جناب ضیاء الدین صاحب رحیم یارخان بہاولپور کو، جناب
احمد حسین صاحب صیغہ دار محکمہ سوم گنگاوتی نے جناب محمد فاضل بیگ صاحب دفعدار پولیس
ناکھمری کو، جناب قاضی محمد حمید الدین صاحب گرداور ریاست چور کو خریدار بنایا

اور جو خود خریدار ہوئے اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

جناب سید غلام شاہ صاحب ابن سید شرف الدین صاحب، جناب امیر خان صاحب گرداور
قانونگو الہ آباد ۔ جناب محمد ایوب صاحب بکما سیلر بمبئی ۔ جناب سید ظہور احسن صاحب جام پیٹھ
جناب محمد لطف اللہ خان صاحب بی۔ اے کوئٹہ ، جناب عبد الرحمن صاحب مدرس آدم پور ۔ جناب
سید ظہیر الحسن صاحب گاڑ ، ڈونڈلہ ۔ جناب شیخ محبوب علی صاحب گلچین رسول پور ۔ جناب منشی
فضل الدین صاحب کارخانہ رفیع پٹی لاہور ۔ جناب محمد علی صاحب ہیڈ ماسٹر لودی والہ گوجرانوالہ

جناب فضل کریم صاحب مردان پشاور۔ جناب محمد مظفر اللہ صاحب سکریٹری ینگ مینس یونین حیدرآباد
جناب غلام نبی صاحب بمبئی، جناب زین العابدین خان صاحب سکندرآباد دکن، جناب غلام محی الدین پٹیل
صاحب رام پور کوئل کنڈہ، جناب عبدالرب صاحب کوٹھی نمبر نواب گنج، جناب علی محمد صاحب
امام مسجد ملتان شہر، جناب سید عبدالعلی صاحب عرائض نویس دھامپتری، جناب سید مبارک شاہ
صاحب بخاری۔ حیدری سارجنٹ پولس اوچ شریف، جناب عبدالغفور صاحب ہیڈماسٹر گورکھپور
جناب محمد عباس علی خان صاحب ہریا، جناب محمد صادق صاحب طالب علم پیرکوٹ، جناب محمد جعفر
صاحب پراری اونچہ کلاں، جناب عبدالقدوس صاحب مقام حسن صوبہ میسور، جناب ایم عثمان
بیگ صاحب پلیگ انسپکٹر نارائن ڈیورکری، جناب سید احمد رضا صاحب بمبئی، جناب پیش امام
سید مناظر علی صاحب ہریا۔ جناب عبدالکریم خان صاحب سٹورکیپر کورود منڈل پوسٹ، جناب
منشی احمد خان صاحب معلم مدرسہ بجارہ شریف ڈاکخانہ محمد پور ریدوان، جناب محمد حسین صاحب ہرناو
جناب عبدالحفیظ صاحب سندیلہ ضلع ہردوئی، جناب شیخ حسین صاحب نیمچہ، جناب سید عمر علی صاحب
تانگلوکی، جناب فیروزالدین صاحب لاہور، جناب سید احمد شریف صاحب ایلندو ورنگل،
جناب سید ونق علی صاحب الہ آباد، جناب قمرالدین صاحب کملاہا ایہ ڈاکخانہ، جناب عزیز الدین
صاحب عزیز بہ اکن، جناب عبدالصمد میاں صاحب برانیج، جناب خان صاحب چودھری
سلطان احمد صاحب بہاولہ لاہور، جناب فضل کریم صاحب پیران شاہ رائے کلاچی، جناب
عبدالمجید صاحب وکیل لدھیانہ، جناب محمد عبدالغفور صاحب ہندوپور، جناب شیخ محمد کرم الٰہی
صاحب انصاری ملتان، جناب مسٹر محمد ابراہیم صاحب ڈعلیگ، بنگلور، جناب شیخ عبدالوہاب
شیخ محی الدین صاحب بی۔ اے مدرسی، جناب شیخ عبدالعزیز صاحب کھامے، جناب مولانا سید
شاہ محمد حسن القادری صاحب ضلع بیر ہوم، جناب محمد کفایت اللہ صاحب قریشی بدنیرہ بکر گنج،
جناب سید ابوالحسن صاحب سب انسپکٹر مدارس کاٹھیاواڑ، جناب سلطان خان صاحب سب ایڈیٹر
چکیا بنارس، جناب عزیز احمد صاحب موضع بجنیر پور، جناب ایم۔ اے سلیمان صاحب اعدا

جناب حاجی محمد شفیع صاحب سوداگر دہلوی، جناب شیخ محمد عبد اللہ خان صاحب لکھنو، جناب منشی
فتح خان صاحب منی مزرعہ، جناب منشی محمد تاج الدین احمد صاحب حیدرآباد دکن، جناب فضل کریم
صاحب قصور، جناب محمد یعقوب عبد الرحمن صاحب ہوٹل والے بمبئی، جناب راجہ کالیچانکشنا ہندو باغ بلوچستان

شامِ زندگی

مصنفہ

جناب خواجہ ارشد الخیری مدظلہ العالی چھپکر طیار ہے، قیمت ایک روپیہ علاوہ محصول
مینیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

مردہ زندہ کرنیکی مشین

ناظرین مشین المعروف بہ
اکسیر قوت قیمت نمونہ ۴ گولیاں ۱

خوالکی وشی طلائی کشتی نقرہ وغیرہ ضعف تعصرہ ودی بچپن کی غلط عادتوں کے بدنتائج سستی درد کمر ضعف دل و دماغ و جگر کی کمزوری
ضعف معدہ ضعف اعصاب مگر دل کی دھڑکن پیشاب بار بار آنا جریان وغیرہ وغیرہ کی دنیا بھر میں ایک نہایت بیش قیمت
تریاق کامل مجرب نسخہ ہے فیاضی طبع دوا ثابت ہوئی ہے ہزاروں لوگ جو مبتلا امراض ہیں استعمال کر کے زندہ و تندرست ہو گئے
اسی طرح علاج کر کے مایوس ہو چکے تھے ان کو اس سے پورا آرام ہو گیا گویا وہ دوبارہ زندہ ہو گئے یہاں تک کہ انگریز بھی اس کا مداح ہوں
ڈاکٹروں کی تجویز منگوا کر مفید پایا ہر موسم میں ہر ملک میں مفید ہے اگر آپ بھی خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا ہیں تو جلد
مجھ سے مرکب اکسیر قوت کو بھی استعمال کر کے ملاحظہ کیجئے کہ مرد کامل بن جائیں ہر موسم اور ہر عمر میں بے ضرر مفید
مشہور ہے جو آپ خود آزما کر دیکھیں استعمال سے آرام ہو نہ ہو قیمت واپس اگر آپ یقین نہ کریں تو مردہ زندہ کرنیکی مشین پانچ روپیہ
نظام المشائخ کے خریداروں سے چار روپیہ پتہ حکیم دوست محمد خان شفاخانہ الطبی مضلع گوجرانوالہ پنجاب

دو نایاب گوہر

روحانی پیغام

تصوف۔ اخلاق۔ روحانیت طمانیت قلبی اور صوفیا کا ایک اعلیٰ رسالہ جس کے انوکھے اور پُرتاثیر مضامین نے لوگوں کے دلوں کو ایسا مسخر کر لیا ہے کہ وہ سوتے وقت بھی سرہانے رکھکر سوتے ہیں۔ اور جسکے مطالعہ سے سینکڑوں گمراہان بادیہ ضلالت راہ راست پر آگئے ہیں۔ اور جس نے اپنے مسیحائی اثر سے مردہ دلوں میں ایک زندگی کی ایک نئی روح پھونکدی ہے اور جو تمام موجودہ صوفیانہ رسالوں سے ارزاں ہے اگر آپ کے پاس اب تک نہیں پہنچا ہے تو آج ہی کارڈ لکھ بھیجئے اور نمونہ مفت منگا لیجئے قیمت سالانہ صرف ایک روپیہ پانچ آنہ (عہ) ہے اور کتاب آئینہ خیالات قیمتی ۸ آنے جسکے مضامین کی مختصر سی فہرست رسالہ ہٰذا کے گذشتہ نمبر میں چھپ گئی تھی ہر خریدار کو مفت ملتی ہے۔

اکسیر دماغ

روحانی اور دماغی ریاضت کرنے والوں کے لیے ایک نایاب تحفہ ہے جو پیٹ کے اندر پہنچتے ہی دماغی رگ پٹھوں کی غذا بن جاتی ہے دماغ کی گرمی خشکی کمزوری۔ چہرے کی بے رونقی۔ دورے سر۔ چکر آنا۔ اٹھتے بیٹھتے آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا جانا کھانسی نزلہ زکام دائمی۔ آنکھوں اور ناک سے پانی بہنا وحشت ناک خواب دیکھنا۔ طبیعت کا منتشر رہنا وغیرہ وغیرہ

آنکھوں اور دماغ کی جملہ بیماریوں کو یہ معجون جڑ سے کھو دیتی ہے۔ لذیذ اور خوشگوار ہے طلبا کے لیے تو یہ ایک اکسیر اعظم بمنزلہ آب حیات ہے۔ ایک ڈبیہ تیس روز کی خوراک قیمت معہ محصول ڈاک وغیرہ سوا روپیہ (عہ) ہے۔

پتہ

قیس چشتی۔ دینا نگر ضلع گورداسپور پنجاب

تین پر ایک مفت

حصہ چہارم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۱۲ر

ناگفتہ بہ

حصہ پنجم شیخ سنوسی مصنفہ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب قیمت ۴ر

اور شیخ سنوسی کا پہلا، دوسرا، تیسرا حصہ فوراً منگائیے جن میں آئندہ زمانہ کے انقلابات اور موجودہ جنگ کے پُراسرار انجام کے حالات ہیں۔

مختصر فہرست تصانیف حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی یہ ہے

سفرنامہ مصر شام و حجاز۔ باتصویر	۲ر	فلسفہ شہادت	۱ر
ایضاً ایضاً بلا تصویر	۱۲ر	خواجہ حسن نظامی کا توپ خانہ	۱ر
روزنامچہ خواجہ حسن نظامی صاحب	۸ر	ایضاً بم دو پیسہ۔ ر بندوق	۰ر
تسخیر مہر و قمر یعنی اعمال حزب البحر	۸ر	ایضاً ہوائی جہاز دو پیسہ۔ جرمن شہزادہ کی لاش	۰ر
پیغمبری اشارے کی اردو دعائیں	۴ر	قیصر کا اعلان جنگ	۱ر
غدر دہلی کے افسانے باتصویر	۴ر	دہلی کی مراد	۱ر
رسول کی عیدی	۲ر	اسرار	۴ر
مختصر سوانح عمری حضرت امیر خسرو	۳ر	آئینہ دل یعنی [illegible] کی کتاب	۸ر
انتخاب اشعار توحید شہید	۲ر	اٹلی کا میدان جنگ	۰ر

یہ سب کتابیں کارکن حلقہ المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے

کلکتہ کے مشہور ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کافوری جنتری

کافوری جنتری ۱۹۱۰ء کی نہایت خوبصورت اعلیٰ درجے چکنے کاغذ پر چھپ رہی ہے اور مارچ ۱۹۱۰ء کے پہلے ہفتہ سے بلاقیمت ومحصول ڈاک قدردانوں کے پاس بھیجی جائے گی، اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو ایک کارڈ پر دس متفرق جگہ کے شریف پڑھے لکھے اشخاص کے نام اور پورا پتہ لکھ کر بھیج دیجئے اور جنتری مذکورہ وقت پر آپ کے پاس بھیجی جائے گی۔

ڈاکٹر ایس۔ کے برمن کی بنائی ہوئی

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی استعمال کی تجربہ کی ہوئی دوائیاں ملا کر بنا ہے اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی، چھاجن، پرس وغیرہ دفع ہو جاتے ہیں، برص سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے، چمڑے کی بیماری سے اکثر خون میں بھی نقص آجاتا ہے، اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا اس وجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈمڈ ڈائنی سارسا بحسب ہدایت استعمال کرنا چاہیے۔

قیمت فی شیشی ۸ محصول ڈاک ایک سے چار تک پانچ آنہ سارسا قیمت دو روپیہ ۲ محصول چھ آنہ

کان بہنے کی دوا

کان کے اندر ریم آتا ہو یا پرانا ہو گیا ہو وہ تین مراتب استعمال سے بہنا بند ہو جاتا ہے قیمت ۴ پچکاری کان صاف کرنے کی ۴ خرچ بھر دو جسٹر کا پانچ آنہ (۵)

کلوروڈائین

یہ انگریزی کی ایک خاص دوا ہے ریاحی درد مروڑ خواہ کسی صورت سے ہو اس کی کیمیاوی خوراک سے جاتی ہے، آؤں دست اور ہیضہ کے لیے نہایت مفید ہے، ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانہ سے بنوایا ہے اور دیگر کلوروڈائین سے کہیں بہتر ہے۔

اس لیے بازاری کلوروڈائین نہ خرید کے اس کلوروڈائین کو خریدیں قیمت ۱۰ اور ایک درجن کے ۱۲ محصول علاوہ

ڈاکٹر ایس کے برمن کی بنائی ہوئی

دانت کے درد کی دوا

لگاتے ہی درد مٹاتی ہے، روئے کو ہنساتی ہے۔ ایک باریک و مضبوط تنکے کی سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اسے دوا میں ڈبو کر ٹھیک درد کے مقام پر لگائیے، اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو تو ذرا سی روئی میں ڈبو کر اسمیں بھر دیں فوراً درد بند ہو جائے گا۔ قیمت ۴

محصول ڈاک ایک سے آٹھ شیشی تک چھ آنہ ۶

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ تاراچند دت سٹریٹ کلکتہ

۲۴ میں خوبصورت نوجوان لیڈی ہوں

ایک نہایت حسین خوبصورت نوجوان سے شادی کرنا چاہتی ہوں !!!!

رنگیلے چھبیلے حسن کے دلدادہ نوجوانو خبردار ہو جاؤ

حسن و خوبصورتی پیدا کرنے والا چہرے کی رنگت صاف اور چمکدار کرنیوالا

پری جمال صابن

جو ایک خاندانی طبیب کی ایجاد ہے، جس نے اپنے مفید ہونے کی وجہ سے دنیا بھر میں نام پیدا کر لیا ہے، فوراً منگا کر استعمال کرو یہ صابن تازہ تازہ خوشبوؤں سے تیار کیا جاتا ہے، کالا رنگ کملایا ہوا چہرہ صرف [illegible] روز ملکر نہانے سے گلاب کی پتی کی مانند خوبصورت اور مخمل کی طرح ملائم ہو جاتا ہے، [illegible] دور کرتا ہے، [illegible] قیمت [illegible] صابن [illegible]

روغن پری بہار گیسو دراز

[illegible] لگانے کا خوشبودار [illegible] تیل بالوں کو خوشنما بناتا ہے خشکی رفع کرتا ہے بالوں میں [illegible] چمک پیدا کرتا ہے۔ بال لمبے اور ریشم کی طرح [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] خوشبو سے دماغ معطر رہتا ہے

قیمت فی شیشی [illegible]

حکیم محمد یعقوب خان مالک دواخانہ نورتن دہلی بازار فراش خانہ

شاندار قرآن مجید مترجمی چھپ گیا

[illegible] خوشخط [illegible] کاغذ سفید [illegible] قرآن مجید شائع [illegible]

انگلش ٹیچر یعنی انگریزی سکھانے کی آسان کتاب

اگر آپ انگریزی زبان جلدی عمدہ طور سے سیکھنا چاہتے ہیں تو اس انگلش ٹیچر کو ضرور منگائیے اس لاجواب کتاب میں گرامر ٹرانسلیشن اور لیٹر [illegible] وغیرہ درست ہیں لفظوں کے معنی [illegible] سلیس اردو میں لکھے گئے ہیں [illegible] صفحہ مجلد قیمت صرف ایک روپیہ [illegible]

المشتہر ایچ محمد یوسف خان منیجر شہرت ایجنسی دہلی

ایک نایاب تحفہ

امہات الامہ۔ شمس العلماء جناب مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی (مرحوم) کی آخری تصنیف جس میں انہوں نے عیسائیوں کے اس اعتراض کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں بتحقیق و دلیل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی ایک جگہ بالتفصیل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور الگ الگ بتایا ہے کہ اس تعلق میں یہ دینی مصلحت تھی اور اس میں یہ۔ نفسانی خواہشات کا کہیں شائبہ ملنا محال ہے۔ اسکے اظہار کی ضرورت نہیں کہ شمس العلماء مرحوم کی تحریر باوجود عالمانہ شان رکھنے کے کسقدر دلچسپ مزیدار ہوتی تھی۔ اور زباندانی کے اعتبار سے انکا پایہ کتنا بلند مانا گیا ہے لہٰذا **امہات الامہ** صرف اسی حیثیت سے قابل قدر نہیں ہے کہ ایک مذہبی کتاب ہے یا امہات المؤمنین کی سب سے بڑی اور معتبر و مستند سوانح عمری ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی اسے آنکھوں سے لگانا چاہیے کہ اردو لٹریچر میں اس سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ **امہات الامہ** دستیاب نایاب ہو گئی تھی اور اسکا ایک ایک نسخہ بیس بیس روپے کو ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔ اب بے انتہا مانگ دیکھکر نظر ثانی کے بعد پھر چھاپنا شروع کیا ہے۔ اور حصہ اول تیار کر لیا ہے جو **۱۲** آنے میں علاوہ محصول ڈاک

دفتر خطیب و نظام المشائخ دہلی سے درخواست کرنے پر ملیگا

راحت زمانی

ملک کے مشہور اہل قلم خانصاحب منشی سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ کی مقبول خاص و عام کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے قلعہ معلی کی بیگماتی زبان اور واقعات اس درجہ دلکش کہ آپ اسکو ختم کیے بغیر نہیں رہ سکتے بیگم کا شباب اور انجام سعد الدین کے کرشمے۔ عیاروں کی مکاری الغرض لطف زبانی ادب اردو کی وہ آخری کتاب ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں کتبخانوں کو زینت دیگی اور جسکا ہر گھر میں رہنا مناسب ہے قیمت علاوہ محصول **۱۲؍** + **مینیجر خطیب و نظام المشائخ**

یمین

لوح مبارک
مزار پُرانوار سرور کائنات
خلاصۂ موجودات حضرت محمد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

لوح مزار
ام المومنین حضرت
بی بی خدیجہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہا

لوح مزار
سیدنا حضرت
علی رضی اللہ
تعالےٰ عنہ

لوح مزار
حضرت بی بی
فاطمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہا

لوح مزار
حضرت امام
حسین رضی
اللہ تعالیٰ عنہ

لوح مزار
حضرت بی بی
زینب رضی اللہ
تعالیٰ عنہا

لوح مزار
سیدنا حضرت
علی اکبر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ

لوح مزار
سیدنا حضرت
علی اصغر رضی
اللہ تعالیٰ عنہ

لوح مزار
حضرت بی بی
شہربانو رضی
اللہ تعالیٰ عنہا

لوح مزار
فدائی رسول
حضرت بلال رضی
اللہ تعالیٰ عنہ

لوح
قبر
نقیر
حسن نظامی غفرلہٗ

قبروں کے غیبی نوشتے

جنکو
سیدی مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب
کی
نظر حال نے پڑھ کر لکھا ہے

منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے
قیمت ۸ علاوہ محصول

لوح
یزید

لوح
ابولہب

لوح
ابوجہل

لوح
ابن زیاد

لوح
شمر

لوح
عمر سعد

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۲۷

جلد ۱۶ نمبر ۶

جمادی الاول ۱۳۴۵ھ

نظام المشائخ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تشفی و تسکین کا ماہوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ
جو سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان
نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیر سرپرستی بڑی پابندی وقت
کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر
خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی ۱۴ر

مقام اشاعت دار السلطنت دہلی کوچہ چیلان

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر محمد الواحدی

ایک نایاب تحفہ

امہات الامہ۔ شمس العلماء جناب مولوی حافظ نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی (مرحوم) کی آخری تصنیف' جس میں انہوں نے عیسائیوں کے اس اعتراض کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد شادیاں کیں بتحقیق و دلیل کے ساتھ جواب دیا ہے۔ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے حالات زندگی ایک جگہ بالتفصیل جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور الگ الگ بتایا ہے کہ اس تعلق میں کیا دینی مصلحت تھی۔ اور اس میں نفسانی خواہشات کا کہیں شائبہ ملنا محال ہے۔ اسکے اظہار کی ضرورت نہیں کہ شمس العلماء مرحوم کی تحریر باوجود عالمانہ شان رکھنے کے کسقدر دلچسپ مزیدار ہوتی تھی۔ اور زباندانی کے اعتبار سے انکا پایہ کتنا بلند مانا گیا ہے لہذا **امہات الامہ** صرف اسی حیثیت سے قابل قدر نہیں ہے کہ ایک مذہبی کتاب ہے یا امہات المؤمنین کی سب سے بڑی اور معتبر و مستند سوانح عمری ہے بلکہ اس لحاظ سے بھی سے آنکھوں سے لگانا چاہیے کہ اردو لٹریچر میں اس سے بیش بہا اضافہ ہوا ہے۔ **امہات الامہ** درمیان میں نایاب ہو گئی تھی اور اسکا ایک ایک نسخہ بیس بیس روپے کو ڈھونڈے نہ ملتا تھا۔ اب بے انتہا مانگ دیکھکر نظر ثانی کے بعد پھر چھاپنا شروع کیا ہے۔ اور حصہ اول تیار کر لیا ہے جو **۱۲** آنے میں علاوہ محصول ڈاک

دفتر خطیب و نظام المشائخ دہلی سے درخواست کرنے پر ملیگا

راحت زمانی

ملک کے مشہور اہل قلم خانصاحب منشی سید احمد صاحب مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ کی مقبول خاص و عام کتاب کا دوسرا ایڈیشن جو ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہا ہے۔ قلعہ معلی کی بیگماتی زبان اور واقعات اس درجہ دلکش کہ آپ اسکو ختم کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ بیگم کا شباب اور انجام۔ علاء الدین کے کرشمے۔ عیاروں کی مکاری الغرض راحت زمانی ادب اردو کی وہ آخری کتاب ہے جو مردانہ اور زنانہ دونوں کتبخانوں کو زینت دیگی اور جس کا ہر گھر میں رہنا مناسب ہے۔ قیمت علاوہ محصول **عہ/** + **مینیجر خطیب و نظام المشائخ**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

نظام المشائخ

فقراء کے دشمن

کمال حزن و ملال۔ اور کمال فخر و مسرت کا وقت ہے کہ فقراء درویش۔ مشائخ بڑھتے جاتے ہیں تو اُنکے اعدا میں بھی ترقی ہو رہی ہے ؛

فقرا کے دشمن کئی طرح کے ہیں۔ ایک اہل ظاہر علما۔ دوسرے خواہ مخواہ کے حاسد۔ تیسرے پیشہ ور دنیا دار۔ چوتھے سیاسی نگہ دار۔ پانچویں خود فقرا کے کردار۔

علماء کی مخالفت اور عداوت نئی نہیں ہے پُرانی ہے۔ اِن ظاہر پرست۔ مدعیان علمیت نے ابتدائے عروج اسلام سے فرقۂ خاموش اہل تصوف کا عناد اپنے طرز عمل کا ضروری حصہ قرار دے رکھا ہے۔ حضرت ابن عربی۔ اور حضرت غوث الاعظم جیسے پیشوایانِ ملت تک

اِن کی زبان اور قلم سے محفوظ نہیں رہتے ہیں۔

اِن لوگوں کی دشمنی کے دو پہلو تھے اور وہی دونوں اب بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اِن لوگوں کو بسبب غلبۂ علم ظاہر اور ناواقفیت اسرار باطن فقرا کا طریقہ شریعت اسلام کے خلاف نظر آیا۔ اور انہوں نے حمایت شریعت کے باعث گروہ صوفیہ کی مخالفت کو ضروری سمجھا اور دوسرے یہ کہ انکو مشائخ کے اثر عالمگیر اور ہر دلعزیزی سے حسد ہوا۔

پہلے سبب کی ہر شخص تعریف کرے گا۔ اور میں بھی اِس نیت کی ستایش پر مجبور ہوں مگر دوسرا پہلو سراسر نارواہے۔ اور افسوس ہے کہ اکثر اوقات یہی ناجائز جذبہ باعث عداوت فقرا ہوا کرتا ہے۔

خواہ مخواہ کے حاسدوں میں عمومیت ہے۔ ہر زمانہ میں ایسے اشخاص پیدا ہوتے ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنا گروہ بنانا چاہا۔ دینی حیثیت سے یا دنیاوی حیثیت سے ان لوگوں کو بھی اہل تصوف سے دشمنی کرنی پڑی۔ کیونکہ بغیر اِس کشمکش کے صوفیوں کے اثر عام میں انکی فرقہ بندی دشوار ہوتی تھی۔ اُن کو خواہ مخواہ کا حاسد میں نے یوں کہا کہ انکی عداوت و مخالفت کبھی کامیاب نہیں ہوتی۔ اور یہ بیچارے اپنے حسد و رشک کی آگ میں خود ہی جل جل کر مر گئے ہمارے موجودہ زمانے میں دو تحریکیں اہل تصوف کے خلاف اُٹھیں۔ ایک دینی شکل میں تھی۔ ایک دنیاوی۔ مگر دونوں ناکام رہیں۔ اور مُنہ کے بل اوندھی گر پڑیں۔

علی گڈھ کالج کی تحریک درحقیقت ایک علمی تحریک تھی مگر باعتبار تاثیر حالات اُسکی ٹکر ظاہری علمائے عربی سے اتنی نہ تھی جتنی صوفیوں سے۔ اور لوگوں کے دلوں پر ان کے چلتے ہوئے اثر سے وہ ٹکرانا چاہتی تھی۔ وہ بہت ٹکرائی۔ اُس نے دوستی اور محبت کے انداز سے اور غریب بھیڑ کی کھال اوڑھ کر تاریک صوفیوں کی مرکزیت کو گرانا اور اسکی جگہ اپنی عمارت کو بنانا چاہا۔ لیکن اسکو بنی بنی بارگوں کی ایک اینٹ کی برابر بھی کامیابی نہ ہوئی۔ اور وہ خود ہی الٹی مضمحل ہو کر رہ گئی۔

نظام المشائخ

نمبر ٦ | بابت ماہ جمادی الاخری ۱۳۳۵ ہجری | جلد ۱٦

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	فقرا کے دشمن	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳
۲	رفاعی	جناب مولانا راشد الخیری مدظلہ العالی	۹
۳	خدا کا ہندو تصور	مخلص - - - - - - - - - -	۲۲
۴	درختوں کی درویشی	سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب	۳۰
۵	حمد و نعت	جناب حافظ محمد یعقوب صاحب اوج گیاوی	۳۹
٦	فریاد ارشاد	جناب ارشاد نظامی اکبرآبادی	۴۰
۷	کلام عزیز	لسان الہند جناب عزیز لکھنوی	۴۲
۸	ایک صحابی	جناب حکیم مرزا محمد نذیر صاحب عرشی مولوی فاضل	۴۳
۹	دن کو خادم قوم کا الخ	جناب شوق بجنوری	۴۴
۱۰	یار کے جلوے	جناب منشی چند مہر سیہ صاحب چاند لاہور	۴۵
۱۱	یاران نظام المشائخ	- - - - - - - - - - - -	۴۷
۱۲	اسرار الصلوٰۃ	حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ	۴۹
۱۳	اصنام العرب	جناب سید ظفر آسی صاحب ملیح	۵۷

جگ بیتی

پُراسرار افسانوں کا مجموعہ

سیدی ومولائی حضرت خواجہ حسن نظامی نے لکھی ہے۔ نہایت دلچسپ، نہایت پُراثر، نہایت مفید کہانیوں کی کتاب جس میں مذہب، تصوف، معاشرت اور انسانی کیرکٹر پر عجیب انداز سے بحث ہوئی ہے۔ زبان ایسی آسان کہ عورتیں اور بچے بے تکان پڑھ لیتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں قیمت ۶ر

میلاد نامہ

حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی تازہ تصنیف ہے۔ اردو زبان میں آجکل جس قدر مولود کی کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ کتاب ان سب سے نرالی ہے اور اس میں تمام معتبر اور صحیح روایتوں کو جمع کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بزرگوں کے حالات سے شروع کیا ہے اور ولادت کا بیان نظم و نثر کی نمایش سے قلمبند کرکے بچپن جوانی کے کل واقعات لکھے ہیں۔

پھر دوسرے حصہ **رسول بیتی** میں رسالت سے لیکر وفات تک کے حالات ہیں گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر اور پوری سیرت و سوانحعمری ہے۔ آخر میں آپ کے اخلاق و عادات و لباس و طعام وغیرہ کی کیفیت ہے۔

میلاد نامہ کی زبان ایسی آسان اور دلچسپ ہے کہ بچے اور عورتیں بلاتکان پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہ کتاب ہندوستان بھر میں مقبول ہوئی ہے، شائع ہوتے ہی آٹھ دن میں ہاتھوں ہاتھ پانسو سے زیادہ فروخت ہو گئی۔ اگلے ربیع الاول تک شاید دوبارہ چھپوانی پڑے گی، کیونکہ لگاتار مانگ چلی آتی ہے۔ قیمت بارہ آنے (۱۲) علاوہ محصول۔

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے

متوجہ ہوں کہ یہی ایک متعدی بلا ہے جس سے ہم اپنی آبادی کو ملیامیٹ ہوتے دیکھ رہے ہیں۔

درویشوں کے چوتھے دشمن سیاسی نگہبان ہیں۔ ہر زمانہ کے اہل سیاست نے فقرا کو سیاسی شبہ اور شک کی نظروں سے دیکھا ہے۔ اس شک و شبہ سے فقرا کی جانیں گئی ہیں۔ آبروریزی ہوئی ہے۔ زندگیاں تلخ ہو گئی ہیں۔ گو مشائخ اپنی سعی سے سیاسی نگاہداروں کی عداوت کا علاج نہیں کر سکتے۔ تاہم انکو احتیاط کرنی چاہیئے کہ دنیا کی ہر سیاست ملکی سے اپنے دامنوں کو بچائیں۔ اور ایسی صحبتوں سے پرہیز کریں جن کا انجام اسیری سیاست ہو۔

پانچواں دشمن فقرا کا خود اُن کا طرز عمل ہے۔ اس سے میری مراد وہ حالت ہے جو درویشوں نے مسلک شریعت و طریقت سے الگ ہو کر قائم کی ہے۔ شیخ سعدی نے کہا تھا:۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ❊ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اور سچ کہا تھا۔ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت پر ٹھیک طرح صوفیوں ہی نے عمل کیا ہے۔ اور صوفی ہی وہ عالم ہیں۔ جو علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل کے مصداق ہیں مگر آجکل ان میں کچھ ایسے ناتراشیدہ پیدا ہو گئے ہیں جو راہ پیمبر کے خلاف چلنا درویشی سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کا طرز عمل خود ان کا دشمن ہے۔ باہر کے دشمن تو اُن کے عروج اُن کی عام ہر دلعزیزی سے حسد کر کے اُنکی مخالفت کرتے ہیں مگر ناکام رہتے ہیں۔ اور یہ اندر کے دشمن جنہیں پیشہ ور دنیا دار اور خود صوفیوں کے بُرے کردار شامل ہیں۔ اعدا سے خطرناک ہیں۔ ایسے اعدا جن کا کچل ڈالنا ہمارا فرض ہے۔ جن کو بیخ و بُن سے اکھاڑنا اور اپنے وجود سے کاٹ کر پھینک دینا ہمارا پہلا کام ہونا چاہیئے۔

ہم علمائے ظاہر۔ خواہ مخواہ کے حاسدین اور سیاسی شبہ کرنے والوں کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ قدرت نے ہماری ٹھوکروں میں وہ طاقت دی ہے کہ ہم ان سب کو

گیند کی طرح اچھال کر وند کرسکتے ہیں۔ خطرہ ان آخری دو دشمنوں کا ہے جو یہاں دین و ایمان اور خطرۂ سلامتی ہستی و جان ہیں۔

بچو اسے فقیرو! بچو اے درویشو! بچو اے صوفیو! ان دونوں دشمنوں سے بچو۔ اور جلدی خبر لو۔ ایسا نہو کہ انکے مخفی ہتیاروں سے تم مجروح ہو جاؤ۔ اور پھر باقی کے تینوں دشمن تم پر ٹوٹ پڑیں۔ خدانخواستہ تمہارا کام تمام کر دیں۔ اگرچہ خدا ایسا نہیں کریگا۔ کیونکہ تم ہی اُسکے سچے دین کی اصلی جان ہو۔

حسن نظامی

خواجہ حسن نظامی

کی

چٹکیاں اور گدگدیاں

مذہبی ہنسی، تمدنی ہنسی، علمی اور ادبی ہنسی،

اردو زبان میں مہذب ظرافت کی سب سے پہلی کتاب

مصنفہ

سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی

ضخامت ۱۱۲ صفحے۔ سفید کاغذ۔ چکنا رنگین ٹائیٹل۔ اور قیمت صرف ۸ علاوہ محصولڈاک

مینیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیے

دوسری تحریک قادیان سے دین کے لباس میں کھڑی ہوئی۔ اسکی بنیاد بھی بیعت پر تھی۔ گو وہ بیعت ایک مفروضہ دعوے عجیب کے ماتحت بیان کی جاتی تھی تاہم اسکا ایک فرقہ عظیم سے ٹکرانا لازمی تھا۔ جیکے ہاں تیرہ سو برس سے باضابطہ بیعت کا طریقہ رائج ہوتا آیا ہے۔

قادیان کے سب بڑے فرقہ سازوں نے اپنے بڑے بڑے آہنی پنجوں سے فقیری خرقوں کو پھاڑنا اور درویشی جماعتوں کو پراگندہ کرنا چاہا۔ مگر اُنکے نوک دار تیز ناخون ٹوٹ کر رہ گئے۔ لوہے کے ہاتھ موم ہو کر پگھل گئے۔ وہ کچھ بھی حاصل کرنے نہ پائے تھے کہ موت نے اُن سب کو ختم کر دیا۔

اب اُن کے جانشینوں نے نئے نئے روپ بدلے ہیں۔ اور پچھلے مسلسل فرار کے بعد تھکن کے لمبے سانس لینے کے باوجود پھر آگے بڑھنے کی ہمت کی ہے۔ انکے داعی اور اُنکے اخبار پیر صوفیوں اور اُنکے اصولوں پر اپنے کانپتے اور لرزتے پیروں سے چھپٹنا مارنا چاہتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے میں سید الاعظم حضرت خواجہ اجمیری کا مثیل ہوں۔ کوئی کہتا ہے سب سلسلے منسوخ۔ اب پیغمبر قادیان کے "موروثی" نبی زادے کی بیعت کرنی چاہیئے۔ پر ہائے افسوس۔ اُنکی لگاتار چیخ پکار کوئی نہیں سنتا۔ اُنکی آگ بجھ رہی ہے اور حلقہ صوفیہ کا کوئی فرد اپنی ھُو کی پھونک سے اسکو زندہ نہیں کرتا۔ وہ کاغذوں کو اپنی فرضی تاثیرات اور ترویج عام کے کپڑے پہنا کر بٹالہ کے کنارے خوش ہو لیتے ہیں مگر اُن کا خواہ مخواہ کا حسد فقراء کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ انکی جماعت ایک معمولی فقیر کے مریدوں کی گنتی کے برابر بھی نہیں آسکی۔ اور ایک دن آئیگا کہ یہ بھی اپنے سلف کے پاس اسی حسرت و یاس سے چلے جائینگے۔ اور میری طرح کوئی لکھنے والا خواہ مخواہ کے حاسدین فقراء کے زمرہ میں اُنپر قلم فرسائی کر دیگا۔

فقراء کے تیسرے دشمن پیشہ ور دنیا دار ہیں۔ پیشہ وریوں کہا گیا کہ حقیقت میں

یہ دنیا دار نہیں ہیں۔ بلکہ بطور پیشہ کے دنیا دار ہونا چاہتے ہیں۔ اصلی دنیا دار تو وہ ہیں جن کو یہ دعا تعلیم ہوئی ہے ؎

ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ

پیشہ ور دنیا دار۔ دہوکہ سے مغرب ہے۔ مکر سے۔ دغا سے دنیا میں بسر اوقات کرنی چاہتے ہیں۔ اسکے پیش نظر دنیا کی حسنات نہیں ہوتیں۔ انکی زندگی سراسر حق تلفیوں اور دل آزاریوں پر مبنی ہوتی ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کی صحبت سے فقرا کو منع کیا گیا ہے۔ یہی وہ دشمن فقرا ہیں جن کو میں نے تیسرے درجہ کا "عدو درویش" قرار دیا ہے ؎

ان پیشہ ور دنیا داروں کی جماعت باعتبار معنی فقرا کی دشمن ہے۔ الفاظ اور ظاہر کے اعتبار سے تو یہ فقرا کے مرید نظر آتے ہیں۔ اُن کے محب و معتقد کہلاتے ہیں۔ مگر انکی مکروہ اور گندی خواہشوں اور سراپا عصیان دعا طلبیوں کے ہجوم فقرا کو گھیرے رہتے ہیں۔ جن کے اثر مشائخ کی دشمنی میں کامیاب ہوتے ہیں۔ اور درویش ان اندرونی عداوت کا شکار ہو جاتے ہیں۔ فقرا کو خبر بھی نہیں ہوتی کہ آستین کے ان سانپوں نے انکو کسقدر نقصان پہنچایا۔ وہ تو ان کو طالب حق تصور کرتے ہیں۔ مگر حقیقت اسکے خلاف ہوتی ہے۔ فقرا کی باطنی خوبیوں پر ان پیشہ ور دنیا داروں کی کثافتیں بادل بنکر چھا جاتی ہیں۔ اور آخر یہ فقیر بھی ان جیسے پیشہ ور دنیا دار۔ بن جاتے ہیں ؎

گو میں نے فقرا کے دشمنوں میں پیشہ ور دنیا داروں کو تیسرے درجہ پر لکھا ہے مگر یہ اول قسم میں آنے کے قابل تھے۔ کیونکہ ان کی عداوت کامیاب ہوتی ہے انکی عداوت پوشیدہ نشتر اور مخفی زہر کی طرح کام کرتی ہے ؎

میں آجکے خطبہ میں بے سوچے اور بلا کسی پس و پیش کے فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ پیشہ ور دنیا داروں کی ہولناک عداوت سے اپنے احوال و اطوار کو بچانے پر

رفاعی

ہم کسی طرح بھی رفاعی کا یہ عذر قابل پذیرائی نہیں سمجھتے کہ پیرس کا خوشنما منظر تمدن کی جدت حسن کی کثرت۔ نیا شوق اور مطالعہ کا ذوق۔ یہ مجموعہ خیالات کی تبدیلی کا باعث ہوا۔ وہ اگر سنبھلنے کی کوشش کرتا اور سمجھتا کہ دور کے ڈھول سہانے۔ بظاہری جلوے اندر سے زہریلے۔ یہ اوپر کی مٹھاس تہ کی کڑوی اور اس جگمگاتی روشنی کے آگے اندھیرا گھپ ہے تو یقیناً اسکے پاؤں ڈگمگاتے۔ اسکی ابتدائی تعلیم ایسی ہوئی کہ آج اچھے اچھے مسلمانوں کو نصیب نہ ہوگی۔ نو برس کی عمر میں کلام اللہ حفظ کیا۔ پانچوں وقت کا نمازی۔ روزے کا پابند۔ مگر خدا بھلا کرے سسرال کا نہ اتنا مال ہاتھ لگتا نہ پیرس کی سیر ہوتی۔

(۱)

سعید۔ میاں یہ پردیس ہے۔ اگر کچھ ایسی ویسی ہوگئی تو فرمائیے۔ میں بڑے ابا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ آپ ان کمبختوں کے پھندے میں نہ پھنسئے۔ اور جس طرح ہو ہندوستان چلئے۔ آپ کا دل ڈانواں ڈول ہو رہا ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں حالت زیادہ خراب نہ ہوجائے۔

رفاعی۔ او مسٹر سعید! کل رات کو نکلسن ریسٹورانٹ میں میں نے ایک ایسی صورت دیکھی کہ ہندوستان اور ہندوستان کی تمام کائنات قربان کرچکا۔ میری زندگی اسکے ہاتھ ہے۔ آج شام کو پھر ملنے کا وعدہ ہے۔ مگر دیکھو کیا خدا کا ظلم ہے کہ کسی طرح شام نہیں ہوتی۔

سعید۔ خدا کو تو کچھ نہ فرمائیے۔ آپ جس صورت کا ذکر کر رہے ہیں مجھے سب معلوم ہے وہ ایک امیر کی لڑکی ہے۔ آپ جیسے چرکٹے اسکے ہاں سیکڑوں ہیں

اپنی حالت پر رحم کیجئے۔ ورنہ یاد رکھئے۔ بہت ہی مٹی پلید ہوگی +

رفاعی۔ آپ کی گفتگو نہایت لغو ہے۔ آپ وہی پُرانے زمانہ کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ میرے بھائی دنیا ترقی کر رہی ہے مگر ایک آپ کی قوم ہے کہ وہی پُرانا رگڑا جھگڑا اور کچھ نہیں۔ کیوں آپ لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔ آخر خدا کو بھی مُنہ دکھانا ہے یا نہیں +

سید۔ پھر آپنے خدا کا ذکر کیا۔ ان باتوں میں اسکا ذکر نہ کیجئے +

رفاعی۔ تو آپ مسلمان نہیں ہیں +

سید۔ ہوں ضرور ہوں۔ مگر ایسا نہیں ہوں کہ خدا کی حقارت پسند کروں +

(۳)

مسٹر رفاعی رسٹورانٹ میں تشریف فرما ہیں۔ یہاں کی مالک ایک نوعمر لڑکی ہر مرتبہ ایک نئے انداز سے اُنکی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور اس طرح کہ خفیف سی مسکراہٹ ہونٹوں پر۔ دریافت کرتی ہے کہ کیا حاضر کروں +

ایک، دو، تین ....

وسکی کے تین پیگ ختم ہوگئے۔ شام سے رات ہوئی۔ رات بھی ڈیڑھ دو گھنٹے گزر گئی مگر ایلینا نہیں آئی۔ مسٹر رفاعی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھ رہے ہیں جن کے ڈھیر سامنے سے گزر رہے ہیں۔ مگر ان کا دل جس چہرے کا متلاشی ہے نگاہیں جس دلربا کی تجسس ہیں اسکا پتہ نہیں۔ دل کی گھبراہٹ زیادہ ہوئی۔ اُٹھے۔ اِدھر ٹہلے اُدھر ٹہلے۔ اس میز پر گھورا اُس سیٹ پر بھانپا۔ اور پھر پھرا کر پھر آ بیٹھے +

کہاں پیرس کا رسٹارنٹ کہاں حافظ محمد رفاعی۔ یہاں دل کی لگی اور ہندوستان کی گھبراہٹ۔ عبرتگاہ آہٹ پر منتظر۔ وہاں تہذیب دوسرے تمدن الگ۔ ہر شخص آزاد ہر متنفس

خوش۔ بھائی رفاعی تو تماشہ ہوگئے۔ اتنے ہی میں ایلینا ایک شخص کے ساتھ آتی ہوئی دکھائی دی تو بے تحاشا لپکے۔ کیا سلام اور کسکا اتنی کیٹ۔ الااللہ کہکر مصافحہ کو ہاتھ بڑھا ہی تو دیا۔ ایلینا جھجکی۔ ہمراہی کو غصہ آیا۔ پہلے سمجھا جو کرتے ہے۔ پھر خیال کیا دیوانہ ہے۔ مگر یہ دیکھکر کہ بھائی رفاعی کا ہاتھ پھیلے کا پھیلا رہ گیا۔ اور باچھیں اتنی کھلیں کہ دانتوں کے ساتھ مسوڑے بھی جھلک گئے۔ دو تو دونوں ہنس پڑے۔ ایلینا نے بھی مصافحہ کرلیا۔ ہاتھ ملانا تھا کہ بھائی رفاعی سے ضبط نہو سکا۔ اور بھرے ہجوم رسٹارنٹ میں ہمراہی کے سامنے اور سیکڑوں کے روبرو لپک کے ہاتھ کو چوم آنکھوں سے لگا لیا۔ لوگ ہنس پڑے۔ ان دونوں کو ناگوار ہوا۔ اور تجویز یہ ہوئی کہ بھائی رفاعی کو اسکے سزا ملنی چاہیئے۔ ہمراہی کسی بہانہ سے ٹل گیا۔ اور ایلینا بھائی رفاعی کو لیکر ایک جگہ بیٹھیں +

رفاعی۔ آپ اتنی اچھی اُردو بولتی ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ عین مین ہندوستانی عورت بول رہی ہے۔ خدا نے صورت تو دی ہی تھی زبان بھی اللہ پاک نے اتنی ہی شیریں عطا فرمائی +

ایلینا۔ درست! میں نو برس ہندوستان رہی ہوں۔ اس لیئے ٹوٹی پھوٹی بول سکتی ہوں۔ چار برس مصر بھی رہی ہوں۔ کچھ تھوڑی سی عربی میں بھی بات چیت کرسکتی ہوں +

رفاعی۔ اوہو! اور میں تو حافظ ہوں، خدا کی قسم! آپ ہنستی کیوں ہیں جی رکھ سکیئے سُنا دوں +

ایلینا۔ بجا ہے! آپ ضرور حافظ ہونگے۔ یہاں آپ کا پڑھنا مناسب نہیں ہے گھر پر سہی +

رفاعی۔ جب کہیئے۔ جہاں کہیئے اور جس قرأت میں کہیئے۔ سُن نہ کردوں تو سہی +

ایلینا: خوب،

رفاعی (کھڑے ہوکر) میں آپ کے لئے کچھ پینے کو لاؤں؟

ایلینا۔ آپ تشریف رکھئے۔ دیکھئے وہ سامنے بُوائے آرہا ہے۔ اسکو حکم دے دیجئے۔

رفاعی۔ ابھی میں اپنے سامنے ٹھیک لاؤنگا۔ ان کا اعتبار نہیں خبر نہیں کیا کا کیا دے دیں۔

ایلینا (ہنسی ضبط کرکے) نہیں ایسا نہ ہوگا۔ آپ مطمئن رہئیے۔

ایک دو، اور بس۔

ایلینا صاحب! میرا تو کچھ جی متلا رہا ہے۔ عوعو عو، بلسٹکلیچہ نکلا۔ خدا میرا سر پکڑو لو۔

میز۔ چادر۔ برتن۔ گلاس۔ فرش غرض کوئی چیز ایسی نہ تھی جو حافظ صاحب کے اثر سے محروم رہی ہو۔ رفتہ رفتہ رسٹورنٹ والے غریب کیا کرتے۔ پانی دیا۔ کلی ہوئی۔ غرارہ اس زور سے کیا کہ پاس کی میزیں بھی گونج اٹھیں۔ خدا اطمینان ہوا تو حافظ صاحب نے رومال نکالکر پانو باندھا۔ اور بُوائے سے کہا کہ "استاد! جب جانیں کہیں سے الائچی داریان لاؤ"۔

بوائے کیا خاک سمجھتا اور کیا پھر جواب دیتا۔ ایلینا کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑ گئے۔ اور اسکے سوا مالک رسٹورنٹ کو کوئی چارہ نہ تھا کہ اُسنے آکر نہایت نرمی سے کہا،

جنٹلمین! آپ کی طبیعت خراب ہوگئی۔ سواری موجود ہے۔ آپ اپنے گھر تشریف لیجائیے،

بھاؤنی رفاعی۔ یہی تہذیب ہے کہ زبردستی نکالتے ہو!

حافظ صاحب کی قے دیکھکر ایلینا بہی دوسری طرف چلی گئی تہی۔ اب جو حافظ صاحب اُٹھے چاروں طرف دیکھا تو ایلینا کا پتہ نہیں۔ زور سے سینہ پر ایک ہاتھ مارا اور دروازہ کی طرف چلے تو رستہ میں ایلینا موجود تہی۔ دونوں ہاتھوں سے بلائیں لیں اور کہنے لگے

پہر کس وقت سنو گی۔ کب حاضر ہوں؟

ایلینا۔ آپ کا مکان ہے جب چاہیں تشریف لے آیئے۔

رفاعی۔ پتہ بتا دیجئے۔ میں ابہی کہانا کہا کر آتا ہوں۔

ایلینا۔ ایڈورڈ پارک کے پاس سول لائن کے مقابل کوٹہی نمبر ۱۲۷۔

(۳)

قرآن سننے کا تو فقط بہانہ ہے۔ درحقیقت ایلینا مجہسے تخلیہ میں ملنا چاہتی ہے۔ اس کی ہر نگاہ میں محبت اور پیروا میں فریفتگی پوشیدہ تہی۔ بات یہ ہے کہ کل جنا ب لندن سے اُسنے آجتک ایسی صورت دیکہی کاہیکو ہوگی۔ کیا بتاؤں مجہی سے غلطی ہوئی جو کہیں غسل نے کی اچکن پہن کر آتا تو لٹو ہی ہوجاتی۔ خیر اب پہلے میں منہ ہاتھ دہو کر کنگہی کرلوں،

سید صاحب! سید صاحب! او سید!

سید۔ بہائی صاحب فرمایئے؟

رفاعی۔ ادہر آیئے۔ گرم پانی، تولیہ، صابون، دانتوں کا منجن، چنبیلی کے تیل کی شیشی، صندل کا کنگہا، حنا کا عطر، ململ کا کرتہ، رومی مخمل کی لال اچکن، کام دار ٹوپی، دہانیا پاجامہ، یہ سب چیزیں ابہی رکہدیجئے۔ ہاں...... کمر بند لاہوری ریشمین ڈال دیجئے گا۔

سید۔ لیجئے آپ منہ ہاتھ دہویئے سب چیزیں تیار ہوتی ہیں ــــ مگر یہ تو کہیئے قصد کدہر کا ہے؟

رفاعی - اِسکے متعلق کچھ نہ کہو - اور ہرگز کچھ مت پوچھو - میں وہ ہندوستانی نہیں ہوں جو یہاں آکر خالی چلا جاؤں - مجکو خدا نے شکل دی صورت دی علم دیا دولت دی - تم دیکھنا میں اپنے ساتھ کیا لیکر ہندوستان جاتا ہوں ؎

(۴)

آپ کا اسم مبارک؟

ہڈسن!

آئیے، میں آپ کا منتظر ہوں، مجکو حکم دیا گیا ہے کہ میں آپ کو اُس سامنے والے کمرہ میں پہنچا دوں ؎

رفاعی - ہاں ہاں ایلینا صاحب میری راہ دیکھ رہی ہونگی ؎

ہڈسن - ہاں وہ منتظر ہیں ؎

رفاعی - چلئے چلئے - حضرت! ہم لوگ اپنے وعدے کے بڑے پکے ہوتے ہیں بھلا یہ تھوڑی ہو سکتا تھا کہ جب میں نے وعدہ کر لیا تھا تو پھر نہ آتا - میری تو میاں ہڈسن یہ عادت ہی - اور کچھ آج ہی سے نہیں بچپن سے - کہ جو بات زبان سے نکل گئی پتھر کی لکیر ہے - مڈل میں کیوں فیل ہوا - اِس زبان کے کارن - اتی جان سے کہدیا تھا کہ لاکھ کوشش کر ڈالو - بندے اسکے پاس ہوتے نہیں - بھائی ہٹ سم - وہ توبہ توبہ ہوگیا کیا نام تھا یاد - ہاں تقدیر کی بات دیکھو - پرچے ایسے کہ دم بھر میں پانی کرکے رکھدوں - مگر مردوں کی زبان ہی تو ہے بیٹھا ہوا - کاغذ پر ولایتی چوہے تو بناتا رہا - مگر مسلمان ہو تو یقین کرکے ماننا جو ایک سوال کا جواب لکھا ہو - اچھا آپ تشریف لیجائیے - میں اندر جاتا ہوں - آداب عرض ہے -

جنرل ہڈسن - آداب -

کمرے میں قدم رکھتے ہی جو اوپر نگاہ اُٹھا کر میاں رفاعی دیکھتے ہیں تو ایکدفعہ تو دم سہم

لگا ہوا ہے۔ جسپر لکھا ہے "جنرل ہڈسن"۔ دیکھتے ہی روح فنا ہوگئی۔ آدہی رات کا وقت۔ بُت کا پہلو۔ ڈرے بہت۔ مگر یہ سمجھکر کہ اب ایلینا آکر تمام خیال غلط کردیگی، سنبھل گئے۔

پندرہ منٹ، آدھ گھنٹہ، ایک گھنٹہ،

سکتہ، خموشی، سنسان،

"کیا بات ہے۔ ایلینا کو کیا ہوگیا۔ وہ تو اتنی دیر میرے بغیر صبر نہیں کرسکتی"۔

باہر نکلے تو آدمی نہ آدم زاد اندھیرا گھپ۔ ڈر لگا تو پھر اندر گئے، آدھ گھنٹہ اور گزر گیا۔ سٹ پٹا گئے۔ کمرہ کیا ایک عجائب خانہ تھا۔ ہر طرف تصویریں، کہیں شیروں کی کھال، کہیں چیتوں کے سر، چیزوں کی دیکھہ بھال شروع کی۔ ایک بٹن کو دباتے تھے کہ چاروں دروازے دھڑسے بند ہوگئے۔ دل ہوا ہوگیا۔ سہم گئے۔ پھر بٹن کے پاس پہنچے۔ اور زور کیا گھسیٹا۔ دبایا اُچکایا قریب ہی ایک اور بٹن تھا اُسکو گھسیٹا تو ہاتھ وہیں چپک کر رہ گیا۔ زور کرتے ہیں تو ہاتھ سکتا نہیں۔ چلاتے ہیں تو کوئی سنتا نہیں برابر سے ٹیلیفوں کی آواز گھڑ گھڑ گھڑ۔

"جل تو جلال تو آئی بلا کو ٹال تو۔ صاحب کمال تو۔ قدرت جلال تو"۔

بھائی رفاعی تو بڑی مصیبت میں پھنسے۔ ہاتھ ہلتا نہیں۔ منہ سے بات نکلتی نہیں جھکے تو ٹیلیفوں سے آواز آئی۔ "ایلینا ابھی آتی ہیں۔ آپ صبر کیجئے"۔

رفاعی۔ وہ غالباً کپڑے پہن رہی ہونگی۔ مگر بہت دیر ہوگئی۔ ہاں..... میرا ہاتھ!"

ٹیلیفون۔ ہاتھ کیا!

رفاعی۔ شاید کسی غلطی سے میرا ہاتھ ایسی جگہ پڑ گیا کہ ہٹ نہیں سکتا،

ٹیلیفون۔ آپ کوئی رکوع فرمایئے،

رفاعی۔ میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ پھر کبھی عرض کرونگا،

ٹیلیفون۔ کیوں کیسی طبیعت ہے۔ خیر تو ہے؟

رفاعی۔ اس ہاتھ میں چوچک گیا ہے۔ درد معلوم ہوتا ہے،

ٹیلیفون۔ آپ دوسرے ہاتھ سے میز کے نیچے دائیں طرف تیسرے بٹن کو اونچا کیجیے۔

رفاعی (دل میں) خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

گھبرا تو رہے ہی تھے بٹن کا ہندسہ کوئی دس منٹ میں پڑھا۔ بٹن کو اونچا کرتے ہی سر پر سے ایک پھنکار کی آواز آئی۔ نگاہ اٹھا کر دیکھتے ہیں تو ایک اژدہا منہ پھاڑے جھوم رہا ہے۔ اے اللہ اس مصیبت سے بچا۔ اب یہ چھوڑنے والا نہیں بمشکل کتنا کلمہ ورنہ تیرے نام کے رہے یا اللہ کیا کروں۔ اے میاں ٹیلیفون! اے بھائی ٹیلیفون!

جواب ندارد،

ہائے مجھے یہاں کی مٹی کھینچ کے لائی تھی۔ ڈر اتنا غالب تھا کہ اوپر نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ مگر پھنکاروں کا اندر شور وہی تھا،

ٹیلیفون۔ آپ کی طبیعت اب کیسی ہے؟

رفاعی۔ اجی حضرت! اچھا سلوک کیا۔ طبیعت کو پوچھ رہے ہو۔ للہ اس اژدہے کو تو یہاں سے ہٹا دیجیے!

ٹیلیفون۔ طبیعت کا کیا حال ہے؟

رفاعی۔ لاحول ولا قوۃ۔ طبیعت ہی طبیعت چلے جا رہے ہو۔ یہاں میری جان نکل رہی ہے۔ دو وار تو اژدہا کر چکا۔ اب کے بس خاتمہ ہے،

ٹیلیفون۔ اچھا کوئی رکوع فرمائیے مصری قرأت سے۔

رفاعی۔ آپ آدمی ہیں یا خبط۔ ارے میاں دم آگیا۔ آن پہونچا پیشاو خدا کیلئے ہٹاؤ۔

ٹیلیفون۔ آپنے غلطی سے کوئی اور بٹن کھینچ لیا۔ جہاں آپ کا ہاتھ چپکا ہوا ہی اُسکے برابر ایک گھنٹی ہے اُسکو اپنی طرف گھسیٹ لیجئے ۔

رفاعی۔ بہت اچھا بھائی صاحب ۔

گھنٹی کا گھسیٹنا تھا کہ روشنی غائب۔

آیت الکرسی ، دعائیں۔

ایک دو تین جھٹکا رو بکی بوچھاڑ ۔

اسے میاں ٹیلیفون ! اسے بھائی ٹیلیفون ! اجی حضرت ٹرسن صاحب! جنرل صاحب! خدا کے واسطے۔ اللہ کے واسطے۔ روشنی تو کر دیجئے۔ اللہ کے بندے بول تو سہی اعظم!

ٹیلیفون۔ کیا آپ مجھ سے کچھ فرما رہے ہیں؟

رفاعی۔ اور یہاں کون میرا باپ بیٹھا ہوا ہے۔ جس سے کچھ کہونگا آج سے کان پکڑا اب ادہر کا رخ نہ کرونگا مگر اب تو رحم کیجئے ۔

ٹیلیفون۔ میں آپکے پاس صبح دس بجے آنے کی کوشش کرونگا ۔

رفاعی۔ صبح دس بجے سے پہلے تو میں کبھی کا مر چکا ہوں گا۔ اجی حضرت جواب عنایت کیجئے! ۔

ٹیلیفون۔ آپ سگرٹ پیجئے۔ پشت کی میز پر بکس رکھا ہوا ہے ۔

رفاعی۔ آپ نہایت نالائق آدمی ہیں کہ میں مر رہا ہوں اور آپ ہنسی اڑا رہے ہیں!

روشنی نمودار ہو گئی۔ اور ایلینا کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ اوہو حافظ صاحب آپ کا ہاتھ اس بجلی میں اٹک گیا۔ لیجئے آئیے اس کرسی پر تشریف رکھیئے ۔

آپی جیرا شکر ہے۔ بس ایلینا صاحب میرا تو سلام ہی آپ مجھے للہ گھر تک پہنچوا دیجئے

ایلینا۔ بہت اچھا تشریف رکھیئے ۔

رفاعی۔ بس جناب بہت تشریف رکھئے ٭

ایلینا۔ آیئے ٭

(۵)

ہندوستان

حافظ صاحب مجھے آپکے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ میں آپ کی داستان مصیبت سے بہت [illegible] ہوا۔ جو کچھ میرے امکان میں ہے۔ میں حاضر ہوں۔ آپکے والد میرے دوست ہی نہیں بھائی تھے۔ اور سچ یہ ہے بھائی سے زیادہ تھے۔ آپ شوق سے یہاں رہیئے میں ہر خدمت کے واسطے حاضر ہوں ٭

رفاعی۔ میرا منہ نہیں کہ آپکا شکریہ ادا کرسکوں۔ مجھے درحقیقت بیوی کی موت اُجاڑ گئی۔ ورنہ میری حالت ایسی زدہ نہ ہوجاتی۔ وہ زندہ تھی تو ساری جائداد میرے قبضہ میں تھی۔ ذیرہ چھینیں ولایت میں رہا۔ گیارہ ہزار روپیہ برباد کیا۔ تقدیر کی خبر نہ تھی کہ ایک ایک کوڑی کو اس طرح محتاج ہوجاؤنگا ٭

احمد رسول خاں انسپکٹر پولیس اگلے زمانہ کے لوگ بڑوں کے ملنے والے آنکھ میں مروت۔ دل میں رحم۔ ہاتھ کے سچے زبان کے اچھے رفاعی کو اپنے بچوں سے زیادہ سمجھنے لگے۔ دیکھتے اور خوش ہوتے۔ مگر رفاعی کے پیچھے میخواری اور جلینی کا ایسا مرض پڑا تھا کہ کسی طرح نہ چھوٹا۔ سو کی گنتی تھی نہ دو سو کی۔ پانی کی طرح روپیہ بہاتا اور کوڑیوں کی طرح اشرفیاں اُٹھاتا تھا۔ احمد رسول خاں نے جہاں تک ہوسکا اُسکی نازبرداری میں کمی نہ کی مگر تابہ کے۔ سمجھدار آدمی تھے۔ ہاتھ روکا۔ کہ شاید سنبھل جائے۔ مگر نہ سنبھلنے رہے کیا پیٹنے سے درست ہوتے ہیں۔ نمک حرام طوطے کی طرح دیدے بدل گیا۔ اور کچھ ایسے اُلٹے سیدھے پیچ لڑا کر دوڑا اُسنے کہ ساٹھ ستر ہزار روپیہ کی تجارت ایک دو ہی ہفتے میں دو کوڑی کی رہ گئی پھسمسہ احمد رسول خاں کو ایسا پہنچا کہ اندر ہی اندر گھلنے لگے۔ رفاعی کی طرح چھچھورے نہ تھے

ورنہ شہر کی کوتوالی ایسی چیز نہ تھی کہ رفاعی اتنا بڑا کام کرجائے اور وہ اف نہ کریں۔ چاہتے تو سُراغ لگا کر جیلخانے میں ماڈلتے۔ مگر صد آفرین انکے ضبط و تحمل کو۔ بڑوں کی بڑی باتیں اسپر بھی خطاکار سامنے آجاتا تو اُٹھکر گلے لگا لیتے۔ اور سمجھانے بیٹھ جاتے۔

ضرورتیں بدستور، عادتیں وہی۔ روپے پر آئی تباہی۔ اب میاں رفاعی کیا کرتے اور کہاں جاتے۔ کوشش کی کہ کسی طرح پھر خانصاحب کو پھانسوں۔ مگر اب یہاں کیا رکھا تھا۔ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ تیرہ برس سے کمبخت ساتھ رہتا تھا۔ ہر راز سے واقف ہر معاملے سے آشنا آنکھوں میں غبار دل میں بخار۔ حرف بحرف تمام واقعات انسپکٹر جنرل سے جا لگائے۔ وقت کی بات ہے۔ زمانہ موافق نہ تھا۔ داؤں بھرپور ہوا۔ اور رفاعی کے ہاتھوں احمد رسول خاں ملازمت سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ جو کچھ پلے تھا۔ وہ پہلے ہی خانے لگ چکا۔ اب لے دیکر ایک نوکری رہ گئی تھی۔ وہ بھی گئی۔ تو آنکھوں میں دنیا اندھیر تھی۔ سوچا کہ وطن جاکر کیا منہ دکھاؤں۔ جہاں امیری کے ٹھاٹھ رہ چکے ہیں اب وہاں فقیری میں ٹاٹ بھی میسر نہیں۔ جن لوگوں سے ہمیشہ سلوک کیا۔ اب انکا دست نگر بنکر کیا رہونگا۔ بیوی بچوں کو لیکر آگرہ چلے گئے۔ اور ایک چھوٹا سا مکان کرایہ پر لیکر رہنے لگے۔ آمدنی رہی نہیں۔ کال کے دن۔ چھ بچوں کا ساتھ۔ وہ دو تین تین وقت صاف نکل جاتے اور کہیں سے کچھ میسر آتا۔ ایکدن کا ذکر ہے کہ خانصاحب تاج گنج میں بیٹھے تھے جمنا آنکھوں کے سامنے لہریں لے رہی تھی۔ خیال آیا کہ دنیائے بے ثبات کی نیرنگیاں بدستور ہیں۔ قدرت اپنے فرائض اسی طرح انجام دے رہی ہے۔ کائنات کا ہر ذرہ اپنے کام میں منہمک ہے۔ مگر میں اور صرف میں وہ زندہ روح ہوں جسکے معصوم بچے اور پردہ نشین بیوی فاقوں کی مصیبتیں اور افلاس کی سختیاں اُٹھاتے اٹھاتے تھک گئے۔ موسم کی ترکاریاں فصل کے میوے آم۔ انار۔ خربوزے۔ تربوز ان سات دموں پر حرام ہوئے۔ فانی دنیا مصائب و عیش کا مجموعہ ہے۔ اور ہر شخص اپنے اعمال و افعال کا ذمہ دار۔ کیا دل کہتا ہو گا اس ضعیفہ کا جو ایک

ستول رئیس کی بیٹی۔ جسکے ہاں اب ہی سب کچھ موجود ہے فاقوں پر صبر اور مصیبتوں پر شکر کرے آج دو مہینے سے زیادہ ہوئے کہ ایک پیسہ کے آنو نے نصیب نہیں کرتے ہوئے آن بان کی عورت ہی کہ میرے ساتھ سختی بھگت رہی ہے۔ ورنہ اُسکے اور اُسکے بچوں کو کیا اُسکے کتوں کو روٹی کی کمی نہیں۔ آج میکے چلی جائے تو لالوں کی لال ہے"

اتنا خیال آتے ہی خانصاحب کی طبیعت بگڑ گئی۔ اُنھوں نے جیب میں سے پنسل نکالی اور وہ خط اس طرح لکھے :-

(۱) بیگم! احمد کا زمانہ بدل گیا۔ وہ کل تک رئیس تھا اور آج وہ دو دانوں کو محتاج ہے دنیا اسی کا نام ہے مجھے خبر نہ تھی کہ جو وعدے میں نے تم سے گھونگھٹ میں کیے تھے وہ جھوٹے اور جو اقرار شادی سے قبل کیے تھے وہ غلط ہونگے۔ اور میں ایک شریف بیوی کو نکاح کر کے ایسی سخت مصیبتوں میں پھنسا دونگا۔ میں انسان ہوں۔ پہلو میں دل اور دل میں احساس رکھتا ہوں۔ مجھ سے زیادہ شرمندہ کون ہوگا کہ ایک خاتون کی زندگی بگاڑ دی۔ اور نوکروں پر حکومت کرنے والی بیوی اسوقت پانی کے دو گھونٹوں کو ترس رہی ہے۔ بڑھاپا آگیا۔ اب یہ ہاتھ پاؤں کام کے قابل نہیں کہ اس نقصان کی تلافی کرسکیں۔ اور تمکو سکھ دیں تمہارا صبر و شکر تمہاری اطاعت و رضامندی میرے دل پر نقش ہے۔ مگر آہ! اے بیگم! کس منہ سے کہوں! آج بیس برس کی رفیق کو چھوڑتا ہوں۔ اور اس دنیا سے رخصت ہوتا ہوں۔ میری مفلس بیگم! بدنصیب شوہر اس سزا کا مستوجب تھا۔ وہ بے قصور ہے۔ اسکی خطائیں معاف کرنا۔ غلطیوں سے درگذر مجبور ہو نیر رحم۔ ملزم نیر کرم تمہارا شیوہ۔ آج تمہارا مجرم شوہر ملزم احمد رسول خاں اس آخری وقت میں بخشش کا خواستگار ہے۔ بچوں کو کلیجہ سے لگا کر رکھنا۔ یہ میری آنکھوں کے تارے ہیں مگر میں انکی خدمت اور پرورش کے قابل نہیں یہ یتیم اب صرف تمہاری شفقت کے محتاج ہونگے۔ اور تمہاری محبت سے میری روح خوش ہوگی، اچھا بیگم! ہمیشہ کو خدا حافظ"۔

(۳) میاں رفاعی! تمہارے اور صرف تمہارے ہاتھوں آج احمد رسول اپنی بھولی بیوی اور معصوم بچوں سے ہمیشہ کو رخصت ہوتا ہے۔ رفاعی! یہ بیوی میری دس برس کی رفیق تھی جو آج پردیس میں مجھسے چھوٹتی ہے۔ میں نے جو کچھ تمہارے ساتھ کیا۔ اسپر مجھے فخر نہیں۔ وہ انسانیت کا فرض تھا۔ مگر میں اسکے معاوضہ میں اس سزا کا منتظر نہ تھا کہ میرے لال اکبرآباد میں مجھسے بچھڑیں۔ بیوی پرائے شہر میں مجھسے جدا ہو۔ اور اسلئے کہ وہ کفن دینے کے لائق نہیں۔ جمنا کی لہریں میرے گنہگار جسم کی پردہ پوشی کریں؟ یہ فانی دنیا جس سے میں آج رخصت ہوتا ہوں تمکو مبارک ہو۔ اسکی سختیاں تمہارے لیئے راحت۔ اور اسکی مصیبتیں تم کو آسایش ہوں۔ مگر خدا کا فیصلہ برحق ہے قدرت تمکو اسی دنیا میں تمہارے افعال کا بدلہ دے گی۔ اور وہ وقت بھی دور نہیں کہ تم اپنے کیئے پر پچھتاؤ اور اپنی حرکتوں پر روؤ۔

(۶)

رفاعی کی عادتیں روز بروز خراب ہوتی گئیں جواس بری طرح ہاتھ دھوکر پیچھے پڑا کہ دن رات اسیمیں بسر ہوتا۔ چوری۔ دغابازی۔ الٹے ہاتھ کا کھیل تھا۔ ایک دستاویز کے فرضی دستخطوں میں گرفتار ہوا۔ ہر چند کوشش کی کہ چھٹکارا ہو جائے۔ مگر معاملہ سنگین تھا اور جرم ثابت۔ دس سال کے واسطے مقید ہوا۔ چوتھا روز تھا کہ داروغہ جیل نے اُس کو بلا کر کہا:-

ظالم و جفاکار انسان! جس خاندان کو تو نے برباد کیا تھا جسکی آٹھ زندہ روحیں تیری بدولت فاقہ کر رہی تھیں۔ آج اُنکے مصائب کا خاتمہ ہو گیا۔ اور تیرا محسن احمد رسول آج خودکشی کر چکا تو جو کچھ یہاں بھگت رہا ہے یہ تیرے اُس فعل کی سزا نہیں تیرے کرتوتوں کا ثمرہ ہے۔ لیکن تو اسوقت کے واسطے بھی تیار رہ جب خدا کا زبردست ہاتھ تجھکو تیری اس حرکت کی بھی سزا دیگا کہ تو نے ایک محسن کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ اور منتظر رہ اسوقت کا جب خدا کا غضب تیری ہستی

ہ کا خاتمہ کردے۔ اور تیری ناپاک روح دوزخ میں بھیجی جائے ✦ راشد الخیری۔ (جملہ حقوق محفوظ ہیں)

خدا کا ہندو تصور

مشرقی تہذیب کی شاندار روایات پر حکومت ہندوستان نے علامہ ابوریحان بیرونی کی معرکۃ الآرا تصنیف "کتاب الھند" کو عربی سے انگریزی میں ترجمہ کرانے سے جو احسان کیا ہے۔ اُس کے اعتراف کے لیئے ہمارے پاس کافی الفاظ موجود نہیں ہیں +

بیرونی نے کتاب الہند کے دوسرے باب میں جناب باری کی ذات و صفات اور گُن کے متعلق ہندوؤں کے عقائد سے بحث کی ہے جسے ہم اپنے الفاظ میں بخیص درج ذیل کرتے ہیں +

خدا کی ماہیت

ہر قوم میں لکھے پڑھے اور ان پڑھ لوگوں کے عقائد مختلف ہوا کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ جماعت مجردات عقلیہ کے تصور کو ذہن میں لانے اور کلیات کی تعریف کرنے پر خود طبیعت صرف کرتی ہے۔ لیکن جہلا دائرہ محسوسات سے باہر نہیں نکلتے بلکہ ان قواعد پر قناعت کرتے ہیں۔ جن کا استخراج ہو چکا ہے۔ اور اُن کے جزئیات کو بالکل خاطر میں نہیں لاتے۔ خصوصاً جبکہ مسائل زیر نظر مذہب اور قانون سے متعلق ہوں جن کے بارے میں آرا و اغراض مخالف و متعارض واقع ہوئے ہیں۔

خدا کے متعلق ہنود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ یکتا ہے۔ ابدی ہے۔ نہ اسکی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا۔ عامل بالاختیار ہے۔ قادر مطلق ہے۔ عقل کل ہے۔ حی و قیوم ہے زندگی کا بخشنے والا ہے۔ کائنات کا حاکم ہے۔ حافظ حقیقی ہے۔ اسکی شہنشاہی بے عدیم المثال ہے۔ وہ ہر مشابہت سے بالا ہے۔ نہ اسکو کسی چیز سے مثال دی جا سکتی ہے

اِس بیان کی تائید میں ہم ہندو کے لٹریچر سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ اِس کتاب کے پڑھنے والے ہماری نسبت یہ گمان کرنے لگیں کہ ہم نے محض سُنی سنائی باتیں لکھہ ڈالی ہیں +

پاتنجلی کے شاستر کا اقتباس

پاتنجلی کے شاستر میں چیلا سوال کرتا ہے :۔

"وہ کون ہے جس کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور جس کی عبادت کرنے سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں"۔

گرُو جواب دیتا ہے :۔

"وہ وہ ہے جو ازلی ابدی اور عدیم المثال ہونیکے لحاظ سے انسان کے کسی ایسے فعل یا عمل کا محتاج نہیں ہے۔ جسکے صلہ میں اُسکی طرف سے خوشی اور سُکھہ کا انعام ملے جس کی اُمید اور آرزو کی جاتی ہے۔ یا جس کی پاداش میں اُسکی طرف سے دُکھہ بھری زندگی کی سزا صادر ہو جو باعث خوف و خطر ہے۔ خیال کی اُس تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ اُس کی شان ہر اُس عدم مماثلت سے اونچی ہے جو موجب استکراہ ہو۔ اور وہ ہر اُس مماثلت سے بلند تر ہے جو باعث استحسان ہو۔ اُسکے جوہر ذاتی کا تقاضا ہے کہ ازل سے لیکر ابدتک ہر چیز کا اُسکو علم ہو۔ انسانی مفہوم کے لحاظ سے علم کے موضوع میں وہ شئے داخل ہے جو پہلے غیر معلوم تھی۔ اور عدم علم کا اطلاق کسی زمانہ اور کسی حالت میں خدا پر نہیں ہوسکتا۔

چیلا۔ علاوہ اُن صفات کے جو آپنے اُس سے منسوب کی ہیں۔ کیا اُس کی اور بھی کوئی صفتیں ہیں ؟ +

گرو۔ وہ رفعت مطلق ہے۔ نہ مکان میں بلکہ خیال میں اِس لیئے کہ وہ تمام موجودات سے جو کون و مکان میں سما سکتی ہے۔ کہیں اونچا ہے۔ وہ خیر محض و مطلق ہے

جس کی ہر مخلوق ہستی کو آرزو ہے۔ وہ علم ہے۔ لیکن فراموشی اور عدم معرفت کی آلایشوں سے مبرا ہے۔

چیلا۔ "کیا اُسمیں تکلم کی بھی صفت ہے؟"

گرو۔ "چونکہ وہ علیم ہے اس لیئے بے شبہ کلیم بھی ہے"۔

چیلا۔ "اگر اُسکے ناطق ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ عالم ہے تو پھر اُسمیں اور اُن ودیا پ رشیوں میں جنہوں نے اپنی ودیا کی ہمیں آگیا دی کیا فرق ہوا؟"

گرو۔ فرق کی نوعیت صرف زمانی ہے۔ رشیوں نے ودیا کو بقید زمان حاصل کیا۔ اور اُسکا اظہار بذریعہ نطق اسی قید کے ساتھ کیا یعنی پہلے وہ نہ علم آشنا تھے۔ نہ نطق آشنا۔ یہ کمال اُنہوں نے بعد میں حاصل کیا۔ نطق کے ذریعہ سے اُنھوں نے اپنی معلومات دوسروں تک منتقل کی ہیں۔ اس لیئے اُن کی نطق اور اُن کا حصول علم زمانہ سے محدود ہے لیکن چونکہ امور ربانی کا کوئی تعلق زمانہ سے نہیں ہے اس لیئے خدا ازل سے ذی علم اور ذی نطق ہے۔ خدا ہی تھا جو برہمن سے اور دوسری اولین ہستیوں سے مختلف طریقوں میں ہمکلام ہوا ایک کو اُس نے کتاب عطا کی۔ دوسرے پر اُس نے معرفت و مکالمۂ آلہیہ کا دروازہ کھول دیا۔ اور تیسرے کو اُس نے الہام کا تحفہ عنایت کیا۔ تاکہ خدا کے دین کو گیان اور دھیان سے پائے"۔

چیلا۔ "اُنہیں یہ ودیا (علم) کہاں سے آئی؟"

گرو۔ "اُس کا علم ازل سے ایک چلا آتا ہے۔ اور ابد الآباد کے لیئے ایک ہی چلا جائے گا۔ عدم علم کی حالت اُسپر کبھی بھی طاری نہیں ہوئی۔ اُسکو اپنی ذات کا علم ہے۔ اور کسی ایسے علم کا اُس نے اکتساب نہیں کیا جو اُسے پہلے سے حاصل نہ تھا۔ وہ وید میں بول رہا ہے جو اُس نے برہمن پر اِن لفظوں میں اُتارا تھا۔ اُسی کی تعریف کر۔ اور اُسیکی بے منا جیکے بول وید میں موجود ہیں۔ اور جو وید سے پہلے موجود تھا

چیلا۔ "جب حواس سے وہ محسوس نہیں ہو سکتا تو آپ اُسکی پرستش کس طرح کرتے ہیں"؟

گرو۔ "وہ اُس کا نام اُسکی ہستی کا ثبوت ہی۔ کسی خبر کا وجود اِس امر کی دلیل ہے کہ کوئی شئے ایسی ہوگی۔ جس سے وہ خبر متعلق ہے۔ اِسی طرح کسی نام کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ کوئی شئے ضرور ایسی ہوگی جسکا وہ نام ہے۔ جس پردہ خفا میں خدا مستور ہے۔ اُسے حواس اُٹھا نہیں سکتے۔ اور حواس کے ذریعہ سے اُس کا ادراک محال ہی۔ لیکن آتما (روح) اُس کا ادراک کر سکتی ہے۔ اور دھیان اُسکی صفات سے واقف ہو سکتا ہے پس یہی دھیان (تصور) اُسکی عبادت ہے۔ اور اگر اس میں خلل یا رکاوٹ واقع نہو تو سکھ حاصل ہوجاتا ہی"۔

اِن اقتباسات سے واضح ہوگیا ہوگا کہ خدا کے متعلق ہندو اپنی اِس نہایت ہی مشہور کتاب میں اپنے معتقدات کو کس طرح ظاہر کرتے ہیں۔

گر تو انم گفت ہندوے توام — ہندوے خاکِ سرکوے توام
ہندوے جاں بر میان دارم ز تو — داغ ہمچو حبشیاں دارم ز تو
ہندوے بے داغ را مفروش تو — حلقہ کن ایں بندہ را در گوش تو
ذرہ در دست وہ اے درمانِ من — زانکہ بے درد ست بیرو جانِ من
کفر کافر را و دیں دیندار را — ذرۂ دردت دلِ عطار را

گیتا کا اقتباس

حسب ذیل اقتباس کتاب گیتا کے اُس باب سے کیا جاتا ہے جو عبادت سے متعلق ہے۔ واسدیو اور ارجن میں مکالمہ ہو رہا ہے۔ جس کے ذیل میں معبود برحق کی

تصویران لفظوں میں کھینچی گئی ہے:۔

"میں کائنات ہوں۔ نہ ولادت کی وجہ سے میری کبھی ابتدا ہوئی اور نہ موت کے باعث میری کبھی انتہا ہوگی۔ جو کچھ میں کرتا ہوں اس سے میری مراد یہ کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے اس فعل کا کوئی صلہ ملے۔ میں مخلوقات میں سے کسی ایک گروہ کو دوسرے گروہ پر ترجیح نہیں دیتا۔ بلکہ سب کو ایک آنکھ سے دیکھتا ہوں اور میرے طرز عمل سے یہ ظاہر ہوتا کہ میں ایک فریق کو اپنا دوست سمجھتا ہوں اور دوسرے کو دشمن جانتا ہوں۔ میں نے اپنی مخلوقات میں سے ہر ایک فرد کو اس کے جملہ ملکات کے لحاظ سے ہر چیز جو اسکے لیے وجہ کفاف ہوسکے عطا کر رکھی ہے۔ پس جو کوئی اس حیثیت سے مجھے جانتا ہے۔ اور خواہشات کو افعال سے الگ رکھکر میرے جیسا بن جانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسکی بیڑیاں کاٹ ڈالی جاتی ہیں۔ اور وہ بآسانی نجات اور آزادی حاصل کر لیتا ہے"۔

اس عبارت سے ہمارے ذہن میں فلسفہ کی اس تعریف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کہ فلسفہ اس کوشش کا نام ہے جو خدا کے ساتھ ممکن سے ممکن مشابہت پیدا کرنے کے متعلق عمل میں لائی جائے۔

گیتا میں واسدیو کا حسب ذیل قول بھی درج ہے:۔

"خواہش اکثر انسانوں کو بغرض حوائج زندگانی کے لیئے خدا تک لیجاتی ہے۔ لیکن اگر ان کی حالت پر غور کی نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ انہیں خدا کی ہستی کا صحیح صحیح علم نہیں ہے اسلیئے کہ خدا کچھ حواس سے محسوس نہیں ہوسکتا جو ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جائے یہی وجہ ہے کہ لوگ اس کی معرفت سے عاری ہیں۔ بعض اشخاص کا علم محسوسات سے آگے بڑھنے نہیں پاتا۔ بعض اس حد سے گزر جاتے ہیں۔ لیکن قوانین فطرت کے رمز شناس ہو کر رک جاتے ہیں۔ اور اس حقیقت سے ناآشنا رہتے ہیں کہ ان قوانین کے وراء الوراء ایک

ایسی ہستی بھی ہے جو لم یلد ہے کہ کوئی اُس سے پیدا نہیں ہوا۔ اور لم یولد بھی ہے کہ وہ کسی سے پیدا نہیں ہوئی۔ اِس ہستی کی کُنہ پر کسی کا علم محیط نہیں۔ لیکن اُس کا علم ہر شئے پر محتوی ہے" ؛

حرکت ارادی اور فاعل مختار کے تصورات

فعل یا حرکتِ ارادی کسے کہتے ہیں؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جسکے ہنود نے مختلف جواب دیئے ہیں۔ بعض ہنود جن کے نزدیک خدا تمام افعال یا حرکاتِ ارادی کا مصدر ہے اُسے علۃ العلل یا علتِ عمومی تصور کرتے ہیں۔ اور اسپر دلیل یہ لاتے ہیں کہ چونکہ انسان بحیثیت فاعل مختار ہونیکے اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ لہذا اُس کے افعال کی علتِ اولین بھی خدا ہی ہے۔ بالفاظ دیگر جو کچھ انسان کرتا ہے وہ اصل میں خدا کا فعل ہوتا ہے۔ انسان محض واسطۂ صدورِ فعل ہے۔ فاعل حقیقی خدا ہے۔ بخلاف اسکے ایک جماعت ہنود کی ایسی بھی ہے جو خدا کو مصدر افعال نہیں سمجھتی بلکہ اُن کا ماخذ دوسرے مصادر کو قرار دیتی ہے۔ اور ان مصادر کو ان اسباب خصوصی سے تعبیر کرتی ہے جو باعتبار مشاہدۂ خارجی افعال زیر بحث کے بعد بعد اخیر معرض ظہور میں آنے کا باعث ہوتے ہیں ؛

سانکھیا کا اقتباس

سانکھیا کے شاستر میں چیلا سوال کرتا ہے "کیا فعل اور فاعل کے متعلق کوئی اختلاف رائے موجود ہے"؟

گرو جواب دیتا ہے:- "بعض لوگوں کا قول ہے کہ نہ روح زندہ ہے اور نہ مادہ میں از خود زندگی پائی جاتی ہے۔ ان دونوں میں اتحاد اور افتراق پیدا کرنا خدا کا کام

جو قائم و مقیم بالذات ہی۔ پس حقیقت میں خود ہی فاعل مختار ہے۔ فعل اس سے اس طور پر صادر ہوتا ہے کہ روح و مادہ دونوں میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسکی مثال بعینہ ایسی ہے۔ جیسے کوئی زندہ اور طاقتور ہستی اسکو جو مردہ اور کمزور ہی جنبش میں لائے ۔

بعض اشخاص کا یہ عقیدہ ہے کہ فعل اور فاعل کا اتحاد قدرتی قوانین کے ذریعے ہوتا ہی۔ اور ہر بڑھنے اور گھٹنے والی شئے اسی عام طریقۂ عمل کے تابع ہے"۔

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ فاعل مختار روح یا نفس ناطقہ انسانی ہی اس لئے کہ وید میں آیا ہے کہ ہر ہستی پُرش ہو جاتی ہے۔ ایک اور جماعت کے خیال میں فاعل زمانہ ہے۔ اس لئے کہ دنیا زمانہ سے اسی طرح وابستہ ہی۔ جیسے کوئی بھیڑ کسی مضبوط سی رسی سے بندھی ہوئی ہو۔ رسی ڈھیلی ہوگی تو بھیڑ چلے پھرے گی۔ اور تنگ ہوگی تو اس کی حرکت محدود ہو جائے گی۔ ایک اور گروہ کا بیان ہے کہ فعل محض کسی ایسے واقعہ کے اجر یا صلہ کا نام ہے جو سابق میں ظہور پذیر ہو چکا ہو ۔

"یہ تمام رائیں غلط ہیں۔ حقیقت اصلی یہ ہے کہ فعل مطلقًا مادہ سے متعلق ہی۔ اسلیے کہ مادہ ہی روح کو اپنے قابو میں لاتا ہے۔ اُسے مختلف شکلوں میں اِدھر اُدھر پھراتا ہے اور بعد میں اُسے قید جسم سے آزاد کر دیتا ہے۔ پس مادہ فاعل ہے۔ اور ہر وہ شئے جو مادہ کے متعلقات سے ہی ارتکاب فعل میں اسکی معاون ہوتی ہے۔ مگر روح میں شان فاعلیت موجود نہیں ہے۔ اس لیئے کہ وہ قوائے و ملکات مختلفہ سے معرا ہے"۔

خدا کی ماہیت کے بارے میں فلسفیانہ اور عامیانہ خیالات

تعلیم یافتہ لوگوں کے عقائد خدا کے بارے میں حسب ذیل ہیں:- "وہ اپنی اصطلاح

میں خدا کو ایشور کہتے ہیں۔ یعنی وہ جو قائم بالذات ہو۔ رحمٰن و رحیم ہے۔ داتا ہو جو دیتا ہے مگر لیتا نہیں۔ خدا کی وحدانیت کو وہ علی الاطلاق تصور کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا باقی ہر شئے کو جو بظاہر وحدت کے رنگ میں نظر آتی ہو حقیقۃً پیکر کثرت مانتے ہیں۔ اُن کے نزدیک خدا کا وجود حقیقی ہے۔ اس لیئے کہ ہر شئے موجود ہے۔ اس کی وجہ سے وجود پذیر ہوئی ہے۔ اس بات کا تصور محال عقلی نہیں ہے کہ موجودات نہیں ہے۔ اور وہ ہے۔ لیکن ناممکن ہی کہ یہ بات ذہن میں آسکے۔ کہ وہ نہیں ہے اور موجودات ہی +

تعلیم یافتہ ہنود کے خیالات سے واقفیت حاصل کرنیکے بعد جب ہم عوام کے عقائد پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بھی کثیر اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اِن عقائد میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ دیکھکر گھن آتی ہے۔ لیکن ایسی ہی خیالات دیگر مذاہب کے پیرووں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اور تو اور حلقہ بگوشانِ اسلام میں بھی ہم یقیناً بعض باتوں کو بہ نظر استحسان نہیں دیکھ سکتے۔ مثلاً تجسیمی عقائد فرقہ جبریہ کی تعلیم۔ مذہبی مسائل پر گفتگو کرنے کی ممانعت۔ ونحو ذٰلک +

مذہب کے متعلق ہر ایک تحریر جس کا روئے سخن عوام کی جانب ہو نہایت احتیاط سے سپرد قلم کی جانی چاہیئے۔ جیسا کہ ذیل کی مثال سے واضح ہوگا۔ ایک ہندو فلسفی خدا کی ذات و صفات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ خدا ایک نقطہ ہے جس سے مراد فقط یہ ہے کہ ذات باری صفات اجسام سے مبرا ہے۔ اس تحریر پر کسی عامی کی نظر پڑتی ہے۔ اور چونکہ اُسے اتنا دماغ نہیں دیا گیا کہ "نقطہ" کی لِم کو پہنچ سکے لہذا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اِس سے تو خدا کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ بھلا پرمیشور ہو اور بندی جتنا باریک ہو! اُسے کم از کم بارہ انگل لمبان میں اور دس انگل چوڑان میں تو ضرور ہونا چاہیئے۔ اس طور پر کوتاہیٔ فہم اُس ہستی بے چون و بیچگون کے تصور

جو سزاوار صد ہزار حمد و ثنا ہے۔ اور ناپ اور گنتی سے اونچی ہے۔ مسخ کر کے رکھ دیتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اگر کوئی غیر تعلیم یافتہ شخص ہم سے یہ سن لے کہ خدا علیم خبیر ہے۔ اور کائنات کی کوئی بات اُس سے مخفی نہیں ہے تو وہ جھٹ یہ سمجھ لیگا کہ خدا کو یہ علم بذریعہ بینائی کے حاصل ہوا ہے۔ اور چونکہ بینائی کے لیے آنکھ کا ہونا لازمی ہے۔ اور ایک آنکھ میں اتنا نور نہیں ہوتا جتنا دو میں ہوتا ہے۔ اس لیے حاضر و ناظر اور خبیر و بصیر خدا کی ضرور ایک ہزار آنکھیں ہونی چاہئیں۔

اسی طرح کے مکروہ اور بے سروپا افسانے بعض ہندو حلقوں میں بھی پھیل گئے ہیں۔ خصوصاً اُن طبقوں میں جنہیں علم حاصل کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔

(ستارۂ صبح)

پُرتاثیر خطیب

اخبار منبر کے اُردو خطیب کے خطبے سنو۔ جو ہر ہفتے دین و دنیا کی بھلائی کے پُرتاثیر وعظ سناتا ہے۔ اُردو زبان اس کے نرالے بیان پر جھومتی ہے۔ کھوئے ہوئے رستے اس خضر کے سامنے ہاتھ باندھے چلے آتے ہیں۔ مشہور ماہوار رسالہ نظام المشائخ کے دفتر سے نکلتا ہے۔ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے مضامین اب زیادہ تر اسی میں چھپتے ہیں۔ چندہ سالانہ ۲؍ ششماہی عہ؍ سہ ماہی ۱۰؍ خریداران نظام المشائخ سے سالانہ ۲؍ ششماہی عہ؍ سہ ماہی ۸؍ نمونہ مفت۔

مینیجر خطیب دہلی سے طلب کیجئے

درختوں کی درویشی

نئی روشنی والوں کو عربی نہیں آتی۔ قرآن شریف کو نہیں سمجھتے۔ حدیثوں سے بےخبر ہیں۔ اسپر بھی اُنکو معاملاتِ دین میں دخل دینے کا شوق ہے۔ اپنے مطلب کی چند آیتیں۔ حدیثیں غلط سلط یاد کر لیتے ہیں۔ اور لکچروں میں۔ خانگی تقریروں میں اظہارِ قابلیت کے لیئے اُنکو اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح نئی روشنی کے مولوی لوگ درویش انگریزی فقرے بولکر انگریزی دانوں میں باعث ہنسی ہوتے ہیں۔

لا رھبانیۃ فی الاسلام نیچر پرستوں کو بہت یاد ہے۔ درویشوں اور صوفیوں کے منہ آنا اور اُنپر حملہ کرنا ہوتا ہے تو اسکو پڑھتے ہیں۔ اور اپنی دانست میں تصوف کی بُنیاد یہ فقرہ پڑھکر کھود ڈالتے ہیں۔ رہبانیت کس کا نام ہے۔ اسلام کیا چیز ہے۔ اِسکی نہ اُنہیں واقفیت۔ نہ جاننے کی ضرورت۔ کیونکہ انکی زیست کا مدار تو محض دنیا اور اُسکے فانی کر و فر پر ہے۔

میں مانتا ہوں رہبانیت اسلام میں نہیں ہے اور نہ ہونی چاہیئے مگر اسلامی تصوف کو رہبانیت سے کچھ سروکار نہیں۔ ہمارا تصوف تو وہ نیچرل فلسفہ ہے جس پر تمام کائنات کی بنیاد ہے۔

گو تصوف کا نتیجہ عالمِ آخرت سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن ہماری حیاتِ جسمانی کے تمام حصے اصولاً درویشی کے طرزِ عمل میں از خود اسیر ہیں۔ خواہ کوئی سمجھے یا نہ سمجھے! آدمیوں اور حیوانوں کی زندگی تو بڑی چیز ہے نباتات یعنی زمین سے اُگنے والے پودے تک احوالِ درویشی سے آزاد نہیں ہیں۔ فطرت اور نیچر نے ان کو بھی طوق درویشی و تصوف کے ماتحت پیدا کیا ہے۔ اور ان کی ساری زندگانی فقیری

کی پابند ہے +

درویشی کیا ہے؟

یہ مختلف فیہ مسئلہ ہے! اسکی حقیقت میں بہت اختلافات ہیں۔ ہندو کہتے ہیں۔ ترک کل اور اسباب حیات سے جدا ہونا درویشی ہے۔ مسلمان کہتے ہیں۔ ترک کے لفظ تک کو ترک کر دینا چاہیئے۔ مگر معیشت دنیا کو چھوڑنا ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ رہبانیت ہے +

تاہم توکل علی اللہ۔ ایثار۔ دوسروں کے کام میں اپنی زندگی خرچ کرنا۔ اور کسی دل کو نہ ستانا۔ درویشی کے ظاہری جوہر ہیں۔ اور انہی باتوں کے نتیجے وہ احوال و کیفیات ہیں جو درویشوں کے مقامات باطنی کہلاتے ہیں +

ان اصول درویشی کو مدنظر رکھکر اور ان ظاہری جوہروں کا خیال کر کے ذرا

درختوں پر تصوّر

کیجئے جنگل کے خود رو وجودوں کو خیال میں لائیے تو معلوم ہوگا کہ وہ سب درویشی زندگی بسر کر رہے ہیں +

اوّل توکل علی اللہ ہے۔ ہر درخت اپنے پاؤں کے بھروسے پر کھڑا ہے۔ کوئی دیوار اُسکو سہارا نہیں دیتا۔ دس گز زمین کے اوپر پانچ کیکر ہیں مگر ہر ایک اپنے کام میں مشغول۔ نہ دوسرے کی غذا سلب کرنے کا ارادہ۔ نہ اپنی بھوک میں دوسرے کے سامنے سوال کا خیال۔ قدرت کے دسترخوان پر ہر ایک مہمان ہے جو مِل گیا وہ کھانا داتا کا نام جپنا +

ان پانچ میں کسی ایک پر مصیبت آئے تو وہ فریاد نہیں کرتا۔ دُہائی نہیں دیتا۔ اور

پورے صبر و اطمینان سے قدرت کا بوجھ سر پر لیتا ہے +

درختوں کے پیروں میں مٹی کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے۔ خشک سالی ہو تو تر زمین کی آرزو میں یہ نہیں کہتے کہ الٰہی! ہم کو اس سوکھی زمین سے ہٹا۔ اور ایسی جگہ لے جا جہاں خوب سیلابی ہو۔ تاکہ ہماری خوراک میں کمی نہ پہنچے۔ اور ہم فاقوں کے مارے مر نہ جائیں۔ کیونکہ درخت درویشی کے اصول توکل پر عمل کرتے ہیں اور فریاد و شکوہ اِسکے خلاف ہے +

انسان درویش بھی رضائے الٰہی پر شاکر ہے۔ مصائب دنیا پر صبر کرنا اور پورے اطمینان سے ذات خدا پر توکل رکھنا اسکا شعار ہے +

کیا درختوں کی زبان نہیں ہے؟ تمہارے کان اُن کی آواز نہ سن سکنے کے باعث یہ خیال کرتے ہیں کہ درخت زبان نہیں رکھتے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ انکی زبان ہے۔ اِنکے کان ہیں۔ اِن کی آنکھیں ہیں۔ اِن میں جذبات ہیں۔ اِن میں ہر قسم کی خواہشیں ہیں جن کو درختوں کی اِن طاقتوں کا علم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ درخت باوجود ان تمام قوتوں کے از حد متوکل ہیں۔ اور اُنکی زبان پر کبھی خدا کی شکایت نہیں آتی +

جس جگہ پاس پاس کئی کئی درخت ہوں۔ اور اُن میں ایک خشک ہو جائے تو پڑوسی درخت جھوم جھوم کر خدا کی حمد کرتے ہیں۔ اور اپنے پڑوسی کے عبرتناک انجام سے فکر خدا کا شکرانہ بھیجتے ہیں کہ اُس نے انکو ہرا بھرا کر رکھا ہے اور سوکھ کر مر جانے کا عذاب اُنپر نہیں بھیجا۔ اگرچہ وہ جانتے ہیں کہ آخر میں ہر موجود و مخلوق کا یہی حشر ہوا کرتا ہے ہر شئے فانی ہے۔ لیکن قبل از وقت موت سے وہ بھی پناہ مانگتے ہیں۔ درختوں کا توکل غذا کے معاملہ پر منحصر نہیں ہے وہ ہر وقت دشمنوں میں گھرے رہتے ہیں مکان بنانے والے اِنکے دشمن۔ آگ جلانے والے اِنکے دشمن پھل پھول کے شیدائی انکے حریف لیکن کیا مجال جو انکو دشمنوں کا خیال کبھی آئے۔ رضائے پروردگار کے تصور میں ہر وقت

گمن رہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہمارے فکر سے کچھ نہوگا۔ ہم کو خدا پر توکل رکھنا چاہیے جو اُس نے قسمت میں لکھدیا ہی۔ پورا ہو کر رہیگا۔

دوسرے ایثار کو دیکھئے۔ درختوں کا ایثار آدمیوں سے بڑھا ہوا ہی۔ ٹہنیاں اور پتے انکے جسم کے ٹکڑے ہیں۔ جن کو آدمی بے دردی سے کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور وہ اُف نہیں کرتے۔ پھل پھول اُنکی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں مگر انسان ہمیشہ پھلوں اور پھولوں کو ان کی گود سے جدا کر دیتا ہے۔ اور اپنی گود بھر لیتا ہے۔ درخت جتنی آہ وزاری کریں تھوڑی ہے۔ لیکن وہ یہ سمجھکر کہ ہماری پیدایش اسی لیئے ہی کہ دوسروں کے کام آئیں اپنی شاخیں۔ اپنے پتوں۔ اپنے پھلوں۔ اپنے پھولوں اور اپنی لکڑیوں سے انسانوں اور جانوروں کی ضرورتیں پوری کریں خدا سے شکوہ نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ آپس میں مبارکباد دیتے ہیں کہ ہم مخلوق خدا کی خدمت کے قابل سمجھے گئے۔ اور خدا نے اپنے بندوں کا کام ہم سے لیا۔

انسان درویش بھی اگر اسکو بصیرت کی آنکھ ملی ہے۔ اور وہ درختوں سے گیا گزرا نہیں ہے۔ خدمتِ خلق میں ایثار اور قربانی کو لازمۂ حیات۔ اور فرض زندگانی سمجھتا ہی اور غیروں کے کام آتا ہے۔ اپنا سب کچھ دوسروں پر نثار کر دیتا ہے۔

درخت جنگل میں۔ گھروں میں۔ سڑکوں اور رستوں پر خود دھوپ میں جلتے ہیں مگر اپنی پناہ میں آنے والوں کو سایہ میں بٹھاتے ہیں۔ اپنے نازک ہاتھوں سے پنکھا جھلتے ہیں۔ اور پھر جب اُسکے نیچے آرام پانے والا ان کی ٹہنیاں توڑتا ہے۔ اُنکے پھلوں پر پتھر مارتا ہے تو جھک جاتے ہیں۔ اپنے زخمی بچوں (پھلوں) کو پتھر مارنیوالے کی گود میں ڈال دیتے ہیں۔

انسان درویش بھی کباب کی طرح جلتا ہی۔ بُھنتا ہے۔ اور دوسرے اُس سے مزا اُٹھاتے ہیں۔

دس درویش ایک کمبل میں اور دس درخت ایک جنگل میں۔ یقین نہو تو دیکھ لو فقیر بھی کسی سے حسد نہیں کرتا۔ درخت بھی ایسا ہی ملنسار ہے۔ دس درخت پاس پاس کھڑے ہیں۔ ایک دوسرے کی شاخیں آپس میں اُلجھی ہوئی ہیں۔ کیا مجال جو کوئی درخت یہ کہے کہ میاں ذرا پرے ہٹ کر کھڑے ہو۔ مجھ پر چڑھے کیوں آتے ہو۔ یہ درختوں کی درویشی ہے۔ ورنہ انسان کو جانتے ہو۔ کسقدر خود غرض اور اکل کھرا ہے۔ اپنے سوا کسی کی راحت و آسائش کو خاطر میں نہیں لاتا۔ درویش تو ہمی البتہ درختوں کی طرح نیتی اور پڑوسی کے دلنواز ہوتے ہیں +

درختوں کی عشق بازی

عشق لازمۂ درویشی ہے تو درخت اس سے کیونکر محروم ہوتے۔ وہ بڑے عشق باز ہیں۔ خزاں کا موسم اِن سب کے فراق و ہجر کا زمانہ ہے۔ زار و نزار ہو جاتے ہیں کپڑے پھٹے ہوئے۔ چہرے بجھے ہوئے۔ آشفتہ و افسردہ +

بہار کا وقت اِن کا یوم الوصال ہے۔ جھومتے ہیں۔ شاخوں کو بل دیتے ہیں پتوں اور پھولوں کو سینہ سے لگاتے ہیں۔ اور آہ آہ کرتے ہیں +

نسیم سحر ان کی محبوبہ ہے۔ پچھلی رات کو خلقت کی آنکھ بچا کر آتی ہے۔ اور اپنے اِن عشاق سے اٹکھیلیاں کرتی ہے۔ پھولوں کو ستاتی ہے۔ شاخوں کے گدگدیاں کرتی ہے۔ اور سورج نکلنے تک درختوں کے سب ارمان پورے کرنے میں مصروف رہتی ہے لیکن جوں ہی اغیار بیدار ہوئے اور یہ منہ چھپا کر بھاگی۔ درویش درخت نشۂ عشق کے متوالے ہیں۔ سارا دن یادِ نسیم میں بے خود کھڑے رہتے ہیں۔ تصورِ یار میں انکو دنیا کی کسی تکلیف کا حس نہیں ہوتا +

اوپر میں نے درختوں کے توکل و ایثار کی کہانی سنائی ہے۔ جانتے بھی ہو۔ یہ توکل و

ایثار کس سبب کے اوپر قائم ہے! لو بتائے دیتا ہوں۔ کہ عشق کی محویت درختوں کو متوکل و متواضع بنا دیتی ہے۔ درویش انسان بھی دنیا کے دکھ سکھ خیال عشق کی سرشاری میں بھول جاتا ہی۔ اور توکل علی اللہ کا ثواب کماتا ہی۔ اور دوسروں کی خدمت بجالانے یا غیروں پر نثار رہنے کی نیکی حاصل کرتا ہے +

خیال کرنے والے کہہ سکتے تھے کہ جب سب انسان برابر ہیں تو درویشوں میں یہ مخصوص خوبیاں کہاں سے آجاتی ہیں؟ اسکا حل درختوں کے احوال سے ہو سکتا ہے کہ جیسے وہ عشق کے خمار میں اپنی ہستی مخلوق خدا پر فدا کرتے ہیں۔ اسیطرح درویش انسان بھی قوت عشق سے یہ فوقیت عام آدمیوں پر رکھتا ہے کہ جو وہ کر سکتا ہے غیر درویش میں اسکی طاقت نہیں +

حرام کار درخت

عشق مجازی کی دو حالتیں انسانوں میں ہوتی ہیں۔ جائز اور ناجائز۔ وہی حال درختوں کے عشق کا ہے۔ جائز عشق تو یہی ہے۔ جس کا ذکر ابھی سن لیا۔ یعنی نسیم سحر کی محبت۔ جو بالکل قدرتی اور نیچرل عشق ہے +

مگر دوسرا حصہ اسکا ناجائز بھی ہے۔ جس سے درخت تباہ ہو جاتے ہیں۔ اس عشق کو درختوں کی حرامکاری کہنا چاہیئے +

حرامکار درختوں کی ایک فاحشہ معشوقہ ہے جسکو عام لوگ اکاس بیل کہتے ہیں یہ زرد رنگ کی ایک جالدار بیل ہوتی ہے۔ چاول سے ذرا موٹی۔ اسکی جڑ نہیں ہوتی۔ اسی واسطے اسکا نام آکاش بیل۔ یعنی آسمانی بیل رکھا گیا ہوگا۔ عوام نے بگاڑ کر اگاس بیل بنا لیا۔ یہ بیل اکثر خاردار درختوں پر جیسے کیکر ہے۔ پھیلا کرتی ہے۔ درخت اس بیل کو سینہ سے لگا کر بہت خوش ہوتا ہے۔ [illegible] ساری غذا اور جینے کی قوت اس فاحشہ کو

دیدیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ بیل تو تروتازگی میں بڑھتی جاتی ہے اور درخت سوکھنا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل خشک ہوکر رہ جاتا ہے۔ اسوقت یہ منحوس بیسوا بھی مرجھاتی ہے اور سوکھ سوکھ کر مرجاتی ہے +

صحبت کا اثر

درختوں میں بھی بُری صحبت کا اثر قبول کرلینے کی صلاحیت ہے۔ جب ایک درخت اکاس بیل سے حرامکاری کرتا ہے تو آس پاس کے درخت بھی بگڑ جاتے ہیں۔ اور چُپکے سے اِس بیل کو اپنے اوپر کھینچ لیتے ہیں۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ اِس بیل نے جنگل بھر کے درختوں کا ستیاناس کردیا +

درویش صفت درختوں کو حرام کاری سے تباہ ہوتے دیکھکر اور بُری صحبت سے متاثر ہوتا پاکر انسان درویشوں سے اگر یہ کہا جائے کہ وہ بازاری عورتوں سے اپنے دامن بچائیں۔ اور ناجائز عشق سے احتیاط کریں تو کچھ بیجا نہو گا +

بزرگوں کی درگاہوں پر جو طوائفیں آیا کرتی ہیں۔ اور فقراء اُن کے ناچ گانے دیکھتے سنتے ہیں بھلا اس سے خرابی کیوں نہ پیدا ہو۔ جب درخت تک اس سے برباد ہو جاتے ہیں۔ ناگ پھن ایک بڑا زہریلا درخت ہے۔ اِسکے کانٹوں سے سب آدمی پناہ مانگتے ہیں سانپ کا زہر اور اِسکے کاٹنے کا زہر برابر ہے۔ اسی واسطے اسکو ناگ پھن کہتے ہیں۔ مگر کم بخت اکاس بیل اِس شریر درخت کا بھی خاتمہ کردیتی ہے۔ جب اِس کا قدم ناگ پھن کے گنجان بَن میں جاتا ہے تو اِس سرے سے اُس سرے تک ویران کردیتا ہے اور ناگ پھن کا بن جل کر خاک ہوجاتا ہے +

قصہ مختصر درختوں کی درویشی معیار ہے۔ درختوں کی درویشی مثال ہے درختوں کی درویشی نمونہ ہے۔ فطرت شناس انسانوں کے لیئے۔ اگر وہ اِدھر توجہ کریں

کہ درویش صفتی تمام کائنات میں محیط ہے اور اُسکے انکار کرنے والے عالم نیچر میں اسکے خلاف کوئی دلیل پیدا نہیں کر سکتے ؏

اے آدمی درختوں سے عبرت حاصل کر۔ ان کی درویشی پر غور کر۔ تجکو ہزاروں نکتے بے شمار اسرار۔ ان خاموش ہستیوں میں نظر آئینگے۔ میں نے تو صرف تخیل کا ایک راستہ اس مضمون میں دکھایا ہے۔ ورنہ درختوں کی درویشی کے اصلی محاسن پر تو ایک پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے ؏

حسن نظامی

شام زندگی (کتاب)

جس کا ایک ٹکڑا نظام المشائخ کے گزشتہ نمبر میں نقل کیا گیا تھا چھپکر تیار ہے اور ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے۔ اسکے مصنف مولانا راشد الخیری صاحب سابق ایڈیٹر مخزن سے اب جا رہے ناظرین ناواقف نہیں ہیں۔ انکے کئی مضمون آپ حضرات کی نظر سے گزر چکے ہیں کیسی دلکش اور موثر تحریر ہوتی ہے۔ ہنسا دینا اور رُلا دینا گویا کچھ بات ہی نہیں اصل یہ ہے کہ جن بزرگوں کا ظاہر و باطن یکساں ہے اُن کا کلام خدا معلوم کیا بن جاتا ہے شام زندگی میں مولانا نے ایک لڑکی کی شادی سے لیکر اُسکی موت تک کا نقشہ کھینچا ہے اور بتایا ہے کہ مسلمان بیویاں اس کٹھن منزل کو کیونکر کامیاب اور آسان بنا سکتی ہیں ہر مرد کو لازم ہے کہ شام زندگی اپنی عورتوں سے پڑھوائے۔ اور اُسپر اُنہیں عمل کرنے کی تاکید کرے۔ پھر اگر اُسکا گھر رشک جنت نہو جائے تو ہم ذمہ دار۔ اسقدر کام کی تصنیف ہونیکے ساتھ باعتبار ادب اسکی کوئی سطر بے لطف نہیں ہے۔ دلی کی ٹکسالی زبان اور مولانا کے لکھنے کی شان۔ ضخامت قریباً ۹ جزو۔ قیمت ایک روپیہ عہ علاوہ محصول ؏

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے

۴۸۶

حمد و نعت

کیوں نہ دعوے ہو تجکو وحدت کا — کون ہے تیرے عظم و شوکت کا
ہے تصور یہ کس کی صورت کا — دل ہے آئینہ بزمِ وحدت کا
دیدۂ تر میں جل گئے آنسو — اثر اتنا ہے سوزِ فرقت کا
کوچۂ یار چھوڑ کر جاؤں — مجھ کو سودا نہیں ہے جنت کا
زندگی میں محال ہے آرام — مرگ ہے نام خوابِ راحت کا

اوج یہ فیضِ سوزِ الفت ہے
ہوں میں پروانہ شمعِ وحدت کا

اللہ کا بندہ ہوں شیدا ہوں میں حضرت کا — توحید پہ ایماں ہے قائل ہوں رسالت کا
طالب ہوں نہ حوروں کا خواہاں ہوں نہ جنت کا — مشتاق بہت ہوں میں طیبہ کی زیارت کا
بھولا ہے عبث منعم تو دولتِ دنیا پہ — کیوں دھیان نہیں تجکو تنہائیِ تربت کا
ہر وقت مرے دل کو دیدار کی حسرت ہے — جو لمحہ ہے فرقت میں وہ دن ہے قیامت کا
گلزارِ مدینہ کا سودا ہے مرے سر میں — دلچسپ نہایت ہے عالم مری وحشت کا

اے اوج ہے چکر میں سرِ منزل قدم اپنا
گز بن گیا ہوں گویا میں عرصۂ وحشت کا

اوج گیاوی

فریادِ ارشاد

یا الٰہی! تری درگاہ میں آیا ہوں میں
اپنی شرمندگیاں نذر کو لایا ہوں میں
ہاں گنہگار ہوں قسمت کا ستایا ہوں میں
ہوں وہ ناکام کہ اپنا نہ پرایا ہوں میں
نہ تو دنیا کا کوئی کام کیا ہے میں نے
اور نہ عقبےٰ کا سرانجام کیا ہے میں نے

رات دن نفس کے ہاتھوں سے رہا میں برباد
ہائے افسوس کسی وقت نہ کی تیری یاد
ہو کے اب قیدِ تعلق سے جہاں کی آزاد
تیری درگاہ میں لایا ہوں الٰہی فریاد
سن! کہ سنتا ہی تو ہی اپنے گنہگاروں کی
واسطہ گنبدِ گردوں کا، قسم تاروں کی

رحم کر رحم کہ دنیا تجھے کہتی ہے رحیم
اور کرم کر کہ ترا نام ہے رحمان و کریم
نہ کوئی ہے ترا ہمسر نہ کوئی تیرا ندیم
تو ہے خلاقِ جہاں اور تری ذات قدیم
صمد و واحد و معبود ہے غفار ہی تو
وارث و ماجد و مسجود ہے ستار ہی تو

یا الٰہی! تجھے ارواحِ حجازی کا طفیل
صدقہ روحِ نبی حیدرِ غازی کا طفیل
اے حقیقت کے دھنی عشقِ مجازی کا طفیل
اور ہر سجدِ کعبہ کے نمازی کا طفیل
اپنی الفت میں مجھے غیر سے بیگانہ کر
آپ کو شمع بنادے مجھے پروانہ کر

اے خدا تجکو حسینؑ ابنِ علیؑ کا صدقہ
اور پھر حضرتِ سجادِؑ ولی کا صدقہ
تجھے دیتا ہوں اویسِ قرنی کا صدقہ
جس قدر گزرے ہیں ہر ایک نبی کا صدقہ

کوئی اُنکی نہ رہے دہر میں مشکل میری
اور مر جاؤں تو آسان ہو منزل میری

یا خدا خواجہ اجمیریؒ کی تربت کا طفیل — غوث الاعظمؒ تجھے شاہِ ولایت کا طفیل
عشق میں حضرتِ خسروؒ کی حکومت کا طفیل — تجھے محبوبِ الٰہی کی محبت کا طفیل

ہاں شگفتہ مری ہر ایک تمنا ہو جائے
دلمیں پیدا ہو جو ارمان وہ پورا ہو جائے

آہ! فریاد سُنے تیرے سوا کون مری — نہ کہوں تجھ سے تو پھر کس سے کہوں حالِ دلی
اُس ہر وقت لگی رہتی ہے مجھکو تیری — تو ہی معبود ہی میرا تو ہی میرا والی

مجھے دنیا کے سہاروں سے سروکار نہیں
کوئی بھی تیرے سوا میرا مددگار نہیں

میرے بگڑے ہوئے سب کام بنانے مولا — رحم کر مجھپہ مرے رحمتوں والے مولا
تو ہی چاہے تو مصیبت سے بچالے مولا — قید غفلت سے مجھے کون نکالے مولا

بیکسی میں ہے بہر حال ضرورت تیری
ساری دنیا کے لیے عام ہے رحمت تیری

تو محافظ ہو تو میں خلق میں آباد رہوں — ہو تری مہر تو ہر رنج سے آزاد رہوں
عمر بھر خوش رہوں بےفکر رہوں شاد رہوں — تو مجھے یاد ہے اور میں تجھے یاد رہوں

پاس میرے نہ کوئی صدمہ دنیا پھٹکے
گلشن دہر کی میں سیر کروں بے کھٹکے

یہ جو قطرہ ہے کرم سے اسے دریا کر دے — دلِ ارشاد میں ضو عشق کی پیدا کر دے
تو اگر چاہے تو پیدا نئی دنیا کر دے — ابھی ہو جائے یہ سب کچھ جو اشارہ کر دے

ہو ترا حکم تو کیا جانیئے کیا کیا ہو جائے — مہر ہو تیری تو ہر ذرہ ستارہ ہو جائے

کلامِ عزیز[1]

رباعی

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

قطعہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

عیانِ حقیقت

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

عیانِ غیب

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

از حضرت مولانا عزیز لکھنوی

[1] لسان الہند مولانا مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی ۱۲

۷۸۶

ایک صحابیؓ

حضرت خُبیبؓ خاصۂ اصحابِ پاک تھے　　مکّے کے مشرکوں کے کہیں آ گئے وہ ہات
زنجیر میں جکڑ کے دیا دار پر چڑھا　　کوئی تھپیڑ مارتا تھا اور کوئی لات
وہ اپنا مُنہ بجانبِ کعبہ کیے ہوئے　　ذکرِ خدا میں غرق تھے پڑھتے تھے ادعیات
اعدا نے اُن کا رُخ سوئے یثرب بدل دیا　　اسمیں ستمگروں کے تھے اک طنز کے نکات
بولے وہ خیر اُدھر نہیں موقع اِدھر سہی　　رخ میرا جس طرف ہو اُدھر ہے خدا کی ذات
نیزوں کے وار ہونے لگے ہر طرف سے پھر　　بڑھ چڑھ کے ظلم کرتے تھے ابنائے مشرکات
اتنے میں اک شریر لگا کہنے اے خُبیبؓ　ق　اب تو صعوبتوں میں تجھے آتی ہے یہ بات
میری جگہ رسولؐ ہو اس وقت دار پر　　اور مجھکو اس عذاب کے دُکھ سے ملے نجات
اس طعن سے خُبیبؓ کے دل پر لگی جو چوٹ　　واقع میں ضربِ نیزہ بھی تھی اسکے آگے مات
فوراً تڑپ کے بولے کہ بکتا ہے کیا فضول　　میں پُر گُنہ کہاں کہاں حضرت کی پاک ذات
وہ پاک ذات صلِّ علیٰ اور لفظِ دار !　　مردود ! تیرا مُنہ تو ہے چھوٹا بڑی ہے بات
اس شرط پر بھی مجھکو رہائی اگر ملے　　اک خار کا الم سہیں سرکارِ کائنات
تھوکوں گا اس حیات پہ جو اسطرح ملے　　سمجھوں گا زخمِ نیزہ کو میں شربتِ نبات

حکیم عرشی از دہنولہ

۴۸۶

دن کو خادم قوم کا اور رات کو سجدہ گزار

دیکھو کیسے ہیں فریب عالم ناپائدار — ہستی موہوم مطلق جسکے ہیں نقش و نگار
جلوہ اُسکے حُسن کا ہر وقت با نوع دگر — رات دن ہم دیکھتے ہیں صورت شام و سحر

مبتلائے عشق دنیا ہو کے رسوائی ہے
باوجود اسکے بھی لیکن پھر تمنائی ہے

تھی مگر باقی جہاں میں ایک ایسی پاک ذات — زبدۂ ارباب ہمت انتخاب کائنات
گلشن عالم کو سمجھا جس نے اک موج سراب — جانتا تھا عالم ہستی کو جو نقش حباب

قوم کی خدمت تھا جسکا اکتساب زندگی
حشر میں جس سے نہوگا کچھ حساب زندگی

قوم کی ٹوٹی ہوئی کشتی کا تھا اک ناخدا — خطر ہائے موج طوفاں میں نہوتا تھا جدا
مستقل تھی جسکی ہمت منتظم تھا جس کا کام — جادۂ صدق و صفا میں تیز رو تھا جسکا گام

بس یہی اک شمع بزم سید مرحوم تھا
جو ہماری دردمندی کے لیئے مغموم تھا

دل پھٹا جاتا ہے ہائے کیسے اُسکا نام لوں — ہاں بتاتا ہوں مگر پہلے کلیجہ تھام لوں
افتخار قوم یعنی مولوی مشتاق حسین — لیگئی جسکی جدائی دل سے سب آرام چین

بے نیاز جاہ و عزت قافلہ سالار تھا
سونے والوں کو جگانیکے لیئے بیدار تھا

حامی ایمان و ملت متقی پرہیزگار — دن کو خادم قوم کا اور رات کو سجدہ گزار
خاکساری چونکہ ہر حسن عمل کا غازہ تھی — اسلیئے ہیبت بھی سب کے دلمیں بے اندازہ تھی

رہبرانِ قوم اکثر ہیں مگر معدوم ہیں
جن کے سارے کارنامے قوم کو معلوم ہیں

ہم تو اُسکو ڈھونڈتے ہیں جسکے ہر اک کام میں — روشنی ایماں کی ہو اور غرق ہو اسلام میں
شوق اب تو ترک کر یہ گفتگوے بے محل — موجِ طوفاں ورنہ پھر آنکھوں سے آئیگی نکل

جس نے دیکھی ہے تپش پروانۂ جانسوز کی
اُسکو حاجت ہی نہیں زنبورِ شہد اندوز کی

ہاں دعا کر صدقِ دل سے پیشِ ربِ ذو الجلال — اے کریم کارساز و واقفِ دانائے حال
باغِ جنت ہو "وقار الملک" کی آرامگاہ — عفو کر رحمت سے اپنی اُنکے تو سارے گناہ

رہنمائے قوم ہو اب اُن کا فرزندِ رشید
قدرتِ کامل سے تیری کچھ نہیں ہے یہ بعید

شوق بچھرایونی

۸۶

یار کے جلوے

(سلسلے کیلئے دیکھو نظام المشائخ بابت ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ)

بسمل

کوئی رکھتا ہو گر متاعِ یقیں — اُسکی آنکھیں نہ کیسے ہوں حق بیں
رکھتی ہے خاتمِ بلند ہمت — مہرۂ آسماں بجائے نگیں
عارفوں کی نظر میں غیر از حق — اور مقبول کوئی چیز نہیں
دائمی عیش پائے گا آخر — جو جہاں میں رہے ہمیشہ حزیں

گر کوئی خواجگی سے در گزرے
اُسکی دنیا ہے اک غلام کہیں

جو ہوا محرم سرائے صفات
حرم ذات اُس سے دور نہیں

تو کہ یاد خدا سے غافل ہے
تجکو بے دیں کریگا تیرا دیں

جس نے چکھا ہے تیرا ساغر وصل
اُسکو دائم ہوا ہے آپ یقیں

عشق کی داستان کا مطلب
عاشقوں کے لیئے ہو ختم یہیں

کہ بچشمان دل مبیں جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

بست وسیم

کل گیا میں کہیں بسوئے حمام
اُس جگہ دیکھا ایک دل آرام

چست و چالاک شوخ اور بیبا
ماہ رُخ۔ نازک اور گل اندام

سرو قد گلعذار۔ نرگس چشم
سرکش و پُر غرور اور خودکام

مردم آزار۔ تند خو۔ ظالم
نرگسیں چشم مست دے آشام

ناز و انداز میں تھا علامہ
حیلہ سازی تھی ختم اُس پہ تمام

اپنے عشاق کو دکھاتا تھا
زلف اور رُخ سے کفر اور اسلام

دیکھکر مجکو پاس بُلوایا
تاکہ مجکو عطا کرے انعام

غرق حیرت میں ہو گیا ایسا
نہ رہا مجھ میں عقل ہوش کا نام

نہیں معلوم چاند کس نے دیا
یہ وصالی کو اُس گھڑی پیغام

کہ بچشمان دل مبیں جز دوست
ہرچہ بینی بدانکہ مظہر اوست

چند سروپ چاند از لاہور

۹۶

یاران نظام المشائخ

ہندوستان ہی کا نہیں

انگلستان کا پریس بھی چیخ اٹھا ہے

کاغذی گرانی نے اخباروں اور رسالوں کے ہوش پرّاں کر دیئے!

آپ جس پرچے کو جی چاہے اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ سب کے چہرے زرد ملیں گے۔ اب خطیب اور نظام المشائخ کے سوا ایک آدھ ہی کوئی سرخ و سپید نظر آتا ہو تو آتا ہو۔ **لیکن**

کب تلک یارب چھپائیں درد دل

خطیب و نظام المشائخ کے پاس قیصر ولیم کا خزانہ نہیں ہے کہ نقصان پر نقصان اٹھاتا چلا جائے ناظرین اگر خطیب و نظام المشائخ کو انکی شان میں دیکھنے کے خواہشمند ہیں تو خود بھی کچھ تکلیف اٹھائیں۔

کاغذ ریلیف فنڈ

کے نام سے ایک قدرِ **امداد** پیش کرتا ہوں۔ اسمیں جبتک جنگ ہے ۸ رسالانہ سب کو دینا پڑیگا اور اس سے زیادہ جتنی جس میں قدرت ہو۔

خاکسار **واحدی**

شکریہ

اُن حضرات کا جنھوں نے اس مہینے نظام المشائخ کی دوسرے خریدار پیدا کر کے یا خود خریدار بنکر مدد فرمائی ہے۔ جناب غلام محمد رضا صاحب میر منشی و مترجم آبپاشی محبوب نگر نے جناب مسٹر راجن صاحب صیغہ دار محکمہ آبپاشی محبوب نگر کو خریدار بنایا۔ جناب بابو مسٹر محمود خان صاحب نائب ندوہ نے جناب غلام رسول صاحب نگر کمپنی کھام گانوں کو۔

جناب محمد امام الدین صاحب سپرمنٹنڈنٹ کروڑ گیری نے جناب محمد عبدالحکیم صاحب صیغہ دار عثمان آباد کو۔
جناب امیر الدین صاحب آرام نظامی سورت نے جناب نواب زادہ محمد عبدالکریم یاقوت خان صاحب کو
جناب محمد فضل صاحب چریشی پاکپٹن شریف نے جناب مولوی محمد رمضان صاحب پاک پٹن شریف کو
جناب ماسٹر محمد حمزہ خاں صاحب نا ندورہ نے جناب محمد عبدالرحیم صاحب نا ندورہ اور جناب مولوی
عبدالسلام صاحب سیگاؤں کو خریدار بنایا +
جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب مقصود کرسیانگ نے جناب منشی عبدالغفار کرسیانگ اور جناب منشی
محمد عارف صاحب کرسیانگ اور جناب منشی مصلح الدین صاحب کرسیانگ کو خریدار بنایا +
جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب چک نمبر ۲۰ نے جناب میاں محمد سلیمان صاحب چک نمبر ۳۴ کو
جناب محمد ابراہیم صاحب کلرک لہریا سرائے نے جناب ہیڈ ماسٹر صاحب امیٹھہ رسہ مدھے پور کو
جناب حکیم یوسف صاحب کھروڈہ نے جناب میاں ولی محمد صاحب مدھ پور کو خریدار بنایا۔
جناب محمد کفایت اللہ صاحب بزیرو نے جناب شیخ لال صاحب بزیرو کو خریدار بنایا +

جو خود خریدار ہوئے اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں

جناب صاحبزادہ سید شمس محی الدین صاحب بٹالہ۔ جناب محمد فیاض حسین خانصاحب اودے پور
جناب حاجی فتح محمد صاحب بمبئی۔ جناب قاضی شرف الدین صاحب بھوساول۔ جناب محمد بشیر الدین
خانصاحب طالب علم چنگوپہ۔ جناب شیخ امید علی صاحب تحصیلدار مراد باغ۔ جناب چودھری
محمد نصیر اللہ صاحب سب انسپکٹر پھلور۔ جناب حکیم خوشی محمد صاحب چک مغلانی۔ جناب نورن
جلال الدین احمد صاحب محبوب نگر۔ جناب سکرٹری صاحب لائبریری ندوۃ الاحبار اودسہ
جناب عزیز احمد صاحب سکرٹری بہراوں۔ جناب عبدالغفور صاحب سہوکار بیری۔ جناب ڈاکٹر
محمد عمر صاحب سرولکی۔ جناب فضل محمد صاحب چک مغلانی۔ جناب راجہ فضل الٰہی صاحب نوشکی
جناب سید میر محمد شاہ صاحب فورٹ سنڈیمن۔ جناب نواب محمد لیاقت علیخان صاحب بہادر حیدرآباد
جناب محمود احمد صاحب حیدرآباد۔ جناب منشی عبدالعزیز خانصاحب حیدرآباد۔ جناب محمد حسین حنا

اس ہمکلامی کو حدیث قدسی کہتے ہیں نفقط کلام آلہی نہیں کہتے۔ اور سورہ فاتحہ کا ہر رکعت میں پڑہنا اور اُسکا سورۃ سے ملانا اس لیئے واجب ہی کہ سورہ فاتحہ کے اندر کمالات قرآنی اور اسرار قرآنی بہرے ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت امیرالمومنین علی مرتضیٰ افاض اللہ علینا فیوضات علمہ فرماتے ہیں تمام اسرار القرآن فی فاتحۃ الکتاب یعنی قرآن کے تمام راز الحمد شریف کے اندر ہیں توجب ہر بار نماز میں سورۂ فاتحہ پڑہی گئی تو گویا تمام قرآن نمازی نے پڑھ لیا۔ اور اُسکا سینہ سارے قرآن کے انوار سے لبریز ہوگیا قرآن مجید اگر دائرہ ہی تو سورہ فاتحہ اس دائرہ کا مرکز ہے۔ اجمال اور تفصیل جب دونوں ملائی جائیں تو کس قدر آسانی اور فائدہ کی بات ہوگی۔ سورۂ فاتحہ کو عروج کے ساتھ بڑی مناسبت ہی اور اس سورہ شریف کے اسرار صوفی پر اُسوقت کہلتے ہیں جب اسے کمال عروج اور قرب ولایت میسر ہوتا ہی۔ اس باعث سے اس سورہ کے اسرار حضرت شاہ ولایت پر کہولے گئے تھے۔ اور سورہ فاتحہ کو نماز میں کسی دوسری سورۃ سے ملانے کا یہ بھید ہی کہ مرتبہ اجمال اور تفصیل دونوں کا فیض عارف نمازی کو حاصل ہوجائے۔ اور کلام آلہی کی برکات سے پورا پورا فائدہ اٹھائے اس وقت نمازی پر خدا کے اسم المتکلم کا پرتوہ پڑتا ہی اور فنائیت حاصل ہوجاتی ہی۔ نمازی کو چاہیئے کہ جب وہ قرأت میں مشغول ہو تو اپنے تئیں وادی ایمن کا وہ درخت سمجھے جسکے پردہ میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کا کلام سُنا تہا۔ یہ خیال کرے کہ میں نا چیز ہوں میری آواز ایک ساز قدرت ہی اور میری زبان اُس ساز کی مضراب ہے۔ جسے چہیڑنے والا چہیڑ رہا ہے۔ اور اُس میں سے کلام آلہی نکل رہا ہی۔ اور اسقدر فنائے کلی اور استغراق پیدا کرے کہ جس طرح نَے اندر سے خالی ہوتی ہے اور کسی دوسرے کے بجانے سے بجتی ہی۔ اور جب اس حال میں سانس لیئے تو نفخت فیہ من روحی کا دہیان کرے +

چوتھا سر

رکوع کیوں کرتے ہیں؟ رکوع کے مناسبات۔ رکوع میں خدا کے کون سے نام کی تجلی ہوتی ہے

حق تعالیٰ فرماتا ہے واركعوا مع الراكعين ۔ اِس لیئے رکوع فرض بھی اور نماز کا رکن بھی ہے ۔ رکوع کی صورت یہ ہے کہ نمازی اپنی پشت اور کمر کو جھکا لیتا ہے اور اُس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ غایت ادب سے اپنے تئیں خدائے تعالیٰ کی عظمت کے آگے پست کر دے اور تمام مخلوقات کی عظمت اور بزرگی کو بے حقیقت سمجھکر یہ خیال کرے کہ تمام جہان کیا زمین کیا آسمان کیا جن کیا فرشتہ سب رکوع میں ہیں ۔ اور اُس وحدہٗ لاشریک کے آگے جھکے ہوئے ہیں صورت مثالی اِس رکن کی اِس عالم مثال میں قوس ہے ۔ یا نصف دائرہ کی شکل ۔ اور جب نمازی نظر کشفی سے دیکھیگا تو دائرہ کا دوسرا آدھا حصہ بھی اُسے دکھائی دیگا ۔ اور معلوم ہوگا کہ نصف دائرہ جو ہر ایک کو نہیں دکھائی دیتا ہے ۔ اُس کا سبب یہ ہے کہ اُسے لطافت تنزیہی نے چھپا رکھا ہے ۔ اور رکوع کی اصلیت اور حقیقت مرتبہ برزخ کا رکھتی ہے جو عروج اور نزول اور تنزیہ اور تشبیہ سے تعلق رکھتی ہے ۔ اِس سبب سے پہلے نصف دائرہ کہ نزول اور تشبیہ سے مناسبت رکھتا ہے ظاہر ہوا اور وہ قوس اعلیٰ یا نصف دائرہ پوشیدہ رہا ۔ اور رکوع میں بہت سے معرفت کے نتیجے اور استغراق وغیرہ کی حقیقت کھلتی ہے ۔ اور رکوع میں عارف پر عظمت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے ۔ اور اُسکے اسم العظیم کی تجلی پیدا ہوتی ہے ۔ اسلیئے رکوع میں سبحان ربي العظیم کا ورد رکھا جاتا ہے ۔ اور قیام کے بعد رکوع کرنے کا بھید یہ ہے کہ قیام کو عروج کے ساتھ پوری مناسبت ہے ۔ اور عارف کو قیام میں پورا عروج ہوتا ہے ۔ جیسے ہم اوپر بیان کر آئے ہیں ۔ اور رکوع عروج اور نزول دونوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے تو قیام کے رکوع سے یہ مراد ہے کہ جب عروج ہو چکا تو اب نزول کی طرف بھی متوجہ ہونا ضرور ہے ✦

پانچواں سر

سجدہ کی کیا حقیقت ہے ؟ سجدہ میں صوفی کو کیا عروج ہوتا ہے ؟ اور اُس وقت خدا کے کون سے نام کی تجلی ہوتی ہے ؟

سجدہ نماز کے ارکان میں سے ایک رکن اور فرض ہے۔ اور سجدہ کی جو صورت ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ اور ساری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔ مگر اُسکی حقیقت اکثر آدمیوں سے پوشیدہ ہے۔ سوائے اُن چند حضرات کے جو محض عنایت الٰہی سے اُسکی اصلیت تک پہنچے ہیں۔ اور اُسکے عروج سے اُنہیں حصہ ملا ہے۔ اور سجدہ بجالاکر اُنھوں نے ترقیاں حاصل کی ہیں۔ اور معشوق کی قدمبوسی اُنہیں نصیب ہوئی ہے۔ ہر چند کہ رکوع میں عروج اور نزول ہے مگر سجدہ میں بھی عروج و نزول دونوں ہیں۔ رکوع میں عروج کا پلہ بھاری ہے اور نزول کا پلہ ہلکا۔ اور سجدہ میں بہ نسبت عروج کے نزول کا پلہ بوجھل اور قوی ہوتا ہے کیونکہ اسمیں تہ نزول کو اجزائے زمین سے زیادہ مناسبت ہے۔ اور عروج میں لطیفہ اخفیٰ میں تعلق بہت ہے۔ اس باعث سے شیطان نے سجدہ نہ کیا۔ کیونکہ اُسکی خلقت آگ سے تھی اور آگ کا میلان خاک کی طرف نہیں ہوسکتا ہے۔ اور وہ بدنصیب سجدہ کی حقیقت سے محروم رہا اور اسفل السافلین میں جا پڑا۔ چونکہ یہ رکن باعتبار نزول کے سب رکنوں سے نیچے اور پست واقع ہوا ہے اور ساری عبادتوں کا خاتمہ اسی پر ہوتا ہے۔ اسواسطے جو عروج سجدہ کے ذریعہ سے ہوگا وہ بہت اعلیٰ اور فوق الفوق سب عروج اور ترقیوں سے ہوگا۔ اور اسکا التزام صوفی کو اچھے اچھے نتیجوں تک پہنچائے گا۔ اور نزول کے مرتبے اور عبودیت کی کی حقیقت خوب روشن ہوگی۔ اگرچہ سجدہ کی حالت میں خدا کے اور بہت سے ناموں کی تجلی پڑتی ہے۔ مگر خاصکر اصل الاصول اس سجدہ کے رکن کا اسم اَلعلیٰ ہے اور اسکی تجلی زیادہ محسوس ہوتی ہے اور یہی باعث ہے کہ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ۔ سبحان ربی الاعلیٰ کہا جاتا ہے۔ اور سجدہ کو فرشتوں کی ولایت علیا سے عروج کی حالت میں مناسبت تام ہے اور نزول کی طرف عبودیت کی حقیقت سے کہ کمالات نبوت اُس سے ملے ہوئے ہیں بہت تعلق ہے۔ قیام میں جو عارف کو عروج ہوتا ہے۔ وہ سر کی طرف سے اور اوپر کی جانب سے ہوتا ہے۔ اور اُسکی ابتدا ہوا کے کرہ سے ہوکر کرہ آتش تک اور وہاں سے آسمان اول تک

اور آسمان اول سے دوسرے اور تیسرے آسمان تک اور جہاں تک اللہ چاہتا ہے نوبت پہنچتی ہے۔ اور سجدہ میں جو عروج ہوتا ہے وہ کرۂ زمین سے ہوتا ہے۔ اور اسکی ابتدار نیچے کی طرف سے ہوتی ہے گو یہ ساری دنیا تحت اور پستی سمجھتی ہے۔ اسے میرے والد بزرگوار حضرت قبلہ کونین خواجہ محمد ناصر صاحب ایدنا اللہ بنصرۃ سرہ و قدسنا ببرکتہ یرہٗ نے اپنے مکاشفہ اور تحقیق باطنی کے ذریعہ سے بلندی ثابت کیا ہے۔ آپ اسکی تفصیل مدلل نالۂ عندلیب میں دیکھ سکتے ہیں۔ کمالات نبوت کا عروج تحت کی طرف سے ہوا کرتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اسی طرف سے شروع ہوئی یعنی آپ بیت الحرام سے کہ (ناف زمین کہلاتا ہی) اور بہ نسبت ملک شام کے اونچا ہے۔ بیت المقدس کی طرف کہ بہ نسبت مکہ کے پستی میں ہی۔ تشریف لے گئے۔ اور وہاں سے ہوا کے کرہ اور آگ کے کرہ اور تمام آسمانوں کو طے کرکے اُس مقام تک پہنچے جہاں تک عالم علوم کی رسائی نہیں ہے۔ چنانچہ سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی برکنا حولہ لنریہ من اٰیتنا۔ اسکی شاہد ہی تو اب ثابت ہوگیا کہ عروج نبوت نیچے کی طرف سے واقع ہوا کرتا ہے۔ اور عروج ولایت اوپر کی طرف سے۔ اور ان دونوں عروجوں میں یہ فرق ہے کہ عروج ولایت عالم علوی کی معرفت اجمالی کو کہتے ہیں اور عروج نبوت عالم علوی اور عالم سفلی کی معرفت تفصیلی سے مراد ہے۔ اس سے زیادہ تشریح مناسب نہیں ہے ۔

بس کنم خود عارفاں را ایں بس است　　نکتہ کافی ست گر عارف کس است

چھٹا سر

قعدہ کسے کہتے ہیں؟ قعدہ میں کیا معارف ہیں؟ اور قعدہ کے وقت خدا کے کس نام کی تجلی ہوتی ہے؟

قعدہ نماز کے رکنوں میں ایک رکن ہے اور اُسکی ایک صورت بھی ہے اور اُسکی ایک حقیقت بھی ہے۔ جو اُسکی صورت ہے۔ اُسکے تو بیان کرنے کی حاجت نہیں ہے سب دیکھتے ہیں مگر قعدہ کی حقیقت علما تو علما اکثر اولیا رالله پر بھی نہیں کھلی کیونکہ نماز کے اور رکنوں کے مقابلہ میں اسکی کچھ قدر نہیں سمجھی جاتی ہے۔ اسلیئے ضرور ہے کہ قعدہ کی حقیقت بیان کرکے خدا کے حکم کی تعمیل کیجائے۔ جیساکہ وہ فرماتا ہے واما بنعمة ربك فحدث۔ گوش ہوش سے سُننا چاہیئے کہ قعدہ نماز کے مرتبہ آخر کی حقیقت اور اصلیت ہے۔ اور اسے مرتبہ اطلاق ولا تعین سے تعلق ہے۔ اور حالات کی تبدیلی سے پاک ہے۔ پوری پوری تمکین اسکے اندر ہے اور اسکی حقیقت یہ ہے کہ عارف اپنے دل کو اُن خطروں کی گردش سے بچائے جو ہر وقت ڈانوا ڈول رکھتے ہیں۔ اور خدا کے حضور و شہود سے اُسے تسکین اور آرام پہنچائے۔ اس رکن کی برکت سے صوفی کو بہت سی نعمتیں اور اطمینان نفس اور متانت اور بردباری حاصل ہوتی ہے اور اس وقت اسم المتین کی تجلی ظہور کرتی ہے۔ قعدہ کو اس عالم سے نزولی مناسبت ہے۔ اور عروج میں تنزیہ خالص سے اسے تعلق ہے۔ اور اسکی تمکین کی شرح یہ ہے کہ سالک جب سلوک میں آتا ہے اور ترقی کرتا ہے تو اول اُسے ایسے ذوق اور حال کے دروازے پر پہنچایا جاتا ہے جہاں تلوین جلوہ آرا ہوتی ہے۔ اور یہ سب منزلیں طے کرتے کرتے کعبہ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ اسوقت تلوین کی ساری رنگ آمیزیاں فنا ہو جاتی ہیں۔ اور تمکین و اطمینان کے خلعت سے اُسے مشرف کیا جاتا ہے۔ گو ارکان نماز کی تجلیاں پیہم اور متواتر ہوتی ہیں اور سالک کو حیرت میں ڈالتی ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے صوفی جو سب رکنوں کی عروج اور نزول سے گزر کر نماز کے مرتبہ حقیقت کی انتہا تک پہنچتا ہے۔ اسواسطے اس رکن کی اصلیت جیسی چاہیئے ویسی ظاہر ہوتی ہے اور اطمینان نفس اور تمکین کلی میسر ہوتی ہے۔ اور عارف حالات کی اُلٹ پلٹ سے نکلکر تنزیہ خالص تک پہنچ جاتا ہے +

ساتواں سِر

کسی قول یا فعل کے ذریعہ سے کیوں نماز کو ختم کیا جاتا ہی؟ سلام دونوں طرف کیوں کیا جاتا ہے؟ اور اُسوقت کون سے نام پاک کی تجلی ہوتی ہے؟

نماز کو کسی قول یا فعل سے پورا کرنا فرض بھی ہے۔ اور نماز کا ایک رکن بھی ہی۔ اور سلام دونوں طرف پھیرنا واجب بھی ہے جیسے سب جانتے ہیں۔ اور کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔ مگر اسکے بھید کوئی خبردار نہیں ہے۔ مگر حضرت سلام کی توجہ سے اس رسالہ میں مختصر و مجمل طور پر لکھا جاتا ہے پہلے سر میں ہم نے سمجھایا ہے کہ نماز عالم امر میں سے اور فرشتوں کے کاموں میں سے ہی۔ جب انسان نماز پڑھتا ہے تو گویا ملائکہ اور ملاء اعلیٰ میں جا کر مل جاتا ہے۔ اور اس عالم سے ترقی کرتے کرتے عالم بالا میں اُس حد تک پہنچ جاتا ہی جسے سوائے اسکے کوئی دوسرا نہیں جان سکتا ہے۔ مگر نمازی کا نماز میں عالم ملائکہ تک پہنچنا ایک عارضی رسائی ہوتی ہے۔ کیونکہ ہنوز اُس میں بشریت اور دنیاوی حیات ہوتی ہی۔ اُس عالم میں بغیر موت کے ابدالآباد قیام نہیں ہو سکتا ہی۔ اسلیئے ضرور ہی کہ تھوڑی دیر میں عالم ملکوت سے پھر عالم ناسوت میں آجائے۔ اور عالم ناسوت میں واپس آنا دو حال سے خالی نہیں ہے ایک یہ کہ کوئی بات کرے اور نماز کی حدود سے نکل آئے۔ یا کوئی کام کرے اور نماز کے دائرہ سے باہر آجائے۔ اس لیئے خدائے تعالیٰ اور حکیم حقیقی نے فرمادیا ہے کہ اگر تم بے ضرورت بات یا کوئی کام کروگے تو تمہاری نماز ٹوٹ جائے گی۔ یعنی عالم بالا سے نیچے اُتر آؤگے اور انسانی حیثیت میں رہجاؤگے یا تم جب اُس عالم سے اس عالم میں رجوع کرنا چاہو تو کوئی کام یا بات کرو فوراً نزول ہو جائیگا۔ جس طرح عام لوگوں کی نماز بات کرنے یا کام کرنے سے ٹوٹ جاتی ہے اِسی طرح سے مقربین اپنے دل کو نماز میں خطروں اور خیال سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے جی سے بھی باتیں نہیں کرتے ہیں ؎

قول و فعلم کے ست چوں خامہ انچہ کردم ہماں ہمیگویم

سلام آخر نماز میں اسلیئے واجب ہے کہ جب کوئی شخص کسی مجلس سے اٹھتا ہے تو رخصت ہونے

کے لیئے سلام کیا کرتا ہے۔ اسی طرح عارف جب اس عالم ناسوت کی طرف ہو تو ارواح اور ملاء اعلےٰ کو سلام بجالائے۔ سیدھے ہاتھ کو اس لیئے کہ اُدھر بھی ملائکہ ہوتے ہیں اور اُلٹے ہاتھ کو اسلیئے کہ ادہر بھی ملائکہ ہوتے ہیں۔ اِسی طرح اگر امام ہے تو وہ مقتدیوں کو داہنے بائیں سلام میں ملحوظ رکھے۔ اور مقتدی ہے تو اپنی جماعت کے داہنے بائیں نمازیوں کو سلام میں شامل کرلے۔

حضرت امام جعفر صادق شرفنا اللہ بوثاثۃ نسبۃ باطنہ۔ فرماتے ہیں کہ نمازی نے جب نماز پڑھی تو اُس نے خدا اور رسول کے حکم کی تعمیل کی۔ اُسکے بدلہ میں اُسے یہ انعام دیا جاتا ہے کہ وہ ہر طرح امان پائے۔ اسلیئے اُسے خدا کی طرف سے لفظ سلام کیساتھ جتایا جاتا ہی کہ تیرے داہنے بائیں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ اور سلامتی بھی وہ سلامتی کہ دُنیا کے مکافات سے سلامتی۔ عذاب آخرت سے سلامتی۔ دوسرے خدا کا نام بھی سلام ہے جب نمازی اس نام کو لے تو اُسکے معنی میں غور کرے اور اپنے تمام معاملات اور امانتوں میں اُسکے ذریعہ سے سلامتی پیدا کرے۔ اور جب تو سلام کے معنی سمجھ لے تو تجھے لازم ہے کہ تو اُس خدا سے ڈرے بھی۔ کیونکہ اگر تو نے اپنی ذات یا اپنے قلب یا اپنے دین یا اپنی عقل کو سلام کیا ہی تو اُنہیں کسی گناہ اور ناپاکی کی ظلمت سے بگاڑے بھی نہیں۔ اور اگر تو نے ملائکہ کو سلام کیا ہی تو بُرے کام کرکرکے اُنہیں رنجیدہ نہ کر۔ کیونکہ جب تو نے اُنہیں سلام کیا تو وہ اُس وقت تجھ سے بہت خوش ہوئے تھے۔ مگر جب تو گناہ کریگا تو وہ اُسے تیرے اعمال نامے میں لکھتے ہوئے رنجیدہ ضرور ہوں گے۔ اسی طرح سلام کرکے اپنے دوستوں اور عزیزوں اور دشمنوں کو بھی تکلیف نہ دے۔ کیونکہ جب تو نے کسی کو سلام کیا تو پھر اُسے ستانا سلام کے معنی کے برخلاف ہی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اسوقت میں صوفی کے اوپر اسم السلام کی تجلی پڑتی ہے۔ اور خدائے تعالےٰ بھی اُسپر سلام بھیجتا ہے اور یہ رکن سلام کی مدت نبوت کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اِس

زیادہ لکھنا مناسب نہیں ہے ؎

گر کشایم بحث ایں رامن بساز تا سوال و تا جواب آید دراز

دفتر اسرار ابتر مے شود نقش وحدت نقش دیگر میشود

اب میں یہ اور عرض کرتا ہوں کہ جب ارباب کمال اسے ملاحظہ فرمائیں اور اسمیں کوئی بات پسند آئے تو اس ناچیز کو یاد فرمائیں اور نہایت نیاز و عاجزی کے ساتھ اس بندۂ پرتقصیر کے لیئے دعا کریں کہ وہ ذات پاک اس فقیر کے ہاتھ کو اپنی بے پروائی کے دامن سے جھٹک نہ دوے اور ہمیشہ اپنے حضور اور شہود میں بے مزاحمت اغیار کے مستغرق رکھے اور زمرہ لم تقولون ما لا تفعلون میں داخل نہ فرمائے اور بموجب علم کے عمل بھی نصیب کرے ۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع الدعاء و السلام علیٰ من اتبع الھدےٰ

چونکہ فقیر طبع موزوں اور درد تخلص رکھتا ہے ۔ اس واسطے اس رباعی کو بطور یادگار اس رسالہ میں تحریر کرتا ہے رباعی

اے درد زمردمان اہل عرفاں از وضع کلام میتواں یافت نشاں

مارا مطلب بجز میان تصنیف مانند معانی بکتابیم نہاں

تمت بالخیر

پوجتے تھے۔ امرأ القیس کے معلقہ میں اسکا ذکر ہوا ہی۔ وہ کہتا ہی:۔

فعن لنا سرب کان نعاجہ ہمیں جنگلی گایوں کا ایک گلہ نظر پڑا جسکی گائیں حسن

عذاری دوار فی ملاء مذیل و لطافت اور خوش فعلیوں میں ایسی معلوم ہوتی

تہیں کہ گویا وہ دوشیزہ لڑکیاں ہیں جو لمبی چوڑی چادروں

میں دوار کے گرد طواف کر رہی ہیں ÷

یہ بت ہمیشہ میلوں اور بڑے بڑے جلسوں میں نکالا جاتا تھا۔۔۔ ÷

عرب کی بت پرستی پر ایک سرسری نظر!

اوپر جو کچھ ہم لکھہ آئے ہیں، وہ خلاصہ ہے اُن بڑی بڑی کتابوں کا جن کا مطالعہ آج ہر شخص کو نصیب نہیں ہو سکتا،

عرب کی تاریخ یوں تو سمندر ہی لیکن غور کیجئے۔ سمندر میں سے ایک موتی یا موتی نہ سہی ایک پھوٹی کوڑی کا نکالنا غواص کے لیے کسقدر مشکل ہے'' ÷

بت پرستی کی ابتدا اور عرب کے مشہور حرج اصنام بتوں کے حالات جسقدر جمع ہو سکتے تھے وہ اس مختصر بیان میں جمع کر دیے گئے ہیں'' ÷

مگر موضوع سخن تشنہ رہجائے گا اگر اہل عرب کے مذہبی خیالات۔ معتقدات اور قوم بت پرستی کا یہاں ایک اجمالی تذکرہ بھی نہو ÷

کوئی جدید مذہب نہیں، بلکہ وہی مذہب ہے جس کو سیدنا آدم علیہ السلام لائے تھے

اگرچہ اس کی تکمیل منشائے قدرت میں حضور ختم المرسلین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی سے وابستہ تھی ،۔

وحدانیت کا وعظ ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ کبھی دنیا اس سے خالی نہیں رہی۔ بت پرست اگرچہ بتوں کو پوجتے تھے۔ ان کے لیئے حج اور قربانیاں نہایت ذوق شوق اور خلوص سے کرتے تھے۔ ان سے مرادیں مانگتے تھے، سبھی کچھ تھا، مگر ساتھ ہی خالق کے۔ وجود کو بھی تسلیم کرتے تھے ،

عالم کو حادث جانتے تھے ......"۔

مرنے کے بعد ایک قسم کے اعادہ پر یقین رکھتے تھے"۔

جائز و ناجائز۔ حرام و حلال کے بھی قائل تھے"۔

وہ یہ بھی جانتے تھے کہ انکا

"رزاق"

"خالق"

"لوگوں کے کام سنوارنے والا مسبب الاسباب"

"نفع نقصان پہنچانے والا"

"پناہ و نجات دینے والا"

صرف ایک خالق ہے۔ اور اسمیں اسکا کوئی شریک نہیں"۔ اس بیان پر خود رب العزۃ شاہد ہے :۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۝ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۝ قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اگر تو ان سے پوچھیگا کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیے تو کہیں گے اللہ نے"۔ اگر یہ پوچھیگا کہ خود ان کو کس نے پیدا کیا تو اسکے جواب میں بھی یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ تو ان سے کہہ کہ زمین اور

سَيَقُولُونَ اللهَ - قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ - اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللهُ

اُسکے اندر کی چیزیں کس کی ملک ہیں اگر تم کو علم ہو تو بتلاؤ وہ اسکا یہی جواب دیں گے کہ اللہ کی - تو ان سے پوچھ بھلا تمہیں آسمان و زمین میں سے روزی کون دیتا ہو - اور بھلا شنوائی و بینائی کا مالک کون ہو، اور مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو کون نکالتا ہو اور لوگوں کے کام کون سنوارتا ہو تو یہی جواب دینگے کہ اللہ

اس علم و اقرار کے ہوتے ہوئے اہل عرب جو بتوں کو پوجتے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ بتوں کی پوجا کے ذریعہ سے وہ خدا کا قرب ڈھونڈھتے تھے - اور بتوں کو خدا رسی کا واسطہ جانتے تھے ، +

اگرچہ پرستش کی وجوہات ہر گھرانہ ہر فرقہ کی جدا جدا ہوتی تھیں لیکن یہ تمام مختلف راستے اُسی ایک شاہ راہ اعظم پر ختم ہوتے تھے جس کا نام قرب الٰہی ہو ، +

اس دعوے پر رب العزت گواہ ہے :-

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللهِ زُلْفٰى + ہم ان بتوں کو اس لیئے پوجتے ہیں کہ وہ خدا سے ہمارا قرب بڑھا دیں +

بعض کا عقیدہ تھا کہ :-

"خدا کی درگاہ میں فرشتوں کا قرب زیادہ ہو"
"اس لیئے ہم فرشتوں کی صورتوں پر بت بنا کر پوجتے ہیں تا کہ"
"اس ذریعہ سے ہمارا قرب خدا سے ہو جائے"

بعض کا عقیدہ تھا کہ :-

"ہم نے بتوں کو خدا کی عبادت کے لیئے اپنا قبلہ مقرر کیا تھا

"جیساکہ اُسکی عبادت کے لیئے کعبہ ایک قبلہ ہے"۔

بعض کا یہ عقیدہ تہا کہ :-

"ہر بت پر خدا کے حکم سے ایک شیطان مامور ہے۔ پس جو شخص
بُت کی عبادت خوب جی لگاکر اور صدق دل سے کرتا ہے
خدا کے حکم سے شیطان اُسکی تمام حاجتیں پوری کردیتا ہے
جو ایسا نہیں کرتا تو خدا کے حکم سے شیطان اُس کو تکلیف
دیتا ہے"۔

غرضکہ بُت پرستی کے وجوہات مختلف ہیں۔ ہر گہر نے ہر قبیلہ نے کوئی نہ کوئی وجہ قرار دے رکھی تہی۔ مگر سب کے سب اِس ذریعہ سے قرب آلہی کے جویا تھے۔ بعض براہ راست بعض کسیقدر اور خیال سے،

جس طرح سے کسی زمانہ میں ہم مسلمانوں کے گہروں میں ایک جگہ ضرور ایسی ہوتی تہی جو نماز کے لیئے مخصوص ہو۔ اسی طریق پر عرب کے ہر گہر میں ایک بُت ضرور ہوتا تہا۔ اور اُس کی پرستش مختلف طریقوں سے کی جاتی تہی۔ مثلاً

(۱) جب سفر کے لیئے گہر سے چلے تو سب سے آخری کام یہ ہوتا تہا کہ بُت کو سجدہ کرلیا یا اُسکے پانوں چوم لیئے یا اُسکو ہاتھ لگادیا۔

(۲) جب سفر سے گہر واپس آئے تو سب سے پہلا کام یہ ہوتا تہا کہ بُت کو سجدہ کرلیا یا اُسکو چوم لیا۔ یا ہاتھ لگادیا۔

اِس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بتوں کے اقسام بھی بیان کردیئے جائیں :-

(الف) تصویروالے۔ خواہ یہ پتہر کے ہوں یا لکڑی کے یا کسی دہات کے۔ اُنکی مختلف شکلیں اور قدوقامت ہوتے تھے۔ اور انکو "اصنام" کہا جاتا تہا۔ انسانوں کی شکلوں کے

بھی ہوتے تھے۔ اور جانوروں کی صورتوں پر بھی بعض مشترک صورتوں میں ہوتے بعض خیالی فرشتوں کی صورتوں پر ہوتے تھے۔

(ب) بلا تصویر۔ یہ پتھر کے ہی ہوتے تھے۔ کوئی خوب صورت رنگ کا ہوا کوئی عمدہ ترشا ہوا، ہوا۔ کوئی چمک دار ہوا۔ اسکو سامنے رکھا، اور پرستش شروع کردی۔ ایسے بتوں کو "انصاب" کہا جاتا تھا۔

طبری کا بیان ہو کہ مراتب میں اصنام اور انصاب دونوں یکساں ہوتے تھے۔ دونوں پر قربانیاں دی جاتی تھیں۔

(ج) تیسرا طریقہ بت بنانے کا یہ بھی تھا کہ: جب کوئی سفر پر جاتا تو چار پتھر اپنے ہمراہ ضرور لے جاتا یا منزل پر پہنچکر تلاش کر کے مہیا کر لیتا۔ تین پر ہانڈی پکاتا۔ ایک کو قبلہ بناتا اور پوجنے لگتا۔"

اگر کسی جگہ پتھر نہ ملتا تو ریت کا ایک تودہ بناتے، اور ایک دودھ والی اونٹنی اس تودے پر اس طریق سے لاکھڑی کرتے کہ اُسکے تھن اُس تودے پر ہو جاتے، پھر اُس کو دوہتے۔ یہاں تک کہ وہ تودہ دودھ سے خوب تر ہو جاتا۔ جب تک اُس جگہ قیام کرتے اُسکو پوجتے۔

مقصود ان تمام باتوں یا طریقوں سے یہی ہوتا تھا کہ عبادت الٰہی میں خیالات و توجہ کو یکسو کرنیکے لیئے کوئی چیز بظاہر آنکھوں کے سامنے ہو۔

اہلِ نجران ایک لمبے درخت کی پوجا کرتے تھے۔ سالانہ ایک ہجوم ہوتا تھا، خوشی منائی جاتی تھی۔ جب مقررہ دن آتا تو اس درخت پر نہایت عمدہ بیش قیمت پارچہ جات لپیٹے جاتے۔ عورتوں کے زیورات اُسپر آویزاں کیئے جاتے۔ پھر اُسکو پوجتے۔ اُسپر قربانیاں چڑھاتے تھے!

اس درخت کو جب ایک عیسائی نے اُسکے متولیوں سے خرید لیا۔ اور کچھ دن بعد ایک آندھی نے اسکو اکھیڑ کر گرا دیا تو اُن کی خدائی بھی موقوف ہوئی +

بعض کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ "بُت کو کسی دوسرے ہی کا ہو مگر اُسکو اپنا کیا جا سکتا ہی"۔ مثلاً "زید" نہایت خوش حال و بامراد شخص ہے اور سب طرح کی اُسکو قدرت ہی جو چاہتا ہی وہی ہو جاتا ہی تو اب دوسرا حاجتمند شخص یہ خیال کریگا کہ کسی طرح اسکا بُت اُڑاؤ۔ یہ بڑا اچھا بُت ہی۔ چنانچہ وہ کسی نہ کسی ترکیب سے اُڑا لیا جاتا اور پھر اُسکی نہایت عقیدت کے ساتھ کثرت سے پوجا کر کے اپنا کر لیا جاتا۔ اسپر قربانیاں دے کر اپنا مالکانہ حق قائم کیا جاتا تھا، +

اِسی تصویر کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ جب وہ اپنے کسی بت سے اپنے خلاف منشار کوئی کام یا بات دیکھکر ناراض ہوتے تھے تو اُن کی ہجو کہتے تھے اُنکو مارتے تھے اور گالیاں دیتے تھے، +

امراء القیس جو اپنی شاعری کے سبب سے ہندوستان میں بھی مشہور ہے جب اپنے مقتول باپ کا انتقام لینے کے لیے نکلا تو ذی الخلصہ کے پاس پانسے ڈالے۔ اتفاق سے قرعہ خلاف ارادہ نکلا، تو امراء القیس نے بت کو گالیاں دیں اور ایک پتھر اُٹھا کر کھینچ مارا اور یہ شعر پڑھتا ہوا چل دیا ؎

لم کنت یا ذا الخلص الموتورا ‏ ‏ ‏ اے ذوالخلصہ! اگر میری طرح تجھے صدمہ پہنچا
لم تنہہ عن قتل العداۃ زورا ‏ ‏ ‏ تو تو فریب پیکر دشمنوں کے قتل سے منع نہ کرتا +

مگر ایسا شاذ و نادر ہوا ہے، امراء القیس کوئی مذہبی آدمی نہ تھا، مذہبی لوگ بتوں کی جسقدر عظمت کرتے تھے۔ اُسکا اظہار انہیں الفاظ میں ہو سکتا ہے کہ وہ اُنہیں اپنا معبود خیال کرتے تھے اور بس، +

خانہ کعبہ میں، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی تصویر کھنچی ہوئی تھی - اُن کے ہاتھ میں استخارہ کے تیر تھے جنکو ازلام کہا جاتا تھا - اسی کے قریب ایک بھیڑ کا بچہ کترا ہوا دکھلایا گیا تھا - غرضکہ قبل اسلام عرب میں جو مذہب سب سے زیادہ قوی تھا وہ یہ ہی بُت پرستی تھی ٭

ستارہ پرست، خدا پرست، لامذہب، معتقد مذہب الہامی، یہ سب کم زور اور کہیں کہیں تھے، ٭

لزوماتِ پرستش

لزومات پرستش کا جاننا بھی خالی از دلچسپی نہو گا - ذیل میں لکھے جاتے ہیں :-

(۱) حائضہ عورتیں، بتوں کے قریب نہ جا سکتی تھیں - نہ ہاتھ لگا سکتی تھیں ٭

(۲) سجدہ کرنا ٭

(۳) خانہ کعبہ کی طرح اُسکے گرد طواف کرنا (یا تصدق ہونا) ٭

(۴) نہایت تعظیم سے قدموں پر یا کسی اور مقام پر بوسہ دینا ٭

(۵) نام پر قربانی دینا خواہ کوئی جانور ہو ٭

(۶) مکھن، دودھ اور عمدہ عمدہ چیزیں اُنپر چڑھانا ٭

(۷) اوندھے لیٹنا ٭

(۸) اچھے زیورات، ملبوسات نذر چڑھانا ٭

(۹) بُت کی جانب پشت نہ کرنا، پیٹھ نہ کرنا ٭

(۱۰) اپنی ہر مویشی کا پہلا بچہ بطور نذر اُنپر چڑھانا ٭

(۱۱) بتوں کے نام پر جانور آزاد کرنا ٭

(۱۲) اپنی پیداوار و تجارت میں بحالت نفع ایک رقم معین کرنا ٭

(۱۳) بتوں کے نام پر خیرات کرنا۔

اب یہ مختصر بیان ختم کیا جاتا ہے، یونانیوں کا علم الاصنام دیکھکر مجکو خیال ہوا کہ یہ چیز اہل عرب اور اہل ہند کے پاس بھی تھی اور ہے۔ لیکن عرب کے پاس یونانیوں کی سی رنگینی کہاں۔ یہاں مذہبی سادگی تھی۔ خیال ہوا کہ اسکو ایک مختصر بیان میں جمع کر دیا جائے۔ چنانچہ یہ مواد مختلف مقالات و کتب سے لیکر معلومات کے لیئے جمع کر دیا گیا ہے مبالغہ اور ذاتی قیاس سے گریز کیا گیا ہے۔

سید ظفر احسن علوی

ناظم دائرۃ الادب دہلی

شامِ زندگی

یعنی ہندوستان اور اردو زبان کے مشہور مصنف اور بے مثل ادیب جناب مولانا راشد الخیری (برادر زادہ شمس العلما جناب مولوی نذیر احمد مرحوم) کی سب سے بہتر تصنیف کا ذکر آپ اسی نظام المشائخ کے صفحہ ٣ پر ملاحظہ فرمایئے، یہ نو جزو کی کتاب ہے۔ اور قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول

منیجر نظام المشائخ دہلی سے ملیگی

دفتر نظام المشائخ دہلی کی کچھ اور کتابیں

بزمِ فرید حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات اور مجالس کے حالات، راحت القلوب کے نام سے فارسی میں جمع فرمائے تھے، اس کا اردو میں ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر رسالہ نظام المشائخ و اخبار خطیب نے ترجمہ کیا ہے اور بزم فرید نام رکھا ہے۔ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ اگلے زمانہ کے بزرگوں اور آج کل کے نام نہاد فقیروں میں کیا فرق ہے۔ تو اس کو پڑھیئے نہایت سبق آموز مفید دلچسپ اور تسکین بخشنے والی کتاب ہے، ضخامت ۷۲ صفحے قیمت صرف آٹھ آنے،

وجدانی نشتر اپنی قسم کی پہلی کتاب ہے جس میں اہل اللہ کے سینے کے راز و نیاز و سوز و ساز، سکون و اضطراب اور وجد و حال کا ایک لازوال روحانی خزانہ جمع کیا گیا ہے جس کی قدر و قیمت ملاحظہ کرنے ہی سے معلوم ہو سکتی ہے۔ عربی۔ فارسی اردو۔ پنجابی۔ اور ہندی سب زبانوں کی چاشنی اس میں موجود ہے۔ ان زبانوں

وہ اشعار اور قرآن شریف کی وہ آیتیں وغیرہ اپنی نشتر میں درج ہیں۔ جن کے سننے یا پڑھنے سے اہل حال صاحب دل اور اہل اللہ بزرگوں پر حالت طاری ہو جاتی تھی۔ قیمت ایک روپیہ ۱

داتا گنج بخش

پنجاب کے سب سے بڑے واعظ الاسلام حضرت علی مخدوم ہجویری عرف داتا گنج بخش کے سبق آموز حالات جن کی ابتدا سنہ ۴۰۰ ہجری القدس سے شروع ہوتی ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے۔ قیمت باوجود ۱۲۸ صفحے کے صرف ۱۰ دس آنے

سیرۃ العباس

یعنی عم رسول اللہ صلعم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مفصل سوانح عمری جسے مولوی فرید احمد صاحب عباسی نے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی کے ساتھ عربی کی مستند کتابوں سے مدد لے کر مرتب فرمایا ہے۔ کتاب قابل دید ہے اور خاصی ضخیم ہے۔ قیمت عہ ر

سوانح عمری مولوی سید احمد بریلوی

حضرت مولوی محمد اسمعیل صاحب شہید دہلوی کے پیر اور ہندوستان کے مشہور مجدد حضرت شاہ سید احمد بریلوی کی سوانح عمری۔ آپ تیرہویں ہجری کے ممتاز اولیاء اللہ میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کی ایک خاص بات یہ ہے۔ کہ آپ نے مشرکانہ رسوم کی اصلاح کے لیے بڑے بڑے کام کئے۔ آپ کے حالات دلچسپ سبق آموز اور حیرت انگیز ہیں۔ ان کے لاکھوں ماننے والوں کو ان سے باخبر رہنا چاہیے۔ نئی روشنی کے لوگ بھی انہیں مزے لے لے کر پڑھتے ہیں۔ اور پرانی وضع کے اصحاب کے لیے تو اس میں سب کچھ ہے۔ ضخامت ۵۰۰ صفحے۔ قیمت ۱عار

جاماسپ نامہ

پیشین گوئیاں معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو جاماسپ نامہ کا اردو ترجمہ جو ملا محمد الواحدی صاحب نے کیا ہے۔ منگا کر پڑھیے۔ حکیم جاماسپ نے جاماسپ نامہ میں ہزاروں برس پہلے قیامت تک کے آنے والے واقعات کا حال لکھ دیا ہے۔ قیمت صرف تین آنے

ایڈیٹر کا حشر ایک عبرت ناک افسانہ ہے مصنفہ مولوی ظفر علی خاں صاحب بی اے سابق ایڈیٹر زمیندار۔ قیمت ۲ر

حالات خضر حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے عجیب و غریب اسرار کا مجموعہ مولفہ جناب ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر خطیب و نظام المشائخ معہ ضمیمہ یادگار خواجہ میر درد حکیم ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی قیمت ۱ر (ڈیڑھ آنہ)

چند دن بعد کیا ہوگا ایک چھوٹا سا اخلاقی رسالہ ہے ضخامت ۳۲ صفحے۔ قیمت ۲

شکوہ و فریاد اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے اور مولانا سیماب کی دو مشہور نظمیں ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ..

کہانیوں کی پہلی کتاب جناب مولوی حکیم غلام غوث صاحب نے اس میں سبق آموز اخلاقی اور اچھی کہانیاں درج کی ہیں لوگ اپنے بچوں کے لیے اسے ہاتھوں ہاتھ خریدتے ہیں۔ آپ بھی ضرور منگا لیجیے۔ قیمت صرف ۱ر

عرس نامہ اس میں جناب ارشاد آبادی مرید سیدی و مولائی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے نامور بزرگان دین کے مدفن اور تاریخ عرس کا بیان کیا ہے، اور ان کی دعائیں اور اولیائے کرام کے مناقب درج کئے ہیں، نظامیہ چشتیہ قادریہ کے شجرے نظم کر کے لکھے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے مریدین کو لازم ہے۔ کہ اس کی ایک کاپی ضرور اپنے پاس رکھیں دوسرے لوگوں کے لیے بھی یہ مفید چیز ہے۔ قیمت ۲ر

عقائد صوفیہ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی کے عربی رسالہ کا اردو ترجمہ ہے جس کے ساتھ عربی متن بھی شریک ہے

دلی کی عید غدر سے پہلے کیسی ہوتی تھی اور اب کیسی ہوتی ہے۔ قیمت ۱ر

زہرِ عشق نہایت دردناک مثنوی ہے جس کے اندر عشق بازی کا حیرت انگیز و غمناک انجام کا فسانہ ہے باعتبار شاعری یہ مثنوی بہت اعلیٰ درجہ کی ہے جس میں ستم کے ماروں عاشق و معشوق کی قبر کی تصویر بھی دی ہے۔ قیمت ۴ر

آئینۂ قیامت اس کتاب میں واقعہ کربلا کو نہایت معتبر اور دردانگیز پیرایہ سے بریلی کے ایک مشہور عالم نے لکھا ہے۔ نظم بھی ہے اور نثر بھی۔ قیمت صرف ۴ر

ذکرِ رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح حالات اور اعلیٰ درجہ کی نعتیہ غزلوں کا مجموعہ ہے ۴ر

حقیقت السماع گانا سننے کے ثبوت میں حضرت شہاب الدین احمد بن غزالی کا مشہور رسالہ ہے ۴ر

تحقیق السماع اس کتاب میں بھی ایک مشہور چشتی عالم نے حدیثوں سے گانا سننے کا ثبوت لکھا ہے ۴ر

تنقید لطیف بر خیالات ظریف پروفیسر محمد ظریف کے دہریانہ خیالات کی تردید ہے جس سے اسلامی عقائد عقلی دلیلوں سے ثابت ہوتے ہیں۔ قیمت ۹ر

شمائم امدادیہ تصوف کی ایک زبردست کتاب ہے۔ قیمت ۱۲ر

تائید الاسلام آریہ کتاب ترکِ اسلام کا نہایت مدلل جواب ہے۔ قیمت ۴ر

تذکرۃ الرشید محدث اعظم جناب مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کی مکمل کیفیت زندگی ہے جس میں ان کی غدر ۵۷ء میں گرفتاری و حراست کے حالات نہایت مؤثر ہیں بڑے خیر و برکت کا تذکرہ ہے۔ قیمت غیر مجلد ۱۲ مجلد ۱۲

زیارت الشام اس سفرنامہ میں مصر اور بیت المقدس دمشق۔ مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، بغداد، کربلائے معلی وغیرہ مقامات میں سفر کرنے کا ہدایت نامہ دو سائز پر ہے۔ ایک چھوٹا جیبی اور ایک بڑا مذکورہ مقامات کی چشم دید کیفیت نہایت دلچسپ ہے۔ قیمت ۸ر

التذکیر مشہور واعظ جناب مولانا اشرف علی صاحب کے وعظوں کا مجموعہ تین حصوں میں ہے گھر بیٹھے وعظ سننا ہو تو یہ کتاب دیکھئے۔ قیمت ہر حصہ ۸ر

امداد السلوک تصوف کی نہایت نفیس کتاب ہے۔ قیمت ۸ر

القول الصواب عورتوں کے پردے کے متعلق ۸؍

اعمال سورہ مزمل طریقہ زکوٰۃ کے ساتھ نہایت ۸؍

فتاوی اشرفیہ جناب مولانا اشرف علی صاحب کے

اعمال سورہ یٰسین محبت و عداوت اور تمام مقاصد دارین۔

اعمال آیت الکرسی اس مجموعہ میں آیۃ الکرسی کے علاوہ نادعلی کے اعمال

حل مشکلات نام سے ظاہر ہے۔ کہ مفید اعمال کا مجموعہ ہے قیمت ۸؍

دوائے دل سلسلۂ چشتیہ نظامیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ محمد چشتی کی کتاب تقسیم الاوراد کا اردو ترجمہ ہے ۴؍

دعائے سریانی اس میں دعائے مغنی اور نود و نہ نام بھی ہیں قیمت ۴؍

خواص سورہ ہائے فرقان تمام قرآن شریف کی سورتوں کے خواص و فوائد ہیں قیمت ۲؍

عجائب البیان اسمیں بھی فضائل و فوائد و خواص قرآن شریف ہیں قیمت ۲؍

جواہر خمسہ کلاں۔ اعمال کی مشہور کتاب ہے۔ بڑی کی قیمت عہ اور چھوٹی کی قیمت ۵؍

اعمال سورہ قل ہو اللہ، سورہ اخلاص کے اعمال مجربہ کا مع طریق زکوٰۃ با موکل عجیب مفید مجموعہ ہے ۲؍

اعمال سورہ فاتحہ اس مجموعہ میں سورہ الحمد شریف کے نہایت مجرب اور دین دنیا کی ہر ضرورت کے واسطے اعمال اور ان کے طریقے ہیں۔ قیمت ۳؍

سوانحعمری کلاں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے حالات زندگی قیمت ۲؍

فضائل غوثیہ حالات حضرت غوث الاعظم رح قیمت ۲؍

سوانحعمری حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رح قیمت ۸؍

حیات فریدی حالات حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رح ۲؍

شواہد نظامی سوانحعمری کلاں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قیمت عہ

اردو تاریخ عالم جسمیں تمام آسمان و زمین اور کل پیغمبروں اور سب نامور بادشاہوں کا تاریخی

ست ہے۔ قیمت عہ

مد احمد صاحب بیرسٹر برادرزادہ سر سید نے اس کتاب کا اردو ترجمہ

امی عروج و زوال کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے

ب ہے پہلے اس کی قیمت للعہ تھی اب صرف عہ مجلد کی قیمت عہ

شہادت حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کا مشہور رسالہ ہے۔ کئی دفعہ

ہو چکا ہے پھر تیار کرایا ہے جس کو ضرورت ہو منگا لے۔ قیمت ۲ر

دیوان نہایت الکمال سلطان الشعرا حضرت امیر خسرو کے نایاب چیدہ چیدہ قصائد

غزلیات قطعات رباعیات مطائبات، چیستان وغیرہ کا مجموعہ ہے قیمت عہ

یہ سب کتابیں منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

مردہ زندہ کرنے کی مشین

المعروف بہ اکسیر قوت مشمولہ گولیاں خوراک کی و شیشی طلائی۔

سستی، کمزوری، ضعف قوت مردمی، بچپن کی غلط کاریوں کے بد نتائج، ضعف و رقت، ضعف دل و دماغ و جگر کی خرابیاں، خون، ضعف گردہ و مثانہ، ضعف اعصاب، درد کمر، دل کی دھڑکن، دل و رباز، ذیابیطس، جریان وغیرہ وغیرہ کی ۔۔۔ نہایت بیر ہدف تریاق کامل شرطیہ حکمیہ مفید دائمی و قطعی دوا ثابت ہوئی ہے ہزار لوگوں نے جو ان امراض میں مبتلا ہو کر بظاہر زندہ مگر بیمار مردہ ہر طرح علاج کر کے مایوس ہو چکے تھے۔ ان کو اس دوا سے پورا آرام ہو گیا۔ گویا وہ دوبارہ زندہ ہو گئے یہاں تک کہ انگریزوں، مہاراجوں، ڈاکٹروں، حکیموں نے منگوایا۔ اور مفید پایا۔ ہر موسم ہر طبیعت ہر ملک میں مفید بے ضرر ہے اگر آپ بھی خدانخواستہ ان امراض میں مبتلا ہیں تو ہم یقین سے کہتے ہیں۔ کہ اس عجیب **اکسیر قوت** کو بھی استعمال کر کے شرطیہ لوہے کی لاٹھ مرد کامل بن جائیں۔ یہ دنیا بھر کی چوٹی کی بے ضرر مقوی و مجرب دوا ہے۔ اگر باقاعدہ استعمال سے فائدہ نہ ہو۔ تو قیمت واپس

قیمت صہ مگر خریداران نظام المشائخ سے ۲ار **پتہ حکیم دوست محمد خاں** ڈاکخانہ اکبر مانڈہ ضلع ہوشیار پور

دو نایاب گوہر

اکسیر دماغ

روحانی اور دماغی ریاضت کرنے والوں کے لیے ایک نایاب تحفہ ہے۔ جو پیٹ کے اندر پہنچتے ہی دماغی رگ پٹھوں کی غذا بن جاتی ہے۔ دماغ کی گرمی خشکی۔ کمزوری۔ چہرے کی بے رونقی درد سر۔ چکر آنا۔ اٹھتے بیٹھتے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا۔ کھانسی نزلہ۔ زکام دائمی۔ آنکھوں اور ناک سے پانی بہنا۔ وحشتناک خواب دیکھنا طبیعت کا منتشر رہنا وغیرہ وغیرہ

آنکھوں اور دماغ کی بیماریوں کو یہ معجون جڑ سے کھو دیتی ہے۔ لذیذ اور خوش گوار ہے۔ طلبا کے لیے بھی ایک اکسیر اور بمنزلہ آب حیات ہے ایک ڈبیہ میں روز کی خوراک معہ قیمت معہ محصولڈاک وغیرہ سوا روپیہ (عہ) ہے۔

عطاری

اس نایاب کتاب میں یونانی مرکبات لطیف معجونیں، اچار، مربے۔ جوارشیں۔ روغن۔ عطر۔ خمیرے۔ شربت۔ عرق۔ حبوب لعوق۔ سفوف۔ قرص۔ تیز آب۔ رُب۔ ماء اللحم۔ مسی۔ وغیرہ تیار کرنے کے لیے مجرب المجرب اور کار آمد نفع بخش نسخے درج ہیں۔ علاوہ ازیں مصنوعی اشیاء۔ مثل شہد۔ موم۔ کافور زعفران۔ کستوری۔ زہر موت۔ عنبر۔ شنگرف۔ کونین۔ سرکہ۔ دار چکنا۔ رسکپور۔ زنگار سندھور۔ سفیدہ۔ سہاگہ۔ طوطیا۔ کسیس وغیرہ بنانے کی صحیح ترکیبیں اور مشک عنبر اور کافور وغیرہ کے بنانے کی صحیح ترکیبیں۔ اور مشک عنبر اور کافور وغیرہ کے اصلی نقلی کی شناخت الغرض سوا دو سو کے قریب ایسے نسخے لکھے ہیں جنکی کامیاب عطاروں کو ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ تعداد صفحہ ۸۸ کاغذ سفید عمدہ۔ قیمت فی کتاب معہ محصولڈاک وغیرہ ۱۲ ار

نوٹ: کتاب تحفۃ العشاق قیمتی ۴ر خریداران کو اس کے ہمراہ مفت ملتی ہے۔

پتہ فیض چشتی دینا نگر ضلع گورداسپور

کلوراڈائن

یہ انگریزوں کی ایک مانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑ۔ خواہ کسی صورت سے اسکی ایک ہی دو خوراک سے جاتی ہے۔ آؤں۔ دست اور پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے ایک نامی دواخانے سے بنوایا ہے۔ اور دیگر کلوراڈائن سے کہیں بہتر ہے۔ اس لیئے بازاری کلوروڈائن کو نہ خریدیں۔ قیمت ۸/ ایک درجن کے چار روپے محصولڈاک ۵/

دانت کے درد کی دوا

لگتے ہی ہٹاتی ہے روتے کو ہنساتی ہے۔ ایک باریک و مضبوط تنکے یا سینک کے سرے پر روئی لپیٹ کر اسے دوا میں ڈبو کر ہلکا سا درد کے مقام پر لگائے۔ اور اگر دانت کی جڑ میں درد ہو۔ تو ذرا سی روئی ڈبو کر اسمیں بھر دیں۔ فوراً درد بند ہو جاتا ہے۔

جلدی بیماری کی دوا

یہ تیل کئی ایک مفید دیسی اور ولایتی اسپتال کی تجربہ کی ہوئی دوائیوں سے بنایا گیا ہے۔ اس سے ہر اقسام کی جلدی بیماری یعنی چمڑے کا مرض مثلاً خارش کھجلی چھاجن ابرس وغیرہ رفع ہوتے ہیں۔ برسوں سے خراب ہوئے چمڑے میں یہ اچھا فائدہ دکھلاتا ہے۔ اس حالت میں تیل لگانے سے پورا نفع نہیں ملتا۔ اسوجہ سے تیل لگانے کے ساتھ ہی خون صاف کرنے والی دوا ایڈوڈائیز ڈسالسہ بھی حسب ہدایت استعمال کرنا چاہیئے۔ قیمت فی شیشی ۸/ محصولڈاک ایک سے چار تک ۵/ سالسہ قیمت ۱۲/ محصول ۶/

نوٹ ادویات ہر جگہ دوکانداروں اور دوا فروشوں سے مل سکتی ہیں۔ ورنہ کارخانہ سے منگائیے

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دوت سٹریٹ کلکتہ